اثمار الهداية

علی الهدایۃ

ھدایہ رابع

۵۱۱ھ - ۵۹۳ھ

چودھویں جلد

اس شرح میں ہر ہر مسئلے کے لئے تین تین حدیثیں ہیں

شارح

حضرت مولانا ثمیر الدین قاسمی صاحب دامت برکاتہم

ناشر

مکتبہ ثمیر، مانچیسٹر، انگلینڈ

mobile (0044)7459131157

نام کتاب.........................اثمار الھد ایہ جلد ۱۴
نام شارح.....................مولانا ثمیر الدین قاسمی
ناشر.........................مکتبہ ثمیر، مانچیسٹر، انگلینڈ
طباعت باراول..................دسمبر ۲۰۲۳ء
قیمت.............................دو جلدیں 15 پونڈ

شارح کا پتہ
Maulana Samiruddin Qasmi
70 Stamford Street
Old Trafford - Manchester
England M16 9LL
E samiruddinqasmi@gmail.com
mobile (0044)7459131157

ملنے کے پتے

ثاقب بک ڈپو

مقام، پوسٹ دیو بند ضلع سہارنپور

یوپی۔انڈیا

پین کوڈ 247554

tel 0091 9412 496688

زمزم پبلیشر

نزد مقدس مسجد، کراچی، پاکستان

Mobile (0092) 3351111326

ہم اثمار الھدایہ ہی کو کیوں پڑھیں ؟

(۱)	اس شرح میں ہر جگہ اصول لکھے گئے ہیں جن سے مسئلہ سمجھنا آسان ہو جاتا ہے اور اصول بھی یاد ہو جاتے ہیں
(۲)	اس شرح میں ہر مسئلے کے تحت تین حدیثیں، تین حوالے ہیں جس سے دل کو سکون ہو جاتا ہے کہ کس مسئلے کے لئے کون سی حدیث ہے۔
(۳)	کوشش کی گئی ہے کہ احادیث صحاح ستہ ہی سے لائی جائے، تاکہ حدیث مضبوط ہوں۔
(۴)	صاحب ھدایہ جو حدیث لائے ہیں اس کی مکمل دو تخریج پیش کی گئی ہے۔
(۵)	ایک ایک مسئلے کو چار چار بار مختلف انداز سے سمجھایا ہے، جس سے مسئلہ آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے۔
(۶)	بلا وجہ اعتراض و جوابات نہیں لکھا گیا ہے۔
(۷)	سمجھانے کا انداز بہت آسان ہے۔
(۸)	پرانے اوزان کے ساتھ نئے اوزان مثلا گرام وغیرہ کو لکھ دیا گیا ہے، جس سے پرانا اور نیا دونوں وزنوں سے واقفیت ہوتی ہے۔
(۹)	امام شافعیؒ کا مسلک انکی کتاب الام سے نقل کیا گیا ہے، اور انکی دلیل بھی صحاح ستہ سے دی گئی ہے۔

فہرست مضامین اثمار الھد ایہ جلد ۱۴

نمبر	فہرست مضامین	کس مسئلہ نمبر سے	فائل نمبر	صفحہ نمبر
۱	کتاب الجنایات	۶۰۷	۱	۶
۲	باب ما یوجب القصاص فیما دون النفس	۶۲۴	=	۲۵
۳	فصل	۶۴۸	=	۵۶
۴	باب القصاص فیما دون النفس	۶۵۲	۲	۶۳
۵	فصل	۶۶۶	=	۷۷
۶	فصل	۶۷۷	=	۹۷
۷	باب الشهادة فی القتل	۶۸۷	۳	۱۲۱
۸	باب فی اعتبار حالة القتل	۶۹۴	=	۱۳۲
۹	کتاب الدیات	۳۹۹	=	۱۳۷
۱۰	فصل فی ما دون النفس	۷۰۹	=	۱۵۳
۱۱	فصل فی الشجاج	۷۳۰	=	۱۷۲
۱۲	فصل	۷۳۵	۴	۱۸۳
۱۳	فصل فی الجنین	۷۶۰	=	۲۱۹
۱۴	باب ما یحدث الرجل فی الطریق	۷۷۳	۵	۲۳۳
۱۵	فصل فی الحائط المائل	۸۰۱	=	۲۵۷
۱۶	باب جناية البهيمة و الجناية علیها	۸۰۸	=	۲۶۹
۱۷	باب جناية المملوک و الجناية علیه	۸۳۳	۶	۳۰۲
۱۸	فصل	۸۵۵	۷	۳۴۰
۱۹	فصل فی جناية المدبر و ام الولد	۸۶۱	=	۳۶۰
۲۰	باب غصب العبد و الدبر و الصبی	۸۶۸	=	۳۶۶
۲۱	تمت	۸۷۸	=	۳۸۱

﴿كتاب الجنايات﴾

(۶۰۷) قَالَ الْقَتْلُ عَلٰى خَمْسَةِ أَوْجُهٍ: عَمَدٌ وَشِبْهُ عَمَدٍ وَخَطأٌ وَمَا أُجْرِيَ مَجْرَى الْخَطأ وَالْقَتْلُ بِسَبَبٍ،لـ وَالْمُرَادُ بَيَانُ قَتْلٍ تَتَعَلَّقُ بِهِ الْأَحْكَامُ.

(۶۰۸) قَالَ فَالْعَمَدُ مَا تُعَمِّدُ ضَرْبُهُ بِسَلاحٍ أَوْ مَا أُجْرِيَ مَجْرَى السَّلاحِ كَالْمُحَدَّدِ مِنَ الْخَشَبِ

﴿كتاب الجنايات﴾

ضروری نوٹ: آدمی کسی کی جان کو قتل کردے جان کر یا بھول سے اس کو جنایت کہتے ہیں۔اسی طرح کسی عضو کو کاٹ دے جان کر یا بھول کر تو اس کو بھی جنایت اور جرم کہتے ہیں۔اس کا بدلہ لازم ہوتا ہے۔اگر جان کے بدلے جان لے تو اس کو قصاص یا قود کہتے ہیں۔اور جان یا عضو کے بدلے رقم لے تو اس کو دیت کہتے ہیں۔

وجہ: (۱)اس کا ثبوت اس آیت میں ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدَى بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ٥ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَاأُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (سورہ البقرۃ ۲،آیت ۱۷۸)(۲)دوسری آیت میں ہے۔وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (سورت المائدہ ۵،آیت ۴۵)(۳)اور حدیث میں ہے۔عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ يَهُودِيًّا رَضَّ رَأْسَ جَارِيَةٍ بَيْنَ حَجَرَيْنِ، فَقِيلَ لَهَا: مَنْ فَعَلَ بِكِ هَذَا؟ أَفُلاَنٌ أَوْ فُلاَنٌ، حَتَّى سُمِّيَ اليَهُودِيُّ، فَأُتِيَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »فَلَمْ يَزَلْ بِهِ حَتَّى أَقَرَّ بِهِ، فَرُضَّ رَأْسُهُ بِالحِجَارَةِ (بخاری شریف، باب سؤال القاتل حتی یقر والاقرار فی الحدود ص ۱۰۱۵ نمبر ۶۸۷۶ر مسلم شریف، باب ثبوت القصاص فی القتل بالحجر وغیرہ ج ثانی ص ۵۸ نمبر ۱۶۷۲)ان آیتوں اور حدیثوں سے جنایت اور قصاص کا ثبوت ہوا۔

ترجمہ: (۶۰۷)قتل کی پانچ قسمیں ہیں (۱)قتل عمد (۲)قتل شبہ عمد (۳)قتل خطا (۴)قتل جاری مجری خطا (۵)سبب کے ذریعہ قتل۔ہر ایک کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

ترجمہ: لـ اس عبارت سے مراد یہ ہے کہ قتل کے جو احکام ہیں ان کو بیان کیا جائے

ترجمہ: (۶۰۸)قتل عمد یہ ہے کہ ہتھیار کے ذریعہ مار ڈالنے کا ارادہ کرے، یا کسی ایسی چیز سے جو ہتھیار کے قائم مقام ہو۔جیسے دھار دار لکڑی،اور بانس کا چھلکا،اور دھار دار پتھر اور آگ اس سے قتل کرے۔

وَلِيُطَةِ الْقَصبِ وَالْمِرْوَةِ الْمُحَدَّدَةِ وَالنَّارِ، ۱ لِأَنَّ الْعَمَدَ هُوَ الْقَصْدُ، وَلَا يُوقَفُ عَلَيْهِ إِلَّا بِدَلِيْلِهِ وَهُوَ اسْتِعْمَالُ الْأٰلَةِ الْقَاتِلَةِ، فَكَانَ مُتَعَمِّدًا فِيْهِ عِنْدَ ذٰلِكَ،

ترجمه: ۱ عمد کا ترجمہ ہے کہ ارادہ کر کے قتل کرے، مگر ارادے پر کوئی واقف نہیں ہوسکتا ہے، البتہ بالکل مار ڈالنے کا آلہ جو استعمال کر رہا ہے، اسی کو جان کر قتل کرنے کی دلیل بنائی جائے گی

قتل کی قسمیں اور عاقلہ پر دیت ایک نظر میں

قتل کرنے اور عضو کاٹنے میں کس صورت میں عاقلہ پر دیت ہے اور کس صورت میں نہیں

قتل عمد کی صورتیں

1	قتل عمد	جان کر قتل کیا ہو، اور قصاص واجب ہو	عاقلہ پر دیت نہیں ہے
2	قتل عمد	قتل عمد میں قصاص واجب ہو، لیکن مال پر صلح کر لی	عاقلہ پر دیت نہیں ہے
3	قتل شبہ عمد	لکڑی وغیرہ سے جان کر مارا ہو	عاقلہ پر دیت واجب ہے

قتل خطاء کی صورتیں

4	قتل خطاء فی القصد	شکار سمجھ کر مارا، لیکن آدمی تھا	عاقلہ پر دیت واجب ہے
5	قتل خطاء فی الفعل	شکار کو مارا، لیکن آدمی کو لگ گیا	عاقلہ پر دیت واجب ہے
6	جاری مجری خطاء	سوئے ہوئے آدمی سے بچہ مر گیا	عاقلہ پر دیت واجب ہے
7	قتل بسبب	کنواں کھودا تھا اس میں کوئی گر کر مر گیا	عاقلہ پر دیت واجب ہے

عضو کے کاٹنے کی صورتیں

8	جان کر عضو کاٹ دیا	قصاص واجب ہے	عاقلہ پر دیت نہیں ہے
9	جان کر عضو کاٹ دیا	پھر مال پر صلح کر لی	عاقلہ پر دیت نہیں ہے
10	غلطی سے عضو کاٹ دیا	کاٹنے والے پر دیت ہے	عاقلہ پر دیت نہیں ہے

قتل کی دیت، ایک سو اونٹ ہے۔ یا ایک ہزار دینار ہے۔ یا دس ہزار درہم ہے

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ ارادے کا پتہ نہ چلتا ہو تو جو ارادہ کرنے کی دلیل ہے اسی کو ارادے کے قائم مقام کر دیا جائے گا، اور اسی پر احکام متفرع کئے جائیں گے

تشریح: قتل عمد کے واقع ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں۔ ایک تو جان کر حملہ کرے اور دوسری شرط یہ ہے کہ ایسے ہتھیار

(۶۰۹) وَمُوجَبُ ذٰلِكَ الْمَأْثَمُ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى ل (وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ) الْاٰيَة وَقَدْ نَطَقَ بِهٖ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ السُّنَّةِ، وَعَلَيْهِ انْعَقَدَ إِجْمَاعُ الْأُمَّةِ.

(۶۱۰) قَالَ وَالْقَوَدُ ل لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى (كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِيْ الْقَتْلٰى) (سورة البقرة: ۱۷۸)

سے حملہ کرے کہ عموما اس سے موت واقع ہوجاتی ہے اور اعضاء منتشر ہوجاتے ہیں۔ جیسے دھاردار ہتھیار، دھاردار لکڑی سے، یا بانس کا چھلکا جس سے گلا کٹ جاتا ہو، یا دھاردار پتھر سے مارے جس سے اعضاء منتشر ہوجاتے ہوں، تو یہ قتل عمد ہوگا اور قصاص لازم ہوگا۔ اگر پتھر یا لکڑی دھاردار نہ ہوں تو اس سے قتل عمد ثابت نہیں ہوگا۔

وجه : (۱) اس کی دلیل یہ حدیث مرسل ہے۔ عن النعمان بن بشير أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُّ شَيْءٍ خَطَأٌ إِلَّا السَّيْفَ، وَلِكُلِّ خَطَأٍ أَرْشٌ (مصنف عبدالرزاق، باب عمد السلاح، نمبر ۱۷۱۸۲) / مصنف ابن ابی شیبۃ ۶ فی الخطاء ماھو ج خامس، ص ۳۴۸ نمبر ۲۶۷۶۳) اس حدیث مرسل سے معلوم ہوا کہ صرف تلوار سے یا تلوار جیسے دھاردار ہتھیار سے قتل عمد ثابت ہوتا ہے

(۲) دوسری روایت میں ہے۔ عن الحسن قال قال رسول الله ﷺ لاقود الا بحديدة (مصنف عبدالرزاق، باب عمد السلاح ج تاسع ص ۲۷۳ نمبر ۱۷۱۷۹ / ابن ماجہ شریف، باب لاقود الا بالسیف ص ۳۸۴ نمبر ۲۶۶۷) اس حدیث مرسل سے معلوم ہوا کہ کسی بھی دھاردار سے قتل عمد ثابت ہوگا۔ چاہے وہ تلوار ہو یا لکڑی یا پتھر۔

ترجمه: (۶۰۹) اس کا بدلہ گناہ بھی ہے

ترجمه: ل اللہ تعالی نے فرمایا کہ جو مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے گا اس کا بدلہ جہنم ہے، اور اس بارے میں احادیث بہت ہیں، اور اس بات پر اجماع بھی منعقد ہوگیا ہے

تشريح: قتل عمد کے بدلے میں دو باتیں ہیں، اس میں گناہ بھی ہوگا، اور اس کا بدلہ بھی دینا ہوگا، یعنی جیسا قتل کیا ہے، اسی طرح قتل کیا جائے گا

وجه: (۱) صاحب ہدایہ کی آیت یہ ہے۔ وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا (سورت النساء ۴، آیت ۹۳) (۲) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ قال عبد الله قال رجل يا رسول الله اى الذنب اكبر عند الله ؟ قال وان تدعو لله ندا وهو خلقك. قال ثم اى ؟ قال ثم ان تقتل ولدك خشية ان يطعم معك (بخاری شریف، باب قول اللہ تعالی ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاءہ جہنم ص ۱۰۱۴ نمبر ۶۸۶۱)

ترجمه: (۶۱۰) اور قصاص بھی دینا ہوگا

ترجمه: ل اللہ تعالی کے قول کی وجہ سے مقتول کے سلسلے میں تم پر قصاص فرض کیا گیا ہے

۲ إلَّا أَنَّهُ تَقَيَّدَ بِوَصْفِ الْعَمَدِيَّةِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلامُ الْعَمَدُ قَوَدٌ، أي مُوجَبُهُ، وَلِأَنَّ الْجِنَايَةَ بِهَا تَتَكَامَلُ وَحِكْمَةُ الزَّجْرِ عَلَيْهَا تَتَوَفَّرُ، وَالْعُقُوبَةُ الْمُتَنَاهِيَةُ لا شَرْعَ لَهَا دُوْنَ ذٰلِكَ.

وجه : (۱) صاحب ہدایہ کی آیت یہ ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدَى بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ٥ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَآأُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (سورۃ البقرۃ ۲، آیت ۱۷۸) (۲) دوسری آیت میں ہے۔ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (سورت المائدہ ۵، آیت ۴۵) (۳) اور حدیث میں ہے۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ يَهُودِيًّا رَضَّ رَأْسَ جَارِيَةٍ بَيْنَ حَجَرَيْنِ، فَقِيلَ لَهَا: مَنْ فَعَلَ بِكِ هَذَا؟ أَفُلاَنٌ أَوْ فُلاَنٌ، حَتَّى سُمِّيَ الْيَهُودِيُّ، فَأُتِيَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَزَلْ بِهِ حَتَّى أَقَرَّ بِهِ، فَرُضَّ رَأْسُهُ بِالْحِجَارَةِ (بخاری شریف، باب سوال القاتل حتی یقروا الاقرار فی الحدود ص ۱۰۱۵ نمبر ۶۸۷۶ / مسلم شریف، باب ثبوت القصاص فی القتل بالحجر وغیرہ ج ثانی ص ۵۸ نمبر ۱۶۷۲)

ترجمه : ۲ مگر یہ بات ہے کہ جان کر قتل کرے گا تب ہی قتل عمد ہوگا (یا دھار دار سے قتل کرے گا تب قتل عمد ہوگا ورنہ تو قتل خطا ہو جائے گا) اس لئے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قتل عمد اس وقت ہوگا جبکہ دھار دار سے قتل کرے،، اور دوسری بات یہ ہے کہ جان کر قتل کرے گا تب ہی جرم کامل ہوگا۔ زبردست ڈانٹنے کی حکمت قتل عمد پر ہی پوری ہوتی ہے، اور آخری سزا (قصاص) اس کے بغیر مشروع نہیں ہے

تشریح : قصاص میں قاتل کی جان جاتی ہے، یا عضو جاتا ہے، اس لئے اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ جان کر قتل کیا ہو، یا دھار دار ہتھیار سے قتل کیا ہو جس سے پتہ چلتا ہو کہ جان ہی کر قتل کیا ہے،

وجه : (۱) کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قتل عمد اس کو کہتے ہیں کہ دھار دار ہتھیار سے قتل کیا ہے، اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ,قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْعَمْدُ قَوَدٌ إِلَّا أَنْ يَعْفُوَ وَلِي الْمَقْتُولِ (دار قطنی، کتاب الحدود والدیات وغیرہ، جلد ۴، نمبر ۳۱۳۶ / مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من قال العمد قود، نمبر ۲۷۷۶۵) (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ جان کر قتل کرے گا تب ہی جرم کامل ہوگا، غلطی سے قتل کرے گا تو جرم کامل نہیں ہے، اس لئے اس پر قصاص نہیں ہو گا، دیت ہوگی، یعنی اس قتل کا درہم دینا ہوگا۔ (۳) اور تیسری بات یہ ہے کہ بدلے میں جان مارنا بہت بڑی سزا ہے اس لئے اس کے لئے جرم بھی بڑا ہونا چاہئے۔ کیونکہ بڑے جرم کے بغیر بڑی سزا قتل مشروع نہیں ہے

لغت : القود: قصاص۔ الزجر: ڈانٹنا۔ تتوفر: وفر، سے مشتق ہے، زیادہ ہونا۔ المتناهية: نہایت سے مشتق ہے، آخری درجے کا۔ موجب: سبب۔ المأثم: گناہ۔

(۶۱۱) قَالَ إِلَّا اَنْ يَّعْفُوْا الْاَوْلِيَاءُ اَوْ يُصَالِحُوْا ۱؎ ، لِأَنَّ الْحَقَّ لَهُمْ، ۲؎ ثُمَّ هُوَ وَاجِبٌ عَلَيْنَا وَلَيْسَ لِلْوَلِيِّ أَخْذُ الدِّيَةِ إِلَّا بِرَضَا الْقَاتِلِ ۳؎ وَهُوَ أَحَدُ قَوْلَيِ الشَّافِعِيِّ إِلَّا أَنَّ لَهُ حَقُّ الْعُدُوْلِ إِلَى الْمَالِ مِنْ غَيْرِ

ترجمه: (۶۱۱) لیکن اگر مقتول کے ولی معاف کردے، یا صلح کر لے (تو قصاص ساقط ہو جائے گا)

ترجمه: ۱؎ کیونکہ قصاص لینا ولی کا حق ہے

تشریح: قصاص لینا یہ مقتول کے ولی کا حق ہے کہ وہ قصاص لینا چاہتے ہیں، یا صلح کرنا چاہتے ہیں، یا صلح کر کے مال لینا چاہتے ہیں، اس لئے اگر وہ قصاص معاف کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں

وجه: (۱) اس آیت میں ہے کہ ولی معاف کرنا چاہے تو معاف بھی کر سکتے ہیں۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ (سورۃ البقرۃ ۲، آیت ۱۷۷) (۲) اس حدیث میں ہے کہ مقتول معاف کر سکتے ہیں۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ,قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْعَمْدُ قَوَدٌ إِلَّا أَنْ يَعْفُوَ وَلِي الْمَقْتُولِ (دار قطنی، کتاب الحدود والدیات وغیرہ، جلد ۴، نمبر ۳۱۳۶ / مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من قال العمد قود، نمبر ۲۷۷۶۵)

ترجمه: ۲؎ پھر ہمارے یہاں یہی واجب ہے، اس لئے قاتل کی رضا مندی کے بغیر ولی دیت نہیں لے سکتا ہے۔

تشریح: امام شافعیؒ کے نزدیک ولی کو دونوں اختیار ہیں دیت بھی لے سکتا ہے، اور قصاص بھی لے سکتا ہے، لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ولی صرف قصاص لے سکتا ہے، یہی واجب ہے، دیت نہیں لے سکتا ہے، البتہ قاتل، اور مقتول کا ولی دیت لینے پر راضی ہو جائے تو اس کی گنجائش ہے۔

وجــه: اس آیت میں دیکھیں کہ اللہ نے قصاص ہی فرض کیا ہے، البتہ معاف کرنے کی گنجائش دی ہے اس لئے اصل فرض قصاص ہے، دیت لینے کی صرف گنجائش ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدَى بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ٥ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَاأُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (سورہ البقرۃ ۲، آیت ۱۷۸)

ترجمه: ۳؎ امام شافعیؒ کا بھی ایک قول یہی ہے، لیکن انکے یہاں اس کی بھی گنجائش ہے کہ قاتل کی رضا مندی کے بغیر، انکی دلیل یہ ہے کہ مال ہلاکت کو دفع کرنے کے لئے متعین ہے (اور قصاص میں قاتل قتل ہو جائے گا) اس لئے قاتل کی رضا مندی کے بغیر بھی دیت لینا جائز ہے، اور امام شافعیؒ کا دوسرا قول یہ ہے کہ، دیت یا قصاص میں سے ایک واجب ہے، متعین نہیں ہے،

مَرضَاةِ الْقَاتِلِ، لِأَنَّهُ تَعَيَّنَ مُدْفِعًا لِلْهَلَاكِ فَيَجُوْزُ بِدُوْنِ رِضَاهُ، وَفِيْ قَوْلِ الْوَاجِبُ أَحَدُهُمَا لَابِعَيْنِهِ وَيَتَعَيَّنُ بِاخْتِيَارِهِ، لِأَنَّ حَقَّ الْعَبْدِ شُرِعَ جَابِرًا وَفِيْ كُلِّ وَاحِدٍ نَوْعُ جَبْرٍ فَيَتَخَيَّرُ. ۴ وَلَنَا مَاتَلَوْنَا مِنَ الْكِتَابِ وَرَوَيْنَا مِنَ السُّنَّةِ، وَلِأَنَّ الْمَالَ لَايَصْلُحُ مُوْجِبًا لِعَدَمِ الْمُمَاثَلَةِ، وَالْقِصَاصُ يَصْلُحُ لِلتَّمَاثُلِ

یہ ولی کے اختیار سے متعین ہوگا، اس لئے کہ بندے کے حق کو پورا کرنے کے لئے مشروع کیا گیا ہے، (اور قصاص اور دیت) دونوں میں ایک قسم سے پورا کرنا ہوتا ہے اس لئے دونوں کا اختیار ہوگا

تشریح: قتل عمد میں دیت، یا قصاص لینے کے بارے میں امام شافعی کے دو قول ہیں۔۱۔ پہلا قول یہ ہے کہ ایک ہی قصاص واجب ہے۔لیکن ولی کو قاتل کی رضامندی کے بغیر بھی دیت لے سکتا ہے۔۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ قصاص یا دیت دونوں میں سے ایک لینے کا اختیار ولی کو ہے،

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ قصاص لینے میں قاتل ہلاک ہو جائے گا، اور مال ہلاکت کو دفع کرنے کے لئے متعین کیا گیا ہے، اس لئے ولی کو یہ اختیار ہوگا کہ قاتل کی ہلاکت کے بدلے مال لے لے۔ (۲) دوسری وجہ یہ فرماتے ہیں کہ قصاص اور دیت دونوں کسی نہ کسی انداز میں نقصان کو پورا کرنے کے لئے رکھا گیا ہے، قصاص میں ولی کا غصہ ختم ہوتا ہے، اور دیت لینے میں وارث مالدار ہوتا ہے، اس لئے ولی کو دونوں میں سے ایک کا اختیار ہوگا

لغت: جبر: کسی نقصان کو پورا کرنا۔

ترجمہ: ۴ ہماری دلیل وہ آیت اور وہ حدیث ہے جو بیان کیا (جس میں ہے کہ قصاص لینا ہی اصل ہے)، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مال لینا جان مارنے (قصاص) کے مثل نہیں ہے، ہاں قصاص میں مماثلت ہے،

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ اوپر جو آیت بیان کی اس میں اصل قصاص ہی ہے، اور دوسری بات یہ ہے کہ مال لینا جان لینے کے برابر نہیں ہے، ہاں قصاص لینا جان قتل کرنے کے مماثل ہے، کہ قاتل نے جان لی تو اس کے بدلے میں ولی نے قاتل کی جان لے لی، اس لئے قصاص اصل ہوگا، ہاں ولی اور قاتل دونوں راضی ہو جائیں تو دیت لینے کی گنجائش ہے۔

وجہ: (۱) صاحب ہدایہ کی آیت یہ گزری ہے جس میں قصاص کو اصل قرار دیا ہے۔ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ (سورہ البقرۃ ۲، آیت ۱۷۸) (۲) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ جس میں بھی قصاص کو اصل قرار دیا ہے۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ,قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْعَمْدُ قَوَدٌ إِلَّا أَنْ يَعْفُوَ وَلِي الْمَقْتُولِ (دار قطنی، کتاب الحدود والدیات وغیرہ، جلد ۴، نمبر ۳۱۴۶ / مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من قال العمد قود، نمبر ۲۷۷۶۵) اس حدیث میں العمد قود، کہہ کر یہ ثابت کیا کہ جان کر قتل کرنے کا بدلہ قصاص لینا ہی ہے

۵ وَفِيْهِ مَصْلَحَةُ الْإِحْيَاءِ زَجْرًا وَجَبْرًا فَيَتَعَيَّنُ، ۲ وَفِي الْخَطَأِ وُجُوْبُ الْمَالِ ضَرُوْرَة صَوْنِ الدَّمِ عَنِ الْإِهْدَارِ ۷ وَلَا يَتَيَقَّنُ بِعَدْمِ قَصْدِ الْوَلِيِّ بَعْدَ أَخْذِ الْمَالِ فَلَا يَتَعَيَّنُ مُدْفِعًا لِلْهَلَاكِ. ۸ وَلَا كَفَّارَةَ فِيْهِ

ترجمہ: ۵ پھر قصاص میں زندہ لوگوں کی مصلحت بھی ہے، کہ دوسرے قاتل کو جھنجھوڑ کر رکھ دے گا، اور نقصان کو بھی پورا کرنے والا ہے، اس لئے قصاص ہی متعین ہے

تشریح: یہ امام ابو حنیفہؒ کی عقلی دلیل ہے، قصاص زجر، ہے۔ قصاص میں قاتل قتل ہو جائے گا کہ تو اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ دوسرا کوئی قاتل اس ڈر سے کہ میں بھی آخر قتل ہو جاؤں گا، کسی کو قتل نہیں کرے گا تو اس قصاص سے زندوں کا فائدہ ہوگا، اس لئے قصاص، زجر ہے، قصاص لینے کے بعد ولی کا جو نقصان ہوا ہے وہ مکمل پورا ہو جائے گا کہ جان کے بدلے میں جان لے لی، اس لئے قصاص، جبر، یعنی نقصان پورا کرنے کی چیز بھی ہے، اس لئے قصاص ہی اصل ہونا چاہئے، تیسری بات یہ ہے کہ اگر قاتل موجود ہو تو ولی کو ہر وقت خطرہ رہے گا کہ قاتل کے دل میں ہماری دشمنی ہے، اس لئے پتہ نہیں باقی ولیوں کو قتل کر دے، لیکن جب قاتل مر گیا تو ولیوں کے دلوں سے یہ خوف جاتا رہے گا، یہ بھی قصاص کا فائدہ، اور جبر ہے۔

لغت: زجر: ڈانٹنے والی چیز۔ جبر: نقصان پورا کرنے والی چیز۔

ترجمہ: ۲ اور قتل خطاء میں مال اس لئے لازم کرتے ہیں کہ تا کہ جان بیکار نہ جائے

تشریح: یہ ایک اشکال کا جواب ہے، کہ جب قصاص اصل ہے تو پھر قتل خطا میں مال کیوں واجب کرتے ہیں، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ، یہ غلطی سے قتل ہوا ہے اس میں قاتل معذور ہے، اس لئے اس کو بالکل معاف کر دینا چاہئے، لیکن اس سے خون بیکار جائے گا، اور یہ مال بھی لازم نہ کریں تو ہر آدمی قتل کر کے اپنی جان چھڑا لیگا، اس لئے قتل خطاء میں مال دس ہزار درہم لازم کیا

ترجمہ: ۷ قاتل سے مال لے لے تو قاتل ولی کو مارنے کی نیت نہ کرے یہ متعین نہیں ہے اس لئے مال لینا ہلاکت کو دور کرنے متعین نہیں ہوا

تشریح: یہ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل عقلی ہے۔ اگر قاتل سے صلح کر کے ولی نے مال لیا تو یہ طے ہے کہ قاتل اب دوبارہ قتل نہیں کرے گا، کیونکہ صلح میں یہ بات طے تھی، لیکن بغیر قاتل کو پوچھے اس سے ولی نے مال لیا تو غالب گمان ہے کہ قاتل غصے میں مزید حملے کرے گا، اور کئی جان کو قتل کرے گا، اس لئے ولی اپنے اختیار سے مال لے تو یہ مزید قتل کی گرانٹی نہیں ہے، اس لئے قصاص اصل ہونا چاہئے

لغت: مدفعا للہلاک: دفع، کا ترجمہ ہے دور کرنا۔ مدفعا للہلاک: ہلاکت کو دور کرنے والا نہیں ہے

ترجمہ: ۸ اور قتل عمد میں قاتل پر ہمارے نزدیک کفارہ قتل نہیں ہے،

عِنْدَنَا، ۹ وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ عَلَيْهِ تَجِبُ، لِأَنَّ الْحَاجَةَ إِلَى التَّكْفِيرِ فِي الْعَمَدِ أَمَسُّ مِنْهَا إِلَيْهِ فِي الْخَطَأِ فَكَانَ أَدْعٰى إِلٰى إِيْجَابِهَا، ۱۰ وَلَنَا أَنَّهُ كَبِيْرَةٌ مَحْضَةٌ وَفِي الْكَفَّارَةِ مَعْنَى الْعِبَادَةِ فَلَا تُنَاطُ بِمِثْلِهَا، وَلِأَنَّ الْكَفَّارَةَ مِنَ الْمَقَادِيْرِ وَتَعَيُّنُهَا فِي الشَّرْعِ لِدَفْعِ الْأَدْنٰى لَا يُعَيِّنُهَا لِدَفْعِ الْأَعْلٰى،

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عمد میں صرف قصاص ہے، کفارہ نہیں ہے، کیونکہ آیت میں صرف قصاص کا تذکرہ ہے، کفارے کا تذکرہ نہیں، اس لئے کفارہ لازم نہیں ہوگا، اور قتل خطاء میں کفارہ کا ذکر ہے اس لئے وہاں آیت کی وجہ سے کفارہ لازم ہوگا،

وجه: (۱) آیت یہ ہے۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِنَ اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا (سورت النساء ۴، آیت ۹۲)

اس آیت میں دیت کے ساتھ ہی کفارہ قتل خطاء کا تذکرہ ہے اس لئے قتل خطاء میں کفارہ ہے، اور قتل عمد میں کفارہ نہیں ہوگا

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ قاتل قصاص میں قتل ہو جائے گا تو کفارہ کب دے گا، یہ سوچنے کی بات ہے

ترجمہ: ۹ اور امام شافعیؒ کے نزدیک کفارہ واجب ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ قتل خطاء میں کفارہ ہے تو قتل عمد اس سے زیادہ بڑا ہے اس لئے اس میں کفارے کی زیادہ ضرورت ہے، اس لئے قتل عمد میں کفارہ واجب کرنے کی زیادہ ضرورت ہے

تشریح: امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ قتل عمد میں بھی قصاص، یا دیت کے ساتھ کفارہ دس ہزار درہم بھی لازم ہوگا،

وجه: اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ قتل خطاء جو کم درجے کا ہے اس میں کفارہ ہے تو قتل عمد جو بڑے درجے کا ہے اس میں بدرجہ اولی کفارہ ہونا چاہئے

لغت: امس: اسم تفضیل کا صیغہ ہے، مس سے مشتق ہے، زیادہ ضرورت ہے۔ ادعی الی ایجابھا: واجب کرنے کی زیادہ داعی ہے، زیادہ ضرورت ہے

ترجمہ: ۱۰ (قتل عمد میں کفارہ واجب نہ کرنے کی ہماری دلیل یہ ہے کہ) قتل عمد بہت بڑا گناہ ہے، اور کفارہ میں عبادت کا معنی ہے، اس لئے کفارہ قتل عمد کے ساتھ میل نہیں کھاتا، دوسری وجہ یہ ہے کہ کفارہ شریعت کی جانب سے متعین ہوتا ہے، اور شریعت میں ادنی گناہ کو دفع کرنے کے لئے کفارہ ہوتا ہے، اعلی گناہ کو دفع کرنے کے لئے نہیں ہوتا۔

تشریح: یہ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل ہے کہ قتل عمد میں کفارہ کیوں نہیں ہے

وجه: (۱) پہلی دلیل یہ ہے کہ قتل عمد بہت بڑا گناہ ہے اس میں عبادت کا معنی نہیں ہے، اور کفارہ میں عبادت کا معنی ہے، اس

۱۱ وَمِنْ حُكْمِهِ حِرْمَانُ الْمِيْرَاثِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا مِيْرَاثَ لِقَاتِلٍ.

(۶۱۲) قَالَ وَشِبْهُ الْعَمَدِ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ أَنْ يَّتَعَمَّدَ الضَّرْبُ بِمَا لَيْسَ بِسَلَاحٍ وَلَا مَا أُجْرِيَ مَجْرَى السَّلَاحِ، وَقَالَ أَبُوْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ إِذَا ضَرَبَهُ بِحَجْرٍ عَظِيْمٍ أَوْ بِخَشْبَةٍ عَظِيْمَةٍ فَهُوَ عَمَدٌ، وَشِبْهُ الْعَمَدِ أَنْ يَّتَعَمَّدَ ضَرْبُهُ بِمَا لَا يُقْتَلُ بِهِ غَالِبًا، ۱ لِأَنَّه يَتَقَاصَرُ مَعْنَى الْعَمَدِيَّةِ بِاسْتِعْمَالِ اٰلَةٍ صَغِيْرَةٍ لَا يُقْتَلُ بِهَا غَالِبًا لِمَا أَنَّهُ يَقْصُدُ بِهَا غَيْرَهُ كَالتَّأْدِيْبِ وَنَحْوِهِ فَكَانَ

لئےقتل عمد کے ساتھ کفارے کا میل نہیں کھا تا ہے، اس لئےقتل عمد میں کفارہ نہیں ہونا چاہئے ۔(۲) دوسری بات یہ ہے کہ کسی گناہ کا کفارہ شریعت متعین کرتی ہے، اورقتل عمد کے بارے میں جو آیت ، یا حدیث ہے اس میں کفارہ کا ذکر نہیں ہے اس لئے بھی قتل عمد میں کفارہ نہیں ہونا چاہئے ، اوپرقتل عمد کے بارے میں اورقتل خطاء کے بارے میں آیت گزر چکی ہے ۔(۳) تیسری دلیل یہ ہے کہ قتل خطاء ادنی گناہ ہے، اس میں کفارہ ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ کفارہ اپنے سے اعلی گناہ کے لئے ثابت نہیں کر سکتے ،اپنے سے ادنی کے لئے ثابت کر سکتے ہیں، اس لئےقتل عمد کوقتل خطاء پر قیاس کر کے کفارہ ثابت نہیں کر سکتے ہیں

لغت : ناط: لٹکانا، لاتناط: اس کے ساتھ کوئی میل نہیں ہے۔ مقادیر: شریعت کی جانب سے متعین کردہ سزا۔

ترجمہ : ۱۱ قتل عمد کا ایک حکم یہ بھی ہے کہ قاتل کو مقتول کی میراث نہیں ملے گی ، اس لئے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ قاتل کے لئے میراث نہیں ہے

تشریح : قتل عمد ہو یا قتل خطاء ہو کسی حال میں قاتل کو مقتول کی وراثت نہیں ملے گی ، تا کہ کوئی بھی آدمی جلدی وراثت لینے کی لالچ میں کسی کو قتل نہ کرے، اس لئے شریعت میں سد باب کے لئے یہ قانون بنا دیا کہ قاتل کو مقتول کی وراثت نہیں ملے گی

وجہ : صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے،''قاتل کو وراثت نہیں ملے گی'' عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْقَاتِلُ لَا يَرِثُ (ترمذی شریف، باب ما جاء فی ابطال میراث القاتل، نمبر ۲۱۰۹/ابن ماجہ شریف، باب القاتل لا یرث، نمبر ۲۶۴۵)

ترجمہ : (۶۱۲) اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک شبہ عمد یہ ہے کہ ایسی چیز سے جان کر مارے جو ہتھیار نہ ہو اور نہ ہتھیار کے قائم مقام ہو۔ اور صاحبین فرماتے ہیں (امام شافعی کی رائے بھی یہی ہے) کہ اگر آدمی کو بڑے پتھر سے مارے یا بڑی لکڑی سے مارے (جس سے آدمی مر سکتا ہو) تو وہ قتل عمد ہے۔ اور شبہ عمد یہ ہے کہ جان کر ایسی چیز سے مارے جس سے عموما آدمی مرتا نہ ہو۔

ترجمہ : ۱ اس لئے کہ اس سے قتل عمد کا معنی کم ہو جاتا ہے، اس لئے کہ اس نے چھوٹا آلہ استعمال کیا ہے جس سے عام طور پر قتل نہیں ہوتا ہے، اس لئے کہ اس نے مارنے کی نیت نہیں کی ہے بلکہ ادب دینے وغیرہ کی نیت کی ہے، اس لئے یہ شبہ عمد ہے

تشریح : اوپر حدیث مرسل سے ثابت کیا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک قتل عمد کے لئے ضروری ہے کہ دھار دار چیز سے

شِبْهَ الْعَمَدِ ۲؎ وَلَا يَتَقَاصَرُ بِاسْتِعْمَالِ آلَةٍ لَا تَلْبَثُ، لِأَنَّهُ لَا يُقْصَدُ بِهِ إِلَّا الْقَتْلُ كَالسَّيْفِ فَكَانَ عَمَدًا مُوْجِبًا لِلْقَوَدِ. ۳؎ وَلَهُ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَلَا إِنَّ قَتِيْلَ خَطَأِ الْعَمَدِ قَتِيْلُ السَّوْطِ وَالْعَصَا وَفِيْهِ

مارے۔اس لئے جو دھاردار نہ ہو یا ہتھیار نہ ہو یا قائم مقام ہتھیار نہ ہو اس سے جان کر مارا تو قتل عمد نہیں ہوگا بلکہ قتل خطا ہوگا۔ اور اس سے قصاص نہیں بلکہ دیت لازم ہوگی۔جیسے بڑے پتھر سے مارا تو وہ قتل خطا ہوگا۔کیونکہ دھاردار نہیں ہے۔لیکن اگر پتھر دھاردار ہو تو ہتھیار کے قائم مقام ہو کر قتل عمد ہوگا۔

وجہ: حدیث گزر چکی ہے۔عن النعمان بن بشیر ان رسول الله ﷺ قال لاقود الا بالسیف (ابن ماجہ شریف، باب لاقود الا بالسیف ص ۳۸۴ نمبر ۲۶۶۷ / دار قطنی، کتاب الحدود والدیات ج ثالث ص ۸۴ نمبر ۳۱۵۰)

صاحبین فرماتے ہیں کہ کوئی بڑی چیز چاہے وہ ہتھیار نہ جس سے عموما موت واقع ہوتی ہو اس سے جان کر مارے تو قتل عمد ہوگا۔ اور ایسی چیز سے مارے جس سے عموما موت واقع نہیں ہوتی اس سے جان کر مارے جیسے چھڑی سے مارا اور مر گیا تو یہ شبہ عمد ہے۔اس میں دیت، کفارہ اور گناہ لازم ہوں گے قصاص اور قود لازم نہیں ہوگا۔

وجہ: (۱) اس حدیث میں ہے کہ پتھر سے سر کچلا جو ہتھیار نہیں ہے تب بھی قتل عمد کی طرح قصاص لیا گیا ہے۔عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ يَهُودِيًّا رَضَّ رَأْسَ جَارِيَةٍ بَيْنَ حَجَرَيْنِ، فَقِيلَ لَهَا: مَنْ فَعَلَ بِكِ هَذَا؟ أَفُلاَنٌ أَوْ فُلاَنٌ، حَتَّى سُمِّيَ اليَهُودِيُّ، فَأُتِيَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَزَلْ بِهِ حَتَّى أَقَرَّ بِهِ، فَرُضَّ رَأْسُهُ بِالحِجَارَةِ (بخاری شریف، باب سؤال القاتل حتی یقر والاقرار فی الحدود ص ۱۰۱۵ نمبر ۶۸۷۶ / مسلم شریف، باب ثبوت القصاص فی القتل بالحجر وغیرہ ج ثانی ص ۵۸ نمبر ۴۳۶۷) (۲) اس قول صحابی میں ہے کہ کوڑا وغیرہ ہلکی چیز سے آدمی مر جائے تو وہ شبہ عمد ہے۔عن علی قال قتیل السوط والعصا شبه عمد (مصنف ابن ابی شیبة ۵ شبہ العمد ما ھو ج خامس، ص ۳۴۸ نمبر ۲۶۷۵۷ / مصنف عبد الرزاق، باب شبہ العمد ج تاسع ص ۲۷۸ نمبر ۱۷۱۹۸)

ترجمہ: ۲؎ ایسا آلہ استعمال کرے جس میں عمد میں کمی نہ ہو اور فورا قتل ہو جاتا ہو (تو یہ قتل عمد ہے) اس لئے کہ اس سے قتل کا ارادہ ہی کرتا ہے جیسے تلوار سے قتل کرے تو قتل عمد ہوگا اور قصاص کا سبب بنے گا

تشریح: اس عبارت میں یہ بتا رہے ہیں کہ ایسا آلہ استعمال کیا جس سے فورا قتل ہو جاتا ہو جیسے تلوار سے قتل کیا ہو تو یہ قتل عمد ہے، اور اس کی سزا قصاص ہے

لغت: لا تلبث: لبث سے مشتق ہے، لا تلبث: نہ ٹھہرتا ہو، یعنی فورا قتل ہو جاتا ہو

ترجمہ: ۳؎ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ حدیث ہے، سن لو قتل خطا کوڑے سے اور لاٹھی سے ہوتا ہے، اور اس میں سو اونٹ ہے،

تشریح: امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے، اس میں دو باتوں کی صراحت ہے، ایک یہ کہ لاٹھی سے قتل کو قتل خطاء کہا ہے،

مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ، ۴ وَلِأَنَّ الْآلَةَ غَيْرُ مَوْضُوعَةٍ لِلْقَتْلِ وَلَا مُسْتَعْمَلَةٌ فِيهِ إِذْ لَا يُمْكِنُ اسْتِعْمَالُهَا عَلٰى غُرَّةٍ مِنَ الْمَقْصُودِ قَتْلُهُ وَبِهِ يَحْصُلُ الْقَتْلُ غَالِبًا فَقَصُرَتِ الْعَمَدِيَّةُ نَظَرًا إِلَى الْآلَةِ فَكَانَ شِبْهَ الْعَمَدِ كَالْقَتْلِ بِالسَّوْطِ وَالْعَصَا الصَّغِيرَةِ.

اس لئے ہتھیار کے علاوہ لاٹھی، یا لکڑی سے مارا اور قتل ہو گیا تو یہ قتل عمد نہیں ہوگا، بلکہ قتل خطاء ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث میں قتل خطاء کو، خطإ العمد، اور شبہ العمد، بھی کہا ہے

وجه: (۱) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ أَوْسٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ قَالَ: »أَلَا وَإِنَّ كُلَّ قَتِيلِ خَطَإِ الْعَمْدِ، أَوْ شِبْهِ الْعَمْدِ قَتِيلِ السَّوْطِ وَالْعَصَا، مِنْهَا أَرْبَعُونَ فِي بُطُونِهَا أَوْلَادُهَا (نسائی شریف، باب ذکر الاختلاف علی خالد الحذاء، نمبر ۴۷۹۶) (۲)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَهُوَ عَلَى دَرَجِ الْكَعْبَةِ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ فَقَالَ:..... أَلَا إِنَّ قَتِيلَ الْخَطَأِ، قَتِيلَ السَّوْطِ وَالْعَصَا فِيهِ مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ، مِنْهَا أَرْبَعُونَ خَلِفَةً، فِي بُطُونِهَا أَوْلَادُهَا (ابن ماجہ شریف، باب دیۃ شبہ العمد مغلظۃ، نمبر ۲۶۲۸ / نسائی شریف، باب ذکر الاختلاف علی خالد الحذاء، نمبر ۴۷۹۶) ان دونوں حدیثوں میں ہے کہ لاٹھی سے قتل کرے تب بھی وہ قتل خطاء، اور قتل خطاء کو، خطإ العمد، اور شبہ العمد، بھی کہا ہے

لغت: قتل خطاء، اس کے تین نام ہیں۔ ۱۔ قتل خطاء ۔ ۲۔ خطاء العمد ۔ ۳۔ شبہ العمد

ترجمہ: ۴ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ آلہ قتل کے لئے موضوع نہیں ہے اور نہ فوری قتل میں استعمال ہوتا ہے، اس لئے کہ قاتل کا جو مقصد ہے کہ فوری قتل ہو جائے، اور دوبارہ مارنے کی ضرورت نہ پڑے، یہ لاٹھی، وغیرہ میں نہیں ہوتا ہے، اور ہتھیار سے فوراً قتل حاصل ہو جاتا ہے، اس لئے لاٹھی جیسے آلہ کو دیکھتے ہوئے قاتل کے ارادے (فوری قتل میں) کمی آ گئی اس لئے یہ شبہ عمد ہو گیا، جیسے کوڑے سے قتل کرے، یا چھوٹی چھڑی سے قتل کرے (تو قتل خطا، ہے جسکو قتل شبہ عمد بھی کہتے ہیں)

تشریح: یہ امام ابو حنیفہؒ کی جانب سے دلیل عقلی ہے۔ قتل عمد میں قاتل کی نیت یہ ہوتی ہے کہ ایک ہی وار میں فوراً قتل ہو جائے، اور یہ دھار دار ہتھیار میں ہوتا ہے، لاٹھی، لکڑی کے وار میں ایسا نہیں ہوتا، اس میں قتل کرنے کے لئے دوسری اور تیسری مرتبہ وار کرنا پڑتا ہے، اس لئے لاٹھی، یا لکڑی سے مارے تو قاتل کی نیت پوری نہیں ہوئی اس لئے وہ قتل عمد نہیں ہوا، قتل خطاء ہو گیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ لاٹھی، یا لکڑی قتل کے لئے بنائی بھی نہیں گئی ہے، وہ تو تنبیہ کے لئے بنائی گئی ہے اس لئے اس سے قتل، قتل خطاء ہونا چاہئے

لغت: غرۃ: اچانک، یہاں مراد ہے فوراً قتل ہو جائے، غفلت میں بھی قتل ہو جائے۔ السوط: کوڑا۔ العصا: لکڑی، لاٹھی۔ العصا الصغیر: چھڑی، چھوٹی لاٹھی۔

(۶۱۳) قَالَ وَمُوجَبُ ذٰلِکَ عَلَى الْقَوْلَيْنِ الْإِثْمُ، (لِأَنَّهُ قَتْلٌ وَهُوَ قَاصِدٌ فِي الضَّرْبِ، وَالْكَفَّارَةُ

ترجمہ: (۶۱۳) دونوں قولوں پراس کی سزا گناہ ہے (اس لئے کہ جان کر قتل کیا ہے) اور کفارہ ہے۔ (اس لئے کہ قتل خطا کے مشابہ ہے) قاتل کے عاقلہ پر (قریب کے لوگوں پر) دیت مغلظہ ہے

تشریح: جس انداز سے بھی قتل شبہ عمد ثابت ہو جائے تو اس کی تین سزائیں ہیں، ایک ہے گناہ عظیم۔ دوسرا کفارہ لازم ہوگا مومن غلام یا باندی کو آزاد کرنا، وہ نہ کر سکے جیسا کہ آج کل ہوتا ہے تو دو ماہ تک مسلسل روزہ رکھنا، اور وہ بھی نہ کر سکے تو ۶۰ مسکینوں کا کھانا کھلانا۔ اور تیسری سزا یہ ہے کہ اس کے عاقلہ پر دیت مغلظہ لازم ہوگی۔ دیت مغلظہ کا مطلب یہ ہے کہ جو دیت سب سے زیادہ ہوتی ہے، وہ لازم ہوگی۔ اس کی تین صورتیں ہیں۔ ۱۔ ایک سو اونٹ۔ یا۔ ۲۔ ایک ہزار دینار۔ ۳۔ یا دس ہزار درہم ہے، ان تینوں میں سے ایک لازم ہوگا

ایک بات یہ بھی یاد رکھنے کی ہے کہ یہ قتل، قتل شبہ عمد، ہے قتل خطاء نہیں ہے، اور آیت میں کفارہ، اور دیت جو لازم ہوا ہے وہ قتل خطاء کے بارے میں ہوا ہے۔ لیکن شبہ عمد یہ قتل خطاء سے بھی زیادہ جرم والا ہے، اس لئے جو دیت اور کفارہ قتل خطاء میں تھی وہی دیت اور کفارہ قتل شبہ عمد میں بھی لازم کر دیا ہے

وجہ: (۱) گناہ کی دلیل یہ آیت ہے۔ وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا (سورت النساء ۴، آیت ۹۳) چونکہ یہ قتل بھی عمد ہی کی طرح ہے اس لئے اس میں بھی آیت کے اعتبار سے گناہ عظیم ہوگا۔ (۲) اور قتل خطاء میں کفارے کی دلیل یہ آیت ہے۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِنَ اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا (سورت النساء ۴، آیت ۹۲) اس آیت سے معلوم ہوا کہ قتل خطا میں کفارہ اور دیت دونوں لازم ہوں گے۔ کفارہ میں مومن غلام کو آزاد کرنا ہے اور وہ نہ ملے تو دو ماہ مسلسل روزے رکھنا ہے۔ تو یہی کفارہ اور دیت قتل شبہ عمد میں بھی لازم ہو جائے گا (۳) اور عاقلہ پر دیت ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ ان ابا هريرة قال اقتتلت امرأتان من هذيل فرمت احداهما الاخرى بحجر فقتلتها وما فى بطنها فاختصموا الى النبى ﷺ فقضى ان دية جنينها غرة عبد او وليدة وقضى ان دية المرأة على عاقلتها (بخاری شریف، باب جنین المرأة وان العقل على الوالد وعصبة الوالد لا على الولد ص ۱۰۲۰ نمبر ۶۹۱۰ / مسلم شریف، باب دية الجنين ووجوب الدية فى قتل الخطاء وشبه العمد على عاقلة الجانى ج ثانى ص ۶۲ نمبر ۱۶۸۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دیت قاتل کے عاقلہ پر لازم ہوگی۔ قاتل کے آبائی خاندان والوں کو عاقلہ کہتے ہیں۔ چونکہ ان لوگوں نے قاتل کو قتل

لِشِبْهِهِ بِالْخَطَأِ، وَالدِّيَةُ مُغَلَّظَةٌ عَلَى الْعَاقِلَةِ. ۱ وَالْأَصْلُ أَنَّ كُلَّ دِيَةٍ وَجَبَتْ بِالْقَتْلِ ابْتِدَاءً لَا بِمَعْنًى يَحْدُثُ مِنْ بَعْدُ فَهِيَ عَلَى الْعَاقِلَةِ اِعْتِبَارًا بِالْخَطَأِ ۲ وَتَجِبُ فِيْ ثَلَاثِ سِنِيْنَ لِقَضِيَّةِ عُمَرَ بْنِ

سے نہیں روکا اس لئے ان لوگوں پر تین سال میں ادا کرنا لازم ہوگا۔

دیت کی تعداد یہ ھے: ایک سو اونٹ، یا ایک ہزار دینار، یا دس ہزار درہم، یا دوسو گائیں۔ شبہ عمد میں پچیس حقہ، پچیس جذعہ، پچیس بنت لبون اور پچیس بنت مخاض دیت لازم ہوگی۔

وجه: (۱) دیت مغلظہ میں کتنا اونٹ کس کس قسم کا لازم ہوگا، اس کی تفصیل اس قول صحابی میں ہے۔ قال عبد الله فی شبه العمد، خمس وعشرون حقة، وخمس وعشرون جذعة، وخمس وعشرون بنات لبون، وخمس وعشرون بنات مخاض (ابوداؤد شریف، باب فی دیۃ الخطاء شبہ العمد ص ۶۷۷ نمبر ۴۵۵۳ / ترمذی شریف، باب ما جاء فی الدیۃ کم ھی من الابل ص ۲۵۸ نمبر ۱۳۸۶) (۲) اس قول صحابی میں بھی ہے۔ عن عثمان بن عفانؓ وزید بن ثابتؓ فی المغلظة اربعون جذعة خلفة وثلاثون حقة وثلاثون بنات لبون وفی الخطاء ثلاثون حقة وثلاثون بنات لبون وعشرون بنی لبون ذكورا وعشرون بنات مخاض (ابوداؤد شریف، باب فی دیۃ شبہ العمد ص نمبر ۴۵۵۴) اس قول صحابی میں ہے کہ دیت مغلظہ کیا ہے۔

لغت: عاقلۃ: آدمی کا خاندان، اس کے اہل حرفت لوگوں کو عاقلہ کہتے ہیں جو دیت برداشت کرتے ہیں۔

ترجمه: ۱ اصل قاعدہ یہ ہے کہ قتل سے شروع ہی میں دیت لازم ہو، اور یہ بات نہ ہو کہ بعد میں دیت لازم ہو تو ایسی دیت عاقلہ پر لازم ہوتی ہے، قتل خطاء پر قیاس کرتے ہوئے

تشریح: ایک صورت ہے کہ قتل عمد سے قاتل پر قصاص لازم تھا، لیکن دیت پر صلح کر لی، تو یہاں شروع سے دیت نہیں ہے، شروع سے تو قصاص ہے، بعد میں مال اور دیت پر صلح ہوئی ہے، اس لئے اس دیت کا ادا کرنا صرف قاتل پر ہوگا، عاقلہ پر نہیں ہوگا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ باپ نے بیٹے کو قتل عمد کیا، تو باپ پر قصاص تھا۔ لیکن باپ کے احترام کی وجہ سے اس پر دیت لازم کی، تو یہاں بھی شروع میں قصاص تھا بعد میں دیت لازم ہوئی تو یہ دیت بھی خود باپ ادا کرے گا، عاقلہ پر لازم نہیں ہوگا۔ لیکن شبہ عمد، قتل خطاء، وغیرہ میں شروع سے دیت ہی لازم ہوتی ہے، قصاص لازم نہیں ہوتا، تو یہ دیت عاقلہ پر ہوگی۔

وجه: (۱) اس میں حکمت یہ ہے کہ یہ رقم بہت ہوتی ہے، اکیلے قاتل ادا نہیں کر پائے گا، اس لئے اس میں عاقلہ خاندان کے قریب لوگ اس میں مدد کریں (۲) اور دوسری حکمت یہ ہے کہ خاندان پر بھاری رقم دینی ہوگی تو وہ آئندہ قاتل کو قتل کرنے سے روکیں گے

ترجمه: ۲ اور دیت کی یہ رقم تین سال میں ادا کریں گے، حضرت عمر بن خطاب کے فیصلے کی وجہ سے کہ (انہوں نے فرمایا

الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَتَجِبُ مُغَلَّظَةٌ وَسَنُبَيِّنُ صِفَةَ التَّغْلِيْظِ مِنْ بَعْدُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى،

(۶۱۴) وَيَتَعَلَّقُ بِهِ حِرْمَانُ الْمِيْرَاثِ،۱ لِأَنَّهُ جَزَاءُ الْقَتْلِ وَالشُّبْهَةُ تُؤَثِّرُ فِي سُقُوْطِ الْقِصَاصِ دُوْنَ حِرْمَانِ الْمِيْرَاثِ،۲ وَمَالِكٌ وَإِنْ أَنْكَرَ مَعْرِفَةَ شِبْهِ الْعَمَدِ فَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَا أَسْلَفْنَاهُ.

تھا کہ تین سال میں ادا کریں۔اور یہ دیت مغلظہ واجب ہوگی،اس کی تفصیل بعد میں ذکر کریں گے،ان شاءاللہ

وجه :(۱)صاحب ھدایہ کا حضرت عمر کا فیصلہ یہ ہے۔عَنْ أَبِي وَائِلٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، »جَعَلَ الدِّيَةَ الْكَامِلَةَ فِي ثَلَاثِ سِنِينَ، وَجَعَلَ نِصْفَ الدِّيَةِ فِي سَنَتَيْنِ، وَمَا دُونَ النِّصْفِ فِي سَنَةٍ، قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: وَجَعَلَ عُمَرُ: الثُّلُثَيْنِ فِي سَنَتَيْنِ (مصنف عبدالرزاق، باب فی کم تو خذ الدیۃ،نمبر ۱۷۸۵۷،مصنف ابن ابی شیبۃ، باب الدیۃ فی کم تودی،نمبر ۲۷۴۳۸)

ترجمه: (۶۱۴) شبہ عمد کا قاتل بھی مقتول کی وراثت سے محروم رہے گا

ترجمه: ۱ اس لئے کہ میراث سے محروم کردینا یہ بھی قتل کی سزا ہے،اور قتل عمد میں شبہ ہونے سے صرف قصاص ساقط ہوگا، جبکہ میراث سے محرومی والا حکم اپنی جگہ برقرار رہے گا۔

تشریح: جس طرح قتل عمد میں قاتل مقتول کی وراثت سے محروم ہوتا ہے،اسی طرح شبہ عمد میں بھی قاتل مقتول کی وراثت سے محروم ہوگا،

وجه : (۱) یہ بھی قتل ہے، چاہے جیسا قتل بھی ہو،اس لئے اس میں بھی وراثت سے محروم کرکے سزا دی جائے گی،تا کہ وراثت کی لالچ میں قتل نہ کرے (۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »القَاتِلُ لَا يَرِثُ (ترمذی شریف، باب ما جاء فی ابطال میراث القاتل،نمبر ۲۱۰۹ /ابن ماجہ شریف، باب القاتل لا یرث،نمبر ۲۶۴۵)اس حدیث میں ہر قسم کے قاتل کو وراثت سے محروم کیا گیا ہے، کیونکہ القاتل،کا لفظ عام ہے۔

ترجمه: ۲ حضرت امام مالک نے فرمایا کہ قتل،شبہ عمد نہیں ہوتا ہے(یا قتل عمد ہوتا ہے، یا قتل خطاء ہوتا ہے) لیکن ہم نے پہلے جو قول صحابی پیش کی اس میں شبہ عمد کا ذکر ہے،اوراس کی دیت ایک سو اونٹ ہے

وجه : اس قول صحابی میں شبہ عمد کا ذکر ہے اس لئے قتل شبہ عمد م بھی ہوگا۔قال عبد الله في شبه العمد ،خمس وعشرون حقة، وخمس وعشرون جذعة ،وخمس وعشرون بنات لبون، وخمس وعشرون بنات مخاض (ابوداؤد شریف، باب فی دیۃ الخطاء شبہ العمد ص ۲۷۷ نمبر ۴۵۵۳/ترمذی شریف، باب ما جاء فی الدیۃ کم ھی من الابل ص ۲۵۸ نمبر ۱۳۸۶)اس میں قال عبد الله في شبه العمد ہے

(۶۱۵) قَالَ وَالْخَطَأُ عَلٰى نَوْعَيْنِ، خَطَأٌ فِي الْقَصْدِ وَهُوَ أَنْ يَّرْمِيَ شَخْصًا يَظُنُّهُ صَيْدًا فَإِذَا هُوَا اٰدَمِيٌّ أَوْ يَظُنُّهُ حَرْبِيًّا فَإِذَا هُوَ مُسْلِمٌ، وَخَطَأٌ فِي الْفِعْلِ وُهُوَ أَنْ يَّرْمِيَ غَرْضًا فَيُصِيبَ اٰدَمِيًّا،

(۶۱۶) وَمُوجَبُ ذٰلِكَ الْكَفَّارَةُ وَالدِّيَةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ ا لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ

ترجمہ: (۶۱۵) اور قتل خطا دو طریقے پر ہیں (۱) ایک غلطی ارادے میں، وہ یہ ہے کہ کسی آدمی کو تیر مارے شکار سمجھ کر اور وہ آدمی تھا۔ یا قاتل سمجھ رہا تھا کہ حربی ہے، لیکن وہ مسلمان تھا، دوسری صورت خطائی الفعل ہے۔ وہ یہ ہے کہ تیر نشانہ پر پھینکے، لیکن آدمی کو لگ گیا۔

تشریح: قتل خطا کی دو قسمیں ہیں۔ ایک خطائی القصد، ارادے میں غلطی۔ اس کی صورت یہ ہے کہ شکار سمجھ کر تیر مارے لیکن حقیت میں وہ آدمی تھا اور وہ مر گیا۔ اس صورت میں ارادے میں غلطی ہوئی دوسری صورت فعل میں غلطی ہے کہ نشانہ پر تیر پھینکا۔ اس کا ارادہ آدمی کو مارنے کا نہیں تھا لیکن اس کو جا کر لگ گیا اور مر گیا تو یہ فعل میں غلطی ہوئی۔ تاہم دونوں صورتیں غلطی کی ہیں۔

وجہ: کتب عمر بن عبد العزیز فی الخطاء ان یرید امرا فیصیب غیرہ (مصنف عبد الرزاق، باب الخطاء ج تاسع ص ۲۸۱ نمبر ۱۷۲۰۹) اس قول تابعی میں ہے کہ قتل خطاء یہ ہے کہ کسی اور کو مارنا چاہتا ہے، لیکن آدمی کو لگ گیا

ترجمہ: (۶۱۶) اس کا موجب عاقلہ پر دیت ہے، اور کفارہ ہے۔

ترجمہ: ا اللہ تعالی کا قول ''ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہے، اور مقتول کے وارث کو دیت سپرد کرنا ہے'' اور پہلے بیان کیا کہ عاقلہ پر تین سال میں دیت دینی ہے

تشریح: یہ قتل کی تیسری قسم ہے، قتل خطاء، اس میں قصاص لازم نہیں ہوتا کیونکہ غلطی سے قتل کیا ہے، اس میں کفارہ ہے، اور مقتول کے وارث کو دیت دینا ہے۔ اور یہ دیت عاقلہ پر لازم ہوگا جو وہ تین سال میں ادا کریں گے

وجہ: صاحب ھدایہ کی آیت یہ ہے جس میں کفارے کا بھی ذکر ہے، اور دیت کا بھی ذکر ہے۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا (سورت النساء ۴، آیت ۹۲) اس آیت سے معلوم ہوا کہ قتل خطا میں کفارہ اور دیت دونوں لازم ہوں گے۔ کفارہ میں مومن غلام کو آزاد کرنا ہے اور وہ نہ ملے تو دو ماہ مسلسل روزے رکھنا ہے

قتل خطاء میں دیت یہ ہے بیس حقہ، بیس جذعہ، بیس بنت مخاض، بیس بنت لبون اور بیس بنی مخاض مذکر۔ حدیث یہ ہے۔ عن

مُّسَلَّمَةٌ إِلٰى أَهْلِهِ ﴾ (سورة النساء: ۹۲) اَلْاٰيَة. وَهِيَ عَلٰى عَاقِلَتِهِ فِيْ ثَلَاثِ سِنِيْنَ لِمَا بَيَّنَّاهُ،

(۶۱۷) وَلَا إِثْمَ فِيْهِ ۱ يَعْنِيْ فِي الْوَجْهَيْنِ، قَالُوْا الْمُرَادُ إِثْمُ الْقَتْلِ، فَأَمَّا فِيْ نَفْسِهِ فَلَا يَعْرٰى عَنِ الْإِثْمِ مِنْ حَيْثُ تَرْكِ الْعَزِيْمَةِ وَالْمُبَالَغَةُ فِي التَّثَبُّتِ فِيْ حَالِ الرَّمْيِ، إِذْ شَرْعُ الْكَفَّارَةِ يُؤْذِنُ بِاِعْتِبَارِ هٰذَا الْمَعْنٰى،

(۶۱۸) وَيَحْرُمُ عَنِ الْمِيْرَاثِ، ۱ لِأَنَّ فِيْهِ إِثْمًا فَيَصِحُّ تَعْلِيْقُ الْحِرْمَانِ بِهِ، ۲ بِخِلَافِ مَا إِذَا تَعَمَّدَ الضَّرْبَ مَوْضِعًا مِنْ جَسَدِهِ فَأَخْطَأَ فَأَصَابَ مَوْضِعًا آخَرَ فَمَاتَ حَيْثُ يَجِبُ الْقِصَاصُ، لِأَنَّ الْقَتْلَ

عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ فی دیة الخطاء عشرون حقة وعشرون جذعة وعشرون بنت مخاض وعشرون بنت لبون وعشرون بنی مخاض ذکر (بوداؤد شریف، باب الدیۃ کم ھی ص ۶۷۷ نمبر ۴۵۴۵ رترمذی شریف باب ماجاء فی الدیۃ کم ھی من الابل ص ۲۵۸ نمبر ۱۳۸۶) اس حدیث سے دیت خطا کی تعداد اور کیفیت معلوم ہوئی۔

ترجمہ: (۶۱۷) اس قتل میں گناہ نہیں ہوگا

ترجمہ: ۱ یعنی قتل خطاء کے دونوں طریقوں میں گناہ نہیں ہوگا، اس کا مطلب یہ ہے کہ قتل کا گناہ نہیں ہوگا، لیکن فی نفسہ گناہ سے خالی نہیں ہے، اس لئے اس نے عزیمت کو چھوڑا، اور تیر پھینکنے میں احتیاط بھی نہیں کی، یہی وجہ ہے کہ قرآن نے کفارہ مشروع کیا، اس سے اس معنی، یعنی گناہ ہونے کا پتہ چلتا ہے

تشریح: اس عبارت میں بتارہے ہیں کہ غلطی سے تیر لگا ہے اس لئے قتل کا گناہ نہیں ہوگا، لیکن قتل میں بنفسہ گناہ ہے، یہی وجہ ہے کہ اس میں کفارہ لازم کیا ہے

وجہ: یہ قتل غلطی سے ہوا ہے اس لئے اس میں گناہ نہیں ہوگا، اس کے لئے یہ آیت ہے۔ عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ قَدْ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَأَ، وَالنِّسْيَانَ، وَمَا اسْتُكْرِهُوْا عَلَيْهِ (ابن ماجہ شریف، باب طلاق المکرہ والناسی، نمبر ۲۰۴۳)

ترجمہ: (۶۱۸) اور قتل خطا والے میراث سے محروم ہوں گے

ترجمہ: ۱ اس کی وجہ یہ ہے کہ قتل خطاء میں بھی گناہ ہے اس لئے میراث سے بھی محروم ہوں گے

تشریح: قتل خطاء میں گناہ ہوتا ہے اس لئے اس میں بھی قاتل مقتول کی وراثت سے محروم ہوں گے، دوسری وجہ یہ ہے کہ میراث سے اس لئے محروم کیا تاکہ کسی بھی قاتل کو غلطی میں بھی قتل کرنے کی ہمت نہ ہو

ترجمہ: ۲ بخلاف اگر قاتل نے مقتول کے جسم کے ایک عضو کو مارنے کا ارادہ کیا ہو لیکن اسی آدمی کے دوسرے عضو کو تیر لگی تو اس میں قصاص لازم ہوگا، اس لئے کہ بعض بدن کو قصدا قتل کیا ہے، اور پورا بدن ایک ہی عضو ہے

قَدْ وُجِدَ بِالْقَصْدِ إِلٰى بَعْضِ بَدَنِهٖ. وَجَمِيْعُ الْبَدَنِ كَالْمَحَلِّ الْوَاحِدِ.

(۶۱۹) قَالَ وَمَا أُجْرِيَ مَجْرَى الْخَطَأِ، مِثْلُ النَّائِمِ يَنْقَلِبُ عَلٰى رَجُلٍ فَيَقْتُلُهٗ فَحُكْمُهٗ حُكْمُ الْخَطَأِ فِي الشَّرْعِ،

(۶۲۰) وَأَمَّا الْقَتْلُ بِسَبَبٍ كَحَافِرِ الْبِيْرِ وَوَاضِعِ الْحَجَرِ فِيْ غَيْرِ مِلْكِهٖ

تشریح: اس عبارت میں یہ بتارہے ہیں کہ، یہ قتل عمد ہے، قتل خطا نہیں ہے۔ زید کے دائیں ہاتھ پر تیر مارنے کا ارادہ کیا، لیکن اسی کے بائیں ہاتھ پر تیر لگی اور وہ مر گیا تو یہ صورت قتل خطاء کی نہیں ہے، بلکہ قتل عمد ہی کا ہے، اور اس میں قصاص ہے

وجہ: پورا بدن ایک ہی محل ہے اور اسی محل کو جان کر تیر مارا ہے، صرف عضو بدلا ہے اس لئے یہ قتل خطا نہیں قتل عمد ہے اور اس میں قصاص لازم ہے

ترجمہ: (۶۱۹) اور چوتھی قسم ہے قائم مقام خطا، مثلا سونے والا کسی آدمی پر کروٹ لے اور اس کو مار ڈالے۔ شریعت میں اس کا حکم قتل خطا کا حکم ہے۔

تشریح: آدمی سویا ہوا ہو اور کسی آدمی پر کروٹ لے لے جس کی وجہ سے وہ مر جائے اس کو قائم مقام خطا کہتے ہیں۔ اس کا حکم قتل خطاء کی طرح ہے۔ یعنی اس میں کفارہ لازم ہوگا اور دیت خطا لازم ہوگی۔

وجہ: سونے والے نے احتیاط نہیں کی اور ایسی جگہ سویا جس سے قتل واقع ہو سکتا ہو اس لئے اس کو قائم مقام خطا کہتے ہیں (۲) حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔ **عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ من قتل فی عمیا او رمیا بحجر او عصی او بسوط عقلہ عقل خطاء** (دار قطنی، کتاب الحدود والدیات وغیرہ ج ثالث ص ۷۶ نمبر ۳۱۱۳ / ابو داؤد شریف، باب من قتل فی عمیا بین قوم ص ۲۸۳ نمبر ۴۵۳۹) اس حدیث میں **من قتل فی عمیا** سے اشارہ ہے کہ انجانے میں اور اندھیرے میں قتل کر دے تو اس کی دیت قتل خطاء کی طرح ہے۔

ترجمہ: (۶۲۰) پانچویں قسم قتل سبب ہے۔ جیسے دوسرے کی ملکیت میں کنواں کھودنے والا اور پتھر رکھنے والا۔ (کنواں میں کوئی آدمی گر کر مر جائے، یا پتھر سے کوئی زخمی ہو کر مر جائے، تو یہ سبب کی وجہ سے قتل ہے)

تشریح: خود قتل نہیں کیا بلکہ ایسا سبب اختیار کیا جس سے لوگ گر کر مر گئے یا ٹھوکر کھا کر مر گئے۔ مثلا دوسرے کی ملکیت میں کنواں کھود دیا اور اس میں آدمی گر کر مر گیا تو اس آدمی نے خود نہیں مارا لیکن کنواں کھودنا ایسا سبب اختیار کیا جس کی وجہ سے کوئی دوسرا آدمی مرا ہے۔ اس لئے یہ قتل بسبب ہوا۔ اسی طرح دوسرے کی زمین میں بڑا سا پتھر رکھ دیا جس سے ٹھوکر کھا کر آدمی مر گیا تو ایسا سبب اختیار کیا جس سے مرا تو یہ قتل بسبب ہوا۔ دوسرے کی ملکیت میں کنواں کھودے تو جرم ہے۔ اور اپنی ملکیت میں مناسب جگہ پر کنواں کھودا اور اس میں آدمی گر کر مر گیا تو یہ جرم نہیں ہے۔ اس کے کھودنے والے پر دیت لازم نہیں ہوگی۔

(۶۲۱)وَمُوجَبُهُ إِذَا تَلَفَ فِيهِ آدَمِيٌّ الدِّيَةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ، لِأَنَّهُ سَبَبُ التَّلْفِ وَهُوَ مُتَعَدٍّ فِيهِ فَأُنْزِلَ مُوقِعًا [دَافِعًا] فَوَجَبَتِ الدِّيَةُ. وَلَا كَفَّارَةَ فِيهِ

وجہ: (۱)اس قول تابعی میں ہے کہ دوسرے کی زمین میں بغیر اس کی اجازت سے کنواں بنایا اور اس میں کوئی آدمی گر کر مرا تو اس پر ضمان یعنی دیت دینی ہوگی۔ عن ابراهيم قال من حفر في غير بنائه او بنى في غير سمائه فقد ضمن (مصنف عبد الرزاق، باب الجد ار المائل والطریق ج عاشر، ص ۴۷ نمبر ۱۸۴۰۹ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۹۱ الرجل یخرج من حدہ شیئا فیصیب انسانا ج خامس، ص ۳۹۸، نمبر ۲۷۳۴۵ / ۲۷۳۴۸) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ غیر کی زمین میں کنواں کھودا تو دیت دینی ہوگی۔

اصول: سبب کے طور پر جرم کیا ہو تو دیت دینی ہوگی۔ کفارہ نہیں

لیکن اگر اپنی زمین میں مناسب جگہ پر کنواں کھودا اور اس میں کوئی آدمی گر کر مر گیا تو یہ اس آدمی کی غلطی ہے دیکھ کر کیوں نہیں چلا اس لئے اس پر دیت واجب نہیں ہے۔

وجہ: اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال العجماء جرحها جبار والبير جبار والمعدن جبار وفي الركاز الخمس (بخاری شریف، باب المعدن جبار والبئر جبار ص ۱۰۲۱ نمبر ۶۹۱۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی ملکیت میں مناسب جگہ میں کنواں کھودا اور اس میں آدمی گر کر مر جائے تو وہ معاف ہے۔ کھودنے والے پر دیت لازم نہیں ہوگی۔

لغت: حافر: کنواں کھودنے والا۔

ترجمہ: (۶۲۱) اگر اس میں گر کر آدمی ضائع ہو جائے تو اس کی سزا عاقلہ پر دیت ہے (اس لئے کہ کنواں کھودنا مرنے کا سبب ہے، اور اس بارے میں کھودنے والا زیادتی کرنے والا ہے، اس لئے اس کو دھکا دینے والے کے درجے میں اتار دیا جائے گا، اس لئے اس پر دیت واجب ہوگی) لیکن اس پر کفارہ نہیں ہے

وجہ: (۱) چونکہ قتل خطا بھی نہیں ہے بلکہ اس کے سبب سے مرا ہے اس لئے قتل خطا سے کم درجہ ہوا۔ اس لئے اس میں کفارہ نہیں ہے (۲) اوپر حدیث گزری البئر جبار کہ کنواں میں گر جائے تو دیت نہیں ہے اس لئے اس میں کفارہ بھی نہیں ہے۔ اور (۳) اور اس قول تابعی کی وجہ سے عاقلہ پر دیت ہے۔ عن ابراهيم قال من حفر في غير بنائه او بنى في غير سمائه فقد ضمن (مصنف عبد الرزاق، باب الجد ار المائل والطریق ج عاشر ص ۴۷ نمبر ۱۸۴۰۹ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۹۱ الرجل یخرج من حدہ شیئا فیصیب انسانا ج خامس ص ۳۹۸ نمبر ۲۷۳۴۵)

(۶۲۲) وَلا يتعَلَّقُ بِهِ حِرْمَانُ الْمِيْرَاثِ، ۱ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ يُلْحَقُ بِالْخَطَأِ فِيْ أَحْكَامِهِ، لِأَنَّ الشَّرْعَ أَنْزَلَهُ قَاتِلًا، ۲ وَلَنَا أَنَّ الْقَتْلَ مَعْدُوْمٌ مِنْهُ حَقِيْقَةً فَأُلْحِقَ بِهِ فِيْ حَقِّ الضَّمَانِ فَبَقِيَ فِيْ حَقِّ غَيْرِهِ عَلَى الْأَصْلِ، وَهُوَ إِنْ كَانَ يَأْثَمُ بِالْحفرِ فِيْ غَيْرِ مِلْكِهِ لا يَأْثَمُ بِالْمَوْتِ عَلٰى مَاقَالُوْا، وَهٰذِهِ كَفَّارَةُ ذَنْبِ الْقَتْلِ وَكَذَا الْحِرْمَانُ بِسَبَبِهِ،

ترجمه: (۶۲۲) قائم مقام قتل خطاء والا مقتول کی میراث سے محروم نہیں ہوگا

وجه: (۱) یہ غلطی اتنی بڑی نہیں ہے، اس نے قتل بھی نہیں کیا ہے، بس اس کے کنواں کھودنے کے سبب سے مرا ہے، اس لئے قاتل مقتول کی وراثت سے محروم نہیں ہوگا۔ (۲) پیچھے بتایا کہ کفارہ لازم ہوتا ہے تب میراث سے محروم ہوتا ہے، کیونکہ یہ جرم کا بدلہ ہے، اس قاتل پر کفارہ نہیں ہے اس لئے یہ میراث سے محروم نہیں ہوگا

ترجمه: ۱ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ قائم مقام قتل خطاء کو اصل قتل خطاء کے درجے میں رکھا جائے گا، اس لئے کہ شریعت نے اس کو قاتل کے درجے میں اتارا ہے۔

تشریح: امام شافعیؒ کے یہاں قائم مقام قتل خطاء کو اصل قتل خطاء کے درجے میں رکھا جائے گا، اور اس پر قتل خطاء کی طرح دیت بھی واجب ہوگی، اس پر کفارہ بھی لازم ہوگا، اور مقتول کی وراثت سے بھی محروم ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت نے اس کو قتل خطاء کے درجے میں اتارا ہے، اس لئے قتل خطاء کے احکام جاری ہوں گے۔

ترجمه: ۲ ہماری دلیل یہ ہے کہ یہاں کنواں کھودنے والے نے قتل تو کیا ہی نہیں ہے، اس لئے اس کو صرف دیت کے حق میں قتل خطاء کے ساتھ ملایا جائے گا، اور باقی حق میں اپنے اصل پر رہے گا (کہ کچھ لازم نہیں ہوگا) اور کنواں کھودنے والا دوسرے کی ملکیت میں کھودنے کی وجہ سے گناہ گار ہوگا، لیکن آدمی کے مرنے کی وجہ سے گناہ گار نہیں ہوگا، جیسا کہ علماء نے فرمایا ہے، اور یہ جو کفارہ ہے وہ قتل کے سبب گناہ گار ہونے کی وجہ سے واجب ہوتا ہے، اور گناہ گار نہیں ہے تو مقتول کی وراثت سے بھی محروم نہیں ہوگا۔

تشریح: اس قائم مقام قتل خطاء پر صرف دیت واجب ہوگی، کفارہ واجب نہیں ہوگا، اور وراثت سے محروم بھی نہیں ہوگا، اس کی تین وجہ بیان کر رہے ہیں۔ ۱۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ اس قاتل نے حقیقت میں قتل نہیں کیا ہے اس لئے صرف ضمان واجب ہونے میں اس کو قتل خطاء کے ساتھ ملایا گیا ہے، باقی اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔ ۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ دوسرے کی زمین میں بغیر اس کی اجازت کے کنواں کھودنے سے تو گناہ گار ہوگا، لیکن کسی آدمی کی موت سے وہ گناہ گار نہیں ہوگا، کیونکہ اس نے قتل نہیں کیا ہے، اور جب گناہ گار نہیں ہوا تو کفارہ گناہ گار ہونے کی وجہ گناہ کو دھونے کے لئے ہوتا ہے، اس لئے کفارہ لازم نہیں ہوگا، اور جب گناہ گار نہیں ہوا تو وراثت سے بھی محروم نہیں ہوگا، کیونکہ گناہ گار ہونے کی وجہ سے وراثت سے محروم ہوتا ہے، یہ قاعدہ ہے۔

(۶۲۳) وَمَا يَكُونُ شِبْهُ عَمَدٍ فِي النَّفْسِ فَهُوَ عَمَدٌ فِيمَا سِوَاهَا، لِ لِأَنَّ إِتْلَافَ النَّفْسِ يَخْتَلِفُ بِإِخْتِلَافِ الْأٰلَةِ، وَمَا دُوْنَهَا لَا يَخْتَصُّ إِتْلَافُهُ بِالَةٍ دُوْنَ الَةٍ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

بَابُ مَايُوجِبُ الْقِصَاصَ وَمَا لَا يُوجِبُهُ

(۶۲۴) قَالَ الْقِصَاصُ وَاجِبٌ بِقَتْلِ كُلِّ مَحْقُوْنِ الدَّمِ عَلَى التَّأْبِيْدِ إِذَا قُتِلَ عَمَدًا، لِ أَمَّا الْعَمَدِيَّةُ

ترجمہ: (۶۲۳) شبہ عمد صرف جان کے قتل کرنے میں ہوتا ہے، اور جان کے علاوہ عضو وغیرہ کے کاٹنے میں سب عمد ہی ہے

ترجمہ: لِ اس لئے کہ جان کے قتل میں آلہ کے اختلاف سے عمد اور شبہ عمد کا اختلاف ہوتا ہے، اور اس کے علاوہ اعضاء وغیرہ میں آلہ کے اختلاف سے فرق نہیں پڑتا ہے (سب عمد ہی ہوگا، شبہ عمد نہیں ہوگا)

اصول: جان میں قتل عمد اور شبہ عمد ہے، عضو میں شبہ عمد نہیں ہے وہاں لکڑی سے بھی عضو کو نقصان کرے گا عمد ہی ہوگا اور اس پر قصاص لازم ہوگا۔

تشریح: جان قتل کرنے میں دھار دار ہتھیار سے قتل کرے گا تو قتل عمد ہوگا، اور لکڑی وغیرہ سے مارے گا اور قتل کرے گا تو شبہ عمد ہوگا، لیکن جان کے علاوہ عضو وغیرہ میں یہ فرق نہیں ہے، وہاں لکڑی وغیرہ سے بھی ہاتھ توڑے گا تب بھی عمد ہی ہوگا، اور اس کے بدلے میں قصاص لیا جائے گا، اور توڑنے والے کا بھی ہاتھ توڑا جائے گا، دیت واجب نہیں ہوگی، ہاں دیت پر صلح کر لے تو اور بات ہے

وجہ: اس آیت میں ہے کہ آنکھ کے بدلے میں قصاص کے طور پر آنکھ پھوڑی جائے گی۔ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (سورت المائدہ ۵، آیت ۴۵)

باب مایوجب القصاص ومالا یوجبہ

ترجمہ: (۶۲۴) جو آدمی ہمیشہ کے طور پر محفوظ الدم ہے، اور اس کو جان کر قتل کیا ہے تو اس کے قتل پر قصاص واجب ہوتا ہے

ترجمہ: لِ جان کر قتل کرے تب ہی قصاص ہے ورنہ نہیں، اس کی تفصیل ہم نے بیان کر دی ہے۔ اور ہمیشہ اس کو خون محفوظ ہو، یہ شرط اس لئے ہے کہ، کسی کا قتل کرنا کبھی مباح ہو جائے، اس کی نفی کرنے کے لئے ہے، اور برابری کو ثابت کرنے کے لئے قصاص ہے

لغت: دارالاسلام میں کوئی حربی امن لیکر داخل ہو تو اس کا قتل کرنا اس وقت منع ہے، کیونکہ وہ قتل پر امن لے چکا ہے، لیکن ذاتی طور پر اس کا قتل کرنا جائز ہے، کیونکہ وہ مسلمانوں سے لڑائی پر آمادہ ہے، اور جیسے ہی وہ دارالحرب واپس جائے گا تو اس کا خون حلال ہو جائے، چونکہ اس کا خون ہمیشہ کے لئے محفوظ نہیں ہے اس لئے دارالاسلام میں رہتے ہوئے بھی اس کو کوئی قتل کرے گا تو اس پر قصاص لازم نہیں ہوگا، اس پر دیت لازم ہوگی، اسی امن والے حربی کو نکالنے کے لئے مصنف نے علی التابید کی قید لگائی

فَلِمَا بَيَّنَّاهُ، وَأَمَّا حَقْنُ الدَّمِ عَلَى التَّأْبِيدِ فَلِتَنْتَفِيَ شُبْهَةُ الْإِبَاحَةِ وَتَتَحَقَّقُ الْمُسَاوَاةُ.

(۶۲۵) قَالَ وَيُقْتَلُ الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْحُرُّ بِالْعَبْدِ ا لِلْعُمُومَاتِ،

ہے، کہ ہمیشہ اس کا خون محفوظ ہو تب ہی اس کے قتل کرنے پر قصاص لیا جائے گا۔

تشریح: ایسا آدمی جس کا خون مرتد ہونے یا زنا کرنے یا کسی کو قتل کرنے سے مباح الدم نہ ہو یا دارالاسلام میں داخل ہو کر وقتی طور پر اس کا خون محفوظ ہو، اور ذاتی طور پر اس کا قتل مباح ہو، ایسا نہ ہو، بلکہ ہمیشہ کے طور پر اس کا خون محفوظ ہو اس کو جان بوجھ کر کوئی قتل کرے تو اس قتل کرنے پر قصاص واجب ہوتا ہے۔یعنی جیسا اس نے قتل کیا قاتل کو بھی قتل کر دیا جائے گا۔

وجه: قصاص واجب ہونے کی دلیل یہ آیت ہے۔وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (سورت المائدہ ۵، آیت ۴۵) یہ حدیث بھی ہے۔(۲)حدثنی ابو هريرة قال لما فتح علی رسول الله مكة قام فی الناس فحمد الله واثنی عليه ثم قال ومن قتل له قتيل فهو بخير النظرين اما ان يعفو واما ان يقتل (ترمذی شریف، باب ماجاء فی حکم ولی القتیل فی القصاص والعفوص ۲۶۰ نمبر ۱۴۰۵) اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ قتل عمد میں قصاص لازم ہے۔البتہ ولی کو معاف کرنے کا حق ہے۔(۳) یہ تین آدمی محفوظ الدم نہیں ہے اس کو اس کے جرم میں قتل کیا جائے گا زانی، مرتد اور قاتل۔حدیث میں ہے۔عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ لا يحل دم امرئ مسلم يشهد ان لااله الاالله وانی رسول الله الا باحدی ثلاث الثيب الزانی والنفس بالنفس والتارك لدينه المفارق للجماعة (ترمذی شریف، باب ماجاء لا یحل دم امرئ مسلم الا باحدی ثلاث ص ۲۵۹ نمبر ۱۴۰۲ / مسلم شریف، باب ما یباح بہ دم المسلم ص ۵۹ نمبر ۱۶۷۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرتد، زانی اور قاتل کا خون محفوظ نہیں ہے، وہ اپنے جرم کی وجہ سے قتل کیا جائے گا، لیکن اس جرم کے علاوہ، اس کو کسی نے قتل کیا تو اس سے قصاص لیا جائے گا

ترجمه: (۶۲۵) قتل کیا جائے گا آزاد آزاد کے بدلے اور آزاد غلام کے بدلے

ترجمه: ۱ ان عام آیت کی وجہ سے جس میں ہے کہ تم پر قصاص فرض ہے

تشریح: آزاد آدمی آزاد آدمی کو قتل کر دے چاہے وہ مرد ہو یا عورت، قاتل کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔اور آزاد آدمی کسی دوسرے کے غلام کو قتل کر دے تو غلام کے بدلے آزاد آدمی قتل کیا جائے گا۔اور مسلمان نے ذمی کافر کو قتل کر دیا تو ذمی کے بدلے مسلمان قتل کیا جائے گا۔

وجه: (۱) يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى (سورہ البقرۃ ۲، آیت ۱۷۸) اس آیت سے معلوم ہوا کہ آزاد آزاد کے بدلے اور غلام غلام کے بدلے قتل کیا جائے گا۔

۲ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ لا يُقْتَلُ الْحُرُّ بِالْعَبْدِ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ﴾ (سورة البقرة: ۱۷۸) وَمِنْ ضَرُورَةِ هٰذِهِ الْمُقَابَلَةِ أَنْ لا يُقْتَلَ حُرٌّ بِعَبْدٍ، ۳ وَلأَنَّ مَبْنَى الْقِصَاصِ عَلَى الْمُسَاوَاتِ

اورآزادمرد ہو یا عورت دونوں شامل ہیں (۲) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ يَهُودِيًّا رَضَّ رَأْسَ جَارِيَةٍ بَيْنَ حَجَرَيْنِ، فَقِيلَ لَهَا: مَنْ فَعَلَ بِكِ هَذَا؟ أَفُلاَنٌ أَوْ فُلاَنٌ، حَتَّى سُمِّيَ اليَهُودِيُّ، فَأُتِيَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »فَلَمْ يَزَلْ بِهِ حَتَّى أَقَرَّ بِهِ، فَرُضَّ رَأْسُهُ بِالحِجَارَةِ (بخاری شریف، باب سؤال القاتل حتی یقروا الاقرار فی الحدود ص ۱۰۱۵ نمبر ۶۸۷۶ / مسلم شریف، باب ثبوت القصاص فی القتل بالحجر وغیرہ ج ثانی ص ۵۸ نمبر ۱۶۷۲) (۳) اور غلام کے بدلے آزاد کو قتل کیا جائے گا اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن سمرة بن جندب قال قال رسول الله ﷺ من قتل عبده قتلناه ومن جدع عبده جدعناه (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الرجل یقتل عبدہ ص ۲۶۱ نمبر ۱۴۱۴ / ابن ماجہ شریف، باب ھل یقتل الحر بالعبد ص ۳۸۳ نمبر ۲۶۶۳ / ابوداؤد شریف، باب من قتل عبدہ او مثل بہ ص ۲۷۲ نمبر ۴۵۱۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آزاد آدمی غلام کو قتل کردے تو آزاد کو قتل کیا جائے گا۔ اور غلام آزاد کو قتل کردے تو غلام بدرجۂ اولی قصاص میں قتل کیا جائے گا۔

ترجمہ: ۲ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ غلام کے بدلے آزاد کو قتل نہیں کیا جائے گا، کیونکہ۔ اللہ نے فرمایا۔ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْد (سورہ البقرۃ ۲، آیت ۱۷۸)، اور اس آیت میں غلام کو غلام کے بدلے قتل کرنے کو کہا ہے (اس لئے غلام کے بدلے میں آزاد کو قتل نہیں کیا جانا چاہئے)

لغت: من ضرورۃ ھذہ المقابلۃ: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ آزاد کو آزاد کے بدلے میں کہا، اس مقابلے کا مطلب یہ ہے کہ آزاد کو غلام کے بدلے قتل نہ کیا جائے

تشریح: امام شافعیؒ کی رائے ہے کہ اگر آزاد نے دوسرے کے غلام کو قتل کردیا تو اس کے بدلے میں آزاد کو قتل نہیں کرنا چاہئے، اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اوپر کی آیت میں ہے کہ آزاد کو آزاد ہی کے بدلے قتل کرے، جس کا مطلب یہ ہے کہ آزاد کو غلام کے بدلے قتل نہ کیا جائے،

وجه: ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابن عباس ان النبی ﷺ قال لا یقتل حر بعبد (دارقطنی، کتاب الحدود والدیات ج ثالث ص ۱۰۰ نمبر ۳۲۲۵ / سنن للبیہقی، باب لا یقتل حر بعبد ج ثامن ص ۶۳ نمبر ۱۵۹۳۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غلام کے بدلے آزاد قتل نہیں کیا جائے گا۔

ترجمہ: ۳ اور اس لئے کہ قصاص کا ترجمہ ہے برابری، اور مالک اور مملوک کے درمیان برابری نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ آزاد آدمی غلام کا ہاتھ توڑے تو آزاد آدمی کا ہاتھ نہیں توڑا جاتا ہے، اس کے برخلاف غلام کے بدلے غلام کو قتل کرنے میں

وَهِيَ مُنْتَفِيَةٌ بَيْنَ الْمَالِكِ وَالْمَمْلُوكِ وَلِهٰذَا لَا يُقْطَعُ طَرَفُ الْحُرِّ بِطَرَفِهِ، ۴ بِخِلَافِ الْعَبْدِ بِالْعَبْدِ لِأَنَّهُمَا يَسْتَوِيَانِ وَبِخِلَافِ الْعَبْدِ حَيْثُ يُقْتَلُ بِالْحُرِّ لِأَنَّهُ تَفَاوُتٌ إِلَى نُقْصَانٍ، ۵ وَلَنَا أَنَّ الْقِصَاصَ يَعْتَمِدُ الْمُسَاوَاةَ فِي الْعِصْمَةِ وَهِيَ بِالدِّيْنِ أَوْ بِالدَّارِ وَيَسْتَوِيَانِ فِيهِمَا، ۶ وَجَرَيَانُ الْقِصَاصِ بَيْنَ الْعَبْدَيْنِ يُؤْذِنُ بِانْتِفَاءِ شُبْهَةِ الْإِبَاحَةِ،

برابری ہے

تشریح: یہ امام شافعیؒ کی دوسری دلیل ہے کہ قصاص کا معنی ہے برابری، اور غلام آزاد کے برابر نہیں ہے، غلام مملوک ہے، اور آزاد ایک قسم کا مالک ہے اس لئے دونوں میں برابری نہیں ہے اس لئے غلام کے بدلے میں آزاد کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ اس کے برخلاف غلام کے بدلے غلام کو قتل کرنے میں دونوں میں برابری ہے اس لئے وہاں قصاص کا معنی ٹھیک ہے

ترجمہ: ۴ اور غلام نے آزاد کو قتل کیا تو غلام قتل کیا جائے گا تو یہاں تفاوت ہے، لیکن آزاد اعلی ہے اور غلام ادنی ہے اس لئے اعلی کے بدلے میں ادنی کو قتل کرنا صحیح ہے

تشریح: یہ امام شافعیؒ کی جانب سے ایک اشکال کا جواب ہے، غلام نے آزاد کو قتل کیا تو اس کے بدلے غلام کو قتل کیا جائے گا، تو یہاں برابری کہاں ہوا؟ تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ یہاں اعلی کے بدلے ادنی کو قتل کیا جا رہا ہے، اس لئے یہ جائز ہے

لغت: تفاوت الی النقصان: آزاد کے بدلے غلام قتل کرنا فرق تو ہے لیکن نقصان کی طرف فرق ہے

ترجمہ: ۵ ہماری دلیل یہ ہے کہ قصاص میں سرف عصمت، یعنی دین میں برابری ہونی چاہئے (اور غلام مسلمان ہے) اور دار یعنی دار الاسلام ہونا چاہئے، اور غلام ان دونوں چیزوں میں آزاد کے برابر ہے (اس لئے قصاص لیا جائے گا

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ قصاص کے لئے دو چیزوں میں برابری ہونا کافی ہے، یعنی دونوں کا دین ایک ہو، اور یہاں غلام اور آزاد دونوں مسلمان ہیں، اور دونوں محفوظ الدم ہیں۔ دوسری چیز یہ ہے کہ دونوں دار الاسلام میں ہوں، اور یہاں دونوں دار الاسلام میں ہیں، اگر دار الحرب میں ہوتا تو قصاص نہیں لیا جاتا، اس لئے غلام کا قصاص آزاد سے لیا جائے گا

لغت: العصمۃ: محفوظ ہونا، یہاں دونوں میں دین اسلام ہونا مراد ہے۔ الدار: کا ترجمہ ہے، گھر، یہاں اس سے دار الاسلام مراد ہے

ترجمہ: ۶ قاتل اور مقتول دونوں غلام ہوں تو قاتل سے قصاص لیا جاتا ہے، یہ اس بات کی اطلاع دیتا ہے کہ غلام میں خون کے مباح ہونے کا شبہ نہیں ہے

تشریح: غلام کا خون حربی کی طرح نہیں ہے اس کا قتل کرنا جائز نہیں ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ غلام غلام کو قتل کرے تو اس کا قصاص غلام سے لیا جاتا ہے، اور یہ قصاص اسی وقت ہوگا جبکہ مقتول غلام کا خون حربی کی طرح مباح نہ ہو، اس لئے غلام محفوظ

ے وَالنَّصُّ تَخْصِيصٌ بِالذِّكْرِ فَلا يَنْفِيُ مَا عَدَاهُ.

(۶۲۶) قَالَ وَالْمُسْلِمُ بِالذِّمِّی لے خِلافًا لِلشَّافِعِيِّ لَهُ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلامُ لا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ ، وَلأَنَّهُ

الدم ہے تو اس کا قصاص آزاد سے لیا جائے گا

ترجمہ: ے اور آیت میں آزاد کے بدلے میں آزاد کو قتل کرنا اور غلام کو غلام کو قتل کرنے کا ذکر ہے، اس سے اس بات کی نفی نہیں ہے کہ آزاد کو غلام کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے

تشریح: یہ امام ابو حنیفہؒ کی جانب سے امام شافعیؒ کو جواب ہے۔ انہوں نے استدلال کیا تھا کہ آیت میں آزاد کو آزاد کے بدلے میں قتل کرنے کا ذکر ہے جس سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ آزاد کو غلام کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے، اس کا جواب دے رہے ہیں کہ اس سے کہاں نفی ہوتی ہے کہ آزاد کو غلام کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے، اس لئے محفوظ الدم ہونے کی وجہ سے آزاد کو غلام کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔

ترجمہ: (۶۲۶) اور کافر کے بدلے میں مسلمان قتل کیا جائے گا

وجہ: اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابن عمرؓ ان رسول اللہ ﷺ قتل مسلما بمعاهد وقال انا اكرم من وفى بذمته (دار قطنی، کتاب الحدود والدیات ج ثالث ص ۱۰۱ نمبر ۳۲۵۹ رسنن للبیہقی، باب بیان ضعف الخبر الذی روی فی قتل المؤمن بالکافر وما جاء عن الصحابۃ فی ذلک ج ثامن ص ۳۰ نمبر ۱۵۹۱۷) اس سے معلوم ہوا کہ کافر کے بدلے میں مسلمان قتل کیا جائے گا۔

ترجمہ: لے خلاف امام شافعیؒ کے، ان کی دلیل حضورؐ کا قول ہے کہ مومن کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ قتل کرتے وقت دونوں میں برابری نہیں ہے (ایک مسلمان ہے، اور دوسرا کافر ہے)، اور تیسری دلیل یہ ہے کہ کفر خون کو حلال کرتا ہے اس کافر کے خون میں شبہ پیدا ہو گیا

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کافر کے بدلے مسلمان قتل نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ اگر مسلمان نے قتل کر دیا تو اس پر کافر کی دیت کاملہ لازم ہوگی

وجہ: (۱) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ، قَالَ: انْطَلَقْتُ أَنَا وَالْأَشْتَرُ، إِلَى عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلام، فَقُلْنَا: هَلْ عَهِدَ إِلَيْكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا لَمْ يَعْهَدْهُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً؟ قَالَ:... الْمُؤْمِنُونَ تَكَافَأُ دِمَاؤُهُمْ، وَهُمْ يَدٌ عَلَى مَنْ سِوَاهُمْ، وَيَسْعَى بِذِمَّتِهِمْ أَدْنَاهُمْ، أَلَا لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ، وَلَا ذُو عَهْدٍ فِي عَهْدِهِ(رابو داؤد شریف، باب ایقاد المسلم من الکافر ص ۲۷۵ نمبر ۴۵۳۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کافر کے بدلے مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا (۲)۔ سألت علياؓ هل عندكم شيء مما ليس فى القرآن ؟ ... قال العقل

لَا مَسَاوَةَ بَيْنَهُمَا وَقْتَ الْجِنَايَةِ وَكَذَا الْكُفْرُ مُبِيْحٌ فَيُوْرِثُ الشُّبْهَةَ، ۲؎ وَلَنَا مَارُوِىَ أَنَّ النَّبِىَّ عَلَيْهِ السَّلَام قَتَلَ مُسْلِمًا بِذِمِّيٍّ، ۳؎ وَلِأَنَّ الْمَسَاوَاةَ فِى الْعِصْمَةِ ثَابِتَةٌ نَظْرًا إِلَى التَّكْلِيْفِ أَوِ الدَّارِ، ۴؎ وَالْمُبِيْحُ كُفْرُ الْمُحَارِبِ دُوْنَ الْمُسَالِمِ، ۵؎ وَالْقَتْلُ بِمِثْلِهِ يُؤْذِنُ بِانْتِفَاءِ الشُّبْهَةِ،

وفكاك الاسير وان لا يقتل مسلم بكافر (بخاری شریف، باب لایقتل المسلم بالکافر ص ۱۲۱۰ نمبر ۶۹۱۵) (۳) جس وقت مسلمان کافر کو قتل کر رہا تھا اس وقت دونوں میں برابری نہیں تھی، ایک مسلمان ہے اور دوسرا کافر ہے، اس لئے قصاص اور برابری کا معنی نہیں پایا گیا ہے۔ (۴) یوں بھی کافر کا خون حلال ہے اس لئے اس کے بدلے مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ اس کی دیت لازم کی جائے گی۔

ترجمہ: ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضورؐ نے ذمی کے بدلے میں مسلمان کو قتل کیا ہے

تشریح: یہ حدیث اوپر گزر چکی ہے۔

ترجمہ: ۳؎ دوسری دلیل یہ ہے کافر میں عصمت، یعنی خون کے محفوظ ہونے کے اعتبار سے برابری ہے، اس کے مکلّف ہونے کی طرف دیکھتے ہوئے، یا وہ دار الاسلام میں موجود ہے جس کی وجہ سے اس کا خون محفوظ ہے

تشریح: یہ عبارت پیچیدہ ہے، امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے فرمایا تھا کہ مسلمان اور کافر میں مساوات نہیں ہے، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ، کافر بھی انسان ہے، اور مکلّف ہے اس اعتبار سے اس میں بھی عصمت، ہے، یعنی اس کا خون محفوظ ہے، اور اس اعتبار سے وہ مسلمان کے برابر ہے، دوسری بات یہ ہے کہ دار الاسلام کی وجہ سے عصمت ہوتی ہے، اور ذمی کافر بھی دار الاسلام میں رہتا ہے، جس طرح مسلمان دار الاسلام میں رہتا ہے، تو اس دوسرے اعتبار سے بھی کافر مسلمان کے برابر ہے، اس لئے ذمی کے بدلے میں مسلمان قتل کیا جائے گا

لغت: العصمة: محفوظ رہنا، یہاں مراد کہ اس کا خون مباح نہیں ہے، اس کا خون محفوط ہے۔ التکلیف: مکلّف ہونا، یہاں مراد ہے کافر بھی انسان ہے، اور مسلمان کے برابر ہے

ترجمہ: ۴؎ اور حربی کافر کا خون مباح ہے، جو صلح کر کے ذمی بن کر رہ ہے اس کا خون حلال نہیں ہے۔

تشریح: یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ کفر سے خون مباح ہو جاتا ہے، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ، جو مسلمانوں سے برسرے جنگ ہے اس کا خون حلال ہے، جو صلح کر کے ذمی بن کر رہا ہے اس کا خون حلال نہیں ہے،

ترجمہ: ۵؎ اور ذمی کے بدلے میں ذمی قتل کیا جاتا ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے خون میں شبہ نہیں ہے۔

تشریح: یہ بھی امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ کافر ہونے کی وجہ سے اس کے خون میں شبہ ہے، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ اگر خون کے محفوظ ہونے میں شبہ ہوتا ذمی کے بدلے میں قصاص میں ذمی قتل نہیں کیا جاتا، یہ قتل ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ذمی کے خون میں شبہ نہیں ہے۔

٦ وَالْمُرَادُ بِمَا رُوِیَ ''اَلْحَرْبِیُّ'' لِسِیَاقِهِ وَلَا ذُوْ عَهْدٍ فِیْ عَهْدِهِ، وَالْعَطْفُ لِلْمُغَایَرَةِ.
(٦٢٧) قَالَ وَلَا یُقْتَلُ بِالْمُسْتَأْمِنِ، ا لِأَنَّهُ غَیْرُ مَحْقُوْنِ الدَّمِ عَلَی التَّأْبِیْدِ، وَکَذٰلِکَ کُفْرُهُ بَاعِثٌ

ترجمه: ٦ اورحضرت امام شافعیؒ نے جو حدیث پیش کی تھی کہ کافر کے بدلے میں مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا، اس سے حربی کافر مراد ہے، کیونکہ اسی حدیث میں آگے ہے کہ عہد والا کافر ہو تو عہد یعنی دار الاسلام میں قتل نہیں کیا جائے گا

تشریح: یہ بھی امام شافعیؒ کو جواب، انہوں نے حدیث پیش کی تھی کافر کے بدلے میں مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے، لیکن اسی حدیث کے آگے ہے عہد والا کافر، یعنی جو کافر عہد اور صلح کر کے دار الاسلام میں رہتا ہو اس کو عہد میں دار الاسلام میں قتل نہیں کیا جائے، اس کا مطلب یہ نکلا کہ پہلے کافر سے مراد حربی کافر ہے جو مسلمانوں سے جنگ میں مشغول ہے، اس کے بدلے میں مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا

وجه: پوری حدیث یہ ہے۔عَنْ قَیْسِ بْنِ عُبَادٍ، قَالَ: انْطَلَقْتُ أَنَا وَالْأَشْتَرُ، إِلَی عَلِیٍّ عَلَیْهِ السَّلَامِ، فَقُلْنَا: هَلْ عَهِدَ إِلَیْکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَیْئًا لَمْ یَعْهَدْهُ إِلَی النَّاسِ عَامَّةً؟ قَالَ:... الْمُؤْمِنُوْنَ تَکَافَأُ دِمَاؤُهُمْ، وَهُمْ یَدٌ عَلَی مَنْ سِوَاهُمْ، وَیَسْعَی بِذِمَّتِهِمْ أَدْنَاهُمْ، أَلَا لَا یُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِکَافِرٍ، وَلَا ذُوْ عَهْدٍ فِیْ عَهْدِهِ(ابوداؤد شریف، باب ایقاد المسلم من الکافر ص ۲۷۵ نمبر ۴۵۳۰) اس حدیث میں ہے کہ عہد والے کو عہد میں قتل نہیں کیا جائے گا، اس سے پتہ چلا کہ پہلے کافر سے مراد حربی کافر ہے

لغت: ذو عہد فی عہدہ: عہد والے سے مراد ہے جو کافر عہد اور صلح کر کے دار الاسلام میں رہتا ہو، اور ذمی ہو۔ عہدہ: اس کے عہد میں سے مراد ہے دار الاسلام میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ للمغایرۃ: دونوں میں غیریت ہے، یعنی اگر دوسرے سے دوسرا ذمی مراد ہے تو پہلے سے حربی کافر مراد ہے

ترجمه: (٦٢٧) مسلمان امن لئے ہوئے آدمی کے بدلے قتل نہیں کیا جائے۔

ترجمه: ا اس لئے کہ مستامن کا خون ہمیشہ کے لئے محفوظ نہیں ہے (صرف دار الاسلام میں رہتے ہوئے خون محفوظ ہے)، اور ایسے ہی اس کا کفر جنگ پر بھڑکانے والا ہے، کیونکہ وہ دار الحرب واپس جانے کے ارادے میں ہے

تشریح: کوئی کافر دار الکفر سے امن لیکر دار الاسلام میں آیا ہے اور اس کو کسی مسلمان نے قتل کر دیا تو اس مستامن کے بدلے مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ اگر اس کے ملک کے ساتھ عہد و پیمان ہے تو اس کی دیت دی جائے گی۔

وجه: (ا) یہ کافر تھوڑی دیر کے لئے امن لیکر دار الاسلام میں آیا ہے، جس کی وجہ سے تھوڑی دیر کے لئے محفوظ الدم ہے، ہمیشہ کے لئے محفوظ الدم نہیں ہے، کیونکہ یہ حربی ہے،، اور اس کی واپس جانے کی نیت ہے، جس کی وجہ سے اس کے مسلمان کو قتل کرنے کا جذبہ ابھی بھی ہے اس لئے اس مستامن کے قتل سے مسلمان پر قصاص نہیں ہوگا (۲) اس آیت میں اس کی تائید ہے۔ وَإِنْ

عَلَى الْحِرَابِ، لِأَنَّهُ عَلٰى قَصْدِ الرُّجُوعِ،

(۶۲۸) وَلَا يُقْتَلُ الذِّمِّيُّ بِالْمُسْتَأْمِنِ لِمَا بَيَّنَّا وَيُقْتَلُ الْمُسْتَأْمِنُ ۱ قِيَاسًا لِلْمُسَاوَاةِ، وَلَا يُقْتَلُ اِسْتِحْسَانًا لِقِيَامِ الْمُبِيحِ،

(۶۲۹) وَيُقْتَلُ الرَّجُلُ بِالْمَرْأَةِ وَالْكَبِيرُ بِالصَّغِيرِ وَالصَّحِيحُ بِالْأَعْمٰى وَالزَّمِنِ وَبِنَاقِصِ الْأَطْرَافِ

كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ (آیت ۹۲ سورۃ النساء۴) اس آیت میں ہے کہ کسی کافر کا آپ سے معاہدہ ہے، یعنی وہ امن لیکر دار الاسلام آیا ہے تو اس کے قتل پر دیت لازم ہوگی، جس کا مطلب یہ نکلا کہ اس کے قتل سے قصاص لازم نہیں ہوگا (۳) اوپر کی حدیث گزری۔ ان لایقتل مسلم بکافر (بخاری شریف، نمبر ۶۹۱۵ / ابو داؤد شریف، نمبر ۴۵۳۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کافر کے بدلے مسلمان قتل نہیں کیا جائے گا۔ چونکہ یہ حربی کافر ہے اس لئے اس کے بدلے مسلمان قتل نہیں کیا جائے گا، البتہ دیت لازم ہوگی، مفت نہیں چھوڑا جائے گا (۴) یہ کافر دار الحرب سے آیا ہے۔ دار الاسلام نے اس کی کوئی ذمہ داری نہیں لی ہے اس لئے یہ محفوظ الدم نہیں ہے۔ اس لئے بھی مسلمان قتل نہیں کیا جائے گا۔ اس کے برخلاف ذمی کا ذمہ دار الاسلام نے لیا ہے اس لئے اس کے بدلے مسلمان قتل کیا جائے گا۔

ترجمہ: (۶۲۸) کافر ذمی نے کافر مستامن کو قتل کر دیا تو تو قصاص میں ذمی قتل نہیں کیا جائے گا، اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے بیان کیا، لیکن مستامن نے مستامن کو قتل کیا تو قاتل مستامن کو قصاصا قتل کیا جائے گا

ترجمہ: ۱ کیونکہ یہاں دونوں مستامن برابر درجے کے ہیں۔ لیکن استحسان کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ دونوں مباح الدم ہیں اس لئے قصاصا قتل نہ کیا جائے، (صرف دیت دلوائی جائے)

تشریح: یہاں دو مسئلے ہیں، ا۔ ایک یہ ہے کہ ذمی ہمارے ملک کا کافر ہے اس نے مستامن کو قتل کر دیا تو اس کے بدلے ذمی کو قتل نہیں کیا جائے گا،

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ مستامن کا خون ہمیشہ کے لئے محفوظ نہیں ہے، اور ذمی کا خون محفوظ ہے، اس لئے دونوں میں عصمت الدار کی بنیاد پر برابری نہیں ہے، اس لئے ذمی سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ ۲۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مستامن کو مستامن نے قتل کر دیا تو یہاں دو رائیں ہیں۔ ایک رائے یہ ہے کہ دونوں میں برابری ہے اس لئے قصاص لیا جائے گا۔ اور دوسری رائے یہ ہے کہ مستامن محفوظ الدم نہیں ہے، اس لئے قصاص نہیں لیا جائے گا

ترجمہ: (۶۲۹) اور مرد کو عورت کے بدلے میں، بڑے کو چھوٹے کے بدلے میں، صحیح کو اندھے اور اپاہج کے بدلے میں، اور ناقص الاطراف کے بدلے میں اور مجنون کے بدلے میں قتل کیا جائے گا

وَبِالْمَجْنُوْنِ ۱؎ لِلْعُمُوْمَاتِ، وَلِأَنَّ فِي اِعْتِبَارِ التَّفَاوُتِ فِيْمَا وَرَاءَ الْعِصْمَةِ اِمْتِنَاعُ الْقِصَاصِ وَظُهُوْرُ التَّقَاتُلِ وَالتَّفَانِيْ.

(۶۳۰) قَالَ وَلَا يُقْتَلُ الرَّجُلُ بِابْنِهِ ۱؎ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يُقَادُ الْوَالِدُ بِوَلَدِهِ ۲؎ وَهُوَ بِإِطْلَاقِهِ حُجَّةٌ عَلٰى

ترجمہ: ۱؎ آیت کے عام ہونے کی وجہ سے،اوراس وجہ سے کہ عصمت کے علاوہ میں فرق کے اعتبار کرنے میں قصاص ہی نہیں ہوگا،اورلوگ بے حساب قتل کریں گے،اورآپس میں ایک دوسرے کو ہلاک کرنے کا ظہور ہوگا

اصول: مقتول میں عصمت الدار ہوتو قصاص لیا جائے گا

تشریح: یہ جتنے لوگوں کے قصاص کے بارے میں کہا گیا ہے،ان میں دار کی عصمت موجود ہے،یعنی دارالاسلام کی وجہ سے محفوظ الدم ہے،اس لئے قصاص لیا جائے گا،اس سے چھوٹی چھوٹی باتوں کے تفاوت سے قصاص روکیں گے تو قصاص لینا بند ہوجائے گا،اورقصاص سے بے خوف ہوکر آپس میں قتل وقتال بہت ہوجائے گا

وجہ: حدیث میں ہے کہ عورت کے بدلے یہودی مرد کو پتھر سے کچل کر مارا۔عن انس بن مالک ان النبی ﷺ قتل یھودیا بجاریة قتلھا علی اوضاح لھا (بخاری شریف،باب قتل الرجل بالمرأة ص ۱۰۱۷ نمبر ۶۸۸۵ ر مسلم شریف،باب ثبوت القصاص فی القتل بالحجر وغیرہ من المحددات والمثقلات وقتل الرجل بالمرأة ص ۵۸ نمبر ۱۶۷۲)

لغت: تفانی: فناء سے مشتق ہے،فنا کرنا۔الزمن:اپاہج۔ناقص الاطراف:جس کا عضو ناقص ہو۔

ترجمہ: (۶۳۰) آدمی اپنے بیٹے کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا

ترجمہ: ۱؎ کیونکہ حضورؐ نے فرمایا کہ اولاد کی وجہ سے باپ سے قصاص نہیں لیا جائے گا

تشریح: باپ اپنے بیٹے کو قتل کردے تو بیٹے کے بدلے باپ کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ دیت لازم کی جائے گی۔

وجہ: (۱)والد کی عزت واحترام ہے لہذا بیٹے کے قتل کی وجہ سے والد کو قتل نہیں کیا جائے گا(۲) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: »لَا يُقَادُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ (ترمذی شریف،باب ماجاء فی الرجل یقتل ابنہ ایقاد منہ ام لا ص ۲۵۹ نمبر ۱۴۰۰)(۳) حدیث میں ہے۔عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال لاتقام الحدود فی المساجد ولا یقتل الوالد بالولد (ترمذی شریف،باب ماجاء فی الرجل یقتل ابنہ ایقاد منہ ام لا ص ۲۵۹ نمبر ۱۴۰۱ر ابن ماجہ شریف،باب لا یقتل الوالد بولدہ نمبر ۲۶۶۱)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لڑکے کی وجہ سے والد کو قتل نہیں کیا جائے گا

ترجمہ: ۲؎ یہ حدیث مطلق ہے،اس لئے اپنے اطلاق کی وجہ سے امام مالک پر حجت ہے،وہ فرماتے ہیں کہ باپ نے بیٹے کو ذبح کیا ہو تو باپ سے قصاص لیا جائے گا

مَالِكٍ فِيْ قَوْلِهٖ يُقَادُ إِذَا ذَبَحَهٗ ذَبْحًا، ۳؎ وَلِأَنَّـهٗ سَبَبٌ لِإِحْيَائِهٖ فَمِنَ الْمَحَالِ أَنْ يَّسْتَحِقَّ لَهٗ إِفْنَاءَهٗ وَلِهٰذَا لَا يَـجُوْزُ لَـهٗ قَتْـلُهٗ وَإِنْ وَجَدَهٗ فِيْ صَفِّ الْأَعْدَاءِ مُقَاتِلًا أَوْ زَانِيًا وَهُوَ مُحْصِنٌ، ۴؎ وَالْـقِصَاصُ يَسْتَحِقُّهُ الْـمَقْتُوْلُ ثُمَّ يَخْلُفُهٗ وَارِثُه ۵؎ وَالْـجَدُّ مِنْ قِبَلِ الرِّجَالِ اَوِ النِّسَاءِ وَإِنْ عَلَا فِيْ هٰذَا بِمَنْزِلَةِ الْأَبِ وَكَذَا

تشریح: امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ویسے تو نہیں لیکن باپ نے بیٹے کو ذبح کیا ہو تو اس سے قصاص لیا جائے گا، اس لئے یہ حدیث اس پر حجت ہے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ کسی بھی حال میں بیٹے کا قصاص باپ سے نہیں لیا جائے گا، البتہ اس سے قصاص لیا جائے گا

ترجمہ: ۳؎ اور اس لئے کہ باپ بیٹے کے زندہ ہونے کا سبب ہے، اس لئے یہ محال ہے بیٹا باپ کے فنا کا مستحق ہو جائے، یہی وجہ ہے کہ اگر بیٹے نے باپ کو دشمن کے صف میں قتال کرتے ہوئے پایا تب بھی بیٹا باپ کو قتل نہیں کر سکتا ہے۔ یا بیٹے نے باپ کو دیکھا کہ وہ زنا کرر ہا ہے، اور باپ محصن ہے، تب بھی بیٹا باپ کو قتل نہیں کر سکتا ہے

تشریح: بیٹے کی وجہ سے باپ کو قتل نہیں کیا جا سکتا ہے، اس کی تین مثالیں دے رہے ہیں۔ا۔ باپ نے بیٹے کو پیدا کیا ہے اس لئے باپ بیٹے کے لئے زندہ ہونے کا سبب ہے، تو اب بیٹا قصاص لیکر اسی کے فنا کا سبب کیسے بن سکتا ہے، اس لئے بیٹے کی وجہ سے باپ قتل نہیں کیا جائے گا۔۲۔ دوسری مثال۔ باپ دشمن کی صف میں قتال کے لئے کھڑا ہے تب بھی بیٹے کے لئے جائز نہیں ہے کہ باپ کو قتل کرے، تو قصاص میں کیسے قتل کیا جائے گا۔۳۔ تیسری مثال یہ ہے کہ بیٹے نے باپ کو زنا کرتے ہوئے دیکھا، اور محصن ہے جس کی وجہ سے اس کی سزا رجم ہے، پھر بھی بیٹا باپ کو قتل نہیں کر سکتا ہے، اس لئے قصاص میں بھی باپ قتل نہیں کیا جائے گا، یہ تین مثالیں ہیں۔

ترجمہ: ۴؎ اور مقتول قصاص ہوتا ہے پھر اس کا وارث اس کا خلیفہ بنتا ہے

تشریح: یہ جملہ ایک اشکال کا جواب ہے، اشکال یہ ہے کہ یہاں تو بیٹے کا وارث قصاص لے رہا ہے، خود بیٹا تو نہیں لے رہا ہے تو باپ کی توہین کیسے ہوئی: اس کا جواب یہ ہے کہ اصل میں قصاص کا حق مقتول بیٹے کو ہوتا ہے، اس کا خلیفہ بن کر بیٹے کا وارث قصاص لیتا ہے، اس لئے گویا کہ بیٹے نے ہی باپ کا قصاص لیا۔

ترجمہ: ۵؎ مرد کی جانب سے دادا ہو۔ عورت کی جانب سے دادا ہو، چاہے اوپر کتنی دور ہی چلا جائے سب باپ کے درجے میں ہے (کہ اس سے پوتے کا قصاص نہیں لیا جائے گا)، اسی طرح ماں ہو یا دادی ہو چاہے باپ کی جانب سے ہو یا ماں کی طرف سے ہو قریب کی دادی ہو یا دور کی دادی ہو (سب سے قصاص نہیں لیا جائے گا)

تشریح: اوپر آیا کہ بیٹے کے لئے باپ سے قصاص نہیں لیا جائے گا، اسی پر قیاس کر کے، دادا، پردادا، لکڑ دادا۔ اسی طرح دادی، پردادی، لکڑ دادی۔ نانی، پرنانی، لکڑ نانی سے بھی قصاص نہیں لیا جائے گا، کیونکہ یہ لوگ کسی نہ کسی درجے میں بچے کے پیدا

الْوَالِدَةُ وَالْجَدَّةُ مِنْ قِبَلِ الْأَبِ أَوِ الْأُمِّ قَرُبَتْ أَمْ بَعُدَتْ لِمَا بَيَّنَّا، ٦ وَيُقْتَلُ الْوَلَدُ بِالْوَالِدِ لِعَدَمِ الْمُسْقِطِ.
(٦٣١) قَالَ وَلَا يُقْتَلُ الرَّجُلُ بِعَبْدِهِ وَلَا مُدَبَّرِهِ وَلَا مُكَاتَبِهِ وَلَا بِعَبْدِ وَلَدِهِ ١ لِأَنَّهُ لَا يَسْتَوْجِبُ لِنَفْسِهِ عَلٰى نَفْسِهِ الْقِصَاصَ ٢ وَلَا وَلَدُهُ عَلَيْهِ،

ہونے اور انکے زندہ ہونے کے سبب ہیں۔

ترجمہ: ٦ لیکن باپ کی وجہ سے بیٹے کا قصاص لیا جائے گا، کیونکہ قصاص ساقط کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے۔

تشریح: باپ کو تو اس لئے قتل نہیں کیا جائے گا کہ احترام ہے، لیکن بیٹے نے باپ کو قتل کیا تو احترام نہیں ہے، یا بیٹے نے باپ کو پیدا نہیں کیا ہے، اس لئے باپ کے قتل پر بیٹے سے قصاص لیا جائے گا۔

ترجمہ: (٦٣١) اور غلام کی وجہ سے آقا قتل نہیں کیا جائے گا، اور نہ اپنے مدبر کی وجہ سے اور نہ مکاتب کی وجہ سے اور نہ بیٹے کے غلام کی وجہ سے

ترجمہ: ١ اس لئے کہ اپنا قصاص اپنے اوپر ہی لازم کرنا ہوگا

تشریح: اپنے غلام کو قتل کیا، یا اپنے مدبر غلام کو قتل کیا، یا اپنے مکاتب کو قتل کیا، تو اس کے قصاص لینے کا حقدار، اور وارث خود آقا ہے جس نے قتل کیا ہے، تو قصاص لینے والا بھی آقا ہے، اور قتل بھی آقا ہی ہوگا، اس لئے قصاص واجب نہیں ہوگا، بلکہ دیت واجب ہوگی، دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ غلام آقا کی ملکیت ہے، اور قتل کر کے گویا کہ اپنی ملکیت کو ضائع کیا ہے، اس لئے اس میں شبہ پیدا ہو گیا، اس لئے بھی قصاص واجب نہیں ہوگا، کیونکہ شبہ سے قصاص ساقط ہو جاتا ہے

وجہ: (١) اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن عمر بن شعیب عن ابیه عن جده ان رجلا قتل عبده متعمدا فجلده رسول الله ﷺ مائة ونفاه سنة ومحی سهمه من المسلمین. وفی روایت دارقطنی ،ولم یقده به وامره ان یعتق رقبة (دارقطنی، کتاب الحدود والدیات ج ثالث ص ۱۰۵ نمبر ۳۲۵۴ /ابن ماجہ شریف، باب ھل یقتل الحر بالعبد؟ ص ۳۸۳ نمبر ۲۶۶۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آقا کو قتل نہیں کریں گے بلکہ اس سے دیت لی جائے گی۔ اور غلام ہی کے درجے میں مدبر اور مکاتب ہے۔ اس لئے ان کو قتل کرنے سے بھی آقا پر قصاص نہیں ہے۔

ترجمہ: ٢ اپنے بیٹے کے غلام کو قتل کیا تو باپ پر قصاص نہیں ہے

تشریح: زید نے اپنے بیٹے عمر کے غلام کو قتل کر دیا تو زید باپ پر دیت واجب ہوگی قصاص نہیں ہے

وجہ: (١) اور لڑکے پر باپ کا احترام ضروری ہے اس لئے لڑکے کے غلام کو قتل کرنے سے بھی باپ کو قتل نہیں کیا جائے گا (٢) حدیث میں ہے۔ انت ومالک لوالدک ان اولادکم من اطیب کسبکم فکلوا من کسب اولادکم (ابوداؤد شریف، باب الرجل یاکل من مال ولده ص ۱۴۱ نمبر ۳۵۳۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لڑکے کا مال باپ کا مال ہے اس اعتبار سے لڑکے کا غلام باپ کا غلام ہوا اور اوپر حدیث گزری کہ اپنے غلام کو قتل کرنے سے آقا قتل نہیں کیا جائے گا۔ اس

۳ وَكَذَا لَا يُقْتَلُ بِعَبْدٍ مَلَكَ بَعْضَهُ لِأَنَّ الْقِصَاصِ لَا يَتَجَزّٰى،
(۶۳۲) قَالَ وَمَنْ وَرِثَ قِصَاصًا عَلٰى أَبِيهِ سَقَطَ ۱ لِحُرْمَةِ الْأُبُوَّةِ.
(۶۳۳) قَالَ وَلَا يُسْتَوْفَى الْقِصَاصُ إِلَّا بِالسَّيْفِ

لئے بیٹے کے غلام یا مدبر یا مکاتب قتل کرنے سے باپ قتل نہیں کیا جائے گا۔ البتہ دیت لازم ہوگی۔

ترجمه: ۳ اور ایسے ہی غلام کے بعض حصے کا مالک ہو اس غلام کے قتل کرنے سے قصاص واجب نہیں ہوگا، اس لئے کہ قصاص کا ٹکڑا نہیں ہوتا

تشریح: زید غلام کے بعض حصے کا مالک ہے، کل غلام کا مالک نہیں ہے، لیکن زید نے اس غلام کو قتل کر دیا پھر بھی اس پر دیت واجب ہوگی، قصاص واجب نہیں ہوگا

وجه: قصاص کا ٹکڑا نہیں ہوتا، ایک ہی ہوتا ہے، قصاص کے بعض حصے میں آقا کا بھی حصہ ہے تو گویا کہ بعض ٹکڑے کا قصاص لینے والا خود آقا ہو جائے گا، اور قصاص کا ٹکڑا نہیں ہوتا، اس لئے اس صورت میں بھی قصاص واجب نہیں ہوگا، بلکہ دیت واجب ہو جائے گی

ترجمه: (۶۳۲) کوئی وارث ہو جائے قصاص کا اپنے باپ پر تو وہ ساقط ہو جائے گا۔

ترجمه: ۱ اپنے باپ کے احترام کی وجہ سے

تشریح: مثلا باپ نے بیٹے کی ماں کو قتل کیا جس کی وجہ سے باپ پر قصاص لازم تھا۔ لیکن ماں کے وارث ہونے کی وجہ سے بیٹا قتل کا حقدار تھا اس لئے باپ سے یہ قتل ساقط ہو جائے گا۔

وجه: (۱) اوپر حدیث گزری۔ **لایقاد الوالد بالولد** (ترمذی شریف، نمبر ۱۴۰۰/ ابن ماجہ شریف، نمبر ۲۶۶۱) (۲) اور اگر بیٹے کے ساتھ دوسرے لوگ بھی وارث تھے تب بھی قتل ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ بعض اولیاء کی جانب سے قتل ساقط ہو جائے تو پورے کی جانب سے ساقط ہو جائے گا۔ دلیل یہ حدیث ہے۔ **حدثنی عائشةؓ ان النبی ﷺ قال علی المقتتلین ان ینحجزوا الاول فالاول وان کانت امرأة** (سنن للبیہقی، باب عفو بعض الاولیاء عن القصاص دون بعض ج ثامن، ص ۱۰۵، نمبر ۱۶۰۷۰) (۳) **ان عمر بن الخطاب رفع الیه رجل قتل رجلا فاراد اولیاء المقتول قتله فقالت اخت المقتول وھی امرأة القاتل قد عفوت عن حصتی من زوجی فقال عمر عتق الرجل من القتل** (مصنف عبد الرزاق، باب العفوج عاشر ص ۱۳ نمبر ۱۸۱۸۸) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ وارث اپنا حصہ معاف کر دے تو باقی ورثہ قاتل کو قتل نہیں کر سکتے بلکہ اب دیت لیں گے۔

ترجمه: (۶۳۳) قصاص نہیں لیا جائے گا مگر تلوار سے۔

تشریح: قاتل نے چاہے اعضاء کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے مارا ہو لیکن اس سے قصاص اس طرح نہیں لیا جائے گا بلکہ تلوار سے ایک مرتبہ مار کر قتل کر دیا جائے گا۔

۱؎ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ يُفْعَلُ بِهِ مِثْلُ مَا فَعَلَ إِنْ كَانَ فِعْلًا مَشْرُوعًا، فَإِنْ مَاتَ فِيهَا وَإِلَّا تُحَزُّ رَقَبَتُهُ، لِأَنَّ مَبْنَى الْقِصَاصِ عَلَى الْمُسَاوَاتِ، ۲؎ وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ((لَا قَوَدَ إِلَّا بِالسَّيْفِ)) وَالْمُرَادُ بِهِ السِّلَاحُ، ۳؎ وَلِأَنَّ فِيمَا ذَهَبَ إِلَيْهِ اسْتِيفَاءُ الزِّيَادَةِ لَوْ لَمْ يَحْصُلِ الْمَقْصُودُ بِمِثْلِ مَا فَعَلَ فَيُحَزُّ

وجه: (۱) حدیث میں ہے۔عن ابی بکرة قال قال رسول الله ﷺ لاقود الا بالسیف (ابن ماجہ شریف، باب لاقود الا بالسیف ص ۳۸۴ نمبر ۲۶۶۸ / دارقطنی ، کتاب الحدود والدیات ج ثالث ص ۸۴ نمبر ۳۱۴۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قصاص تلوار سے لیا جائے گا۔

ترجمہ: ۱؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ جس انداز میں قتل کیا تھا اسی انداز میں قصاص میں قتل کیا جائے گا، اگر یہ صورت مشروع ہو تو، پس اگر اس صورت سے مر گیا تو ٹھیک ہے، ورنہ تو تلوار سے اس کی گردن کاٹ دی جائے گی، کیونکہ قصاص کا مدار برابری پر ہے

تشریح: امام شافعی فرماتے ہیں کہ برابری کے لئے جس طرح قاتل نے قتل کیا ہے اسی طرح قصاص میں قتل کیا جائے گا۔

وجہ: (۱) تا کہ مساوات اور برابری ہو جائے (۲) حدیث میں ہے کہ ایک باندی کو یہودی نے پتھر سے کچل کر مارا تھا تو حضورؐ نے یہودی کو پتھر سے کچل کر قصاص لیا۔عن انسؓ ان یہودیا قتل جاریة علی اوضاح لها فقتلها بحجر فجیئ بها الی النبی ﷺ وبها رمق فقال اقتلک؟فاشارت برأسها ان لا! ثم قال فی الثانية فاشارت برأسها ان لا! ثم سألتها الثالثة فاشارت برأسها ای نعم! فقتله النبی ﷺ بحجرین (بخاری شریف، باب من اقاد بالحجر ص ۱۰۱۶ نمبر ۶۸۷۹) (۳) آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ویسا ہی کرے جیسا قاتل نے کیا ہو۔آیت میں ہے۔وان عاقبتم فعاقبوا بمثل عوقبتم به (سورۃ النحل ۱۶، آیت ۱۲۶) اس آیت سے پتا چلا کہ جیسا کیا ہے اسی کے مطابق سزا دی جائے۔

لغت: یستوفی: وصول کرنا۔تحز: حز سے مشتق ہے کاٹ دیا جائے گا

ترجمہ: ۲؎ ہماری دلیل حضورؐ کا قول ہے بغیر تلوار کے قصاص نہیں لیا جائے، اور تلوار سے مراد کوئی بھی دھار دار ہتھیار ہے

تشریح: یہ حدیث اوپر گزر گئی ہے

ترجمہ: ۳؎ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جدھر امام شافعیؒ گئے ہیں، اگر جتنا کیا تھا اتنا ہی کرنے میں مقصد حاصل نہیں ہوا تو زیادہ وصول کرنا پڑے گا، اس لئے اس سے بچنا ضروری ہے، جیسا کہ ہڈی توڑنے میں ہوتا ہے

تشریح: یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، مثلا قاتل نے دو پتھر مار کر ہلاک کیا تھا، اب ہم قصاص میں دو پتھر مارے، لیکن قاتل اس سے نہیں مرا، تو اب اس کو قتل کرنا پڑے گا، تو اس میں برابری نہیں ہوئی، قاتل نے دو پتھر بھی کھائے، اور مزید تلوار بھی کھائی، اس لئے اس سے بچنے کے لئے سیدھا تلوار ہی سے قتل کیا جائے گا، اس کی ایک مثال ہے، ایک آدمی نے ہاتھ کی ہڈی توڑی تو

فَيَجِبُ التَّحَرُّزُ عَنْهُ كَمَا فِيْ كَسْرِ الْعَظْمِ.

(۶۳۴) قَالَ وَإِذَا قُتِلَ الْمُكَاتِبُ عَمَدًا وَلَيْسَ لَهُ وَارِثٌ إِلَّا الْمَوْلٰى وَتَرَكَ وَفَاءً فَلَهُ الْقِصَاصُ ۱؎ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَأَبِيْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، ۲؎ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ لَا أَرٰى فِيْ هٰذَا قِصَاصًا، لِأَنَّهُ اشْتَبَهَ سَبَبَ الْاِسْتِيْفَاءِ فَإِنَّهُ الْوَلَاءُ إِنْ مَاتَ حُرًّا، وَالْمِلْكُ إِنْ مَاتَ

اس میں قصاص نہیں لیا جائے گا، بلکہ دیت لی جائے گی، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہاتھ ہڈی کتنی توڑیں، اس کے توڑنے میں زیادہ اور کم ہونے کا چانس ہے، بلکہ اتنا ہی ہڈی توڑنا جتنا توڑا تھا ناممکن ہے اس لئے وہاں دیت واجب کی گئی، اسی طرح جان کے قصاص میں تلوار سے قتل کیا جائے گا تا کہ کمی زیادتی نہ ہو۔ ہاں دانت کے توڑنے میں، اور آنکھ پھوڑنے میں قصاص لیا جائے گا، کیونکہ یہاں برابری کرنا ممکن ہے، اور آیت بھی ہے

لغت: حز: کاٹنا۔ التحرز: بچنا۔ تحرز عنہ، اس سے بچنا ممکن ہے۔ کسر: توڑنا

ترجمہ: (۶۳۴) اگر مکاتب جان کر قتل کیا گیا اور اس کے لئے کوئی وارث نہ ہو آقا کے علاوہ تو آقا کے لئے قصاص لینے کا حق ہے اگر چہ مکاتب نے اتنا مال چھوڑا کہ مال کتابت ادا ہو جائے

ترجمہ: ۱؎ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک،

تشریح: مکاتب کو کسی نے جان بوجھ کر قتل کر دیا اور آقا کے علاوہ کوئی وارث نہ ہو اور مکاتب کے پاس اتنا مال ہے کہ مال کتابت ادا ہو جائے تب بھی امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک آقا کے لیے قصاص لینے کا حق باقی رہے گا۔

وجہ: یہاں مکاتب کا وارث کوئی دوسرا نہیں ہے صرف آقا ہی ہے، اس لئے مان لیا جائے کہ مکاتب نے مال ادا کیا اور آزاد ہو کر مرا تب بھی آقا ہی کو قصاص لینے کا حق ہے، کیونکہ دوسرا کوئی وارث نہیں ہے۔ اور اگر یہ مانیں کہ مال کتابت ادا نہیں کی اور غلام ہو کر مرا، تو یہ غلام آقا ہی کا ہے اس لئے بھی آقا کو قصاص لینے کا حق ہوگا

ترجمہ: ۲؎ امام محمدؒ نے فرمایا کہ میں اس میں قصاص نہیں سمجھتا ہوں، اس لئے کہ قصاص کس بنیاد پر وصول کرے گا، (مکاتب کے آزاد ہونے کی بنیاد پر، یا غلام ہونے کی بنیاد پر) یہ مشتبہ ہے، اس لئے کہ آقا کے لئے ولاء ہوگی اگر مکاتب آزاد ہو کر مرا ہے، اور مملوک ہوگا، اگر غلام ہو کر مرا ہے، اور یہ ایسا ہو گیا کہ کسی نے دوسرے سے کہا کہ، مجھے یہ باندی اتنے درہم میں بیچ دیں، آقا نے کہا کہ میں نے تم سے اس کی شادی کرادی تو اس باندی سے وطی کرنا حلال نہیں ہوگا، اس لئے کہ وطی کا سبب الگ الگ ہے، یہی حال یہاں کا ہے۔

تشریح: امام محمدؒ کی رائے ہے کہ یہاں قصاص ہوگا ہی نہیں، اس لئے کہ قصاص لینے کے اسباب الگ الگ ہیں۔ اگر یوں مان لیا جائے کہ مکاتب کے پاس مال پورا تھا اس لئے وہ آزاد ہو کر مرا ہے، اور آقا کو اس کی ولاء ملے گی، اس لئے کہ مکاتب کے وارث کو قصاص کا حق ہے، لیکن وارث نہیں ہے اس لئے مجبوراً آقا کو قصاص لینے کا حق ہے، تو آقا کے قصاص لینے کا الگ

عَبْدًا وَصَارَ كَمَنْ قَالَ لِغَيْرِهٖ بِعْتَنِیْ هٰذِهِ الْجَارِيَةَ بِكَذَا وَقَالَ الْمَوْلٰى زَوَّجْتُهَا مِنْكَ لَا يَحِلُّ لَهٗ وَطْيُهَا لِاخْتِلَافِ السَّبَبِ كَذَا هٰذَا، ۳ وَلَهُمَا أَنَّ حَقَّ الْاِسْتِيْفَاءِ لِلْمَوْلٰى بِيَقِيْنٍ عَلَى التَّقْدِيْرَيْنِ وَهُوَ مَعْلُوْمٌ، وَالْحُكْمُ مُتَّحِدٌ وَاخْتِلَافُ السَّبَبِ لَا يُفْضِیْ إِلَى الْمُنَازَعَةِ وَلَا إِلَى اخْتِلَافِ حُكْمٍ فَلَا يُبَالٰى بِهٖ، بِخِلَافِ تِلْكَ الْمَسْأَلَةِ، لِأَنَّ حُكْمَ مِلْكِ الْيَمِيْنِ يُغَايِرُ حُكْمَ النِّكَاحِ.

(۶۳۵) وَلَوْ تَرَكَ وَفَاءً وَلَهٗ وَارِثٌ غَيْرُ الْمَوْلٰى فَلَا قِصَاصَ وَإِنِ اجْتَمَعُوْا مَعَ الْمَوْلٰى، ۱ لِأَنَّهُ اشْتَبَهَ مَنْ لَهُ الْحَقُّ، لِأَنَّهُ الْمَوْلٰى إِنْ مَاتَ عَبْدًا، وَالْوَارِثُ إِنْ مَاتَ حُرًّا، إِذْ ظَهَرَ الْاِخْتِلَافُ بَيْنَ الصَّحَابَةِ

سبب ہوا۔اور اگر یوں لیا جائے کہ اس نے حقیقت میں ابھی تک مال کتابت ادا نہیں کیا ہے، اور آقا کا غلام ہو کر مقتول ہوا ہے۔ اس لئے آقا کو قصاص لینے کا حق ہے۔تو یہ الگ الگ سبب ہونے کی بنا پر کسی کو قصاص لینے کا حق ہی نہیں ہونا چاہئے

اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ زید نے عمر سے کہا کہ اپنی اس باندی کو میرے ہاتھ ایک ہزار درہم کے بدلے بیچ دیں۔عمر آقا نے کہا کہ میں اس باندی سے تمہارا نکاح کرا دیتا ہوں۔تو یہاں دو سبب سے وطی کرنا حلال ہے۔نکاح کے سبب سے، اور خرید نے کے سبب سے۔لیکن اسباب میں اختلاف کی وجہ سے مسئلہ یہ ہے کہ زید ابھی اس باندی سے وطی نہیں کر سکتا ہے۔اسی طرح یہاں قصاص کے اسباب کے اختلاف سے قصاص نہیں لے سکتا ہے

ترجمہ: ۳ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں یقینی طور پر آقا کو ہی قصاص لینے کا حق ہے، اور وہ معلوم بھی ہے، اور حکم بھی ایک ہی، اور یہاں سبب کے اختلاف سے جھگڑا نہیں ہوگا، اور نہ حکم میں اختلاف ہوگا، اس لئے سبب کے مختلف ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا، بخلاف باندی کے نکاح کے مسئلے کے، اس لئے کہ وہاں باندی کا مالک ہو کر وطی کرنے کا حکم اور ہے (آقا پر باندی کی قیمت واجب ہوگی) اور نکاح سے وطی کا حکم الگ ہے (کہ اس سے مہر واجب ہو گا) اس لئے وطی نہیں کر سکتا ہے

تشریح: امام ابو حنیفہ اور ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ چاہے مکاتب غلام ہو کر مرے، یا آزاد ہو کر مرے، دونوں صورتوں میں آقا ہی کو قصاص لینے کا حق ہے، اور سبب کے اختلاف سے جھگڑا ابھی نہیں ہوگا، اس لئے قصاص لیا جائے گا۔اور امام محمدؒ نے جس مسئلے سے استدلال کیا وہاں سبب کے اختلاف سے جھگڑا ہے، مثلا اگر بیچنا صحیح ہوا، اور باندی مان کر وطی کی تو وطی کرنے والے پر باندی کی قیمت واجب ہوگی، کیونکہ یہ باندی اس کی ہوگئی۔اور اگر نکاح کے طور پر وطی کی تو اس پر مہر لازم ہوگا، تو یہاں اسباب کے اختلاف سے بہت بڑا اختلاف ہے اس لئے وطی کرنا جائز نہیں ہوگا

ترجمہ: (۶۳۵) اور اگر مال کتابت ادا کرنے کے لئے مال چھوڑا اور اس کے وارث آقا کے علاوہ ہے تو ان کے لئے قصاص کا حق نہیں ہے اگر چہ وہ آقا کے ساتھ مل کر مطالبہ کریں۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ قصاص کا حق کس کا ہے یہ مشتبہ ہو گیا، اس لئے کہ اگر مکاتب غلام بن کر مرا ہے تب تو آقا کا حق

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فِيْ مَوْتِهِ عَلٰى نَعْتِ الْحُرِّيَّةِ أَوِ الرِّقِّ، بِخِلَافِ الْأُوْلٰى، لِأَنَّ الْمَوْلٰى مُتَعَيَّنٌ فِيْهَا.

(۶۳۶) وَإِنْ لَمْ يَتْرُكْ وَفَاءً وَلَهُ وَرَثَةٌ أَحْرَارٌ وَجَبَ الْقِصَاصُ لِلْمَوْلٰى فِيْ قَوْلِهِمْ جَمِيْعًا، ل لِأَنَّهُ مَاتَ عَبْدًا بِلَا رَيْبٍ لِإِنْفِسَاخِ الْكِتَابَةِ، ۲ بِخِلَافِ مُعْتَقِ الْبَعْضِ إِذَا مَاتَ وَلَمْ يَتْرُكْ وَفَاءً، لِأَنَّ

ہے،اور اگر آزاد ہوکر قتل ہوا ہے تب قصاص کا حق مکاتب کے وارث کا ہے۔(اس اشتباہ کی وجہ سے کسی کو بھی قصاص لینے کا حق نہیں ہوگا)،اور صحابہؓ کے درمیان بھی اس کے موت میں اختلاف ہوا ہے، کہ آزاد مرا ہے یا غلام،بخلاف پہلے مسئلے کے کہ وہاں قصاص کے لئے آقا ہی متعین ہے

تشریح: مکاتب کو کسی نے جان بوجھ کر قتل کیا۔اور مکاتب کی حالت یہ تھی کہ مال کتابت ادا کرنے کے لئے پورا مال چھوڑا تھا۔اور آقا کے علاوہ دوسرے لوگ ان کے ورثہ موجود تھے اس صورت میں نہ آقا قصاص لے سکے گا اور نہ ورثہ قصاص لے سکیں گے۔ بلکہ قصاص ساقط ہوکر دیت لازم ہوگی۔

وجہ: (۱) یہاں آقا قصاص لے یا وارث قصاص لے اس میں شبہ ہوگیا ہے،اور شبہ سے قصاص ساقط ہوجاتا ہے،اس لئے یہاں قصاص ساقط ہوجائے گا (۲) صحابہ میں اختلاف کی ایک جھلک یہ ہے۔ قَالَ: بَعَثَ عَلِيٌّ مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي بَكْرٍ عَلَى مِصْرَ، فَكَتَبَ إِلَيْهِ يَسْأَلُهُ عَنْ مُكَاتَبٍ مَاتَ وَتَرَكَ مَالًا وَوَلَدًا، فَكَتَبَ يَأْمُرُ فِي الْكِتَابِ: »إِنْ كَانَ تَرَكَ وَفَاءً لِمُكَاتَبَتِهِ يَدَّعِي مَوَالِيهِ فَيَسْتَوْفُونَ، وَمَا بَقِيَ كَانَ مِيرَاثًا لِوَلَدِهِ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی مکاتب مات و ترک ولدا احرارا، نمبر ۲۱۵۱۱)اس قول صحابی میں ہے کہ مال کتابت پوری ہوتو اس کو ادا کی جائے گی،اور گویا کہ وہ آزاد مرا ہے

ترجمہ: (۶۳۶) اور اگر مکاتب نے اتنا مال نہیں چھوڑا کہ مال کتابت پورا ہوجائے،اور اس کے آزاد وارث ہیں تو سب ائمہ کے قول میں آقا کے لئے قصاص ہوگا

ترجمہ: ل اس لئے کہ کتابت فسخ ہونے کی وجہ سے بلا شبہ وہ غلام ہوکر مرا ہے

تشریح: یہاں مکاتب کے لئے وارث تو ہے،لیکن مال کتابت ادا کرنے کے لئے مال چھوڑ کر مکاتب کا قتل نہیں ہوا ہے، اس لئے وہ آقا کا غلام ہوکر قتل کیا گیا ہے،اس لئے آقا کو ہی قصاص لینے کا حق ہے۔

ترجمہ: ۲ بخلاف ایسا غلام جس کا بعض حصہ آزاد کیا گیا ہو،اور اس نے سعی کے مطابق مال نہیں چھوڑا ہوا اور قتل کیا گیا ہو (تو قصاص نہیں لیا جائے گا)اس لئے کہ جو بعض آزاد کیا گیا ہے وہ عاجزی کی وجہ سے فسخ نہیں ہوگا

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ آدھا آزاد کیا ہوا بھی لوٹ کر غلامیت کی طرف نہیں جائے گا،وہ آزاد ہی رہے گا

تشریح: ایک غلام زید اور عمر کے درمیان آدھا آدھا تھا،زید نے اپنا حصہ آزاد کردیا،ابھی عمر کے لئے غلام کو کما کر دینا تھا کہ کسی نے غلام کو قتل کردیا،اور غلام کے پاس کمایا ہوا مال اتنا نہیں ہے کہ عمر کو مال ادا کرکے آزاد ہوجائے،تو اس غلام کا قصاص

الْعِتقَ فِی الْبَعْضِ لَا یَنفَسِخُ بِالْعِجزِ.

(۶۳۷) وَإِذَا قُتِلَ عَبْدُ الرَّھْنِ فِیْ یَدِ الْمُرْتَھِنِ لَمْ یَجِبِ الْقِصَاصُ حَتّٰی یَجْتَمِعَ الرَّاھِنُ وَالْمُرْتَھِنُ، لِأَنَّ الْمُرْتَھِنَ لَا مِلْکَ لَہُ فَلَا یَلِیْہِ، وَالرَّاھِنُ لَوْ تَوَلَّاہُ لَبَطَلَ حَقُّ الْمُرْتَھِنِ فِی الدَّیْنِ فَیُشْتَرطُ اجْتِمَاعُھُمَا لِیَسْقُطَ حَقُّ الْمُرْتَھِنِ بِرَضَاہِ.

(۶۳۸) قَالَ وَإِذَا قُتِلَ وَلِیُّ الْمَعْتُوْہِ فَلِأَبِیْہِ أَنْ یَّقْتُلَ لِأَنَّہُ مِنَ الْوِلَایَۃِ عَلَی النَّفْسِ شُرِعَ لِأَمْرٍ

نہیں لیا جائے گا

وجـــہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ اس غلام کا آدھا حصہ آزاد ہے، وہ دوبارہ غلام نہیں بن سکتا، کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جو حصہ آزاد ہو گیا ہو عاجز ہونے کے باوجود وہ دوبارہ غلام نہیں بنتا ہے۔ اور جس حصے کی ادائیگی کرنی تھی اس کا مال نہیں چھوڑا ہے، اس لئے وہ حصہ غلام ہے، اب اس غلام میں آدھا آزاد ہے اور آدھا غلام ہے، اس لئے اس شبہ کی وجہ سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ دیت واجب ہوگی

ترجمہ: (۶۳۷) اگر قتل کر دیا جائے رہن کا غلام تو قصاص واجب نہیں ہوگا یہاں تک کہ راہن اور مرتہن دونوں جمع ہو جائیں۔

ترجمہ: لے اس لئے کہ غلام پر مرتہن کی ملکیت نہیں ہے، اس لئے وہ قصاص نہیں لے سکتا ہے، اور راہن قصاص لے لے تو مرتہن نے جو قرض دیا ہے، اس میں اس کا حق ختم ہو جائے گا، اس لئے دونوں کا جمع ہونا شرط ہے، تا کہ مرتہن کی رضامندی سے اس کا حق ساقط ہو جائے (اور راہن اپنے غلام کا قصاص لے لے)

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ قصاص سے جس کا حق متأثر ہوتا ہو اس کا راضی ہونا بھی ضروری ہے۔

تشـــریـــح: مثلا زید غریب راہن کا غلام عمر مالدار مرتہن کے پاس تھا۔ اس درمیان غلام قتل عمد میں مارا گیا جس کی وجہ سے اس کا قصاص لینا تھا تو راہن اور مرتہن دونوں جمع ہو جائیں۔ اور مرتہن کہے کہ میں تمہارے قصاص لینے پر راضی ہوں تب قصاص لیا جائے گا

وجہ: مرتہن تو اس لئے قصاص نہیں لے سکتا کہ اس کا غلام نہیں ہے غلام تو راہن کا ہے۔ اور راہن تنہا قصاص نہیں لے سکتا کہ اس سے مرتہن کا حق ضائع ہوگا، کیونکہ مرتہن اپنے پیسے کے بدلے میں غلام کو اپنے پاس رکھے ہوئے تھا، کیونکہ اگر دیت لی جائے تو مرتہن کو بھی کچھ ملے گی اس لئے مرتہن اس بات پر راضی ہو کہ میں اپنا حق ساقط کرتا ہوں آپ قصاص لے لیں تب راہن قصاص لے سکتا ہے۔ اس لئے راہن اور مرتہن دونوں کا جمع ہونا ضروری ہے۔

ترجمہ: (۶۳۸) پاگل کی ولایت میں ایک آدمی ہو اس کو کسی نے قتل کر دیا، تو پاگل کے باپ کو حق ہے کہ قاتل کو قصاصا قتل کر دے

ترجمہ: لے اس لئے کہ پاگل کے باپ کو خود پاگل کی ذات پر ولایت ہے، اس لئے کہ ذات کی طرف لوٹنے والے امر کی وجہ سے یہ مشروع ہے، اور وہ ہے دل کی تشفی، اس لئے باپ کی طرف قصاص کا حق لوٹے گا، جیسے معتوہ کا نکاح کرانا باپ کا حق ہے

لغت: ولایت علی النفس: ذات پر ولایت حاصل ہونا۔ شرع لامر راجع الیھا: یہ ایک مبہم جملہ ہے، اس کا ترجمہ ہے دل

رَاجِعِ إِلَيْهَا وَهُوَ تَشْفِي الصَّدْرِ فَيَلِيْهِ كَالْإِنْكَاحِ.
(۶۳۹) وَلَهُ أَنْ يُصَالِحَ اِ لِأَنَّهُ أَنْظَرُ فِيْ حَقِّ الْمَعْتُوهِ، وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَعْفُوَ لِأَنَّ فِيْهِ إِبْطَالُ حَقِّهِ.
(۶۴۰) وَكَذٰلِكَ إِنْ قُطِعَتْ يَدُ الْمَعْتُوهِ عَمَدًا لِمَا ذَكَرْنَا.
(۶۴۱) وَالْوَصِيُّ بِمَنْزِلَةِ الْأَبِ فِيْ جَمِيْعِ ذٰلِكَ إِلَّا أَنَّهُ لَا يَقْتُلُ، اِ لِأَنَّهُ لَيْسَ لَهُ وِلَايَةٌ عَلٰى نَفْسِهِ،

کوتشفی دینے کے لئے قصاص کا حق باپ کو دیا گیا ہے

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ باپ قصاص نہیں لے سکتا ہو تو دادا کو قصاص لینے کا حق ہوگا، تا کہ پوتے کا حق ضائع نہ ہو جائے

تشریح: مثلا زید کا بیٹا عمر ہے، جو معتوہ، یعنی بہت پاگل بھی نہیں ہے، لیکن پاگل جیسا کم عقل ہے۔ اس کا بیٹا ساجد ہے، کسی اجنبی نے ساجد کو قتل کر دیا، اب عمر تو پاگل ہے اس لئے وہ قصاص نہیں لے سکتا ہے، اس لئے پاگل کے باپ زید کو یہ حق ہے کہ ساجد کا قصاص لے، یا پھر دیت لے، دادا قصاص اور دیت کو معاف نہیں کر سکتا ہے، کیونکہ اس میں مرنے والے کا حق ضائع ہو گا، اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ باپ پاگل ہونے کی وجہ سے بچی کا نکاح دادا کرائے گا، اور دادا کو نکاح کرانے کا حق ہوگا، اسی طرح قصاص میں ہوگا۔

وجہ: قاعدہ یہ ہے کہ باپ قصاص نہیں لے سکتا ہے تو یہ حق دادا کی طرف لوٹتا ہے، تا کہ پوتے کا حق ضائع نہ ہو جائے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ پاگل کے باپ کو پاگل کے نفس اور ذات پر ولایت حاصل ہو جاتی ہے

ترجمہ: (۶۳۹) پاگل کے باپ کو دیت پر صلح کرنے کا حق ہے

ترجمہ: اِ اس لئے کہ پاگل کے حق میں یہ فائدہ مند ہے (کہ اس کو پیسہ مل جائے گا)۔ لیکن باپ کو دیت معاف کرنے کا حق نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں پاگل کا نقصان ہے

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: (۶۴۰) ایسے ہی اگر جان کر پاگل کا ہاتھ کاٹ دیا ہو تو باپ کو اس کے قصاص لینے کا حق ہے

ترجمہ: اِ اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے ذکر کیا (کہ باپ کو پاگل کے نفس پر ولایت ہے)

تشریح: پاگل کا ہاتھ کسی نے جان کر کاٹ دیا تو پاگل کم عقل ہونے کی وجہ سے اس کا قصاص نہیں لے سکتا ہے، لیکن پاگل کے باپ کو یہ حق ہوگا کہ بیٹے کا قصاص لے، یا کاٹنے والے سے ہاتھ کی دیت لے، البتہ باپ دیت معاف، یا قصاص معاف کرنا چاہے تو اس اختیار نہیں ہوگا، کیونکہ اس میں پاگل کا نقصان ہوگا، اور یہ ولایت نظری ہے، یعنی فائدہ دینے کے لئے ہے

ترجمہ: (۶۴۱) معتوہ کے بارے میں ان تمام احکام میں وصی باپ کے درجے میں ہے، مگر وہ قاتل کو قتل نہیں کر سکتا ہے

ترجمہ: اِ اس لئے کہ وصی کو پاگل کے نفس پر ولایت نہیں ہے، اور قتل کرنا اسی ذات پر ولایت کے قبیل سے ہے

وَهٰذَا مِنْ قَبِيْلِهٖ، ۲ وَيَنْدَرِجُ تَحتَ هٰذَا الْإِطْلَاقِ الصُّلُحُ عَنِ النَّفْسِ وَاسْتِيْفَاءُ الْقِصَاصِ فِي الطَّرْفِ فَإِنَّهُ لَمْ يُسْتَثْنَ إِلَّا الْقَتْلَ. ۳ وَفِي كِتَابِ الصُّلْحِ أَنَّ الْوَصِيَّ لَا يَمْلِكُ الصُّلْحَ، لِأَنَّهُ تَصَرَّفٌ فِي النَّفْسِ بِالْاِعْتِيَاضِ عَنْهُ فَيَنْزِلُ مَنْزِلَةَ الْاِسْتِيْفَاءِ، وَوَجْهُ الْمَذْكُورِ هٰهُنَا أَنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنَ الصُّلْحِ

تشریح: پاگل کا باپ نہیں ہے، بلکہ باپ نے جس کو پاگل کا وصی بنایا تھا، تو یہ وصی بھی۔ا۔قتل کے بدلے دیت لینے، ۔۲۔عضو کا قصاص لینے میں، ۔۳۔ یا عضو کی دیت لینے میں باپ کے درجے میں ہے، وہ یہ تینوں کام کر سکتے ہیں۔ البتہ چوتھا کام، یعنی قصاص میں قتل نہیں کر سکتا ہے

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ ذات کے قصاص میں قتل کرنے کا حق صرف اس کو ہے جس کو پاگل کی ذات پر ولایت ہو، اور وصی کو ذات پر ولایت نہیں ہے اس لئے وہ قصاص نہیں لے سکتا ہے۔ البتہ ذات کی دیت لینے کا، یا عضو کا قصاص لینے کا حق ہوگا، معاف کرنے کا حق اس لئے نہیں ہوگا کہ اس میں پاگل کا نقصان ہے، اور یہ ولایت فائدہ دینے کے لئے ہے، نقصان دینے کے لئے نہیں ہے

ترجمہ: ۲ وصی کے اس حکم کے اطلاق میں یہ بھی داخل ہے کہ قتل کے بدلے میں مال پر صلح کرلے، عضو کا قصاص لے، اس لئے کہ متن میں صرف قتل کا استثنی کیا ہے

تشریح: وصی صرف قتل نہیں کر سکتا ہے۔ا۔ باقی قتل کے بدلے مال پر صلح کرلے ۔۲۔عضو کے قصاص میں عضو کاٹے ۔۳۔ عضو کے بدلے مال پر صلح کرلے، یہ تینوں کام کر سکتے ہیں

ترجمہ: ۳ جامع صغیر کے کتاب الصلح میں عبارت یہ ہے کہ وصی قصاص کے بدلے میں صلح کا بھی مالک نہیں ہے، اس لئے کہ یہ بھی بدلہ لیکر نفس میں تصرف کرنا ہے، اس لئے اس کو قصاص وصول کرنے کے درجے میں اتار دیا گیا ہے (اور وصی نفس کی ولایت نہیں رکھتا ہے، اس لئے اس کے بدلے میں صلح بھی نہیں کر سکتا ہے)، لیکن متن میں جو ذکر ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ صلح کا مقصد مال لینا ہے، اور وصی کے عقد سے مال حاصل ہو سکتا ہے، جیسے باپ کے عقد سے مال حاصل ہو سکتا ہے (، اس لئے وصی کو مال پر صلح کرنے کا اختیار ہوگا)

تشریح: یہاں سے متن کی عبارت میں اور جامع صغیر کی عبارت میں فرق بیان کرنا ہے۔۔ یہاں متن میں یہ ہے کہ وصی قصاص تو نہیں لے سکتا ہے، لیکن قصاص کے بدلے میں مال پر صلح کر سکتا ہے۔ اور جامع صغیر کی عبارت میں ہے کہ مال کے بدلے میں صلح بھی نہیں کر سکتا ہے

جامع صغیر کی عبارت یہ ہے۔ وَذَكَرَ فِي كتاب الصُّلح أنه لا يملك الصُّلح فِي النَّفس لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الاِسْتِيفَاء وَذَكَرَ هَهُنَا أَنه يملك وَهُوَ رِوَايَة كتاب الدِّيَات لِأَن الْمَقْصُود من الصُّلح مَنْفَعَة المَال وَذَلِكَ

الْـمَالُ وَأَنَّهُ يَجِبُ بِعَقْدِهِ كَمَا يَجِبُ بِعَقْدِ الْأَبِ ۴ بِخِلَافِ الْقِصَاصِ، لِأَنَّ الْمَقْصُودَ التَّشَفِّيُ وَهُوَ مُخْتَصٌّ بِالْأَبِ، ۵ وَلَا يَـمْلِكُ الْعَفْوَ، لِأَنَّ الْأَبَ لَا يَمْلِكُهُ لِمَا فِيهِ مِنَ الْإِبْطَالِ فَهُوَ أَوْلٰى،۶ وَقَالُوا الْقِيَاسُ أَنْ لَّا يَمْلِكَ الْوَصِيُّ الِاسْتِيفَاءَ فِي الطَّرْفِ كَمَا لَا يَمْلِكُهُ فِي النَّفْسِ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ مُتَّحِدٌ وَهُوَ التَّشَفِّيُ، وَفِي الِاسْتِحْسَانِ يَمْلِكُهُ لِأَنَّ الْأَطْرَافَ يُسْلَكُ بِهَا مَسْلَكَ الْأَمْوَالِ فَإِنَّهَا خُلِقَتْ

حَاصِل (جامع صغیر، باب الشہادۃ فی القتل، ص ۴۹۵) اس عبارت میں ہے کہ وصی قصاص کا صلح مال پر نہیں کرسکتا ہے

وجه: جامع صغیر میں جو کہا کہ وصی قصاص کی صلح مال پر نہیں کرسکتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ذات کے بدلے میں مال لینا، گویا کہ ذات کو ہی لینا ہے، اور وصی ذات پر ولایت نہیں رکھتا، اس لئے اس کے بدلے مال بھی نہیں لے سکتا ہے۔ اور متن میں جو کہا کہ وصی مال پر صلح کرسکتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے پاگل کا باپ مال کا عقد کرے تو پاگل کے لئے مال لے سکتا ہے، اور اس بارے میں وصی باپ کے درجے میں ہے، اس لئے وصی نفس کے بدلے میں مال لے تو وہ یہ کرسکتا ہے، اور یہاں دیت لیکر پاگل کا بڑا فائدہ ہے، اس لئے وصی پاگل کے لئے فائدے کا کام کرسکتا ہے، متن کی عبارت کی یہ دلیل ہے۔

ترجمه: ۴ بخلاف وصی قصاص نہیں لے سکتا ہے، اس لئے کہ قصاص کا مقصد دل کی تشفی ہے، اور یہ دل کی تشفی باپ کے ساتھ خاص ہے (اس لئے وصی قصاص نہیں لے سکتا ہے)

تشريح: وصی قصاص اس لئے نہیں لے سکتا ہے کہ قصاص دل کی تشفی کے لئے لیا جاتا ہے۔ اور دل کی تشفی کا حق صرف باپ کو ہے اس لئے ولی قصاص نہیں لے سکتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ قصاص وہ لے گا جسکو پاگل کے نفس پر ولایت ہو، اور وصی کو پاگل کے نفس پر ولایت نہیں ہے اس لئے وصی پاگل کے لئے قصاص نہیں لے سکتا ہے

ترجمه: ۵ اور وصی دیت معاف بھی نہیں کرسکتا ہے، اس لئے کہ باپ بھی معاف نہیں کرسکتا ہے، کیونکہ اس میں پاگل کے حق کو باطل کرنا ہے تو وصی کیسے معاف کرے گا،

تشريح: واضح ہے

ترجمه: ۶ علماء نے فرمایا کہ وصی عضو کا قصاص بھی نہیں لے سکتا ہے جیسے نفس کا قصاص نہیں لے سکتا ہے، اس لئے کہ دونوں کا مقصد ایک ہی دل کی تشفی ہے، لیکن استحسان میں ہے کہ عضو کا قصاص لے سکتا ہے، اس لئے اعضاء مال کے درجے میں ہے، اس لئے کہ اعضاء مال کی طرح جان کی حفاظت کے لئے پیدا کیا گیا ہے، جیسا کہ معلوم ہوا ہے، اس لئے اعضاء میں قصاص وصول کرنا گویا کہ مال میں تصرف کرنا ہے (اس لئے وصی اعضاء کا قصاص لے سکتا ہے)

تشريح: کچھ علماء نے فرمایا کہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ وصی اعضا کا قصاص بھی نہیں لے سکتا ہے، کیونکہ یہ بھی دل کی تشفی پر مدار ہے، یا نفس پر ولایت ہو تب قصاص لے سکتا ہے اور وصی کو نفس پر ولایت نہیں ہے، اس لئے اطراف، یعنی عضو کا قصاص

وِقَـايَةً لِلْأَنْـفُـسِ كَـالْـمَـالِ عَلٰى مَا عُرِفَ فَكَانَ اسْتِيْفَاؤُهُ بِمَنْزِلَةِ التَّصَرُّفِ فِي الْمَالِ، ۷ وَالصَّبِيُّ بِـمَنْزِلَةِ الْمَعْتُوْهِ فِيْ هٰذَا، ۸ وَالْـقَـاضِيْ بِمَنْزِلَةِ الْأَبِ فِي الصَّحِيْحِ، أَلَا تَرٰى أَنَّ مَنْ قُتِلَ وَلَا وَلِيَّ لَهُ يَسْتَوْفِيْهِ السُّلْطَانُ، وَالْقَاضِيْ بِمَنْزِلَتِهِ فِيْهِ.

(۶۴۲) قَالَ وَمَـنْ قُتِلَ وَلَهُ أَوْلِيَاءُ صِغَارٌ وَكِبَارٌ فَلِلْكِبَارِ أَنْ يَّقْتُلُوْا الْقَاتِلَ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَقَالَا لَيْسَ لَهُـمْ ذٰلِكَ حَتّٰى يُدْرِكَ الصِّغَارُ، ۱ لِأَنَّ الْـقِـصَـاصَ مُشْتَرَكٌ بَيْنَهُمْ وَلَا يُمْكِنُ اسْتِيْفَاءُ الْبَعْضِ لِـعَـدَمِ التَّـجَـزِّيْ وَفِـي اسْتِيْـفَـائِهِمُ الْكُلَّ إِبْطَالُ حَقِّ الصِّغَارِ فَيُؤَخَّرُ إِلٰى إِدْرَاكِهِمْ كَمَا إِذَا كَانَ بَيْنَ

نہیں لے سکتا ہے، لیکن استحسان کا تقاضہ یہ ہے کہ عضو کا قصاص لے سکتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ عضو جان کی حفاظت کے لئے ہے، جیسے مال جان کی حفاظت کے لئے ہوتا ہے، اور وصی مال کا عقد کر سکتا ہے، اس لئے عضو کا قصاص بھی لے سکتا ہے

ترجمہ: ۷ اور بچہ قصاص لینے میں پاگل کی طرح ہے

تشریح: یعنی پاگل کے عضو کا قصاص وصی لیتا ہے، تو بچے کے عضو کا قصاص وصی لیگا، اگر اس کا باپ نہ ہو

ترجمہ: ۸ اور صحیح روایت یہی ہے کہ قاضی باپ کے درجے میں ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ کوئی قتل کیا گیا ہے اور اس کا کوئی ولی نہ ہو تو سلطان اس کا قصاص لیتا ہے، اور قاضی اس میں سلطان کے درجے میں ہوتا ہے

تشریح: کوئی قتل ہو جائے، اور اس کا کوئی ولی نہ ہو تو قصاص لے، تو اس کا قصاص سلطان لیتا ہے، اور قاضی سلطان کی جگہ میں ہوتا ہے، جس سے پتہ چلا کہ قاضی باپ کے درجے میں ہوتا ہے

ترجمہ: (۶۴۲) کوئی آدمی قتل ہوا، اس کے ولیوں میں نابالغ بھی ہیں اور بالغ بھی ہیں، تو بڑے کو یہ حق ہے کہ قاتل کو قتل کر دے، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک، اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ جب تک چھوٹے بالغ نہ ہو جائیں بڑے قصاص نہ لیں

ترجمہ: ۱ وہ اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ قصاص سب کا حصہ ہے، اور چونکہ قصاص کا ٹکڑا نہیں ہوتا، اس لئے بعض ٹکڑے کو وصول نہیں کر سکتے ہیں، اور بڑا آدمی کل وصول کر لے تو اس میں چھوٹے کا حق باطل ہوگا، اس لئے ان کے بالغ ہونے تک موخر کیا جائے، جیسے مقتول دو بڑوں کے درمیان ہو اور اس میں سے ایک غائب ہو (تو موخر کیا جاتا ہے) یا دو آقاؤں کے درمیان غلام ہو جسکو قتل کیا گیا ہو، اور اس میں ایک آقا بڑا ہو اور دوسرا نابالغ ہو (تو قصاص موخر کیا جاتا ہے، اسی طرح یہاں بھی موخر کیا جائے گا)

اصول: یہاں امام ابو حنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ ہر ولی اپنے طور پر پورا پورا قصاص لینے کا حق رکھتا ہے

اصول: صاحبینؒ کا اصول یہ ہے کہ تمام ولی مل کر قصاص وصول کر سکتے ہیں، تنہا تنہا نہیں، اس لئے نابالغ ولی جب تک بالغ نہ ہو جائے قصاص نہیں لیا جائے گا

الْكَبِيرَيْنِ وَأَحَدُهُمَا غَائِبٌ أَوْ كَانَ بَيْنَ الْمَوْلَيَيْنِ، ۲ وَلَهُ أَنَّهُ حَقٌّ لَا يَتَجَزّٰى لِثُبُوتِهِ بِسَبَبٍ لَا يَتَجَزّٰى وَهُوَ الْقَرَابَةُ، وَاحْتِمَالُ الْعَفْوِ مِنَ الصَّغِيرِ مُنْقَطِعٌ فَيَثْبُتُ لِكُلٍّ وَاحِدٍ كَمُلًا كَمَا فِي وِلَايَةِ الْانْكَاحِ، ۳ بِخِلَافِ الْكَبِيرَيْنِ لِأَنَّ احْتِمَالَ الْعَفْوِ مِنَ الْغَائِبِ ثَابِتٌ، ۴ وَمَسْأَلَةُ الْمَوْلَيَيْنِ مَمْنُوعَةٌ.

تشریح: زید قتل ہوا اس کے ولی میں نابالغ بھی ہے اور بالغ بھی ہے، تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بالغ ولی ابھی قصاص لے سکتا ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک نابالغ ولی بالغ ہو جائے تب جا کر مل کر قصاص لیں گے

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ قصاص کا ٹکڑا نہیں ہوتا ہے، وہ مشترک ہے، اب اگر بالغ نے قصاص لے لیا تو نابالغ کا حق رہ جائے گا اس لئے اس کے بالغ ہونے تک قصاص موخر کیا جائے گا۔ اس کی دو مثالیں دے رہے ہیں۔ ا۔ پہلی مثال یہ ہے کہ دونوں ولی بڑے ہوں اور ایک ان میں سے غائب ہو تو جب تک غائب آنہ جائے قصاص نہیں لیا جا سکتا ہے، اسی طرح یہاں جب تک نابالغ بالغ نہ ہو جائے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ ۲۔ دوسری مثال یہ ہے کہ ایک غلام ہے اس کا ایک آقا بالغ ہے اور دوسرا نابالغ ہے، اور وہ غلام قتل ہوا تو یہاں بھی یہی مسئلہ ہے کہ نابالغ جب تک بالغ نہ ہو جائے تب تک قصاص نہیں لیا جائے گا، اسی طرح یہاں رشتہ دار میں بھی ہوگا کہ جب تک بالغ نہ ہو جائے، قصاص نہیں لیا جائے گا۔

ترجمہ: ۲ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ قصاص لینا ایسا حق ہے کہ اس کا ٹکڑا نہیں ہو سکتا ہے، کیونکہ ایسے سبب سے ثابت ہوا ہے جو ٹکڑا نہیں ہو سکتا ہے، اور وہ قرابت ہے، اور چھوٹے بچے میں قصاص معاف کرنے کا احتمال منقطع ہے، اس لئے پورا قصاص ایک ہی بڑے کے لئے ثابت ہوگا، جیسے نکاح کرانے میں ہوتا ہے (کہ صرف بڑے کو نکاح کرانے کا حق مل جاتا ہے)

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ جو ولی چھوٹا ہے، وہ ابھی قصاص معاف نہیں کر سکتا ہے، اور کرے گا بھی تو اس کا اعتبار نہیں ہے، اس لئے قصاص کا پورا حق بڑے کو مل گیا ہے، اس لئے وہ قصاص لے گا، اور نابالغ کے بڑے ہونے تک کا انتظار نہیں کیا جائے گا، جیسے نکاح کرانے کے دو ولی ہوں نابالغ اور بالغ، تو بالغ کو نکاح کرانے کا حق مل جاتا ہے، اور نابالغ کے بالغ ہونے کا انتظار نہیں کیا جاتا ہے، ویسے ہی یہاں قصاص میں بھی ہوگا

ترجمہ: ۳ بخلاف اگر قصاص کے لئے دو ولی بڑے ہوں (تو دوسرے کے بغیر قصاص نہیں لیا جائے گا) کیونکہ غائب ولی سے معاف کرنے کا احتمال ثابت ہے،

تشریح: مقتول کے دو بڑے ولی ہیں، اور ایک غائب ہے تو جب تک غائب ولی آنہ جائے قصاص نہیں لیا جائے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ بڑے ولی کا قصاص معاف کرنا جائز ہے، تو یہ احتمال ہے کہ وہ معاف کر دیں گے، اور قصاص نہیں لیا جائے گا، اس احتمال کی بنیاد قصاص موخر کیا جائے گا۔

ترجمہ: ۴ اور غلام کے دو آقا قصاص کے لئے ہوں تو وہاں قصاص نہیں لیا جائے گا، یہ بات ہمیں تسلیم نہیں ہے

(۶۴۳) قَالَ وَمَنْ ضَرَبَ رَجُلًا بِمرٍّ فَقَتَلَهُ فَإِنْ أَصَابَهُ بِالْحَدِيْدِ قُتِلَ بِهِ وَإِنْ أَصَابَهُ بِالْعُوْدِ فَعَلَيْهِ الدِّيَةُ، لِ قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهٰذَا إِذَا أَصَابَهُ بِحَدِّ الْحَدِيْدِ لِوُجُوْدِ الْجَرْحِ فَكَمُلَ السَّبَبُ، وَإِنْ أَصَابَهُ بِظَهْرِ الْحَدِيْدِ فَعِنْدَهُمَا يَجِبُ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ اِعْتِبَارًا مِنْهُ لِلْاٰلَةِ وَهُوَ الْحَدِيْدُ، وَعَنْهُ إِنَّمَا يَجِبُ إِذَا جَرَحَ وَهُوَ الْأَصَحُّ عَلٰى مَا نُبَيِّنُهُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

تشریح: یہ امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے صاحبینؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ ایک غلام کے دو آقا ہوں ایک بڑا اور دوسرا چھوٹا، اور غلام قتل ہوا ہو تو وہاں چھوٹے آقا کے بالغ ہونے تک قصاص موخر کیا جاتا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ہم نہیں مانتے، ہمارا مسلک وہاں بھی یہی ہے کہ بڑا آقا قصاص لے گا، چھوٹے کے بالغ ہونے کا انتظار نہیں کیا جائے گا، اس لئے اس مسئلے سے ہم پر استدلال نہیں کیا جا سکتا ہے

ترجمہ: (۶۴۳) کسی نے کسی آدمی کو پھاوڑے (کدال) سے مارا اور اس کو قتل کر دیا، تو اگر کدال کے لوہے کا حصہ لگا اور اس سے مر گیا تو قصاص لیا جائے گا۔ اور اگر لکڑی کا حصہ لگا تو قاتل پر دیت ہے

ترجمہ: لے صاحب ھدایہ فرماتے ہیں کہ یہ قصاص اس وقت ہے جبکہ لوہے کا دھار دار حصے سے مرا ہو، کیونکہ زخم پایا گیا اور قتل کا پورا سبب پایا گیا ہے، اور اگر لوہے کی پیٹھ کا حصہ لگا اور مرا تو صاحبینؒ کے نزدیک پھر بھی قصاص ہوگا، اور امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت بھی یہی ہے، کیونکہ لوہے کا آلہ پایا گیا ہے، اور امام ابوحنیفہؒ کی دوسری روایت یہ ہے کہ لوہے کی پیٹھ کا حصہ لگا اور زخمی بھی ہوا پھر مرا تو قصاص واجب ہوگا، صحیح بات یہی ہے، اس کو ان شاء اللہ بعد میں ذکر کریں گے

تشریح: کسی نے کدال سے کسی کو مارا اور وہ مر گیا تو اس کی چار صورتیں ہیں

کھیت میں کام کرنے، اور مٹی کھودنے کے ایک آلہ ہوتا ہے جس کو کدال، اور پھاوڑا کہتے ہیں، یہ تلوار کی طرح مارنے کا ہتھیار نہیں ہے، اس پھاوڑے میں اگلے حصے میں لوہا لگا ہوتا ہے اور پچھلے حصے میں لکڑی لگی ہوتی ہے۔ پھر لوہے والے حصے کی ایک جانب دھار دار ہوتی ہے اور دوسری جانب دھار دار نہیں ہوتی۔ ۱۔ اس لئے اگر لکڑی والا حصہ لگا، اور مر گیا تو چونکہ لوہے سے قتل نہیں ہوا اس لئے قتل عمد نہیں پایا گیا اس لئے بالاتفاق اس میں قصاص واجب نہیں ہوگا بلکہ دیت واجب ہوگی ۔۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ پھاوڑے کے لوہے کا حصہ لگا، لیکن لوہے میں دھار کا حصہ نہیں لگا، بلکہ پچھلا حصہ لگا، اس بارے میں صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ لوہا لگا ہے اس لئے قتل عمد ہوا اس لئے اس پر قصاص لازم ہوگا۔ اور امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ دھار دار حصہ نہیں لگا، اور پھاوڑا قتل کا ہتھیار بھی نہیں ہے، اس لئے قتل عمد نہیں ہوا اس لئے قصاص نہیں دیت واجب ہوگی ۔۳۔ تیسری صورت ہے کہ پھاوڑے کا دھار دار حصہ لگا، اس صورت میں بالاتفاق قتل عمد پایا گیا ہے اس لئے سب کے نزدیک قصاص واجب ہوگا۔

۲ وَعَلٰى هٰذَا الضَّرْبُ بِسَنْجَاتِ الْمِيْزَانِ، ۳ وَأَمَّا إِذَا ضَرَبَهُ بِالْعُوْدِ فَإِنَّمَا تَجِبُ الدِّيَةُ لِوُجُوْدِ قَتْلِ النَّفْسِ الْمَعْصُوْمَةِ وَامْتِنَاعِ الْقِصَاصِ حَتّٰى لَا يَهْدُرَ الدَّمُ. ثُمَّ قِيْلَ هُوَ بِمَنْزِلَةِ الْعَصَا الْكَبِيْرَةِ فَيَكُوْنَ قَتْلًا بِالْمُثَقَّلِ وَفِيْهِ خِلَافُ أَبِيْ حَنِيْفَةَ عَلٰى مَا نُبَيِّنُ، وَقِيْلَ هُوَ بِمَنْزِلَةِ السَّوْطِ وَفِيْهِ خِلَافُ الشَّافِعِيِّ ۴ وَهِيَ مَسْأَلَةُ الْمُوَالَاةِ، لَهُ أَنَّ الْمُوَالَاتَ فِي الضَّرَبَاتِ إِلٰى أَنْ مَاتَ دَلِيْلُ الْعَمَدِيَّةِ فَيَتَحَقَّقُ الْمُوْجِبُ، ۵ وَلَنَا مَا رَوَيْنَا اَلَا أَنَّ قَتِيْلَ خَطَأِ الْعَمَدِ وَيُرْوٰى شِبْهُ الْعَمَدِ

ترجمه: ۲ اور اسی اختلاف پر ہے اگر ترازو کے باٹ سے مارا (اور مر گیا)

تشریح: ترازو کا جو باٹ ہوتا ہے وہ لوہے کا ہوتا ہے، لیکن اس میں دھار نہیں ہوتا، اس لئے اس سے مرا تو چونکہ اس میں لوہا ہے اس لئے صاحبینؒ کے نزدیک قتل عمد ہوگا، اور قصاص ہوگا۔ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر اس باٹ سے زخم ہوا اور مرا تو قتل عمد ہوگا اور قصاص واجب ہوگا، اور اگر اس سے زخم نہیں ہوا اور مر گیا تو اس سے قتل شبہ عمد ہوگا اور دیت واجب ہوگی۔

ترجمه: ۳ اور اگر کدال کی لکڑی سے مارا تو دیت واجب ہوگی اس لئے کہ معصوم نفس کو قتل کیا، لیکن قصاص نہیں ہوگا تا کہ خون بیکار نہ جائے، پھر کہا گیا کہ کدال کی لکڑی سے مارنا بڑی لکڑی کی طرح بھاری چیز سے قتل کرنا ہوگا، اور (شبہ عمد ہوگا)، اس بارے میں امام ابو حنیفہؒ کا اختلاف ہے جیسا کہ ہم بیان کریں گے، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ کوڑے سے مارنے کی طرح ہوگا (اور قتل خطاء شمار کیا جائے گا) اس بارے میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے

تشریح: کدال کی لکڑی سے مارا چونکہ یہ دھار دار سے مارنا نہیں ہے، اس لئے یہ قتل عمد نہیں ہے، بلکہ یا قتل شبہ عمد ہے، یا قتل خطاء ہے اس لئے اس میں دیت لازم ہوگی۔ امام ابو حنیفہؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ کدال کی لکڑی سے مارنا بھاری چیز سے مارنے کی طرح ہے اس لئے یہ قتل شبہ عمد ہوگا۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ یہ کوڑے سے مارنے کی طرح قتل خطاء ہے، تاہم دونوں میں دیت واجب ہوگی۔

ترجمه: ۴ یہ پے در پے مارنے کا مسئلہ ہے، امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ مسلسل مارنا یہاں تک کہ مر جائے یہ جان کر مارنے کی دلیل ہے، اس لئے قصاص کا سبب ثابت ہوا، اس لئے اس میں قصاص واجب ہوگا

تشریح: امام شافعیؒ کا اصول یہ ہے کہ اگر ایسی چیز سے مارا جس سے عام طور پر آدمی مرتا نہیں ہے، لیکن اگر مسلسل مارا جس سے مر گیا تو یہ مسلسل مارنا جان کر مارنے کی دلیل ہے، اس سے قصاص لازم ہوگا

وجه: (۱) اس قول تابعی میں ہے کہ قصاص لیا جائے گا عن الحسن فی الرجل یضرب الرجل فلا یزال مضنی علی فراشه حتی یموت قال فیه القود (مصنف ابن ابی شیبة، ۱۳۵ الرجل یضرب الرجل فلا یزال مریضا حتی یموت ج خامس، ص ۴۲۲ نمبر ۲۷۶۱۸)

ترجمه: ۵ ہماری دلیل وہ حدیث ہے جو ہم نے روایت کی سن لو قتل خطاء العمد، اور ایک روایت میں سن لو یہ شبہ العمد ہے

الْحَدِيثُ ۲ وَلِأَنَّ فِيهِ شُبْهَةُ عَدَمِ الْعَمَدِيَّةِ، لِأَنَّ الْمُوَالَاةَ قَدْ تُسْتَعْمَلُ لِلتَّأْدِيبِ أَوْ لَعَلَّهُ اعْتَرَاهُ الْقَصْدُ فِي خِلَالِ الضَّرَبَاتِ فَيَعْرِي أَوَّلُ الْفِعْلِ عَنْهُ وَعَسَاهُ أَصَابَ الْمَقْتَلَ وَالشُّبْهَةُ دَارِئَةٌ لِلْقَوَدِ فَوَجَبَتِ الدِّيَةُ.

(۶۴۴) قَالَ وَمَنْ غَرَقَ صَبِيًّا أَوْ بَالِغًا فِي الْبَحْرِ فَلَا قِصَاصَ ۱ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ،

تشریح: ہماری دلیل وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ دھار دار چیز سے نہیں مارا، بلکہ اس کے علاوہ سے مارا تو چاہے وہ مسلسل مارا ہو تب بھی وہ قتل عمد نہیں ہے، بلکہ خطاء العمد ہے، یا شبہ العمد ہے، اس لئے کدال کی لاٹھی سے مارا تو یہ قتل شبہ عمد ہوگا، قتل عمد نہیں ہوگا

وجه: (۱) حدیث یہ ہے عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ أَوْسٍ، عَنْ رَجُلٍ، . . أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ قَالَ: »أَلَا وَإِنَّ كُلَّ قَتِيلِ خَطَإِ الْعَمْدِ، أَوْ شِبْهِ الْعَمْدِ قَتِيلُ السَّوْطِ وَالْعَصَا، (نسائی شریف، باب ذکر الاختلاف علی خالد الحذاء، نمبر ۴۷۹۶) اس حدیث میں ہے کہ کوڑے اور لاٹھی سے مارا ہو تو وہ شبہ العمد ہے (۲) ۔عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ من قتل فی عمیا او رمیا بحجر او عصی او بسوط عقله عقل خطاء (دارقطنی، کتاب الحدود والدیات وغیرہ ج ثالث ص ۷۶ نمبر ۳۱۱۴ / ابو داؤد شریف، باب من قتل فی عمیا بین قوم ص ۲۸۳ نمبر ۴۵۳۹) اس حدیث میں ہے کہ لاٹھی سے مارا ہو یا کوڑے سے مارا ہو تو وہ قتل خطاء ہے، مسلسل مارا ہو تب بھی قتل عمد نہیں ہے۔

ترجمه: ۲ دوسری وجہ یہ ہے کہ مسلسل مار میں جان کر نہ مارنے کا شبہ موجود ہے، اس لئے کہ کبھی ادب دینے کے لئے پے در پے مارتے ہیں، یا پہلے مار ڈالنے کا ارادہ نہیں تھا درمیان میں مار ڈالنے کا ارادہ بن گیا، تو پہلی مار جان کر مارنے سے خالی ہو گئی ، یہ بھی ہوسکتا ہے چھڑی ایسی جگہ لگی کہ وہ مر گیا، اور شبہ قصاص کو ساقط کر دیتا ہے، اس لئے دیت ہی واجب ہوگی

تشریح: یہاں امام ابو حنیفہؒ کی جانب سے تین وجہ بیان کر رہے ہیں اور امام شافعیؒ کو جواب دے رہے ہیں، کہ کوڑے سے مسلسل مار قتل عمد نہیں ہوگا قتل شبہ عمد ہوگا، اور دیت واجب ہوگی، قصاص نہیں۔ ۱۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ مسلسل مار ادب دینے کے لئے بھی ہوتی ہے، اس لئے عمد کا ثبوت نہیں ہوا۔ ۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ۔ یہ ہوسکتا ہے کہ پہلی مار میں مار ڈالنے کا ارادہ نہ ہو بعد میں یہ ارادہ بن گیا ہو، تو پہلی مار عمد سے خالی ہوئی، اس لئے پوری مار عمد والی نہیں ہوئی۔ تیسری وجہ بیان کر رہے ہیں کہ تھی تو یہ چھڑی کی مار لیکن نازک جگہ لگ گئی اور آدمی اچانک مر گیا تو اس لئے بھی عمد نہیں ہوا، اور قصاص شبہات سے ساقط ہو جاتا ہے، اس لئے قصاص ساقط ہو کر دیت واجب ہوگی۔

ترجمه: (۶۴۴) کسی نے چھوٹے بچے کو ڈبو دیا، یا بالغ آدمی کو سمندر میں ڈبو دیا تو اس پر قصاص نہیں

ترجمه: ۱ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک

۲ وَقَالَا يُقْتَصُّ مِنْهُ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيُّ غَيْرَ أَنَّ عِنْدَهُمَا يُسْتَوْفَى جزًّا وَعِنْدَهُ يُغْرَقُ كَمَا بَيَّنَّاهُ مِنْ قَبْلُ، لَهُمْ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ غَرَقَ غَرَقْنَاهُ ۳ وَلِأَنَّ الْآلَةَ قَاتِلَةٌ فَاسْتِعْمَالُهَا أَمَارَةُ الْعَمَدِيَّةِ وَلَا مِرَاءَ فِي الْعِصْمَةِ.

اصول: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دھاردار ہتھیار سے قتل نہ کیا ہو تو وہ قتل عمد نہیں، اور اس میں قصاص نہیں ہے، دیت ہے

اصول: امام شافعیؒ کے نزدیک کسی بھی چیز سے مارنے کی کوشش کرے گا، اور مر گیا تو وہ قتل عمد ہے اور اس میں قصاص ہے

تشریح: بچے کو ڈبو کر مار دیا، یا بڑے کو سمندر میں ڈبو دیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزیک قتل خطاء ہے اور دیت واجب ہوگی۔ اور صاحبینؒ اور امام شافعی کے نزدیک یہ بھی قتل عمد ہے اور اس میں قصاص لازم ہوگا

ترجمہ: ۲ صاحبینؒ کے یہاں قصاص لیا جائے گا، اور امام شافعیؒ کا بھی یہی قول ہے، یہ اور بات یہ ہے کہ صاحبینؒ کے نزدیک گردن کاٹ کا قصاص وصول کیا جائے گا، اور امام شافعیؒ کے نزدیک ڈبو کر قصاص لیا جائے گا جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا، ان حضرات کی دلیل حضورؐ کی حدیث ہے، جس نے ڈبویا ہم اس کو ڈبوئیں گے،

تشریح: سمندر میں ڈبو کر بھی مارا تو صاحبینؒ کے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک یہ قتل عمد ہے اور اس میں قصاص واجب ہوگا، البتہ قصاص وصول کرنے میں یہ فرق ہوگا کہ صاحبینؒ کے نزدیک تلوار سے گردن کاٹ کر قصاص لیا جائے گا، اور امام شافعیؒ کے نزدیک سمندر میں ڈبو کر قصاص لیا جائے گا

وجہ: امام شافعیؒ کی دلیل یہ حدیث ہے جو صاحب ھدایہ نے نقل کی ہے۔ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ عَرَضَ عَرَضْنَا لَهُ، وَمَنْ حَرَقَ حَرَقْنَاهُ، وَمَنْ غَرَّقَ غَرَّقْنَاهُ۔ (سنن بیہقی، باب عمد القتل بالحجر وغیرہ، نمبر ۱۵۹۹۳) اس حدیث میں ہے کہ غرق کر کے مارا تو ہم بھی غرق کر کے ماریں گے (۲)(۲) عن الحسن فی الرجل یضرب الرجل فلا یزال مضنی علی فراشه حتی یموت قال فیه القود (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۱۳۵ الرجل یضرب الرجل فلا یزال مریضا حتی یموت ج خامس، ص ۴۲۲، نمبر ۲۷۶۱۸) اس قول تابعی میں ہے کہ چار پائی میں بھی مجبور کر کے مارا تو اس میں قصاص ہے، اس لئے یہاں پانی میں غرق کر کے مارا تو اس میں بھی قصاص ہی ہوگا

ترجمہ: ۳ امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ سمندر میں ڈبونا بھی قتل کرنے والا آلہ ہے اس لئے اس کا استعمال کرنا قتل عمد کی دلالت ہے، اور اس آدمی کے معصوم ہونے میں تو شک ہی نہیں ہے (اس لئے اس کا قصاص لازم ہوگا)

تشریح: امام شافعیؒ کی دلیل عقلی یہ ہے کہ سمندر بھی قتل کا آلہ ہے، اس میں ڈبو دینے سے آدمی عام طور پر مر جاتا ہے، اس لئے سمندر میں ڈبو کر قتل کرنا یہ بھی جان کر قتل کرنے کی دلیل ہے، اور آدمی تو معصوم ہے، اس لئے اس میں قصاص ہوگا

۴ وَلَـهُ قَـوْلُـهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلا أَنَّ قَتِيْلَ خَطَإِ الْعَمَدِ قَتِيْلُ السَّوْطِ وَالْعَصَا وَفِيْهِ وَفِىْ كُلِّ خَطَإٍ إِرْش ۵ وَلِأَنَّ الْاٰلَةَ غَيْـرُ مُـعَـدَّةٍ لِلْقَتْلِ وَلَا مُسْتَعْمَلَةٍ فِيْهِ لِتَعَذُّرِ اِسْتِعْمَالِهِ فَتَمَكَّنَتْ شُبْهَةُ عَدَمِ الْعَمَدِيَّةِ، ۶ وَلِأَنَّ الْـقِصَاصَ يُنْبِئُ عَنِ الْمُمَاثَلَةِ وَمِنْهُ يُقَالُ اِقْتَصَّ أَثْرَهُ وَمِنْهُ الْمِقَصَّةُ لِلْجَلْمَيْنِ وَلَا تَمَاثُلَ بَيْنَ

ترجمه: ۴ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل حضورؐ کا قول ہے سن لو کوڑے سے اور لکڑی سے جو قتل ہوتا ہے وہ قتل خطاء ہے، اور ان تمام میں دیت ہے

تشریح: ہماری دلیل یہ حدیث ہے جس میں ہے کہ کوڑے اور لکڑی سے جو قتل ہوگا وہ قتل خطاء ہے، حدیث یہ ہے۔ عَنْ الْقَاسِمِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ أَوْسٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ قَالَ: أَلَا وَإِنَّ كُلَّ قَتِيلِ خَطَإِ الْعَمْدِ، أَوْ شِبْهِ الْعَمْدِ قَتِيلُ السَّوْطِ وَالْعَصَا، مِنْهَا أَرْبَعُونَ فِي بُطُونِهَا أَوْلَادُهَا (نسائی شریف، باب ذکر الاختلاف علی خالد الحذاء، نمبر ۴۷۹۲)(۲)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَهُوَ عَلَى دَرَجِ الْكَعْبَةِ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ فَقَالَ: ....، أَلَا إِنَّ قَتِيلَ الْخَطَأِ، قَتِيلَ السَّوْطِ وَالْعَصَا فِيهِ مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ، مِنْهَا أَرْبَعُونَ خَلِفَةً، فِي بُطُونِهَا أَوْلَادُهَا (ابن ماجہ شریف، باب دیۃ شبہ العمد مغلظۃ، نمبر ۲۶۲۸/ نسائی شریف، باب ذکر الاختلاف علی خالد الحذاء، نمبر ۴۷۹۶) ان دونوں حدیثوں میں ہے کہ لاٹھی سے قتل کرے تب بھی وہ قتل خطاء، اور قتل خطاء کو، خَطَإِ الْعَمْدِ، اور شِبْهِ الْعَمْد، بھی کہا ہے (۳) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ,قَالَ: كُلُّ شَيْءٍ خَطَأٌ إِلَّا السَّيْفَ، وَفِي كُلِّ شَيْءٍ خَطَأٌ أَرْشٌ ۔ (دار قطنی، کتاب الحدود و الدیات وغیرہ، نمبر ۳۱۷۶) اس حدیث میں ہے کہ تلوار کے علاوہ سے قتل کیا ہو تو قتل خطاء ہے قتل عمد نہیں ہے، اور یہ بھی فرمایا کہ اس میں قصاص نہیں ہے دیت ہے

ترجمه: ۵ اور اس لئے کہ سمندر جان کر قتل کرنے کا آلہ نہیں ہے، اور نہ جان کر قتل میں استعمال ہوتا ہے، کیونکہ اس میں استعمال ہونا متعذر رہے، اس لئے جان کر قتل کرنے میں شبہ ہو گیا (اس لئے سمندر میں ڈبونا قتل عمد نہیں ہوگا)

تشریح: پہلے حدیث سے ثابت کیا کہ دھار دار ہتھیار سے قتل کرے تب ہی قتل عمد مانا جاتا ہے، اور سمندر میں ڈبونا قتل کے لئے شمار نہیں ہوتا ہے، اس لئے قتل عمد ہونے میں شبہ ہو گیا، اس لئے قتل عمد نہیں ہوگا، اور نہ اس میں قصاص لازم ہوگا

ترجمه: ۶ لفظ قصاص کا ترجمہ ہی ہے برابر، اور مماثل ہونا، اسی سے عرب میں بولتے ہیں، اقتص اثرہ، ٹھیک اس کے نشان قدم پر چلا، یا قینچی کے دونوں پارٹ کو، مقصہ، کہتے ہیں کیونکہ دونوں ایک ہی طرح کے برابر ہوتے ہیں، اور تلوار سے زخمی کرنے، اور پتھر سے کوٹنے میں کوئی برابری نہیں ہے کیونکہ کوٹنے میں اوپر کے حصے میں کوئی زخم نہیں ہوتا ہے

الْـجَـرْحِ وَالدَّقِّ لِقُصُوْرِ الثَّانِيْ عَنْ تَخْرِيْبِ الظَّاهِرِ، ۷ وَكَـذَا لَا يَتَمَاثَلَانِ فِيْ حِكْمَةِ الزَّجْرِ، لِأَنَّ الْقَتْلَ بِالسِّلَاحِ غَالِبٌ وَبِالْمُثَقَّلِ نَادِرٌ، ۸ وَمَا رَوَاهُ غَيْرُ مَرْفُوْعٍ أَوْ هُوَ مَحْمُوْلٌ عَلَى السِّيَاسَةِ وَقَدْ أَوْمَئَتْ إِلَيْهِ إِضَافَتُهُ إِلٰى نَفْسِهٖ فِيْهِ، وَإِذَا امْتَنَعَ الْقِصَاصُ وَجَبَتِ الدِّيَةُ وَهِيَ عَلَى الْعَاقِلَةِ وَقَدْ

تشریح: یہ حنفیہ کی جانب سے دلیل عقلی ہے۔قصاص کا ترجمہ ہے برابری،اس کی دومثالیں دیں۔ایک یہ کہ کسی کے نشان قدم پر چلیں تو عرب میں بولتے ہیں،اقتص اثرہ،،یعنی اس کے قدم پر قدم رکھ کر چلا۔اور دوسری مثال ہے،کہ قینچی کے دو پاٹ ہوتے ہیں،اور دونوں ہی برابر، برابر ہوتے ہیں تو اس کو مقصہ،کہتے ہیں یعنی دونوں برابر ہیں۔اس لئے قصاص میں برابری ہونی چاہئے۔

اب سمندر میں ڈبونے والے کا قصاص تلوار سے لیں تو برابری نہیں ہوئی،کیونکہ تلوار سے قصاص لینے میں تین چیزیں پائی جاتی ہیں۔ا۔ایک ہے مارڈالنا۔۲۔دوسرا ہے جسم پر زخم لگانا،۳۔اور تیسرا ہے اندر کی رگوں کو کاٹنا۔اب وہاں ڈبویا ہے جس میں صرف مرا ہے،لیکن ظاہری زخم نہیں لگا ہے،اور نہ اندرونی رگیں کٹی ہیں،اب اس کا قصاص تلوار سے لیں تو دونوں میں برابری نہیں ہوئی،اس لئے سمندر سے ڈبونے میں قصاص ہی نہیں ہوگا،صرف دیت ہوگی

لغت : اقتص اثرہ:اثر کا ترجمہ ہے نشان قدم۔اور اقتص کا ترجمہ ہے پیروی کرنا،قدم پر قدم رکھ کر چلنا،اور دوسرا ترجمہ ہے کاٹنا۔اسی سے ہے قصاص لینا۔المقصہ :قینچی۔جلمین :کاٹنے کی چیز،قینچی۔الجرح:زخمی کرنا۔الدق :کوٹنا۔الغرق :ڈبونا تخریب:خراب کرنا۔ہلاک کرنا

ترجمہ: ۷ اسی طرح تنبیہ کرنے کی حکمت میں بھی برابری نہیں ہے،اس لئے کہ عام طور پر ہتھیار سے قتل کیا جاتا ہے،اور بھاری چیز سے مارنا نادر ہے

تشریح: تلوار سے قصاص لینے سے عام لوگوں کو جھڑ کنا اور تنبیہ کرنا مقصد ہے،لیکن اگر پانی میں ڈبو کر قصاص لیں،یا بھاری چیز سے مار کر قصاص لیں،تو یہ نادر اور کم یاب ہے،اس لئے اس سے لوگوں کو تنبیہ نہیں ہوگی،پس جب اس میں مماثلت نہیں ہوئی تو اس میں قصاص بھی نہیں لیا جائے گا،بلکہ دیت واجب ہوگی

لغت :الزجر:تنبیہ کرنا،ڈانٹنا۔السلاح:ہتھیار۔مثقل:ثقل سے مشتق ہے،بھاری چیز یہاں مراد ہے بھاری چیز سے مارنا

ترجمہ: ۸ اور امام شافعیؒ نے جو حدیث پیش کی ہے وہ مرفوع نہیں ہے،یا وہ سیاست پر محمول ہے،اور اسی کی طرف اشارہ ہے،کہ حضور نے اپنی طرف منسوب کیا(وَمَنْ غَرَّقَ غَرَّقْنَاهُ ۔(سنن بیہقی،باب عمد القتل بالحجر وغیرہ،نمبر ۱۵۹۹۳) میں یوں فرمایا کہ ہم اس کو غرق کریں گے،اور جب قصاص ممنوع ہو گیا تو دیت واجب ہوگی،اور وہ عاقلہ پر ہوگی

تشریح: امام شافعیؒ نے جو روایت پیش کی ہے،اس کے بارے میں دو باتیں فرمائی،ایک یہ ہے کہ یہ مرفوع نہیں ہے۔یہ

ذَکَرْنَاہُ ۹ وَاخْتِلَافُ الرِّوَایَتَیْنِ فِی الْکَفَّارَۃِ.

(۶۴۵) قَالَ وَمَنْ جَرَحَ رَجُلًا عَمَدًا فَلَمْ یَزَلْ صَاحِبَ فِرَاشٍ حَتّٰی مَاتَ فَعَلَیْہِ الْقِصَاصُ ۱ لِوُجُوْدِ السَّبَبِ وَعَدَمِ مَا یُبْطِلُ حُکْمَہُ فِی الظَّاہِرِ فَأُضِیْفَ إِلَیْہِ.

ایک حقیقت ہے کہ غرقناہ، والی حدیث صرف سنن بیہقی میں ملی ہے، جو ۴۵۸ ھ کی ہے، اس سے پہلے کی جتنی کتابیں ہیں ان میں نہیں ہے، قول صحابی، یا قول تابعی بھی نہیں ہے، اس لئے واقعی یہ حدیث ضعیف ہے، اور دوسرا جواب یہ دیا کہ حضورؐ نے یہ حکم کے طور پر نہیں فرمایا، بلکہ سیاست کے طور پر فرمایا ہے، اور اس کا اشارہ یہ ہے کہ حضور نے فرمایا وَمَنْ غَرَّقَ غَرَّقْنَاہُ ۔ کہ ہم اس کو غرق کریں گے، یوں نہیں فرمایا کہ تم سب اس کو غرق کرو

ترجمہ: ۹ اور کفارہ کے بارے میں دو روایتیں ہیں۔

تشریح: سمندر میں ڈبو کر مارا تو یہ قتل شبہ عمد ہے، اس لئے اس میں کفارہ ہے یا نہیں اس بارے میں دو روایتیں ہیں، ایک روایت ہے کہ اس میں دیت کے ساتھ کفارہ ہوگا، اور دوسری روایت ہے کہ اس میں کفارہ نہیں ہے

ترجمہ: (۶۴۵) کسی نے کسی آدمی کو جان بوجھ کر زخمی کیا اور وہ صاحب فراش رہا یہاں تک کہ مر گیا تو اس پر قصاص ہے۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ مرنے کا سبب پایا گیا، اور اس سبب کو ظاہر میں باطل کرنے والی کوئی چیز نہیں پائی گئی، اس لئے اس زخم کی طرف منسوب کیا جائے گا (اور زخم کرنے والے پر قصاص ہوگا)

اصول: اس مسئلے کا اصول یہ ہے کہ فوراً نہ مرا ہو، لیکن دھار دار ہتھیار سے زخم لگا ہو، اور اسی سے مرا ہو تب بھی قصاص لازم ہوگا

تشریح: مثلاً زید نے عمر کو اتنا زخمی کیا کہ وہ صاحب فراش ہو گیا، چل پھر نہیں سکتا تھا۔ موت تک اسی حال میں رہا پھر مر گیا تو زید سے قصاص لیا جائے گا۔

وجہ: زخمی کرنے کے بعد ٹھیک نہیں ہوا اسی حال میں مر گیا تو زخم ہی مرنے کا سبب بنا۔ اس لئے قصاص لیا جائے گا۔ کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ زخمی کرنے کے بعد فوراً آدمی نہیں مرتا بلکہ کچھ دیر کے بعد مرتا ہے اس لئے اگر دیر ہونے سے قصاص ساقط کر دیں تو بہت سے قصاص ساقط ہو جائیں گے۔ اس لئے معیار یہ ہے کہ زخمی ہونے کے بعد صاحب فراش ہوا ہو اور اسی حال میں مرا ہو تو قصاص لیا جائے گا (۲) یہودی نے باندی کو پتھر سے زخمی کیا اور وہ دیر تک زندہ رہی اور صاحب فراش رہی اور اسی زخم سے انتقال کیا تو حضورؐ نے یہودی سے قصاص لیا تھا۔ (بخاری شریف، باب من اقاد بالحجر ص ۱۰۱۶ نمبر ۶۸۷۹) (۳) عن الحسن فی الرجل یضرب الرجل فلا یزال مضنی علی فراشہ حتی یموت قال فیہ القود (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۱۳۵ الرجل یضرب الرجل فلا یزال مریضا حتی یموت ج خامس، ص ۴۲۲ نمبر ۲۷۶۱۸)

(۶۴۶) قَالَ وَإِذَا الْتَقَى الصَّفَّانِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُشْرِكِيْنَ فَقَتَلَ مُسْلِمٌ مُسْلِمًا ظَنَّ أَنَّهُ مُشْرِكٌ فَلا قَوَدَ عَلَيْهِ، وَعَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ ۱؎ لِأَنَّ هٰذَا أَحَدُ نَوْعَي الْخَطَأِ عَلٰى مَا بَيَّنَّاهُ، وَالْخَطَأُ بِنَوْعَيْهِ لا يُوْجِبُ الْقَوَدَ وَيُوْجِبُ الْكَفَّارَةَ، وَكَذَا الدِّيَةُ عَلٰى مَا نَطَقَ بِهٖ نَصُّ الْكِتَابِ، وَلَمَّا اخْتَلَفَتْ سُيُوْفُ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَى الْيَمَانِ أَبِيْ حُذَيْفَةَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَام بِالدِّيَةِ، ۲؎ قَالُوْا إِنَّمَا تَجِبُ الدِّيَةُ إِذَا كَانُوْا مُخْتَلِطِيْنَ، فَإِنْ كَانَ فِيْ صَفِّ الْمُشْرِكِيْنَ لا تَجِبُ لِسُقُوْطِ عِصْمَتِهٖ بِتَكْثِيْرِ

ترجمه: (۶۴۶) مسلمان اور مشرکین کے دونوں صفیں ملے، اور مسلمان نے مسلمان کو قتل کر دیا، یہ گمان کرتے ہوئے کہ یہ مشرک ہے تو اس پر قصاص نہیں ہے (صرف دیت اور کفارہ ہے)

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ قتل خطاء کی دونوں قسموں میں سے ایک ہے، جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے، اور غلطی کی دونوں قسموں میں قصاص نہیں ہے، اور کفارہ واجب ہوگا، اور دیت بھی واجب ہوگی، جیسا کہ پہلے آیت میں بیان کیا، اور جب الیمان ابی حذیفہ پر مسلمانوں کی تلوار پڑی تو حضورؐ نے دیت کا فیصلہ کیا

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ غلطی سے قتل کیا ہو تو قصاص نہیں ہے، دیت اور کفارہ ہے

تشریح: جنگ میں مسلمان کی صف اور کافروں کی صف آمنے سامنے تھی، اور مسلمان نے ہی مسلمان کو مشرک سمجھ کر قتل کر دیا تو یہ قتل خطاء ہے اس لئے اس میں قصاص نہیں ہے، بلکہ دیت واجب ہوگی اور کفارہ لازم ہوگا

وجه: (۱) قتل خطاء میں دیت ہے اور کفارہ ہے اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ (سورت النساء۴، آیت۹۲) (۲) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے، جو سیرت کی کتابوں میں ہے کہ جنگ میں مسلمان نے حضرت الیمان کو قتل کر دیا تو حضورؐ نے اس کے لئے دیت کا فیصلہ کیا ۔قَالَ: فَلَحِقَا بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأُحُدٍ مِنَ النّهَار.. وَأَمّا حُسَيْلُ بْنُ جَابِرٍ فَالْتَقَتْ عَلَيْهِ سُيُوفُ الْمُسْلِمِينَ وَهُمْ لا يَعْرِفُونَهُ، حِينَ اخْتَلَطُوا، وَحُذَيْفَةُ يَقُولُ: أَبِي! أَبِي! حَتّى قُتِلَ فَقَالَ حُذَيْفَةُ: يَغْفِرُ اللهُ لَكُمْ، وَهُوَ أَرْحَمُ الرّاحِمِينَ، مَا صَنَعْتُمْ! فَزَادَتْهُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرًا، وَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِدِيَتِهِ أَنْ تُخْرَجَ. (مغازی واقدی، باب باب غزو احد، ج۱، ص۲۳۳)

ترجمه: ۲؎ علماء نے فرمایا کہ مسلمان اور کفار کی صفیں ملی جلی ہوں تو یہ مسئلہ ہے، لیکن اگر کوئی مسلمان خود سے کفار کی صف میں چلا گیا تو اس کو قتل کرنے سے دیت بھی واجب نہیں ہوگی، اس لئے کہ اس کی عصمت ساقط ہوگئی، کیونکہ اس نے کفار کی تعداد کو بڑھایا، چنانچہ حضورؐ نے فرمایا کہ کسی نے دوسرے قوم کی تعداد کو بڑھایا تو وہ اسی میں سے ہے

تشریح: یہ دوسری صورت ہے، کہ مسلمان آدمی جان کر کافر کی صف میں چلا گیا تو گویا کہ اب وہ اس کا ہو گیا، اور اس کے

سَوَادِهِمْ، قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ كَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ.

(۶۴۷) قَالَ وَمَنْ شَجَّ نَفْسَهُ وَشَجَّهُ رَجُلٌ وَعَقَرَهُ أَسَدٌ وَأَصَابَتْهُ حَيَّةٌ فَمَاتَ مِنْ ذٰلِكَ كُلِّهِ فَعَلَى الْأَجْنَبِيِّ ثُلُثُ الدِّيَةِ، لِ لِأَنَّ فِعْلَ الْأَسَدِ وَالْحَيَّةِ جِنْسٌ وَاحِدٌ لِكَوْنِهِ هَدْرًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ، وَفِعْلُهُ بِنَفْسِهِ هَدْرٌ فِي الدُّنْيَا مُعْتَبَرٌ فِي الْاٰخِرَةِ حَتّٰى يُؤْثِمَ عَلَيْهِ، وَفِي النَّوَادِرِ أَنَّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ

خون کی عصمت اور حفاظت نہیں رہی، اس لئے اس کو قتل کرنے سے چونکہ محفوظ جان کو قتل نہیں کیا ہے اس لئے نہ دیت واجب ہو گی اور نہ کفارہ لازم ہوگا

وجه : (۱) صاحب ہدایہ کی حدیث غالبا یہ ہے۔عَنْ سَمُرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُسَاكِنُوا الْمُشْرِكِينَ، وَلَا تُجَامِعُوهُمْ، فَمَنْ سَاكَنَهُمْ أَوْ جَامَعَهُمْ ,فَهُوَ مِنْهُم (طبرانی کبیر، باب، نمبر ۶۹۰۵) اس حدیث میں ہے کہ کسی کے ساتھ چلا گیا تو گویا کہ وہ اسی کا ہو گیا (۲)۔عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُم (ابوداود شریف، باب فی لبس الشہرة، نمبر ۴۰۳۱) اس حدیث میں ہے کہ کوئی کسی کے ساتھ مشابہت اختیار کر لی تو وہ انہی میں شمار ہوگا، یہاں یہ کفار کی صف میں چلا گیا، اس لئے کفار کی طرح اس کی عصمت ختم ہوگئی

ترجمه: (۶۴۷) کسی نے اپنا سر پھوڑا، پھر دوسرے نے بھی اس کو زخمی کیا، پھر شیر نے بھی اس کو زخمی کیا، پھر سانپ نے بھی اس کو ڈسا پھر اس کا انتقال ہوا تو اجنبی پر تہائی دیت واجب ہوگی

ترجمه: لِ اس لئے کہ شیر اور سانپ کا فعل ایک ہی ہے اس لئے کہ دنیا اور آخرت میں ان دونوں کا کوئی حساب نہیں ہے۔ اور خود آدمی کا فعل دنیا میں معاف ہے لیکن آخرت میں معتبر ہے کہ گناہ گار ہوگا، چنانچہ نوادر میں ہے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس کو غسل دیا جائے گا اور نماز بھی پڑھی جائے گی، لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صرف غسل دیا جائے گا لیکن اس پر نماز نہیں پڑھی جائے گی (کیونکہ وہ گناہ گار ہے)

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ ایک آدمی کے قتل میں کئی اسباب ہیں [جن میں سے ایک سبب کسی آدمی یا انسان کا فعل ہے] تو اس سبب کے حساب سے اس پر دیت واجب ہوگی، پوری دیت واجب نہیں ہوگی

تشریح: یہاں زید کے مرنے میں چار اسباب ہیں ۱۔خود سے سر پھوڑنا ۲۔اجنبی نے بھی سر پھوڑا ہے۔۳۔شیر نے بھی پھاڑا ہے۔۴۔اور چوتھا سانپ نے بھی کاٹا ہے۔اس لئے اجنبی پر ایک چوتھائی دیت ہونی چاہئے، لیکن صرف ایک تہائی دیت واجب ہوئی، وہ اس لئے کہ شیر کا پھاڑنا، اور سانپ کا کاٹنا ایک جنس ہے، دونوں کا حساب دنیا اور آخرت میں نہیں ہے، اس لئے یہ دونوں ایک ہو گئے تو اب موت کے اسباب چار نہیں رہے، بلکہ تین ہی رہ گئے۔اس لئے اجنبی پر دیت کی ایک تہائی واجب ہوگی

وجه : خود آدمی نے سر پھوڑا ہے تو دنیا میں تو اس کا کوئی حساب نہیں ہوگا، صرف اتنا ہے کہ بعض حضرات کے نزدیک اس پر نماز

وَمُحَمَّدٍ يُغْسَلُ وَيُصَلّٰى عَلَيْهِ، وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ يُغْسَلُ وَلَا يُصَلّٰى عَلَيْهِ، ۲؎ وَفِي شَرْحِ السِّيَرِ الْكَبِيرِ ذَكَرَ فِي الصَّلَاةِ عَلَيْهِ اخْتِلَافُ الْمَشَائِخِ عَلٰى مَا كَتَبْنَاهُ فِي كِتَابِ التَّجْنِيسِ وَالْمَزِيْدِ فَلَمْ يَكُنْ هَدْرًا مُطْلَقًا وَكَانَ جِنْسًا اٰخَرَ، ۳؎ وَفِعْلُ الْأَجْنَبِيِّ مُعْتَبَرٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَصَارَتْ ثَلَاثَةُ أَجْنَاسٍ فَكَأَنَّ النَّفْسَ تُلِفَتْ بِثَلَاثَةِ أَفْعَالٍ فَيَكُونَ التَّالِفُ بِفِعْلِ كُلِّ وَاحِدٍ ثَلَاثَةٌ فَيَجِبُ عَلَيْهِ ثُلُثُ الدِّيَةِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

فَصْلٌ

(۶۴۸) قَالَ وَمَنْ شَهَرَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ سَيْفًا فَعَلَيْهِمْ أَنْ يَقْتُلُوهُ ۱؎ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ شَهَرَ عَلَى

جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، لیکن آخرت میں گناہ گار ہوگا، اس لئے موت کا ایک سبب یہ ہوا۔ دوسرا سبب سانپ کا کاٹنا، اور شیر کا پھاڑنا ہوا۔ اور تیسرا سبب اجنبی کا سر پھوڑنا ہے اس لئے اجنبی جس نے زید کا سر پھوڑا ہے اس پر پوری دیت کی تہائی لازم ہوگی۔

ترجمہ: ۲؎ سیر کبیر کی شرح میں کتاب الصلوۃ میں لکھا ہے کہ اس آدمی کی نماز جنازہ پڑھنے میں مشائخ کا اختلاف ہے، اس میں مصنف نے کتاب التجنیس والمزید میں تفصیل سے لکھا ہے، اس لئے اس آدمی کا خون بیکار نہیں ہوا، اس لئے یہ الگ جنس اسباب موت میں سے ایک سبب ہوا

تشریح: سیر کبیر کی شرح میں ہے کہ اس آدمی نے اپنا سر پھوڑا ہے اس لئے اس پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے، اس اعتبار سے دنیا میں بھی اس کا خون بیکار نہیں ہوا، اس لئے اس کے مرنے میں ایک سبب اس کا سر پھوڑنا بھی ہوا

ترجمہ: ۳؎ اور اجنبی کا فعل دنیا اور آخرت دونوں میں معتبر ہے اس لئے اس آدمی کی موت میں تہائی سبب ہوا، اس لئے اس جان کی موت تین اسباب سے ہوئی، اس لئے ہر ایک پر ایک تہائی دیت لازم ہوئی، اس لئے اجنبی پر ایک تہائی دیت لازم ہوگی

تشریح: یہاں گویا کہ تین اسباب سے آدمی مرا ہے، اور اجنبی کا فعل ایک تہائی ہے اس لئے اس پر ایک تہائی دیت لازم ہوگی۔

فصل

ترجمہ: (۶۴۸) کسی نے مسلمان پر تلوار سونتی تو اس پر واجب ہے کہ اس کو قتل کر دے

ترجمہ: ۱؎ حضورؐ کے قول کی وجہ سے کہ جس نے مسلمانوں پر تلوار سونتی تو اس کا خون باطل ہو گیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ تلوار اٹھانے والا باغی ہو گیا اس لئے اس کی بغاوت کرنے کی وجہ سے اس کی عصمت ساقط ہو گئی

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ چاہے وہ مسلمان ہو، لیکن اس نے مسلمان پر بلا وجہ تلوار سونتی تو اس کو قتل کرنے سے قصاص واجب نہیں ہوگا، اس لئے کہ یہ دفعیہ کے طور پر قتل کیا ہے

الْمُسْلِمِينَ سَيْفًا فَقَدْ أَطَلَّ دَمَهُ، وَلِأَنَّهُ بَاغٍ فَتَسْقُطُ عِصْمَتُهُ بِبَغْيِهِ، ٢ وَلِأَنَّهُ تَعَيَّنَ طَرِيقًا لِدَفْعِ الْقَتْلِ عَنْ نَفْسِهِ فَلَهُ قَتْلُهُ، ٣ وَقَوْلُهُ فَعَلَيْهِمْ وَقَوْلُ مُحَمَّدٍ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ فَحَقٌّ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ أَنْ يَّقْتُلُوْهُ إِشَارَةٌ إِلَى الْوُجُوْبِ، وَالْمَعْنَى وُجُوْبُ دَفْعِ الضَّرَرِ، ٤ وَفِيْ سَرِقَةِ الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ وَمَنْ شَهَرَ عَلٰى رَجُلٍ سَلَاحًا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا اَوْشَهَرَ عَلَيْهِ عَصًا لَيْلًا فِيْ مِصْرٍ اَوْنَهَارًا فِيْ طَرِيْقٍ فِيْ غَيْرِ مِصْرٍ فَقَتَلَهُ الْمَشْهُوْرُ عَلَيْهِ عَمَدًا فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ لِمَا بَيَّنَّا، وَهٰذَا لِأَنَّ السِّلَاحَ لَا يَلْبَثُ فَيَحْتَاجُ إِلٰى

تشریح: حضورؐ نے فرمایا کہ کسی نے کسی مسلمان پر تلوار سونتی ،تلوار اٹھائی تو اس کا خون ہدر ہو گیا، اس کی عصمت ختم ہو گئی اس لئے اپنے دفعیہ کے لئے اس کو قتل کیا تو یہ جائز ہے اور اس پر قصاص لازم نہیں ہوگا

وجه : (۱) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عَنْ ابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »مَنْ شَهَرَ سَيْفَهُ ثُمَّ وَضَعَهُ فَدَمُهُ هَدَرٌ (نسائی شریف، باب من شہر سیفہ ثم وضعہ فی الناس، نمبر ۴۰۹۷) (۲) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: »مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا (بخاری شریف، باب قول النبی ﷺ من حمل علینا السلاح فلیس منا، نمبر ۷۰۷۰) (۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ تلوار سونتنے کی وجہ سے یہ باغی بن گیا، اور اس کا خون حلال ہو گیا اس لئے اس کو قتل کرنے سے قصاص لازم نہیں ہوگا

لغت : شہر: تلوار سونتنا۔ تلوار کو مارنے کے لئے بلند کرنا۔ اطل دمہ: بغیر قصاص کے چھوڑ دینا، اس کا خون بیکار ہو گیا۔

ترجمه: ۲ اور اس لئے کہ اپنے آپ سے قتل کو دفع کرنے کی ایک ہی صورت متعین ہے، اس لئے اس کے لئے قتل کرنا جائز ہے

تشریح: جب تلوار سونت لیا تو اس کے بچاو کے لئے ایک ہی صورت ہے کہ اس کو قتل کر دو تا کہ اپنا بچاو ہو جائے

ترجمه: ۳ متن میں ہے، فعلیھم ان یقتلوہ ،اس کا مطلب جامع صغیر میں یہ ہے کہ مسلمان پر حق ہے اس کو قتل کر دے، یہ اشارہ ہے وجوب کی طرف (یعنی واجب ہے کہ اس کو قتل کر دے)، اور وجوب کی وجہ اپنے آپ سے ضرر کو دفع کرنا

تشریح: فعلیھم ان یقتلوہ ،کا مطلب جامع صغیر میں یہ ہے کہ ضرر کو دفع کرنے کے لئے تلوار سونتنے والے کو قتل کرنا واجب ہے

ترجمه: ۴ اور جامع صغیر کے کتاب السرقہ میں یوں لکھا ہے کہ کسی نے رات میں یا دن میں تلوار سے حملہ کر دیا (تو اس کو قتل کر دو کیونکہ اب کوئی راستہ نہیں ہے)، یا شہر میں رہتے ہوئے رات میں لاٹھی سے حملہ کر دیا، یا شہر کے علاوہ میں دن کو لاٹھی سونتی ،اور سونتنے والے کو قتل کر دیا تو قتل کرنے والے پر قصاص نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ تلوار سے تو مار ہی ڈالے گا تو اس کو قتل کر کے ہی اس کو دفع کرنے کی ضرورت ہے، اور چھوٹی لاٹھی سے اگر چہ مار نہیں سکے گا لیکن رات میں شہر میں بھی کوئی مدد کرنے والا نہیں ہوگا اس لئے اس کو قتل کر کے دفع کرنے پر مجبور ہے، ایسے ہی دن کا وقت ہے لیکن شہر کے علاوہ دیہات میں جہاں کوئی مدد کرنے والا نہیں ہے

دَفْعِهِ بِالْقَتْلِ وَالْعَصَا الصَّغِيْرَةُ وَإِنْ كَانَ يَلْبَثُ وَلٰكِنْ فِي اللَّيْلِ لَا يَلْحَقُهُ الْغَوْثُ فَيَضْطَرُّ إِلٰى دَفْعِهِ بِالْقَتْلِ، وَكَذَا فِي النَّهَارِ فِيْ غَيْرِ الْمِصْرِ فِي الطَّرِيْقِ لَا يَلْحَقُهُ الْغَوْثُ فَإِذَا قَتَلَهُ كَانَ دَمُهُ هَدْرًا، قَالُوْا فَإِنْ كَانَ عَصًا لَا تَلْبَثُ يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُوْنَ مِثْلَ السَّلَاحِ عِنْدَهُمَا.

(۶۴۹) قَالَ وَإِنْ شَهَرَ الْمَجْنُوْنُ عَلٰى غَيْرِهِ سَلَاحًا فَقَتَلَهُ الْمَشْهُوْرُ عَلَيْهِ عَمَدًا فَعَلَيْهِ الدِّيَةُ فِيْ مَالِهِ،

(تو اس کو قتل کر کے اپنی حفاظت کرنے پر مجبور ہے،)، اور اس صورت میں قتل کر دیا تو اس پر قصاص نہیں ہے

تشریح: یہاں تین صورتیں بیان کر رہے ہیں جن میں قتل کر دیا تو اس میں قصاص نہیں لیا جائے گا۔۱۔ پہلی صورت یہ ہے کہ دن میں ہو یا رات میں ہو، شہر میں ہو یا دیہات میں ہو تلوار سے حملہ کر دیا تو اپنی حفاظت کے لئے اس کو قتل کرنے سے قصاص لازم نہیں ہوگا۔۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ لاٹھی سے حملہ کیا جس سے عام طور پر فوری قتل نہیں ہوتا ہے، لیکن رات کا وقت ہے چاہے شہر میں ہے تو رات کے وقت کوئی مدد کے لئے نہیں آئے گا اس لئے دو چار لاٹھی مر کر مار دے گا تو اس میں اپنی حفاظت کے لئے قتل کر سکتا ہے ۔البتہ دن کا وقت ہے تو شہر میں کوئی نہ کوئی مدد کے لئے آسکتا ہے اس لئے لاٹھی سے حملہ کرنے والے کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔۳۔ تیسری صورت یہ ہے کہ تو دن کا وقت ہے لیکن دیہات ہے جہاں کوئی مدد کے لئے نہیں آئے گا، اور لاٹھی سے حملہ کر دیا تو دو چار لاٹھی مار کر مار دیگا، اس لئے یہاں بھی اپنی حفاظت کے لئے لاٹھی والے کو قتل کر دیا تو قصاص نہیں لیا جائے گا

لغت : لاتلبث :لبث کا ترجمہ ہے ٹھہرنا، یہاں مراد ہے کہ قتل کر ہی دے گا۔ السلاح، ہتھیار۔ الغوث: مدد یضطر :اضطرار سے مشتق ہے، مجبور ہوگا

ترجمہ: (۶۴۹) مجنون نے دوسرے پر ہتھیار سے حملہ کیا، جس پر حملہ کیا اس نے جان کر مجنون کو قتل کر دیا تو قتل کرنے والے پر دیت ہے (قصاص نہیں)

اصول: امام ابوحنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ مجنون، بچے اور جانور کا حملہ کرنا بغیر عقل کے ہے اس لئے گویا کہ اس نے حملہ کیا ہی نہیں، اس لئے اس کو قتل کرنے سے قاتل پر دیت واجب ہوگی، لیکن واقعی میں حملہ کیا ہے اس لئے قصاص لازم نہیں ہوگا

اصول: امام شافعیؒ کا اصول یہ ہے کہ مجنون کے حملہ کرنے کے بعد قاتل نے قتل کیا ہے، اس لئے قاتل کا قتل اپنے بچاو کے لئے ہے اس لئے اس پر دیت واجب نہیں ہوگی

اصول: امام ابو یوسفؒ کا اصول یہ ہے کہ بچہ اور مجنون میں عقل نہیں ہے، لیکن اس کے حملہ کرنے سے ضمان لازم ہوتا ہے، اس لئے اس کے حملہ کرنے کے بعد کسی نے اس کو قتل کیا تو قاتل پر دیت لازم نہیں ہوگی۔ اور جانور کا حملہ کرنا بے عقلی کا حملہ ہے اس لئے اس کے حملہ کرنے کے بعد کسی نے اس کو قتل کر دیا تو اس قاتل پر جانور کی قیمت لازم ہوگی

تشریح: مجنون نے دوسرے پر تلوار سے حملہ کر دیا، جس پر حملہ کیا اس نے جان کر مجنون کو قتل کر دیا تو امام ابوحنیفہؒ کے

۱ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ، وَعَلَى هٰذَا الْخِلَافِ الصَّبِيُّ وَالدَّابَّةُ، وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يَجِبُ الضَّمَانُ فِي الدَّابَّةِ وَلَا يَجِبُ فِي الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ، لِلشَّافِعِيِّ أَنَّهُ قَتَلَهُ دَافِعًا عَنْ نَفْسِهِ فَيُعْتَبَرُ بِالْبَالِغِ الشَّاهِرِ، ۲ وَلِأَنَّهُ يَصِيرُ مَحْمُولًا عَلَى قَتْلِهِ بِفِعْلِهِ فَأَشْبَهَ الْمُكْرَهَ، ۳ وَلِأَبِي يُوسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَنَّ فِعْلَ الدَّابَّةِ غَيْرُ مُعْتَبَرٍ أَصْلًا حَتّٰى لَوْ تَحَقَّقَ لَا يُوجِبُ الضَّمَانَ، أَمَّا فِعْلُهُمَا مُعْتَبَرٌ فِي الْجُمْلَةِ حَتّٰى لَوْ حَقَّقَاهُ يَجِبُ عَلَيْهِمَا الضَّمَانُ، وَكَذَا عِصْمَتُهُمَا لِحَقِّهِمَا وَعِصْمَةُ الدَّابَّةِ لِحَقِّ

نزدیک قاتل پر مجنون کی دیت واجب ہوگی، البتہ قصاص لازم نہیں ہوگا

وجه: اس کی وجہ یہ ہے کہ مجنون اور بچے کو عقل نہیں ہوتی، اس لئے اس کا حملہ کرنا گویا کہ کوئی حملہ نہیں ہے، اس لئے قتل کرنے سے قاتل پر اس کی دیت واجب ہوگی۔ لیکن چونکہ واقعی مجنون نے حملہ کیا ہے اور قاتل نے اپنے بچاو کے لئے قتل کیا ہے، اس لئے یہ قتل عمد نہیں ہوا، قتل شبہ عمد، یا قتل خطاء کے درجے میں ہے اس لئے اس پر دیت واجب ہوگی، قصاص نہیں

ترجمه: ۱ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ قاتل پر کوئی دیت نہیں ہے، اور اسی اختلاف پر ہے اگر بچے نے حملہ کیا، یا جانور نے حملہ کیا (اور اس کو محمول نے قتل کر دیا تو اس پر دیت نہیں ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے جانور کو قتل کرنے پر قاتل پر قیمت لازم ہوگی۔ اور بچے اور مجنون کے قتل پر کوئی دیت نہیں ہے۔ امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ اس نے اپنی ذات کی حفاظت کے لئے قتل کیا ہے، اس لئے بالغ پر قیاس کیا جائے گا (یعنی اگر بالغ نے حملہ کیا ہو اور اس کو قتل کیا ہو تو دیت لازم نہیں ہوتی اسی طرح مجنون نے حملہ کیا ہو تو بھی اس کے قتل کرنے پر دیت لازم نہیں ہوگی)۔

تشریح: امام شافعیؒ نے فرمایا کہ قاتل پر کوئی دیت نہیں ہے، اسی طرح اگر بچے نے تلوار سے حملہ کیا، یا جانور نے حملہ کر دیا اور محمول نے جانور کو مار دیا تو محمول پر دیت نہیں ہے، اور نہ جانور کی قیمت ہے۔ امام ابو یوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ جانور نے حملہ کیا اور اس کو قتل کیا تو جانور کی قیمت لازم ہوگی، لیکن اگر مجنون کو اور بچے کو قتل کیا تو قاتل پر کوئی دیت لازم نہیں ہوگی

وجه: حضرت امام شافعیؒ کا نظریہ ہے کہ محمول نے اپنے بچاو میں مجنون کو یا بچے کو یا جانور کو قتل کیا ہے اس لئے اس پر نہ دیت ہے، اور نہ جانور کی قیمت ہے

ترجمه: ۲ اور اس لئے کہ مجنون نے حملہ کر کے محمول کو قتل پر ابھارا، اس لئے وہ مجبور کئے جانے کے مشابہ ہو گیا

تشریح: مجنون نے، یا بچے نے حملہ کیا، یا جانور نے حملہ کیا تو محمول کو قتل پر مجبور کیا تو گویا کہ وہ مکرہ کے مانند ہو گیا، اور قاعدہ یہ ہے کہ آپ نے کسی کو قتل پر مجبور کیا ہو اس کے بعد اس نے قتل کیا ہے تو اس مجبور پر دیت نہیں ہے، اسی طرح یہاں بھی دیت نہیں ہوگی

ترجمه: ۳ امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ جانور کا حملہ بالکل معتبر نہیں ہے یہاں تک کہ اگر متحقق ہو جائے، یعنی جانور حملہ کر دے تو جانور پر کوئی ضمان نہیں ہے، اور بچہ اور مجنون کا حملہ تو کسی نہ کسی درجہ میں معتبر ہے، چنانچہ اگر وہ حملہ کر دیں تو دونوں

مَـالِكِهَا فَكَانَ فِعْلُهُمَا مُسْقِطًا لِلْعِصْمَةِ دُوْنَ فِعْلِ الدَّابَةِ، ۴ وَلَـنَا أَنَّهُ قَتَلَ شَخْصًا مَعْصُوْمًا أَوْ أَتْلَفَ مَـالًا مَـعْـصُـوْمًا حَقًّا لِلْمَالِكِ، وَفِعْلُ الدَّابَةِ لَا يَصْلِحُ مُسْقِطًا وَكَذَا فِعْلُهُمَا وَإِنْ كَانَتْ عِصْمَتُهُمَا حَـقُّهُـمَـا لِعَـدَمِ اخْتِيَارٍ صَحِيْحٍ وَلِهٰذَا لَا يَجِبُ الْقِصَاصُ بِتَحَقُّقِ الْفِعْلِ مِنْهُمَا، ۵ بِخِلَافِ الْعَاقِلِ الْبَالِغِ لِأَنَّ لَهُ اخْتِيَارًا صَحِيْحًا

پر ضائع کرنے کی قیمت لازم ہوتی ہے،اسی طرح دونوں کی عصمت خود دونوں کے حق کی وجہ سے ہے،اور جانور کی عصمت اس کے مالک کے حق کی وجہ سے ہے،اس لئے مجنون اور بچے کے حملے کی وجہ سے اس کی عصمت ختم ہوگئی،لیکن جانور کے حملے کی وجہ سے اس کی عصمت ختم نہیں ہوئی

تشریح: امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ بچہ اور مجنون انسان ہیں،اگر وہ کسی کو ماریں تو ان پر اس کا ضمان لازم ہوتا ہے،اس لئے اس کے خون کی عصمت ہے،لیکن جب اس نے ہتھیار سے حملہ کر دیا تو ان دونوں کی عصمت ختم ہوگئی اس لئے اس کو قتل کرنے سے دیت لازم نہیں ہوگی۔اور جانور بالکل بے عقل جانور ہے،اس لئے اس کے خون کی عصمت نہیں ہے،البتہ اس کے مالک کی وجہ سے عصمت ہے،اس لئے جانور نے حملہ کیا تو گویا کہ اس نے کچھ کیا ہی نہیں اس لئے محمول نے اس کو قتل کیا تو محمول پر جانور کی قیمت لازم ہوگی

ترجمہ: ۴ ہماری دلیل یہ ہے کہ اس محمول نے معصوم آدمی کو قتل کیا ہے،یا مالک کے معصوم حق کو ضائع کیا ہے (کہ اس کے جانور کو مار دیا)،اور جانور کے حملے کی وجہ سے اس کی عصمت ساقط نہیں ہوگی،ایسے ہی بچہ اور مجنون کے حملے کی وجہ سے اس کی عصمت ساقط نہیں ہوگی،یہ اور بات ہے کہ ان دونوں کی عصمت ان دونوں کا حق ہے،کیونکہ عقل نہ ہونے کی وجہ سے صحیح اختیار نہیں کر سک رہے ہیں،اس لئے محمول پر قصاص لازم نہیں ہوگا،کیونکہ ان دونوں سے حملہ ہوا ہے

تشریح: ہماری دلیل کا حاصل یہ ہے مجنون نے حملہ کیا،یا بچے نے حملہ کیا،لیکن ان دونوں کے پاس عقل نہیں ہے اس لئے ان کے حملہ کرنے کے باوجود ان کی عصمت ختم نہیں ہوئی ان کا خون محفوظ ہے،اس لئے ان دونوں کو قتل کرنے کی وجہ سے دیت لازم ہوگی،البتہ چونکہ ان دونوں نے حملہ کیا ہے جس کی وجہ سے اپنی حفاظت میں محمول نے قتل کیا ہے اس لئے اس پر قصاص لازم نہیں ہوگا۔یہی حال ہے جانور کا کہ اس میں عقل نہیں ہے اس لئے اس کے حملہ کرنے سے اس کی عصمت ختم نہیں ہوئی ہے اس لئے اس کے قتل کرنے سے محمول پر اس کی قیمت لازم ہوگی۔

ترجمہ: ۵ بخلاف عاقل بالغ کے اس لئے کہ اس کے پاس عقل ہونے کی وجہ سے صحیح اختیار ہے

تشریح: بخلاف عاقل اور بالغ کے، کہ ان کے پاس عقل اور بلوغ ہے پھر بھی اس نے حملہ کیا تو اس کی عصمت ساقط ہوگئی، اس لئے اس کو قتل کرنے سے محمول پر دیت بھی لازم نہیں ہوگی

۶ وَإِنَّمَا لَا يَجِبُ الْقِصَاصُ لِوُجُوْدِ الْمُبِيْحِ وَهُوَ دَفْعُ الشَّرِّ فَتَجِبُ الدِّيَةُ.

(۶۵۰) قَالَ وَمَنْ شَهَرَ عَلٰى غَيْرِهٖ سِلَاحًا فِي الْمِصْرِ فَضَرَبَهُ ثُمَّ قَتَلَهُ الْاٰخَرُ فَعَلَى الْقَاتِلِ الْقِصَاصُ ۱ مَعْنَاهُ إِذَا ضَرَبَهُ فَانْصَرَفَ، لِأَنَّهُ خَرَجَ مِنْ أَنْ يَّكُوْنَ مُحَارِبًا بِالْإِنْصِرَافِ فَعَادَتْ عِصْمَتُهُ.

(۶۵۱) قَالَ وَمَنْ دَخَلَ عَلَيْهِ غَيْرُهُ لَيْلًا وَأَخْرَجَ السَّرِقَةَ فَأَتْبَعَهُ وَقَتَلَهُ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ ۱ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ

ترجمہ: ۶ اور مجنون اور بچے کو قتل کرنے سے قصاص اس لئے لازم نہیں ہوگا کہ اس کو مباح کرنے والی چیز موجود ہے، اور وہ ہے ان کے شر کو دفع کرنا، اس لئے دیت واجب نہیں ہوگی

اصول: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مجنون اور بچے بے عقل ہیں اس لئے ان کے حملے کرنے کے باوجود وہ معصوم ہیں، محفوظ الدم ہیں اس لئے ان کے قتل کرنے سے دیت لازم ہوگی

تشریح: محمول پر قصاص کیوں کہ واجب نہیں ہے اس کی وجہ بتا رہے ہیں کہ مجنون اور بچے نے حملہ کیا ہے اس شر کو دفع کرنے کے لئے اپنے بچاو میں قتل کیا ہے اس لئے قاتل پر قصاص لازم نہیں ہوگا، لیکن معصوم انسان کو قتل کیا ہے اس لئے اس پر دیت تو لازم ہوگی۔

ترجمہ: (۶۵۰) کسی نے شہر میں دوسرے پر ہتھیار سے حملہ کیا، محمول نے اس کو مارا (پھر حملہ آور آدمی سیلنڈر کر گیا) اب دوسرے نے اس حملہ آور کو قتل کر دیا تو اس قاتل پر قصاص ہے

ترجمہ: ۱ اس عبارت کا معنی یہ ہے کہ جب حملہ آور کو مارا تو حملہ آور سیلنڈر کر گیا، اس لئے اب وہ حملہ آور نہیں رہا، اس لئے اس کی عصمت واپس لوٹ آئی (اس لئے اب اس کو قتل کرنے والے سے قصاص لیا جائے گا)

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جب تک حملہ آور جب تک حملہ آور حملہ آور ہے اسی وقت تک اس کے قتل کرنے سے قصاص نہیں لیا جائے گا، لیکن جب سیلنڈر کر لیا تو اب اس کا خون محفوظ ہو گیا اس لئے اب اس کو قتل کرنے سے قصاص لیا جائے گا

تشریح: زید نے عمر پر ہتھیار سے حملہ کیا، عمر نے زید کو زخمی کر دیا، کچھ دیر کے بعد زید نے حملہ آوری سے توبہ کر لیا، اب توبہ کرنے اور حملہ آوری کو چھوڑنے کے بعد عمر نے ہی زید کو قتل کر دیا، یا کسی دوسرے نے زید کو قتل کر دیا تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا

وجہ: کیونکہ توبہ کرنے کے بعد زید محفوظ الدم ہو گیا، اس لئے اب اس کو قتل کرنے سے قصاص لیا جائے گا

ترجمہ: (۶۵۱) کوئی چور رات میں کسی کے گھر میں داخل ہوا، اور چوری کا مال باہر نکالا، گھر والے نے اس کا پیچھا کیا اور چور کو قتل کر دیا تو گھر والے پر کوئی دیت نہیں ہے

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ اپنے مال کی حفاظت کے لئے قتال کرو۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ شروع ہی میں چور کو بھگانے کے لئے قتل کرنا مباح تھا، تو آخیر میں اپنے مال کو واپس لینے میں قتل مباح ہے، اور مسئلے کی تاویل یہ ہے کہ قتل کے

السَّلَامُ قَـاتِـلُ دُوْنَ مَـالِكِ، وَلِأَنَّـهُ يُبَـاحُ لَـهُ الْـقَـتْـلُ دَفْعًا فِى الْإِبْتِدَاءِ فَكَذَا اِسْتِرْدَادًا فِى الْاِنْتِهَاءِ، وَتَأْوِيْلُ الْمَسْأَلَةِ إِذَا كَانَ لَا يَتَمَكَّنُ مِنَ الْاِسْتِرْدَادِ إِلَّا بِالْقَتْلِ. وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

بغیر مال واپس لینا ممکن نہیں ہے (تو اب قتل جائز ہوگا)

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ اپنے مال کی حفاظت کے لئے مجبوراً قتل کرنا پڑے تو اس قتل پر قصاص نہیں ہے

تشریح: چور نے گھر سے مال اٹھایا، اب اس کو قتل کئے بغیر مال واپس لینا ممکن نہیں تھا، اس کی وجہ سے گھر والے نے چور کو قتل کر دیا تو گھر والے پر قصاص نہیں ہے

وجہ: (۱) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عَـنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللـهُ عَـلَيْـهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ (بخاری شریف، باب من قتل دون مالہ، نمبر ۲۴۸۰) (۲) عَنْ سِـمَاكٍ، عَنْ قَابُوسَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ قَالَ...: قَاتِلْ دُونَ مَـالِكَ حَتَّـى تَـكُـونَ مِنْ شُهَدَاءِ الْآخِرَةِ، أَوْ تَمْنَعَ مَالَكَ (نسائی شریف، باب ما یفعل من تعرض لمالہ، نمبر ۴۰۸۱)

ان دونوں احادیث میں ہے کہ مال کی حفاظت کے لئے قتال کیا، اور مقتول ہوگیا تو آخرت میں شہید شمار کیا جائے گا

بَابُ الْقِصَاصِ فِيمَا دُوْنَ النَّفْسِ

(۶۵۲) قَالَ وَمَنْ قَطَعَ يَدَ غَيْرِهِ عَمَدًا مِنَ الْمِفْصَلِ قُطِعَتْ يَدُهُ وَإِنْ كَانَتْ يَدُهُ أَكْبَرُ مِنَ الْيَدِ الْمَقْطُوْعَةِ ا لِقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ﴾ (سورة مائده: ۴۵) وَهُوَ يُنْبِئُ عَنِ الْمُمَاثَلَةِ فَكُلُّ

باب القصاص فيما دون النفس

ضروری نوٹ : جس عضو کا برابر کاٹنا ممکن ہے اور اس میں قصاص ہے وہ چھ یہ ہیں ۔۱۔ ہاتھ ۔۲۔ پاوں ۔۳۔ آنکھ ۔۴۔ ناک، ۵۔ کان، ۔۶۔ اور دانت اور باقی عضو میں دیت ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جان کے قتل میں شبہ عمد بھی ہوتا ہے، لیکن عضو کے کاٹنے میں یا قطع عمد ہے، یا پھر قطع خطاء ہے، شبہ عمد نہیں ہے

وجه : (۱) اس کی وجہ یہ آیت ہے۔ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (سورت المائدہ ۵، آیت ۴۵) اس آیت میں آنکھ، ناک، کان، اور دانت کا قصاص لینے کا ذکر ہے (۲) اس حدیث میں دیت کے بہت سے مسائل مذکور ہیں، دیت کے بارے میں یہ حدیث بنیاد ہے۔ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ: " أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَى أَهْلِ الْيَمَنِ كِتَابًا فِيهِ الْفَرَائِضُ وَالسُّنَنُ وَالدِّيَاتُ، وَبَعَثَ بِهِ مَعَ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، فَقُرِأَتْ عَلَى أَهْلِ الْيَمَنِ هَذِهِ نُسْخَتُهَا: مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى شُرَحْبِيلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ، وَنُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ، وَالْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ قَيْلِ ذِي رُعَيْنٍ وَمَعَافِرَ وَهَمْدَانَ أَمَّا بَعْدُ «، وَكَانَ فِي كِتَابِهِ »أَنَّ مَنْ اعْتَبَطَ مُؤْمِنًا قَتْلًا عَنْ بَيِّنَةٍ، فَإِنَّهُ قَوَدٌ إِلَّا أَنْ يَرْضَى أَوْلِيَاءُ الْمَقْتُولِ، وَأَنَّ فِي النَّفْسِ الدِّيَةَ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ، وَفِي الْأَنْفِ إِذَا أُوعِبَ جَدْعُهُ الدِّيَةُ وَفِي اللِّسَانِ الدِّيَةُ، وَفِي الشَّفَتَيْنِ الدِّيَةُ وَفِي الْبَيْضَتَيْنِ الدِّيَةُ، وَفِي الذَّكَرِ الدِّيَةُ وَفِي الصُّلْبِ الدِّيَةُ، وَفِي الْعَيْنَيْنِ الدِّيَةُ وَفِي الرِّجْلِ الْوَاحِدَةِ نِصْفُ الدِّيَةِ، وَفِي الْمَأْمُومَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ، وَفِي الْجَائِفَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ، وَفِي الْمُنَقِّلَةِ خَمْسَ عَشْرَةَ مِنَ الْإِبِلِ، وَفِي كُلِّ أُصْبُعٍ مِنْ أَصَابِعِ الْيَدِ وَالرِّجْلِ عَشْرٌ مِنَ الْإِبِلِ، وَفِي السِّنِّ خَمْسٌ مِنَ الْإِبِلِ، وَفِي الْمُوضِحَةِ خَمْسٌ مِنَ الْإِبِلِ، وَأَنَّ الرَّجُلَ يُقْتَلُ بِالْمَرْأَةِ وَعَلَى أَهْلِ الذَّهَبِ أَلْفُ دِينَارٍ (نسائی شریف، ذکر عمر بن حزم فی العقول، نمبر ۴۸۵۳)

ترجمه: (۶۵۲) کسی نے جوڑ سے جان بوجھ کر ہاتھ کاٹا تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا، اگر چہ اس کا ہاتھ کٹے ہوئے ہاتھ سے بڑا ہو۔ [ایسے ہی پاؤں اور ناک کا نرمہ اور کان]۔

ترجمه: ا اللہ تعالیٰ کا قول والجروح قصاص کی وجہ سے، دوسری وجہ یہ ہے کہ قصاص کا معنی ہے برابری، اس لئے جس میں برابری سے کاٹنا ممکن ہو اس میں قصاص واجب ہے، اور جس میں ممکن نہیں ہو اس میں قصاص نہیں ہے (دیت ہے)

مَا أَمْكَنَ رِعَايَتُهَا فِيْهِ يَجِبُ فِيْهِ الْقِصَاصُ، وَمَالَا فَلَا، وَقَدْ أَمْكَنَ فِي الْقَطْعِ مِنَ الْمِفْصَلِ فَاعْتُبِرَ ٢ وَلَا مُعْتَبَرَ بِكِبْرِ الْيَدِ وَصِغْرِهَا، لِأَنَّ مَنْفَعَةَ الْيَدِ لَا تَخْتَلِفُ بِذٰلِكَ، ٣ وَكَذٰلِكَ الرِّجْلُ مَارِنُ الْأَنْفِ وَالْأُذُنِ لِإِمْكَانِ رِعَايَةِ الْمُمَاثَلَةِ.

اور جوڑ کے پاس ہاتھ کاٹنا ممکن ہے اس لئے اس میں قصاص کا اعتبار کیا گیا ہے

اصول : جن اعضاء کو برابر برابر کاٹنا ممکن ہو اسی کا قصاص میں کاٹا جائے گا، اور جس کا برابر کاٹنا ممکن نہ ہو، اس عضو کے کاٹنے میں قصاص نہیں دیت واجب ہوگی

تشریح : قاعدہ یہ ہے کہ جو اعضاء جسم سے باہر ہو اور برابر سرابر کاٹا جا سکتا ہو قصاص میں اس کو کاٹا جائے گا۔ جیسے ہاتھ جوڑ سے کاٹا ہو تو قاطع کا بھی ہاتھ کاٹا جائے گا، پاؤں کاٹا ہو تو پاؤں کاٹا جائے گا، ناک کو نرمے سے کاٹا ہو تو قاطع کا ناک نرمہ سے کاٹا جائے گا، کان کاٹا ہو تو قاطع کا کان کاٹا جائے گا۔

وجہ: (۱) آیت میں ہے۔ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (سورت المائدہ ۵، آیت ۴۵) اس آیت میں آنکھ، ناک، کان، اور دانت چار عضو کے قصاص لینے کا ذکر ہے، اور اسی پر قیاس کر کے ہاتھ اور پاؤں کے کاٹنے پر قصاص لیا جائے گا (۲) عن انس ان ابنة النضر لطمت جارية فكسرت ثنيتها فاتوا النبی ﷺ فامر بالقصاص (بخاری شریف، باب السن بالسن، ص ۱۰۱۸ نمبر ۶۸۹۴ / ابوداؤد شریف، باب القصاص من السن، ص ۲۸۲ نمبر ۴۵۹۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دانت توڑ دے تو اس کے بدلے دانت توڑا جائے گا۔ (۳) دوسری وجہ یہ ہے کہ قصاص کا ترجمہ ہے برابری، اس لئے جن اعضاء میں برابری سے کاٹا جانا ممکن ہو اسی میں قصاص ہوگا، اور جن اعضاء میں برابری ممکن نہیں ہے ان میں قصاص نہیں ہوگا، بلکہ دیت ہوگی، تاکہ قصاص لینے میں کمی زیادتی نہ ہو جائے۔

لغت : المفصل : جوڑ، مارن : ناک کا نرم حصہ، نرمہ۔

ترجمہ: ٢ ہاتھ بڑا ہو یا چھوٹا ہو اس کا اعتبار نہیں ہے، اس لئے کہ ہاتھ سے نفع اٹھانے میں کوئی فرق نہیں پڑتا ہے

تشریح : مثلا کسی آدمی کا ہاتھ لمبا تھا اس نے چھوٹے ہاتھ والے آدمی کا ہاتھ کاٹ دیا تب بھی قصاص میں اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا، چھوٹے اور بڑے کا فرق نہیں ہے، کیونکہ دونوں اپنے اپنے ہاتھوں سے برابر فائدہ اٹھاتے ہیں

ترجمہ: ٣ ایسے ہی پاؤں، اور ناک کا نرمہ، اور کان کے کاٹنے پر قصاص لیا جائے گا، اس لئے کہ ان میں برابری کی رعایت کرنا ممکن ہے

تشریح : پاؤں ہے، ہاتھ ہے، ناک کا نرمہ ہے، اور کان ہے، یہ سب باہر کے اعضاء ہیں ان میں کاٹنے میں برابری ممکن

(۶۵۳) قَالَ وَمَنْ ضَرَبَ عَيْنَ رَجُلٍ فَقَلَعَهَا لَا قِصَاصَ عَلَيْهِ ١ لِامْتِنَاعِ الْمُمَاثَلَةِ فِي الْقَلْعِ، وَإِنْ كَانَتْ قَائِمَةً فَذَهَبَ ضَوْؤُهَا فَعَلَيْهِ الْقِصَاصُ لِإِمْكَانِ الْمُمَاثَلَةِ عَلَىٰ مَا قَالَ فِي الْكِتَابِ تُحْمَىٰ لَهُ الْمِرْآةُ وَيُجْعَلُ عَلَىٰ وَجْهِهِ قُطْنٌ رُطَبٌ وَتُقَابَلُ عَيْنُهُ بِالْمِرْآةِ فَيَذْهَبُ ضَوْؤُهَا وَهُوَ مَأْثُوْرٌ عَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

(۶۵۴) قَالَ وَفِي السِّنِّ الْقِصَاصُ ١ لِقَوْلِهِ تَعَالَىٰ ﴿وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ﴾ (سورة مائده: ۴۵) وَإِنْ كَانَ

ہےاس لئے ان میں کاٹ کر قصاص لیا جائے گا، دیت واجب نہیں ہوگی

ترجمہ: (۶۵۳) کسی نے کسی آدمی کی آنکھ پر مارا اور اس کو نکال ڈالا تو اس پر قصاص نہیں ہے

ترجمہ: ١ باہر نکالنے میں مماثلت نہ ہونے کی وجہ سے۔ اور اگر آنکھ قائم ہوا اور اس کی روشنی چلی گئی ہو تو اس پر قصاص ہے، اس لئے کہ اس میں برابری ممکن ہے، جیسا کہ متن میں کہا گیا ہے، کہ آنکھ کے لئے آئینہ گرم کیا جائے گا، اور چہرے، اور دوسری آنکھ پر پانی میں تر کی ہوئی روئی رکھی جائے گی، اور آنکھ کے سامنے آئینہ کیا جائے تا کہ آنکھ کی روشنی چلی جائے (اور اس طرح آنکھ کا قصاص لے لیا جائے) صحابہ کی ایک جماعت سے یہ طریقہ منقول ہے

تشریح: آیت میں تو آنکھ کے بدلے آنکھ کا قصاص لینے کا ذکر ہے، لیکن کسی نے آنکھ نکالی ہو تو اتنی ہی آنکھ نکالنا مشکل ہے، اس لئے برابری نہ ہونے کی وجہ سے قصاص نہیں لیا جائے گا، البتہ دیت لی جائے گی

لیکن اس طرح مارا کہ آنکھ کی روشنی چلی گئی تو اس کا قصاص لینا ممکن ہے اس لئے آیت کے مطابق اس کا قصاص لیا جائے گا، اور اس کی صورت یہ ہوگی کہ دوسری آنکھ پر تر روئی رکھ دی جائے اور پہلی آنکھ کے سامنے گرم شیشہ لایا جائے جس سے اس کی آنکھ کی روشنی چلی جائے گی اور قصاص ہو جائے گا۔ صحابہ کی ایک جماعت سے یہ طریقہ منقول ہے

وجہ: صاحب ھدایہ کا قول صحابی یہ ہے۔ عن الحکم بن عتیبة قال لطم رجل رجلا اوغیر اللطم الا انه ذهب بصره وعینه قائمةفارادوا ان یقیدوا فاعیا علیهم وعلی الناس کیف یقیدونه وجعلوا لا یدرون کیف یصنعون فاتا هم علیؓ فامر به فجعل علی وجهه کرسف ثم استقبل به الشمس وادنی من عینه مرآة فالتمع بصره وعینه قائمة. (مصنف عبدالرزاق، باب العین ج تاسع ص ۳۲۸ نمبر ۱۷۴۱۴) اس قول صحابی معلوم ہوا کہ آنکھ کا قصاص لیا جا سکتا ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہوگی کی دوسری آنکھ پر تر روئی رکھ دی جائے اور پہلی آنکھ کے سامنے گرم شیشہ لایا جائے جس سے اس کی آنکھ کی روشنی چلی جائے گی اور قصاص ہو جائے گا۔

لغت: قلع: جڑ سے نکالنا، باہر نکالنا۔ تحمی: گرم کیا جائے، حمی یحمی سے مشتق ہے، المرآة: آئینہ، شیشہ، ضوء: روشنی۔

ترجمہ: (۶۵۴) اور دانت میں قصاص ہے

ترجمہ: ١ اللہ تعالیٰ کا قول السن بالسن، آیت کی وجہ سے، اگر جس کے دانت سے قصاص لیا جا رہا ہے اس کا دانت دوسرے کے دانت سے بڑا ہو، اور چھوٹا کیوں کہ بڑا ہونے کی وجہ سے دانتوں کے نفع میں فرق نہیں ہوتا ہے

سِنُّ مَنْ يُقْتَصُّ مِنْهُ أَكْبَرُ مِنْ سِنِّ الْاٰخَرِ، لِأَنَّ مَنْفَعَةَ السِّنِّ لَا تَتَفَاوَتُ بِالصِّغَرِ وَالْكِبَرِ،
(۶۵۵) قَالَ وَفِيْ كُلِّ شَجَّةٍ تَتَحَقَّقُ فِيْهَا الْمُمَاثَلَةُ الْقِصَاصُ لِ لِمَا تَلَوْنَا.
(۶۵۶) قَالَ وَلَا قِصَاصَ فِيْ عَظْمٍ إِلَّا فِي السِّنِّ لِ وَهٰذَا اللَّفْظُ مَرْوِيٌّ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

تشریح : جس کے دانت سے قصاص لیا جار ہا ہے اس کا دانت بڑا ہو تب بھی اس کا دانت توڑا جائے گا، کیونکہ نفع میں دونوں دانت برابر ہے

وجه : دانت کے سلسلے میں ۔وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصَ (سورت المائدہ ۵، آیت ۴۵) گزر چکی ہے کہ دانت توڑ دے تو قصاص لیا جائے گا۔(۲) حدیث میں ہے ۔عن انس ان ابنة النضر لطمت جارية فكسرت ثنيتها فاتوا النبی ﷺ فامر بالقصاص (بخاری شریف، باب السن بالسن، ص ۱۰۱۸، نمبر ۶۸۹۴) اس حدیث میں ہے کہ دانت کا قصاص لیا گیا ہے

ترجمه: (۶۵۵) اور ہر وہ زخم جس میں مماثلت ممکن ہو قصاص ہے

ترجمه: لِ اس آیت کی وجہ سے جس کو ہم نے تلاوت کی ہے

تشریح : اوپر آیت تھی و الجروح قصاص ، اس کی وجہ سے یہ قاعدہ بیان کر رہے ہیں کہ جن جن زخموں میں برابر طور پر قصاص لینا ممکن ہے اس میں قصاص لیا جائے گا، لیکن جن زخموں برابری ممکن نہیں ہے وہاں قصاص نہیں لیا جائے گا، وہاں دیت واجب ہوگی

وجه : آیت یہ ہے ۔وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصَ (سورت المائدہ ۵، آیت ۴۵) اس آیت میں ہے کہ زخموں کا قصاص لیا جائے گا

لغت : شجۃ: زخم،

ترجمه: (۶۵۶) دانت کے علاوہ کسی ہڈی میں قصاص نہیں ہے

ترجمه: لِ حضرت عمر اور حضرت عبد اللہ بن مسعود سے اسی طرح کی روایت ہے، اور حضورؐ نے فرمایا کہ ہڈی میں قصاص نہیں ہے، اور اس سے مراد دانت کے علاوہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ دانت کے علاوہ کی ہڈی میں برابری کا اعتبار مشکل ہے، اس لئے کہ اس میں زیادتی اور نقصان کا احتمال ہے، اس لئے کہ دانت کو ریتی سے کاٹا جاتا ہے، (اس لئے اس میں برابری ممکن ہے، دوسری ہڈی میں نہیں)

تشریح : دانت کے علاوہ جتنی ہڈیاں ہیں ان میں برابر کر کے قصاص لینا مشکل ہے، کچھ کمی زیادتی ہو جائے گی، اس لئے صرف دانت میں قصاص لیا جائے گا، باقی ہڈی توڑنے میں یا کاٹنے میں دیت واجب ہوگی

وجه : (۱) صاحب ھدایہ کے قول صحابی یہ ہیں جن میں ہیں کہ ہدی میں قصاص نہیں ہے ۔عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَيْسَ فِي الْعِظَامِ قِصَاصٌ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب العظام من قال لیس فیہ قصاص، نمبر ۲۷۳۰۳) (۲) ۔ان عمر بن الخطابؓ

وَابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا قِصَاصَ فِي الْعَظْمِ، وَالْمُرَادُ غَيْرُ السِّنِّ، وَلِأَنَّ اِعْتِبَارَ الْمُمَاثَلَةِ فِيْ غَيْرِ السِّنِّ مُتَعَذِّرٌ لِاحْتِمَالِ الزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ، بِخِلَافِ السِّنِّ لِأَنَّهُ يَبْرُدُ بِالْمُبْرِدِ ٢ وَلَوْ قَلَعَ مِنْ أَصْلِهٖ يَقْلَعُ الثَّانِيْ فَيُمَاثِلَانِ.

(٦٥٧) قَالَ وَلَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ النَّفْسِ شِبْهُ عَمَدٍ، إِنَّمَا هُوَ عَمَدٌ أَوْ خَطَأٌ ١ لِأَنَّ شِبْهَ الْعَمَدِ يَعُوْدُ إِلَى الْآلَةِ، وَالْقَتْلُ هُوَ الَّذِيْ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِهَا دُوْنَ مَا دُوْنَ النَّفْسِ لِأَنَّهُ لَا يَخْتَلِفُ إِتْلَافُهُ بِاخْتِلَافِ

قال لا اقيد من العظام (سنن للبیہقی، باب لا قصاص فیہ ج ثامن، ص ۱۱۳، نمبر ۱۶۰۹۷)(۳)۔عَنِ الشَّعْبِيِّ، وَالْحَسَنِ، قَالَا: لَيْسَ فِي الْعِظَامِ قِصَاصٌ مَا خَلَا السِّنَّ أَوِ الرَّأْسَ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب الرجل یصیب من الرجل، نمبر ۲۷۱۳۲)اس قول صحابی اور قول تابعی سے معلوم ہوا کہ ہڈیوں میں قصاص نہیں ہے۔

البتہ آیت اور حدیث کی وجہ سے دانت میں قصاص ہے۔اور دوسرے زخموں میں جہاں برابر سرابر کرنا ممکن ہو ان میں قصاص ہے

وجہ : (۱)اس کی دلیل اوپر کی آیت۔والجروح قصاص (آیت ۴۵ سورۃ المائدۃ ۵) ہے(۲)۔عن ابراهيم قال فی السمحاق والباضعة واشباه ذلک اذ کان خطاء او عمدا لا يستطاع فيه القصاص ففيه حكومة عدل قال محمد وبه ناخذ وهو قول ابی حنيفة (کتاب الآثار لامام محمد، باب دیۃ الاسنان والاشغار والاصابع ص ۱۲۲، نمبر ۵۶۲)اس قول تابعی سے بھی معلوم ہوا کہ جس زخم میں قصاص لینا ممکن نہیں ہے اس میں قصاص نہیں دیت ہے۔

لغت :المبرد: ریتی۔ یبرد: ریتی سے کاٹنا

ترجمہ: ٢ اور اگر کسی نے کسی کے دانت کو جڑ سے اکھاڑ دیا تو دوسرے کے دانت کو بھی جڑ سے اکھار دیا جائے گا

تشریح : پہلے تھا کہ دانت توڑا ہو تو اس کا دانت توڑا جائے گا، اب ہے کہ اگر دانت کو جڑ سے اکھاڑا ہو تو قصاص میں جڑ سے اکھاڑا جائے گا، کیونکہ دانت میں اس طرح قصاص لینا ممکن ہے

ترجمہ: (۶۵۷) جان کے علاوہ میں شبہ عمد نہیں ہے، صرف عمد ہے یا قطع خطاء ہے۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ شبہ عمد وہ ہتھیار کی طرف لوٹتا ہے، اور قتل ہتھیار کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے، لیکن جان کے علاوہ عضو میں ایسا نہیں ہوتا، اس لئے کہ عضو میں ہتھیار کے اختلاف سے مختلف نہیں ہوتا ہے اس لئے عضو میں قطع عمد، اور قطع خطا ہی باقی رہا

تشریح : جان کو قتل کرنے میں شبہ عمد کا وقوع ہوتا ہے۔کیونکہ آدمی کو دھار دار چیز سے نہ مارے بلکہ غیر دھار دار بڑے پتھر سے مارے تو شبہ عمد کا وقوع ہوگا۔لیکن جان کے علاوہ جتنے زخم ہیں ان میں دھار دار کے علاوہ سے بھی زخمی کرے گا تو شبہ عمد نہیں ہوگا بلکہ یا زخم عمد ہوگا یا زخم خطاء ہوگا۔کیونکہ جان کر زخمی کیا تو زخم عمد اور غلطی سے زخمی کیا تو زخم خطاء ہوگا۔کیونکہ دھار دار کے علاوہ سے زخمی کیا تو بہر صورت زخمی ہوا اس لئے خطاء اور عمد کا اعتبار رہوگا۔شبہ عمد کا اعتبار نہیں ہوگا۔

وجہ :عن ابراهيم قال شبه العمد كل شيء تعمد به بغير حديد فلا يكون شبه العمد الا فی النفس ولا

الْاٰلَةِ فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا الْعَمَدُ وَالْخطأُ.

(۶۵۸) وَلَا قِصَاصَ بَيْنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ فِيمَا دُوْنَ النَّفْسِ وَلَا بَيْنَ الْحُرِّ وَالْعَبْدِ وَلَا بَيْنَ الْعَبْدَيْنِ، لِ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فِيْ جَمِيْعِ ذٰلِكَ إِلَّا فِي الْحُرِّ يَقْطَعُ طَرْفَ الْعَبْدِ وَيَعْتَبِرُ الْأَطْرَافَ

يكون دون النفس (مصنف ابن ابی شیبۃ ۵ شبہ العمد ماھو؟ ج خامس، ص ۳۴۸، نمبر ۲۶۷۶۰) اس قول تابعی میں ہے کہ عضو میں شبہ عمد نہیں ہے، صرف جان میں شبہ عمد ہے

ترجمہ: (۶۵۸) جان کے علاوہ میں مرد اور عورت کے درمیان قصاص نہیں ہے۔ اور نہ آزاد اور غلام کے درمیان اور نہ دو غلاموں کے درمیان۔

تشریح: یہاں امام ابو حنیفہؒ کے چار مسئلے ہیں۔ ا۔ مرد نے عورت کا ہاتھ کاٹ دیا تو اس عورت کے بدلے مرد کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ ۲۔ آزاد نے غلام کا ہاتھ کاٹ دیا تو اس غلام کے ہاتھ کے بدلے آزاد کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ ۳۔ ایک غلام نے دوسرے غلام کا ہاتھ کاٹ دیا تو اس کے بدلے دوسرے غلام کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، بلکہ ان سب میں دیت واجب ہوگی

وجہ: (۱) امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ قصاص کے لئے برابری چاہئے، یہاں عورت اور مرد کے ہاتھ کی دیت میں برابری نہیں ہے، قول صحابی سے پتہ چلتا ہے کہ عورت کے ہاتھ کی دیت مرد کے ہاتھ سے آدھی ہے، اسی طرح آزاد اور غلام کے ہاتھ کی قیمت میں برابری نہیں ہے اس لئے قصاص بھی نہیں ہے، اس لئے دیت لازم ہوگی۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ اس قول صحابی میں ہے کہ عورت اور مرد کی عضو کی دیت میں برابری نہیں ہے، پس جب برابری نہیں ہوئی تو قصاص کیسے لیا جائے گا، اس لئے قصاص نہیں ہوگا دیت ہوگی۔ وَكَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ، يَقُولُ: فِي دِيَةِ الْمَرْأَةِ فِي الْخَطَأِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ دِيَةِ الرِّجَالِ إِلَّا السِّنَّ وَالْمُوضِحَةَ فَهُمَا فِيهِ سَوَاءٌ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی جراحات الرجل والنساء، نمبر ۲۷۴۹۷) (۳) اس قول تابعی میں ہے کہ مرد نے عورت کا ہاتھ کاٹا تو اس میں مرد سے قصاص نہیں ہے، دیت ہے۔ عن حماد قال لیس بین الرجل والمرأة قصاص فیمام دون النفس فی العمد (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۱۴ القصاص من الرجال والنساء ج خامس، ص ۴۱۰، نمبر ۲۷۴۸۳)

ترجمہ: لِ ان چاروں مسئلوں میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے، سوائے ایک مسئلہ کے کہ آزاد نے غلام کا ہاتھ کاٹ دیا تو (قصاص نہیں ہے، صرف دیت ہے)، اور امام شافعیؒ اعضاء کو جان پر قیاس کرتے ہیں اس لیے کہ اعضاء نفس کے تابع ہے (اور جان کے بدلے جان ہے، اس لئے اعضاء کے بدلے اعضاء کاٹے جائیں گے)

تشریح: ۔ ا۔ مرد عورت کا ہاتھ کاٹ دے تو مرد کا ہاتھ قصاص میں کاٹا جائے گا۔ ۲۔ غلام آزاد کا ہاتھ کاٹ دے تو اس کے بدلے غلام کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ ۳۔ غلام غلام کا ہاتھ کاٹ دے تو اس کے بدلے غلام کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ ۴۔ البتہ آزاد غلام کا ہاتھ کاٹ دے تو اس کے بدلے آزاد کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا،

بِالْأَنْفُسِ لِكَوْنِهَا تَابِعَةً لَهَا، ٢ــ وَلَنَا أَنَّ الْأَطْرَافَ يَسْلُكُ بِهَا مَسْلَكَ الْأَمْوَالِ فَيَنْعَدِمُ التَّمَاثُلُ

وجــــه : (۱) کیونکہ آزاد غلام کی جان مار دے تو اس کے بدلے انکے یہاں آزاد کی جان نہیں لی جاتی ہے، جب جان نہیں لی جاتی ہے تو اعضاء بھی نہیں کاٹے جائیں گے۔(۲) **عن ابن عباس ان النبی ﷺ قال لا یقتل حر بعبد** (دار قطنی، کتاب الحدود والدیات ج ثالث، ص ۱۰۰ / سنن للبیہقی، باب لا یقتل حر بعبد ج ثالث ص ۶۳ نمبر ۱۵۹۳۹) اس حدیث میں کہ غلام کے بدلے آزاد کے جان کا قصاص نہیں لیا جائے گا تو اعضاء کا قصاص بدرجۂ اولی نہیں لیا جائے گا۔(۳) اصل وجہ یہ ہے کہ امام شافعیؒ اعضاء کو جان پر قیاس کرتے ہیں، اور اوپر کے مسئلے میں جان کا قصاص لیا جاتا ہے تو اعضاء کاٹنے سے بھی اعضاء کاٹے جائیں گے(۴) اس کی وجہ یہ آیت ہے۔ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصَ (سورت المائدہ ۵، آیت ۴۵) اس آیت میں مرد عورت کا فرق نہیں کیا ہے۔ اس لئے عورت کے ہاتھ کاٹنے سے بھی مرد کا ہاتھ کاٹا جائے گا (۵) قول صحابی میں ہے۔ **وقال اهل العلم يقتل الرجل بالمرأة ويذكر عن عمر تقاد المرأة من الرجل فی كل عمد يبلغ نفسه فمادونها من الجراح وبه قال عمر بن عبد العزيز وابراهيم وابو الزناد عن اصحابه و جرحت اخت الربيع انسانا فقال النبی ﷺ القصاص** (بخاری شریف، باب القصاص بین الرجال والنساء فی الجراحات ص ۱۰۱۷ نمبر ۶۸۸۶) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ عورت کے اعضاء کے بدلے مرد سے قصاص لیا جائے گا۔

ترجمہ : ٢ــ ہماری دلیل یہ ہے کہ اعضاء مال کے درجے میں ہیں اور مرد اور عورت کے عضو کی قیمت میں فرق کی وجہ سے مماثلت نہیں ہے، جیسا کہ شریعت قیمت کے متعین کرنے سے معلوم ہے، اس لئے اس کا اعتبار کرنا ممکن ہے (اس قیمت میں فرق کی وجہ سے مرد اور عورت کے عضو میں قصاص نہیں ہوگا)

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ جان کا معاملہ کچھ اور عضو کا معاملہ دوسرا ہے، عضو مال کے درجے میں ہے، اور عورت کے عضو کی قیمت مرد کے عضو سے آدھی ہے، اس لئے دونوں کی قیمت میں مماثلت نہیں ہے اس لئے قصاص نہیں لیا جائے گا، دیت واجب ہوگی

وجه : (۱) مرد اور عورت کے عضو کی قیمت میں فرق ہے اس کے لئے یہ قول صحابی ہے۔ وَكَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ، يَقُولُ: فِي دِيَةِ الْمَرْأَةِ فِي الْخَطَأِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ دِيَةِ الرِّجَالِ إِلَّا السِّنَّ وَالْمُوضِحَةَ فَهُمَا فِيهِ سَوَاءٌ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی جراحات الرجل والنساء، نمبر ۲۷۴۹۷) (۲)۔ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ شُرَيْحٍ، قَالَ: أَتَانِي عُرْوَةُ الْبَارِقِيُّ مِنْ عِنْدِ عُمَرَ: أَنَّ جِرَاحَاتِ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ تَسْتَوِي فِي السِّنِّ وَالْمُوضِحَةِ، وَمَا فَوْقَ ذَلِكَ فَدِيَةُ الْمَرْأَةِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ دِيَةِ الرَّجُلِ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی جراحات الرجال والنساء، نمبر ۲۷۴۹۶) اس قول صحابی اور قول تابعی میں ہے کہ عورت کے عضو کی دیت مرد سے آدھی ہے

بِالتَّفَاوُتِ فِي الْقِيْمَةِ وَهُوَ مَعْلُوْمٌ قَطْعًا بِتَقْوِيْمِ الشَّرْعِ فَأَمْكَنَ اِعْتِبَارُهُ، ۳ بِخِلَافِ التَّفَاوُتِ فِي الْبَطْشِ، لِأَنَّهُ لَا ضَابِطَ لَهُ فَاعْتُبِرَ أَصْلُهُ، ۴ وَبِخِلَافِ الْأَنْفُسِ لِأَنَّ الْمُتْلِفَ إِزْهَاقُ الرُّوْحِ وَلَا تَفَاوُتَ فِيْهِ.
(۶۵۹) وَيَجِبُ الْقِصَاصُ فِي الْأَطْرَافِ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْكَافِرِ ا لِلتَّسَاوِيْ بَيْنَهُمَا فِي الْأَرْشِ.

ترجمه: ۳ بخلاف ہاتھ سے پکڑنے میں تفاوت کے اس لئے کہ یہاں کوئی ضابطہ نہیں ہے اس لئے اصل کا اعتبار کیا گیا ہے

تشریح : یہ ایک اشکال کا جواب ہے، اشکال یہ ہے کہ ہاتھ بڑا ہو اور چھوٹے ہاتھ والے نے اس کو کاٹا ہو تو یہاں بھی بڑے ہاتھ اور چھوٹے ہاتھ کا فرق ہے، تو فرق قصاص کیسے لیا جاتا ہے، اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ دونوں ہاتھوں سے پکڑنے کا کام لیا جاتا ہے اور اس میں دونوں برابر ہیں،، اس لئے اس میں اصل میں ہاتھ کی برابری کا اعتبار کیا گیا ہے، قیمت کا اعتبار نہیں کیا گیا ہے اس لئے یہاں قصاص لیا جاتا ہے

ترجمه: ۴ بخلاف جان کے کہ اس میں روح کو نکالنا ہے اس میں کوئی فرق نہیں ہے (اس میں قصاص لیا جائے گا)

تشریح : یہ بھی ایک اشکال کا جواب ہے، اشکال یہ ہے کہ مرد اور عورت کی جان میں بھی تو فرق ہے تو وہاں مرد عورت کو قتل کرے تو اس کے قصاص میں مرد کیوں قتل کیا جاتا ہے، وہاں اس کی قیمت کا اعتبار کیوں نہیں کرتے ہیں۔ تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ جان میں اصل یہ ہے کہ دونوں کی جان جاتی ہے، اور جان چھوٹی ہو یا بڑی، بہر جان جانے اور روح کے نکلنے میں دونوں برابر ہیں اس لئے وہاں عورت کے قصاص میں مرد کو قتل کیا جاتا ہے

لغت : ازھاق الروح: روح کا جسم سے نکلنا۔

ترجمه: (۶۵۹) مسلمان اور کافر کے عضو کاٹنے سے قصاص لیا جائے گا

ترجمه: ا اس لئے کہ ارش میں دونوں برابر ہیں

تشریح : مسلمان کافر یعنی ذمی کے اعضاء کو جان بوجھ کر کاٹ دے تو مسلمان سے قصاص لیا جائے گا۔

وجه : (۱) اس لئے کافر کے عضو کا ارش بھی اتنا ہی ہے جتنا مسلمان کا ہے اس لئے دونوں کے عضو کی قیمت برابر ہوگئی اس لئے کافر کے عضو کا قصاص مسلمان سے لیا جائے گا (۲) اس قول صحابی میں ہے۔ حدثنی مکحول قال لما قدم علینا عمر بیت المقدس اعطی عبادة بن الصامت رجلا من اهل الذمة دابته یمسکها فابی علیه فشجه موضحة ثم دخل المسجد فلما خرج عمر صاح النبطی الی عمر فقال عمر من صاحب هذا؟ قال عبادة انا صاحب هذا، ما اردت الی هذا ؟ قال اعطیته دابتی یمسکها فابی و کنت امرء فی حد قال اما لا فاقعد للقود فقال له زید بن ثابت ما کنت لتقید عبدک من اخیک قال اما والله لئن تجافیت لک عن القود لاعنتک فی الدیة اعطه عقلها مرتین (مصنف ابن ابی شیبة ۱۷۸ بین المسلم والذمی قصاص ج خامس، ص ۴۴۶، نمبر ۲۷۸۶۹) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ اعضاء کافر کو کاٹا تو مسلمان سے قصاص لیا جائے گا۔

(۶۶۰) قَالَ وَمَنْ قَطَعَ يَدَ رَجُلٍ مِنْ نِصْفِ السَّاعِدِ أَوْ جَرَحَهُ جَائِفَةً فَبَرَأَ مِنْهَا فَلا قِصَاصَ عَلَيْهِ، لـ لِأَنَّهُ لا يُمْكِنُ اِعْتِبَارُ الْمُمَاثَلَةِ فِيهِ، إِذِ الْأَوَّلُ كَسْرُ الْعَظْمِ وَلا ضَابِطَ فِيهِ، وَكَذَا الْبُرْءُ نَادِرٌ فَيُفْضِي الثَّانِيْ إِلَى الْهَلَاكِ ظَاهِرًا.

فائدہ : امام شافعیؒ کے نزدیک جب کافر کی جان قتل کردے تو قصاص نہیں ہے تو اس کے اعضاء کاٹ دے تو قصاص کیسے لازم ہوگا۔اس پر دیت لازم ہوگی۔

وجہ : حدیث گزری۔وان لایقتل مسلم بکافر (بخاری شریف، باب لایقتل المسلم بکافر ص۱۰۲۱ نمبر ۶۹۱۵)

ترجمہ: (۶۶۰) کسی نے کسی کا ہاتھ آدھے پہنچے سے کاٹا، یا پیٹ کے اندر تک زخم لگایا پھر وہ اس سے اچھا ہو گیا تو اس پر قصاص نہیں ہے۔

ترجمہ: لـ اس لئے کہ برابری کا اعتبار کرنا ممکن نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی صورت میں ہڈی کو توڑنا ہے، اور اس میں کوئی ضابطہ نہیں ہے، اور ایسے ہی بڑے زخم کے بعد ٹھیک ہونا نادر ہے، اس لئے ظاہر یہی ہے کہ ہلاکت تک پہونچائے گا (اس لئے ان دونوں میں قصاص نہیں ہے، دیت ہے)

اصول : جس زخم کا برابر سرابر قصاص لینا ناممکن ہو اس کی دیت لازم ہوگی قصاص نہیں۔

تشریح : اس باب کے شروع میں مسئلہ یہ تھا کہ ہاتھ کو جوڑ پر سے کاٹا تھا تو قصاص میں جوڑ پر سے کاٹنا آسان ہے اس لئے قصاص کا حکم تھا، لیکن یہاں جوڑ سے بھی اوپر سے ہاتھ کی ہڈی کاٹی ہے، اس کے قصاص میں اتنی ہی ہڈی کاٹنا مشکل ہے، اس لئے قصاص نہیں ہوگا

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ پیٹ میں، یا سر میں اندر تک زخم لگا دیا ہے، پھر وہ ٹھیک بھی ہو گیا ہے، اب اس کے قصاص میں اتنا ہی گہرا زخم لگانا، اور پھر اس کا ٹھیک بھی ہو جانا، یہ برابری ناممکن ہے اس لئے اس زخم کا بھی قصاص نہیں لیا جائے گا، اس کی دیت لازم ہوگی

وجہ : (۱) اس قول تابعی میں ہے کہ جس زخم کا برابر کا زخم لگانا ناممکن ہو اس میں قصاص نہیں لیا جائے گا۔**عن ابراھیم قال ما كان من جرح من العمد لا يستطاع فيه القصاص فهو على الجارح فی ماله دون عاقلته**۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۰۱ العمد الذی لایستطاع فیہ القصاص ج خامس، ص ۴۰۳، نمبر ۲۷۴۰۴) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ جس زخم کا قصاص لینا ممکن نہ ہو اس کی دیت لی جائے گی (۲) اس قول تابعی میں ہے۔**عن ابراھیم كان يقال اذا كسرت اليد او الرجل ثم برأت ولم ينقص منها شیء ارشها مائة وثمانون درهما**۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ۵۴ الید او الرجل تکسر ثم تبرأ ج خامس، ص ۳۷۸، نمبر ۲۷۱۰۱) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ ٹھیک ہونے کے بعد دیت لازم ہوگی قصاص لازم نہیں ہوگا۔

لغت : الجائفۃ: پیٹ کے اندر پہنچا ہوا زخم۔البرء: ٹھیک ہونا۔یفضی الی الہلاک: ہلاک تک پہنچانا۔

(٦٦١) قَالَ وَإِذَا كَانَتْ يَدُ الْمَقْطُوْعِ صَحِيْحَةً وَيَدُ الْقَاطِعِ شَلَّاءَ أَوْ نَاقِصَةَ الْأَصَابِعِ فَالْمَقْطُوْعُ بِالْخِيَارِ، إِنْ شَاءَ قَطَعَ الْيَدَ الْمُعِيْبَةَ وَلَا شَيْءَ لَهُ غَيْرُهَا وَإِنْ شَاءَ أَخَذَ الْأَرْشَ كَامِلًا، ۱ لِأَنَّ اسْتِيْفَاءَ الْحَقِّ كَمُلًا مُتَعَذِّرٌ فَلَهُ أَنْ يَّتَجَوَّزَ بِدُوْنِ حَقِّهِ وَلَهُ أَنْ يَعْدِلَ إِلَى الْعِوَضِ ۲ كَالْمِثْلِيِّ إِذَا انْصَرَمَ عَنْ أَيْدِي النَّاسِ بَعْدَ الْإِتْلَافِ، ۳ ثُمَّ إِذَا اسْتَوْفَاهَا نَاقِصًا فَقَدْ رَضِيَ بِهِ فَيَسْقُطُ حَقُّهُ كَمَا إِذَا رَضِيَ بِالرَّدِيِّ مَكَانَ الْجَيِّدِ.

ترجمہ: (٦٦١) اگر کٹا ہوا ہاتھ صحیح ہو اور کاٹنے والے کا ہاتھ شل ہو یا انگلی ناقص ہو تو مقطوع کو اختیار رہے چاہے عیب والا ہاتھ کاٹ لے اور اس کے لئے اس کے علاوہ کچھ نہیں ملے گا اور چاہے تو پوری دیت لے لے۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ پورا حق وصول کرنا یہاں متعذر رہے، اس لئے اس کو یہ اختیار ہے کہ اپنے حق سے چشم پوشی کرے، اور اس کو یہ بھی اختیار ہے کہ عوض کی طرف عدول کر جائے، اور دیت لے لے

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ اصل قصاص پر قدرت نہ ہو تو جتنا قصاص لے سکتا ہے اسی پر اکتفاء کیا جائے گا۔

تشریح : جس کا ہاتھ کاٹا اس کا ہاتھ صحیح تھا اور جس نے کاٹا اس کا ہاتھ شل تھا یا اس کی انگلی خراب تھی تو جس کا ہاتھ کاٹا اس کو دو اختیار ہیں۔۱۔ ہاتھ کاٹنے والے کا معیوب ہاتھ قصاص میں کاٹ لے۔ اس صورت میں اس نے قصاص لے لیا اس لئے اس کو دیت نہیں ملے گی یا عیب دار ہاتھ کی کچھ رقم نہیں ملے گی۔۲۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ اپنے ہاتھ کی پوری دیت وصول کرے۔ شل ہاتھ کو نہ کاٹے۔

وجہ : اس کے پاس عیب دار ہاتھ ہی ہے تو کیا کاٹے گا؟ کاٹنا ہے تو وہی کاٹے یا پھر پوری دیت لے لے۔

لغت : شلاء: شل ہاتھ۔ ناقصۃ الاصابع: انگلی ناقص ہو، انگلی نہ ہو۔ اخذ الارش: ارش لینا، دیت لینا۔

ترجمہ: ۲ جیسے مثلی چیز اس کے ہلاک کرنے کے بعد لوگوں کے ہاتھوں سے ختم ہو گیا ہو (تو جتنی ملتی ہے اسی کو لینا ہوگا، یا اس کی قیمت لینی ہوگی)

تشریح : اس کی مثال یہ ہے کہ زید نے عمر کا ایک کوئنٹل اچھا گیہوں ہلاک کیا، لیکن اب یہ اچھا گیہوں بازار میں نہیں مل رہا، بلکہ خراب گیہوں مل رہا ہے، تو عمر کو یہی اختیار ہے کہ یہ خراب گیہوں لے لے، کیونکہ اب اس کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں ہے، اسی طرح شل ہاتھ والے کے لئے بھی یہی راستہ ہے کہ اسی خراب ہاتھ کو کاٹ کر قصاص لے لے

ترجمہ: ۳ پھر ناقص ہاتھ کا قصاص لے لیا تو گویا کہ وہ اس پر راضی ہو گیا ہے، اور اس کا حق ساقط ہو گیا، جیسے اچھے گیہوں کی جگہ ردی گیہوں پر راضی ہو گیا ہو

تشریح : قصاص والے نے ناقص ہاتھ کو کاٹ کر قصاص لے لیا تو اب اس کا قصاص پورا ہو گیا ہے، اب اس کو دیت لینے کا حق نہیں رہے گا، کیونکہ وہ اسی ردی پر راضی ہو گیا ہے۔

(٦٦٢) وَلَوْ سَقَطَتِ الْمَوْفُةُ قَبْلَ اِخْتِيَارِ الْمُجْنٰى عَلَيْهِ أَوْ قُطِعَتْ ظُلْمًا فَلَا شَيْءَ لَهُ ١؎ عِنْدَنَا، لِأَنَّ حَقَّهُ مُتَعَيَّنٌ فِي الْقِصَاصِ وَإِنَّمَا يَنْتَقِلُ إِلَى الْمَالِ بِاخْتِيَارِهٖ فَيَسْقُطُ بِفَوَاتِهٖ، ٢؎ بِخِلَافِ مَا إِذَا قُطِعَتْ بِحَقٍّ عَلَيْهِ مِنْ قِصَاصٍ أَوْ سَرِقَةٍ حَيْثُ عَلَيْهِ الْاِرْشُ، لِأَنَّهٗ أَوْفٰى بِهٖ حَقًّا مُسْتَحِقًّا فَصَارَتْ سَالِمَةً لَهٗ مَعْنًى.

ترجمہ: (٦٦٢) جس کا ہاتھ کاٹا تھا اس کے اختیار کرنے سے پہلے بیکار ہاتھ ساقط ہو گیا، یا کسی نے اس ہاتھ کو ظلما کاٹ دیا تو اب مظلوم کو کچھ نہیں ملے گا (نہ قصاص ملے گا اور نہ دیت ملے گی)

ترجمہ: ١؎ ہمارے نزدیک، اس لئے کہ مظلوم کا حق اسی ہاتھ میں متعین تھا، اور اس کے دیت اختیار کرنے سے مال کی طرف منتقل ہوتا، لیکن ہاتھ کے ساقط ہونے سے یہ دیت کا اختیار بھی ختم ہو گیا

اصول: یہاں ایک اصول یہ ہے کہ قصاص لینا اصل ہے، اور وہ اصل چیز موجود ہو اس وقت قصاص سے دیت پر صلح کر لے تب دیت لازم ہوگی، ورنہ نہیں۔

اصول: دوسرا اصول یہ ہے کہ دیت پر صلح سے پہلے اصل چیز ختم ہو گئی تو اب دیت بھی لازم نہیں ہوگی، قصاص لینے کی چیز رہی نہیں اس لئے اب قصاص کس سے لے گا

تشریح: زید نے عمر کا ہاتھ کاٹا تھا، لیکن زید کا ہاتھ شل تھا، اور اسی شل ہاتھ کو کاٹ کر قصاص لینا تھا، لیکن عمر نے ابھی تک دیت یا قصاص کا فیصلہ نہیں کیا تھا کہ کسی نے زید کا شل ہاتھ بھی ظلما کاٹ دیا تو عمر مظلوم کو اب کچھ نہیں ملے گا، ہاتھ کاٹنا تو اس لئے نہیں ہوگا کہ وہ ہاتھ اب رہا ہی نہیں۔ اور دیت اس لئے نہیں ملے گی، کہ ہاتھ کٹنے سے پہلے پہلے دیت لینے کا فیصلہ کرتا تو وہ مل جاتی، لیکن ہاتھ کٹنے سے پہلے دیت کا فیصلہ نہیں کیا تو اب دیت بھی نہیں ملے گی، لیکن یہاں شرط یہ ہے کہ خود بخود ہاتھ ختم ہوا ہو، یا کسی نے ظلما ہاتھ کاٹا ہو۔ تب قصاص اور دیت ساقط ہوگا، ورنہ نہیں

وجہ: ہاتھ رہتے ہوئے دیت کی طرف منتقل ہو سکتا ہے، لیکن ہاتھ کٹنے کے بعد گویا کہ قصاص لینا ہی متعین ہو گیا ہے، اور ہاتھ باقی نہیں ہے، اس لئے قصاص بھی نہیں لے سکے گا

لغت: المؤفۃ: وفی سے مشتق ہے، خراب ہونا، ماوف ہونا **المجنی علیہ**: جس پر جنایت کی ہو، جس کا ہاتھ کاٹا ہے، مظلوم۔

ترجمہ: ٢؎ بخلاف جس پر ہاتھ کاٹنے کا حق تھا اس کا ہاتھ قصاص میں کاٹا گیا ہو، یا چوری میں کاٹا گیا ہو تو کاٹنے والے پر ارش لازم ہوگا، اس لئے اس کا ہاتھ کسی حق میں کاٹا گیا ہے، تو یوں سمجھو کہ ابھی بھی ہاتھ سالم ہے

تشریح: اگر کاٹنے والے کا ہاتھ کسی چوری میں کٹا ہے، یا قصاص میں کٹا ہے، اور مظلوم نے دیت کا فیصلہ ہاتھ کٹنے کے بعد کیا تب بھی اس کو دیت ملے گی

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں حادثے میں ہاتھ نہیں کٹا ہے، بلکہ اس پر قصاص تھا اس میں ہاتھ کٹا ہے، یا چوری کی اس میں ہاتھ کٹا ہے، تو اب بھی مظلوم کو دیت لینے کا حق ہوگا، کیونکہ قاطع کے فائدے میں ہاتھ کٹا ہے اس لئے گویا کہ ہاتھ سالم اور محفوظ ہے

(۶۶۳) قَالَ وَمَنْ شَجَّ رَجُلًا فَاسْتَوْعَبَتِ الشَّجَّةُ مَا بَيْنَ قَرْنَيْهِ وَهِيَ لَا تَسْتَوْعِبُ مَا بَيْنَ قَرْنَي الشَّاجِ فَالْمَشْجُوْجُ بِالْخِيَارِ، إِنْ شَاءَ اِقْتَصَّ بِمِقْدَارِ شَجَّتِهِ يَبْتَدِئُ مِنْ أَيِّ الْجَانِبَيْنِ شَاءَ، وَإِنْ شَاءَ أَخَذَ الْأَرْشَ، ۱ لِأَنَّ الشَّجَّةَ مُوْجِبَةٌ لِكَوْنِهَا مُشَيِّنَةً فَيَزْدَادُ الشَّيْنُ بِزِيَادَتِهَا، وَفِيْ إِسْتِيْفَائِهِ مَا بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّاجِ زِيَادَةٌ عَلٰى مَا فَعَلَ وَلَا يُلْحِقُهُ مِنَ الشَّيْنِ بِاسْتِيْفَائِهِ قَدْرَ حَقِّهِ مَا يُلْحِقُ الْمَشْجُوْجَ فَيَنْتَقِصُ فَيُخَيَّرُ كَمَا فِي الشَّلَاءِ وَالصَّحِيْحَةِ، ۲ وَفِيْ عَكْسِهِ يُخَيَّرُ أَيْضًا، لِأَنَّهُ يَتَعَذَّرُ الْإِسْتِيْفَاءُ

ترجمہ: (۶۶۳) کسی نے کسی آدمی کو زخمی کیا۔ پس زخم نے سر کے دونوں جانبوں کو گھیر لیا اور اتنا زخم زخمی کرنے والے کے دونوں جانبوں کو نہیں گھیر سکتا تو زخمی شدہ آدمی کو اختیار ہے چاہے اپنے زخم کی مقدار قصاص لے لے۔ اور شروع کرے جس جانب سے چاہے اور چاہے تو پوری دیت لے لے۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ زخم قصاص کو واجب کرتا ہے، کیونکہ یہ عیب دار کرنے کا باعث ہے، اس لئے زخم کی زیادتی سے عیب میں اضافہ ہوگا، مشوج کی پوری پیشانی زخمی کر دے، تو شاج نے جتنا کیا ہے اس پر زیادتی ہوگی۔ اور جتنا زخمی کیا ہے اتنا ہی زخمی کرے تو شاج کی پوری پیشانی عیب دار نہیں ہوگی، بلکہ کمی رہ جائے گی، اس لئے مشوج کو، ناقص قصاص لینے کا بھی اختیار ہو گا، یا پھر دیت لینے کا اختیار ہوگا، جیسے شل ہاتھ اور صحیح ہاتھ میں دونوں اختیار تھے

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جس جگہ سے قصاص لینا ہے وہ زیادہ ہے یا کم ہے تو اقل درجے کا قصاص لیا جائے گا، یا پھر دیت لے لے

تشریح: یہاں تین مسئلے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ جس کا سر پھوڑا ہے اس کا سر چھوٹا ہے (پانچ انچ کا ہے) جس کی وجہ سے زخم پیشانی کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک زخم چلا گیا ہے، اور پوری پیشانی داغ دار ہو گیا ہے۔ لیکن سر پھوڑنے والے کا سر لمبا چوڑا ہے (آٹھ انچ کا سر ہے) اب شاج کا سر پانچ انچ پھوڑیں تو قصاص برابر ہو جائے گا، لیکن سر لمبا چوڑا ہونے کی وجہ زخم پوری پیشانی پر نہیں آئے گی، اور مشوج کی طرح پوری پیشانی داغ دار نہیں ہوگی، تو اس صورت میں فرماتے ہیں کہ پانچ انچ زخمی کرے، تاکہ زخم برابر ہو جائے، اس سے زیادہ نہ کرے، یہی قصاص ہے، یا پھر مشوج دیت لے لے

لغت: الشجۃ: سر پھوڑنا، زخمی کرنا۔ اسی سے مشوج: جس کا سر پھوڑا ہو۔ اسی سے ہے شاج: جس نے سر پھوڑا ہو۔ مشینۃ: شین سے مشتق ہے، داغ دار کرنا، عیب لگانا، اسی سے ہے شین۔ قرن: سینگ، یہاں مراد ہے پیشانی کی دونوں جانب۔ تستوعب: گھیرنا، سب لے لینا۔ استیفاء: وصول کرنا۔

ترجمہ: ۲ اور اگر اس کا الٹا ہے، (یعنی جس کا سر پھوڑا ہے اس کی پیشانی بڑی ہے (آٹھ انچ ہے) اور جس نے سر پھوڑا ہے اس کی پیشانی چھوٹی ہے پانچ انچ ہے)، تب بھی اختیار دیا جائے گا کہ قصاص لے یا دیت لے۔ اس لئے کہ پورا قصاص

كَمُلًا لِلتَّعَدِّيْ إِلٰى غَيْرِ حَقِّهٖ، ۳؎ وَكَذَا إِذَا كَانَتِ الشَّجَّةُ فِيْ طُوْلِ الرَّأْسِ وَهِيَ تَأْخُذُ مِنْ جَبْهَتِهٖ إِلٰى قَفَاهُ وَلَا تَبْلُغُ إِلٰى قَفَا الشَّاجِ فَهُوَ بِالْخِيَارِ، لِأَنَّ الْمَعْنٰى لَا يَخْتَلِفُ.

(۲۶۴) قَالَ وَلَا قِصَاصَ فِي اللِّسَانِ وَلَا فِي الذَّكَرِ

وصول کرنے میں زیادتی ہوگی، کہ شاج کی پیشانی کے علاوہ بھی دور تک زخم جائے گا

تشریح : یہ دوسری صورت ہے اور پہلے کا الٹا ہے۔ یہاں یہ ہے کہ جس کا سر پھوڑا ہے اس کا سر بڑا ہے (آٹھ انچ کا ہے)، اب پیشانی کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک زخم آٹھ انچ کا ہے، اور جس نے سر پھوڑا ہے، اس کا سر چھوٹا ہے (صرف پانچ انچ کا ہے)، اگر آٹھ انچ زخم لگائیں تو پیشانی سے پار کر کے کنپٹی تک زخم چلا جاتا ہے، اس میں زخم میں برابری تو ہو جاتی ہے، لیکن داغ مشوج سے بڑا ہو جاتا ہے، اس لئے یہاں زخم کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، اور داغ کا اعتبار کیا جائے گا، اور پیشانی تک ہی زخم لگایا جائے گا، جو پانچ انچ ہوگا، تا کہ داغ میں زیادتی نہ ہو، اور اگر مشوج اس پر راضی نہ ہو تو، پھر دیت لینے کا اختیار ہوگا

ترجمہ: ۳؎ ایسے ہی زخم ہو سر کی لمبائی میں، یعنی پیشانی سے گدی تک زخم لگایا ہو۔ اور سر پھوڑنے والے کا سر اتنا بڑا ہے، کہ پیشانی سے گدی تک زخم نہیں جا سکتا ہے، تب بھی قصاص لینے والے کو اختیار ہے، (چاہے قصاص لے چاہے دیت لے لے)، اس لئے صورت حال مختلف نہیں ہے

تشریح : یہ تیسری صورت ہے۔ اس میں یہ ہے کہ زخم چوڑائی میں نہیں لگائی ہے، بلکہ سر کی لمبائی میں لگائی ہے، یعنی پیشانی سے گدی تک زخم لگایا ہے، لیکن اس کا سر بڑا ہے اس لئے پیشانی سے گدی تک اس کا زخم آٹھ انچ کا ہے، اور جس نے زخم لگایا ہے، اس کا سر چھوٹا ہے، پانچ انچ ہی میں گدی تک زخم چلا جاتا ہے، اور آٹھ انچ زخم لگائیں تو گدی سے بھی پار ہو جائے گا۔ اس صورت میں داغ کا اعتبار کیا جائے گا، اور گدی تک ہی زخم لگایا جائے، اس سے زیادہ نہیں، اور اس پر راضی نہ ہو تو پھر دیت لے لے۔

لغت : قفا: گدی، سر کا پچھلا حصہ۔ جبہۃ: پیشانی

ترجمہ: (۲۶۴) زبان میں اور ذکر میں قصاص نہیں ہے۔

وجہ : (۱) ذکر اور زبان لمبے ہوتے ہیں اور سکڑتے ہیں۔ اس لئے ان کو برابر سرابر کاٹنا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے اگر اس کو کاٹ دے تو ان میں قصاص نہیں ہے دیت ہے۔ ہاں خصیتین بھی کاٹ دے تو اس صورت میں ذکر بالکل جڑ سے کٹ جاتا ہے جہاں سے سکڑتا نہیں ہے۔ اس لئے وہاں سے قصاص لینا ممکن ہے۔ اس لئے خصیتین کاٹ دے تو قصاص لیا جائے گا (۲) عَنْ جَدِّهٖ: " أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلٰى أَهْلِ الْيَمَنِ كِتَابًا فِيهِ الْفَرَائِضُ وَالسُّنَنُ وَالدِّيَاتُ، وَبَعَثَ بِهٖ مَعَ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ. . . . وَفِي اللِّسَانِ الدِّيَةُ، وَفِي الشَّفَتَيْنِ الدِّيَةُ وَفِي الْبَيْضَتَيْنِ الدِّيَةُ، وَفِي الذَّكَرِ الدِّيَةُ (نسائی شریف، ذکر عمر بن حزم فی العقول، نمبر ۴۸۵۳) (۳)۔ عَنِ الزُّهْرِيِّ، رَفَعَهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فِي اللِّسَانِ إِذَا اسْتُؤْصِلَ الدِّيَةُ كَامِلَةً (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب اللسان ما

۱؎ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَنَّهُ إِذَا قُطِعَ مِنْ أَصْلِهِ يَجِبُ، لِأَنَّهُ يُمْكِنُ اِعْتِبَارُ الْمُسَاوَاةِ، وَلَنَا أَنَّهُ يَنْقَبِضُ وَيَنْبَسِطُ فَلَا يُمْكِنُ اِعْتِبَارُ الْمُسَاوَاةِ،

(۶۶۵) إِلَّا أَنْ تُقْطَعَ الْحَشَفَةُ، ۱؎ لِأَنَّ مَوْضِعَ الْقَطْعِ مَعْلُومٌ كَالْمِفْصَلِ، ۲؎ وَلَوْ قُطِعَ بَعْضُ الْحَشَفَةِ أَوْ بَعْضُ الذَّكَرِ فَلَا قِصَاصَ فِيهِ، لِأَنَّ الْبَعْضَ لَا يُعْلَمُ مِقْدَارُهُ، ۳؎ بِخِلَافِ الْأُذُنِ إِذَا قُطِعَ كُلُّهُ أَوْ بَعْضُهُ، لِأَنَّهُ لَا يَنْقَبِضُ وَلَا يَنْبَسِطُ، وَلَهُ حد يُعْرَفُ فَيُمْكِنُ اِعْتِبَارُ الْمُسَاوَاةِ،

فیہ اذا اصیب ،نمبر ۲۶۹۲۵)اس حدیث مرسل میں ہے کہ زبان میں دیت ہے (۴) اور یہ قول تابعی گزر چکا ہے۔ عن ابراھیم قال ما کان من جرح من العمد لا یستطاع فیه القصاص فهو علی الجارح فی ماله دون عاقلته (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۰۱ العمد الذی لا یستطاع فیہ القصاص ج خامس ،ص ۴۰۳ ،نمبر ۲۷۴۰۴) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ جس عضو کا برابر سرابر قصاص لینا ناممکن ہو اس میں قصاص نہیں ہے دیت ہے۔

ترجمہ: ۱؎ امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ اگر عضو خاص جڑ سے کاٹ دیا ہو تو قصاص ہوگا اس لئے کہ جڑ سے کاٹ کر برابری ممکن ہے، لیکن ہماری دلیل یہ ہے کہ عضو سکڑتا ہے اور پھیلتا بھی ہے اس لئے برابر کاٹنا ممکن نہیں ہے (اس لئے قصاص نہیں لیا جائے گا)

تشریح : واضح ہے

ترجمہ: (۶۶۵) لیکن اگر حشفہ کاٹا گیا ہو (تو اس کا قصاص ہوگا)

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ جوڑ کی طرح حشفہ میں کٹنے کی جگہ بھی معلوم ہے

تشریح : عضو تناسل کے اوپر سپاری کو کاٹنا آسان ہے اس لئے اس کو کوئی کاٹ دے تو اس کا قصاص لینا آسان ہے

لغت : الحشفۃ : عضو تناسل کی سپاری کو حشفہ، کہتے ہیں۔

ترجمہ: ۲؎ اور اگر بعض حشفہ کو کاٹا، یا بعض ذکر کو کاٹا تو اس میں قصاص نہیں ہے اس لئے کہ بعض کی مقدار معلوم کرنا مشکل ہے، (اس لئے اس میں قصاص نہیں دیت ہے)

وجہ : عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: فِي الْحَشَفَةِ الدِّيَةُ (مصنف ابن ابی شیبۃ ،الحشفۃ نصاب کم فیھا ،نمبر ۲۷۰۹۹) اس قول صحابی میں ہے کہ حشفہ میں دیت ہے

ترجمہ: ۳؎ بخلاف اگر پورے کان کو کاٹ دے، یا بعض کان کو کاٹ دے (اس میں قصاص ہے) اس لئے کہ کان سکڑتا، اور پھیلتا نہیں ہے، اس کی حد معلوم ہے اس لئے اس میں برابری کا اعتبار کرنا ممکن ہے

تشریح : کان پورا کاٹے تو قصاص میں پورا کاٹا جائے گا۔ اور آدھا کاٹے تو آدھا کاٹا جائے گا

وجہ : کان سکڑتا اور پھیلتا نہیں ہے، اور باہر ہوتا ہے اس لئے آدھا کان کاٹنا ممکن ہے اس لئے اس کے پورے میں بھی

۴ وَالشَّفَةُ إِذَا اسْتَقْصَاهَا بِالْقَطْعِ يَجِبُ الْقِصَاصُ لِإِمْكَانِ اعْتِبَارِ الْمُسَاوَاةِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قُطِعَ بَعْضُهَا، لِأَنَّهُ يَتَعَذَّرُ اعْتِبَارُهَا.

فَصْل

(٦٦٦) قَالَ وَإِذَا اصْطَلَحَ الْقَاتِلُ وَأَوْلِيَاءُ الْقَتِيْلِ عَلٰى مَالٍ سَقَطَ الْقِصَاصُ وَوَجَبَ الْمَالُ قَلِيْلًا كَانَ أَوْ كَثِيْرًا ۱ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿فَمَنْ عُفِيَ لَهُ أَخِيهِ شَيْءٌ﴾ الْاٰيَةَ عَلٰى مَا قِيْلَ نَزَلَتِ الْاٰيَةُ فِي الصُّلْحِ، وَقَوْلُهُ

قصاص ہے،اور آدھے میں بھی قصاص ہے

ترجمہ: ۴ اور ہونٹ اگر جڑ سے کاٹا ہے تو قصاص واجب ہے، اس لئے کہ برابری کا اعتبار کرنا ممکن ہے، بخلاف بعض ہونٹ کو کاٹا ہو تو قصاص نہیں ہے اس لئے اس وقت برابری کا اعتبار کرنا متعذر رہے

تشریح: پورا ہونٹ کاٹا ہو تو اس کے قصاص میں پورا ہونٹ کاٹنا ممکن ہے اس لئے قصاص ہوگا، اور بعض ہونٹ کاٹا ہو تو اس میں برابری کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے اس میں دیت ہے، قصاص نہیں ہے

وجہ: (۱)۔ عَنْ جَدِّهِ: "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَى أَهْلِ الْيَمَنِ كِتَابًا فِيهِ الْفَرَائِض.... وَفِي الشَّفَتَيْنِ الدِّيَةِ. (نسائی شریف، ذکر عمر بن حزم فی العقول، نمبر ۴۸۵۳) اس حدیث میں ہے کہ ہونٹ میں دیت ہے (۲) اس قول صحابی میں ہے کہ ہونٹ میں دیت ہے۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، قَالَ: »قَضَى أَبُو بَكْرٍ فِي الشَّفَتَيْنِ بِالدِّيَةِ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب اللسان ما فیہ اذا اصیب، نمبر ۲۶۹۱۹)

فصل دیت پر صلح کے بارے میں

ضروری نوٹ: قتل عمد کے بعد تین صورتیں ہوتی ہیں۔ ۱۔ قصاص لے لے۔ ۲۔ بالکل معاف کر دے، اور روپیہ بھی نہ لے۔ ۳۔ کچھ درہم لیکر صلح کر لے، اس کے لئے نیچے آیتیں۔ اور حدیث ہیں

ترجمہ: (٦٦٦) اگر قاتل اور مقتول کے ورثہ صلح کر لیں کسی مال پر تو قصاص ساقط ہو جائے گا اور مال واجب ہوگا۔ مال کم ہو یا زیادہ۔

ترجمہ: ۱ اللہ تعالی کا قول، فمن عفی من اخیہ شیء، آیت ہے اس کے بارے میں علماء نے فرمایا کہ صلح کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اور حضورؐ کا قول، من قتل قتیل، حدیث ہے، اور اس حدیث کا مطلب تو اللہ جانے رضامندی سے رقم لینا ہے جیسا کہ علماء نے بیان کیا ہے، اور یہ بعینہ صلح ہے

تشریح: قاتل نے قتل عمد کیا تھا جس کی وجہ سے قصاص لازم تھا لیکن قاتل اور مقتول کے ورثہ نے کسی مال پر صلح کر لی تو اب قصاص ساقط ہو جائے گا۔ اور قاتل پر وہ مال لازم ہوگا جو صلح میں طے ہوا۔ وہ مال دیت کاملہ سے کم ہو یا زیادہ ہو۔

عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنْ قُتِلَ لَہٗ قَتِیْلٌ وَالْمُرَادُ وَاللّٰہُ أَعْلَمُ الْأَخْذُ بِالرِّضَا عَلٰی مَا بَیَّنَّاہُ وَھُوَ الصُّلْحُ بِعَیْنِہٖ، ۲ وَلِأَنَّہٗ حَقٌّ ثَابِتٌ لِلْوَرَثَۃِ یَجْرِیْ فِیْہِ الْإِسْقَاطُ عَفْوًا فَکَذَا تَعْوِیْضًا لِاشْتِمَالِہٖ عَلٰی إِحْسَانِ الْأَوْلِیَاءِ وَإِحْیَاءِ الْقَاتِلِ فَیَجُوْزُ بِالتَّرَاضِیْ، وَالْقَلِیْلُ وَالْکَثِیْرُ فِیْہِ سَوَاءٌ، لِأَنَّہٗ لَیْسَ فِیْہِ نَصٌّ مُقَدَّرٌ فَیُفَوَّضُ إِلٰی اصْطِلَاحِھِمَا کَالْخُلْعِ وَغَیْرِہٖ، ۳ وَإِنْ لَمْ یَذْکُرُوْا حَالًا وَلَا مُؤَجَّلًا فَھُوَ حَالٌ، لِأَنَّہٗ مَالٌ وَاجِبٌ

وجہ : (۱) قتل خطاء یا قتل شبہ عمد ہوتو مقتول کے ورثہ سے دیت سے زیادہ نہیں لے سکتے۔لیکن یہاں تو قصاص لازم تھا اس لئے اب صلح میں جو طے ہووہ دینا ہوگا (۲) صاحب ہدایہ کی آیت یہ ہے۔ یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثٰی بِالْأُنْثٰی فَمَنْ عُفِیَ لَہٗ مِنْ أَخِیْہِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَأَدَاءٌ إِلَیْہِ بِإِحْسَانٍ ذٰلِکَ تَخْفِیْفٌ مِنْ رَبِّکُمْ وَرَحْمَۃٌ فَمَنِ اعْتَدٰی بَعْدَ ذٰلِکَ فَلَہٗ عَذَابٌ أَلِیْمٌ ٥ (سورہ البقرۃ ۲، آیت ۱۷۸)(۳) حدیث میں ہے۔ حَدَّثَنِی أَبُوْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ: لَمَّا فَتَحَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَکَّۃَ، قَامَ فِی النَّاسِ.. وَمَنْ قُتِلَ لَہٗ قَتِیْلٌ فَھُوَ بِخَیْرِ النَّظَرَیْنِ: إِمَّا أَنْ یُفْدٰی، وَإِمَّا أَنْ یُقْتَلَ (مسلم شریف، باب تحریم مکہ وصیدھا وخلاھا، نمبر ۱۳۵۵) (۴)۔ حدثنا ابو ھریرۃ ... ومن قتل لہ قتیل فھو بخیر النظرین اما یودی واما یقاد (بخاری شریف، باب من قتل لہ قتیل فھو بخیر النظرین ص ۱۰۱۶ نمبر ۶۸۸۰ / ابو داؤد شریف، باب الامام یؤمر بالعفو فی الدم ص ۶۷۰ نمبر ۴۴۹۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قصاص معاف کر کے مال پر صلح کرسکتا ہے بلکہ یہ بہتر ہے کیونکہ قاتل کی جان بچے گی۔

ترجمہ: ۲ اور اس لئے کہ ورثہ کا حق ثابت ہے، اس لئے معاف کر کے ساقط بھی کرسکتا ہے، ایسے ہی بدلے میں مال بھی لے سکتا ہے، اس لئے کہ اس میں قاتل کو زندہ رکھنے کے لئے ولیوں کے احسان پر شامل ہے اس لئے آپس کی رضا مندی سے جائز ہوگا، باقی مال تھوڑا ہو یا زیادہ دونوں کا اختیار ہے اس لئے کہ نص میں کوئی مقدار متعین نہیں ہے، اس لئے قاتل اور مقتول کے ورثہ کی صلح پر سونپا گیا ہے، جیسے خلع وغیرہ میں ہوتا ہے

تشریح : پہلی بات یہ ہے کہ یہ ورثہ کا حق ہے اس لئے مال پر صلح کر سکتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ آیت میں کہی گئی ہے کہ معاف کر سکتے ہو، اس لئے مال لئے بغیر ورثہ معاف بھی کر سکتے ہیں۔ تیسری بات آیت میں یہ کہی گئی ہے کہ احسان کرنا ہے تو مال لیکر قاتل کو زندہ رکھنا ہے اور اس پر احسان بھی کرنا ہے۔ اور چوتھی بات یہ ہے کہ آیت اور حدیث میں مال کی کوئی مقدار متعین نہیں ہے، اس لئے کم مال ہو زیادہ کسی بھی مقدار پر صلح کر سکتے ہیں، جیسے خلع وغیر میں کسی بھی مال پر خلع کرنا جائز ہے

ترجمہ: ۳ اور مال کی ادائیگی کے بارے میں جلدی، یا تاخیر کا ذکر نہ ہو تو وہ فی الحال لازم ہوگا، اس لئے کہ یہ مال عقد کی وجہ سے واجب ہوا ہے اس لئے اس قسم کی چیز میں فی الحال ہی واجب ہوتا ہے، جیسے مہر ہے، مبیع کی قیمت ہے، بخلاف دیت

بِالْعَقْدِ، وَالْأَصْلُ فِيْ أَمْثَالِهِ الْحُلُوْلُ نَحْوَ الْمَهْرِ وَالثَّمَنِ، بِخِلَافِ الدِّيَةِ لِأَنَّهَا مَا وَجَبَتْ بِالْعَقْدِ.

(۶۶۷) قَالَ وَإِنْ كَانَ الْقَاتِلُ حُرًّا وَعَبْدًا فَأَمَرَ الْحُرُّ وَمَوْلَى الْعَبْدِ رَجُلًا بِأَنْ يُصَالِحَ عَنْ دَمِهِمَا عَلٰى أَلْفِ دِرْهَمٍ فَفَعَلَ فَالْأَلْفُ عَلَى الْحُرِّ وَالْمَوْلٰى نِصْفَانِ، ۱؎ لِأَنَّ عَقْدَ الصُّلْحِ أُضِيْفَ إِلَيْهِمَا.

(۶۶۸) وَإِذَا عَفَا أَحَدُ الشُّرَكَاءِ مِنَ الدَّمِ أَوْ صَالَحَ مِنْ نَصِيْبِهِ عَلٰى عِوَضٍ سَقَطَ حَقُّ الْبَاقِيْنَ عَنِ الْقِصَاصِ وَكَانَ لَهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِنَ الدِّيَةِ،

کے اس لئے وہ عقد کی وجہ واجب نہیں ہوئی ہے، (بلکہ شریعت نے واجب کی ہے، اس لئے وہ فی الحال واجب نہیں ہوگی، بلکہ قسط وار لازم ہوگی)

تشریح : مال پر صلح کرتے وقت فی الحال، یا تاخیر کی قید نہیں لگائی تو یہ مال فی الحال واجب ہوگی

وجہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جو مال آپس میں عقد کی وجہ سے لازم ہوا اور کوئی قید نہ ہو تو وہ فی الحال ہی لازم ہوتا ہے، جیسے خلع کرے، یا خرید وفروخت کرے، اور کوئی قید نہ ہو تو فی الحال ہی مال لازم ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف دیت کی شریعت نے مقدار بھی متعین کی ہے اور قسط وار رکھی ہے کہ تین سال میں ادا کریں، تو چونکہ شریعت نے قسط طے کی ہے اس لئے دیت میں فی الحال، یا قسط وار کا ذکر نہ ہو تب بھی قسط وار ہی لازم ہوگی، اور اتنا ہی مال لازم ہوگا جتنا شریعت نے متعین کیا ہے

ترجمہ: (۶۶۷) اگر آزاد اور غلام دو آدمیوں نے ایک آدمی کو قتل کیا، پھر آزاد نے اور غلام کے آقا نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ اس قتل کی ایک ہزار درہم پر صلح کرائیں، اب اس نے ایک ہزار درہم پر صلح کرائی تو آدھا ہزار آزاد پر ہوگا اور آدھا ہزار آقا پر ہوگا

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ عقد صلح دونوں کی طرف منسوب ہے

تشریح : یہاں دو آدمیوں نے قتل کیا ہے اور دونوں نے صلح کرانے کی درخواست کی ہے، اس لئے دونوں پر آدھا آدھا لازم ہوگا، پورا ایک ہزار ایک پر لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۶۶۸) پس اگر شریک میں سے کسی ایک نے خون معاف کر دیا یا اپنے حصے پر صلح کر لی عوض کے بدلے تو قصاص سے باقیوں کا حق ساقط ہو جائے گا اور ان کے لئے حصے ہوں گے دیت سے۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ وارث میں سے ایک نے بھی قتل معاف کر دیا، یا قتل کے بدلے رقم پر صلح کر لی تو قصاص ختم ہو جائے گا، اور دیت واجب ہو جائے گی

تشریح : مقتول کے ورثہ میں سے کسی ایک نے اپنا حصہ معاف کر دیا یا اپنے حصے کے بدلے قاتل سے مال پر صلح کر لی تو باقی ورثہ کو قصاص لینے کا حق نہیں رہے گا۔ بلکہ دیت میں سے جو حصے ان کے حق میں آئیں گے وہ لے۔

وجہ : (۱) حدثنی عائشة زوج النبی ﷺ ان رسول الله قال علی المقتتلین ان ینحجزوا الاول فالاول وان کانت امرأة (ابوداؤد شریف، باب عفو النساء عن الدم ص ۶۷۲ نمبر ۴۵۳۸ رسنن للبیہقی، باب عفو الاولیاء عن القصاص

لے وَأَصْلُ هٰذَا أَنَّ الْقِصَاصَ حَقُّ جَمِیْعِ الْوَرَثَةِ وَكَذَا الدِّيَةُ خِلَافًا لِمَالِكٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَالشَّافِعِيِّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ فِی الزَّوْجَیْنِ، لَهُمَا أَنَّ الْوَرَاثَةَ خِلَافَةٌ وَهِیَ بِالنَّسَبِ دُوْنَ السَّبَبِ لِانْقِطَاعِهِ بِالْمَوْتِ،

دون بعض ج ثامن،ص ۱۰۵،نمبر ۱۶۰۷۰)(۲)اس قول صحابی میں ہے۔أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رُفِعَ إِلَیْهِ رَجُلٌ قَتَلَ رَجُلًا ,فَأَرَادَ أَوْلِیَاءُ الْمَقْتُولِ قَتْلَهُ ,فَقَالَتْ أُخْتُ الْمَقْتُولِ: وَهِیَ امْرَأَةُ الْقَاتِلِ: قَدْ عَفَوْتُ عَنْ حِصَّتِی مِنْ زَوْجِی ,فَقَالَ عُمَرُ: »عُتِقَ الرَّجُلُ مِنَ الْقَتْلِ (مصنف عبد الرزاق باب العفوج عاشر ص۱۳ نمبر ۱۸۱۸۸/سنن للبیہقی ،باب عفو بعض الاولیاء ج ثامن،ص ۱۰۵،نمبر ۱۶۰۷۲)اس حدیث اور قول صحابی سے معلوم ہوا کہ ورثہ میں سے ایک نے بھی معاف کر دیا تو سارے سے قصاص معاف ہو جائے گا اور دیت لازم ہوگی(۳) آیت فاتباع بالمعروف و اداء الیہ باحسان (آیت ۱۷۸ سورۃ البقرہ ۲) اس آیت کے اشارے سے بھی معلوم ہوا ہے کہ ایک کے معاف کرنے کے بعد قصاص نہیں ہے۔

ترجمہ: لے اس مسئلے کی اصل یہ ہے کہ قصاص بھی تمام کا ورثہ کا حق ہے،اور ایسے ہی دیت بھی تمام ورثہ کا حق ہے، بیوی اور شوہر کے بارے میں امام مالکؒ،اور امام شافعیؒ اس کے خلاف ہیں،ان دونوں حضرات کی دلیل یہ ہے کہ یہ وراثت خلافت کے طور پر آتی ہے، یہ نسب کی بنیاد پر ہوتی ہے، نکاح کے سبب سے نہیں آتی ، کیونکہ نکاح تو موت سے ختم ہو جاتا ہے(اور یہ مال، اور قصاص تو موت کے بعد آتا ہے،اس لئے اس میں شوہر یا بیوی کا حق نہیں ہوگا)

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ جس طرح اور وارثین کو یہ حق ملتا ہے اسی طرح بیوی اور شوہر کو قصاص لینے کا بھی حق ہے،اور قصاص کے بدلے میں مال پر صلح کرنے کا بھی حق ہے،اور قصاص میں اپنے حصے کو معاف بھی کر لینے کا حق ہے۔۔ امام شافعیؒ اور امام مالک کی رائے یہ ہے کہ بیوی اور شوہر کو نہ قصاص لینے کا حق ہے اور نہ دیت میں ان کا کوئی حصہ ہوگا،اور یہ لوگ نہ قصاص کو معاف کر سکیں گے،اور نہ قصاص کے بدلے مال پر صلح کر سکیں گے

وجہ: ان کی دلیل یہ ہے کہ قصاص کا حق ، یا دیت کا حق شوہر، یا بیوی کے مرنے کے بعد ہوگی،اور شوہر یا بیوی کے مرتے ہی بیوی بیوی نہیں رہتی،اور شوہر نہیں رہتا،اس لئے ان کو قصاص کا حق ، یا دیت میں حق نہیں ملے گا۔(۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ قصاص،اور دیت کی وراثت خلافت کی ہے،اور خلافت کی ورثت نسب کی وجہ سے ہوتی ہے، نکاح کے سبب سے نہیں ہوتی،اور یہ لوگ نکاح کے سبب والے ہیں،اس لئے ان لوگوں کو قصاص اور دیت میں حق نہیں ملے گا۔(۳) شاید یہ حضرات حضرت عمرؓ کے پہلے قول سے استدلال کرتے ہیں۔ عَنْ سَعِیدِ بْنِ الْمُسَیِّبِ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ: الدِّیَةُ عَلَی الْعَاقِلَةِ، وَلَا تَرِثُ الْمَرْأَةُ مِنْ دِیَةِ زَوْجِهَا شَیْئًا (ترمذی شریف،باب ماجاء فی میراث المراۃ من دیۃ،نمبر ۲۱۱۰/ابن ماجۃ شریف،باب المیراث من الدیۃ،نمبر ۲۶۴۲)

۲ وَلَنَا أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَمَرَهُ بِتَوْرِيْثِ اِمْرَأَةِ أَشْيَمَ الضَّبَابِيِّ مِنْ عَقْلِ زَوْجِهَا أَشْيَمَ، ۳ وَلِأَنَّهُ حَقٌّ يَجْرِيْ فِيْهِ الْإِرْثُ حَتّٰى أَنَّ مَنْ قُتِلَ وَلَهُ ابْنَانِ فَمَاتَ أَحَدُهُمَا عَنِ ابْنٍ كَانَ الْقِصَاصُ بَيْنَ الصُّلْبِيِّ وَابْنِ الْإِبْنِ فَيَثْبُتُ لِسَائِرِ الْوَرَثَةِ، ۴ وَالزَّوْجِيَّةُ تَبْقٰى بَعْدَ الْمَوْتِ حُكْمًا فِيْ حَقِّ الْإِرْثِ .

ترجمہ: ۲ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضورؐ نے اشیم ضبابی کی بیوی کو وراثت دینے کا حکم فرمایا تھا، ان کے شوہر اشیم کی دیت سے

تشریح : امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ کہ حضرت اشیم ضبابی کو ایک آدمی نے قتل کیا تو اس کی دیت میں سے اس کی بیوی کو بھی وراثت کا حق دیا، اس لئے بیوی اور شوہر کو دیت اور قصاص میں حق ملے گا

وجہ : حدیث یہ ہے جس میں ہے کہ حضورؐ نے بیوی کو دیت میں حق دیا۔ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ: الدِّيَةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ، وَلَا تَرِثُ الْمَرْأَةُ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا شَيْئًا، فَأَخْبَرَهُ الضَّحَّاكُ بْنُ سُفْيَانَ الْكِلَابِيُّ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَيْهِ: »أَنْ وَرِّثْ امْرَأَةَ أَشْيَمَ الضِّبَابِيِّ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا«: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ (ترمذی شریف، باب ما جاء فی میراث المراۃ من دیۃ، نمبر ۲۱۱۰، ابن ماجۃ شریف، باب المیراث من الدیۃ، نمبر ۲۶۴۲) (۲) اس قول صحابی میں بیوی نے قصاص کو معاف کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ بیوی اور شوہر کو قصاص کو معاف کرنے کا بھی حق ہے۔ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رُفِعَ إِلَيْهِ رَجُلٌ قَتَلَ رَجُلًا، فَأَرَادَ أَوْلِيَاءُ الْمَقْتُوْلِ قَتْلَهُ ,فَقَالَتْ أُخْتُ الْمَقْتُوْلِ: وَهِيَ امْرَأَةُ الْقَاتِلِ: قَدْ عَفَوْتُ عَنْ حِصَّتِيْ مِنْ زَوْجِيْ، فَقَالَ عُمَرُ: »عُتِقَ الرَّجُلُ مِنَ الْقَتْلِ (مصنف عبد الرزاق باب العفوج عاشر ص ۱۳ نمبر ۱۸۱۸۸ سنن للبیہقی، باب عفو بعض الاولیاء ج ثامن، ص ۱۰۵، نمبر ۱۶۰۷۲)

ترجمہ: ۳ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ ایسا حق ہے جس میں وراثت جاری ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ ایک آدمی قتل ہوا ہو اور اس کو دو بیٹے ہوں، ان میں سے ایک بیٹا اپنا بیٹا چھوڑ کر مر گیا تو قصاص اس کے صلبی بیٹے اور پوتے کے درمیان ہوگا (یعنی بیٹا اور پوتا دونوں مل کر قصاص لیں گے، اس لئے قصاص کا حق تمام ورثہ کو ملے گا (یعنی بیوی اور شوہر کو بھی ملے گا)

تشریح : امام ابوحنیفہؒ کی یہ دوسری دلیل ہے کہ موت کے بعد بھی وراثت جاری ہوتی ہے، اس کی ایک مثال دیتے ہیں مثلا زید کو کسی نے قتل کیا، اس وقت زید کے دو بیٹے تھے، بعد میں ایک بیٹے کا انتقال ہو گیا، اور اس نے بیٹا چھوڑا، تو قاعدہ یہ ہے کہ بیٹے کے سامنے پوتے کو حق نہیں ملتا ہے، یہاں زید کا ایک بیٹا موجود ہے، پھر بھی اس کے سامنے زید کے پوتے کو بھی قصاص کا حق ملے گا، جس سے معلوم ہوا کہ قتل کے بعد بھی وراثت جاری ہوتی ہے، اسی طرح قتل کے بعد بھی بیوی اور شوہر کو قصاص کا حق اور دیت میں حق ملے گا۔

ترجمہ: ۴ اور وراثت کے حق میں موت کے بعد بھی زوجیت باقی رہتی ہے حکما۔

تشریح : یہ دوسری دلیل ہے کہ موت کے بعد وراثت کے حق بیوی، اور شوہر کا رشتہ باقی رہتا ہے

وجہ : اس حدیث میں اشارۃ النص سے ثابت ہوتا ہے کہ موت کے بعد بھی بیوی اور شوہر کا رشتہ باقی رہتا ہے۔ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: رَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْبَقِيْعِ، فَوَجَدَنِيْ وَأَنَا أَجِدُ صُدَاعًا فِيْ رَأْسِيْ،

۵ أَوْ يَثْبُتُ بَعْدَ الْمَوْتِ مُسْتَنِدًا إِلٰى سَبَبِهٖ وَهُوَ الْجَرْحُ. ۶ وَإِذَا ثَبَتَ لِلْجَمِيْعِ فَكُلٌّ مِنْهُمْ يَتَمَكَّنُ مِنَ الْاِسْتِيْفَاءِ وَالْإِسْقَاطِ عَفْوًا وَصُلْحًا، وَمِنْ ضَرُوْرَةِ سُقُوْطِ حَقِّ الْبَعْضِ فِي الْقِصَاصِ سُقُوْطُ حَقِّ الْبَاقِيْنَ فِيْهِ، لِأَنَّهٗ لَا يَتَجَزّٰى، ۷ بِخِلَافِ مَا إِذَا قَتَلَ رَجُلَيْنِ وَعَفَا أَحَدُ الْوَلِيَّيْنِ، لِأَنَّ الْوَاجِبَ

وَأَنَا أَقُوْلُ: وَا رَأْسَاهُ، فَقَالَ: »بَلْ أَنَا يَا عَائِشَةُ وَا رَأْسَاهُ « ثُمَّ قَالَ: »مَا ضَرَّكِ لَوْ مِتِّ قَبْلِي، فَقُمْتُ عَلَيْكِ، فَغَسَّلْتُكِ، وَكَفَّنْتُكِ، وَصَلَّيْتُ عَلَيْكِ، وَدَفَنْتُكِ (ابن ماجۃ شریف، باب ماجاء فی غسل الرجل، نمبر ۱۴۶۵) اس حدیث میں حضورؐ نے اپنی بیوی عائشہؓ سے فرمایا کہ اگر اپ پہلے وفات پا جائیں تو میں آپ کو غسل دوں گا، اور کفن دوں گا، تو اگر موت کے بعد بالکل اجنبیہ ہو جائے تو غیر محرم کو غسل کیسے دے سکتے ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ وفات کے بعد بھی کسی نہ کسی درجے میں میاں بیوی باقی رہتے ہیں

ترجمہ: ۵ یا یہ بات ہے کہ جب زندگی میں مقتول کو زخم لگا جس سے وہ مرا ہے اس وقت نکاح کا رشتہ موجود تھا، اسی کی طرف نسبت کرتے ہوئے اس کو قصاص اور دیت کا حق ملے گا

تشریح : یہ تیسری دلیل ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ مقتول کو جب زخم لگا، اور یہی زخم موت کا سبب بنا، اور یہی زخم وراثت کا سبب بنے گا، اور اس زخم کے وقت میں میاں اور بیوی کا رشتہ موجود تھا، اس لئے اس کو قصاص اور وراثت کا حق ملے گا

لغت : یثبت بعد الموت مستندا الی مسببہ : یہ منطقی محاورہ ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ موت کا سبب قاتل کا زخم لگانا ہے، اور اس وقت بیوی، یا شوہر کا رشتہ موجود تھا، اس لئے وراثت کو اسی زخم کی طرف منسوب کر کے وراثت ملے گی۔

ترجمہ: ۶ اور جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ سب کو وراثت میں حصہ ہے (بیوی اور شوہر کو بھی قصاص میں حصہ ہے) تو سب کو یہ حق ہے کہ قصاص وصول کرے۔ یا معاف کر کے قصاص ساقط کر دے۔ یا مال لیکر صلح کر لے، اور اس کا لازمی اثر یہ پڑے گا کہ قصاص میں سب کا حق ختم ہو جائے گا، اس لئے کہ قصاص کا ٹکڑا نہیں ہوتا ہے (کہ بعض آدمی قصاص لے لے، اور بعض آدمی دیت لے لے بلکہ سب کا قصاص ساقط ہو جائے گا، اور سب کو دیت ملے گی)

تشریح : جب میاں، بیوی سب کو وراثت کا حق ہے کہ تو سب کو یہ تین حق ملیں گے، کہ سب مل کر قصاص لے لیں۔۲۔ کوئی اپنا حق معاف کر دے، اور نہ قصاص لے، اور نہ مال لے، اور یہ بھی حق ہے کہ مال لیکر اپنے حق پر صلح کر لیں۔ لیکن اگر ایک وارث نے بھی اپنا حق معاف کیا، یا مال لیکر صلح کی تو اب سب کی جانب سے قصاص ساقط ہو جائے گا، کیونکہ قصاص میں ٹکڑا نہیں ہوتا ہے، اور باقی وارثین کو دیت میں اپنا اپنا حصہ ملے گا

ترجمہ: ۷ بخلاف اگر ایک ہی آدمی نے دو آدمیوں کو قتل کر دیا، پھر ایک کے والیوں نے قصاص معاف کر دیا (تو دوسرے آدمی کے قتل پر قصاص ہوگا، کیونکہ اس کے والیوں نے معاف نہیں کیا ہے) اس لئے کہ یہاں بلا شبہ دو الگ الگ آدمیوں کا الگ

هُنَاکَ قِصَاصَانِ مِنْ غَیْرِ شُبْهَةٍ لِاخْتِلَافِ الْقَتْلِ وَالْمَقْتُوْلِ وَهٰهُنَا وَاحِدٌ لِاتِّحَادِهِمَا، ۸ ۔ وَإِذَا سَقَطَ الْقِصَاصُ یَنْقَلِبُ نَصِیْبُ الْبَاقِیْنَ مَالًا، لِأَنَّهُ امْتَنَعَ بِمَعْنًى رَاجِعٍ إِلَى الْقَاتِلِ، ۹ ۔ وَلَیْسَ لِلْعَافِیْ شَیْءٌ مِنَ الْمَالِ، لِأَنَّهُ اسْقَطَ حَقَّهُ بِفِعْلِهِ وَرِضَاهِ. ۱۰ ۔ ثُمَّ یَجِبُ مَا یَجِبُ مِنَ الْمَالِ فِیْ ثَلَاثِ سِنِیْنَ، وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللّٰهِ عَلَیْهِ یَجِبُ فِیْ سَنَتَیْنِ فِیْمَا إِذَا کَانَ بَیْنَ الشَّرِیْکَیْنِ وَعَفٰی أَحَدُهُمَا، لِأَنَّ

الگ قصاص ہے،اوراوپر کے مسئلے میں ایک ہی آدمی کاقتل ہے(البتہ اس میں ولی کئی ہیں،جن میں سے ایک نے معاف کیا ہے)

تشریح : یہاں مصنف فرق بتانا چاہ رہے ہیں،زید نے دوآدمیوں عمر،اور بکر کوقتل کردیا، اب زید پر دوالگ الگ قصاص ہیں،اب عمر کے والیوں نے قصاص معاف کردیا،تو بکر کا قصاص باقی رہے گا،اس میں زید قتل کیا جائے گا،کیونکہ یہاں دوالگ الگ قصاص ہیں ایک کے معاف ہونے سے دوسرا قصاص معاف نہیں ہوگا۔اور پر کے مسئلے میں ایک ہی آدمی کا ایک ہی قصاص تھا،البتہ اس میں کئی وارث تھے،ان میں سے ایک نے معاف کیا تو ایک ہی قتل،اور ایک ہی قصاص میں ٹکڑا ہوگیا اس لئے وہ قصاص ساقط ہوکر دیت پر چلا گیا ہے۔

ترجمہ: ۸ جب قصاص ساقط ہوگیا تو باقی ولیوں کا حصہ مال سے بدل گیا،اس لئے کہ اب خود قاتل میں عصمت آگئی جس کی وجہ سے قصاص رک گیا ہے

تشریح : ایک ولی نے اپنا حصہ معاف کردیا تو اب خود قاتل میں عصمت آگئی ہے جس کی وجہ سے قصاص ختم ہوکر مال پر آگیا ہے

ترجمہ: ۹ اور معاف کرنے والے کو مال میں سے کچھ نہیں ملے گا،اس لئے کہ اس نے اپنی رضامندی سے اور اپنے فعل سے اپنا حصہ ساقط کیا ہے

تشریح :واضح ہے

ترجمہ: ۱۰ پھر یہ مال تین سال میں ادا کرنا واجب ہوگا،اور امام زفرؒ نے فرمایا کہ دو سال میں ادا کرنا واجب ہوگا،جبکہ قصاص لینے والے دو شریک ہوں،اور ان میں سے ایک نے معاف کردیا ہو تو (دو سال میں ہی ادا کرنا ہوتا ہے)،اس لئے کہ آدھی دیت ادا کرنی پڑتی ہے تو غلطی سے ہاتھ کاٹ دیا ہو تو اس پر قیاس کیا جائے گا۔

تشریح :امام زفرؒ کے نزدیک یہ ارش کے درجے میں ہے اور دو سال میں ادا کرنا ہوگا۔اس کی دو مثال دیتے ہیں،ایک یہ کہ قصاص لینے والے دو آدمی ہوں،ان میں سے ایک نے معاف کردیا تو آدھی دیت لازم ہوتی ہے،اور دو سال میں واجب ہوتی ہے ویسے ہی یہاں ہوگی۔اور دوسری مثال یہ ہے کہ ہاتھ کو غلطی سے کاٹا ہو تو اس میں ارش لازم ہوتی ہے،اور دو سال میں واجب ہوتی ہے ویسے ہی یہاں دو سال میں واجب ہوگی۔امام ابو حنیفہؒ کے یہاں یہ دیت کے درجے میں ہے اور تین سال

الْوَاجِبَ نِصْفُ الدِّيَةِ فَيُعْتَبَرُ بِمَا إِذَا قُطِعَتْ يَدُهُ خَطَأً، ١١ وَلَنَا أَنَّ هٰذَا بَعْضُ بَدَلِ الدَّمِ، وَكُلُّهُ مُؤَجَّلٌ إِلٰى ثَلَاثِ سِنِيْنَ فَكَذٰلِكَ بَعْضُهُ، ١٢ وَالْوَاجِبُ فِي الْيَدِ كُلُّ بَدَلِ الطَّرْفِ وَهُوَ فِيْ سَنَتَيْنِ فِي الشَّرْعِ ١٣ وَيَجِبُ فِيْ مَالِهِ، لِأَنَّهُ عَمَدٌ.

(٦٦٩) قَالَ وَإِذَا قَتَلَ جَمَاعَةٌ وَاحِدًا عَمَدًا اُقْتُصَّ مِنْ جَمِيْعِهِمْ ١ لِقَوْلِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْهِ لَوْ

میں ادا کرنا لازم ہوتا ہے

ترجمہ: ۱۱ ہماری دلیل یہ ہے کہ قصاص کا بعض بدل ہے، اور کل بدل ہوتو تین سال تک موخر ہوتا ہے، اسی طرح بعض بدل ہوتو وہ بھی تین سال تک موخر ہوگا

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ اصل میں تو قصاص تھا، اس کے معاف ہونے کی وجہ سے اس کے بدلے میں مال آیا ہے، جس کو دیت کہتے ہیں، پس کل دیت ہوتی تو تین سال میں ادا کیا جاتا ہے تو بعض دیت ہوگی تو یہ بھی تین سال میں ادا کرنا ہو گا۔ یہ ارش نہیں ہے کہ دو سال میں ادا کرنا ہو

ترجمہ: ۱۲ اور غلطی سے ہاتھ کاٹ دیا ہو اس میں جو واجب وہ عضو کا پورا بدل ہے، اور شریعت میں وہ دو سال میں ہے (اور یہاں انسان، اور قصاص کا بدل دیت ہے جو تین سال میں ادا کرنا واجب ہوگا، دونوں میں یہ فرق ہے)

تشریح: یہ جملہ امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے امام زفر کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ قطع خطاء میں ارش دو سال میں ادا کرنا واجب ہوتا ہے تو یہاں بھی دو سال میں واجب ہو۔ اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ غلطی سے ہاتھ کاٹنے کا عوض ارش ہے جو دو سال میں ادا کیا جاتا ہے۔ اور یہاں عضو کا نہیں ہے، بلکہ قصاص ہے اور انسان کا عوض ہے جس کو دیت کہتے ہیں، اس لئے تین سال میں ادا کی جائے گی، دونوں میں یہ فرق ہے۔

ترجمہ: ۱۳ اور یہ خود قاتل کے مال میں واجب ہوگا، اس لئے کہ یہ قتل عمد کا بدلہ ہے

تشریح: قتل خطاء ہوتو دیت قاتل کے عاقلہ پر لازم ہوتا ہے، اور قتل عمد ہوتو خود قاتل پر ادا کرنا واجب ہوتا ہے، یہ دیت قتل عمد کے بدلے میں ہے اس لئے خود قاتل کے مال میں ادا کرنا واجب ہوگا

ترجمہ: (٦٦٩) اگر ایک جماعت نے ایک آدمی کو جان بوجھ کر قتل کیا تو سب سے قصاص لیا جائے گا۔

ترجمہ: ۱ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر تمام اہل صنعاء بھی اس کی معاونت کرتے تو میں سب کو قتل کر دیتا

تشریح: مثلا چھ سات آدمیوں نے ایک آدمی کو قتل عمد کیا تو ایک کے بدلے سب کو قتل کیا جائے گا۔

وجہ: (۱) قول صحابی میں ہے۔ **عن ابن عمرؓ ان غلاما قتل غيلة فقال عمر لوا اشترک فيها اهل صنعاء لقتلتهم** (بخاری شریف، باب اذا اصاب قوم من رجل هل يعاقب او يقتص منهم کلهم ص ۱۰۱۸ نمبر ۶۸۹۶ سنن للبیہقی، باب النفر يقتلون الرجل ج ثامن، ص ۷۳ نمبر ۱۵۹۷۴) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ پورے اہل صنعاء ایک آدمی کو قتل کرے تو تمام

تَمَالَأ عَلَيْهِ أَهْلُ صَنْعَاءَ لَقَتَلْتُهُمْ، ٢ وَلِأَنَّ الْقَتْلَ بِطَرِيقِ التَّغَالُبِ غَالِبٌ، وَالْقِصَاصُ مُزَجِّرَةٌ لِلسُّفَهَاءِ فَيَجِبُ تَحْقِيقًا لِحِكْمَةِ الْأَحْيَاءِ.

(٦٧٠) وَإِذَا قَتَلَ وَاحِدٌ جَمَاعَةً فَحَضَرَ أَوْلِيَاءُ الْمَقْتُولِينَ قُتِلَ لِجَمَاعَتِهِمْ وَلَا شَيْءَ لَهُمْ غَيْرَ ذَلِكَ، فَإِنْ حَضَرَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ قُتِلَ لَهُ وَسَقَطَ حَقُّ الْبَاقِينَ. ١ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يُقْتَلُ

اہل صنعاء قصاص میں قتل کئے جائیں گے (۲) اگر چہ ایک آدمی کو قتل کیا لیکن تمام لوگ مارنے میں شریک ہیں اس لئے سب سے قصاص لیا جائے گا۔ اور ایسا سمجھا جائے گا کہ ہر ایک نے ایک ایک پورے پورے آدمی کو قتل کیا ہے، اس لئے سب کو قتل کیا جائے گا

ترجمہ: ٢ اور اس لئے کہ عام طور قتل غلبہ کے طور پر ہوتا ہے، اور قصاص بیوقوفوں کو ڈانٹنے کے لئے ہے، اس لئے زندہ رکھنے کی حکمت کو ثابت کرنے کے لئے سب کو قتل کرنا واجب ہوگا

تشریح: عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ غلبہ پانے کے لئے بہت سارے لوگ مقتول پر ٹوٹ پڑتے ہیں، اور ایک کو قتل کرتے ہیں، اس لئے ایک کے بدلے میں سب کو قتل نہ کیا جائے تو اس قسم کا ظلم ہوتا رہے گا، اس لئے ان بیوقوفوں کو تنبیہ کرنے کے لئے سب کو قتل کرنا واجب ہے، ورنہ تنبیہ نہیں ہوگی، اور لوگ مرتے رہیں گے

ترجمہ: (٦٧٠) اگر ایک آدمی نے ایک جماعت کو قتل کر دیا اور مقتولین کے ورثہ حاضر ہوئے تو پوری جماعت کے لئے یہ قتل کیا جائے گا اور ان کے لئے اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اور اگر مقتولین کے ورثہ میں سے کوئی ایک آیا اور اس لئے قتل کر لیا گیا تو باقی کے حق ساقط ہو گئے۔

تشریح: ایک آدمی نے ایک جماعت کو قتل کر دیا تو پوری جماعت کے لئے یہی ایک آدمی قتل کیا جائے گا۔ اور اس کے علاوہ ان لوگوں کو کچھ نہیں ملے گا۔ اسی طرح مقتولین میں سے ورثہ میں سے ایک وارث حاضر ہوا اور اس کے لئے قتل کر دیا گیا تو اب باقی کا حق ساقط ہو گیا، ان کو دیت وغیرہ کچھ نہیں ملے گا۔ البتہ امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ پہلا آدمی جو آیا اس کے لئے قتل کیا جائے گا، اور باقی کے لئے دیت ہوگی، اور وہ ایک دیت سب پر تقسیم کی جائے گی

وجہ: (ا) ایک ہی آدمی نے پوری جماعت کو قتل کیا ہے اس لئے قصاص کا ذمہ دار وہی آدمی ہے۔ اسلئے پوری جماعت کی جانب سے وہی قصاص کا ذمہ دار ہے۔ اس لئے صرف وہی قتل کیا جائے گا۔ اور چونکہ اس میں دیت بھی نہیں ہے اس لئے باقی لوگوں کو دیت بھی نہیں ملے گی۔ (۲) اس آیت میں ہے کہ قتل میں اسراف نہ کیا جائے، اور قتل کے بعد دیت لینا یہ اسراف ہے اس لئے دیت نہ لی جائے۔ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا (سورت الاسراء ۱۷، آیت ۳۳)

ترجمہ: ١ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ قاتل نے جس پہلے آدمی کو قتل کیا تھا اس کے بدلے قتل کیا جائے گا، اور باقی کے لئے

بِالْأَوَّلِ مِنْهُمْ یَجِبُ لِلْبَاقِیْنَ الْمَالُ، وَإِنِ اجْتَمَعُوْا وَلَمْ یُعْرَفِ الْأَوَّلُ قُتِلَ لَهُمْ وَقُسِمَتِ الدِّیَاتُ بَیْنَهُمْ، وَقِیْلَ یُقْرَعُ بَیْنَهُمْ فَیُقْتَلُ لِمَنْ خَرَجَتْ قُرْعَتُهُ، لَهُ أَنَّ الْمَوْجُوْدَ مِنَ الْوَاحِدِ قَتْلَاتٌ، وَالَّذِیْ تَحَقَّقَ فِیْ حَقِّهِ قَتْلٌ وَاحِدٌ فَلَا تَمَاثُلَ ۲؎ وَهُوَ الْقِیَاسُ فِی الْفَصْلِ الْأَوَّلِ إِلَّا أَنَّهُ عُرِفَ بِالشَّرْعِ، ۳؎ وَلَنَا أَنَّ کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ قَاتِلٌ بِوَصْفِ الْکَمَالِ فَجَاءَ التَّمَاثُلُ، وَأَصْلُهُ الْفَصْلُ الْأَوَّلُ، إِذْ لَوْ لَمْ

دیت کا مال واجب ہوگا۔اور اگر سب ہی جمع ہو گئے۔اور یہ پتہ نہیں کہ کس کو قاتل نے پہلے قتل کیا تھا تو سب کے لئے قتل کیا جائے گا ،اور ہر ایک کے لئے ایک ایک دیت تقسیم کر دی جائے گی ،اور امام شافعیؒ کی یہ بھی رائے ہے کہ سب میں قرعہ ڈالا جائے ، پھر جس کے نام کا قرعہ نکلے اس کے لئے قتل کیا جائے (اور باقی کو ایک ایک دیت دے دی جائے گی)۔ان کی دلیل یہ ہے کہ ایک آدمی نے کئی قتل کئے ہیں ،اور اس کے بدلے میں ایک ہی قتل کیا جا رہا ہے ،اس لئے برابری نہیں ہوئی (اس لئے اس کے علاوہ سب کو ایک ایک دیت دی جائے گی)

تشریح : امام شافعیؒ کی دو رائیں ہیں۔ایک یہ ہے کہ قاتل نے جس آدمی کو پہلے قتل کیا ہے اس کے بدلے میں قتل کر دیا جائے گا ، باقی کو ایک ایک دیت دے دی جائے گی ،اور اگر پتہ نہ چلتا ہو کہ کس کو پہلے قتل کیا تھا ،تو ایک صورت یہ ہے کہ سب کے لئے قاتل کو قتل کر دیا جائے ،اور جو باقی رہ گئے ہیں ان کے دیات کو سب پر تقسیم کر دئے جائیں ،اس طرح سب کو حق مل جائے گا۔اور دوسری صورت یہ ہے کہ سب کے بیچ قرعہ ڈالا جائے ،جس کا نام نکلے اس کے لئے قتل کیا جائے ،اور باقی کو اس کی دیت دے دی جائے

وجہ : امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ دس آدمی کے بدلے ایک ہی آدمی کو قتل کرنا یہ برابری نہیں ہوئی اس لئے برابری اور قصاص کی صورت یہی ہے کہ اس کو قتل کیا جائے ،اور اس کے بعد سب کو ایک ایک دیت دے جائے ،تا کہ سب کے لئے برابری ہو جائے گی۔

ترجمہ: ۲؎ پہلے فصل میں بھی قیاس کا تقاضہ یہی ہے (کہ ایک کے بدلے میں پوری جماعت کے ایک ہی آدمی کو قتل کیا جائے)لیکن شریعت سے یہ معلوم ہوا کہ پوری جماعت کو قتل کیا جائے گا (ہم نے وہاں قیاس کو چھوڑ دیا)

تشریح : یہ بھی امام شافعیؒ کی دلیل ہے کہ پہلی فصل ،یعنی ایک جماعت نے ایک آدمی کو قتل کیا تو اس کے بدلے میں ایک ہی قتل کرنا چاہئے تا کہ برابری رہے ،لیکن وہاں حضرت عمرؓ کے قول کی وجہ سے کہ پوری جماعت کو قتل کیا جائے گا ،اس لئے وہاں قیاس کو چھوڑ دیا ،اسی طرح یہاں برابری کا اعتبار کرتے ہوئے قاتل نے کئی آدمیوں کو قتل کیا ہے اس لئے قاتل پر ایک قتل اور کئی دیت واجب ہونی چاہئے تا کہ برابری رہے ،

ترجمہ: ۳؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ قاتل جب قتل ہوا تو گویا کہ ہر آدمی نے اس کو پورا پورا ہی قتل کیا ،اس لئے برابری ہوگئی ،اور اس کی بنیاد پہلی صورت ہے ،اس لئے کہ پہلی صورت میں ہر آدمی پورا پورا قتل نہ کیا ہوتا تو ایک کے بدلے پوری جماعت کو قتل کیسے کرتے

یَکُنْ کَذٰلِکَ لَمَا وَجَبَ الْقِصَاصُ ۴؎ وَلِأَنَّهُ وُجِدَ مِنْ کُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ جَرْحٌ صَالِحٌ لِلْاِنْزِهَاقِ فَیُضَافُ إِلٰی کُلٍّ مِنْهُمْ، إِذْ هُوَ لَا یَتَجَزّٰی، ۵؎ وَلِأَنَّ الْقِصَاصَ شُرِعَ مَعَ الْمُنَافِیْ لِتَحْقِیْقِ الْأَحْیَاءِ وَقَدْ حَصَلَ بِقَتِلِهِ فَاکْتَفٰی بِهِ.

تشریح : اوپر تھا کہ پوری جماعت نے ایک آدمی کو قتل کیا تو اس کے بدلے میں پوری جماعت قتل کی گئی تھی، کیونکہ جماعت کے ہر ہر فرد نے گویا کہ ایک ایک آدمی کو قتل کیا ہے اس لئے پوری جماعت کو قتل کیا، اسی طرح یہاں جب پوری جماعت نے ایک قاتل آدمی کو قتل کیا تو یوں سمجھو کہ ہر ہر آدمی نے پورے پورے قاتل کو قتل کیا ہے، اس لئے برابری ہوگئی ہے اور ایک قاتل کو قتل کرنے سے سب کا حق ادا ہو گیا ہے۔

ترجمہ: ۴؎ اور اس لئے کہ قاضی کو سب نے حکم بنایا، پھر قاضی نے سب کی جانب سے مارنے کے لئے زخم لگایا تو قاضی کا یہ زخم ہر ایک کی جانب سے پورا پورا ہوا، اس لئے کہ ہر ایک کی جانب قتل منسوب کیا جائے گا، کیونکہ قتل کا ٹکڑا نہیں ہوتا ہے

تشریح : یہ منطقی جواب ہے۔ جتنے آدمیوں کو قتل کیا تھا ان کے ولیوں نے مل کر قاضی کو قصاص کا حکم بنایا، پھر اس قاضی نے قتل کرنے کے لئے زخم لگایا تو یہ زخم سب ولیوں کی جانب سے ہوا، اور گویا کہ سب کی جانب سے پورا پورا زخم لگا، اور ہر ایک کی جانب سے پورا پورا قتل ہو گیا، اور برابری ہوگئی۔ کیونکہ قاضی سب کی جانب سے پورا پورا قتل کا وکیل تھا۔

لغت : انزھاق: نیست و نابود کرنا۔ ختم کرنا۔

ترجمہ: ۵؎ قصاص منافی کے باوجود زندگی کو متحقق کرنے کے لئے مشروع کیا گیا ہے، اور وہ ایک آدمی کے قتل سے حاصل ہو گیا اس لئے اسی ایک پر اکتفاء کیا جائے گا

تشریح : کسی کو قتل کرنا حرام ہے، اس کے باوجود قصاص کو اس لئے رکھا گیا ہے تاکہ دوسروں کی زندگی بچ جائے، اب قاتل کے قتل کرنے سب ولیوں کا غصہ ٹھنڈا ہو چکا ہے، اور دوسری کی زندگی بچ چکی ہے، اس لئے اب اسی پر اکتفاء کیا جائے گا، اور مزید اس پر دیت کا بوجھ نہیں ڈالا جائے گا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ جب قاتل قتل ہو چکا ہے تو اس کا مال ورثہ کا ہو چکا ہے تو اب دیت کس کے مال سے دیا جائے گا، اس لئے مزید دیت لازم نہیں کی جائے گی۔

لغت : تحقیق الاحیاء: یہ ایک محارہ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ قاتل کو قتل کر دیا تو اس کے خوف سے دوسرا آدمی قتل نہیں کرے گا، اور باقی کی زندگی بچ جائے گی، تو گویا کہ قصاص لیکر دوسرے کی زندگی بچائی۔ دوسری بات یہ ہے کہ قاتل کو قتل کر دیا تو مقتول کے وارثین قاتل کے وارثین کو غصے میں قتل نہیں کرے گا، کیونکہ قاتل کے قتل سے غصہ ٹھنڈا ہو گیا، تو گویا کہ قصاص لیکر دوسرے کی کی زندگی بچائی، اور تیسری بات یہ ہے کہ، قاتل زندہ رہے گا تو وہ بدمعاش ہے اس لئے بہت ممکن ہے کہ دوبارہ مقتول کے ورثہ کو قتل کرے، اب اس کو قتل کر دیا گیا تو دوبارہ کسی کو قتل نہیں کرے گا، اس طرح قاتل کو قتل کر کے دوسروں کی زندگی بچائی۔ یہ مطلب ہے تحقیق الاحیاء کا

(۶۷۱) قَالَ وَمَنْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْقِصَاصُ إِذَا مَاتَ سَقَطَ الْقِصَاصُ ١ لِفَوَاتِ مَحَلِّ الْاِسْتِيْفَاءِ فَأَشْبَهَ مَوْتَ الْعَبْدِ الْجَانِيْ ٢ وَيَتَأَتّٰى فِيْهِ خِلَافُ الشَّافِعِيِّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، إِذِ الْوَاجِبُ أَحَدُهُمَا عِنْدَهُ.

(۶۷۲) قَالَ وَإِذَا قَطَعَ رَجُلَانِ يَدَ رَجُلٍ وَاحِدٍ فَلَا قِصَاصَ عَلٰى وَاحِدٍ مِنْهُمَا وَعَلَيْهِمَا نِصْفُ الدِّيَةِ،

ترجمہ: (۶۷۱) جس پر قصاص واجب تھا وہ مرگیا تو اس سے قصاص ساقط ہو جائے گا۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ جس سے قصاص وصول کرنا تھا وہی نہیں رہا، اس لئے ایسا ہو گیا کہ جس غلام نے جرم کیا تھا وہ مرگیا (تو اب قصاص کس سے لیگا، اس لئے قصاص ساقط ہو جائے گا)

اصول: حنفیہ کے یہاں اصل قصاص ہے، ہاں صاحب قصاص کی موجودگی میں مال پر صلح ہو جائے تو دیت لازم ہوگی، اور صاحب قصاص ختم ہو گیا تو قصاص بھی ساقط ہوگا، اور دیت بھی لازم نہیں ہوگی

وجہ: (۱) حنفیہ کے یہاں اصل قصاص ہے، جب قاتل نہیں رہا تو قصاص کس سے لے گا۔ (۲)۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى (سورت الانعام ۶، آیت ۱۶۴) اس آیت میں ہے کہ کسی کا بوجھ دوسرے پر نہیں ہے۔ اس لئے دوسرے سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ اور یہ قتل خطاء بھی نہیں ہے کہ اس میں دیت لازم ہو، اس لئے قصاص ساقط ہو جائے گا۔

ترجمہ: ٢ اس بارے میں امام شافعیؒ کا اختلاف آئے گا، اس لئے کہ ان کے یہاں قصاص، یا دیت میں سے ایک واجب ہے (اور قصاص کے لئے انسان نہیں رہا تو اب دیت واجب ہو جائے گی)

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: (۶۷۲) اگر دو آدمیوں نے ایک آدمی کا ہاتھ کاٹا تو دونوں میں سے کسی پر قصاص نہیں ہے اور دونوں پر ایک ہاتھ کی آدھی آدھی دیت ہے۔ (ایک ہاتھ کی دیت پورے انسان کی آدھی ہے۔ پورے انسان کی دیت ایک سو اونٹ ہے تو اس کی آدھی ایک ہاتھ کی دیت پچاس اونٹ ہے، اس لئے دونوں پر پچیس پچیس اونٹ لازم ہوں گے)

وجہ: (۱) چونکہ دو آدمیوں نے ایک آدمی کا ایک ہاتھ کاٹا ہے اس لئے بدلے میں دونوں کے دو ہاتھ کاٹے نہیں جائیں گے۔ ورنہ تعدی اور زیادتی ہو جائے گی۔ اور کسی ایک کا ہاتھ نہیں کاٹ سکتے کہ ترجیح بلا مرجح ہوگی۔ اس لئے یہی صورت ہے کہ دونوں پر ملا کر ایک ہاتھ کی دیت لازم کریں۔ اور دونوں پر آدھی آدھی دیت ہوگی، ایک ہاتھ کی دیت پچاس اونٹ ہے، یا پانچ سو دینار ہے، یا پانچ ہزار درہم ہے (۲) قول صحابی میں ہے۔ عن الشعبی ان رجلین اتیا علیاؓ فشھدا علی رجل انه سرق فقطع علیؓ یده ثم اتیاه بآخر فقالا هذا الذی سرق واخطأنا علی الاول فلم یجز شهادتهما علی الآخر غرمهما دیة ید الاول وقال لو اعلمکما تعمدتما لقطعتکما (سنن للبیہقی باب الاثنین او اکثر یقطعان ید رجل معاج ثامن، ص ۵۷، نمبر ۱۵۹۷۷ / بخاری شریف، باب اذا اصاب قوم من رجل هل یعاقب او یقتص منهم

لہ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يُقْطَعُ يَدَاهُمَا، وَالْمَفْرُوْضُ إِذَا أَخَذَا سِكِّيْنًا وَأَمَرَّاهُ عَلٰى يَدِهٖ حَتّٰى انْقَطَعَتْ لَهُ الْاِعْتِبَارُ بِالْأَنْفُسِ وَالْأَيْدِىْ تَابِعَةٌ لَهَا فَأَخَذَتْ حُكْمَهَا أَوْ يُجْمَعُ بَيْنَهُمَا بِجَامِعِ الزَّجْرِ،

کلھم ؟ص ۱۰۱۸ ا نمبر ۶۸۹۶) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ نے ایک ہاتھ کی دیت لازم کی۔اس لئے دونوں پر آدھی آدھی دیت لازم ہوگی ۔(۳) ایک ہاتھ کی دیت پورے انسان کی آدھی دیت ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے ۔ان رسول اللہ ﷺ کتب الی اهل الیمن کتابا فیه الفرائض والسنن والدیات.... الا انه قال وفی العین الواحدة نصف الدیة وفی الید الواحدة نصف الدیة وفی الرجل الواحدة نصف الدیة (نسائی شریف،ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول واختلاف الناقلین لہ ص ۶۶۸ نمبر ۴۸۵۴ رسنن للبیہقی ،جماع ابواب الدیات فیما دون النفس ج ثامن،ص ۱۴۱،نمبر ۱۶۱۸۹)،اس حدیث میں ہے کہ ایک ہاتھ کی دیت پورے انسان کی آدھی ،یعنی پچاس اونٹ ہے

ترجمہ:لہ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ دونوں کا ایک ایک ہاتھ کاٹا جائے گا،اور یہاں فرض یہ کیا گیا ہے کہ دونوں نے چھری لی اور دونوں نے ایک ساتھ ہاتھ پر پھیرا اور ہاتھ کو کاٹ،امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ وہ جان کے قتل کرنے پر قیاس کرتے ہیں، اور ہاتھ جان کے تابع ہے،اس لئے جو حکم جان کا ہے وہی حکم ہاتھ کا ہے (دو آدمی ایک آدمی کو قتل کرے تو دونوں کو قتل کیا جاتا ہے،اسی طرح دو آدمیوں نے ایک ہاتھ کاٹا تو دونوں کا ہاتھ کاٹا جائے گا)،اور پوری ڈانٹ کے لئے دونوں کو جمع کیا جائے گا

تشریح : صورت مسئلہ یہ ہے کہ دو آدمیوں نے چھری پکڑی اور دونوں نے ایک آدمی کے ہاتھ پھیرائی،اور ہاتھ کاٹ دیا، اس صورت میں امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ دونوں کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔اور اگر یہ صورت ہے کہ ایک نے پہلے آدھا ہاتھ کاٹا اور دوسرے نے بعد میں آدھا ہاتھ کاٹا تو امام شافعیؒ کے یہاں بھی کسی پر ہاتھ کاٹنا نہیں ہوگا بلکہ دونوں پر ایک ہاتھ کی دیت لازم ہوگی ، کیونکہ کسی نے بھی پورا ہاتھ نہیں کاٹا ہے

وجہ :(۱)ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر دو آدمی ایک آدمی کو قتل کرتے تو دونوں کو قصاصا قتل کیا جاتا ہے،اسی طرح دو آدمیوں نے ہاتھ کاٹا تو دونوں کے ہاتھ کاٹے جائیں گے، کیونکہ ہاتھ جان کے تابع ہے،اس لئے جو حکم جان کا ہے وہی حکم ہاتھ کا بھی ہوگا۔ (۲) دوسری بات یہ ہے کہ دونوں کے ہاتھ کاٹے جائیں گے تو دونوں کو پوری تنبیہ ہوگی،اسی کو جامع الزجر، کہتے ہیں (۳) عن الشعبی ان رجلین اتیا علیاً فشهدا علی رجل انه سرق فقطع علیؓ یده ثم اتیاه بآخر فقالا هذا الذی سرق واخطأنا علی الاول فلم یجز شهادتهما علی الآخر غرمهما دیة ید الاول وقال لو اعلمکما تعمدتما لقطعتکما (سنن للبیہقی باب الاثنین اواکثر یقطعان ید رجل معاج ثامن،ص ۷۵،نمبر ۱۵۹۷۷ ربخاری شریف ،باب اذا اصاب قوم من رجل هل یعاقب اویقتص منهم کلهم ؟ص ۱۰۱۸ ا نمبر ۶۸۹۶) اس قول صحابی میں ہے کہ اگر جانتا کہ جان بوجھ کر کاٹے ہو تو دونوں کا ہاتھ کاٹتا۔جس سے معلوم ہوا کہ قصاص میں دونوں کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔

۲ وَلَنَا أَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا قَاطِعٌ بَعْضَ الْيَدِ، لِأَنَّ الْإِنْقِطَاعَ حَصَلَ بِاعْتِمَادِ بِهِمَا، وَالْمَحَلُّ مُتَجَزٍّ فَيُضَافُ إِلٰى كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا الْبَعْضُ فَلَا مُمَاثَلَةَ، ۳ بِخِلَافِ النَّفْسِ، لِأَنَّ الْإِنْزِهَاقَ لَا يَتَجَزّٰى، ۴ وَلِأَنَّ الْقَتْلَ بِطَرِيْقِ الْاِجْتِمَاعِ غَالِبٌ حَذْرَ الْغَوْثِ، وَالْاِجْتِمَاعُ عَلٰى قَطْعِ الْيَدِ مِنَ الْمِفْصَلِ فِيْ

ترجمہ: ۲ ہماری دلیل یہ ہے کہ دونوں نے بعض ہاتھ ہی کو کاٹا ہے، اس لئے کہ دونوں کے زور لگانے سے ہاتھ کٹا ہے، اور ہاتھ ایسا محل ہے کہ ٹکڑے ٹکڑے میں کٹ سکتا ہے، اس لئے دونوں کاٹنے والوں کی طرف بعض ہاتھ کاٹنے کی نسبت کی جا سکتی ہے، اس لئے دونوں کے ہاتھ کاٹنے میں مماثلت نہیں ہے (دیت لینے میں مماثلت ہوگی)

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ دونوں نے مل کر ایک ساتھ کاٹا ہے تو گویا کہ دونوں نے آدھا آدھا ہاتھ کاٹا ہے، اس لئے دونوں کے پورے پورے ہاتھ کاٹنے میں برابری نہیں ہوگی، اس لئے قصاص نہ لیا جائے دونوں پر ایک ہاتھ کی دیت ڈالی جائے

ترجمہ: ۳ بخلاف جان کے (اس میں جتنے آدمیوں نے قتل کیا ہے سب کی جان لی جائے گی) اس لئے کہ وہاں روح کا نکلنا ہے، اور وہ ٹکڑا نہیں ہوتا

تشریح: یہ امام شافعی کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ ہاتھ کے کاٹنے کو جان پر قیاس کیا جائے گا، تو اس کا جواب ہے کہ جان کے قتل میں روح نکلنا اصل ہے، اور اس میں ٹکڑا نہیں ہوتا ہے، اس لئے سب پر پوری پوری جان قتل کرنے الزام آئے گا، اور سب کو قتل کیا جائے گا۔ اور ہاتھ کے کاٹنے میں ٹکڑا ہوگا، کوئی ادھر سے ہاتھ کاٹے اور دوسرا ادھر سے کاٹے، اس لئے ہر ایک کے حق میں آدھا آدھا ہاتھ کاٹنے کا الزام آئے گا، اس لئے دیت لازم ہوگی۔

ترجمہ: ۴ ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جان قتل کرنے میں کوئی مدد کے لئے نہ آجائے اس کے ڈر سے سب مل کر جلدی کرتے ہیں (اس لئے وہاں گویا کہ ہر ایک نے پوری پوری جان قتل کی) اور سب مل کر جوڑ سے ہاتھ کاٹے یہ کبھی کبھی ہوتا ہے، کیونکہ اس میں دیر لگتی ہے، تو کوئی مدد کے لئے آسکتا ہے

تشریح: یہ دلیل ذرا مشکل ہے۔ عام طور ہر ہوتا یہ ہے کہ پوری جان قتل کرنے میں سب مل کر قتل کرتے ہیں، اور جلدی کرتے ہوئے ایک ہی تلوار کی وار سے گردن کاٹ دیتے ہیں، تاکہ کوئی مدد کے لئے نہیں آسکے، اس لئے گویا کہ یہاں سبھی شریک ہوکر سبھی نے پوری پوری جان قتل کی اس لئے سب کی جان جائے گی۔ اور ہاتھ کاٹنے میں لوگ جمع ہوکر کاٹیں یہ بہت کم ہوتا ہے۔ پھر جوڑ سے ہاتھ کاٹنے میں دیر ہوتی ہے، پہلے ہاتھ پکڑے گا، پھر چھری چلائے گا، پھر کاٹے گا تو اس دیری کی وجہ سے بہت ممکن ہے کہ لوگ مدد کے لئے پہنچ جائے، اس لئے یہی کہا جائے گا، کہ دونوں نے آدھا آدھا ہاتھ کاٹا ہے، اس لئے دونوں کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے، بلکہ آدھی آدھی دیت لازم کی جائے تاکہ برابری ہو جائے۔

لغت: انزھاق: روح نکالنا، تباہ ہونا۔ حذر الغوث: لوگ مدد کے لئے آجائیں اس کی ڈر سے۔ حذر کا ترجمہ ہے ڈرنا۔ اور

حَیِّزِ النُّدْرَةِ لِافْتِقَارِهٖ إِلٰی مُقَدَّمَاتٍ بَطِیْئَةٍ فَیَلْحَقُهُ الْغَوْثُ.

(۶۷۳) قَالَ وَعَلَیْهِمَا نِصْفُ الدِّیَةِ، لِ لِأَنَّهٗ دِیَةُ الْیَدِ الْوَاحِدَةِ وَهُمَا قَطَعَاهَا.

(۶۷۴) وَإِنْ قَطَعَ وَاحِدٌ یَمِیْنَیْ رَجُلَیْنِ فَحَضَرَا فَلَهُمَا أَنْ یَقْطَعَا یَدَهٗ وَیَأْخُذَا مِنْهُ نِصْفَ الدِّیَةِ

غوث کا ترجمہ ہے مدد کے لئے آنا۔ المفصل: جوڑ۔ حیز الندرة: حیز کا ترجمہ ہے ایک جگہ میں منحصر ہونا۔ الندرة: شاذ و نادر: کبھی کبھار۔ حیز الندرة: کا ترجمہ ہے کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے الافتقار: فقر سے مشتق ہے۔ محتاج ہوتا ہے۔ بطیئة: آہستہ آہستہ۔ یلحق: لاحق ہو جائے گا، مدد آ جائے گی

ترجمہ: (۶۷۳) اور دونوں کاٹنے والے پر پوری جان کی آدھی دیت ہے

ترجمہ: لِ اس لئے کہ ایک ہاتھ کی دیت یہی ہے، اور دونوں نے مل کر ایک ہاتھ کاٹا ہے (اس لئے دونوں ایک ہاتھ کی دیت لازم ہوگی)

تشریح: یہ بات گزر چکی ہے کہ دونوں نے مل کر ایک ہاتھ کاٹا ہے، اس لئے دونوں پر ایک ہاتھ کی دیت ہوگی، اور اس میں سے دونوں پر آدھی آدھی دیت لازم ہوگی۔ ایک آدمی کی دیت ایک سو اونٹ ہے، اس کی آدھی پچاس اونٹ لازم ہوں گے، اور دونوں کاٹنے والے پر پچیس پچیس اونٹ لازم ہوں گے

وجہ: (۱) اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ایک ہاتھ کی دیت انسان کی آدھی دیت ہے، اور دونوں ہاتھ کی دیت انسان کی پوری دیت ہے۔ **ان رسول الله ﷺ کتب الی اهل الیمن کتابا فیه الفرائض والسنن والدیات.... الا انه قال وفی العین الواحدة نصف الدیة وفی الید الواحدة نصف الدیة وفی الرجل الواحدة نصف الدیة** (نسائی شریف، ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول واختلاف الناقلین له ص ۶۶۸ نمبر ۴۸۵۴ رسنن للبیہقی، جماع ابواب الدیات فیما دون النفس ج ثامن، ص ۱۴۱، نمبر ۱۶۱۸۹) (۲) **عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ، عَنْ أَبِیهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: کَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُقَوِّمُ دِیَةَ الْخَطَإِ عَلَی أَهْلِ الْقُرَی أَرْبَعَ مِائَةِ دِینَارٍ.... وَفِی الْیَدِ إِذَا قُطِعَتْ نِصْفُ الْعَقْلِ، وَفِی الرِّجْلِ نِصْفُ الْعَقْلِ** (ابوداؤد شریف، باب دیات الاعضاء ص ۶۷۸ نمبر ۴۵۶۴)، اس حدیث میں ہے کہ ایک ہاتھ کی دیت پورے انسان کی آدھی ہے، یعنی پچاس اونٹ ہے

ترجمہ: (۶۷۴) ایک آدمی نے دو آدمیوں کے دائیں ہاتھوں کو کاٹا۔ پس دونوں آئے تو دونوں کو حق ہے کہ اس کے ایک ہاتھ کاٹ لے اور اس سے آدھی دیت لے۔ جس کو آپس میں آدھی آدھی تقسیم کر لے۔ چاہے دونوں کے ہاتھوں کو ایک ساتھ کاٹے ہوں، یا یکے بعد دیگرے کاٹے ہیں

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ ایک ساتھ دو ہاتھ کاٹے ہوں یا یکے بعد دیگرے، دونوں کو ایک ساتھ قصاص لینے کا حق ہوگا

يَقْتَسِمَانِهِ نِصْفَيْنِ سَوَاءٌ قَطَعَهُمَا مَعًا أَوْ عَلَى التَّعَاقُبِ، ا وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فِي التَّعَاقُبِ يُقْطَعُ بِالْأَوَّلِ، وَفِي الْقِرَانِ يُقْرَعُ، لِأَنَّ الْيَدَ اِسْتَحَقَّهَا الْأَوَّلُ فَلَا يَثْبُتُ الْاِسْتِحْقَاقُ فِيْهَا لِلثَّانِيْ

تشریح : ایک آدمی نے دو آدمیوں کے دائیں ہاتھ کاٹ ڈالے۔اب کاٹنے والے کے پاس دو دائیں ہاتھ تو نہیں ہیں کہ ان کو کاٹے جائیں۔اور یہاں دو آدمیوں کے دائیں ہاتھوں کا حق ہے۔اس لئے دونوں کو یہ حق ہوگا کہ کاٹنے والے کا دایاں ہاتھ کاٹ لے جس سے دونوں مقطوع کے آدھے آدھے حق وصول ہو جائیں گے اور باقی آدھے آدھے حق کے لئے کاٹنے والے سے ایک ہاتھ کی دیت جو آدھی دیت ہے یعنی پچاس اونٹ ہوتے ہیں وہ لے لے اور آپس میں آدھا آدھا یعنی پچیس پچیس اونٹ تقسیم کر لے۔دونوں کے ہاتھوں کو ایک ساتھ کاٹے ہوں تب بھی اور یکے بعد دیگرے کاٹے ہوں تب بھی یہی ہوگا کہ دونوں کو ایک ساتھ ہاتھ کاٹنے کا حق ہے۔ایسا نہیں ہے کہ جس کا ہاتھ پہلے کاٹا ہے اس کو پہلے ہاتھ کاٹنے کا حق ہوگا، اور بعد والے کو دیت لینے کا حق ہوگا

وجہ : (۱) ایک آدمی کے دائیں ہاتھ کا بدلہ کاٹنے والے کا دایاں ہاتھ ہوا اور دوسرے آدمی کے دائیں ہاتھ کا بدلہ ایک آدمی کی آدھی دیت ہوئی۔کیونکہ کاٹنے والے کے پاس دوسرا دایاں ہاتھ نہیں ہے جو کاٹا جا سکے۔اور بایاں ہاتھ کاٹ نہیں سکتا۔کیونکہ اس نے دونوں کے دائیں ہاتھ کاٹے ہیں۔اس لئے یہی صورت باقی رہی کہ ہاتھ کی دیت لے جو پوری جان کی آدھی دیت ہوتی ہے۔اور دونوں آدھی آدھی تقسیم کر لے (۲) اوپر گزر چکا ہے کہ قصاص نہ لے سکے تو دیت لے گا۔(۳) دونوں کے ہاتھ کاٹنے کے بعد دونوں کو صرف کاٹنے کا حق ہے، یہ حق نہیں ہے کہ جس کا ہاتھ پہلے کٹا ہے اس کو پہلے کاٹنے کا حق ملے اور جس کا بعد میں کٹا ہے اس کو دیت ملے، حنفیہ کے نزدیک ایسا نہیں ہے۔

لغت : یمنی رجلین : دو آدمیوں کے دائیں ہاتھ دائیں ہاتھ۔

ترجمہ: ا امام شافعیؒ نے فرمایا کہ یکے بعد دیگرے کاٹا ہو تو جس کا ہاتھ پہلے کاٹا گیا ہے اس کو پہلے کاٹنے کا حق ہے، اور ایک ساتھ کاٹا ہو تو قرعہ ڈال کر (جس کا قرعہ نکلے) اس کو پہلے کاٹنے کا حق ہوگا، اس لئے کہ قاطع کا ہاتھ پہلے مقطوع کا ہو گیا ہے، اس لئے دوسرے کو حق نہیں ملے گا (اس کو دیت ملے گی)

اصول : امام شافعیؒ کا اصول یہ ہے کہ جس کا ہاتھ پہلے کاٹا گیا ہو اس کو قصاص لینے کا حق پہلے ہے

تشریح : امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جس کا ہاتھ پہلے کاٹا گیا ہے، قاتل کا ہاتھ اس کے لئے پہلے ہو گیا ہے، اس لئے اب دوسرے آدمی کو اس ہاتھ کو کاٹنے کا حق نہیں رہا، اور دائیں ہاتھ ایک ہی ہے، اس لئے دوسرے مقطوع کو دیت ملے گی۔اور اگر ایک ساتھ دونوں کے ہاتھ کاٹے ہوں تو قرعہ ڈالا جائے گا، جس کا قرعہ نکلے گا اس کو کاٹنے کا حق ملے گا، اور دوسرے کو دیت ملے گی۔

لغت : التعاقب : عقب سے مشتق ہے، ایک کے بعد دوسرے کا آنا، یکے بعد دیگرے۔القران : ملنا، ساتھ کاٹنا۔یقرع : قرعۃ سے مشتق ہے، قرعہ ڈالنا۔

۲ کَالرَّهْنِ بَعْدَ الرَّهْنِ ۳ وَفِی الْقِرَانِ الْیَدُ الْوَاحِدَةُ لَا تَفِی بِالْحَقَّیْنِ فَتُرَجَّحُ بِالْقُرْعَةِ، ۴ وَلَنَا أَنَّهُمَا اِسْتَوَیَا فِیْ سَبَبِ الْاِسْتِحْقَاقِ فَیَسْتَوِیَانِ فِیْ حُکْمِهٖ کَالْغَرِیْمَیْنِ فِی التَّرْکَةِ، ۵ وَالْقِصَاصُ مِلْکُ الْفِعْلِ یَثْبُتُ مَعَ الْمُنَافِیْ فَلَا یَظْهَرُ إِلَّا فِیْ حَقِّ الْاِسْتِیْفَاءِ، أَمَّا الْمَحَلُّ فَخَلُوٌّ عَنْهُ فَلَا یَمْنَعُ

ترجمہ: ۲ جیسے رہن رکھنے کے بعد دوسرے کے پاس رہن رکھنا (جائز نہیں ہے)

تشریح : یہ امام شافعیؒ کی دلیل ہے کہ مثلا گائے کو زید کے پاس گروی رکھ دی، اب دوبارہ اسی گائے کو عمر کے پاس گروی رکھیں تو نہیں ہوسکتا ہے، کیونکہ یہ گائے پہلے کے پاس گروی ہو چکی ہے، اسی طرح جب کاٹنے والے کا ہاتھ پہلے والے کے لئے ہو گیا تو اب دوسرے والے کے لئے نہیں ہوگا، وہ نہیں کاٹ سکے گا، اس کو اب دیت ملے گی

ترجمہ: ۳ اور دونوں ہاتھوں کو ایک ساتھ کاٹا تو ایک ہی ہاتھ میں دونوں کا حق پورا نہیں ہوگا اس لئے قرعہ سے ترجیح دی جائے گی

تشریح: قاطع نے دو آدمیوں کے ہاتھوں کو ایک ساتھ کاٹا ہے، تو اس صورت میں قرعہ سے متعین کیا جائے گا کہ کون قصاص لے گا، جس کا نام نکلے گا وہ قصاص لے گا، اور دوسرے کو ہاتھ کی دیت ملے گی، پچاس اونٹ۔

ترجمہ: ۴ ہماری دلیل یہ ہے کہ قصاص کے حق لینے کا سبب برابر ہے اس لئے حکم میں بھی برابر ہوگا، جیسے ترکہ میں دو قرض دینے والے جمع ہو جائیں تو (دونوں کو برابر قرض ملیں گے)

تشریح : یہ دلیل تھوڑی پیچیدہ ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ جن دونوں کا ہاتھ کاٹا ہے وہ دونوں کاٹنے والے کے ہاتھ کا مالک نہیں ہوا، کیونکہ ہاتھ کاٹنے والا آزاد ہے اس لئے اس کے ہاتھ کا مالک نہیں ہوا، البتہ صرف قصاص لینے کا حق ہوا، اس لئے دونوں ایک ساتھ قصاص لینے کا حقدار ہو جائے گے، اس لئے دونوں کے لئے ہاتھ کاٹا جائے گا، پھر دونوں کو دیت ملے گی۔ اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ مثلا زید مرا، اور اس نے وراثت چھوڑی، اور اس پر دو آدمیوں کے قرض تھے، ایک نے قرض پہلے دیا تھا، اور دوسرے نے قرض بعد میں دیا تھا، پھر بھی دونوں کو ایک ساتھ قرض وصول کرنے کا حق ہوگا، اسی طرح یہاں یکے بعد دیگری کاٹنے کے باوجود دونوں کو ایک ساتھ قاطع کے ہاتھ کاٹنے کا حق ہوگا۔

لغت : الغریمین: یہ غریم کا تثنیہ ہے، دو قرض دینے والے۔ الترکہ: چھوڑی ہوئی وراثت۔

ترجمہ: ۵ اور قصاص فعل کی ایسی ملکیت ہے جو منافی کے ساتھ ثابت ہوتی ہے، اس لئے قصاص وصول کرنے کے حق میں ظاہر ہوگا، لیکن محل (یعنی ہاتھ) تو ملکیت سے خالی ہے اس لئے دوسرے کے حق کو ثابت کرنے کو نہیں روکے گا، بخلاف رہن کے اس لئے کہ وہاں محل میں حق ثابت ہے

تشریح : یہ ذرا پیچیدہ ہے، اور امام شافعیؒ کو جواب ہے۔ ہاتھ کاٹنے والا آزاد ہے اس لئے اس کے ہاتھ کا کوئی مالک نہیں

ثُبُوْتَ الثَّانِیْ بِخِلَافِ الرَّهْنِ، لِأَنَّ الْحَقَّ ثَابِتٌ فِی الْمَحَلِّ، ۶ وَصَارَ كَمَا إِذَا قَطَعَ الْعَبْدُ يَمِيْنَهُمَا عَلَى التَّعَاقُبِ فَتَسْتَحِقُّ رَقَبَتُهُ لَهُمَا. ۷ وَإِنْ حَضَرَ وَاحِدٌ مِنْهُمَا فَقَطَعَ يَدَهُ فَلِلْآخَرِ عَلَيْهِ نِصْفُ الدِّيَةِ، لِأَنَّ لِلْحَاضِرِ أَنْ يَّسْتَوْفِىَ لِثُبُوْتِ حَقِّهِ وَتَرَدَّدَ حَقُّ الْغَائِبِ، وَإِذَا اسْتَوْفٰى لَمْ يَبْقَ مَحَلٌّ

ہوگا ،صرف قصاص لینے کا حق ثابت ہوگا، چونکہ صرف حق ثابت ہوا اس لئے دونوں مقطوع کا حق ایک ساتھ ہوسکتا ہے۔اس کے برخلاف رہن کا حال یہ ہے کہ رہن کی چیز مملوک ہے، اس لئے جس کے پاس پہلے رہن رکھا وہ ایک حیثیت سے مالک بن چکا ہے، اس لئے اب دوسرے راہن کا حق اس پر ثابت نہیں ہوگا، دونوں میں یہ فرق ہے

لغت: حق الاستیفاء: وفی سے مشتق ہے، وصول کرنے کا حق ۔المحل: یہاں محل سے مراد ہے رہن رکھی ہوئی چیز، جس پر رہن پر رکھنے والے کی ملکیت ہوگئی ہے

ترجمہ:۶ اور ایسا ہو گیا کہ غلام نے یکے بعد دیگرے دو آدمیوں کا ہاتھ کاٹا تو یہ غلام دونوں کو دے دیا جائے گا

تشریح: یہ امام ابوحنیفہؒ کی مثال ہے، آزاد نے ہاتھ نہ کاٹا ہو، بلکہ غلام نے دو آدمیوں کا ہاتھ یکے بعد دیگرے کاٹا تو ایسا نہیں ہے کہ غلام پہلے کو دیا جائے گا، دوسرے کو نہیں، بلکہ دونوں کو غلام دے دیا جائے گا، اسی طرح یہاں ایک ساتھ دونوں کو ہاتھ کاٹنے کا حق ہوگا

لغت: تستحق رقبتہ: دونوں غلام کے گردن کا مستحق ہوگے، یعنی یہ غلام دونوں کو دے دیا جائے گا۔

ترجمہ: ۷ اور اگر دونوں میں سے ایک مقطوع آیا، اور اس نے ہاتھ کاٹ لیا، تو دوسرے کو(کل انسان کی) آدھی دیت ملے گی ۔اس لئے کہ جو حاضر ہو گیا اس کو اپنا حق وصول کرنے کا حق ہے، اور غائب کے حق میں تردد ہے (کہ وہ معاف کردے)، اور جب حاضر نے اپنا حق وصول کر لیا تو اب ہاتھ باقی نہیں رہا، اس لئے دوسرے کا حق دیت میں ہو گیا، اس لئے کہ کاٹنے والے نے ایک مستحق کا حق ادا کر دیا ہے۔

تشریح: قاطع نے دو آدمیوں کے ہاتھ کاٹے تھے پھر ایک آدمی نے آکر قصاص کے طور پر قاطع کا ہاتھ کاٹ لیا۔ بعد میں دوسرا آیا تو اس کے کاٹنے کے لئے دایاں ہاتھ باقی نہیں رہا۔ اس لئے اب وہ اپنے ہاتھ کے لئے دیت لے گا۔

وجہ: پہلے گزر چکا ہے کہ قصاص کے لئے کچھ نہ ہو تو دیت لے گا۔عن ابراهيم قال ما كان من جرح من العمد لا يستطاع فيه القصاص فهو على الجارح فى ماله دون عاقلته (مصنف ابن ابی شیبة ۱۰۱ العمد الذی لایستطاع فیہ القصاص ج خامس، ص ۴۰۳ نمبر ۲۷۴۰۴) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ جہاں قصاص لینا ممکن نہیں وہاں دیت لازم ہے۔(۲) اور ایک ہاتھ کے لئے پوری جان کی آدھی دیت ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔۔عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَوِّمُ دِيَةَ الْخَطَإِ عَلَى أَهْلِ الْقُرَى أَرْبَعَ مِائَةِ

الْإِسْتِيفَاءِ فَيَتَعَيَّنُ حَقُّ الْاٰخَرِ فِي الدِّيَةِ، لِأَنَّهُ أَوْفَى بِهِ حَقًّا مُسْتَحِقًّا.

(۶۷۵) قَالَ وَإِذَا أَقَرَّ الْعَبْدُ بِقَتْلِ الْعَمَدِ لَزِمَهُ الْقَوَدُ ۱ وَقَالَ زُفَرُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ لَا يَصِحُّ إِقْرَارُهُ، لِأَنَّهُ يُلَاقِي حَقَّ الْمَوْلٰى بِالْإِبْطَالِ فَصَارَ كَمَا إِذَا أَقَرَّ بِالْمَالِ، ۲ وَلَنَا أَنَّهُ غَيْرُ مُتَّهَمٍ فِيهِ لِأَنَّهُ مُضِرٌّ بِهِ

دِينَار.... وَفِي الْيَدِ إِذَا قُطِعَتْ نِصفُ الْعَقْلِ، وَفِي الرِّجْلِ نِصفُ الْعَقْلِ (ابوداؤد شریف، باب دیات الاعضاء ص ۲۷۸ نمبر ۴۵۶۴ رنسائی شریف، ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول واختلاف الناقلین لہ ص ۶۶۸ نمبر ۴۸۵۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک ہاتھ کے لئے آدھی دیت یعنی پچاس اونٹ ہے۔

ترجمہ: (۶۷۵) اگر غلام قتل عمد کا اقرار کرے تو اس پر قصاص لازم ہے۔

وجہ: (۱) اس میں یہ شبہ بھی ہے کہ غلام قتل عمد کا اقرار کر کے اپنی جان دینا چاہتا ہے اور آقا کا نقصان کرنا چاہتا ہے لیکن چونکہ غلام کی خود اپنی جان جارہی ہے اس لئے اس شبہ کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی۔ (۲) آیت میں ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی الحر بالحر والعبد بالعبد والنثی بالانثی (آیت ۱۷۸ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ غلام غلام کے بدلے قصاصا قتل کیا جائے گا (۳) قول صحابی میں ہے کہ غلام نے آزاد کو قتل کیا تو غلام قتل کیا جائے گا۔ عن علیؓ قال اذا قتل العبد الحر رفع الی اولیاء المقتول فان شاؤا قتلوا وان شاؤا استحیوا (سنن للبیہقی، باب العبد یقتل الحر ج خامس، ص ۶۸ نمبر ۱۵۹۶۱) (۴) عن ابراهیم فی العبد عمدا قال فیه القود (کتاب الآثار، باب جراحات العبد ص ۱۲۶ نمبر ۵۸۲) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ غلام قتل عمد کا اقرار کرے تو اس پر قصاص لازم ہے۔

ترجمہ: ۱ امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ غلام کا اقرار صحیح نہیں ہے اس لئے اس سے آقا کا حق باطل ہوگا، تو ایسا ہو گیا کہ غلام مال کا اقرار کرے

تشریح: قاعدہ یہ ہے کہ غلام یہ اقرار کرے کہ مجھ پر فلاں کا مال ہے تو اس کا اقرار نہیں مانا جاتا ہے، کیونکہ اس سے آقا کے مال کا نقصان ہے، اسی طرح یہ اقرار کرے کہ میں نے فلاں کو عمدا قتل کیا ہے تو یہ اقرار بھی نہیں مانا جائے گا، کیونکہ اس سے آقا کا قیمتی غلام مر جائے گا، یہ امام زفرؒ کی رائے ہے

ترجمہ: ۲ ہماری دلیل یہ ہے کہ غلام قتل کے اقرار میں متہم نہیں ہے، اس لئے اس سے خود غلام کو نقصان ہے، اس لئے اس کی بات کو قبول کی جائے گی

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ غلام جب اپنے اوپر قصاص کا اقرار کیا تو اس کا نقصان خود غلام کو ہے کہ وہ خود مارا جائے گا، اور آقا کا نقصان صرف مال کا ہے، اس لئے یہ تہمت نہیں ہوگی کہ آقا کو نقصان دینے کے لئے غلام نے قتل عمد کا اقرار کیا ہے، اس لئے اس کی بات کو قبول کی جائے گی

فَیُقْبَلُ، ۳؎ وَلِأَنَّ الْعَبْدَ مُبْقِی عَلٰی أَصْلِ الْحُرِّیَّةِ فِیْ حَقِّ الدَّمِ عَمَلًا بِالْآدَمِیَّةِ حَتّٰی لَا یَصِحُّ إِقْرَارُ الْمَوْلٰی عَلَیْهِ بِالْحُدُوْدِ وَالْقِصَاصِ ۴؎ وَبُطْلَانُ حَقِّ الْمَوْلٰی بِطَرِیْقِ الضِّمْنِ فَلَا یُبَالٰی بِهٖ.

(۶۷۲) وَمَنْ رَمٰی رَجُلًا عَمَدًا فَنَفَذَ السَّهْمُ مِنْهُ إِلٰی اٰخَرَ فَمَاتَا فَعَلَیْهِ الْقِصَاصُ لِلْأَوَّلِ وَالدِّیَةُ لِلثَّانِیْ عَلٰی عَاقِلَتِهٖ، ۱؎ لِأَنَّ الْأَوَّلَ عَمَدٌ، وَالثَّانِیْ أَحَدُ نَوْعَی الْخَطَأِ كَأَنَّهٗ رَمٰی إِلٰی صَیْدٍ فَأَصَابَ اٰدَمِیًّا، وَالْفِعْلُ یَتَعَدَّدُ بِتَعَدُّدِ الْأَثَرِ.

ترجمہ: ۳؎ دوسری وجہ یہ ہے کہ غلام اپنی جان کے خون کے حق میں اصل آزادگی پر ہے آدمیت پر عمل کرتے ہوئے، یہی وجہ ہے کہ آقا غلام پر حد، یا قصاص کا اقرار کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا ہے (اس لئے غلام اپنے اوپر قتل عمد کا اقرار کرسکتا ہے)

تشریح: حنفیہ کی دوسری وجہ یہ ہے کہ غلام انسان کی وجہ سے اپنی جان کے حق میں اصل آزادگی پر، یہی وجہ ہے کہ آقا اپنے غلام پر حد، یا قصاص کا اقرار نہیں کرسکتا ہے، کیونکہ اس سے غلام کی جان جائے گی، اس لئے غلام اپنے اوپر قتل عمد کا اقرار کرسکتا ہے

ترجمہ: ۴؎ اور آقا کا جو حق باطل ہوگا وہ ضمنا باطل ہوگا اس لئے اس کی پرواہ نہیں کی جائے گی

تشریح: یہ امام زفرؒ کو جواب ہے، انہوں نے فرمایا تھا کہ غلام کے اقرار سے آقا کا مال جائے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آقا کا مال، یا آقا کا نقصان ضمنا ہے، اصلا نہیں ہے، اس لئے اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

ترجمہ: (۶۷۲) کسی نے جان بوجھ کر ایک آدمی کو تیر مارا۔ پس تیر پار ہو کر دوسرے آدمی کو بھی لگا پس دونوں مر گئے تو اس پر پہلے کے لئے قصاص ہے اور دوسرے کے لئے اس کے عاقلہ پر دیت ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ پہلا قتل عمد ہے، اور دوسرا قتل خطا کی دو قسموں میں سے ایک ہے، یہ ایسا ہو گیا کہ شکار کو تیر مارا اور غلطی سے آدمی کو لگ گیا، اور اثر متعدد ہو تو فعل بھی متعدد ہو سکتا ہے

تشریح: دو آدمی ایک لائن میں کھڑے تھے۔ ان میں سے پہلے کو جان بوجھ کر تیر مارا۔ پس تیر پار ہو کر دوسرے آدمی کو بھی لگ گیا اور دونوں مر گئے تو قاتل پر پہلے آدمی کا قصاص لازم ہوگا اور دوسرے آدمی کی دیت قاتل کے خاندان والوں پر ہوگی۔

وجہ: (۱) پہلا قتل عمد ہے جان بوجھ کر تیر مارا ہے اس لئے اس کی وجہ سے قاتل پر قصاص لازم ہے۔ اور دوسرا قتل خطاء ہے کیونکہ اس کو مارنے کی نیت نہیں تھی۔ اور قتل خطاء میں قاتل کے عاقلہ پر دیت لازم ہوتی ہے۔ اس لئے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی (۲) قتل خطاء میں عاقلہ پر دیت لازم ہونے کی دلیل بخاری میں ہے۔ أَنَّ أَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: اقْتَتَلَتِ امْرَأَتَانِ مِنْ هُذَیْلٍ، فَرَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَی بِحَجَرٍ فَقَتَلَتْهَا وَمَا فِی بَطْنِهَا، فَاخْتَصَمُوا إِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، «فَقَضَی أَنَّ دِیَةَ جَنِینِهَا غُرَّةٌ، عَبْدٌ أَوْ وَلِیدَةٌ، وَقَضَی أَنَّ دِیَةَ الْمَرْأَةِ عَلَی عَاقِلَتِهَا (بخاری شریف، باب جنین المراۃ وان العقل علی الوالد، نمبر ۶۹۱۰ / مسلم شریف، نمبر ۱۶۸۲) اس حدیث میں ہے کہ قتل خطاء کی دیت عاقلہ پر ہے

فَصْلٌ

(۶۷۷) قَالَ وَمَنْ قَطَعَ یَدَ رَجُلٍ خَطأً ثُمَّ قَتَلَهُ عَمدًا قَبْلَ أَنْ تَبْرَأَ یَدُهُ أَوْ قَطَعَ یَدَهُ عَمدًا ثُمَّ قَتَلَهُ خَطأً أَوْ قَطَعَ یَدَهُ خَطأً فَبَرَأَتْ یَدُهُ ثُمَّ قَتَلَهُ خَطأً أَوْ قَطَعَ یَدَهُ عَمدًا فَبَرَأَتْ ثُمَّ قَتَلَهُ عَمدًا فَإِنَّهُ یُؤْخَذُ بِالْأَمْرَیْنِ جَمِیعًا۔ اِ وَالْأَصْلُ فِیْهِ أَنَّ الْجَمْعَ بَیْنَ الْجِرَاحَاتِ وَاجِبٌ مَا أَمْکَنَ تَتْمِیمًا لِلْأَوَّلِ، لِأَنَّ الْقَتْلَ فِی الْأَعَمِّ یَقَعُ بِضَرَبَاتٍ مُتَعَاقِبَةٍ، وَفِی اعْتِبَارِ کُلِّ ضَرْبَةٍ بِنَفْسِهَا بَعْضُ الْحَرَجِ إِلَّا أَنْ لَا یُمْکِنَ الْجَمْعُ فَیُعْطٰی کُلُّ وَاحِدٍ حُکْمُ نَفْسِهٖ وَقَدْ تَعَذَّرَ الْجَمْعُ فِیْ هٰذِهِ الفصول فی الاولین لاختلاف حُکْمِ الْفِعْلَیْنِ وَفِی الْاٰخِرَیْنِ لِتَخَلُّلِ الْبَرَائَةِ وَهُوَ قَاطِعٌ لِلسِّرَایَةِ حَتّٰی لَوْ لَمْ یَتَخَلَّلْ وَقَدْ

فصل

ترجمہ: (۶۷۷) ۔ا۔اگر کسی آدمی کا غلطی سے ہاتھ کاٹا، پھر ٹھیک ہونے سے پہلے جان کر قتل کر دیا۔۲۔ یا جان کر ہاتھ کاٹا پھر غلطی سے قتل کر دیا۔۳۔ یا غلطی سے ہاتھ کاٹا پھر ٹھیک ہونے کے بعد غلطی سے قتل کر دیا۔۴۔ جان کر ہاتھ کاٹا پھر ٹھیک ہونے کے بعد جان کر قتل کر دیا تو ان چاروں صورتوں میں دونوں چیزیں لی جائیں گی، (یعنی ہاتھ کی دیت بھی لی جائے گی اور جان کا قصاص بھی لیا جائے گا، دونوں میں تداخل نہیں ہوگا)

ترجمہ: اِ اس میں اصل قاعدہ یہ ہے کہ پہلے زخم کو پورا کرنے کے لئے جتنا ہو سکے بہت سے زخموں کو جمع کرنا واجب ہے، اس لئے کہ عام طور پر پے در پے کئی وار سے قتل واقع ہوتا ہے، اور ہر وار کے اعتبار کرنے سے حرج ہے (اس لئے سب وار کو ایک ہی شمار کیا جائے گا)، لیکن اگر دو واروں کو جمع کرنا ممکن نہ ہو تو ہر وار کو الگ الگ حکم دیا جائے گا۔ اور اوپر چار صورتیں ہیں ان میں دو پہلی صورتوں کو جمع کرنا متعذر رہے، کیونکہ دو فعل الگ الگ ہیں (ایک قطع خطاء ہے تو دوسرا عمد ہے)۔ اور دوسرے دو میں دونوں ایک ہی قسم کے ہیں، لیکن دونوں کے درمیان ٹھیک ہونا آ گیا ہے، اس لئے دونوں کو جمع نہیں کر سکتے ہیں، اور اگر ٹھیک ہونا نہیں آتا تو اور دونوں ایک ہی قسم کے ہوتے تو دونوں کو جمع کر دیا جاتا، کیونکہ جمع کرنا ممکن تھا، اور ایک ہی دیت پر اکتفاء کیا جاتا

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ زخم مختلف قسم کے ہوں تو دونوں کو تو جمع نہیں کیا جائے گا

اصول: دونوں زخم ایک ہی قسم کے ہوں، لیکن درمیان میں ٹھیک ہو گیا ہو تب بھی جمع نہیں کیا جائے گا، اب دو دیت لازم ہوں گی

تشریح: قاعدہ یہ ہے کہ دونوں ایک ہی طرح کے ہوں، یعنی ہاتھ کاٹنا بھی خطا ہو اور قتل کرنا بھی خطا ہو، اور بیچ میں ٹھیک ہونا نہ ہو تو دونوں کو جمع کیا جائے گا۔ یا دونوں عمد ہو اور بیچ میں ٹھیک ہونا نہ ہو تو دونوں کو جمع کیا جائے گا۔ لیکن یہاں جو چار صورتیں بیان کی جا رہی ہیں، ان میں یا تو دونوں الگ الگ ہیں، یا دونوں کے درمیان ٹھیک ہونا ہے، اس لئے دونوں کو جمع نہیں کیا جائے گا، بلکہ دونوں کو الگ الگ رکھا جائے گا

تَجَانَسَا بِأَنْ کَانَا خَطَأَیْنِ یُجْمَعُ بِالْإِجْمَاعِ لِإِمْکَانِ الْجَمْعِ وَاکْتُفِیَ بِدِیَةٍ وَاحِدَةٍ.

(۶۷۸) وَإِنْ کَانَ قَطَعَ یَدَهُ عَمَدًا ثُمَّ قَتَلَهُ عَمَدًا قَبْلَ أَنْ تَبْرَأَ یَدُهُ، فَإِنْ شَاءَ الْإِمَامُ قَالَ اِقْطَعُوْهُ ثُمَّ اقْتُلُوْهُ، وَإِنْ شَاءَ قَالَ اقْتُلُوْهُ، ۱ وَهٰذَا عِنْدَ أَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ، وَقَالَا یُقْتَلُ وَلَا تُقْطَعُ یَدُهُ، لِأَنَّ

صورت مسئلہ یہ ہیں

1	**غلطی** سے ہاتھ کاٹا	پھر ٹھیک ہونے سے پہلے **جان کر** قتل کیا
2	**جان** کر ہاتھ کاٹا	**پھر غلطی** سے قتل کر دیا
3	**غلطی** سے ہاتھ کاٹا	پھر **ٹھیک** ہونے کے **بعد غلطی** سے قتل کر دیا
4	**جان** کر ہاتھ کاٹا	پھر **ٹھیک** ہونے کے بعد **جان** کر قتل کر دیا

۱۔۔اس میں سے پہلے مسئلے میں پہلا غلطی سے ہے اور دوسرا جان کر ہے، اس لئے جمع نہیں کیا جائے گا

۲۔۔دوسرے میں پہلا جان کر ہے اور دوسرا غلطی سے ہے، اس لئے جمع نہیں کیا جائے گا

۳۔۔تیسرے میں دونوں غلطی سے ہیں لیکن بیچ میں ٹھیک ہو گیا ہے، اس لئے جمع نہیں کیا جائے گا

۴۔۔چوتھے میں دونوں جان کر ہیں، لیکن بیچ میں ٹھیک ہو گیا ہے، اس لئے جمع نہیں کیا جائے گا

اور ہاتھ کے بدلے میں ہاتھ کاٹا جائے گا، یا ہاتھ کی دیت دی جائے گی۔ اور جان کے بدلے اگر جان کر ہے تو قتل کیا جائے گا، اور غلطی سے ہے تو جان کی الگ سے دیت دی جائے گی

ترجمہ: (۶۷۸) اگر جان کر ہاتھ کاٹا، پھر ٹھیک ہونے سے پہلے جان کر قتل کر دیا تو امام چاہے تو ولی سے کہے کہ ہاتھ کاٹ لو پھر قتل کرو، اور چاہے تو یہ کہے کہ صرف قتل کر دو

ترجمہ: ۱ یہ حکم امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے۔ اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ قتل کیا جائے گا اور ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اس لئے کہ دونوں فعل ایک ہی ہے (جان کر ہے) اس لئے جمع کرنا ممکن ہے، اور بیچ میں ٹھیک ہونا بھی نہیں ہے اس لئے دونوں کو جمع کیا جائے گا

تشریح: یہ پانچویں قسم ہے اس میں دونوں جان کر ہے، اس لئے دونوں ایک ہی قسم کے فعل ہیں، اور ٹھیک بھی نہیں ہوا ہے، اس لئے دونوں فعل کو ایک ہی گنا جائے، اور ایک ہی قصاص لازم کیا جائے، چنانچہ صاحبینؒ کی رائے یہی ہے۔ لیکن جان کر ہے اس لئے دونوں میں قصاص ہے، اس لئے برابری کا تقاضہ یہی ہے کہ پہلے ہاتھ کاٹا جائے، پھر قتل کیا جائے، تاکہ برابری ہو جائے، چنانچہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ ولی کو دونوں اختیار ہیں۔ ۱۔ ایک یہ ہے پہلے ہاتھ کاٹو، پھر قتل کرو، اور دوسرا اختیار یہ بھی ہے کہ صرف قتل کرے، ہاتھ نہ کاٹے

الْجَمْعَ مُمْکِنٌ لِتَجَانُسِ الْفِعْلَیْنِ وَعَدَمِ تَخَلُّلِ الْبُرْءِ فَیُجْمَعُ بَیْنَھُمَا، ۲ وَلَہُ أَنَّ الْجَمْعَ مُتَعَذِّرٌ إِمَّا لِلِاخْتِلَافِ بَیْنَ الْفِعْلَیْنِ ھٰذَیْنِ، لِأَنَّ الْوَجبَ الْقَوْدُ وَھُوَ یَعْتَمِدُ لِلْمُسَاوَاۃِ فِی الْفِعْلِ وَذٰلِکَ بِأَنْ یَکُوْنَ الْقَتْلُ بِالْقَتْلِ وَالْقَطْعُ بِالْقَطْعِ وَھُوَ مُتَعَذِّرٌ، ۳ أَوْ لِأَنَّ الْحُزَّ یَقْطَعُ إِذَافَۃَ السِّرَایَۃِ إِلَی الْقَطْعِ ۴ حَتّٰی لَوْ صَدَرَا مِنْ شَخْصَیْنِ یَجِبُ الْقَوْدُ عَلَی الْحَازِّ فَصَارَ کَتَخَلُّلِ الْبُرْءِ،

5	جان کر ہاتھ کاٹا	پھر ٹھیک ہوئے بغیر جان کر قتل کیا

اس نقشہ میں ہے کہ دونوں جان کر ہیں

ترجمہ: ۲ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ ان دونوں فعلوں میں اختلاف ہے اس لئے دونوں کو جمع کرنا متعذر رہے، اس لئے کہ یہاں قصاص واجب ہے، اور اس فعل میں برابری ضروری ہے، اور یہ کہ جان کے قتل کے بدلے میں قتل ہونا چاہئے، اور ہاتھ کے کاٹنے کے بدلے میں ہاتھ کا کاٹنا ہونا چاہئے، اور صرف قتل کرنے میں برابری متعذر رہے

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ یہاں دو معاملے ہیں ایک ہے جان کر ہاتھ کا کاٹنا، اس کے بدلے ہاتھ کا کاٹنا ہونا چاہئے، دوسرا ہے جان کو قتل کرنا اس کے بدلے جان کا قتل کرنا ہونا چاہیے، اور صرف جان کو قتل کرنا ہو تو برابری نہیں ہوگی، اس لئے دونوں کا اختیار ہونا چاہئے

ترجمہ: ۳ اور اس لئے کہ سر کو تن سے جدا کرنے سے زخم آگے سرایت ہی نہیں کرے گی (اس لئے ٹھیک ہونے کی طرح ہو گیا)

تشریح: یہ دلیل تھوڑی پیچیدہ ہے۔ اصل قاعدہ یہ ہے کہ کاٹنے کے بعد زخم ٹھیک ہو گیا ہو تو دونوں کو نہیں ملایا جاتا ہے، اور یہاں جب قتل کر دیا تو گویا کہ ہاتھ کاٹنے کا زخم اب آگے نہیں بڑھے گا، اور گویا کہ ٹھیک ہو گیا، اس کے بعد قتل کیا گیا ہے اس لئے دونوں کو نہیں ملایا جائے گا، اور دونوں کا قصاص الگ الگ لازم ہوگا۔ امام ابوحنیفہؒ کا نظریہ ہے کہ ہاتھ کاٹا ہو اور یہی زخم سرایت کر کے موت کا سبب بنا ہو تب تو ایک ہی مانا جائے گا، اور صرف قتل ہوگا، لیکن جب زخم سرایت نہیں کیا، اور قتل کر کے سرایت کو بھی روک دیا تو گویا کہ زخم ٹھیک ہو گیا ہے، اس لئے ایک نہیں مانا جائے گا

لغت: حز: کاٹنا۔ سر کو تن سے جدا کرنا۔ قود: قصاص لینا، قتل کے بدلے میں قتل کرنا۔ السرایۃ: سرایت کرنا، زخم کا آگے بڑھنا۔

ترجمہ: ۴ یہی وجہ ہے کہ کاٹنا اور قتل کرنا دو آدمیوں سے ہوئے ہوں تو قصاص اس پر ہوگا جس نے سر کو گردن سے الگ کیا ہو، تو ایسا ہو گیا کہ بیچ میں ٹھیک ہو گیا ہو

تشریح: یہ امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے دو جرم ہونے کی ایک مثال ہے۔ اگر دو آدمیوں نے یہ کام انجام دئے، مثلا زید نے عمر کا ہاتھ کاٹا، پھر بکر نے عمر کو قتل کیا تو یہاں ٹھیک نہ ہونے کے باوجود دونوں کا جرم الگ الگ ہوگا، اور زید کا ہاتھ کاٹا جائے گا، اور بکر کو قتل کیا جائے گا، اسی طرح اوپر کے مسئلے میں ایک ہی آدمی نے دونوں کام انجام دئے ہوں تو دونوں جرم الگ الگ شمار کئے جائیں گے، اور پہلے ہاتھ بھی کاٹا جائے گا، اور قتل بھی کیا جائے گا

۵ بِخِلَافِ مَا إِذَا قُطِعَ وَسَرٰی، لِأَنَّ الْفِعْلَ وَاحِدٌ، ٦ وَبِخِلَافِ مَا إِذَا کَانَا خَطَائَیْنِ، لِأَنَّ الْمُوْجِبَ الدِّیَةُ وَهِیَ بَدْلُ النَّفْسِ مِنْ غَیْرِ اِعْتِبَارِ الْمُسَاوَاةِ، ۷ وَلِأَنَّ إِرْشَ الْیَدِ إِنَّمَا یَجِبُ عِنْدَ اسْتِحْکَامِ أَثَرِ الْفِعْلِ وَذٰلِکَ بِالْحَزِّ الْقَاطِعِ لِلسِّرَایَةِ فَیَجْتَمِعُ ضَمَانُ الْکُلِّ وَضَمَانُ الْجُزْءِ فِیْ حَالَةٍ وَاحِدَةٍ وَلَا یَجْتَمِعَانِ، أَمَّا الْقَطْعُ وَالْقَتْلُ قِصَاصًا یَجْتَمِعَانِ.

لغت : تخلل البرء: بیچ میں ٹھیک ہو گیا ہو۔

ترجمہ: ۵ بخلاف اگر کاٹنے کے بعد زخم سرایت کر گیا ہو (اور اسی سے موت ہوئی ہو، تو صرف قتل کرنا شمار کیا جائے گا) اس لئے کہ ایک ہی فعل سے موت واقع ہوئی ہے

تشریح : اگر جان کر ہاتھ کاٹا، اور زخم سرایت کر کے موت واقع ہو گئی تو یہاں زخم اور موت کو ایک ہی حکم میں رکھا جائے گا، کیونکہ ایک ہی فعل کاٹنا ہے، اور موت واقع ہونے کی وجہ سے صرف قتل کیا جائے گا

ترجمہ: ٦ بخلاف جب ہاتھ کاٹنا بھی غلطی سے ہو اور جان مارنا بھی غلطی سے ہو (تو دونوں تداخل کریں گے، اور صرف جان کی دیت لازم ہوگی) کیونکہ یہاں دیت واجب ہے، اور بغیر برابری کئے ہوئے نفس کی دیت واجب ہوگی

تشریح : قطع خطاء ہو اور قتل خطاء ہو تو دونوں تداخل ہو کر صرف جان کی دیت واجب ہوگی، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں قصاص واجب نہیں ہے، بلکہ قتل خطا ہونے کی وجہ سے دونوں میں دیت واجب ہے، اور جان کی دیت کے اندر ہاتھ کی بھی دیت آجاتی ہے، اس لئے ایک ہی دیت واجب ہوگی

ترجمہ: ۷ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کاٹنے کا اثر مضبوط ہو تب ہی ہاتھ کی دیت واجب ہوتی ہے، اور سر کو تن سے جدا کرنے سے یہ اثر مضبوط ہو گیا ہے، اس لئے کل یعنی پوری جان، اور جز، یعنی ہاتھ دونوں کا ضمان ایک ہی حالت میں جمع ہو جائے گا، حالانکہ دونوں کو جمع نہیں ہونا چاہئے، بہر حال قصاص کے طور پر کاٹنا اور قتل کرنا تو دونوں جمع ہوتے ہیں

تشریح: عبارت پیچیدہ ہے۔ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ یہاں خطاء ہے اس لئے دونوں میں دیت واجب ہے، اب ہاتھ کی دیت پچاس اونٹ ہے۔ اور ہاتھ اور پوری جان کی دیت ایک سو اونٹ ہوگی، تو جان کی دیت میں ہاتھ کی دیت آچکی ہے، پھر الگ سے ہاتھ کی دیت دلوانے میں ہاتھ کی دیت دو مرتبہ ہو جائے گی، حالانکہ ایک عضو کی دیت دو مرتبہ نہیں دلوائی جاتی ہے، اس لئے یہاں تداخل ہو کر صرف جان کی دیت دلوائی جائے گی، جس کے اندر ہاتھ کی بھی دیت آجائے گی۔۔ اور قصاص کی صورت میں فعل کا بدلہ ہے ذات کا نہیں، اور فعل دو ہیں، ایک کاٹنا، اور دوسرا قتل کرنا، اس لئے برابری کرنے کے لئے کاٹنا بھی ہوگا، اور قتل کرنا بھی ہوگا، یہاں تداخل نہیں ہوگا۔ پیچیدہ عبارت پر غور کر لیں

(۶۷۹) قَالَ وَمَنْ ضَرَبَ رَجُلًا مِائَةَ سَوْطٍ فَبَرَأَ مِنْ تِسْعِیْنَ وَمَاتَ مِنْ عَشْرَةٍ فَفِیْهِ دِیَةٌ وَاحِدَةٌ ۱ لِأَنَّهُ لَمَّا بَرَأَ مِنْهَا لَا تَبْقٰی مُعْتَبَرَةً فِیْ حَقِّ الْإِرْشِ وَإِنْ بَقِیَتْ مُعْتَبَرَةً فِیْ حَقِّ التَّعْزِیْرِ فَبَقِیَ الْإِعْتِبَارُ لِلْعَشْرَةِ ۲ وَکَذٰلِکَ کُلُّ جِرَاحَةٍ اِنْدَمَلَتْ وَلَمْ یَبْقَ لَهَا أَثَرٌ عَلٰی أَصْلِ أَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ، وَعَنْ أَبِیْ یُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ فِیْ مِثْلِهٖ حُکُوْمَةُ عَدْلٍ، وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ أَنَّهُ تَجِبُ أُجْرَةُ الطَّبِیْبِ،

(۶۸۰) وَإِنْ ضَرَبَ رَجُلًا مِائَةَ سَوْطٍ وَجَرَحَتْهُ وَبَقِیَ لَهُ أَثَرٌ تَجِبُ حُکُوْمَةُ الْعَدْلِ لِبَقَاءِ الْأَثَرِ، وَالْإِرْشُ إِنَّمَا یَجِبُ بِاعْتِبَارِ الْأَثَرِ فِی النَّفْسِ.

ترجمہ: (۶۷۹) کسی نے ایک آدمی کو سو کوڑے مارے، وہ نوے کوڑے سے ٹھیک ہو گیا، لیکن دس کوڑے سے مر گیا تو اس میں ایک ہی دیت واجب ہوگی

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ جب وہ نوے کوڑے سے ٹھیک ہو گیا تو دیت کے حق میں اس کا اعتبار نہیں ہے، اگر چہ تعزیر کے حق میں معتبر ہے، اس لئے صرف دس کوڑے ہی باقی رہے (اور اسی کوڑوں پر دیت لازم ہوگی)

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مار کا زخم ٹھیک ہو گیا ہو تو اس پر دیت واجب نہیں ہوگی، تعزیر ہوگی

تشریح: نوے کوڑے جسم پر مارے، لیکن اس سے نہیں مرا، تو اس پر دیت نہیں ہوگی، صرف تنبیہ کی جائے گی، یا دو آدمی جو فیصلہ کرے وہ لازم ہوگا، اور دس کوڑے سر پر مارا جس سے آدمی مر گیا تو اس دس کوڑے کی دیت لازم ہوگی

لغت: تعزیر: حاکم مجرم کو اپنی صواب دید پر کچھ کوڑے مارتا ہے، اس کو تعزیر، کہتے ہیں۔ ارش: عضو کی دیت کو، ارش، کہتے ہیں۔

ترجمہ: ۲ اسی طرح ہر وہ زخم جو ٹھیک ہو جائے اور اس کا اثر باقی نہ رہے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک (اس کی ارش نہیں ہے)، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دو آدمیوں کا فیصلہ ہے، اور امام محمدؒ کے نزدیک ڈاکٹر کے علاج کی اجرت ہے

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کا قاعدہ یہ ہے کہ جو زخم ٹھیک ہو جائے اس کی دیت نہیں ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ کے یہاں یہ ہے کہ زخم کے بارے میں دو حکم جو فیصلہ کریں گے وہ لازم ہوگا۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک ڈاکٹر کے علاج کی اجرت لازم ہوگی

ترجمہ: (۶۸۰) کسی نے کسی آدمی کو سو کوڑے مارے، اور اس کو زخمی کیا، اور اس زخم کا اثر بھی باقی رہا تو حاکم جو فیصلہ کرے وہ واجب ہوگا، کیونکہ اثر باقی ہے، اور انسان کی ذات میں اثر کر جائے تب ارش واجب ہوتی ہے۔

تشریح: یہاں ارش کا قاعدہ بیان کر رہے ہیں کہ، زخم کا اثر انسان کی ذات میں اثر کر جائے تب اس عضو کی دیت اور ارش واجب ہوتی ہے، لیکن اگر انسان کی ذات میں اثر نہیں کیا، بلکہ ٹھیک ہو گیا، البتہ اس کا اثر باقی ہے تو دو عادل آدمی جتنے رقم کا فیصلہ کرے وہ واجب ہوگا، جسکو، حکومت عدل، کہتے ہیں

(۶۸۱) قَالَ وَمَنْ قَطَعَ يَدَ رَجُلٍ فَعَفَا الْمَقْطُوعَةُ يَدُهُ عَنِ الْقَطْعِ ثُمَّ مَاتَ مِنْ ذٰلِكَ فَعَلَى الْقَاطِعِ الدِّيَةُ فِي مَالِهِ، وَإِنْ عَفَا عَنِ الْقَطْعِ وَمَا يَحْدُثُ مِنْهُ ثُمَّ مَاتَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُوَ عَفْوٌ عَنِ النَّفْسِ، ثُمَّ إِنْ كَانَ خَطَأً فَهُوَ مِنَ الثُّلُثِ وَإِنْ كَانَ عَمَدًا فَهُوَ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ ١ وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ

ترجمه: (۶۸۱) کسی نے کسی آدمی کا ہاتھ کاٹا، اس نے ہاتھ کاٹنے کو معاف کر دیا، لیکن کاٹنا سرایت کر گیا اور آدمی کی موت ہوگئی، پھر بھی کاٹنے والے پر جان کی دیت واجب ہوگی، اس کے مال میں۔ اور اگر کاٹنے کو بھی معاف کیا، اور اس سے جو پیدا ہوگا اس کو بھی معاف کر دیا، پھر بھی موت واقع ہوئی تو پوری جان سے معافی ہوگئی (اور اب جان کی دیت لازم نہیں ہو گی)۔ (صرف کاٹنے کی معافی ہوا اور موت ہوئی ہو) تو اگر غلطی سے کاٹا ہو تو ایک تہائی لازم ہوگی، اور اگر جان کر ہاتھ کاٹا ہو تو پورے مال سے دیت لازم ہوگی

ترجمه: یہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے

لغت : قطع ید رجل: یہاں تین الفاظ ہیں۔ا۔ پہلا ہے کہ صرف ہاتھ کے کاٹنے کو معاف کیا ہو، تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک، صرف ہاتھ کاٹنا معاف ہوگا، ہاتھ کی دیت واجب نہیں ہوگی، اور جب تک صراحت کے ساتھ جان مارنے کو معاف نہ کیا ہو تب تک معاف نہیں ہوگا، جان کی دیت واجب ہوگی۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک ہاتھ کاٹنا بھی معاف ہو جائے گا، اور جان مارنا بھی معاف ہوگا۔ اس لئے جان کی بھی دیت لازم نہیں ہوگی

۔۲۔ دوسرا لفظ ہے۔ القطع وما یحدث منہ: ہاتھ کاٹنے کو بھی معاف کیا، اور اس کا جو اثر ہوگا یعنی اس سے موت ہوئی ہو تو وہ بھی معاف ہے، اس صورت میں چونکہ صراحت کے ساتھ، کاٹنے کو بھی معاف کیا، اور اس سے جو موت ہو جائے اس کو بھی معاف کیا ہے، اس لئے موت کی دیت بھی معاف ہو جائے گی

۔۳۔ تیسرا لفظ ہے، عفا عن الجنایۃ: پورے جرم کو معاف کر دیا ہے، جنایت عام لفظ ہے، کاٹنے کو بھی شامل ہے، اور موت کو بھی شامل ہے، اس لئے جنایت کے معاف سے کاٹنا بھی معاف ہوگا اور موت کی دیت بھی معاف ہو جائے گی، جان کی بھی دیت واجب نہیں ہوگی

اصول : امام ابو حنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ صراحت کے ساتھ جان مارنے کو معاف نہیں کرے گا تو جان کی دیت معاف نہیں ہوگی، صرف ہاتھ کاٹنے کی دیت معاف ہوگی، جان کی دیت دینی پڑے گی

اصول : صاحبینؒ کا اصول یہ ہے کہ ہاتھ کاٹنے کو معاف کیا تو اس کا جو اثر ہوا موت، وہ بھی معاف ہو جائے گا، اس لئے ہاتھ کی بھی دیت لازم نہیں ہوگی، اور جان کی بھی دیت لازم نہیں ہوگی۔ دونوں کے اصولوں میں یہ فرق ہے، اور اسی پر یہ مسئلے متفرع ہیں

تشریح : جس آدمی کا ہاتھ کاٹا، اس کے معاف کرنے کے تین طریقے ہیں

۔ا۔ پہلا یہ ہے کہ۔ صرف ہاتھ کاٹنا معاف کیا، صراحت کے ساتھ یہ معاف نہیں کیا کہ اس کاٹنے کا جو بعد میں اثر ہوگا، یعنی

عَلَیْهِ، ۲؎ وَقَالَا إِذَا عُفِیَ عَنِ الْقَطْعِ فَهُوَ عَفْوٌ عَنِ النَّفْسِ أَیْضًا، وَعَلٰی هٰذَا الْخِلَافِ إِذَا عَفَا عَنِ الشَّجَّةِ ثُمَّ سَرٰی إِلَی النَّفْسِ وَمَاتَ، لَهُمَا أَنَّ الْعَفْوَ عَنِ الْقَطْعِ عَفْوٌ عَنْ مُوْجَبِهٖ وَمُوْجَبُهُ الْقَطْعُ لَوِ اقْتَصَرَ، وَالْقَتْلُ إِذَا سَرٰی فَکَانَ الْعَفْوُ عَنْهُ عَفْوًا عَنْ أَحَدِ مُوْجَبَیْهِ أَیُّهُمَا کَانَ، ۳؎ وَلِأَنَّ اِسْمَ الْقَطْعِ

اس سے موت ہوگی اس کو صراحت کے ساتھ معاف نہیں کیا تھا، اور اس سے آدمی موت ہوگی، تو امام ابو حنیفہؒ کے یہاں چونکہ صراحت کے ساتھ موت کو معاف نہیں کیا تھا، اس لئے ہاتھ کی دیت معاف ہوگی جان کی دیت معاف نہیں ہوگی، جان کی دیت دینی ہوگی۔ اور صاحبینؒ کے یہاں چاہے صراحت نہ ہو پھر بھی کاٹنے کے تحت میں جان کی دیت بھی معاف ہوجائے گی، وہ فرماتے ہیں کہ ہاتھ کاٹنے کی معافی میں اس کے جو اثرات بعد میں ہوں گے وہ بھی معاف ہوجائیں گے۔ ۲۔ دوسرا طریقہ یہ ہے (عفا عن القطع وما یحدث منہ) کہ کاٹنے کو اور اس سے جو پیدا ہونے والے اثرات ہیں اس کو صراحت کے ساتھ معاف کر دیا، تو اس صورت میں امام ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ کے یہاں بھی ہاتھ کاٹنے کی دیت اور جان کی دیت دونوں دیتیں معاف ہو جائیں گی، اس لئے کہ صراحت کے ساتھ دونوں کو معاف کیا ہے۔ ۳۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ۔ (عفا عن الجنایۃ) کہ پوری جنایت، یعنی پورے جرم ہی کو معاف کر دیا تو جنایت عام لفظ ہے، اس میں ہاتھ کاٹنا، اور اس سے مرنا دونوں داخل ہیں، اس لئے سب کے نزدیک دونوں دیتیں معاف ہوجائیں گے

ترجمہ: ۲؎ صاحبینؒ نے فرمایا کہ اگر کاٹنے کو معاف کیا ہے تو جان کے مرنے سے بھی معاف کرنا ہوا، اور اسی اختلاف پر ہے کہ اگر سر کے زخم کو معاف کیا اور اس سے ذات میں سرایت کی اور موت واقع ہوگئی، صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ کاٹنے کو معاف کرنا اس کی دونوں قسموں کو معاف کرنا ہے، کٹنے تک محدود رہے وہ بھی، اور اگر زخم سرایت کر جائے، اور قتل واجب ہو وہ بھی، اس لئے کاٹنے سے معاف کرنا اس کے دونوں طریقوں کو معاف کرنا ہے، جو بھی ہوجائے

تشریح: صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ کاٹنے کے معاف کرنے کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ ایک یہ کہ ہاتھ کاٹا تو اسی پر محدود رہا، آگے نہیں بڑھا، اور اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ ہاتھ کا زخم آگے بڑھا اور اس سے موت ہوگئی، یہ بھی معاف کرنے میں شامل ہے، اور اس کی بھی معافی ہوجائے گی، اور نہ اس پر ہاتھ کی دیت لازم ہوگی، اور نہ اس پر جان کی دیت لازم ہوگی، یہی حال ہے اگر سر میں مارا تھا، اور وہیں رہا، یا اس سے آدمی مر گیا تو صاحبینؒ کے یہاں دونوں معاف ہوں گے، اور امام ابو حنیفہؒ کے یہاں صرف سر کا زخم کی دیت معاف ہوگی جان کی دیت دینی پڑے گی

لغت: شجۃ: سر کا زخم

ترجمہ: ۳؎ اور اس لئے کہ، لفظ قطع، کاٹنا دونوں کو شامل ہے، سرایت کر کے موت ہوجائے اس کو بھی، اور صرف ہاتھ کے کٹنے پر محدود رہے، اس پر، اس لئے کاٹنے سے معاف کرنے سے دونوں قسمیں معاف ہوگئیں، اور ایسا ہوگیا کہ پورے جرم کو

یَتَنَاوَلُ السَّارِیَ وَالْمُقْتَصِرَ فَیَکُوْنُ الْعَفْوُ عَنِ الْقَطْعِ عَفْوًا عَنْ نَوْعَیْهِ، وَصَارَ کَمَا إِذَا عَفَا عَنِ الْجِنَایَةِ فَإِنَّهٗ یَتَنَاوَلُ الْجِنَایَةَ السَّارِیَةَ وَالْمُقْتَصِرَةَ کَذَا هٰذَا. ۴ وَلَهٗ أَنَّ سَبَبَ الضَّمَانِ قَدْ تَحَقَّقَ وَهُوَ قَتْلُ نَفْسٍ مَّعْصُوْمَةٍ مُتَقَوَّمَةٍ، وَالْعَفْوُ لَمْ یَتَنَاوَلْهُ بِصَرِیْحِهٖ، لِأَنَّهٗ عَفَا عَنِ الْقَطْعِ وَهُوَ غَیْرُ الْقَتْلِ وَبِالسِّرَایَةِ تَبَیَّنَ أَنَّ الْوَاقِعَ قَتْلٌ وَحَقُّهٗ فِیْهِ، وَنَحْنُ نُوْجِبُ ضَمَانَهٗ ۵ وَکَانَ یَنْبَغِیْ أَنْ یَّجِبَ الْقِصَاصُ وَهُوَ الْقِیَاسُ، لِأَنَّهٗ هُوَ الْمُوْجِبُ لِلْعَمَدِ إِلَّا أَنَّ فِی الْإِسْتِحْسَانِ تَجِبُ الدِّیَةُ، لِأَنَّ صُوْرَةَ الْعَفْوِ أَوْرَثَتْ شُبْهَةً وَهِیَ دَارِئَةٌ لِلْقَوَدِ، ۶ وَلَا نُسَلِّمُ أَنَّ السَّارِیَ نَوْعٌ مِنَ الْقَطْعِ وَأَنَّ السِّرَایَةَ صِفَةٌ لَهٗ بَلِ

ہی معاف کر دیا، اس لئے کہ لفظ، جنایت، سرایت والے کو بھی شامل ہے، اور کٹنے پر محدود رہنے کو بھی شامل ہے، ایسے او پر کٹنا معاف کیا تو دونوں معاف ہو جائیں گے

تشریح: یہ صاحبینؒ کی دلیل ہے، کہ کٹنے کو معاف کرنا دونوں کو شامل ہے، صرف ہاتھ کٹنے کو بھی، اور سرایت کر کے موت تک پہنچنے کو بھی اس لئے کٹنے کو معاف کرنے سے دونوں قسمیں معاف ہو جائیں گی، اس کی ایک مثال دی کہ، جنایت پوری جرم کو معاف کیا تو دونوں معاف ہو جاتے ہیں اسی طرح یہاں بھی ہوگا۔

لغت: الجنایۃ: جرم۔ الساریۃ: جو زخم سرایت کر کے موت کا سبب بن جائے۔ المقتصر: وہ زخم جو جتنا لگا ہے اسی پر محدود رہے۔

ترجمہ: ۴ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ جان کے ضمان کا سبب متحقق ہو چکا ہے، اور وہ ہے معصوم قیمتی جان کا قتل کرنا، اور صراحتا اس کو معاف نہیں کیا ہے، اس لئے کہ مقطوع نے صرف ہاتھ کاٹنے کو معاف کیا ہے، اور ہاتھ کاٹنا جان کی موت سے الگ چیز ہے، اور زخم کے سرایت کرنے سے یہ واضح ہو گیا کہ قتل واقع ہوا ہے، اور مقطوع کا حق قتل میں ہے، اور ہم قتل کا ضمان واجب کر رہے ہیں

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مقطوع نے صرف ہاتھ کاٹنے کو معاف کیا ہے، موت کو صراحت کے ساتھ معاف نہیں کیا ہے اس لئے وہ معاف نہیں ہوگا، اور جان کی دیت دینی ہوگی، صرف ہاتھ کی دیت معاف ہوگی

ترجمہ: ۵ اور مناسب یہ تھا کہ قصاص واجب ہو، قیاس کا تقاضہ یہی ہے، اس لئے قتل عمد کا موجب یہی ہوتا ہے، لیکن استحسان کے طور پر ہم دیت واجب کرتے ہیں، اس لئے کہ یہاں معافی کی صورت ہے جس سے شبہ پیدا ہو گیا، اور شبہ قصاص کو ختم کر دیتا ہے

تشریح: اگر جان کر ہاتھ کاٹا تھا اور زخم سرایت کر کے موت ہو گئی تو یہ قتل عمد ہے، اس لئے میں قصاص ہونا چاہئے، لیکن ہاتھ کاٹنے کو معاف کر چکا ہے اس لئے اس سے معافی کا شبہ پیدا ہو گیا ہے، اس لئے قصاص چھوڑ کر جان کی دیت لازم کرتے ہیں۔

ترجمہ: ۶ ہم یہ تسلیم ہی نہیں کرتے کہ جو سرایت کر کے موت ہوئی ہے وہ ہاتھ کاٹنے کی قسم ہے، یا اس کی صفت ہے، بلکہ

السَّارِیْ قَتْلٌ مِّنَ الْاِبْتِدَاءِ وَکَذَا لَا مُوْجِبَ لَهٗ مِنْ حَیْثُ کَوْنِهٖ قَطْعًا فَلَا یَتَنَاوَلُهُ الْعَفْوُ ۷؎ بِخِلَافِ الْعَفْوِ، عَنِ الْجِنَایَةِ، لِاَنَّهٗ اِسْمُ جِنْسٍ، ۸؎ وَبِخِلَافِ الْعَفْوِ عَنِ الشَّجَّةِ وَمَا یَحْدُثُ مِنْهَا، لِاَنَّهٗ صَرِیْحٌ فِی الْعَفْوِ عَنِ السِّرَایَةِ وَالْقَتْلِ. ۹؎ وَلَوْ کَانَ الْقَطْعُ خَطَأً فَقَدْ اَجْرَاهُ مَجْرَی الْعَمَدِ فِیْ هٰذِهِ الْوُجُوْهِ وِفَاقًا وَخِلَافًا اٰذِنَ بِذٰلِکَ اِطْلَاقُهٗ،

یہ مستقل قتل کرنا ہے، ایسے ہاتھ کاٹنے کا سبب ہی باقی نہیں رہا، اس لئے اس کو معافی شامل ہی نہیں ہوگا

تشریح : یہ دوسری دلیل ہے۔ جب زخم سرایت کر کے موت ہوگئی، تو اب ہاتھ کاٹنے کا معاملہ رہا ہی نہیں، بلکہ موت کا معاملہ ہوگیا، اس لئے ہاتھ کاٹنے کے معافی کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی، اس لئے اس کا معاف کرنا بیکار ہے، اور جب بیکار ہو گیا تو موت کی بھی معافی نہیں ہوگی

ترجمہ : ۷؎ بخلاف، جنایت کو معاف کیا تو موت معاف ہوجائے گی، اس لئے کہ لفظ جنایت اسم جنس ہے، عام لفظ ہے (کاٹنے اور موت دونوں کو شامل ہے، اس لئے جنایت کو معاف کرنے سے کاٹنا اور موت دونوں معاف ہوجائیں گے)

تشریح : یہ امام کا صاحبینؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ جنایت کو معاف کرنے سے موت معاف ہو جاتی ہے، تو کاٹنے کو معاف کرنے سے موت معاف ہونی چاہئے، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ، جنایت کا لفظ عام ہے، اس میں کاٹنا اور موت دونوں شامل ہیں اس لئے جنایت کو معاف کرنے سے موت بھی صراحت کے ساتھ معاف ہوجائے گی۔

ترجمہ : ۸؎ بخلاف، سر کا زخم اور اس سے جو پیدا ہوا اس کو بھی معاف کر دیا (تو موت معاف ہوجائے گی) اس لئے اس میں صراحت کے ساتھ سرایت کو اور اس سے موت کو معاف کر دیا ہے

تشریح : اگر صرف یوں کہتا کہ شجہ، یعنی سر کے زخم کو معاف کیا تب تو موت معاف نہیں ہوتی، لیکن یہاں سر کے زخم اور اس سے سرایت کر کے جو موت ہو اس کو بھی معاف کیا ہے، تو اس میں صراحت کے ساتھ موت معاف کیا ہے اس لئے موت کی دیت بھی معاف ہوجائے گی

ترجمہ : ۹؎ متن میں امام محمدؒ کے مطلق جملے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام صورتوں میں چاہے اتفاقی ہو یا اختلافی ہو قطع خطاء بھی قطع عمد کے درجے میں ہے

تشریح : اس میں صاحب ہدایہ یہ فرماتے ہیں کہ متن میں امام محمد نے مطلقا قطع کا ذکر کی ہے جس میں قطع عمد، اور قطع خطاء دونوں شامل ہیں، اس انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کی تمام صورتوں میں، چاہے ان صورتوں میں ائمہ کا اتفاق ہو یا اختلاف ہو قطع خطا کا حکم قطع عمد ہی کا ہے

لغت : آذن اطلاقہ : امام محمد کے مطلق جملے سے اس بات کا اشارہ ملتا ہے، کہ یہاں تمام صورتوں میں قطع خطاء بھی قطع عمد کے درجے میں ہے

١٠ إِلَّا أَنَّـهُ إِنْ كَـانَ خَـطَأً فَهُوَ مِنَ الثُّلُثِ وَإِنْ كَانَ عَمَدًا فَهُوَا مِنْ جَمِيْعِ الْمَالِ، لِأَنَّ مُوْجَبَ الْعَمَدِ الْقَـوَدُ وَلَـمْ يَتَـعَلَّقْ بِهِ حَقُّ الْوَرَثَةِ لِمَا أَنَّهُ لَيْسَ بِمَالٍ فَصَارَ كَمَا إِذَا أَوْصٰى بِإِعَارَةِ أَرْضِهِ، أَمَّا الْخَطأُ فَمُوْجَبُهُ الْمَالُ وَحَقُّ الْوَرَثَةِ يَتَعَلَّقُ بِهِ فَيُعْتَبَرُ مِنَ الثُّلُثِ.

(٦٨٢) قَالَ وَإِذَا قَطَعَتِ الْمَرْأَةُ يَدَ رَجُلٍ فَتَزَوَّجَهَا عَلٰى يَدِهٖ ثُمَّ مَاتَ فَلَهَا مَهْرُ مِثْلِهَا وَعَلٰى عَاقِلَتِهَا الدِّيَةُ إِنْ كَانَ خَطَأً، وَإِنْ كَانَ عَمَدًا فَفِيْ مَالِهَا، ١ وَهٰذَا عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، لِأَنَّ الْعَفْوَ

ترجمہ: ١٠ البتہ یہ فرق ہے کہ اگر غلطی سے ہاتھ کاٹا تھا (اور سرایت کر کے موت ہوئی ہو) تو تہائی مال سے دیت کرنی ہو گی، اور اگر جان کر ہاتھ کاٹا تھا تو تمام مال سے دیت ادا کرنی ہوگی، اس کی وجہ یہ ہے کہ جان کر کاٹنے کا بدلہ قصاص ہے، اس لئے اس میں ورثہ کا حق نہیں ہے، اس لئے کہ یہ مال نہیں (بلکہ عضو کے جان کے بدلے میں جان دینی ہے) تو ایسا ہو گیا کہ زمین کو عاریت پر دینے کی وصیت کی ہو۔ اور غلطی سے ہاتھ کاٹا ہو تو اس کا بدلہ مال ہے، اور اس میں ورثہ کا حق ہے، اس لئے تہائی مال سے ادا کی جائے گی۔

تشریح: اگر ہاتھ کاٹنے والے کی زندگی میں موت کی دیت ادا کرنی ہو تب تو پوری دیت ادا کرنی ہوگی، کیونکہ یہاں قطع خطاء بھی قطع عمد کے درجے میں ہے، لیکن کاٹنے والے کے مرنے کے بعد اس کے مال سے موت کی دیت ادا کرنی ہو تو خطاء میں اور عمد میں یہ فرق پڑے گا۔ کہ جان کر ہاتھ کاٹا تھا اور اس سے موت ہوئی تو یہاں اصل میں قصاص ہے،، یعنی جان کے بدلے جان، اور اس میں وارث کا حصہ نہیں ہے، اب جان سے نیچے اتر کر اس کی دیت دلوائی تو اس میں بھی وارث کا حق نہیں ہے، اس لئے اس میں وصیت جاری نہیں ہوگی، اور وصیت کی وجہ سے تہائی مال نہیں دلوائی جائے گی، بلکہ پوری دیت دلوائی جائے گی۔ لیکن اگر غلطی سے ہاتھ کاٹا ہو تو اس میں شروع ہی سے مال لازم ہوتا ہے، اور مرنے کے بعد مال میں وارث کا حصہ ہوتا ہے اور یہ دیت وصیت کے درجے میں ہوگی، اس لئے اس کی تہائی مال سے یہ دیت ادا کی جائے گی، اگر قاطع کے تہائی مال سے موت کی دیت ادا ہوگئی تو ٹھیک ہے، ورنہ کچھ نہیں۔ غلطی اور خطاء سے کاٹنے میں یہ فرق پڑے گا۔ اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ، اگر مرنے والا زمین کا کسی کو مالک بنا کر دینے کی وصیت کرے تو تہائی زمین ہی دی جائے گی، کیونکہ اس میں ورثہ کا حق ہے۔ لیکن کسی کو عاریت اور مانگ کر کچھ دنوں کے لئے زمین دینے کی وصیت کرے تو پوری زمین عاریت پر دی جائے گی، کیونکہ اس میں وارث کا حصہ نہیں ہے، اسی طرح اوپر کے مسئلے میں ہوگا

ترجمہ: (٦٨٢) عورت نے ایک آدمی کا ہاتھ کاٹ دیا، پھر ہاتھ کی دیت کے بدلے مرد نے عورت سے نکاح کر لیا، پھر زخم سرایت کیا اور مرد کا انتقال ہو گیا، تو عورت کو مہر مثل ملے گی، اور اگر قطع خطاء ہے تو عورت کے عاقلہ پر دیت ہے، اور اگر قطع عمد ہے تو عورت کے مال میں دیت ہوگی

ترجمہ: ١ یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہاتھ کے کاٹنے کو معاف کیا تھا، لیکن اس کے زخم سے جو

عَنِ الْیَدِ إِذَا لَمْ یَکُنْ عَفْوًا عَمَّا یَحْدُثُ عَنْهُ عِنْدَهُ فَالتَّزَوُّ جُ عَلَی الْیَدِ لَا یَکُوْنَ تَزَوُّجًا عَلٰی مَا یَحْدُثُ مِنْهُ. ۲؎ ثُـمَّ الْقَطْعُ إِذَا کَانَ عَمَدًا یَکُوْنُ هٰذَا تَزَوُّجًا عَلَی الْقِصَاصِ فِی الطَّرْفِ وَهُوَ لَیْسَ بِمَالٍ فَلَا یَصْلُحُ مَهْرًا لَا سِیَّمَا عَلٰی تَقْدِیْرِ السُّقُوْطِ فَیَجِبُ مَهْرُ الْمِثْلِ، وَعَلَیْهَا الدِّیَةُ فِیْ مَالِهَا، لِأَنَّ التَّزَوُّجَ وَإِنْ کَانَ یَتَضَمَّنُ الْعَفْوَ عَلٰی مَا نُبَیِّنُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی لٰکِنْ عَنِ الْقِصَاصِ فِی الطَّرْفِ فِیْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ، وَإِذَا سَرٰی تَبَیَّنَ أَنَّهُ قَتْلُ النَّفْسِ وَلَمْ یَتَنَاوَلْهُ الْعَفْوُ فَتَجِبُ الدِّیَةُ وَتَجِبُ فِیْ مَالِهَا لِأَنَّهُ

موت ہوئی ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ معاف نہیں ہوا، اس لئے ہاتھ کی دیت پر نکاح کرنے سے موت کی دیت پر نکاح نہیں ہوا۔

تشریح : عورت نے ایک مرد کا ہاتھ کاٹا، جس کی وجہ سے عورت پر ہاتھ کی دیت تھی، لیکن مرد نے اس دیت کے بدلے عورت سے نکاح کرلیا۔ پھر یہ زخم سرایت کر گیا اور مرد کا انتقال ہو گیا، تو صاحب ھدایہ فرماتے ہیں کہ مرد نے گویا کہ ہاتھ کی دیت معاف کی اپنی موت کی دیت کو صراحت کے ساتھ معاف نہیں کی ہے، دوسری بات یہ ہے کہ یہ قطع عمد تھا تو اس پر قصاص تھا، جو مال نہیں تھا، اس لئے نکاح مال کے بغیر ہوا ہے اس لئے عورت کے لئے مہر مثل لازم ہوگا، اور چونکہ عورت نے شوہر کو مارا ہے، اس لئے عورت پر شوہر کی دیت لازم ہوگی

ترجمہ: ۲؎ پھر اگر جان کر ہاتھ کاٹا ہے تو عضو کے قصاص پر نکاح ہوا، اور عضو کا قصاص مال نہیں ہے اس لئے وہ مہر نہیں بنے گا۔ خاص طور پر معاف کرنے کی وجہ سے ساقط ہونے کے قریب ہو، اس لئے یہاں مہر مثل لازم ہوگا۔ اور عورت پر اس کے مال میں دیت لازم ہوگی، اس لئے کہ نکاح اگر چہ عضو کے معافی پر ہے، لیکن اس صورت میں عضو کے قصاص پر نکاح ہو گیا ہے، اور جب زخم سرایت کر گیا تو ظاہر ہوا کہ جان کو بھی قتل کیا ہے، اور مرد نے صراحت کے ساتھ جان کی معافی نہیں کی ہے اس لئے عورت پر اس کے مال میں دیت لازم ہوگی، اس لئے کہ یہ قتل عمد ہے

تشریح : یہاں اگر عورت نے جان کر ہاتھ کاٹا ہے تو اس پر عضو کا قصاص ہے، اس لئے یہ مہر نہیں بنے گا، اس لئے گویا کہ عورت نے بغیر مہر کی شادی کی ہے اس لئے اس کے لئے مہر مثل ہوگا۔ اور چونکہ اس نے جان کر ہاتھ کاٹا ہے، اور وہ سرایت کر کے موت ہوئی تو گویا کہ قتل عمد ہے، اور اس کی جو دیت ہوتی ہے وہ عورت کے خاندان پر نہیں ہوتی، عورت کے خاندان پر اس وقت دیت ہوگی جب قطع خطاء ہو، بلکہ خود عورت کے مال میں ہوتی ہے، اس لئے عورت پر اس کے ذاتی مال میں جان کی دیت لازم ہوگی، کیونکہ شوہر نے ہاتھ کو معاف کیا ہے، جان کو معاف نہیں کیا تھا

لغت : طرف: کنارہ، یہاں عضو مراد ہے۔

عَمَدٌ، ۳؎ وَالْقِیَاسُ أَنْ یَّجِبَ الْقِصَاصُ عَلٰی مَا بَیَّنَّاهُ، ۴؎ وَإِذَا وَجَبَ لَهَا مَهْرُ الْمِثْلِ وَعَلَیْهَا الدِّیَةُ تَقَعُ الْمُقَاصَّةُ إِنْ کَانَا عَلَی السَّوَاءِ، وَإِنْ کَانَ فِی الدِّیَةِ فَضْلٌ تَرُدُّهُ عَلَی الْوَرَثَةِ، وَإِنْ کَانَ فِی الْمَهْرِ تَرَدَّهُ الْوَرَثَةُ عَلَیْهَا،۵؎ وَإِذَا کَانَ الْقَطْعُ خَطأً یَکُوْنُ هٰذَا تَزَوُّجًا عَلٰی إِرْشِ الْیَدِ، وَإِذَا سَرٰی إِلَی النَّفْسِ تَبَیَّنَ أَنَّهُ لَا إِرْشَ لِلْیَدِ وَأَنَّ الْمُسَمّٰی مَعْدُوْمٌ فَیَجِبُ مَهْرُ الْمِثْلِ کَمَا إِذَا تَزَوَّجَهَا عَلٰی مَا فِی الْیَدِ وَلَا شَیْءَ فِیْهَا ۶؎ وَلَا یَتَقَاصَّانِ، لِأَنَّ الدِّیَةَ تَجِبُ عَلَی الْعَاقِلَةِ فِی الْخَطأِ وَالْمَهْرُ لَهَا.

ترجمہ: ۳؎ حال آنکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ قصاص واجب ہوجیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے

تشریح : یہ قطع عمد ہے اس لئے اس میں قصاص ہونا چاہئے ،اور عورت کا ہاتھ کٹنا چاہئے ،لیکن نکاح کرنے کی وجہ سے معاف کرنے کا شبہ پیدا ہو گیا ہے،اس لئے اس شبہ کی بنا پر اس کے بدلے میں دیت لازم کی گئی

ترجمہ: ۴؎ جب عورت کے لئے مہر مثل ہو،اور عورت پر دیت بھی ہو تو اگر دونوں برابر ہوں تو ادلہ بدلہ ہو جائے گا،اور اگر دیت مہر سے زیادہ ہو تو مہر کاٹ کر جو بچے وہ عورت مرد کے ورثہ کو دے گی،اور اگر مہر دیت سے زیادہ ہو تو ورثہ عورت کو وہ زیادہ رقم ادا کریں گے

تشریح : مثلا مہر مثل ایک ہزار ہے،اور عورت پر دیت بھی ایک ہزار ہے تو یہ دونوں برابر ہیں،اس لئے نہ شوہر کے ورثہ سے لینا ہے اور نہ دینا ہے۔اور اگر دیت ڈیڑھ ہزار ہے اور مہر ایک ہزار ہے تو اب عورت ورثہ کو پانچ سو دے گی ، کیونکہ یہ زیادہ ہے۔اور اگر مہر مثل ڈیڑھ ہزار ہو اور دیت ایک ہزار ہو تو اب ورثہ پانچ سو درہم عورت کو دیں گے۔

ترجمہ: ۵؎ اور اگر غلطی سے ہاتھ کاٹا ہو،تو اس وقت نکاح ہاتھ کی دیت پر ہوگا،اور جب زخم سرایت کر کے موت ہوگئی تو اب ظاہر ہوا کہ ہاتھ کی کوئی دیت ہے ہی نہیں ، وہ تو معدوم ہے (اب جان کی دیت ہے) اس لئے مہر مثل لازم ہوگا ، جیسے کوئی یوں نکاح کرے کہ میرے ہاتھ میں جو کچھ ہے اس پر نکاح کرتا ہوں ،لیکن اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے تو مہر مثل لازم ہوگا ، (ایسے ہی یہاں مہر مثل لازم ہوگا)

تشریح: عورت نے غلطی سے ہاتھ کاٹا ،جس کی وجہ سے عورت پر قصاص نہیں ہاتھ کی دیت تھی ،اور شوہر نے اس پر نکاح کیا، لیکن زخم سرایت کر کے موت ہوگئی ،تو اب ہاتھ کی دیت کی بات ہی نہیں رہی ، اب تو جان کی دیت کی بات آئی ہے،اس لئے ہاتھ کی دیت مال ہی نہیں رہی اس لئے اس پر نکاح کرنے سے مہر مثل لازم ہوگا ،اس کی ایک مثال دے رہے ہیں، کسی نے نکاح کیا کہ میرے ہاتھ میں جو کچھ ہے اس پر نکاح کرتا ہوں ،اور اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں تھا تو مہر مثل لازم ہوتا ہے، کیونکہ مال پر نکاح نہیں ہوا،اسی طرح یہاں بھی مہر مثل لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۶؎ اور یہ مہر اور دیت کا تقاصہ، (ادلہ بدلہ) نہیں ہوگا ،اس لئے کہ یہ قطع خطاء کی دیت ہے جو عورت کے خاندان پر لازم ہے، (عورت کے ذمے تو کچھ بھی نہیں ہے)،اور مہر عورت کے لئے ہوتا ہے

تشریح : قطع عمد تھا تو مہر،اور دیت میں ادلہ بدلہ ہوتا تھا، کیونکہ عورت ہی کا مہر تھا اور عورت ہی پر دیت تھی ،لیکن یہاں قطع

(۶۸۳) قَالَ وَلَوْ تَزَوَّجَهَا عَلَى الْيَدِ وَمَا يَحْدُثُ مِنْهَا أَوْ عَلَى الْجِنَايَةِ ثُمَّ مَاتَ مِنْ ذٰلِكَ وَالْقَطْعُ عَمَدٌ فَلَهَا مَهْرُ مِثْلِهَا، ۱؎ لِأَنَّ هٰذَا تَزَوُّجٌ عَلَى الْقِصَاصِ وَهُوَ لَا يَصْلُحُ مَهْرًا فَيَجِبُ مَهْرُ الْمِثْلِ عَلٰى مَا بَيَّنَّاهُ، وَصَارَ كَمَا إِذَا تَزَوَّجَهَا عَلٰى خَمْرٍ أَوْ خِنْزِيرٍ، وَلَا شَيْءَ عَلَيْهَا لِأَنَّهُ لَمَّا جَعَلَ الْقِصَاصَ مَهْرًا فَقَدْ رَضِيَ بِسُقُوطِهِ بِجِهَةِ الْمَهْرِ فَيَسْقُطُ أَصْلًا ۲؎ كَمَا إِذَا أَسْقَطَ الْقِصَاصَ بِشَرْطِ أَنْ يَّصِيْرَ مَالًا فَإِنَّهُ يَسْقُطُ أَصْلًا.

۳؎ وَإِنْ كَانَ خَطَأً يُرْفَعُ عَنِ الْعَاقِلَةِ مَهْرُ مِثْلِهَا وَلَهُمْ ثُلُثُ مَا تَرَكَ وَصِيَّةً، لِأَنَّ هٰذَا تَزَوُّجٌ عَلَى الدِّيَةِ

خطا ہے،اس لئے دیت عورت کے خاندان پر ہے،اور مہر عورت کا ہے،اس لئے ادلہ بدلہ نہیں ہوگا، بلکہ شوہر کے ورثہ شوہر کے مال سے عورت کو مہر مثل ادا کریں گے،اور پھر شوہر کے ورثہ عورت کے خاندان سے قطع خطا کی دیت وصول کریں گے۔

ترجمہ: (۶۸۳) اگر مرد نے عورت سے اس بات پر نکاح کیا ہاتھ،اور اس سے جو موت کا اثر ہے اس پر نکاح کرتا ہوں، یا پورے جرم کی دیت پر نکاح کرتا ہوں، پھر شوہر کا انتقال ہو گیا،اور عورت نے جان کر ہاتھ کاٹا تھا،تو عورت کو مہر مثل ملے گا

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ یہ جان کے قصاص پر نکاح ہوا،اور قصاص مہر کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے،اس لئے مہر مثل واجب ہوگا جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے،اور ایسا ہو گیا کہ شراب اور سور پر نکاح کیا ہو،اور عورت پر کوئی دیت نہیں ہوگی،اس لئے کہ جب قصاص کو مہر بنایا تو گویا کہ شوہر اس قصاص کے ساقط کرنے پر راضی ہو گیا،اس لئے عورت سے پوری دیت ساقط ہو جائے گی

تشریح: عورت نے ہاتھ کاٹا تھا، وہ سرایت کر گیا اور آدمی مر گیا،لیکن آدمی نے اس بات پر نکاح کیا کہ ہاتھ کاٹنا،اور اس کا جو اثر ہے دونوں پر نکاح کرتا ہوں، گویا کہ موت کی دیت پر بھی نکاح کیا، یا پورے جرم پر نکاح کرتا ہوں۔تو اگر قطع عمد ہے تو قصاص پر نکاح کیا جو مال نہیں ہے اس لئے عورت کے لئے مہر مثل ہوگا، جیسے شراب اور سور پر نکاح کرے تو یہ دونوں مال نہیں ہیں اس لئے عورت کے لئے مہر مثل ہوگا۔اور جب شوہر نے دیت کو مہر میں دے دیا تو گویا کہ قصاص کو معاف کر دیا،اس لئے عورت سے قصاص ساقط ہو جائے گا،اور عورت کو دیت اس لئے نہیں دینا پڑے گا کہ اس پر تو نکاح کر چکا ہے،اس لئے دیت بھی ساقط ہو گئی

ترجمہ: ۲؎ جیسے مال ہونے کی شرط پر قصاص ساقط کرے تو قصاص بالکل ہی ساقط ہو جاتا ہے

تشریح: کوئی یوں قصاص ساقط کرے کہ وہ مال ہو جائے،تو کوئی بھی خون مال نہیں بنتا ہے،اس لئے اس جملے سے قصاص ساقط ہو جائے گا،اور دیت بھی نہیں ملے گی۔اسی طرح اوپر کے مسئلے میں جب جان کی دیت پر نکاح کیا تو قصاص بھی ساقط ہو جائے گا،اور دیت بھی ساقط ہو جائے گی

ترجمہ: ۳؎ اور اگر عورت نے غلطی سے ہاتھ کاٹا تھا تو مہر مثل کے مطابق عورت کے خاندان کو دیت ادا نہیں کرنی پڑے گی، اور مہر مثل سے جو زیادہ دیت ہو اس میں وصیت کا حساب جاری ہوگا،یعنی مال کی تہائی عورت کے خاندان کو ملے گا،اس کی وجہ یہ

وَهِيَ تَصْلُحُ مَهْرًا إِلَّا أَنَّهُ يُعْتَبَرُ بِقَدْرِ مَهْرِ الْمِثْلِ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ، لِأَنَّهُ مَرِيضٌ مَرَضَ الْمَوْتِ، وَالتَّزَوُّجُ مِنَ الْحَوَائِجِ الْأَصْلِيَّةِ، وَلَا يَصِحُّ فِي حَقِّ الزِّيَادَةِ عَلٰى مَهْرِ الْمِثْلِ لِأَنَّهُ مُحَابَاةٌ فَتَكُوْنُ وَصِيَّةً، ۴ وَيُرْفَعُ عَنِ الْعَاقِلَةِ لِأَنَّهُمْ يَتَحَمَّلُوْنَ عَنْهَا فَمِنَ الْمُحَالِ أَنْ تَرْجِعَ عَلَيْهِ بِمُوْجَبِ جِنَايَتِهَا، ۵ وَهٰذِهِ الزِّيَادَةُ وَصِيَّةٌ لَهُمْ، لِأَنَّهُمْ مِنْ أَهْلِ الْوَصِيَّةِ لِمَا أَنَّهُمْ لَيْسُوْا بِقَتَلَةٍ،

ہے کہ شوہر نے جان کی پوری دیت پر نکاح کیا تھا، اور دیت مال ہے اس لئے وہ مہر بن سکتی ہے، اتنی بات ہے کہ مہر مثل کی مقدار پورے مال میں سے لی جائے گی، اس لئے کہ شوہر نے گویا کہ مرض الموت میں نکاح کیا ہے، اور نکاح حاجت اصلی ہے، البتہ مہر مثل سے زیادہ نہیں لیا جائے گا، کیونکہ یہ محابات، یعنی مفت دینا ہو گیا، اس لئے مہر مثل سے زیادہ میں وصیت کا حساب ہوگا

لغت : عاقلہ: قاتل کے خاندان والے، اور برادری والے جو قتل خطا کی دیت ادا کرتے ہیں، اور قتل عمد میں قصاص لازم ہوتا ہے، لیکن کسی وجہ سے اس کے بدلہ دینی پڑے تو یہ دیت خود قاتل پر ہوتی ہے، عاقلہ پر نہیں

تشریح : عورت نے غلطی سے ہاتھ کاٹا تھا تو اس کی دیت اس کے خاندان پر لازم ہے۔ اب یہاں تین باتیں ہیں۔ ا۔ جتنا مہر مثل ہوتا ہے عورت کا خاندان اتنا ادا نہیں کرے گا، وہ مہر کی وجہ سے کم ہو جائے گا، مثلا دس ہزار درہم دیت ہے، اور سات ہزار درہم مہر مثل ہے۔ تو خاندان سات ہزار درہم دیت ادا نہیں کریں گے۔ ۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ شوہر نے پوری دیت پر شادی کی ہے کہ اصل مہر مثل سے جو زیادہ ہے، اس کو وصیت میں شمار کیا جائے گا، اور اس میں تہائی کا اعتبار ہوگا، پس اگر شوہر نے وراثت میں مثلا نو ہزار چھوڑے ہیں، جس کی تہائی تین ہزار ہے، تو یہ تین ہزار عورت کے عاقلہ کو ملے گا، یعنی عورت کے خاندان والے یہ تین ہزار بھی دیت ادا نہیں کریں گے۔ ۳۔ تیسری بات، اور اگر شوہر کی وراثت میں صرف تین ہزار ہی ہیں تو اس کی تہائی ایک ہزار خاندان کے لئے ہوگی، اور خاندان والے یہ ایک ہزار بھی دیت میں ادا نہیں کریں گے، صرف دو ہزار ہی ادا کریں گے۔

وجہ : کیونکہ شوہر نے پوری جان کی دیت کے بدلے نکاح کیا تھا، اس لئے مہر مثل کے مطابق اصل مانا گیا اور باقی کو وصیت مانی گئی

ترجمہ : ۴ یہ دیت اب عورت خاندان سے نہیں لی جائے گی، اس لئے کہ عورت نے جرم کیا ہے اور عورت کے خاندان اس کو برداشت کر رہے ہیں، اس لئے یہ محال ہے کہ عورت جرم کے بدلے میں عورت کے خاندان وصول کئے جائیں

تشریح : یہاں یہ کہہ رہے ہیں کہ قطع خطا ہے اس لئے اس کی دیت عورت کے خاندان والے ادا کر رہے ہیں، اس لئے عورت مہر مثل وصول نہیں کرے گی، بلکہ اتنی مقدار خاندان والوں سے دیت کم ہو جائے گی، کیوں کہ جرم عورت کرے، پھر وہ مہر کی رقم بھی وصول کرے، اور اس کا بدلہ خاندان والے ادا کرے یہ اچھی بات نہیں ہے

ترجمہ : ۵ اور مہر مثل سے جو زیادہ ہے وہ ان خاندان کے حق میں وصیت کی طرح ہے، اس لئے کہ یہ لوگ قاتل نہیں ہیں اس لئے اس کو شوہر کی وصیت لگتی ہے

٦ فَإِنْ كَانَتْ تُخْرَجُ مِنَ الثُّلُثِ تَسْقُطُ وَإِنْ لَّمْ تَخْرُجْ يَسْقُطُ ثُلُثُهُ، ٧ وَقَالَ أَبُوْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَمُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ كَذٰلِكَ الْجَوَابُ فِيْمَا إِذَا تَزَوَّجَهَا عَلَى الْيَدِ، لِأَنَّ الْعَفْوَ عَنِ الْيَدِ عَفْوٌ عَمَّا يَحْدُثُ مِنْهُ عِنْدَهُمَا فَاتَّفَقَ جَوَابُهُمَا فِي الْفَصْلَيْنِ.

(۶۸۴) قَالَ وَمَنْ قُطِعَتْ يَدُهُ فَاقْتَصَّ لَهُ مِنَ الْيَدِ ثُمَّ مَاتَ فَإِنَّهُ يُقْتَلُ الْمُقْتَصُّ مِنْهُ،

تشریح : مہر مثل کی جتنی رقم ہے اتنی رقم شوہر کے پورے مال سے کم ہو جائے گی ،اور خاندان والے ادا نہیں کریں گے،اور اتنی رقم دیت سے کم ہو جائے گی ، اوراس سے جو زیادہ رقم ہے،اس میں خاندان کے لئے وصیت ہو گی ، کیونکہ قاتل کے لئے وصیت نہیں ہوتی ،اور یہ لوگ قاتل نہیں ہیں،قاتل تو عورت ہے اس لئے یہ لوگ اہل وصیت میں ہوں گے

ترجمہ: ٦ پس اگر شوہر کی وراثت کا مال اتنا ہے کہ دیت کا باقی حصہ شوہر کے تہائی مال سے نکل جائے تو یہ بھی خاندان سے ساقط ہو جائے گا۔اور اگر باقی دیت نہ نکلے تو مال کی تہائی ساقط ہو جائے گی

تشریح : یہ حساب پہلے بھی بیان کیا تھا، کہ مثلا دس ہزار درہم جان کی دیت تھی ، پھر سات ہزار مہر مثل تھا تو ،سات ہزار درہم ساقط ہو جائے گا ، خاندان والوں کو نہیں دینا ہوگا ۔ باقی رہا تین ہزار درہم دیت ،تو اگر شوہر نے نو ہزار درہم وراثت چھوڑی تو اس کی ایک تہائی ، یعنی تین ہزار وصیت میں جائے گی ، اور یہ دیت پر نکاح وصیت سمجھی جائے گی ،اور یہ بھی خاندان والے سے ساقط ہو جائے گا ، اوران کو نہیں دینا ہوگا ، اور اگر شوہر نے تین ہزار درہم وراثت میں چھوڑے ہیں ،تو اس کی تہائی ایک ہزار درہم خاندان والوں سے ساقط ہوگا ، اور دو ہزار درہم ادا کرنا ہوگا۔اور اگر شوہر نے کچھ بھی نہیں چھوڑا ہے تو یہ پورے تین ہزار درہم خاندان والے شوہر کے ورثہ کو دیت کے طور پر ادا کریں گے۔اس عبارت کا حساب اسی طرح ہوگا۔

ترجمہ: ٧ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ (جس طرح پوری جان کی دیت پر نکاح کرے تو خاندان سے پوری دیت معاف ہو جائے گی) اسی طرح صرف ہاتھ کی دیت پر نکاح کیا ہو تب بھی پوری دیت معاف ہو جائے گی ، اس لئے کہ صرف ہاتھ کو معاف کرنے سے جو اس سے پیدا ہونا ہو وہ بھی معاف ہو جاتا ہے ، اس طرح دونوں صورتوں میں صاحبینؒ کا جواب ایک ہی ہوگا

تشریح : پہلے گزر چکا ہے کہ صرف ہاتھ کاٹنے کی دیت کو معاف کیا تب بھی صاحبینؒ کے یہاں پوری جان معاف ہو جاتی ہے، اس لئے صاحب ھدایہ فرماتے ہیں کہ جس طرح پوری جان کی دیت پر نکاح کیا ہو تو پوری دیت معاف ہو جاتی ہے، اسی طرح صرف ہاتھ کی دیت پر نکاح کیا ہو تب بھی پوری جان کی دیت عورت سے اور اس کے خاندان سے معاف ہو جائے گی

ترجمہ: (۶۸۴) کسی کا ہاتھ کاٹا گیا جس کے بدلے میں اس نے ہاتھ کاٹ لیا۔ پھر مقطوع کا زخم سرایت کر گیا اور وہ اس سے مر گیا، تو جس سے پہلے ہاتھ کا قصاص لیا تھا اس کو دوبارہ جان کے قصاص میں قتل کیا جائے گا

۱ لِأَنَّهُ تَبَيَّنَ أَنَّ الْجِنَايَةَ كَانَتْ قَتْلَ عَمَدٍ وَحَقُّ الْمُقْتَصِّ لَهُ الْقَوَدُ، وَاسْتِيْفَاءُ الْقَطْعِ لَا يُوْجِبُ سُقُوْطَ الْقَوَدِ ۲ كَمَنْ لَهُ الْقَوَدُ إِذَا اسْتَوْفٰى طَرْفَ مَنْ عَلَيْهِ الْقِصَاصُ، ۳ وَعَنْ أَبِيْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَنَّه يَسْقُطُ حَقُّهُ فِي الْقِصَاصِ، لِأَنَّهُ لَمَّا أَقْدَمَ عَلَى الْقَطْعِ فَقَدْ أَبْرَأَهُ عَمَّا وَرَاءَهُ، ۴ وَنَحْنَ نَقُوْلُ إِنَّمَا أَقْدَمَ عَلَى الْقَطْعِ ظَنًّا مِنْهُ أَنَّ حَقَّهُ فِيْهِ، وَبَعْدَ السِّرَايَةِ تَبَيَّنَ أَنَّهُ فِي الْقَوَدِ فَلَمْ يَكُنْ مُبْرِئًا

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ مقطوع کے مرنے سے بعد میں ظاہر ہوا کہ قتل عمد کا جرم تھا، اور جس سے ہاتھ کاٹنے کا قصاص لیا تھا اس پر تو پوری جان مارنی تھی، اور ہاتھ کا کاٹنا جو وصول کیا اس سے پوری جان کا قصاص ساقط نہیں ہوگا

اصول: پہلے عضو کا قصاص لیا، لیکن زخم سرایت کر کے جان چلی گئی تو یہ قتل عمد ہے اس لئے بعد میں قصاص میں قاطع قتل کیا جائے گا، عضو پوری جان کے لئے کفایت نہیں کرے گا۔

تشریح: قاطع نے ہاتھ کاٹا تھا، اس کے قصاص میں مقطوع کا ہاتھ کاٹا گیا، بعد میں یہ زخم سرایت کر گیا اور آدمی مر گیا تو اب قصاص میں دوبارہ یہ آدمی قتل کیا جائے گا۔ کیونکہ بعد میں پتہ چلا کہ اس نے صرف ہاتھ نہیں کاٹا ہے بلکہ پوری جان ماری ہے

وجہ: عضو کے کاٹنے سے پوری جان کا قصاص کفایت نہیں کرے گا

لغت: مقتص منہ: جس سے قصاص لیا گیا تھا، یعنی قاتل، یا قاطع۔ مقتص لہ: جو قصاص لے گا، یعنی مقتول۔ من علیہ القصاص: جس پر قصاص ہے، یعنی قاتل۔ من لہ القود: جس کو قصاص لینے کا حق ہے، مقتول۔ القود: جان کا قصاص۔

ترجمہ: ۲ جیسے کسی کو قصاص میں جان مارنی تھی، اس نے قصاص میں صرف عضو کاٹ لیا (یہ قصاص کافی نہیں ہے، دوبارہ جان کا قصاص لینا ہوگا، ویسے یہاں بھی ہوگا)

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: ۳ امام ابو یوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ اس کا قصاص لینے کا حق ساقط ہو جائے گا، اس لئے کہ جب ہاتھ کاٹنے کا اقدام کیا تو گویا کہ اس کے بعد آنے والی جو موت ہوگی اس سے بری کر دیا (اس لئے اب قصاص کا حق نہیں رہے گا)

تشریح: امام ابو یوسفؒ کا قاعدہ یہ تھا کہ عضو کو معاف کرنے سے پوری جان معاف ہو جاتی ہے، اس لئے عضو کا قصاص لے لیا تو گویا کہ اس کے زخم سے جو موت ہوئی ہے وہ بھی معاف ہوگئی ہے، اس لئے اب قصاص لینے کا حق باقی نہیں رہا۔

ترجمہ: ۴ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہاتھ کاٹنے کا اقدام اس گمان پر کیا کہ اس کا حق اسی میں ہے، لیکن زخم سرایت کرنے کے بعد ظاہر ہوا کہ اس کا حق جان کے قصاص میں ہے، اس لئے بغیر اس کا علم ہوئے قصاص سے بری نہیں ہوگا

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ جب مقطوع ہاتھ کے قصاص میں قاطع کا ہاتھ کاٹ رہے تھے اس وقت زخم سرایت نہیں کیا تھا، اور مقطوع کی موت نہیں ہوئی تھی، اس لئے اس کا گمان یہی تھا کہ بس میرا حق اتنا ہی ہے کہ ہاتھ کاٹ لوں، لیکن جب زخم

عَنْهُ بِدُوْنِ الْعِلْمِ بِهِ.

(۶۸۵) قَالَ وَمَنْ قُتِلَ وَلِيُّهُ عَمَدًا فَقَطَعَ يَدَ قَاتِلِهِ ثُمَّ عَفَا وَقَدْ قُضِيَ لَهُ بِالْقِصَاصِ أَوْ لَمْ يُقْضَ فَعَلٰى قَاطِعِ الْيَدِ دِيَةُ الْيَدِ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، وَقَالَا لَا شَيْءَ عَلَيْهِ، لِ لِأَنَّهُ اسْتَوْفٰى حَقَّهُ فَلَا يَضْمَنُهُ، وَهٰذَا لِأَنَّهُ اسْتَحَقَّ إِتْلَافَ النَّفْسِ بِجَمِيْعِ أَجْزَائِهَا،

سرایت کیا اور مقطوع کی موت ہوئی تو پتہ چلا کہ اس کا حق تو جان کے قصاص میں ہے، اس لئے اس کے جانے بغیر جان کے قصاص کا حق ساقط نہیں ہوگا، اور مقطوع کے ورثہ کو اب جان کے قصاص لینے کا بھی حق ہوگا۔

وجـــــہ : امام ابوحنیفہؒ کا ایک قاعدہ گزر چکا ہے کہ ہاتھ کو معاف کرنے سے جان کی معافی نہیں ہوگی، جب تک کہ اس کو صراحت کے ساتھ معاف نہیں کرے گا، اس قاعدہ کی وجہ سے بھی عضو کے قصاص لینے سے جان کا قصاص نہیں ہوگا، الگ سے اس کو جان کے قصاص لینے کا حق ہوگا۔ اوپر کا مسئلہ اسی قاعدے پر متفرع ہے۔

تـرجـمـہ: (۶۸۵) کسی کے ولی کو جان کر قتل کر دیا، پھر قاتل کا ہاتھ ولی نے کاٹ دیا پھر ولی نے قصاص معاف کر دیا، اور حال یہ ہے کہ ولی کے لئے قصاص کا فیصلہ ہو چکا تھا، یا فیصلہ نہیں ہوا تھا، تو ہاتھ کاٹنے والے پر ہاتھ کی دیت لازم ہوگی، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ ولی پر کوئی دیت نہیں ہوگی

تـرجـمـہ: لے اس لئے کہ اس نے اپنا حق وصول کیا ہے، اس لئے وہ ہاتھ کا ضمان نہیں دے گا، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ولی قصاص میں پوری جان مار سکتا تھا تو (تو ایک عضو کو بھی کاٹنے کا بھی حق ہوگا، اس لئے ولی پر دیت لازم نہیں ہوگی)

اصول : یہاں امام ابوحنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ ولی کو صرف جان مارنے کا حق ہے، عضو کاٹنے کا حق نہیں ہے، اس لئے عضو کو کاٹنا جرم ہے اس لئے اس کی دیت لازم، ہوگی

اصـول : صاحبینؒ کا اصول یہ ہے کہ جب جان مارنے کا حق ہے تو اس کے تحت میں عضو کاٹنے کا بھی حق ہے، اس لئے عضو کاٹنے سے اپنا حق وصول کیا ہے، اس لئے ولی پر عضو کی دیت لازم نہیں ہوگی

تشـریح : زید نے بکر کو قتل کر دیا، اب اس پر قصاص کا فیصلہ ہو چکا تھا، یا نہیں ہوا تھا، اس درمیان بکر کے ولی نے زید کا ہاتھ کاٹ دیا، پھر بکر کے ولی نے قصاص کو معاف بھی کر دیا، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ولی پر ہاتھ کی دیت لازم ہوگی، اور صاحبینؒ کے نزدیک ولی پر ہاتھ کی دیت لازم نہیں ہوگی

وجـــہ : (۱) امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ ولی کو قصاص میں صرف جان مارنے کا حق تھا، اس کے ہاتھ کاٹنے کا حق نہیں تھا، اس لئے ہاتھ کاٹ کر جرم کیا ہے اس لئے اس کی دیت لازم ہوگی۔ (۲) ولی نے قصاص معاف کر دیا ہے تو گویا کہ اس کے تحت میں ہاتھ کاٹنا بھی معاف کر دیا ہے، اس لئے اب ہاتھ کاٹنے سے اس کی دیت لازم ہوگی۔

صاحبین کی دلیل (۱) ولی کو پوری جان لینے کا حق تھا، تو اس کے تحت میں ہاتھ کاٹنے کا بھی حق تھا، اس لئے ہاتھ کاٹ کر اپنا حق

۲ وَلِهٰذَا لَوْ لَمْ يَعْفُ لَا يَضْمَنُهُ، وَكَذَا إِذَا سَرٰى وَمَا بَرَأَ أَوْ مَا عَفَا وَمَا سَرٰى أَوْ قُطِعَ ثُمَّ حُزَّ رَقَبَتُهُ قَبْلَ

وصول کیا ہے،اس لئے اس پر دیت لازم نہیں ہوگی۔ (۳) اگر ولی قصاص معاف نہیں کرتا اور ہاتھ کاٹتا تو اس پر دیت لازم نہیں ہوتی،اسی طرح معاف کرنے کے بعد بھی ولی پر ہاتھ کی دیت لازم نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۲ یہی وجہ ہے کہ اگر ولی قصاص کو معاف نہیں کرتا تو (اس کو ہاتھ کاٹنے پر دیت لازم نہیں ہوتی)۔ایسے ہی زخم سرایت کر گیا اور ٹھیک نہیں ہوا (اور مر گیا تو دیت لازم نہیں ہوگی)۔ یا معاف نہیں کیا اور زخم سرایت بھی نہیں کیا، یا ہاتھ کاٹا پھر ٹھیک ہونے سے پہلے گردن اڑادی، یا ٹھیک ہونے کے بعد گردن اڑادی (تو دیت لازم نہیں ہوتی، ایسے ہی اوپر کے مسئلے میں بھی دیت لازم نہیں ہوگی)

تین قاعدے: یہاں تین قاعدے ہیں، جن پر یہ مسئلہ متفرع ہے

۔ا۔ پہلا قاعدہ یہ ہے کہ معاف نہ کیا ہو اور ہاتھ کاٹ دیا تو چونکہ معاف نہیں کیا ہے تو گویا کہ اپنا حق وصول کیا اس لئے ہاتھ کی دیت لازم نہیں ہوگی۔

۔۲۔اور دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ زخم سرایت کر گیا اور مر گیا تو یوں سمجھا جائے گا کہ زخم لگا کر ولی نے قصاص لے لیا جو اس کا حق تھا، تب بھی ولی سے دیت نہیں لی جائے گی۔

۔۳۔اور تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ ہاتھ کاٹنے کے بعد وہ ٹھیک بھی نہیں ہوا تھا کہ ولی نے گردن اڑادی تب بھی ولی نے اپنا حق لیا ہے اس لئے بھی دیت لازم نہیں ہوگی،اور یوں سمجھا جائے گا کہ دو وار میں ولی نے اپنا قصاص لیا، پہلے وار میں ہاتھ کاٹا،اور دوسرے وار میں گردن کاٹی۔اس لئے ولی سے دیت نہیں لی جائے گی

تشریح: یہاں صاحبین پانچ مثالیں دے رہے ہیں، جس میں ولی پر دیت لازم نہیں ہوتی ہے،اسی طرح اوپر کے مسئلے میں دیت لازم نہیں ہوگی۔ا۔ پہلی مثال، ولی نے ہاتھ کاٹا ہو لیکن قاتل کو معاف نہیں کیا ہو تو اس پر ہاتھ کی دیت لازم نہیں ہوگی ۔۲۔ دوسری مثال ہاتھ کاٹنے کا زخم سرایت کر گیا اور اسی سے قاتل مر گیا تو یوں سمجھا جائے گا کہ ولی نے قصاص میں قتل کر دیا،اس لئے دیت لازم نہیں ہوگی ۔۳۔ تیسری مثال، ولی نے قصاص معاف نہیں کیا،اور زخم سرایت نہیں کیا،تو ولی سے دیت نہیں لی جائے گی، کیونکہ معاف نہیں کیا تو یوں سمجھا جائے گا کہ ہاتھ کاٹ کر اپنا قصاص وصول کیا،اس لئے ہاتھ کی دیت لازم نہیں ہوگی ۔۴۔ چوتھی مثال، ولی نے ہاتھ کاٹا،اور زخم ابھی ٹھیک بھی نہیں ہوا تھا کہ اس کی گردن اڑادی،تو یوں سمجھا جائے گا کہ ولی نے دو وار میں اپنا قصاص لیا ہے اس لئے ہاتھ کی دیت لازم نہیں ہوگی

لغت: حز: تلوار سے گردن کاٹ دینا۔ گردن اڑادینا۔ برء: زخم ٹھیک ہونا

الْبَرَاءِ أَوْ بَعْدَهُ، ۳؎ وَصَارَ كَمَا إِذَا كَانَ لَهُ قِصَاصٌ فِي الطَّرْفِ فَقَطَعَ أَصَابِعَهُ ثُمَّ عَفَا لا يَضْمَنُ الْأَصَابِعَ. ۴؎ وَلَهُ أَنَّهُ اِسْتَوْفَىٰ غَيْرَ حَقِّهِ لِأَنَّ حَقَّهُ فِي الْقَتْلِ وَهٰذَا قَطْعٌ وَإِبَانَةٌ، وَكَانَ الْقِيَاسُ أَنْ يَّجِبَ الْقِصَاصُ إِلَّا أَنَّهُ سَقَطَ لِلشُّبْهَةِ فَإِنَّ لَهُ أَنْ يُّتْلِفَهُ تَبْعًا، ۵؎ وَإِذَا سَقَطَ وَجَبَ الْمَالُ وَإِنَّمَا لا يَجِبُ فِي الْحَالِ، لِأَنَّهُ يَحْتَمِلُ أَنْ يَّصِيْرَ قَتْلًا بِالسِّرَايَةِ فَيَكُوْنُ مُسْتَوْفِيًا حَقَّهُ، ۶؎ وَمِلْكُ الْقِصَاصِ فِي النَّفْسِ ضَرُوْرِيٌّ لا يَظْهَرُ إِلَّا

ترجمہ: ۳؎ اور ایسا ہو گیا کہ ہاتھ کا قصاص تھا اور مقطوع نے قاطع کی انگلی کاٹ دی پھر ہاتھ کا قصاص معاف کر دیا تو انگلی کا ضمان لازم نہیں ہوتا ہے (تو یہاں بھی دیت واجب نہیں ہوگی)

تشریح: یہ صاحبینؒ کی پانچویں مثال ہے۔ قاطع نے ہاتھ کاٹا، اس کی وجہ سے مقطوع پر ہاتھ کاٹنا تھا لیکن اس نے صرف اس کی انگلی کاٹی، اور معاف کر دیا تو اس پر انگلی کی دیت نہیں ہے، اسی طرح یہاں ولی پر ہاتھ کی دیت نہیں ہوگی۔ یہ سب صاحبین کے دلائل تھے

ترجمہ: ۴؎ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ ولی کا جو حق تھا پوری جان مارنا، اس کے علاوہ اس نے وصول کیا ہے، اس لئے کہ اس کا حق قتل میں تھا، اور ہاتھ کا کاٹنا، یہ کاٹنا اور جدا کرنا ہے (اس لئے اس پر دیت لازم ہوگی)، اور قیاس یہ ہے کہ ولی پر ہاتھ کا قصاص ہو، لیکن شبہ کی وجہ سے ہاتھ کا قصاص ساقط ہو گیا، اس لئے کہ ولی کو یہ حق تھا کہ جان کے تحت میں ہاتھ جائے،

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ ولی کو جان مارنے کا حق تھا عضو کاٹنے کا حق نہیں تھا، اس لئے ہاتھ کاٹ کر جرم کیا ہے، اس لئے ہاتھ کی دیت لازم ہوگی، دوسری بات یہ فرما رہے ہیں کہ ولی پر ہاتھ پر قصاص لازم ہونا چاہئے، لیکن یہ شبہ کی وجہ سے ساقط ہو گیا، اور شبہ یہ ہے کہ جان مارنے کے تحت میں ہاتھ بھی ختم ہوتا، اس لئے کچھ نہ کچھ ہاتھ کے کاٹنے کا حق تھا، اس تھوڑے سے حق کی وجہ سے ہاتھ کا قصاص ساقط ہوا اور اس کے بدلے میں دیت لازم کی گئی

ترجمہ: ۵؎ اور جب قصاص ساقط ہو گیا اور مال واجب ہوا تو ابھی مال واجب نہیں کریں گے کیونکہ یہ احتمال ہے کہ ہاتھ کا زخم سرایت کر کے قتل ہو جائے، اور اس سے اپنے حق کو وصول کرنے والا ہو جائے

تشریح: یہ مسئلہ ایک اصول پر ہے، اور وہ یہ ہے کہ ہاتھ کاٹنے کا زخم سرایت کر کے قاطع مر جائے تو یوں سمجھا جائے گا کہ ولی نے اپنا قصاص لے لیا، اس لئے اس پر ہاتھ کی دیت لازم نہیں ہوگی۔ اب یہاں بھی ہاتھ کی دیت لازم کی تو ابھی ہاتھ کے زخم ٹھیک ہونے کا انتظار کیا جائے گا، وہ زخم ٹھیک ہو گیا تو اب ہاتھ کی دیت لازم ہوگی، اور اگر وہ زخم سرایت کر کے موت کا سبب بن گیا تو یوں سمجھا جائے گا کہ ولی نے قاتل کو مار کر اپنا قصاص لیا ہے اس لئے اس پر ہاتھ کی دیت لازم نہیں ہوگی

لغت: مستوفیا: وفی سے مشتق ہے، وصول کرنا۔ مستوفیا حقہ: اپنے حق کو وصول کرنے والا۔

ترجمہ: ۶؎ اور ذات میں قصاص کی ملکیت مجبوری کی وجہ سے ہے، اور تین طریقے سے یہ ملکیت ہوتی ہے، یا تو قصاص

عِنْدَ الْاِسْتِیْفَاءِ أَوِ الْعَفْوِ أَوِ الْاِعْتِیَاضِ لِمَا أَنَّہٗ تَصَرَّفَ فِیْہِ فَأَمَّا قَبْلَ ذٰلِکَ لَمْ یَظْھَرْ لِعَدَمِ الضَّرُوْرَۃِ، ۷ بِخِلَافِ مَا إِذَا سَرٰی، لِأَنَّہٗ اِسْتِیْفَاءٌ، ۸ وَأَمَّا إِذَا لَمْ یَعْفُ وَمَا سَرٰی قُلْنَا إِنَّمَا یَتَبَیَّنُ کَوْنُہٗ قَطْعًا بِغَیْرِ حَقٍّ بِالْبُرْءِ حَتّٰی لَوْ قَطَعَ وَمَا عَفَا وَبَرَأَ الصَّحِیْحُ أَنَّہٗ عَلٰی ھٰذَا الْخِلَافِ ۹ وَإِذَا قَطَعَ ثُمَّ حَزَّ رَقَبَتَہٗ قَبْلَ الْبُرْءِ

وصول کرے، یا معاف کر دے، یا اس کے بدلے میں مال لے، یہ مال لینا بھی قصاص میں تصرف کرنا ہے، ان تین صورتوں کے علاوہ سے قصاص وصول کرنا کوئی مجبوری نہیں ہے (اور ولی نے ان تین صورتوں کے علاوہ ہاتھ کاٹ کر اپنا حق وصول کیا ہے اس لئے اس پر دیت لازم ہوگی)

تشریح : امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ قصاص کا جو شریعت نے حق دیا ہے وہ مجبوری کے درجے میں دیا ہے، اور کہا ہے کہ ان تین طریقے سے قصاص وصول کرو۔ ا۔ یا تو جان مار کر قصاص وصول کرو۔ ۲۔ یا قصاص معاف کر دو۔ ۳۔ یا اس قصاص کے بدلے میں مال لے لو۔ اور یہاں ولی نے تین صورتوں کے علاوہ ہاتھ کاٹ دیا، تو اس نے اپنے حق کے علاوہ کیا ہے اس لئے اس کی دیت واجب ہوگی۔

ترجمہ: ۷ بخلاف اگر زخم سرایت کر گیا (اور قاتل مر گیا، تو قاطع پر دیت واجب نہیں ہوگی) اس لئے کہ اس طرح قصاص کو وصول کرنے والا ہوا۔

تشریح : یہ صاحبین کو جواب ہے، انہوں نے فرمایا تھا کہ زخم سرایت کر جائے اور قاتل مر جائے تو اس صورت میں بھی قاطع سے دیت نہیں لی جاتی ہے۔ تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ، ولی کو یہ حق تھا کہ وہ قصاص لے، اب ولی نے ہاتھ کاٹ لیا، اور اس کا زخم سرایت کر کے قاتل مر گیا تو گویا کہ ولی نے اپنا ہی حق ہاتھ کاٹ کر لیا ہے اس لئے اس پر ہاتھ کی دیت نہیں ہوگی

ترجمہ: ۸ اور اگر معاف نہیں کیا، اور زخم سرایت بھی نہیں کیا (بلکہ زخم ٹھیک ہو گیا) تو ہم یہ کہتے ہیں کہ ٹھیک ہونے کی وجہ سے ظاہر ہو گیا کہ ناحق کاٹا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہاتھ کاٹا اور معاف بھی نہیں کرتا، اور زخم ٹھیک بھی ہو جاتا تو صحیح بات یہ ہے کہ اسی اختلاف پر ہے (کہ ہمارے یہاں دیت لازم ہوگی، اور صاحبینؒ کے یہاں نہیں)

تشریح : یہ بھی صاحبینؒ کو جواب ہے، انہوں نے فرمایا تھا کہ، کہ معاف نہیں کیا اور زخم سرایت بھی نہیں کیا تو دیت لازم نہیں ہوگی، اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں اختلاف ہے، کہ ہمارے یہاں ہاتھ کی دیت لازم ہوگی، اس لئے زخم ٹھیک ہونے کے بعد پتہ چلا کہ ولی نے ناحق ہاتھ کاٹا ہے، اور اپنا حق بھی وصول نہیں کیا ہے، اس لئے ولی پر دیت لازم ہوگی

ترجمہ: ۹ ولی نے ہاتھ کاٹا اور زخم ٹھیک ہونے سے پہلے قاتل کی گردن اڑا دی تو یہ بھی اپنا حق وصول کرنا ہے (اس لئے ولی پر ہاتھ کی دیت لازم نہیں ہوگی)

تشریح : یہ صاحبینؒ کی چوتھی دلیل کا جواب ہے، انہوں نے فرمایا تھا کہ ہاتھ کاٹ لے پھر اس کے ٹھیک ہونے سے پہلے

فَهُوَ اسْتِيْفَاءٌ، ۱۰؎ وَلَوْ حَزَّ بَعْدَ الْبُرْءِ فَهُوَ عَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ هُوَ الصَّحِيْحُ، ۱۱؎ وَالْأَصَابِعُ وَإِنْ كَانَتْ تَابِعَةً قِيَامًا بِالْكَفِّ فَالْكَفُّ تَابِعَةٌ لَهَا غَرْضًا، بِخِلَافِ الطَّرْفِ، لِأَنَّهَا تَابِعَةٌ لِلنَّفْسِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ.

(۶۸۶) قَالَ وَمَنْ لَهُ الْقِصَاصُ فِي الطَّرْفِ إِذَا اسْتَوْفَاهُ ثُمَّ سَرٰى إِلَى النَّفْسِ وَمَاتَ يَضْمَنُ دِيَةَ

قاتل کی گردن اڑادے تو اس میں ولی پر دیت لازم نہیں ہوتی ،تو امام ابو حنیفہؒ کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں بھی گویا کہ ولی نے دووار میں اپنا حق قصاص وصول کیا ہے،اس لئے اس پر ہاتھ کی دیت لازم نہیں ہوگی ۔

ترجمہ: ۱۰؎ اور اگر زخم ٹھیک ہونے کے بعد ولی نے قتل کیا تو بھی اسی اختلاف پر ہے (کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دیت لازم ہے اور صاحبینؒ کے یہاں دیت لازم نہیں ہے،اس لئے اس سے استدلال صحیح نہیں ہے)

تشریح : ولی نے قاتل کا ہاتھ کاٹا، وہ زخم ٹھیک ہو گیا اس کے بعد قاتل کی گردن اڑادی تو یہاں دووار میں قتل کرنا اور قصاص لینا نہیں ہوا، بلکہ قصاص تو لیا ہی، لیکن ہاتھ کاٹا جو اس کا حق نہیں تھا وہ بھی کیا ،اس لئے ہمارے یہاں ولی پر ہاتھ کی دیت واجب ہو گی ،اور صاحبینؒ کے یہاں دیت لازم نہیں ہوگی ،اس لئے اس سے ہم پر استدلال نہیں کیا جا سکتا ہے، صحیح بات یہی ہے۔

ترجمہ: ۱۱؎ اور انگلیاں بناوٹ کے اعتبار سے ہاتھ کے تابع ہیں ،لیکن پکڑنے کے اعتبار سے ہتھیلی انگلیوں کے تابع ہے، بخلاف ہاتھ کے کہ وہ ہر اعتبار سے جان کے تابع ہے

تشریح : یہ عبارت ایک قاعدے پر متفرع ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ کوئی چیز کے کاٹنے کا حق ہو اور اس سے بھی بڑی چیز کاٹ کر اپنا قصاص وصول کر لیا تو یہ سمجھا جائے گا کہ اپنا حق وصول کیا ہے اس لئے اس کی دیت لازم نہیں ہوگی ۔اب ایک آدمی کی ہتھیلی کاٹی تھی اب اس کو ہتھیلی کاٹنے کا حق تھا، لیکن اس نے قاطع کی انگلیاں کاٹ دی تو اس کی دیت لازم نہیں ہوگی

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ انگلیوں کو دیکھو تو بناوٹ کے اعتبار سے ہتھیلی کے تابع ہے،لیکن بغیر انگلیوں کے ہتھیلی پکڑ نہیں سکتی ہے، وہ بیکار ہے، اس اعتبار سے انگلیاں اصل ہو گئیں اور ہتھیلی تابع ہو گئی ۔اب کسی کو ہتھیلی کاٹنے کا حق تھا لیکن اس نے اس سے بڑی چیز انگلی کاٹ لی تو ایسا سمجھا جائے گا کہ اس نے ہتھیلی کاٹی ، اور اپنا حق قصاص وصول کیا اس لئے اس پر انگلیوں کی دیت لازم نہیں ہوگی ۔اس کے برخلاف ہاتھ کبھی بھی جان سے بڑا نہیں ہے، بلکہ ہر حال میں ہاتھ چھوٹا ہے، تابع ہے اور جان بڑی ہے، متبوع ہے، اس لئے کسی نے ہاتھ کاٹ لیا تو کبھی یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ اس نے جان کے قصاص کا حق وصول کیا، بلکہ یہ سمجھا جائے گا کہ جو اس کا حق تھا، جان مارنا اس کے علاوہ جرم کیا ہے، اس لئے اس پر ہاتھ کی دیت لازم ہوگی ۔ یہ فرق ہے انگلیوں میں اور ہاتھ کے کاٹنے میں ۔

ترجمہ: (۶۸۶) کسی کے لئے ہاتھ کاٹنے کا قصاص تھا، اس نے ہاتھ کاٹا، پھر اس کا زخم ذات تک پہنچ گیا، اور آدمی مر گیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جان کا ضمان لازم ہوگا، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ ضامن نہیں ہوگا

النَّفْسِ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، وَقَالَا لَا يَضْمَنُ ۱؎ لِأَنَّهُ اسْتَوْفٰى حَقَّهُ وَهُوَ الْقَطْعُ، وَلَا يُمْكِنُ التَّقْيِيْدُ بِوَصْفِ السَّلَامَةِ لِمَا فِيْهِ مِنْ سَدِّ بَابِ الْقِصَاصِ، إِذِ الْاِحْتِرَازُ عَنِ السِّرَايَةِ لَيْسَ فِيْ وُسْعِهِ فَصَارَ كَالْإِمَامِ وَالْبَزَّاغِ وَالْحَجَّامِ وَالْمَأْمُوْرِ بِقَطْعِ الْيَدِ، ۲؎ وَلَهُ أَنَّهُ قَتَلَ بِغَيْرِ حَقٍّ لِأَنَّ حَقَّهُ فِيْ

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ اس نے اپنا حق وصول کیا، اور وہ ہاتھ کاٹنا ہے، اور سلامت کی قید سے مقید کرنا ممکن نہیں ہے، اس لئے کہ اس سے قصاص کا دروازہ بند ہو جائے گا، اس لئے کہ سرایت سے احتراز کرنا کاٹنے والی کے وسعت میں نہیں ہے، اس لئے امام کے قصاص کی طرح ہو جائے گا، اور نشتر لگانے والے، اور پچھنا لگانے والے، اور اس کی طرح ہو گیا جس کو ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا گیا ہو

اصول: امام ابو حنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ عضو کاٹنے کا حق ہو اس میں شرط یہ ہے کہ اس سے جان کی ہلاکت نہ ہو، اگر بڑھ کر جان کی ہلاکت ہوئی تو اس کا ضمان لازم ہوگا۔

اصول: صاحبینؒ کا اصول یہ ہے کہ ہاتھ کاٹنا اس کا حق تھا، اب اس نے اپنا حق وصول کیا، اور اس سے سرایت کر کے جان چلی گئی تو کاٹنے والا ذمہ دار نہیں ہوگا

تشریح: ایک آدمی کو قصاص میں ہاتھ کاٹنے کا حق تھا اس نے ہاتھ کاٹا، لیکن اس کا زخم سرایت کر کے جان چلی گئی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جان کی دیت دینی ہوگی، (کیونکہ اس کا حق نہیں تھا) اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اس کو ہاتھ کاٹنے کا حق تھا، اب اس نے اپنا حق وصول کیا، اور یہ بڑھ کر جان چلی گئی تو اس پر جان کی دیت لازم نہیں ہوگی

وجہ: اس نے اپنا حق وصول کیا ہے اس نے کوئی زیادتی نہیں کی ہے، اس لئے اس پر جان کی دیت لازم نہیں ہوگی۔ (۲) اگر یوں کہیں کہ سلامت کی شرط کے ساتھ ہاتھ کاٹنا چاہئے تو اس سے قصاص لینے کا دروازہ بند ہو جائے گا، اس لئے یہ شرط لگانا مشکل ہے۔ (۳) جیسے امام نے قصاص میں ہاتھ کاٹا اور اس سے جان چلی گئی تو امام پر جان کی دیت نہیں ہے۔ یا ڈاکٹر نے آپریشن کیا، اور اس میں ہاتھ کاٹا، اور اس سے جان چلی گئی تو اس پر ضمان نہیں ہے۔ یا پچھنا لگانے والے نے پچھنا لگایا، اور اس سے جان چلی گئی تو اس پر ضمان نہیں ہے۔ یا ہاتھ کاٹنے پر مامور تھا، اس نے ہاتھ کاٹا اور اس سے جان چلی گئی تو اس پر ضمان نہیں ہے، اسی طرح یہاں بھی ہاتھ کاٹنے والے پر جان کا ضمان لازم نہیں ہوگا۔

لغت: البزاغ: نشتر لگانا۔ الحجام: پچھنا لگانا۔

ترجمہ: ۲؎ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ اس نے ناحق قتل کیا ہے، کیونکہ اس کا حق صرف ہاتھ کاٹنا تھا، اور یہاں تو قتل ہو گیا (اس لئے جان کا ضمان لازم ہوگا) جیسے ظلم کے طور پر ہاتھ کاٹا اور اس سے جان چلی جاتی تو پوری جان کی دیت لازم ہوگی

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ اس کا حق صرف ہاتھ کاٹنا تھا، اور یہاں تو جان چلی گئی، اس لئے جان کی دیت لازم

الْقَطْعِ، وَهٰذَا وَقَعَ قَتْلًا، وَلِهٰذَا لَوْ وَقَعَ ظُلْمًا كَانَ قَتْلًا، ۳؎ وَلِأَنَّهُ جَرْحٌ أَفْضٰى إِلٰى فَوَاتِ الْحَيَاةِ فِیْ مَجْرَى الْعَادَةِ وَهُوَ مُسَمَّى الْقَتْلِ إِلَّا أَنَّ الْقِصَاصَ سَقَطَ لِلشُّبْهَةِ فَوَجَبَ الْمَالُ، ۴؎ بِخِلَافِ مَا اسْتَشْهَدَا بِهٖ مِنَ الْمَسَائِلِ، لِأَنَّهُ مُكَلَّفٌ فِيهَا بِالْفِعْلِ إِمَّا تَقَلُّدًا كَالْإِمَامِ أَوْ عَقْدًا كَمَا فِیْ غَيْرِهٖ مِنْهَا، وَالْوَاجِبَاتُ لَا تَتَقَيَّدُ بِوَصْفِ السَّلَامَةِ كَالرَّمْيِ إِلَى الْحَرْبِيِّ وَفِيمَا نَحْنُ فِيهِ لَا الْتِزَامَ وَلَا وُجُوبَ

ہوگی، چنانچہ اگر ظلما ہاتھ کاٹا اور اس سے جان چلی جاتی تو جان کی دیت لازم ہوتی، ویسے ہی یہاں جان کی دیت لازم ہوگی۔

ترجمہ: ۳؎ اور اس لئے کہ ہاتھ کاٹنا ایسا زخم ہے کہ عام عادت میں موت تک پہنچتی ہے، جس کو قتل کہتے ہیں، مگر شبہ کی وجہ سے قصاص ساقط ہو گیا اس لئے مال واجب ہوا

تشریح: یہ امام ابو حنیفہؒ کی دوسری دلیل ہے، کہ ہاتھ کاٹنے سے عام طور پر موت واقع ہو جاتی ہے، اس لئے یوں سمجھا جائے کہ ہاتھ کاٹ کر جان کر جان ماری ہے اس لئے اس پر قصاص لازم ہونی چاہئے، لیکن عمد ہونے میں شبہ ہے اس لئے جان کی دیت لازم ہوگی

ترجمہ: ۴؎ جن مسائل سے صاحبینؒ نے دلیل پکڑی ہے وہ اس کے خلاف ہے، اس لئے کہ ان میں ہاتھ کاٹنے کو کہا گیا ہے، جیسے امام ہاتھ کاٹنے کا مکلّف ہے، یا ہاتھ کاٹنے کا عقد کیا ہے، جیسے دوسرے مسائل میں ہیں، اور جو کام واجب ہیں اس میں سلامتی کے وصف کے ساتھ مقید نہیں ہیں، جیسے حربی کی طرف تیر پھینکنے میں، اور ہمارا جو مسئلہ ہے اس میں نا ہاتھ کاٹنا لازم ہے، اور نہ ہاتھ کاٹنا واجب ہے، بلکہ مستحب یہ ہے کہ قصاص معاف کر دے، اس لئے کہ اطلاق کے باب سے ہوا، اس لئے شکار کے مشابہ سے ہوا

تشریح: یہ امام ابو حنیفہؒ کی جانب سے صاحبینؒ کو جواب ہے صاحبینؒ نے چار مسئلے پیش کئے تھے، اور ثابت کیا تھا کہ ان میں ہاتھ کاٹا اور آدمی مر گیا تو جان کی دیت لازم نہیں ہوتی ہے، اسی طرح یہاں بھی جان کی دیت لازم نہیں ہوگی۔ ا۔ پہلا مسئلہ تھا کہ امام نے ہاتھ کاٹا اور جان چلی گئی تو امام پر جان کی دیت نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام قصاص لینے کا ذمہ دار ہے، ان پر قصاص لینا واجب ہے، اس لئے اس کے کاٹنے سے جان چلی گئی تو ذمہ دار سے دیت نہیں لی جاتی ہے، برخلاف جس کے قصاص لینے کا حق ہے اس پر قصاص لینا واجب نہیں ہے، بلکہ مستحب یہ ہے کہ قصاص نہ لے، اس لئے اس کو یہ بھی رعایت کرنی ہوگی کہ اس کے کاٹنے سے جان نہ جائے، اور گئی تو دیت دینی ہوگی۔ ۲۔ نشتر لگانے والا، پچھنا لگانے والا تو مزدوری پر کام کر رہا ہے، اس لئے اس کے لئے ضروری نہیں ہے کہ سلامتی کے ساتھ ہاتھ کاٹے، اسی طرح جس کو ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے وہ بھی حکم کی وجہ سے ہاتھ کاٹ رہا ہے اس لئے اس کے لئے ضروری نہیں ہے سلامتی کے ساتھ ہاتھ کاٹے کہ اس کا زخم سرایت نہ کرے، اس لئے انکے زخم کے سرایت ہونے پر اور جان کے جانے پر دیت لازم نہیں ہوگی، اور یہاں قصاص میں ہاتھ کاٹنے والے پر نہ ہاتھ کاٹنا واجب ہے اور نہ مزدوری پر ہے اس لئے اس کے لئے ضروری ہے کہ اس طرح ہاتھ کاٹے کہ اس سے جان نہ جائے

إِذْهُوَ مَنْدُوْبٌ إِلَى الْعَفْوِ فَيَكُوْنُ مِنْ بَابِ الْإِطْلَاقِ فَأَشْبَهَ الْاِصْطِيَادَ.

،اور اگر چلی گئی تو جان کی دیت دینی ہوگی۔اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ مجاہد حربی دشمن پر تیر پھینک رہا ہے، اب دشمن کے صف میں مسلمان بھی ہے تو مجاہد کی تیر سے مسلمان مر جائے تو اس پر دیت لازم نہیں ہوگی ، کیونکہ ان کو تیر مارنا ضروری ہے، لیکن یہاں قصاص لینے والے پر ہاتھ کاٹنا ضروری نہیں ہے وہ معاف بھی کر سکتا ہے، اس لئے اس کو سلامتی کے وصف کے ساتھ کاٹنا چاہئے ، اور نہیں کاٹا تو دیت لازم ہوگی ، اس کی ایک مثال دے رہے ہیں کہ، شکار کرنے والے کے لئے شکار کرنا ضروری نہیں ہے، لیکن پھر بھی شکار کیا اور شکار پر تیر پھینکا اور کسی آدمی کو لگ گیا اور مر گیا تو شکاری پر اس آدمی کی دیت لازم ہوگی ، ویسے یہاں بھی ہاتھ کاٹنے سے آدمی مرا تو دیت لازم ہوگی۔

بَابُ الشَّهَادَةِ فِی الْقَتْلِ

(۶۸۷) قَالَ وَمَنْ قُتِلَ وَلَهُ ابْنَانِ حَاضِرٌ وَغَائِبٌ فَأَقَامَ الْحَاضِرُ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْقَتْلِ ثُمَّ قَدَّمَ الْغَائِبُ فَإِنَّهُ يُعِيدُ الْبَيِّنَةَ ۱؎ عِنْدَ أَبِی حَنِيفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَالَا لَا يُعِيدُ، وَإِنْ كَانَ خَطأً لَمْ يُعِدْهَا بِالْإِجْمَاعِ،

باب الشہادۃ فی القتل

ترجمہ: (۶۸۷) کسی نے قتل کیا اور اس کے دو بیٹے ہیں، ایک حاضر ہے اور دوسرا غائب ہے، اب حاضر نے قتل پر گواہ قائم کیا، پھر غائب آیا، تو وہ دوبارہ گواہ کرے گا (تب جا کر قصاص لیا جائے گا)

ترجمہ: ۱؎ یہ امام ابوحنیفہؒ کی رائے ہے، اوصاحبینؒ نے فرمایا کہ غائب بیٹا دوبارہ گواہی نہیں پیش کرے گا، اور اگر قتل خطاء ہو تو سب کے نزدیک گواہی نہیں لوٹائے گا،، اور دونوں کے باپ کا قرض ہو دوسرے پر تب بھی غائب بیٹا گواہی پیش نہیں کرے گا

اصول: امام ابوحنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ قصاص میں جلدی نہ کی جائے، ہوسکتا ہو کہ جو غائب ہے اس نے معاف کر دیا ہو، اس لئے اس سے بھی دوبارہ گواہی لی جائے تب قصاص کا فیصلہ کیا جائے گا

اصول: قتل خطاء میں دیت کا مسئلہ ہو، یا قرض کا معاملہ ہو تو چونکہ یہ مال ہیں اس لئے حاضر نے گواہی دے دی اتنا ہی کافی ہے، دوبارہ غائب سے گواہی لینے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ یہ مسئلہ آسان ہے

اصول: صاحبین کے یہاں ایک مرتبہ حاضر نے گواہی دے دی اتنا ہی کافی ہے، غائب سے گواہی لینے کی ضرورت نہیں ہے

تشریح: کوئی قتل کیا گیا، اس کے دو بیٹے تھے، ایک حاضر تھا اس نے قتل عمد پر گواہی پیش کی، لیکن قصاص کے فیصلے کے لئے قاضی نے غائب کا انتظار کیا، اب غائب کے آنے کے بعد امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دوبارہ قتل عمد پر گواہی پیش کرنا ہوگا، تب جا کر قاضی قصاص کا فیصلہ کرے گا۔ اس کے علاوہ دو مسئلے ہیں وہ قصاص نہیں ہیں مال ہیں اس لئے ان میں دوبارہ غائب سے گواہی نہیں لی جائے گی، بلکہ جو بیٹا حاضر تھا اسی کی گواہی سے مال کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ ایک ہے قتل خطاء ہو جس میں دیت واجب ہوتی ہو، اور دوسرا ہے، مقتول کا کسی پر قرض ہو تو ان دونوں میں صرف حاضر بیٹا گواہی پیش کر دے تو فیصلے کے لئے اتنا ہی کافی ہے، غائب سے دوبارہ گواہی لینے کی ضرورت نہیں ہے

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ قصاص کا معاملہ بہت اہم ہے کسی کی جان جائے گی، اس لیے یہ ممکن ہے کہ غائب بیٹے نے قصاص معاف کر دیا ہو، یا دیت پر راضی ہو گیا ہو، یا اس کا گواہ کمزور ہو تو اس سے کسی کی جان بچ جائے گی، اس لئے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک غائب بیٹے سے بھی گواہی لینی ضروری ہے۔ (۲) مال لینے کا معاملہ اتنا اہم نہیں ہے، اس لئے حاضر بیٹے کی گواہی اس کے لئے کافی ہے، غائب بیٹے کی گواہی کی ضرورت نہیں ہے۔ (۳) اگر غائب نے قصاص معاف کیا ہے پھر بھی حاضر بیٹے کے لئے دیت واجب ہے، یا غائب بیٹے نے قرض معاف کر دیا ہے تب بھی حاضر بیٹے کے لئے قرض کا مال مقروض پر واجب

وَ كَذٰلِكَ الدَّيْنُ يَكُوْنُ لِأَبِيْهِمَا عَلٰى اٰخَرَ، ۲ لَهُمَا فِي الْخِلَافِيَّةِ أَنَّ الْقِصَاصَ طَرِيْقُهُ طَرِيْقُ الْوِرَاثَةِ كَالدَّيْنِ، وَهٰذَا لِأَنَّهُ عِوَضٌ عَنْ نَفْسِهٖ فَيَكُوْنُ الْمِلْكُ فِيْهِ لِمَنْ لَهُ الْمِلْكُ فِي الْمُعَوَّضِ كَمَا فِي الدِّيَةِ، وَلِهٰذَا لَوِ انْقَلَبَ مَا لَا يَكُوْنُ لِلْمَيِّتِ وَلِهٰذَا يَسْقُطُ بِعَفْوِهٖ بَعْدَ الْجَرْحِ قَبْلَ الْمَوْتِ فَيُنْتَصَبُ

ہےاس لئے مال کی صورت میں دوبارہ گواہی لینے کی ضرورت نہیں ہے

صاحبینؒ کے یہاں قصاص کا معاملہ بھی دیت کی طرح ہے اس لئے حاضر کی گواہی غائب کے لئے کافی ہے، اس لئے غائب بیٹے کے آنے کے بعد بھی اس سے گواہی نہیں لی جائے گی۔

ترجمہ: ۲ اختلافی مسئلہ (یعنی قصاص کے معاملہ میں) صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ قصاص وراثت کے طریقے پر لیا جاتا ہے، جیسے قرض وراثت کے طریقے پر لیا جاتا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قصاص ذات کا بدلہ ہے، اس لئے اس ذات میں میت کی ملکیت ہوگی، جیسے دیت میں ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ قصاص مال میں بدل جائے تو یہ میت کا ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ مقتول کے زخمی ہونے کے بعد مرنے سے پہلے قصاص معاف کردے تو ایک وارث باقی کی جانب سے خصم بن جائے گا (اس لئے یہاں بھی حاضر بیٹا غائب بیٹے کی جانب سے خصم بن جائے گا، اور غائب کے آنے کے بعد دوبارہ گواہی پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے)

تشریح: یہاں دو لفظ ہیں دونوں کی حقیقت سن لیں۔: وراثت: یہاں وراثت کا مطلب یہ ہے کہ پہلے اس چیز کا میت مالک بنا، اس کے بعد اس کی وراثت میں وارث مالک بنا۔ اس صورت میں ایک وارث بھی گواہ قائم کرے گا تو سب وارثوں کی جانب سے کافی ہو جائے گا، دوسرے وارث کو دوبارہ گواہ قائم کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ مال کا وارث پہلے میت بنتا ہے، اس کے بعد وارث بنتا ہے، اس لئے مال کے بارے میں ایک وارث کے گواہ سب وارثوں کے لئے کافی ہے۔ دوسرا لفظ ہے۔ خلافت: یہاں خلافت کا مطلب یہ ہے کہ پہلے میت وارث نہیں بنا، بلکہ اس کے مرنے کے بعد وارث خود بخود اس چیز کا مالک بنا ہے۔ اس میں یہ ہوگا کہ ہر وارث کو الگ الگ گواہ پیش کرنے ہوں گے، تب وہ چیز ثابت ہوگی۔ قصاص میں میت تو مر چکا ہے، اس لئے وہ قصاص کا مالک نہیں بنے گا۔ بلکہ اس کے مرنے کے بعد وارث قصاص لینے کا خلیفہ بنتا ہے، اس لئے ہر ہر وارث کو الگ الگ گواہ پیش کرنا ہوگا، تب قصاص کا فیصلہ کر سکے گا، اور ایک وارث بھی معاف کردے، یا گواہ پیش نہ کر سکے تو قصاص ساقط ہو جائے گا، اور دیت لازم ہو جائے گی

یہ سب سمجھنے کے بعد عبارت کا مطلب یہ ہے کہ، صاحبینؒ کی رائے یہ ہے کہ قصاص کا پہلے مقتول مالک بنتا ہے، اور اس کی وراثت میں وارث اس کا مالک بنتا ہے،، اس کی مثال پیش کر رہے ہیں کہ میت زخمی ہونے کے بعد موت سے پہلے معاف کر

أَحَدُ الْوَرَثَةِ خَصْمًا عَنِ الْبَاقِيْنَ. ۳ وَلَهُ أَنَّ الْقِصَاصَ طَرِيْقُ الْخِلَافَةِ دُوْنَ الْوَرَاثَةِ، أَلَا تَرٰى أَنَّ مِلْكَ الْقِصَاصِ يَثْبُتُ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالْمَيِّتُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِهِ. ۴ بِخِلَافِ الدَّيْنِ وَالدِّيَةِ، لِأَنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْمِلْكِ فِي الْأَمْوَالِ كَمَا إِذَا نَصَبَ شَبْكَةً وَتَعَقَّلَ بِهَا صَيْدٌ بَعْدَ مَوْتِهِ فَإِنَّهُ يَمْلِكُهُ، وَإِذَا كَانَ طَرِيْقُهُ الْإِثْبَاتُ اِبْتِدَاءً لَا يُنْتَصَبُ أَحَدُهُمْ خَصْمًا عَنِ الْبَاقِيْنَ فَيُعِيْدُ الْبَيِّنَةَ بَعْدَ حُضُوْرِهِ.

دے تو قصاص معاف ہو جاتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ میت پہلے قصاص کا مالک بنتا ہے، اور اس کی وراثت میں وارث قصاص کا مالک بنتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر قصاص پلٹ کر دیت بن جاتی تو پہلے اس کا مالک میت بنتا، اور اس کی وراثت میں وارث اس کا مالک بنتا ہے، ویسے ہی قصاص کے معاملے میں ہوگا۔ اور وراثت کا قاعدہ یہ ہے کہ ایک وارث بھی گواہ پیش کر دے تو سب وارث کی جانب سے ہو جاتا ہے، اس لئے غائب بیٹے کو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی

ترجمه: ۳ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ وارث جو قصاص کا مالک بنتا ہے تو وہ بطور خلافت کے بنتا ہے وراثت کے طور پر نہیں، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ میت تو مر چکا ہے وہ قصاص کے مالک ہونے کا اہل نہیں ہے، اس لئے میت کے مرنے کے بعد وارث قصاص کا مالک بنتا ہے

تشریح: ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ وارث خلیفہ کے طور پر قصاص کا مالک بنتا ہے، کیونکہ قصاص کی ملکیت میت کے مرنے کے بعد ہوتی ہے، اور موت کے بعد وہ مالک بننے کا اہل نہیں ہے، اس لئے وارث خلیفہ کے طور پر قصاص کا مالک بنا ہے، اور خلافت کا طریقہ یہ ہے کہ ایک آدمی سب کی جانب سے کافی نہیں ہوگا، اس لئے غائب کے آنے کے بعد دوبارہ گواہ پیش کرنا ہوگا

ترجمه: ۴ بخلاف قرض کے اور دیت کے اس لئے کہ میت مال میں مالک بننے کا اہل ہے، جیسے جیسے جال ڈالا اور موت کے بعد اس میں شکار پھنسا تو میت اس شکار کا مالک بنے گا، اور جب وارث ابتدائی طور پر قصاص کا مالک بنا تو تو ایک آدمی باقی کی جانب سے خصم نہیں بنے گا، اس لئے غائب کے حاضر ہونے کے بعد گواہی دوبارہ پیش کرے گا

تشریح: میت مال کا مالک اور دیت کا مالک مرنے کے بعد بھی بن سکتا ہے، جیسے مرنے والے نے جال ڈالا، اور مرنے کے بعد اس جال میں شکار پھنسا تو یہ شکار میت کی ملکیت ہوگی، اس کا مطلب یہ نکلا کہ میت مرنے کے بعد بھی مال کا اور دیت کا مالک بن سکتا ہے، اور اس کی ملکیت کے بعد وارث اس کا مالک بنتا ہے۔ لیکن قصاص میں وارث میت کی جانب سے نہیں بلکہ شروع سے قصاص کا مالک بنتا ہے، اور خلیفہ کے طور پر بنتا ہے، اور خلافت میں قاعدہ یہ ہے کہ حاضر وارث غائب کی جانب سے خصم نہیں ہے، اس لئے غائب بیٹے کے حاضر ہونے کے بعد دوبارہ اس سے گواہی لی جائے گی۔ اصل بات یہ ہے کہ قصاص کے بارے میں امام ابو حنیفہ کی رائے احتیاط پر ہے

(۶۸۸) فَإِنْ كَانَ أَقَامَ الْقَاتِلُ الْبَيِّنَةَ أَنَّ الْغَائِبَ قَدْ عَفَا فَالشَّاهِدُ خَصْمٌ وَيَسْقُطُ الْقِصَاصُ ۱؎ لِأَنَّهُ ادَّعٰى عَلَى الْحَاضِرِ سُقُوْطَ حَقِّهِ فِي الْقِصَاصِ إِلٰى مَالٍ وَلَا يُمْكِنُهُ إِثْبَاتُهُ إِلَّا بِإِثْبَاتِ الْعَفْوِ مِنَ الْغَائِبِ فَيَنْتَصِبُ الْحَاضِرُ خَصْمًا عَنِ الْغَائِبِ ۲؎ وَكَذٰلِكَ عَبْدٌ بَيْنَ رَجُلَيْنِ قُتِلَ عَمْدًا وَأَحَدُ الرَّجُلَيْنِ غَائِبٌ فَهُوَ عَلٰى هٰذَا لِمَا بَيَّنَّاهُ.

ترجمہ: (۶۸۸) اگر قاتل نے غائب بیٹے پر گواہ پیش کیا کہ اس نے قصاص معاف کر دیا ہے تو جو حاضر ہے وہ خصم بنے گا اور قصاص ساقط ہو جائے گا

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ حاضر پر دعوی کیا کہ غائب کے معاف کرنے کی وجہ سے تمہارا حق قصاص میں ساقط ہو گیا ہے، اور اب مال بن گیا ہے (دیت بن گئی ہے)، اور غائب ہونے کی وجہ سے غائب کا معاف کرنا ثابت نہیں کر سکتا ہے جب تک کہ حاضر کو غائب کی جانب سے خصم نہ بنایا جائے (اس لئے حاضر بیٹا خصم بنے گا اور قصاص ساقط ہو جائے گا)

اصول: امام ابو حنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ ذرا سے شبہ سے بھی قصاص ساقط کر دیا جاتا ہے

اصول: غائب پر فیصلہ نہیں ہوتا، لیکن قصاص ساقط کرنے کے لئے حاضر کو غائب کا خصم بنا دیا جائے گا، پھر غائب پر معاف کرنے کا فیصلہ کر دیا جائے گا، اور حاضر کے لئے دیت کا فیصلہ کیا جائے گا

تشریح: مقتول کے دو بیٹے تھے، قاتل نے حاضر بیٹے پر بینہ پیش کیا کہ غائب بیٹے نے قصاص معاف کر دیا ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ غائب پر فیصلہ نہیں کیا جاتا ہے، اس لئے حاضر کو اس کا خصم بنایا جائے گا، اور غائب پر قصاص معاف کر دینے کا فیصلہ کیا جائے گا

وجہ: قاتل غائب پر معاف کر کے حاضر پر بھی یہ دعوی کر رہا ہے کہ آپ کا حق اب قصاص میں نہیں ہے، بلکہ مال میں ہے، اس لئے حاضر بھی خصم بن جائے گا

لغت: ینتصب الحاضر خصما عن الغائب: حاضر غائب کا خصم مقرر کیا جائے گا۔ نصب کا ترجمہ ہے مقرر کرنا:

ترجمہ: ۲؎ ایسے ہی دو آدمیوں کے درمیان ایک غلام تھا، اس غلام کو کسی نے عمدا قتل کر دیا، اور ایک آدمی غائب ہے تو یہ مسئلہ بھی اوپر کی طرح ہے جسکو میں نے بیان کیا

تشریح: دو آدمیوں کے درمیان ایک غلام ہے، اس کو کسی نے قتل کر دیا، اب ایک آدمی حاضر ہے اور دوسرا غائب ہے، اور قاتل یہ دعوی کر رہا ہے کہ غائب نے قصاص معاف کر دیا ہے تو حاضر آدمی کو غائب کا خصم بنایا جائے گا، اور قصاص معاف ہو جائے گا اور اوپر کے مسئلے میں جو اختلاف تھا یہاں بھی وہی ہوگا۔ اس کی صورت یہ ہوگی۔ اگر ایک حاضر آدمی نے قصاص پر گواہی دی، اور دوسرا آدمی غائب تھا تو جب وہ آئے گا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک غائب آدمی کو دوبارہ گواہ پیش کرنا ہوگا، تب غلام کے قصاص کا فیصلہ ہوگا، اور صاحبینؒ کے نزدیک دوبارہ گواہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے

(۶۸۹) قَالَ فَإِنْ كَانَتِ الْأَوْلِيَاءُ ثَلَاثَةٌ فَشَهِدَ اِثْنَانِ مِنْهُمْ عَلَى الْآخَرِ أَنَّهُ قَدْ عَفَا فَشَهَادَتُهُمَا بَاطِلَةٌ وَهُوَ عَفْوٌ مِنْهُمَا لِ لِأَنَّهُمَا يَجُرَّانِ بِشَهَادَتِهِمَا إِلَى أَنْفُسِهِمَا مَغْنَمًا وَهُوَ انْقِلَابُ الْقَوَدِ مَالًا، ٢ فَإِنْ صَدَّقَهُمَا الْقَاتِلُ فَالدِّيَةُ بَيْنَهُمَا أَثْلَاثًا، مَعْنَاهُ إِذَا صَدَّقَهُمَا وَحْدَهُ، لِأَنَّهُ لَمَّا صَدَّقَهُمَا فَقَدْ أَقَرَّ بِثُلُثَي الدِّيَةِ لَهُمَا

ترجمہ: (۶۸۹) اگر مقتول کے تین ولی ہوں، پھر دو نے تیسرے پر گواہی دلوائی کہ اس نے خون معاف کر دیا ہے تو ان دونوں کی گواہی باطل ہے، اور انہیں دونوں کی جانب سے قصاص معاف کرنا سمجھا جائے گا

ترجمہ: لے اس لئے کہ یہ دونوں اپنی گواہی سے دیت کا مال لینا چاہ رہا ہے، کیونکہ تیسرے سے قصاص کے معاف ہونے کے بعد مسئلہ دیت پر آجائے گا

تشریح: یہاں پہلے چار باتیں سمجھیں تب مسئلہ کی نوعیت سمجھ آئے گی۔ ا۔ تین میں سے ایک کی جانب سے بھی قصاص کی معافی کا اشارہ ہو جائے تو سب کی جانب سے قصاص معاف ہو جائے گا اور دیت واجب ہو جائے گی۔ ۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ قاتل جس کی تصدیق کرے اسی کے حق کا مال قاتل پر لازم آئے گا، ورنہ نہیں۔ ۳۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ اگر کوئی بات ثابت کرنے کے لئے گواہ نہیں ہے تو پھر منکر کی بات ماننی پڑے گی، اور قاضی اسی کے کہنے کے مطابق فیصلہ صادر کریں گے

اب عبارت کو سمجھیں۔ زید نے عمر کو قتل کر دیا، پھر عمر کے تین بیٹے ہیں، ساجد، خالد، بکر۔ اب ساجد اور خالد نے بکر پر گواہی دی کہ بکر نے اپنا خون معاف کر دیا ہے، اس لئے اس کو دیت بھی نہیں ملنی چاہئے، اور چونکہ اس نے قصاص معاف کر دیا ہے، اس لئے اب ہم دونوں کو مقتول کی دیت چاہئے۔ اور بکر اس کا انکار کرتا ہے، تو مصنف فرماتے ہیں کہ بکر کے معاف کرنے کے بارے میں ساجد اور خالد کی گواہی اس لئے نہیں مانی جائے گی، کیونکہ یہ دونوں متہم ہیں، کیونکہ یہ دونوں معافی کا دعوی کر کے اپنے لئے دیت کا مال لینا چاہتے ہیں، البتہ یہ دونوں معافی کا دعوی کر رہے ہیں اس لئے قصاص تو معاف ہو جائے گا، کیونکہ وارث میں سے ایک کے معاف کرنے سے بھی قصاص معاف ہو جاتا ہے، اور معاملہ دیت پر آجاتا ہے۔ البتہ ان دونوں کو دیت میں سے کچھ مال ملے گا یا نہیں، اس کے لئے یہ صورتیں دیکھیں

لغت: مغنما: غنیمت، نفع۔ انقلاب القود مالا: قصاص مال میں تبدیل ہو جاتا ہے

ترجمہ: ۲ پس اگر قاتل نے بھی دونوں گواہ دینے والوں کی تصدیق کر دی تو دونوں کو ایک تہائی دیت مل جائے گی، اس عبارت کا معنی یہ ہے کہ صرف قاتل نے تصدیق کی ہو تو، اس لئے کہ جب قاتل نے ان دونوں کی تصدیق کر دی تو گویا کہ اپنے اوپر دو تہائی دیت کا اقرار کر لیا، ، لیکن قاتل مشہود علیہ کے حق ساقط ہونے کا بھی دعوی کر رہا ہے، اور مشہود علیہ انکار کر رہا تو اس کے بارے میں قاتل کی تصدیق نہیں کی جائے گی، اور قاتل کو مشہود علیہ کا حصہ بھی دینا پڑے گا (گویا کہ قاتل کو پوری دیت دینی پڑے گی)

تشریح: قاتل نے دونوں گواہوں کی تصدیق کر دی کہ ہاں مشہود علیہ نے قصاص معاف کر دیا ہے، اور گویا کہ مجھ پر مقتول

فَصَحَّ إِقْرَارُهُ إِلَّا أَنَّهُ يَدَّعِيْ سُقُوطَ حَقِّ الْمَشْهُودِ عَلَيْهِ وَهُوَ يُنكِرُ فَلَا يُصَدَّقُ وَيَغْرِمُ نَصِيْبَهُ. ۳ وَإِنْ كَذَّبَهُمَا فَلَا شَيْءَ لَهُمَا وَلِلْآخَرِ ثُلُثُ الدِّيَةِ، مَعْنَاهُ إِذَا كَذَّبَهُمَا الْقَاتِلُ أَيْضًا وَهٰذَا لِأَنَّهُمَا أَقَرَّ عَلٰى أَنْفُسِهِمَا بِسُقُوطِ الْقِصَاصِ فَقُبِلَ وَادَّعَيَا انْقِلَابَ نَصِيْبِهِمَا مَالًا فَلَا يُقْبَلُ إِلَّا بِحُجَّةٍ، وَيَنْقَلِبُ نَصِيْبُ الْمَشْهُوْدِ عَلَيْهِ مَالًا، لِأَنَّ دَعْوَاهُمَا الْعَفْوُ عَلَيْهِ وَهُوَ مُنْكِرٌ بِمَنْزِلَةِ ابْتِدَاءِ الْعَفْوِ مِنْهُمَا فِيْ حَقِّ الْمَشْهُوْدِ عَلَيْهِ، لِأَنَّ سُقُوْطَ الْقَوَدِ مُضَافٌ إِلَيْهِمَا، ۴ وَإِنْ صَدَّقَهُمَا الْمَشْهُوْدُ عَلَيْهِ وَحْدَهُ غَرِمَ الْقَاتِلُ ثُلُثَ

کی دیت ہے،تو اس صورت میں تصدیق کرنے کی وجہ سے قاتل پر دونوں بھائیوں کی دیت لازم ہوگی، تہائی تہائی ۔لیکن مشہود علیہ معاف کرنے کا انکار کر رہا ہے، اور قاتل کے پاس معاف کرنے کی گواہی نہیں ہے، اس لئے قاتل پر مشہود علیہ کی دیت بھی لازم ہو جائے گی ،یعنی قاتل پر پوری دیت لازم ہوگی

ترجمہ: ۳ اور اگر مشہود علیہ نے دونوں کی تکذیب کر دی توان دونوں کو کوئی دیت نہیں ملے گی ،لیکن مشہود علیہ کو دیت ملے گی ،(کیونکہ اس نے یہ نہیں کہا ہے کہ میں نے قصاص معاف کیا ہے) اس عبارت کا معنی یہ ہے کہ قاتل نے بھی دونوں کی تکذیب کی ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں نے اپنے اوپر قصاص کے ساقط ہونے کا اقرار کیا ہے اس لئے اس کی بات مان لی گئی ، پھر دونوں نے مال کا بھی دعوی کیا تو اس کی بات بغیر گواہی کی نہیں مانی جائے گی ، اور مشہود علیہ کا حصہ مال بن جائے گا، اس لئے کہ مشہود علیہ پر دونوں بھائیوں کا معاف کرنے کا دعوی ہے، اور مشہود علیہ اس کا انکار کرتا ہے، تو یوں سمجھا جائے گا کہ دونوں بھائیوں نے مشہود علیہ کے حق میں اپنی جانب سے معاف کیا ہے، اس لئے قصاص کے ساقط ہونے کی نسبت دونوں بھائیوں کی طرف ہے

تشریح: یہاں عبارت پیچیدہ ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ مشہود علیہ نے بھی دونوں بھائیوں نے تکذیب کی اور کہا کہ میں نے قصاص معاف نہیں کیا ہے، اور قاتل نے بھی تکذیب کی اور کہا کہ مشہود علیہ نے قصاص معاف نہیں کیا ہے، اب اس صورت میں یہ ہوگا کہ دونوں بھائیوں کی گواہی سے قصاص تو ساقط ہو جائے گا ، کیونکہ وارث میں سے ایک بھی قصاص کو ساقط کرے تو قصاص ساقط ہو جاتا ہے اور معاملہ دیت پر آ جاتا ہے، لیکن ان دونوں کو دیت بھی نہیں ملے گی ، کیونکہ اپنے لئے دیت ثابت کرنے پر کوئی گواہی پیش نہیں کی ہے ۔لیکن مشہود علیہ کو ایک تہائی دیت ملے گی ، کیونکہ اس نے معاف کرنے کا انکار کیا ہے،

ترجمہ: ۴ اور اگر صرف مشہود علیہ نے دونوں بھائیوں کی تصدیق کی (کہ ہاں میں نے قصاص معاف کر دیا ہے) تو قاتل مشہود علیہ کے لئے ایک تہائی دیت کا ذمہ دار ہوگا ، اس لئے کہ قاتل نے مشہود علیہ کے لئے اقرار کیا ہے

تشریح: یہاں عبارت پیچیدہ ہے ۔مشہود علیہ دونوں بھائیوں کی بات کی تصدیق کرتا ہے کہ ہاں میں نے معاف کیا ہے، لیکن قاتل دونوں بھائیوں کی تصدیق نہیں کرتا ،یعنی قاتل یہ کہہ رہا ہے کہ مشہود علیہ نے قصاص معاف نہیں کیا ہے، اس صورت

الدِّيَةِ لِلْمَشْهُوْدِ عَلَيْهِ لِإِقْرَارِهِ لَهُ بِذٰلِكَ.

(۶۹۰) قَالَ وَإِذَا شَهِدَ الشُّهُوْدُ أَنَّهُ ضَرَبَهُ فَلَمْ يَزَلْ صَاحِبَ فِرَاشٍ حَتّٰى مَاتَ فَعَلَيْهِ الْقَوَدُ ۱؎ إِذَا كَانَ عَمَدًا، لِأَنَّ الثَّابِتَ بِالشَّهَادَةِ كَالثَّابِتِ مُعَايَنَةً وَفِيْ ذٰلِكَ الْقِصَاصُ عَلٰى مَا بَيَّنَّاهُ، ۲؎ وَالشَّهَادَةُ عَلٰى قَتْلِ الْعَمَدِ تَتَحَقَّقُ عَلٰى هٰذَا الْوَجْهِ، لِأَنَّ الْمَوْتَ بِسَبَبِ الضَّرْبِ إِنَّمَا يُعْرَفُ إِذَا صَارَ بِالضَّرْبِ صَاحِبُ فِرَاشٍ حَتّٰى مَاتَ، وَتَأْوِيْلُهُ إِذَا شَهِدُوْا أَنَّهُ ضَرَبَهُ بِشَيْءٍ جَارِحٍ.

میں قاتل پر تینوں کی دیت لازم ہونی چاہئے، قاعدہ یہی ہے۔ لیکن مصنف یہ کہہ رہے ہیں کہ صرف مشہود علیہ کی تہائی دیت قاتل پر لازم ہوگی۔ معلوم نہیں ایسا کیوں کہہ رہے ہیں

ترجمہ: (۶۹۰) گواہوں نے گواہی دی کہ فلاں کو ہتھیار سے مارا ہے جس کی وجہ سے وہ صاحب فراش رہا، اور مر گیا تو اس مارنے والے پر قصاص ہے

ترجمہ: ۱؎ اگر یہ مارنا جان کر ہو (تو قصاص ہے) اس لئے کہ جو بات گواہی سے ثابت ہو وہ ایسا ہے کہ دیکھ کر ثابت ہوئی ہو، اور اس میں قصاص ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مارنے کے قصاص کے لئے آدمی کا فوراً مرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ کچھ دیر کے بعد مرے تب بھی قصاص ہوگا

تشریح: گواہوں نے گواہی دی کی فلاں نے فلاں کو ہتھیار سے جان کر مارا ہے، اور وہ اسی مار کی وجہ سے صاحب فراش رہا، اور کچھ دنوں کے بعد مر گیا ہے تب بھی قصاص لازم ہوگا

وجہ: مرتے وقت گواہوں نے نہیں دیکھا ہے، لیکن مارتے وقت دیکھا ہے، اور مارتے وقت کی گواہی دی کہ ہتھیار سے جان کر مارا ہے تب بھی قصاص لازم ہوگا

ترجمہ: ۲؎ اور اس طرح بھی قتل عمد پر گواہی متحقق ہو جاتی ہے، اس لئے کہ موت کا سبب مارنا ہے، اور یہ اس وقت معلوم ہوگا جبکہ مارنے کی وجہ سے موت تک صاحب فراش رہا ہو، اور عبارت کی تاویل یہ ہے کہ گواہوں نے گواہی دی ہو کہ زخمی کرنے والے ہتھیار سے مارا ہے

تشریح: مارنے کے سبب سے مرا ہو، اور مارنے کے بعد آدمی مسلسل صاحب فراش رہا ہو تو اس طرح بھی قصاص لازم ہوتا ہے، فوراً مرنا ضروری ہے، لیکن دو شرطیں ہیں، ایک تو یہ کہ جان کر مارا ہو، اور دوسری شرط یہ ہے کہ دھار دار ہتھیار سے مارا ہو، کوڑے، یا لاٹھی سے نہ مارا ہو تب قصاص لازم ہوگا

(۶۹۱) قَالَ وَإِذَا اخْتَلَفَ شَاهِدَا الْقَتْلِ فِی الْأَیَّامِ أَوْ فِی الْبَلَدِ أَوْ فِی الَّذِیْ کَانَ بِهِ الْقَتْلُ فَهُوَ بَاطِلٌ، لِ لِأَنَّ الْقَتْلَ لَا یُعَادُ وَلَا یُکَرَّرُ، وَالْقَتْلُ فِیْ زَمَانٍ أَوْ فِیْ مَکَانٍ غَیْرُ الْقَتْلِ فِیْ زَمَانٍ أَوْ مَکَانٍ آخَرَ، وَالْقَتْلُ بِالْعَصَا غَیْرُ الْقَتْلِ بِالسَّلَاحِ، لِأَنَّ الثَّانِیْ عَمَدٌ، وَالْأَوَّلُ شِبْهُ الْعَمَدِ وَیَخْتَلِفُ أَحْکَامُهُمَا فَکَانَ عَلٰی کُلِّ قَتْلٍ شَهَادَةُ فَرْدٍ، ۲ وَکَذَا إِذَا قَالَ أَحَدُهُمَا قَتَلَهُ بِعَصَا وَقَالَ الْآخَرُ لَا أَدْرِیْ بِأَیِّ

ترجمہ: (۶۹۱) قتل کے گواہوں میں اختلاف ہوا، دن کے بارے میں، یا شہر کے بارے میں، یا جس چیز سے قتل کیا جاتا ہے (تلوار، یا لاٹھی) میں تو یہ گواہ باطل ہوں گے (اور قصاص کا فیصلہ نہیں کیا جا سکے گا)

ترجمہ: لے اس لئے کہ ایک ہی آدمی کا قتل بار بار نہیں ہوتا، اس لئے ایک تاریخ کا قتل دوسری تاریخ کے قتل سے الگ ہے، اسی طرح ایک جگہ کا قتل دوسری جگہ کے قتل سے الگ ہے، اسی طرح لاٹھی سے قتل ہتھیار کے قتل سے الگ (دونوں سے احکام بدل جاتے ہیں)، اس لئے کہ ہتھیار سے قتل قتل عمد ہے، اور لاٹھی سے قتل قتل شبہ عمد ہے، اور دونوں کے احکام مختلف ہو جاتے ہیں، اس لئے ہر ہر قتل پر صرف ایک ایک گواہی ہی ہوئی (اس لئے گواہی باطل ہو جائے گی، اور قصاص کا فیصلہ نہیں ہوگا)

اصول: قتل کے ثابت کرنے کے لئے دو گواہ چاہئیں، اگر ایک گواہ ہو گئے تو گواہی باطل ہو جائے گی

اصول: مکان بدل جائے، وقت بدل جائے، یا ہتھیار بدل جائے تو گواہی بدل جاتی ہے، یہ قاعدہ ہے

تشریح: قتل کو ثابت کرنے کے لئے دو گواہ چاہئیں، لیکن اگر ایک گواہ رہ گیا تو دونوں گواہوں کو رد کر دیا جائے گا۔ اب ایک گواہ نے گواہی دی کہ بدھ کے دن قتل کیا ہے، دوسرے گواہ نے گواہی دی کہ جمعرات کے دن قتل کیا ہے، تو ایک ہی آدمی دو دنوں میں قتل نہیں ہو سکتا ہے، اس لئے ہر ایک دن پر ایک ایک ہی گواہی رہ گئی اس لئے قتل کا فیصلہ نہیں ہوگا۔ اسی طرح ایک گواہ نے گواہی دی کہ مانچیسٹر میں قتل ہوا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ بریڈفورڈ میں قتل ہوا ہے، یا ایک نے آدمی گواہی دی کہ تلوار سے مارا ہے، اور دوسرے نے گواہی دی کہ لاٹھی سے مارا ہے تو دونوں کی گواہی باطل ہو جائے گی،

وجہ: تلوار سے مارا ہے یہ قتل عمد ہے اس میں قصاص لازم ہوتا ہے، اور لاٹھی سے مارا ہے یہ قتل شبہ عمد ہے اس میں دیت لازم ہوتی ہے، اس لئے دونوں کے احکام الگ الگ ہیں، اس لئے دو الگ الگ قتل ہوئے، اور ہر ایک پر ایک ایک گواہی ہی ہوئی اس لئے یہ دونوں گواہی رد کر دی جائے گی۔

ترجمہ: ۲ ایک گواہ نے کہا کہ لاٹھی سے قتل کیا ہے، اور دوسرے گواہ نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ کس چیز سے قتل کیا ہے تب بھی گواہی باطل ہو گی، اس لئے کہ مطلق مقید سے الگ چیز ہے

تشریح: یہاں دونوں الگ الگ ہتھیار کا نام نہیں لئے، بلکہ ایک نے لیا اور دوسرے نے مطلق چھوڑا کہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ کس چیز سے مارا ہے، تب بھی گواہی باطل ہو جائے گی

شَیْءٍ قَتَلَهُ فَهُوَ بَاطِلٌ، لِأَنَّ الْمُطْلَقَ يُغَايِرُ الْمُقَيَّدَ.

(۶۹۲) قَالَ وَإِنْ شَهِدَا أَنَّهُ قَتَلَهُ وَقَالَا لَا نَدْرِیْ بِأَيِّ شَیْءٍ قَتَلَهُ فَفِيْهِ الدِّيَةُ اِسْتِحْسَانًا ۱ وَالْقِيَاسُ أَنْ لَّا تُقْبَلَ هٰذِهِ الشَّهَادَةُ لِأَنَّ الْقَتْلَ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْاٰلَةِ فَجُهِلَ الْمَشْهُوْدُ بِهٖ، وَجْهُ الْاِسْتِحْسَانِ أَنَّهُمْ شَهِدُوْا بِقَتْلٍ مُطْلَقٍ، وَالْمُطْلَقُ لَيْسَ بِمُجْمَلٍ فَيَجِبُ أَقَلُّ مُوْجَبِهٖ وَهُوَ الدِّيَةُ، ۲ وَلِأَنَّهُ يُحْمَلُ إِجْمَالُهُمْ فِی الشَّهَادَةِ عَلٰی إِجْمَالِهِمْ بِالْمَشْهُوْدِ عَلَيْهِ سِتْرًا عَلَيْهِ، وَأَوَّلُوْا كِذْبَهُمْ فِیْ نَفْیِ الْعِلْمِ بِظَاهِرِ

وجہ: ایک کی گواہی مطلق ہے اور دوسرے کی گواہی مقید ہے، اس لئے گویا کہ دونوں کی گواہی الگ الگ ہوگئی اور ہر ایک پر ایک ایک ہی گواہی ہے اس لئے دونوں گواہی باطل ہو جائے گی

ترجمہ: (۶۹۲) اگر دو آدمیوں نے گواہی دی کہ فلاں کو قتل کیا ہے، لیکن دونوں نے یہ بھی کہا کہ کس چیز سے قتل کیا ہے یہ ہمیں معلوم نہیں ہے تو استحسانا اس میں دیت ہے

ترجمہ: ۱ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کی گواہی قبول نہ کی جائے اس لئے کہ آلے کے اختلاف سے قتل کا حکم مختلف ہو جاتا ہے، اس لئے جس کی گواہی دی وہ مجہول ہوگئی۔ لیکن استحسان کی وجہ یہ ہے کہ انہوں مطلق قتل کی گواہی دی ہے، اور مطلق مجمل نہیں ہوتا کہ اس کی تفصیل کی ضرورت پڑے، اس لئے اس کا کم سے کم جو موجب ہے دیت وہ واجب ہوگی

اصول: یہاں اصول یہ ہے کہ ہتھیار کا ذکر نہ کرے صرف قتل کی گواہی دے تب بھی گواہی قبول کی جائے گی، البتہ اس میں چونکہ دھار دار ہتھیار کا ذکر نہیں ہے صرف قتل کا ذکر ہے اس لئے قصاص کے بجائے دیت لازم ہوگی

تشریح: اوپر کے مسئلے میں اور یہاں یہ فرق ہے۔ اوپر کے مسئلے میں دونوں گواہوں نے ہتھیار کا ذکر کیا تھا، البتہ الگ الگ کیا تھا، اس لئے ان کی گواہی رد ہوگئی۔ اور یہاں کسی گواہ نے بھی ہتھیار کا ذکر نہیں کیا، دونوں نے صرف قتل کا ذکر ہے اس لئے یہ مطلق ہے، اس لئے مطلق قتل کی بنیاد پر قتل شبہ عمد کے درجے میں رکھ کر دیت لازم کی جائے گی، اور دونوں گواہ قبول کئے جائیں گے

لغت: مطلق، اور مجمل: میں فرق یہ ہے کہ مجمل جملے میں ابہام رہتا ہے جس کو دور کرنا ضروری ہے، اور مطلق میں ابہام نہیں رہتا ہے، البتہ اس میں بہت تفصیل نہیں ہوتی ہے

ترجمہ: ۲ اور اس لئے کہ گواہی میں اجمال ہو تو جس پر گواہی دی ہو اس میں بھی اجمال ہو جاتا ہے اس پر پردہ پوشی کے لئے، اور جو گواہ نے یہ کہا کہ کس ہتھیار سے قتل کیا ہے یہ مجھے معلوم نہیں ہے، حدیث میں جو وارد ہوا کہ اصلاح ذات البین کرو اس کی تاویل کی جائے گی، اور یہ نفی اسی کے معنی میں ہے اس لئے شک کی وجہ یہ اختلاف ثابت نہیں کیا جائے گا

تشریح: یہاں اجمال ہے، اور گواہوں نے جو یہ کہا ہے کہ کس ہتھیار سے قتل کیا ہے ہمیں یہ معلوم نہیں ہے، اس کی تاویل یہ

مَا وَرَدَ بِإِطْلَاقِهِ فِیْ إِصْلَاحِ ذَاتِ الْبَیْنِ وَهٰذَا فِیْ مَعْنَاهُ فَلَا یَثْبُتُ الْإِخْتِلَافُ بِالشَّکِّ، ۳ وَتَجِبُ الدِّیَةُ فِیْ مَالِهِ، لِأَنَّ الْأَصْلَ فِی الْفِعْلِ الْعَمَدُ فَلَا یَلْزَمُ الْعَاقِلَةَ.

(۶۹۳) قَالَ وَإِذَا أَقَرَّ رَجُلَانِ کُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنَّهُ قَتَلَ فُلَانًا فَقَالَ الْوَلِیُّ قَتَلْتُمَاهُ جَمِیْعًا فَلَهُ أَنْ یَّقْتُلَهُمَا، وَإِنْ شَهِدُوْا عَلٰی رَجُلٍ أَنَّهُ قَتَلَ فُلَانًا وَشَهِدَ اٰخَرُوْنَ عَلٰی اٰخَرَ بِقَتْلِهِ وَقَالَ الْوَلِیُّ قَتَلْتُمَاهُ

کی جائے گی، کہ حدیث میں ہے کہ آپس میں اصلاح کے لئے غلطیوں کی پردہ پوشی کرو، گواہوں نے ہتھیاروں کا نام اس لئے نہیں لیا تا کہ قتل عمد نہ ثابت ہو جائے اور اس کے بدلے میں قتل نہ ہو جائے، اس لئے انہوں نے ہتھیار کا نام نہیں لیا، اس لئے جو اختلاف ہے اس کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی اور کم سے کم درجہ دیت ثابت کی جائے گی۔

ترجمہ: ۳ اور قاتل کے مال میں دیت واجب ہوگی، اس لئے کہ اصل یہی ہے کہ قتل جان کر ہی کرتا ہے، اس لئے قاتل کے خاندان پر دیت واجب نہیں ہوگی

تشریح: قتل خطاء، یا قتل شبہ عمد میں قاتل کے خاندان پر دیت واجب ہوتی ہے، لیکن یہاں یقین یہ ہے کہ قتل عمد ہے، لیکن گواہوں کی ستر پوشی کی وجہ سے دیت واجب ہو رہی ہے اس لئے خود قاتل کے مال میں دیت واجب ہوگی، اس کے خاندان پر دیت واجب نہیں ہوگی۔

ترجمہ: (۶۹۳) دو آدمیوں میں سے ہر ایک نے یہ اعلان کیا کہ اس نے فلاں کو قتل کیا ہے، اور مقتول کے ولی نے کہا کہ تم دونوں نے ہی قتل کیا ہے، تو ولی کو حق ہے کہ دونوں سے قصاص لے لے۔ اور اگر دو آدمیوں نے گواہی دی کہ فلاں (زید) کو فلاں نے قتل کیا ہے۔ پھر دوسرے دو آدمیوں نے گواہی دی کہ زید کو کسی اور نے قتل کیا، اور مقتول کے ولی نے کہا کہ دونوں نے زید کو قتل کیا ہے تو چاروں کی گواہی باطل ہو جائی گی

اصول: اس مسئلے کا اصول یہ ہے کہ قتل کا اقرار کرنے والا فاسق بھی ہو تب بھی اس کی بات مانی جائے گی، اور قصاص کا فیصلہ کیا جائے گا، کیونکہ وہ خود اپنے اوپر اقرار کر رہا ہے

اصول: اگر گواہ نے گواہی دی پھر وہ فاسق ثابت ہو گیا تو اس کی گواہی پر قتل کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا

تشریح: یہاں دو مسئلوں میں فرق ہے۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ زید کو صرف میں نے قتل کیا ہے۔ دوسرا آدمی کہتا ہے کہ صرف میں نے زید کو قتل کیا۔ اور زید کا ولی کہتا ہے کہ دونوں نے قتل کیا ہے، تو گویا کہ ولی نے دونوں اقرار کرنے والوں کو جھٹلایا، جس کی وجہ سے گویا کہ وہ فاسق ہو گئے، لیکن اس کے باوجود چونکہ وہ خود قتل کا اقرار کر رہے ہیں، اس لئے اس کے فسق کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، اور دونوں سے قصاص لیا جائے گا، اور یوں سمجھا جائے گا کہ اور قصاص میں دونوں کو قتل کیا جائے گا

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ دو گواہوں نے گواہی دی کے صرف ساجد نے زید کو قتل کیا ہے۔ اور دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ

جَمِيْعًا بَطَلَ ذٰلِکَ كُلُّهُ.۱؎ وَالْفَرْقُ أَنَّ الْإِقْرَارَ وَالشَّهَادَةَ يَتَنَاوَلُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا وُجُوْدَ كُلِّ الْقَتْلِ وَوُجُوْبَ الْقِصَاصِ، وَقَدْ حَصَلَ التَّكْذِيْبُ فِي الْأَوَّلِ مِنَ الْمُقِرِّ لَهُ وَفِي الثَّانِيْ مِنَ الْمَشْهُوْدِ لَهُ، غَيْرَ أَنَّ تَكْذِيْبَ الْمُقِرِّ لَهُ الْمُقِرَّ فِيْ بَعْضِ مَا أَقَرَّ بِهٖ لَا يُبْطِلُ إِقْرَارَهُ فِي الْبَاقِيْ، وَتَكْذِيْبَ الْمَشْهُوْدِ لَهُ الشَّاهِدَ فِيْ بَعْضِ مَا شَهِدَ بِهٖ يُبْطِلُ شَهَادَتَهُ أَصْلًا، لِأَنَّ التَّكْذِيْبَ تَفْسِيْقٌ وَفِسْقُ الشَّاهِدِ يَمْنَعُ الْقُبُوْلَ، أَمَّا فِسْقُ الْمُقِرِّ لَا يَمْنَعُ صِحَّةَ الْإِقْرَارِ.

صرف عمر نے زید کو قتل کیا ہے۔اور زید کا ولی کہتا ہے کہ دونوں نے قتل کیا ہے،تو چاروں کی گواہی باطل ہوں گی،اور نہ ساجد سے قصاص لیا جائے گا،اور نہ عمر سے قصاص لیا جائے گا

وجه : یہاں اس کی وجہ یہ ہے کہ ساجد نے یا عمر نے قتل کا اقرار نہیں کیا ہے، بلکہ گواہوں کے ذریعہ ثابت کیا ہے کہ اس نے قتل کیا ہے ۔اور ولی نے کہا کہ دونوں نے قتل کیا ہے تو گویا کہ ولی نے چاروں گواہوں کو جھٹلا دیا،اس لئے چاروں گواہ فاسق ہو گئے،اور فاسق کی گواہی سے قتل عمد ثابت نہیں کیا جائے گا،اور ساجد اور عمر دونوں سے قصاص ساقط ہو جائے گا

ترجمه: ۱؎ دونوں میں فرق یہ ہے کہ اقرار سے اور گواہی سے ثابت ہوتا ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک سے قتل ہوا ہے، اور ہر ایک سے قصاص لینا چاہئے ،لیکن پہلی صورت میں (اقرار کی صورت میں) مقرلہ،یعنی ولی سے تکذیب ہوئی،اور دوسری صورت (گواہ کی صورت میں) مشہود لہ (یعنی ولی کی جانب سے) سے تکذیب ہوئی، یہ اور بات ہے کہ اقرار کی صورت میں ولی کی جانب سے کچھ تکذیب ہوئی تو اقرار کے باقی حصوں کی تکذیب نہیں ہوتی،اور گواہی کی صورت میں ولی کی جانب سے تکذیب ہوئی ہو تو اس کی گواہی بالکل باطل ہو جاتی ہے،اس لئے کہ جھٹلانا فاسق قرار دینا ہے اور گواہ کے فاسق ہونے سے قبول کرنے کو منع کرتا ہے،اور اقرار کرنے والے کے فسق کو اقرار کرنے کی صحت کو نہیں روکتا

تشریح: عبارت لمبی ہے،سب کا حاصل یہ ہے کہ ولی اقرار کرنے والے کی باتوں کو جھٹلا دے جس سے وہ فاسق ہو جائے تو اس سے اقرار میں فرق نہیں پڑتا،اس کے اقرار کے مطابق قصاص لیا جائے گا، کیونکہ اس نے خود اقرار کیا ہے۔۔اور گواہ کو ولی جھٹلا دے تو اس سے وہ فاسق ہو جاتا ہے،اور فاسق کی گواہی سے قصاص نہیں لیا جاتا اس لئے دونوں قاتل سے قصاص ساقط ہو جائے گا

لغت: المقر لہ: جس کے لئے اقرار کیا،یعنی ولی۔المشھو دلہ: جس کے لئے گواہی دی گئی،یعنی ولی۔فسق المقر :اقرار کرنے والے کا فسق۔

بَابُ فِیْ اِعْتِبَارِ حَالَۃِ الْقَتْلِ

(۶۹۴) قَالَ وَمَنْ رَمٰی مُسْلِمًا فَارْتَدَّ الْمَرْمِیُّ إِلَیْہِ "وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ" ثُمَّ وَقَعَ بِہِ السَّھْمُ فَعَلَی الرَّامِی الدِّیَۃُ عِنْدَ أَبِیْ حَنِیْفَۃَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ، وَقَالَا لَا شَیْءَ عَلَیْہِ، لِ لِأَنَّہُ بِالْإِرْتِدَادِ أَسْقَطَ تَقَوُّمَ نَفْسِہٖ فَیَکُوْنُ مُبْرِئًا

باب فی اعتبار حالۃ القتل

نوٹ : یہاں کے سارے مسئلے اس اصول پر ہیں کہ تیر پھینکتے وقت مرمی الیہ یعنی جس پر تیر پھینکا ہے اس کی حالت کیا ہے اس کا اعتبار ہے۔ تیر لگتے وقت اس کی حالت کیا ہے اس کا اعتبار امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نہیں ہے

ترجمہ: (۶۹۴) کسی مسلمان کو تیر مارا، لیکن جس کو تیر مارا تھا وہ اب مرتد ہو گیا والعیاذ باللہ اس کے بعد اس کو تیر لگا تو تیر پھینکنے والے پر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دیت ہے، اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ تیر پھینکے والے پر کچھ بھی نہیں ہے

ترجمہ: لِ اس کی وجہ یہ ہے کہ مرتد ہونے کی وجہ سے اس کے ذات کی قیمت ختم ہو گئی، اس لئے تیر پھینکنے کے بدلے سے تیر پھینکنے والے کو بری کرنے والا ہو گیا، جیسے زخمی ہونے کے بعد موت سے پہلے پھینکنے والے کو بری کر دیتا، تو تیر پھینکنے والے کو کچھ لازم نہیں ہوتا

اصول: امام ابو حنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ تیر پھینکتے وقت مرمی کی کیا حالت ہے اس کا اعتبار ہو گا

اصول: صاحبین کا اصول۔ تیر لگتے وقت مرمی الیہ کی کیا حالت ہے اس کا اعتبار ہے۔ اس لئے تیر لگتے وقت مرمی الیہ مرتد ہے تو مارنے والے پر دیت لازم نہیں ہو گی

اصول: مرتد کا خون حلال ہے، اس لئے مرتد کی حالت میں اس کو تیر سے مارا اور وہ مر گیا تو مارنے والے پر دیت لازم نہیں ہو گی

تشریح: جس وقت تیر مار رہا تھا اس وقت مرمی الیہ مسلمان تھا اور اس کو جان کر مارنے سے قصاص لازم ہوتا، لیکن تیر لگتے وقت وہ مرتد ہو گیا، تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دیت لازم ہو گی، اس کی وجہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تیر مارتے وقت کا اعتبار ہے، اور اس وقت وہ مسلمان تھا

اور صاحبینؒ کے نزدیک مارنے والے پر دیت نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ تیر لگتے وقت وہ مرتد تھا، اور مرتد کو مارنے سے دیت لازم نہیں ہوتی ہے، اس لئے مارنے والے پر دیت لازم نہیں ہو گی۔

وجہ : صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب تیر لگا ہے اس وقت وہ آدمی مرتد ہو چکا ہے، اور اس کی ذات کی قیمت ختم ہو چکی ہے، اس لئے اس کی دیت لازم نہیں ہو گی۔ اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ اس آدمی کے زخمی ہونے کے بعد اور مرنے سے پہلے دیت معاف کر دیتا تو دیت معاف ہو جاتی، اسی طرح یہاں ایسا سمجھا جائے گا کہ مرتد ہو کر رامی سے دیت معاف کر دیا، اس لئے اس کی دیت لازم نہیں ہو گی

لِلرَّامِیْ عَنْ مُوْجَبِهٖ كَمَا إِذَا أَبْرَأَهُ بَعْدَ الْجَرْحِ قَبْلَ الْمَوْتِ، ۲؎ وَلَهُ أَنَّ الضَّمَانَ يَجِبُ بِفِعْلِهٖ وَهُوَ الرَّمْیُ إِذْ لَا فِعْلَ مِنْهُ بَعْدَهُ فَيُعْتَبَرُ حَالَةُ الرَّمْيِ، وَالْمَرْمِیُّ إِلَيْهِ فِيْهَا مُتَقَوَّمٌ وَلِهٰذَا يُعْتَبَرُ حَالَةُ الرَّمْيِ فِیْ حَقِّ الْحِلِّ حَتّٰى لَا يَحْرُمُ بِرِدَّةِ الرَّامِیْ بَعْدَ الرَّمْيِ، ۳؎ وَكَذَا فِیْ حَقِّ التَّكْفِيْرِ حَتّٰى جَازَ بَعْدَ الْجَرْحِ قَبْلَ الْمَوْتِ. ۴؎ وَالْفِعْلُ وَإِنْ كَانَ عَمَدًا فَالْقَوَدُ سَقَطَ لِلشُّبْهَةِ وَوَجَبَ الدِّيَةُ، ۵؎ وَلَوْ رَمٰى إِلَيْهِ وَهُوَ مُرْتَدٌّ فَأَسْلَمَ ثُمَّ وَقَعَ بِهِ السَّهْمُ فَلَا شَیْءَ عَلَيْهِ فِیْ قَوْلِهِمْ جَمِيْعًا وَكَذَا إِذَا رَمٰى حَرْبِيًّا فَأَسْلَمَ، لِأَنَّ

لغت: سقط تقوم نفسہ: تقوم کا معنی ہے قیمت، یعنی اس کی ذات کی قیمت ختم ہوگئی۔ مرمی الیہ: جس کی طرف تیر پھینکا ہو۔ السہم تیر۔ مبرئا: بری کرنے والا۔ الرامی: تیر پھینکنے والا۔ موجب: بدلہ

ترجمہ: ۲؎ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ پھینکنے والے کے فعل پر ضمان لازم ہوتا ہے، اس لئے کہ اس کے بعد کوئی فعل نہیں ہے، اس لئے پھینکنے کی حالت کا اعتبار ہوگا، اور وقت مرمی الیہ کی قیمت تھی (کیونکہ اس وقت وہ مسلمان تھا) یہی وجہ ہے کہ گوشت حلال ہونے میں پھینکنے کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا، یہی وجہ ہے کہ تیر پھینکنے کے بعد پھینکنے والا مرتد ہو جائے تو گوشت حرام نہیں ہوگا

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ پھینکنے کے وقت (مرمی الیہ) جس کی طرف تیر پھینکا ہے اس کی حالت کیا ہے اس کا اعتبار ہے، اور تیر پھینکتے وقت وہ مسلمان تھا اس لئے اس کی دیت لازم ہوگی۔ اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ ایک آدمی نے شکار پر تیر پھینکا، اس وقت وہ مسلمان تھا، لیکن شکاری جانور کو تیر لگتے وقت وہ مرتد ہو گیا تب بھی شکار کا گوشت حلال ہے، کیونکہ جس وقت پھینکا ہے اس وقت وہ مسلمان تھا، اس سے معلوم ہوا کہ پھینکتے وقت کا اعتبار ہے

ترجمہ: ۳؎ ایسے ہی کفارہ دینے کے حق میں بھی تیر پھینکتے وقت کا اعتبار ہے، چنانچہ زخمی ہونے کے بعد مرنے سے پہلے قتل خطاء کا کفارہ دے دے تو جائز ہے

تشریح: یہ امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے دوسری دلیل ہے کہ تیر مارا جس سے آدمی زخمی ہو گیا، لیکن ابھی مرا نہیں تھا اور مارنے والے نے قتل خطاء کا کفارہ دے دیا تو جائز ہے، جس سے معلوم ہوا کہ تیر مارتے وقت کا اعتبار ہے، تیر لگتے وقت کا اعتبار نہیں ہے

ترجمہ: ۴؎ تیر مارنا اگر چہ عمدا ہے لیکن شبہ کی وجہ سے قصاص ساقط ہو جائے گا اور دیت واجب ہوگی

تشریح: یہاں جان کر تیر مارا ہے اس لئے قصاص ہونا چاہئے، لیکن تیر لگتے وقت وہ مرتد ہے جس کی بنا پر دیت لازم نہیں ہونی چاہئے، اس شبہ کی بنا پر قصاص لازم نہیں ہوگا، بلکہ دیت لازم ہوگی، کیونکہ شبہ کی وجہ سے قصاص ساقط ہو جاتا ہے۔

ترجمہ: ۵؎ اور اگر مرتد ہونے کی حالت پر اس کو تیر مارا، پھر مرمی الیہ مسلمان ہو گیا پھر اس کو تیر لگا تو مارنے والے پر کچھ بھی نہیں ہے، سب کے نزدیک، اسی طرح حربی ہونے کی حالت میں اس کو تیر مارا پھر وہ مسلمان ہو گیا (تو مارنے والے پر کچھ بھی

الرَّمْیَ مَا انْعَقَدَ مُوْجِبًا لِلضَّمَانِ لِعَدْمِ تَقَوُّمِ الْمَحَلِّ فَلا يَنْقَلِبُ مُوْجِبًا لِصَيْرُوْرَتِهٖ مُتَقَوِّمًا بَعْدَ ذٰلِکَ.
(۶۹۵) قَالَ وَإِنْ رَمٰى عَبْدًا فَأَعْتَقَهُ مَوْلَاهُ ثُمَّ وَقَعَ السَّهْمُ بِهٖ فَعَلَيْهِ قِيمَتُهُ لِلْمَوْلٰى ۱ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۲ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ عَلَيْهِ فَضْلُ مَا بَيْنَ قِيمَتِهٖ مَرْمِيًّا إِلٰى غَيْرِ مَرْمِيٍّ، وَقَوْلُ أَبِيْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ مَعَ قَوْلِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۳ لَهُ أَنَّ الْعِتْقَ قَاطِعٌ لِلسِّرَايَةِ وَإِذَا انْقَطَعَتْ بَقِيَ مُجَرَّدُ الرَّمْيِ وَهُوَ جِنَايَةٌ يُنْتَقَصُ بِهَا قِيمَةُ الْمَرْمِيِّ إِلَيْهِ بِالْإِضَافَةِ إِلٰى مَا

نہیں ہے، اس لئے کہ اس حال میں تیر مارنا ضمان کا سبب نہیں ہے، اس لئے کہ محل (حربی) کی کوئی قیمت نہیں ہے اس لئے اب بدل کر دیت کا سبب نہیں بنے گا، اس لئے کہ بعد میں قیمت والا بنا ہے

اصول: یہاں بھی وہی اصول ہے کہ تیر پھینکتے وقت محل متقوم ہو تو دیت لازم ہوگی، اور تیر پھینکنے کے بعد متقوم بنا تو دیت، یا قصاص لازم نہیں ہوگا

تشریح: یہ مسئلہ اوپر سے الٹا ہے۔ جس وقت آدمی پر تیر مارا تو وہ مرتد تھا، یا حربی تھا، اور اس کو مارنا جائز تھا، لیکن تیر لگنے سے پہلے وہ مسلمان ہو گیا تو مارنے والے پر نہ قصاص ہے اور نہ دیت ہے

وجہ: جس وقت تیر مار رہا تھا تو مرتد ہونے یا حربی ہونے کی وجہ سے اس آدمی کی کوئی قیمت نہیں تھی، متقوم نہیں تھا، اور اس کو قتل کرنا حلال تھا، اس لئے بعد میں مسلمان ہونے کی وجہ سے وہ متقوم نہیں ہوگا، اور مارنے والے پر دیت یا قصاص لازم نہیں ہے

ترجمہ: (۶۹۵) غلام ہونے کی حالت میں اس پر تیر پھینکا، پھر آقا نے اس کو آزاد کر دیا، پھر اس پر تیر لگا (اور وہ مر گیا) تو اس غلام کی قیمت آقا کے لئے ہوگی

ترجمہ: ۱ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک

تشریح: یہ مسئلہ بھی اسی اصول پر ہے کہ تیر پھینکنے کی حالت میں وہ غلام تھا چاہے تیر لگنے کی حالت میں وہ آزاد ہو جائے، اس لئے اس غلام کی قیمت آقا کے لئے ہوگی، یہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے

یہاں یہ بھی یاد رکھیں کہ تیر لگتے وقت وہ آزاد ہو چکا ہے، اس لئے اس کی دیت لازم ہونی چاہئے، اور یہ دیت غلام کے خاندان کو ملنی چاہئے، آقا کو نہیں، یا آقا کو ولاء کے طور پر ملے گی، لیکن چونکہ تیر پھینکنے کے وقت کا اعتبار کیا گیا ہے، اس لئے غلام کی قیمت لازم کی اور یہ قیمت اس کے مالک آقا کو ملی ہے

ترجمہ: ۲ امام محمدؒ نے فرمایا کہ جب تیر پھینکا تھا اور جب تیر لگا ان دونوں کی قیمت میں جو فرق ہوگا تیر مارنے والے پر وہ لازم ہوگا، اور امام ابو یوسفؒ امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ ہیں، امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب آزاد کر دیا تو آقا کی ملکیت میں زخم کا سرایت کرنا منقطع ہو گیا، اس لئے صرف تیر پھینکنا باقی رہا، اور اس جرم سے مرمی الیہ غلام کی قیمت پہلے سے کم ہو گئی، اس لئے یہی لازم ہوگی

تشریح: مثلا غلام پر جب تیر پھینکا اس وقت اس کی قیمت ایک ہزار درہم تھی، اور جب تیر لگا، اور زخمی ہوا تو اس کی قیمت

قَبْلَ الرَّمْيِ فَيَجِبُ ذٰلِكَ. ۴ وَلَهُمَا أَنَّهُ يَصِيْرُ قَاتِلًا مِنْ وَقْتِ الرَّمْيِ، لِأَنَّ فِعْلَهُ الرَّمْيُ وَهُوَ مَمْلُوْكٌ فِيْ تِلْكَ الْحَالَةِ فَتَجِبُ قِيْمَتُهُ، ۵ بِخِلَافِ الْقَطْعِ وَالْجَرْحِ، لِأَنَّهُ إِتْلَافُ بَعْضِ الْمَحَلِّ وَأَنَّهُ يُوْجِبُ الضَّمَانَ لِلْمَوْلٰى، وَبَعْدَ السِّرَايَةِ لَوْ وَجَبَ شَيْءٌ لَوَجَبَ لِلْعَبْدِ فَتَصِيْرُ النِّهَايَةُ مُخَالِفَةً لِلْبِدَايَةِ، أَمَّا الرَّمْيُ قَبْلَ الْإِصَابَةِ لَيْسَ بِإِتْلَافِ شَيْءٍ لِأَنَّهُ لَا أَثَرَ لَهُ فِي الْمَحَلِّ وَإِنَّمَا قَلَّتِ الرَّغْبَاتُ

آٹھ سو درہم ہوئی، تو یہ جو دو سو درہم کا فرق پڑا، تیر مارنے والے پر یہ دو سو درہم ہی لازم ہوگی۔ عبارت تھوڑی پیچیدہ ہے

وجه: اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ آزاد کرتے ہی غلام آقا کی ملکیت سے نکل چکا ہے، اب وہ آقا کی ملکیت میں ہے ہی نہیں اس لئے اس کو غلام کی قیمت نہیں ملنی چاہئے، اس لئے تیر مارتے وقت غلام کی جو قیمت ہے، اور زخمی ہونے کے بعد جو قیمت کم ہوگئی ہے صرف اتنی ہی قیمت آقا کے لئے ہے، وہی قیمت اس کو ملے گی

لغت: ان العتق قاطع للسراية: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ آقا نے غلام کو آزاد کر دیا ہے، اس لئے یہ زخم اس کی ملکیت میں سرایت نہیں کرے گا، بلکہ آزاد ہونے کے بعد سرایت کرے گا جس کی وجہ سے اس وقت کی دیت آقا کو نہیں ملے گی

ترجمه: ۴ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ تیر مارنے والا تیر پھینکنے کے وقت ہی سے قاتل ہے، اس لئے کہ اس کا کام تیر پھینکنا ہے، اور اس وقت وہ آقا کا مملوک ہے، اس لئے غلام کی قیمت قاتل پر واجب ہوگی

تشریح: امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے یہاں تیر پھینکنے کے وقت کا اعتبار ہے، اور اس وقت وہ آقا کا غلام ہے اس لئے اس کی قیمت آقا کے لئے ہوگی۔

ترجمه: ۵ بخلاف ہاتھ کاٹنے اور زخمی کرنے کے (اس میں غلام کی پوری دیت آقا کے لئے ہوتی ہے) اس لئے کہ اس میں بعض محل کو ضائع کرنا ہے، اور اس کا ضمان آقا کے لئے ہوتا ہے، اب اگر زخم سرایت کرنے کے بعد کچھ غلام کے لئے بھی واجب کریں تو شروع میں کچھ اور ہو جائے گا (یعنی اس کی قیمت آقا کے لئے ہوگی) اور آخیر میں کچھ ہو جائے گی (اس کی قیمت غلام کے لئے ہوگی) اور شروع بعد کے مخالف ہو جائے گا، اور تیر پھینکنے کا حال یہ ہے کہ تیر لگنے سے پہلے کچھ نقصان نہیں کرتا اس لئے محل میں اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا ہے، صرف رغبت میں کمی آتی ہے، اس لئے صرف تیر پھینکنے سے ضمان لازم نہیں ہوگا، اس لئے انتہاء ابتداء کا مخالف نہیں ہوگا اس لئے پوری قیمت آقا کے لئے ہوگی

تشریح: یہاں عبارت پیچیدہ ہے۔ یہاں سے امام محمدؒ کے استدلال کا جواب ہے، ان کا استدلال تھا کہ غلام کو زخمی کر دے، پھر آقا غلام کو آزاد کر دے، پھر زخم سرایت کر جائے، اور مر جائے تو اس صورت میں زخمی شدہ غلام کی قیمت آقا کے لئے ہوتی ہے، اور اس کے بعد جو غلام مرا ہے اس کی دیت غلام کے ورثہ کے لئے ہوگی، کیونکہ مرتے وقت غلام آزاد تھا، اسی طرح یہاں تیر پھینکتے وقت غلام کی قیمت آقا کے لئے ہوگی، اور مرتے وقت کی قیمت غلام کے ورثہ کے لئے ہوگی۔ اس کا جواب دیا جا رہا

فِيْهِ فَلا يَجِبُ بِهِ ضَمَانٌ فَلا تَتَخَالَفُ النِّهَايَةُ وَالْبِدَايَةُ فَيَجِبُ قِيْمَتُهُ لِلْمَوْلٰى، ٦ وَزُفَرُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَإِنْ كَانَ يُخَالِفُنَا فِيْ وُجُوْبِ الْقِيْمَةِ نَظْرًا إِلٰى حَالَةِ الْإِصَابَةِ فَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَا حَقَّقْنَاهُ.

(۶۹۶) قَالَ وَمَنْ قُضِيَ عَلَيْهِ بِالرَّجْمِ فَرَمَاهُ رَجُلٌ ثُمَّ رَجَعَ أَحَدُ الشُّهُوْدِ ثُمَّ وَقَعَ بِهِ السَّهْمُ فَلا شَيْءَ عَلَى الرَّامِيْ ١ لِأَنَّ الْمُعْتَبَرَ حَالَةُ الرَّمْيِ وَهُوَ مُبَاحُ الدَّمِ فِيْهَا.

(۶۹۷) وَإِذَا رَمَى الْمَجُوْسِيُّ صَيْدًا ثُمَّ أَسْلَمَ ثُمَّ وَقَعَتِ الرَّمْيَةُ بِالصَّيْدِ لَمْ يُؤْكَلْ، وَإِنْ رَمَاهُ وَهُوَ مُسْلِمٌ ثُمَّ تَمَجَّسَ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ أُكِلَ،

ہے کہ زخم لگنے کے وقت آقا کی ملکیت تھی ،اس لئے اس وقت کی قیمت آقا کو ملے گی ۔اور غلام کے موت کے وقت غلام آزاد تھا،اس لئے اس وقت کی دیت غلام کے خاندان کو ملے گی ۔لیکن یہاں تیر کے معاملے میں تیر کے لگنے سے پہلے غلام کا کچھ نقصان نہیں کیا ہے، ہاں تیر کے لگنے کے بعد غلام سیدھا مر گیا،اس لئے یہاں ابتداء اور انتہاء نہیں ہے،ایک ہی ہے،اور وہ ہے تیر مارتے وقت غلام کی حالت ،اور اس وقت وہ آقا کی ملکیت تھی اس لئے پورے غلام کی قیمت آقا کو ملے گی ۔

ترجمہ: ٦ اور امام زفرؒ قیمت کے واجب ہونے میں اگر چہ ہمارے مخالف ہیں ،جس وقت تیر لگا ہے اس کی حالت دیکھتے ہوئے ،لیکن ان پر حجت وہ ہے جس کی ہم نے تحقیق کی ہے

تشریح: امام زفرؒ کی رائے یہ ہے تیر کے لگتے وقت غلام آزاد ہو چکا ہے اس پر آقا کی ملکیت نہیں ہے اس لئے آقا کو کچھ بھی نہیں ملے گی ۔اور غلام آزاد ہو کر مرا ہے اس لئے اس کی دیت ہوگی ،اور وہ دیت غلام کے خاندان کو ملے گی ۔صاحب ہدایہ فرماتے ہیں اس کے خلاف ہم نے تحقیق پیش کر دی ہے

ترجمہ: (۶۹۶) کسی پر رجم کا فیصلہ ہوا، پھر ایک آدمی نے اس پر تیر مارا، پھر زنا کے گواہ میں سے ایک نے رجوع کر لیا پھر اس کو تیر لگا تو تیر مارنے والے پر کوئی دیت نہیں ہے

ترجمہ: ١ اس لئے کہ تیر پھینکنے کی حالت کا اعتبار ہے،اور اس وقت مرجوم کا خون مباح تھا (اس لئے تیر مارنے والے پر مرجوم کی دیت لازم نہیں ہوگی)

تشریح: زنا میں چار گواہوں سے زنا کا ثبوت ہوتا ہے اور رجم کا فیصلہ ہوتا ہے، یہاں تیر پھینکتے وقت چار گواہ تھے،اس لئے تیر پھینکنا جائز تھا،لیکن تیر لگتے وقت ایک گواہ رجوع کر گیا،اور اب مرجوم مباح الدم نہ رہا،لیکن ہمارے یہاں تیر پھینکنے کے وقت کا اعتبار ہے،اس لئے تیر پھینکنا جائز تھا اس لئے اس پر دیت لازم نہیں ہوگی ۔

ترجمہ: (۶۹۷) مجوسی نے شکار پر تیر مارا پھر وہ مسلمان ہوا پھر تیر شکار کو لگا تو اس شکار کا گوشت نہیں کھایا جائے گا (اس لئے تیر پھینکتے وقت وہ کافر تھا)،اور اگر تیر پھینکتے وقت وہ مسلمان تھا پھر مجوسی ہوا، العیاذ باللہ تو اس کا گوشت کھایا جائے گا

لِ لِأَنَّ الْمُعْتَبَرَ حَالُ الرَّمْيِ فِيْ حَقِّ الْحِلِّ وَالْحُرْمَةِ، إِذَا الرَّمْيُ هُوَ الذَّكَاةُ فَتُعْتَبَرُ الْأَهْلِيَّةُ وَانْسِلَابُهَا عِنْدَهُ.

(٦٩٨) وَلَوْ رَمَى الْمُحْرِمُ صَيْدًا ثُمَّ حَلَّ فَوَقَعَتِ الرَّمْيَةُ بِالصَّيْدِ فَعَلَيْهِ الْجَزَاءُ، وَإِنْ رَمٰى حَلَالٌ صَيْدًا ثُمَّ أَحْرَمَ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ، لِ لِأَنَّ الضَّمَانَ إِنَّمَا يَجِبُ بِالتَّعَدِّيْ وَهُوَ رَمْيُهُ فِيْ حَالَةِ الْإِحْرَامِ، وَفِي الْأَوَّلِ هُوَ مُحْرِمٌ وَقْتَ الرَّمْيِ وَفِي الثَّانِيْ حَلَالٌ فَلِهٰذَا اِفْتَرَقَا، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

كِتَابُ الدِّيَاتِ

ترجمه: لِ اس کی وجہ یہ ہے کہ گوشت کے حلال اور حرام ہونے میں تیر پھینکنے کے وقت کی حالت کا اعتبار ہے، اس لئے کہ یہاں تیر پھینکنا ہی ذبح کرنا ہے اس لئے اسکی اہلیت ہونا اور نہ ہونا تیر پھینکتے وقت ہے

تشریح: شکار کو تیر مارا اور وہ مر گیا، اور ذبح نہ کر سکا تو اس کے گوشت کے حلال ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ تیر پھینکنے والا مسلمان ہو اور بسم اللہ پڑھ کر تیر مارا ہو تب اس کا گوشت حلال ہوگا۔ اب تیر پھینکتے وقت وہ مسلمان ہو تو گوشت حلال ہو جائے گا، اور تیر پھینکتے وقت وہ کافر ہو تو گوشت حلال نہیں ہوگا، اسی قاعدے پر اوپر کا مسئلہ متفرع ہے

ترجمه: (٦٩٨) احرام کی حالت میں شکار پر تیر پھینکا پھر وہ حلال ہو گیا پھر شکار کو تیر لگا تو اس محرم پر شکار کا بدلہ دینا ہوگا، اور اگر حلال ہونے کی حالت میں شکار پر تیر پھینکا پھر وہ محرم ہو گیا تو اس حلال پر کچھ لازم نہیں ہوگا

ترجمه: لِ اس لئے کہ تعدی کرنے پر ضمان لازم ہوتا ہے، اور وہ احرام کی حالت میں تیر پھینکنا ہے، اور پہلی صورت میں (جب احرام کی حالت میں تیر مارا ہے) وہ تیر پھینکتے وقت محرم تھا (اس لئے اس پر شکار کا بدلہ لازم ہوا) اور دوسری صورت میں (حلال کی حالت میں تیر مارا) تو وہ حلال تھا (تو اس پر شکار کا بدلہ لازم نہیں ہوا)

تشریح: یہاں بھی تیر پھینکتے وقت کیا حالت تھی اس پر فیصلہ ہوگا۔ پہلی صورت صورت میں تیر پھینکتے وقت محرم ہے، چاہے تیر لگتے وقت وہ حلال ہو چکا ہے، اس لئے اس پر شکار کا بدلہ لازم ہوگا۔ اور دوسری صورت میں تیر پھینکتے وہ حلال تھا چاہے تیر لگتے وقت وہ محرم تھا اس لئے اس پر شکار کا بدلہ لازم نہیں ہوگا۔۔ دونوں مسئلوں میں یہ فرق ہوگا

﴿کتاب الدیات﴾

ضروری نوٹ: قتل کی یہ پانچ قسمیں ہیں، ان کے جرمانے کا یہاں ذکر ہے

۱۔قتل عمد۔ ۲۔قتل شبہ عمد۔

۳۔قتل خطاء۔ ۴۔قتل شبہ خطاء۔ ۵۔قتل بسبب۔

۶۔قطع اعضاء عمد۔ ۷۔قطع اعضاء خطاء

قتل کی قسمیں اور عاقلہ پر دیت ایک نظر میں

قتل کرنے اور عضو کاٹنے میں کس صورت میں عاقلہ پر دیت ہے اور کس صورت میں نہیں

قتل عمد کی صورتیں

1	قتل عمد	جان کر قتل کیا ہو، اور قصاص واجب ہو	عاقلہ پر دیت نہیں ہے
2	قتل عمد	قتل عمد میں قصاص واجب ہو، لیکن مال پر صلح کر لی	عاقلہ پر دیت نہیں ہے
3	قتل شبہ عمد	لکڑی وغیرہ سے جان کر مارا ہو	عاقلہ پر دیت واجب ہے

قتل خطاء کی صورتیں

4	قتل خطاء فی القصد	شکار سمجھ کر مارا، لیکن آدمی تھا	عاقلہ پر دیت واجب ہے
5	قتل خطاء فی الفعل	شکار کو مارا، لیکن آدمی کو لگ گیا	عاقلہ پر دیت واجب ہے
6	جاری مجری خطاء	سوئے ہوئے آدمی سے بچہ مر گیا	عاقلہ پر دیت واجب ہے
7	قتل بسبب	کنواں کھودا تھا اس میں کوئی گر کر مر گیا	عاقلہ پر دیت واجب ہے

عضو کے کاٹنے کی صورتیں

8	جان کر عضو کاٹ دیا	قصاص واجب ہے	عاقلہ پر دیت نہیں ہے
9	جان کر عضو کاٹ دیا	پھر مال پر صلح کر لی	عاقلہ پر دیت نہیں ہے
10	غلطی سے عضو کاٹ دیا	کاٹنے والے پر دیت ہے	عاقلہ پر دیت نہیں ہے

قتل کی دیت، ایک سو اونٹ ہے۔ یا ایک ہزار دینار ہے۔ یا دس ہزار درہم ہے

قتل شبہ عمد میں، قتل خطاء، زخم خطاء وغیرہ ہونے پر مال سے جو جرمانہ لازم ہوتا ہے اس کو دیت کہتے ہیں

وجه: اس کی دلیل یہ آیت ہے۔(۱) وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَّصَّدَّقُوا فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا (92) وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا (سورت النساء۴، آیت ۹۲،۹۳) اس آیت سے کئی قسم کی دیات کا ثبوت ہے(۲) اس حدیث میں بہت سی دیتوں کا تذکرہ ہے۔ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَى أَهْلِ الْيَمَنِ كِتَابًا فِيهِ الْفَرَائِضُ وَالسُّنَنُ وَالدِّيَاتُ،...، وَكَانَ فِي كِتَابِهِ »أَنَّ مَنِ

(۶۹۹) قَالَ وَفِيْ شِبْهِ الْعَمَدِ دِيَةٌ مُغَلَّظَةٌ عَلَى الْعَاقِلَةِ وَكَفَّارَةٌ عَلَى الْقَاتِلِ ا وَقَدْ بَيَّنَّاهُ فِيْ أَوَّلِ

اعْتَبَطَ مُؤْمِنًا قَتْلًا عَنْ بَيِّنَةٍ، فَإِنَّهُ قَوَدٌ إِلَّا أَنْ يَرْضَى أَوْلِيَاءُ الْمَقْتُولِ، وَأَنَّ فِي النَّفْسِ الدِّيَةَ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ، وَفِي الْأَنْفِ إِذَا أُوعِبَ جَدْعُهُ الدِّيَةُ وَفِي اللِّسَانِ الدِّيَةُ، وَفِي الشَّفَتَيْنِ الدِّيَةُ وَفِي الْبَيْضَتَيْنِ الدِّيَةُ، وَفِي الذَّكَرِ الدِّيَةُ وَفِي الصُّلْبِ الدِّيَةُ، وَفِي الْعَيْنَيْنِ الدِّيَةُ وَفِي الرِّجْلِ الْوَاحِدَةِ نِصْفُ الدِّيَةِ، وَفِي الْمَأْمُومَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ، وَفِي الْجَائِفَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ، وَفِي الْمُنَقِّلَةِ خَمْسَ عَشْرَةَ مِنَ الْإِبِلِ، وَفِي كُلِّ أُصْبُعٍ مِنْ أَصَابِعِ الْيَدِ وَالرِّجْلِ عَشْرٌ مِنَ الْإِبِلِ، وَفِي السِّنِّ خَمْسٌ مِنَ الْإِبِلِ، وَفِي الْمُوضِحَةِ خَمْسٌ مِنَ الْإِبِلِ، وَأَنَّ الرَّجُلَ يُقْتَلُ بِالْمَرْأَةِ وَعَلَى أَهْلِ الذَّهَبِ أَلْفُ دِينَا. (نسائی شریف، ذکر حدیث عمر بن حزم فی العقول، نمبر ۴۸۵۳) (۳)۔عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَى أَهْلِ الْيَمَنِ بِكِتَابٍ فِيهِ الْفَرَائِضُ وَالسُّنَنُ وَالدِّيَاتُ، وَبَعَثَ بِهِ مَعَ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، فَقُرِءَ عَلَى أَهْلِ الْيَمَنِ هَذِهِ نُسْخَتُهُ – فَذَكَرَ مِثْلَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: »وَفِي الْعَيْنِ الْوَاحِدَةِ نِصْفُ الدِّيَةِ، وَفِي الْيَدِ الْوَاحِدَةِ نِصْفُ الدِّيَةِ وَفِي الرِّجْلِ الْوَاحِدَةِ نِصْفُ الدِّيَةِ (نسائی شریف، ذکر حدیث عمر بن حزم فی العقول، نمبر ۴۸۵۴) اس حدیث میں مختلف قسم کے جرموں کی دیت کا تذکرہ ہے۔

ترجمہ: (۶۹۹) شبہ عمد کے قتل میں خاندان والے پر مغلظہ دیت ہے، اور اس کا کفارہ قاتل پر ہے

ترجمہ: ا اس بات کو جنایات کے شروع میں ہم نے ذکر کر دیا ہے

نوٹ : قتل عمد میں قصاص لازم ہوتا ہے جس میں قاتل قتل کر دیا جاتا ہے، اس لئے اس میں نہ کفارہ ہے، اور نہ دیت ہے اس لئے یہاں اس کا ذکر نہیں کیا ہے، اور مسئلہ شبہ عمد سے شروع کیا ہے

تشریح: کسی نے کسی آدمی کو دھار دار ہتھیار کے علاوہ سے جان بوجھ کر قتل کر دیا جس کو شبہ عمد کہتے ہیں اس کی وجہ سے قاتل کے خاندان پر دیت مغلظہ لازم ہوگی اور خود قاتل پر کفارہ لازم ہوگا۔ دو قسم کے کفارے ہیں، یا تو مسلمان غلام یا باندی آزاد کرے، اور وہ نہ ملے تو دو ماہ تک مسلسل روزہ رکھے، اس میں کھانا کھلانا جائز نہیں ہے

وجہ: صاحب ہدایہ کی آیت یہ ہے جس میں اس بات کا ثبوت ہے کہ مومن غلام آزاد کرو، اور وہ نہ ملے تو دو ماہ تک مسلسل روزہ رکھو۔ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا (آیت ۹۲، سورۃ النساء ۴) قتل شبہ عمد قتل خطا کے درجے میں ہے اس لئے آیت سے پتا چلا کہ دیت لازم ہوگی اور غلام آزاد کرنا ہوگا (۲) اور خاندان پر دیت لازم ہونے کی دلیل حدیث کا ٹکڑا ہے۔ ان ابا هرير ة انه قال اقتتلت امرأتان من هزيل ... وقضى ان دية المرأة على عاقلتها (بخاری شریف، باب جنین المرأۃ وان العقل علی الوالد وعصبۃ الوالد لا علی الولد ص ۱۰۲۰ نمبر ۶۹۱۰ مسلم شریف، باب دیۃ الجنین ووجوب

الْجِنَايَاتِ.

(۷۰۰) قَالَ وَكَفَّارَتُهُ عِتْقُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ لِقَوْلِهِ تعالى ﴿فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ﴾ الْأيَةَ (سورة النساء: ۹۲) فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ بِهٰذَا النَّص وَلَا يُجْزِئُ فِيْهِ الْإِطْعَامُ ‏ ۱؎ لِأَنَّهُ لَمْ يَرِدْ بِهِ نَصٌّ، وَالْمَقَادِيْرُ تُعْرَفُ بِالتَّوْقِيْفِ، ۲؎ وَلِأَنَّهُ جُعِلَ الْمَذْكُوْرُ كُلُّ الْوَاجِبِ بِحَرْفِ الْفَاءِ

الدية فی قتل الخطاء وشبہ العمد علی عاقلۃ الجانی ص ٦٢ نمبر١٦٨٢) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت نے جان کر بغیر دھار دار چیز سے دوسری عورت کو مارا تھا تو یہ قتل شبہ عمد ہوا اور اس کی دیت قاتلہ کے خاندان پر لازم کی۔ اور دیت مغلظہ کی تفصیل آگے ہے۔

ترجمہ: (۷۰۰) اور اس کا کفارہ مومن غلام کو آزاد کرنا ہے کیوں کہ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ﴾ اور اگر غلام نہ ملے تو پے در پے دو ماہ تک روزہ رکھنا ہے (اسی آیت کی وجہ سے) اور اس کفارے میں کھانا کھلانا کافی نہیں ہوگا

ترجمہ: ۱؎ کیونکہ اس بارے میں نص وارد نہیں ہوئی ہے، اور کفارے کی مقدار شریعت سے ہی پتہ چلے گا

تشریح: شبہ عمد کے کفارے میں غلام نہ ملے، یا تو ملتا ہی نہ ہو، یا ملتا ہو لیکن قاتل کے پاس اتنا پیسہ نہ ہو تو پھر دو ماہ تک مسلسل روزے رکھے، کیونکہ آیت سے اسی کفارے کا پتہ چلتا ہے۔ آگے صاحب ھدایہ فرماتے ہیں کہ اس کفارے میں کھانا کھلانا کافی نہیں ہوگا، کیونکہ کھانا کھلانے کا حکم شریعت سے پتہ چلے گا، اور یہاں آیت میں کھانا کھلانے کا ذکر نہیں ہے، اس لئے کھانا کھلانا کافی نہیں ہوگا

وجہ: صاحب ھدایہ کی آیت یہ ہے۔ جس میں ہے کہ غلام پر قدرت نہ ہو تو دو ماہ تک مسلسل روزے رکھو۔ (۱) وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطأً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِنَ اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا (سورت النساء۴، آیت۹۲)

لغت: التوقیف: وقف سے مشتق ہے، شریعت کی تشریح، شریعت کا واقف کرانا۔

ترجمہ: ۲؎ اور اس لئے کہ آیت میں حرف، ف، کے ذریعہ دو کفارے کا ذکر ہے، (ایک غلام آزاد کرنا، دوسرا دو ماہ مسلسل روزہ رکھنا، (کھانا کھلانے کا ذکر نہیں ہے) اس لئے یہی دو کفارے ضروری ہوں گے)۔

تشریح: کفارہ شبہ عمد میں کھانا کھلانا جائز نہیں ہے اس کی یہ دلیل ہے کہ آیت میں حرف، ف، کے ذریعہ دو کفاروں کا ذکر ہے اس لئے یہی دو کفارے واجب ہوں گے، کھانا کھلانے سے کفارہ قتل ادا نہیں ہوگا، کیونکہ، ف، کے ذریعہ جو بات کہی جاتی ہے اسی پر منحصر ہوتی ہے

وجہ: (۱) اس آیت میں. فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ

۳ أَوْ لِكَوْنِهِ كُلَّ الْمَذْكُوْرِ عَلٰى مَا عُرِفَ،

(۷۰۱) وَيُجْزِئُهُ رَضِيْعٌ أَحَدُ أَبَوَيْهِ مُسْلِمٌ، (لِأَنَّهُ مُسْلِمٌ بِهِ وَالظَّاهِرُ سَلَامَةُ أَطْرَافِهِ) وَلَا يُجْزِئُ مَا فِي الْبَطْنِ ۱ لِأَنَّهُ لَمْ تُعْرَفْ حَيَاتُهُ وَلَا سَلَامَتُهُ.

(۷۰۲) قَالَ وَهُوَ الْكَفَّارَةُ فِي الْخَطَأِ

وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِنَ اللّٰهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا حَكِيمًا. (سورت النساء۴، آیت۹۲) اس آیت میں فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ ۔اور فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ، میں حرف، ف، پر غور کریں، کہ انہیں دو کفاروں کا ذکر ہے، اس لئے کھانا کھلانا کافی نہیں ہوگا

ترجمہ: ۳ اور اس وجہ سے کہ یہ کل کفارے کا ذکر ہے، جیسا اصول کی کتابوں میں معلوم ہوا ہے

تشریح: یہ دوسری دلیل ہے کہ، جب کسی بات کے بیان کرنے کی ضرورت ہو تو وہاں جتنا ذکر ہے، وہی مراد ہوتی ہے اس سے زیادہ نہیں ہے، اب آیت میں سارے کفارے کے بیان کرنے کی ضرورت تھی، اور وہاں دو ہی کفارے کا ذکر ہے، ایک غلام آزاد کرنا، اور دوسرا مسلسل دو ماہ روزہ رکھنا، تو یہ دو ہی کفارے کافی ہوں گے، کھانا کھلانے سے کفارہ ادا نہیں ہوگا

ترجمہ: (۷۰۱) ماں باپ میں سے کوئی ایک مسلمان ہو اس کا بچہ بھی کفارہ قتل میں کافی ہوگا (اس لئے کہ یہ بچہ والدین کے تابع ہو کر مسلمان ہے، اور ظاہر یہی ہے کہ اس کے اعضاء بھی صحیح سالم ہوں گے) لیکن ماں کے پیٹ میں ہو وہ بچہ کفارے کے لئے کافی نہیں ہوگا

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ وہ زندہ ہے یا نہیں یہ معلوم نہیں ہے، اور یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ اس کے اعضاء صحیح سالم ہیں یا نہیں

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ خود مسلمان نہ ہو بلکہ والدین کے تابع ہو کر مسلمان شمار کیا گیا ہو وہ غلام بھی کفارے میں چل جائے گا

تشریح: نابالغ بچہ ہے جو اپنے اسلام کا اظہار نہیں کر سکتا ہے، لیکن اس کی ماں یا باپ مسلمان ہے تو اس کے تابع کر کے اس بچے کو مسلمان قرار دیا گیا ہے، ایسے غلام کو بھی کفارہ قتل میں آزاد کیا تب بھی کفارہ ادا ہو جائے گا، کیونکہ وہ مسلمان ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ بچے کے اعضاء صحیح سالم ہوں تب کفارہ ادا ہوگا، اس لئے ماں کے پیٹ میں بچہ ہو تو اس کو آزاد کرنے سے کفارہ ادا نہیں ہوگا، کیونکہ کیا معلوم ہے کہ اس کے اعضاء صحیح سالم ہیں بھی کہ نہیں، پھر زندہ غلام آزاد کرنا ہے، اور ماں کے پیٹ میں ہے تو ابھی یہ معلوم نہیں ہے کہ بچہ زندہ ہے یا مردہ اس لئے ماں کے پیٹ کا بچہ آزاد کرنے سے کفارہ ادا نہیں ہوگا

ترجمہ: (۷۰۲) جو کفارہ قتل شبہ عمد میں ہے وہی کفارہ قتل خطاء کا بھی ہے

ترجمہ: ۱ اس آیت کی وجہ سے جو ہم نے تلاوت کی

۱ لِمَا تَلَوْنَاهُ، ۲ وَدِيَتُهُ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَأَبِيْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ أَرْبَاعًا خَمْسٌ وَعِشْرُوْنَ بِنْتَ مَخَاضٍ وَخَمْسٌ وَعِشْرُوْنَ بِنْتَ لَبُوْنٍ وَخَمْسٌ وَعِشْرُوْنَ حِقَّةً وَخَمْسٌ

تشریح: اوپر کفارہ شبہ عمد کا ذکر تھا، اب فرمارہے ہیں کہ یہی کفارہ قتل خطاء میں بھی ہے، کیونکہ آیت میں اس کا ذکر ہے کہ قتل خطاء کا کفارہ مومن غلام کا آزاد کرنا ہے، اور وہ نہ ملے تب دو ماہ کا مسلسل روزہ رکھنا ہے،

(۱) اس آیت میں دیکھیں کہ قتل خطاء کے کفارے کا ذکر ہے۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِنَ اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا (سورت النساء ۴، آیت ۹۲)

ترجمہ: ۲ اور شبہ عمد کی دیت امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک سو اونٹ ہیں چار طرح کے۔ پچیس بنت مخاض۔، پچیس بنت لبون۔، پچیس حقہ۔ اور پچیس جذعہ

تشریح: دینار دینا ہو تو ایک ہزار دینار، اور درہم دینا ہو تو دس ہزار درہم ہے، اس لئے اس میں تغلیظ نہیں ہوگی، اور اونٹ میں بھی ایک سو اونٹ ہی لازم ہوں گے۔ البتہ کم عمر اور زیادہ عمر کے اعتبار سے شدت ہوگی، جس کی وجہ سے قیمت زیادہ ہو جائے گی۔ اور حنفیہ کے نزدیک اس عمر کے اونٹ لازم ہوں گے جو اوپر گزرے

وجہ: اس قول صحابی میں اس عمر کے اونٹ کا ذکر ہے۔ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: فِي الْخَطَإِ أَرْبَاعًا خَمْسٌ وَعِشْرُونَ حِقَّةً، وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ جَذَعَةً، وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ بَنَاتِ لَبُونٍ، وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ بَنَاتِ مَخَاضٍ (ابوداؤد شریف، باب فی دیۃ الخطاء شبہ العمد ص ۶۷۷ نمبر ۴۵۵۳) اس حدیث میں اونٹ کی تفصیل ہے۔

لغت: **بنت مخاض:** ایک سال پورا ہو کر دوسرے سال میں بچے نے قدم رکھا ہو تو اس کو بنت مخاض کہتے ہیں۔ مخض کا ترجمہ ہے حاملہ ہونا،، بنت مخاض کا ترجمہ حاملہ اونٹنی کی بیٹی، چونکہ اس بچے کی ماں اب دوبارہ حاملہ ہو چکی ہے، اس لئے اس بچے حاملہ اونٹنی کی بیٹی کہا گیا۔ **بنت لبون:** اور تیسرے سال میں قدم رکھا ہو تو بنت لبون کہتے ہیں۔ بنت لبون: کا ترجمہ ہے دودھ دینے والی اونٹنی کی بیٹی، چونکہ اس کی ماں کو دوسرا بچہ پیدا ہو چکا ہے، اور وہ اب دودھ دے رہی ہے، اس لئے اس بچے کو دودھ دینے والی اونٹنی کی بیٹی کہا گیا۔ **حقہ:** چوتھے سال میں قدم رکھا ہو تو حقہ۔ حقہ حق سے مشتق ہے، یہ بچہ اب چوتھے سال میں قدم رکھ چکا ہے اور اب اس پر حق ہو گیا کہ اس پر سواری کرے، اس لئے اس کو حقہ، کہا گیا۔ **جذعہ:** اور پانچویں سال میں قدم رکھا ہو تو جذعہ۔ اس پانچویں سال میں دودھ کا دانت گر چکا ہوتا ہے، اس لئے اس کو جذعہ، کہتے ہیں۔ **ثنی:** اور پانچ سال پورے ہو چکے ہو تو ثنی کہتے ہیں۔ ثنی: کا ترجمہ ہے دوبارہ، اس اونٹ کے دودھ کا دانت گر کر دوبارہ نکل آیا ہے اس لئے اس اونٹ کو ثنی، کہتے

وَعِشْرُوْنَ جذْعَةً. ۳؎ وَقَالَ مُحَمَّدَةٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَالشَّافِعِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَثْلَاثًا، ثَلَاثُوْنَ جذْعَةً وَثَلَاثُوْنَ حِقَّةً وَأَرْبَعُوْنَ ثِنْيَةً كُلُّهَا خَلِفَاتٌ فِيْ بُطُوْنِهَا أَوْلَادُهَا، لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَّا أَنَّ قَتِيْلَ خَطَأِ الْعَمْدِ قَتِيْلُ السَّوْطِ وَالْعَصَا وَفِيْهِ مِائَةٌ مِّنَ الْإِبِلِ أَرْبَعُوْنَ مِنْهَا فِيْ بُطُوْنِهَا أَوْلَادِهَا، ۴؎ وَعَنْ عُمَرَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَزَيْدُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ ثَلَاثُوْنَ حِقَّةً وَثَلَاثُوْنَ جِذْعَةً، ۵؎ وَلِأَنَّ دِيَةَ شِبْهِ الْعَمْدِ أَغْلَظُ

ہیں، چونکہ یہ بالکل جوان ہوتا ہے اس لئے اس کی قیمت بہت ہوتی ہے۔

ترجمہ: ۳؎ امام محمد اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ سو اونٹ کی تہائی تہائی اونٹ کفارے میں ہوں گے، چنانچہ تیس جذعہ، تیس حقہ، چالیس ثنیہ، وہ ثنیئے جو سب کے سب حاملے ہوں، اور ان کے پیٹوں میں ان کی اولاد ہوں، حضورؐ کے فرمان کی وجہ سے آگاہ ہو جاو، شبہ عمد کا مقتول وہ کوڑے اور لاٹھی کے مقتول ہیں اور اس میں سو اونٹ ہیں، ان میں سے چالیس ایسے ہوں گے جن کے پیٹوں میں ان کی اولاد ہوں، اور حضرت عمرؓ اور حضرت زید سے منقول ہے کہ تیس حقے، اور تیس جذعے، اور اس لئے کہ شبہ عمد کی دیت زیادہ تغلیظ ہے، اور یہ ایسی صورت میں ہوگی جو ہم نے بیان کیا۔

تشریح: امام شافعیؒ اور امام محمد بیس بیس اونٹ لازم نہیں کرتے، بلکہ تیس تیس اونٹ لازم کرتے ہیں، اور اس کے لئے صحابی کے یہ قول استدلال میں پیش کرتے ہیں

وجہ: امام شافعیؒ کے لئے، صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے کہ۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ..... ثُمَّ قَالَ: " أَلَا إِنَّ دِيَةَ الْخَطَإِ شِبْهِ الْعَمْدِ مَا كَانَ بِالسَّوْطِ وَالْعَصَا مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ: مِنْهَا أَرْبَعُونَ فِي بُطُونِهَا أَوْلَادُهَا (ابو داؤد شریف، باب فی دیۃ الخطاء شبہ العمد ص ۶۷۷ نمبر ۴۵۸۸)

ترجمہ: ۴؎ حضرت عمر اور حضرت زید سے روایت یہ ہے کہ تیس حقہ ہو، اور تیس جذعہ ہو

وجہ: صاحب ھدایہ کا قول صحابی یہ (۱) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ: »فِي شِبْهِ الْعَمْدِ أَثْلَاثٌ ثَلَاثٌ وَثَلَاثُونَ حِقَّةً، وَثَلَاثٌ وَثَلَاثُونَ جَذَعَةً، وَأَرْبَعٌ وَثَلَاثُونَ ثَنِيَّةً إِلَى بَازِلِ عَامِهَا وَكُلُّهَا خَلِفَةٌ (ابو داؤد شریف، باب فی دیۃ الخطاء شبہ العمد ص ۶۷۷ نمبر ۴۵۵۱) (۲) یہ حدیث۔ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، فِي الْمُغَلَّظَةِ أَرْبَعُونَ جَذَعَةً خَلِفَةً، وَثَلَاثُونَ حِقَّةً وَثَلَاثُونَ بَنَاتِ لَبُونٍ، وَفِي الْخَطَإِ ثَلَاثُونَ حِقَّةً، وَثَلَاثُونَ بَنَاتِ لَبُونٍ، وَعِشْرُونَ بَنُو لَبُونٍ ذُكُورٌ، وَعِشْرُونَ بَنَاتِ مَخَاضٍ (ابو داؤد شریف، باب فی دیۃ الخطاء شبہ العمد ص ۶۷۷ نمبر ۴۵۵۴) اس سے امام شافعیؒ اور امام محمدؒ کا مسلک ثابت ہوتا ہے۔

ترجمہ: ۵؎ اور اس لئے کہ شبہ عمد کی دیت زیادہ غلیظ ہے، اور اس کی شدت اسی صورت میں ہو سکتی ہے جو ہم نے بیان کیا

تشریح: امام شافعیؒ نے فرمایا کہ چالیس ثنیہ دیا جائے گا، ثنیہ پانچ سال کا اونٹ ہوتا ہے جو قیمتی ہوتا ہے، اس لئے سو اونٹ

وَذٰلِکَ فِیْمَا قُلْنَا، ۶ وَلَهُمَا قَوْلُهُ عَلَیْهِ السَّلَام فِیْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ، وَمَا رَوَیَاهُ غَیْرُ ثَابِتٍ لِاخْتِلَافِ الصَّحَابَةِ فِیْ صِفَةِ التَّغْلِیْظِ، ۷ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ قَالَ بِالتَّغْلِیْظِ أَرْبَاعًا کَمَا ذَکَرْنَا وَهُوَ کَالْمَرْفُوْعِ فَیُعَارَضُ بِهِ.

میں سے چالیس ثنیہ دینے میں غلظت بہت زیادہ ہے،

ترجمہ: ۶ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل حضورؐ کا قول ہے مومن کی جان میں سو اونٹ ہے۔ اور امام شافعیؒ نے جو روایت کی وہ صحابہ کے اختلاف کی وجہ سے اس طرح کی تغلیظ ثابت نہیں ہے۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل نیچے والی حدیث ہے جس میں ہے کہ قتل خطاء میں سو اونٹ ہے اور بیس بیس ہے۔ اور امام شافعیؒ نے جو حدیث پیش کی ہے اس مقدار کے بارے میں صحابہ کا اختلاف ہے، اس لئے کوئی ایک بات مستحکم طور پر ثابت نہیں ہے

وجہ: امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ ,قَالَ: قَضَی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی دِیَةِ الْخَطَأِ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ ,مِنْهَا عِشْرُونَ حِقَّةً ,وَعِشْرُونَ جَذَعَةً ,وَعِشْرُونَ بَنَاتِ لَبُونٍ ,وَعِشْرُونَ بَنَاتِ مَخَاضٍ ,وَعِشْرُونَ بَنِی مَخَاضٍ (دارقطنی، کتاب الحدود والدیات وغیرہ، ج ۴ ص ۲۲۵، نمبر ۳۳۶۴)

ترجمہ: ۷ حضرت عبداللہ ابن مسعود نے فرمایا کہ دیت میں تغلیظ چوتھائی چوتھائی کر کے ہوگا، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے، اور یہ صحابی کا قول ہے لیکن مرفوع حدیث کی طرح ہے، اس لئے حضرت امام شافعیؒ والی حدیث کے معارض ہے۔ پھر اوپر والی حدیث بھی ہے جس میں اخماسا کا ذکر ہے، یعنی ہر قسم میں سے بیس بیس اونٹ دیدے

وجہ: صاحب ھدایہ نے جو عبداللہ بن مسعود کی روایت پیش کی ہے وہ یہ ہے، جس میں ارباعا کا ذکر ہے۔ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: »فِی شِبْهِ الْعَمْدِ خَمْسٌ وَعِشْرُونَ حِقَّةً، وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ جَذَعَةً، وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ بَنَاتِ لَبُونٍ، وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ بَنَاتِ مَخَاضٍ (ابوداود شریف، باب فی دیۃ الخطاء شبہ العمد، نمبر ۴۵۵۲)(۲)۔ قَالَ: قَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: فِی الْخَطَإِ أَرْبَاعًا خَمْسٌ وَعِشْرُونَ حِقَّةً، وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ جَذَعَةً، وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ بَنَاتِ لَبُونٍ، وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ بَنَاتِ مَخَاضٍ (ابوداؤد شریف، باب فی دیۃ الخطاء شبہ العمد ص ۲۷۷ نمبر ۴۵۵۳) اس حدیث میں اونٹ کی تفصیل ارباعا ہے۔

ترجمہ: (۷۰۲) اور دیت میں تغلیظ صرف اونٹ میں ہوگا

(۲۰۷)(ب)قَالَ وَلَا يَثْبُتُ التَّغْلِيْظُ، إِلَّا فِي الْإِبِلِ خَاصَّةً، ١ لِأَنَّ التَّوْقِيْفَ فِيْهِ فَإِنْ قُضِيَ بِالدِّيَةِ فِيْ غَيْرِ الْإِبِلِ لَمْ يَتَغَلَّظْ لِمَا قُلْنَا،

(۲۰۷۳) قَالَ وَقَتْلُ الْخَطَأِ تَجِبُ بِهِ الدِّيَةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ، وَالْكَفَّارَةُ عَلَى الْقَاتِلِ ١ لِمَا بَيَّنَّا مِنْ قَبْلُ.

ترجمہ: ١ اس لئے کہ حدیث میں صرف اونٹ ہی میں تغلیظ ثابت ہے، چنانچہ اگر اونٹ کے علاوہ میں دیت کا فیصلہ کرے تو تغلیظ نہیں ہوگی، اس کی بنا پر جو ہم نے پہلے کہا (کہ حدیث میں تغلیظ صرف اونٹ میں ہے)

تشریح: حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ اگر دینار دیت دے تو ایک ہزار دینار ہے، درہم دے تو دس ہزار درہم ہے، اس میں کوئی تغلیظ نہیں ہوگی، ہاں اونٹ دیت میں دے تو اس میں اونٹ کے عمر کے حساب سے تغلیظ ہے کیونکہ اونٹ میں حدیث میں تغلیظ ثابت ہے

ترجمہ: (۲۰۷۳) اور قتل خطا میں دیت واجب ہوتی ہے عاقلہ پر اور کفارہ قاتل پر۔

تشریح: دیت اور کفارہ کے بارے میں اوپر آیت گزر چکی ہے۔ عاقلہ پر دیت لازم ہونے کا قاعدہ یہ ہے کہ جو دیت براہ راست قاتل پر لازم ہو وہ اس کے خاندان پر لازم ہوتی ہے جیسے قتل خطا کی دیت براہ راست قاتل پر لازم ہوتی ہے۔ اس لئے یہ اس کے خاندان پر لازم ہوگی۔ قتل شبہ عمد کی دیت بھی براہ راست قاتل پر لازم ہوتی ہے اس لئے وہ بھی قاتل کے خاندان پر لازم ہوگی۔ اس لئے کہ انہوں نے قاتل کو قتل سے روکا نہیں، اور اگر قاتل پر قتل عمد کی وجہ سے قصاص لازم تھا، لیکن مال پر صلح کر لی، یا کسی وجہ سے مال پر آ گیا تو چونکہ اس میں قصاص تھا اس لئے یہ مال بھی خود قاتل کے مال سے دیا جائے گا، عاقلہ پر نہیں ہوگا

وجہ: حدیث میں ہے۔، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ امْرَأَتَيْنِ، مِنْ هُذَيْلٍ قَتَلَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا زَوْجٌ وَوَلَدٌ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيَةَ الْمَقْتُولَةِ عَلَى عَاقِلَةِ الْقَاتِلَةِ، (ابوداؤد شریف، باب دیۃ الجنین، ص ۶۷۷، نمبر ۴۵۷۵ / بخاری شریف، باب جنین المرأۃ وان العقل علی الوالد وعصبۃ الوالد الخ، ص ۱۰۲۰، نمبر ۶۹۰۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قتل خطاء میں دیت قاتل کے عاقلہ پر ہے۔

نوٹ: قتل عمد میں قاتل پر قصاص لازم ہوتا ہے دیت لازم نہیں ہوتی ہے بلکہ بعد میں قصاص کے بدلے دیت اور مال پر صلح کر لے تو لازم ہوگی۔ اس لئے یہ قاتل کے عاقلہ اور خاندان پر لازم نہیں ہوگی۔ اسی طرح قتل خطا کے بدلے کسی مال پر صلح کر لے یا کسی مال کا اعتراف کرے تو یہ قاتل کے اعتراف کرنے یا صلح کرنے کی وجہ سے مال لازم ہوا اس لئے اس کے خاندان پر لازم نہیں ہوگا۔ اسی طرح غلام پر دیت لازم ہو تو وہ اس کے خاندان پر لازم نہیں ہوگی بلکہ اس کا آقا ادا کرے گا۔

وجہ: اس قول صحابی میں ہے۔ عن عمرؓ قال العمد والعبد والصلح والاعتراف لا یعقل العاقلۃ (سنن للبیہقی، باب من قال لا تحمل العاقلۃ عمدا ولا عبدا ولا صلحا ولا اعترافا ج ثامن، ص ۱۸۱، نمبر ۱۶۳۵۹) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ قتل

(۷۰۴) قَالَ وَالدِّيَةُ فِي الْخَطَأِ مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ أَخْمَاسًا، عِشْرُوْنَ بِنْتَ مَخَاضٍ وَعِشْرُوْنَ بِنْتَ لَبُوْنٍ وَعِشْرُوْنَ اِبْنَ مَخَاضٍ وَعِشْرُوْنَ حِقَّةً وَعِشْرُوْنَ جِذْعَةً، ۱ وَهٰذَا قَوْلُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، وَإِنَّمَا أَخَذْنَا نَحْنُ وَالشَّافِعِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ بِهٖ لِرِوَايَتِهٖ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَضٰى فِيْ قَتِيْلٍ قُتِلَ خَطَأً أَخْمَاسًا عَلٰى نَحْوِ مَا قَالَ، وَلِأَنَّ مَا قُلْنَاهُ أَخَفُّ فَكَانَ أَلْيَقُ بِحَالَةِ الْخَطَأِ، لِأَنَّ الْخَاطِئَ مَعْذُوْرٌ، ۲ غَيْرَ أَنَّ عِنْدَ الشَّافِعِيِّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يُقْضٰى بِعِشْرِيْنَ ابْن لَبُوْنٍ مَكَانَ ابْنِ مَخَاضٍ، وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَا رَوَيْنَاهُ.

عمد، مال صلح، مال اعتراف اور غلام پر لازم ہونے والا مال عاقلہ پر لازم نہیں ہے۔

ترجمہ: (۷۰۴) قتل خطا میں دیت سو اونٹ ہیں پانچ طرح کے اونٹ سے۔ بیس بنت مخاض اور بیس بنت لبون بیس ابن مخاض اور بیس حقہ اور بیس جذعہ۔

ترجمہ: ۱ یہ عبد اللہ بن مسعود کا قول ہے، اور ہم نے اور امام شافعیؒ نے عبد اللہ بن مسعود کے قول کو اس لئے لیا کہ حضور ﷺ نے قتل خطاء میں اخماسا فیصلہ فرمایا تھا، جیسا کہ کہا گیا ہے۔ اور اس وجہ سے بھی کہ یہ ہلکا ہے اور خطاء کرنے والے کی حالت کے مطابق ہے، اس لئے کہ غلطی کرنے والا معذور ہے

تشریح: اوپر قتل شبہ عمد کی دیت کا تذکرہ تھا جو غلیظ تھی، اب یہاں قتل خطاء کی دیت کا ذکر ہے، جس میں ہے تو سو اونٹ ہی البتہ عمر کے اعتبار سے اور قیمت کے اعتبار سے تھوڑا ہلکا ہے۔ اور ہلکا ہونے کہ وجہ یہ ہے کہ غلطی سے قتل کرنے والا معذور ہے۔

وجہ: حدیث میں ہے۔ عن عبد اللہ بن مسعودؓ قال قال رسول الله ﷺ فی دیة الخطاء عشرون حقة وعشرون جذعة وعشرون بنت مخاض وعشرون بنت لبون وعشرون بنی مخاض ذکر (ابوداؤد شریف، باب الدیۃ کم ھی؟ ص ۷۷۲ نمبر ۴۵۴۵ رنسائی شریف ذکر اسنان دیۃ الخطاء ص ۶۶۲ نمبر ۴۸۰۶) اس حدیث سے قتل خطا میں اونٹ کی تعداد کا پتا چلا۔

ترجمہ: ۲ یہ اور بات ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک ابن مخاض کی جگہ بیس ابن لبون لازم ہوگا، اور ان پر حجت وہ ہے جس کو ہم نے بیان کیا

تشریح: حضرت امام شافعیؒ نے بھی یہی عبد اللہ بن مسعود کی روایت کو لیا ہے، البتہ وہ ابن مخاض کے بجائے، بیس ابن لبون لازم کرتے ہیں جو ابن مخاض سے ایک سال بڑا ہوتا ہے

ترجمہ: (۷۰۵) اور سونے سے ایک ہزار دینار اور چاندی سے دس ہزار درہم

(۷۰۵) قَالَ وَمِنَ الْعَيْنِ أَلْفُ دِيْنَارٍ وَمِنَ الْوَرَقِ عَشَرَةُ آلافِ دِرْهَمٍ، ۱؎ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ مِنَ الْوَرَقِ اِثْنَا عَشَرَ أَلْفًا لِمَا رَوَى ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَضٰى بِذٰلِکَ،

تشریح: دیت اصل میں اونٹ سے متعین تھی کیونکہ عرب میں اونٹ ہی ہوتے تھے۔لیکن اس کی قیمت لگا کر سونا، چاندی، گائے، بکری اور حلے متعین کئے گئے۔شروع میں سو اونٹ کی قیمت آٹھ سو دینار یا آٹھ ہزار درہم تھے۔بعد میں اونٹ مہنگے ہونے کی وجہ سے دیت میں اس کی قیمت ایک ہزار دینار یا بارہ ہزار درہم یا دوسو گائیں یا دو ہزار بکریاں یا دوسو حلے لازم کئے۔ البتہ امام ابو حنیفہؒ حضرت عمرؓ کے فیصلے کی وجہ سے نہ آٹھ ہزار درہم رکھا اور نہ بارہ ہزار درہم رکھا بلکہ دونوں کے درمیان دس ہزار درہم متعین کیا۔باقی قسموں کی تعداد وہی ہے جو صاحبینؒ کا مسلک ہے۔

وجہ: (۱) حدیث میں پوری بات یہ ہے۔عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: " كَانَتْ قِيمَةُ الدِّيَةِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَمَانَ مِائَةِ دِينَارٍ أَوْ ثَمَانِيَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ، وَدِيَةُ أَهْلِ الْكِتَابِ يَوْمَئِذٍ النِّصْفُ مِنْ دِيَةِ الْمُسْلِمِينَ "، قَالَ: فَكَانَ ذَلِکَ كَذَلِکَ حَتَّى اسْتُخْلِفَ عُمَرُ رَحِمَهُ اللَّهُ، فَقَامَ خَطِيبًا فَقَالَ: أَلَا إِنَّ الْإِبِلَ قَدْ غَلَتْ، قَالَ: فَفَرَضَهَا عُمَرُ عَلَى أَهْلِ الذَّهَبِ أَلْفَ دِينَارٍ، وَعَلَى أَهْلِ الْوَرِقِ اثْنَيْ عَشَرَ أَلْفًا، وَعَلَى أَهْلِ الْبَقَرِ مِائَتَيْ بَقَرَةٍ، وَعَلَى أَهْلِ الشَّاءِ أَلْفَيْ شَاةٍ، وَعَلَى أَهْلِ الْحُلَلِ مِائَتَيْ حُلَّةٍ، قَالَ: وَتَرَکَ دِيَةَ أَهْلِ الذِّمَّةِ لَمْ يَرْفَعْهَا فِيمَا رَفَعَ مِنَ الدِّيَةِ (ابو داؤد شریف، باب الدیۃ کم ھی؟ ص ۶۷۲ نمبر ۴۵۴۲ / نسائی شریف، ذکر الاختلاف علی خالد الحذاء ص ۶۶۲ نمبر ۴۸۰۵ / ترمذی شریف، باب ما جاء فی الدیۃ کم ھی من الدراھم ص ۲۵۸ نمبر ۱۳۸۸) اس سے تمام دیات کا علم ہوا۔اس حدیث میں بارہ ہزار درہم کا تذکرہ ہے۔لیکن دوسرے اثر میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے دس ہزار درہم کا فیصلہ فرمایا۔(۲) اس قول صحابی میں ہے کہ دس ہزار درہم دیت ہے۔عَنْ عَبِيدَةَ السَّلْمَانِيِّ، قَالَ: »وَضَعَ عُمَرُ الدِّيَاتِ فَوَضَعَ عَلَى أَهْلِ الذَّهَبِ أَلْفَ دِينَارٍ، وَعَلَى أَهْلِ الْوَرِقِ عَشَرَةَ آلَافٍ، وَعَلَى أَهْلِ الْإِبِلِ مِائَةً مِنَ الْإِبِلِ، وَعَلَى أَهْلِ الْبَقَرِ مِائَتَيْ بَقَرَةٍ مُسِنَّةٍ، وَعَلَى أَهْلِ الشَّاءِ أَلْفَيْ شَاةٍ، وَعَلَى أَهْلِ الْحُلَلِ مِائَتَيْ حُلَّةٍ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب الدیۃ کم تکون، نمبر ۲۶۷۲۷) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ دیت دس ہزار درہم ہے۔

ترجمہ: ۱؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ درہم دینا ہو تو بارہ ہزار درہم دیں، اس لئے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے اسی بارہ ہزار درہم کا فیصلہ فرمایا تھا

وجہ: اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے بارہ ہزار درہم کا فیصلہ فرمایا۔عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ: قَتَلَ مَوْلًى لِبَنِي عَدِيِّ بْنِ كَعْبٍ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دِيَتِهِ اثْنَيْ عَشَرَ أَلْفَ دِرْهَمٍ (مصنف عبد الرزاق، باب کیف امر الدیۃ، نمبر ۱۷۲۷۳)

۲ وَلَنَا مَا رُوِىَ عَنْ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَضٰى بِالدِّيَةِ فِىْ قَتِيْلٍ بِعَشَرَةِ الَافِ دِرْهَمٍ، وَتَأْوِيْلُ مَا رُوِىَ أَنَّهُ قَضٰى مِنْ دَرَاهِمَ كَانَ وَزْنُهَا وَزْنَ سِتَّةٍ وَقَدْ كَانَتْ كَذٰلِكَ.

(۷۰٦) قَالَ وَلَا تَثْبُتُ الدِّيَةُ إِلَّا مِنْ هٰذِهِ الْأَنْوَاعِ الثَّلَاثَةِ ۱ عِنْدَ أَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، وَقَالَ مِنْهَا وَمِنَ الْبَقَرِ مِائَتَا بَقَرَةٍ وَمِنَ الْغَنَمِ أَلْفَا شَاةٍ وَمِنَ الْحُلَلِ مِائَتَا حُلَّةٍ كُلُّ حُلَّةٍ ثَوْبَانِ، لِأَنَّ عُمَرَ رَضِىَ

ترجمه: ۲ ہماری دلیل حضرت عمرؓ کا فیصلہ ہے کہ حضورؐ نے ایک مقتول کے بارے میں دس ہزار درہم کا فیصلہ کیا، اور امام شافعیؒ نے جو حدیث پیش کی ہے اس کی تاویل یہ ہے کہ وہ چھوٹا درہم وزن ستہ والا درہم تھا، اور شروع زمانے میں ایسا ہی تھا

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانے میں دس ہزار درہم کا فیصلہ کیا تھا، جس کا ذکر اوپر گزرا۔ اور جو حدیث امام شافعیؒ نے پیش کی اس میں بارہ ہزار درہم اس لئے ہو گیا کہ وہ درہم چھوٹا تھا، دس درہم کو وزن کریں تو چھ مثقال بنتا تھا۔

نوٹ: اس وقت جو درہم رائج ہے اس کو درہم وزن سبعہ، کہتے ہیں، یعنی دس درہم کا وزن 7 مثقال ہوتا ہے، اور ایک درہم کا 0.7 مثقال، اس کا گرام بنتا ہے 3.0618 گرام، اور تولہ بنتا ہے، 0.2625 تولہ

اور دس ہزار درہم دیت کا گرام بنے گا 30618 گرام، یا 2625 تولہ بنے گا

اور وزن ستہ کا مطلب ہے کہ دس درہم کا وزن 6 مثقال ہوگا، اور ایک درہم کا وزن 0.6 مثقال ہوگا، اس کا گرام بنتا ہے 2.6244 گرام، اور تولہ بنتا ہے 0.225 تولہ

اب دس ہزار درہم دیت کے گرام 30618 گرام میں 2.6244 گرام سے تقسیم دیں تو 11666.66 درہم یعنی گیارہ ہزار چھ سو چھیاسٹھ درہم وزنہ ستہ کے اعتبار سے دیت بنتی ہے۔ بہر حال بارہ ہزار درہم نہیں بنتی ہے

ترجمه: (۷۰٦) اور نہیں ثابت ہے دیت مگر انہیں تین قسموں سے

ترجمه: ۱ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ نے فرمایا ان سے بھی دیت ہے اور گائے میں دو سو گائیں اور بکری سے دو ہزار بکریاں اور حلے سے دو سو حلے، ہر حلہ دو کپڑوں کا۔ ہر حلہ دو کپڑے پر شامل ہو، اس لئے کہ حضرت عمرؓ نے ہر مال میں سے اسی طرح فیصلہ کیا ہے

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک صرف درہم، دینار، اور اونٹ سے دیت دی جائے گی، لیکن صاحبینؒ کے نزدیک اس کے علاوہ گائے دینی ہو تو دو سو گائیں، بکری دینی ہو تو دو ہزار بکریاں، اور کپڑا دینا ہو تو دو سو حلے دے سکتے ہیں

وجه :(۱) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے جس میں گائے، بکری اور حلے کا ذکر ہے۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: " كَانَتْ قِيمَةُ الدِّيَةِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَمَانَ مِائَةِ دِينَارٍ أَوْ ثَمَانِيَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ، وَدِيَةُ أَهْلِ الْكِتَابِ يَوْمَئِذٍ النِّصْفُ مِنْ دِيَةِ الْمُسْلِمِينَ "، قَالَ: فَكَانَ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ حَتَّى

اللّٰهُ عَنْهُ هٰكَذَا جَعَلَ عَلٰى أَهْلِ كُلِّ مَالٍ مِنْهَا، ٢ وَلَهُ أَنَّ التَّقْدِيْرَ إِنَّمَا يَسْتَقِيْمُ بِشَيْءٍ مَّعْلُوْمِ الْمَالِيَّةِ وَهٰذِهِ الْأَشْيَاءُ مَجْهُوْلَةُ الْمَالِيَّةِ، وَلِهٰذَا لَا يُقَدَّرُ بِهَا ضَمَانٌ، وَالتَّقْدِيْرُ بِالْإِبِلِ عُرِفَ بِالْآثَارِ الْمَشْهُوْرَةِ عَدَمْنَاهَا فِيْ غَيْرِهَا، ٣ وَذُكِرَ فِي الْمَعَاقِلِ أَنَّهُ لَوْ صَالَحَ عَلَى الزِّيَادَةِ عَلٰى مِائَتَيْ حُلَّةٍ أَوْ مِائَتَيْ بَقَرَةٍ لَا يَجُوْزُ، وَهٰذَا اٰيَةُ التَّقْدِيْرِ بِذٰلِكَ، ثُمَّ قِيْلَ هُوَ قَوْلُ الْكُلِّ فَيَرْتَفِعُ الْخِلَافُ، وَقِيْلَ هُوَ قَوْلُهُمَا.

اسْتُخْلِفَ عُمَرُ رَحِمَهُ اللّٰهُ، فَقَامَ خَطِيبًا فَقَالَ: أَلَا إِنَّ الْإِبِلَ قَدْ غَلَتْ، قَالَ: فَفَرَضَهَا عُمَرُ عَلَى أَهْلِ الذَّهَبِ أَلْفَ دِينَارٍ، وَعَلَى أَهْلِ الْوَرِقِ اثْنَيْ عَشَرَ أَلْفًا، وَعَلَى أَهْلِ الْبَقَرِ مِائَتَيْ بَقَرَةٍ، وَعَلَى أَهْلِ الشَّاءِ أَلْفَيْ شَاةٍ، وَعَلَى أَهْلِ الْحُلَلِ مِائَتَيْ حُلَّةٍ، قَالَ: وَتَرَكَ دِيَةَ أَهْلِ الذِّمَّةِ لَمْ يَرْفَعْهَا فِيمَا رَفَعَ مِنَ الدِّيَةِ (ابوداؤدشریف، باب الدیۃ کم ھی؟ ص ۶۷۷ نمبر ۴۵۴۲ رنسائی شریف، ذکر الاختلاف علی خالد الحذاء ص ۶۶۲ نمبر ۴۸۰۵ رترمذی شریف، باب ماجاء فی الدیۃ کم ھی من الدراھم ،ص ۲۵۸، نمبر ۱۳۸۸)

ترجمہ: ٢ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ ایسی چیز سے اندازہ لگانا درست ہوگا جس کی قیمت معلوم ہو، اوران چیزوں (دو سوگائے ، دو ہزار بکری، دوسو حلے) کی قیمت معلوم نہیں ہے، اسی لئے اس سے ضمان دینا صحیح نہیں ہے، اوراونٹ سے جو دیت دی گئی ہے وہ مشہور احادیث سے ثابت ہے، اس لئے اس کے علاوہ سے ہم نے نہیں لیا ہے

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ (دوسوگائے، دو ہزار بکری، دوسو حلے) کی قیمت مجہول ہے، حالانکہ ایسی چیز سے دیت دینی چاہئے جس کی قیمت معلوم ہو، یہی وجہ ہے کہ کسی چیز کا ضمان دینا ہو تو ان چیزوں سے ضمان دینا جائز نہیں ہے، اور اونٹ کی قیمت بھی معلوم نہیں ہے، اس لئے دیت میں وہ بھی نہیں ہونا چاہئے ،لیکن چونکہ مشہور حدیث سے اونٹ کی دیت ثابت ہے اس لئے ہم نے اونٹ سے دیت کو لیا، اور باقی میں نفی کر دی۔

ترجمہ: ٣ امام محمدؒ کتاب المعاقل میں ذکر کیا ہے کہ اگر دوسو حلے سے زائد پر یا دوسوگائے سے زائد پر صلح کیا تو جائز نہیں ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ شرعا وہ مقدر ہے، پھر یہ کہا گیا کہ سب کا مذہب یہی ہے، اس صورت میں اختلاف نہیں رہے گا، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ رائے صرف صاحبینؒ کا ہے

تشریح: صاحب ھدایہ فرماتے ہیں کہ کتاب المعاقل میں یہ لکھا ہے کہ اگر دوسو حلے سے زیادہ، یا دوسوگائے سے زیادہ پر صلح کی تو یہ جائز نہیں ہے، اس عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے یہاں یہی چیز شرعا متعین ہے، پھر بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ تینوں حضرات امام ابوحنیفہؒ امام ابو یوسف، اور امام محمد کا قول ہے، اس صورت میں کسی کا اختلاف نہیں رہے گا، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ رائے صرف صاحبینؒ کا ہے۔

ترجمہ: (۷۰۷) عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے

(۷۰۷) قَالَ وَدِيَةُ الْمَرْأَةِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ دِيَةِ الرَّجُلِ، ۱ وَقَدْ وَرَدَ هٰذَا اللَّفْظُ مَوْقُوْفًا عَلٰى عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَمَرْفُوْعًا إِلَى النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامِ، ۲ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ مَا دُوْنَ الثُّلُثِ لَا يَتَنَصَّفُ، وَإِمَامُهُ فِيْهِ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رضِيَ اللّٰه عَنْهُ وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَا رَوَيْنَاهُ بِعُمُوْمِهِ ۳ وَلِأَنَّ حَالَهَا أَنْقَصُ مِنْ حَالِ الرَّجُلِ وَمَنْفَعَتَهَا أَقَلُّ، وَقَدْ ظَهَرَ أَثْرُ النُّقْصَانِ فِي التَّنْصِيْفِ فِي النَّفْسِ فَكَذَا

ترجمه: ۱ یہ دیت قول صحابی سے بھی ثابت ہے اور حدیث سے بھی ثابت ہے

تشریح: یہاں دو قسم کی دیت ہے، ایک ہے پوری جان کی دیت قتل خطاء میں، اور دوسری ہے عورت کے اعضاء کی دیت۔ تو فرماتے ہیں کہ عورت کی جان کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے، یعنی اگر مرد کی دیت ایک ہزار دینار ہے تو عورت کی دیت پانچ سو دینار ہوگی۔ اور مرد کے ہاتھ کی دیت پانچ سو دینار ہے تو عورت کی دیت اس سے آدھی ڈھائی سو دینار ہوگی

وجه: (۱) صاحب ھدایہ کی اس حدیث میں ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " دِيَةُ الْمَرْأَةِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ دِيَةِ الرَّجُلِ (بیہقی کبری، باب ماجاء فی دیۃ المراۃ، ج ۸، ص ۱۶۶، نمبر ۱۶۳۰۵) صاحب ھدایہ کے قول صحابی، یعنی موقوف حدیث۔ وَكَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ، يَقُولُ: »فِي دِيَةِ الْمَرْأَةِ فِي الْخَطَأِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ دِيَةِ الرِّجَالِ إِلَّا السِّنَّ وَالْمُوضِحَةَ فَهُمَا فِيهِ سَوَاءٌ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی جراحات الرجال والنساء، نمبر ۲۷۴۹۷) اس قول صحابی میں ہے کہ عورت کی دیت مرد سے آدھی ہے۔

ترجمه: ۲ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ دیت تہائی سے کم ہو تو اس میں آدھا نہیں ہے، اور اس بارے میں حضرت زید بن ثابت امام ہیں، اور ان پر حجت اس حدیث کا عموم ہے جس کو ہم نے بیان کیا

تشریح: امام شافعیؒ نے فرمایا کہ عورت کی دیت مرد سے آدھی ہے، لیکن اگر کسی عضو کی دیت تہائی دیت سے کم ہو تو اس میں مرد کی دیت سے آدھی نہیں ہوگی، ان کی دلیل حضرت زید بن ثابت کا قول ہے، لیکن حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس حدیث ہے اور امام شافعیؒ کی دلیل قول صحابی ہے اس لئے ہماری حدیث حضرت امام شافعیؒ پر حجت ہوگی

وجه: حضرت امام شافعیؒ کا زید بن ثابت کا قول یہ ہے . وَكَانَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، يَقُولُ: دِيَةُ الْمَرْأَةِ فِي الْخَطَأِ مِثْلُ دِيَةِ الرَّجُلِ حَتَّى تَبْلُغَ ثُلُثَ الدِّيَةِ، فَمَا زَادَ فَهُوَ عَلَى النِّصْفِ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی جراحات الرجال و النساء، نمبر ۲۷۴۹۷)

ترجمه: ۳ دوسری وجہ یہ ہے کہ عورت کی حالت مرد کی حالت سے کم ہے، اور عورت کا نفع بھی کم ہے، اور جان میں آدھی ہے تو عضو میں بھی آدھی ہوگی، اور جز میں بھی آدھی ہوگی، جان پر قیاس کرتے ہوئے، اور تہائی دیت ہو یا اس سے بھی زیادہ ہو ہر صورت میں آدھی دیت ہوگی

فِيْ أَطْرَافِهَا وَأَجْزَائِهَا اِعْتِبَارًا بِهَا، وَبِالثُّلُثِ وَمَا فَوْقَهُ.

(۷۰۸) قَالَ وَدِيَةُ الْمُسْلِمِ وَالذِّمِّيِّ سَوَاءٌ ۱؎ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ دِيَةُ الْيَهُوْدِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ أَرْبَعَةُ آلَافِ دِرْهَمٍ، وَدِيَةُ الْمَجُوْسِيِّ ثَمَانُ مِائَةِ دِرْهَمٍ، ۲؎ وَقَالَ مَالِكٌ دِيَةُ الْيَهُوْدِيِّ

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے، کہ عورت کا نفع کم ہے اسی وجہ سے اس کی جان کی دیت آدھی ہے، تو اسی پر قیاس کرتے ہوئے عضو میں بھی دیت آدھی ہوگی، اور تہائی دیت سے کم ہو یا زیادہ ہو ہر صورت میں دیت آدھی ہونی چاہئے۔

ترجمہ: (۷۰۸) مسلمان اور ذمی کی دیت برابر ہے۔

تشریح: جو کافر دار الاسلام میں ٹیکس دے کر رہتا ہو اس کو ذمی کہتے ہیں اس کو قتل خطاء کر دے تو اس کی دیت مسلمان ہی کی طرح سو اونٹ یا ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم ہے۔

وجہ: (۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ ,أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: دِيَةُ ذِمِّيٍّ دِيَةُ مُسْلِمٍ (دار قطنی، کتاب الحدود و الدیات وغیرہ، ج ۴، ص ۱۷۵، نمبر ۳۲۸۷ / سنن للبیہقی، باب دیۃ اھل الذمۃ ج ثامن، ص ۱۷۸، نمبر ۱۶۳۵۲) (۲) ان ابا بکرؓ وعمرؓ کانا یجعلان دیة الیهودی والنصرانی اذا کانا معاهدین دیة الحر المسلم (دار قطنی، کتاب الحدود والدیات ج ثالث ص ۹۸ نمبر ۳۲۱۷) اس حدیث اور قول صحابی سے معلوم ہوا کہ ذمی کی دیت مسلمان کی طرح ہے۔

ترجمہ: ۱؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ یہودی اور نصرانی کی دیت چار ہزار درہم ہے۔ اور مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم ہے

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہودی اور نصرانی ذمی ہو تو اس کو آدھی دیت یعنی آٹھ ہزار کا آدھا چار ہزار درہم اور مجوسی ذمی ہو تو اس کو آٹھ سو درہم دیت ملے گی۔

وجہ: صاحب ھدایہ کا قول صحابی یہ ہے، جس میں ہے کہ یہودی اور عیسائی کی دیت چار ہزار درہم ہے، اور مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم ہے (۱) عن عمرؓ قال دیة الیهودی والنصرانی اربعة آلاف والمجوسی ثمان مائة (دار قطنی، کتاب الحدود والدیات ج ثالث، ص ۹۸ نمبر ۳۲۲۰ / سنن للبیہقی، باب دیۃ اھل الذمۃ ج ثامن، ص ۱۷۵، نمبر ۱۶۳۳۸) (۲) حدیث میں ہے۔ عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده عن النبی ﷺ قال دیة المعاهد نصف دیة الحر (ابوداؤد شریف، باب فی دیۃ الذمی ص ۲۸۲ نمبر ۴۵۸۳ / ترمذی شریف، باب ماجاء فی دیۃ الکفار ص ۲۶۰ نمبر ۱۴۱۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذمی کی دیت مسلمان کی دیت سے آدھی ہوگی

ترجمہ: ۲؎ حضرت امام مالکؒ نے فرمایا کہ یہودی اور نصرانی کی دیت چھ ہزار درہم ہوگی، کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کافر کی دیت مسلمان کی دیت سے آدھی ہوگی، اور مسلمان کی کل دیت امام مالکؒ کے نزدیک بارہ ہزار ہے، اس لئے اس کی

وَالنَّصْرَانِيِّ سِتَّةُ آلافِ دِرْهَمٍ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلام عَقْلُ الْكَافِرِ نِصْفُ عَقْلِ الْمُسْلِمِ وَالْكُلُّ عِنْدَهُ إِثْنَا عَشَرَ أَلْفًا، ۳؎ وَلِلشَّافِعِيِّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ مَا رُوِيَ أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلام جعَلَ دِيَةَ النَّصْرَانِيِّ وَالْيَهُودِيِّ أَرْبَعَةَ آلافِ دِرْهَمٍ وَدِيَةُ الْمَجُوسِيِّ ثَمَانَ مِائَةِ دِرْهَمٍ، ۴؎ وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلام دِيَةُ كُلِّ ذِيْ عَهْدٍ فِيْ عَهْدِهِ أَلْفُ دِيْنَارٍ، وَكَذٰلِكَ قَضٰى أَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ۵؎ وَمَا رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ لَمْ يُعْرَفْ رَاوِيْهِ وَلَمْ يُذْكَرْ فِيْ كُتُبِ الْحَدِيْثِ، وَمَا رَوَيْنَاهُ أَشْهَرُ مِمَّا رَوَاهُ مَالِكٌ فَإِنَّهُ ظَهَرَ بِهِ عَمَلُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

آدھی دیت چھ ہزار ہوگی۔

وجہ: (۱) امام مالک والی حدیث یہ ہے۔عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »عَقْلُ الْكَافِرِ نِصْفُ عَقْلِ الْمُؤْمِنِ (نسائی شریف، باب کم دیۃ الکافر، نمبر ۴۸۰۷، ترمذی شریف، باب ماجاء فی دیۃ الکافر، نمبر ۱۴۱۳) (۲) اس حدیث میں ہے کہ مسلمان کی دیت بارہ ہزار ہے تو اس کی آدھی چھ ہزار ہوگی۔عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ،...، وَعَلَى أَهْلِ الْوَرِقِ اثْنَىْ عَشَرَ أَلْفًا، (ابوداود شریف، باب الدیۃ کم ھی؟ ص ۲۷۷ نمبر ۴۵۴۲/ نسائی شریف، ذکر الاختلاف علی خالد الحذاء ص ۶۶۲ نمبر ۴۸۰۵/ ترمذی شریف، باب ماجاء فی الدیۃ کم ھی من الدراھم ص ۲۵۸ نمبر ۱۳۸۸) (۳) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ »جَعَلَ الدِّيَةَ اثْنَىْ عَشَرَ أَلْفًا (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الدیۃ کم ھی من الدراھم ص ۲۵۸ نمبر ۱۳۸۸)

ترجمہ: ۳؎ امام شافعیؒ کی دلیل یہ روایت ہے کہ حضورؐ نے نصرانی اور یہودی کی دیت چار ہزار دیت متعین کی اور مجوسی کی دیت آٹھ ہزار درہم

تشریح: یہ روایت اوپر گزر چکی ہے

ترجمہ: ۴؎ ہماری دلیل حضورؐ کا قول ہے کوئی ذمی ہماری ذمہ داری میں ہو تو دیت ایک ہزار دینار ہے، اور حضرت ابو بکرؓ نے اور حضرت عمرؓ نے ایسا ہی فیصلہ فرمایا ہے

تشریح: یہ دونوں حدیث اور قول صحابی اوپر گزر چکے ہیں۔

ترجمہ: ۵؎ امام شافعیؒ نے جو روایت کی ہے وہ وہ روایت معروف نہیں ہے، اور حدیث کی کتابوں میں ذکر نہیں ہے، اور ہم نے جو روایت کی ہے وہ امام مالکؒ کی روایت سے زیادہ مشہور ہے، اور زیادہ ظاہر ہے، کیونکہ صحابہ نے بھی اسی کا فیصلہ کیا ہے

تشریح: یہ جو صاحب ھدایہ نے فرمایا کہ امام شافعیؒ کی حدیث مشہور نہیں ہے، ایسی بات نہیں ہے ان کی بھی حدیث کتابوں میں مذکور ہے، اور امام مالکؒ کی حدیث بھی حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے

فَصْلٌ فِیمَا دُوْنَ النَّفْسِ

(۷۰۹) قَالَ فِی النَّفْسِ الدِّیَۃُ وَقَدْ ذَکَرْنَاہُ،

(۷۱۰) قَالَ وَفِی الْمَارِنِ الدِّیَۃُ وَفِی اللِّسَانِ الدِّیَۃُ وَفِی الذَّکَرِ الدِّیَۃُ، ۱؎ وَالْأَصْلُ فِیْہِ مَا رَوٰی سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ أَنَّ النَّبِیَّ عَلَیْہِ السَّلَام قَالَ فِی النَّفْسِ الدِّیَۃُ وَفِی اللِّسَانِ الدِّیَۃُ

فصل فیما دون النفس

ترجمہ: (۷۰۹) غلطی سے جان کر انسان کو قتل کردے تو پوری دیت ہے

ترجمہ: ۱؎ ہم نے پہلے اس کا ذکر کیا ہے

ترجمہ: (۷۱۰)، ناک کے نرمہ میں پوری دیت ہے اور زبان میں پوری دیت ہت اور ذکر میں پوری دیت ہے

ترجمہ: ۱؎ اس دیت کے لازم ہونے کے بارے میں اصل وہ روایت ہے جو حضرت سعید بن مسیّب نے بیان کیا، کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نفس میں پوری دیت ہے، زبان کاٹنے میں پوری دیت ہے، ناک کے نرمے کو کاٹنے میں پوری دیت ہے، اور اسی طرح وہ خط جو حضور ﷺ نے حضرت عمر بن حزم کو لکھا تھا (جس کی وجہ سے پوری دیت یا آدھی دیت لازم کرتے ہیں)

اصول: عضو کاٹنے پر پوری دیت یا آدھی دیت لازم ہونے کا ایک اصول یہ ہے کہ حضور نے، یا صحابہ نے اس عضو کے کاٹنے پر پوری دیت، یا آدھی دیت لازم کی ہو تو اسی حساب سے دیت لازم ہوگی

اصول: دوسرا اصول یہ ہے کہ اس عضو کے کاٹنے پر پوری منفعت ختم ہوگئی ہو تو پوری دیت ہوگی

اصول: یا، یا پوری خوبصورتی ختم ہو جاتی ہو تو اس عضو پر پوری دیت لازم ہوتی ہے،

اصول: یا اس عضو کے کاٹنے سے آدمی کا جینا مشکل ہوتا ہو تب بھی پوری پورے انسان کی دیت لازم ہوگی

تشریح: پوری دیت یا آدھی دیت لازم ہونے میں دو باتوں کا لحاظ ہے۔ ایک تو یہ کہ اگر ایسا عضو کاٹ دیں جس سے آدمی زندہ تو ہے لیکن انسان کی منفعت ختم ہو جائے تو اس سے بھی پوری دیت لازم ہوتی ہے جیسے زبان کاٹ دے یا ذکر کاٹ دے تو ان سے آدمی زندہ تو ہے لیکن بولنے کی منفعت یا جماع کرنے کی منفعت ختم ہوگی تو گویا کہ آدمی ہی نہیں رہا اس لئے اس سے پوری دیت لازم ہوگی۔ دوسری بات یہ ہے کہ۔ ایسا عضو کاٹا جس سے انسان کی خوبصورتی بالکل ختم ہوگئی تو اس سے بھی پوری دیت سواونٹ لازم ہوگی جیسے ناک کاٹ دی یا بھوؤں کے بال بالکل اکھیڑ دیئے یا سر کے بال بالکل اکھیڑ دیئے کہ اب دوبارہ بال نہیں اگ سکتے تو اس سے بھی پوری دیت لازم ہوگی۔ کیونکہ خوبصورتی ختم ہونے کی وجہ سے گویا کہ انسان نہیں رہا۔۔ ور تیسری وجہ یہ ہے کہ حدیث میں یا صحابہ کے فیصلہ میں اس کا ثبوت ہے کہ فلاں جرم میں پوری دیت لازم ہوگی۔ اب سمجھ میں نہ بھی آئے تو پوری دیت لازم ہوگی

وَفِـي الْـمَـارِنِ الـدِّيَةُ، وَهٰـكَذَا هُوَ فِي الْكِتَابِ الَّذِیْ كَتَبَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، ۲ وَالْأَصْـلُ فِـي الْأَطْرَافِ أَنَّهُ إِذَا فَوَّتَ جِنْسَ مَنْفَعَةٍ عَلَى الْكَمَالِ أَوْ أَزَالَ جَمَالًا مَقْصُوْدًا فِي الْآدَمِيِّ عَلَى الْكَمَالِ يَجِبُ كُلُّ الدِّيَةِ لِإِتْلَافِهِ النَّفْسَ مِنْ وَجْهٍ وَهُوَ مُلْحَقٌ بِالْإِتْلَافِ مِنْ

وجه: (۱) صاحب ھدایہ کی حضرت عمر بن حزم کی لمبی حدیث یہ ہے۔ عَـمْـرِو بْـنِ حَـزْمٍ، عَـنْ أَبِيـهِ، عَنْ جَدِّهِ: أَنَّ رَسُـولَ الـلَّـهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَى أَهْلِ الْيَمَنِ كِتَابًا فِيهِ الْفَرَائِضُ وَالسُّنَنُ وَالدِّيَاتُ،...، وَكَانَ فِـي كِتَـابِـهِ أَنَّ مَنِ اعْتَبَطَ مُؤْمِنًا قَتْلًا عَنْ بَيِّنَةٍ، فَإِنَّهُ قَوَدٌ إِلَّا أَنْ يَرْضَى أَوْلِيَاءُ الْمَقْتُولِ، وَأَنَّ فِي النَّفْسِ الدِّيَةَ مِـائَةً مِنَ الْإِبِلِ، وَفِي الْأَنْفِ إِذَا أُوعِبَ جَدْعُهُ الدِّيَةُ وَفِي اللِّسَانِ الدِّيَةُ، وَفِي الشَّفَتَيْنِ الدِّيَةُ وَفِي الْبَيْضَتَيْنِ الـدِّيَةُ، وَفِـي الـذَّكَرِ الدِّيَةُ وَفِي الصُّلْبِ الدِّيَةُ، وَفِي الْعَيْنَيْنِ الدِّيَةُ وَفِي الرِّجْلِ الْوَاحِدَةِ نِصْفُ الدِّيَةِ، وَفِي الْـمَـأْمُـومَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ، وَفِي الْجَائِفَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ، وَفِي الْمُنَقِّلَةِ خَمْسَ عَشْرَةَ مِنَ الْإِبِلِ، وَفِي كُلِّ أُصْبُعٍ مِنْ أَصَـابِـعِ الْيَدِ وَالرِّجْلِ عَشْرٌ مِنَ الْإِبِلِ، وَفِي السِّنِّ خَمْسٌ مِنَ الْإِبِلِ، وَفِي الْمُوضِحَةِ خَمْسٌ مِنَ الْإِبِلِ، وَأَنَّ الـرَّجُـلَ يُـقْتَـلُ بِـالْمَرْأَةِ وَعَلَى أَهْلِ الذَّهَبِ أَلْفُ دِينَا. (نسائی شریف، ذکر حدیث عمر بن حزم فی العقول، نمبر ۴۸۵۳) اس حدیث میں ہے کہ پوری جان میں پوری دیت ہے، اور زبان کاٹ دے تو پوری دیت ہے، اور ذکر کاٹ دے تو پوری دیت ہے، اور ناک کاٹے تب بھی پوری دیت لازم ہوگی (۳) عَـنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: »فِـي الْمَارِنِ الدِّيَةُ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب الانف کم فیہ، ج ۵، ص ۳۵۵، نمبر ۲۶۸۵۲) اس قول تابعی میں ہے کہ ناک کا نرمہ کاٹ دے تب بھی اس میں پوری دیت لازم ہوگی

لغت: المارن: ناک کے اوپر جو نرم حصہ ہوتا ہے اس کو مارن، کہتے ہیں

ترجمہ: ۲ عضو کی دیت کے سلسلے میں اصل قاعدہ یہ ہے کہ اگر اس عضو کے کٹنے سے پورے طور پر نفع ختم ہو جائے، یا آدمی میں جو مقصود خوبصورتی ہے وہ ختم ہو جائے وہ پورے طور پر زائل ہو جائے تو پوری دیت لازم ہوتی ہے، اس لئے کہ ایک طرح سے پوری جان ختم ہوگئی، اور آدمی کی تعظیم کی وجہ سے پورے انسان کو ختم کرنے کے ساتھ لاحق کر دیا گیا ہے، اور اس کی اصل حضورؐ کا فیصلہ ہے کہ، زبان اور ناک کاٹنے میں پوری دیت لازم کی، اس حدیث کی وجہ سے بہت سے مسائل اس پر متفرع ہوتے ہیں، اس لئے ہم کہتے ہیں کہ ناک کاٹنے میں پوری دیت ہے اس لئے کہ پورے طور پر خوبصورتی ختم ہوگئی، جو مقصود ہے، ایسے ہی اگر ناک کا نرم حصہ کاٹا، یا ناک کے دونوں طرف کے حصے کاٹے تو پوری دیت لازم ہوگی

تشریح: یہاں قاعدہ بیان کیا جا رہا ہے کہ حضورؐ نے صرف زبان کاٹنے پر پورے انسان کی دیت لازم کی، کیونکہ زبان کاٹنے سے پورے انسان کو قتل نہیں کیا صرف ایک عضو کاٹا، لیکن زبان کاٹنے سے اب کھا نہیں سکے گا، یا بول نہیں سکے گا، جس

كُلِّ وَجْهِ تَعْظِيْمًا لِلْاٰدَمِيِّ، أَصْلُهُ قَضَاءُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِالدِّيَةِ كُلِّهَا فِي اللِّسَانِ وَالْأَنْفِ. وَعَلٰى هٰذَا يَنْسَحِبُ فُرُوْعٌ كَثِيْرَةٌ فَنَقُوْلُ فِي الْأَنْفِ الدِّيَةُ لِأَنَّهُ أَزَالَ الْجَمَالَ عَلَى الْكَمَالِ وَهُوَ مَقْصُوْدٌ، وَكَذَا إِذَا قَطَعَ الْمَارِنَ أَوِ الْأَرْنَبَةَ لِمَا ذَكَرْنَاهُ، ۳ وَلَوْ قَطَعَ الْمَارِنَ مَعَ الْقَصْبَةِ لَا يُزَادُ عَلٰى دِيَةٍ وَّاحِدَةٍ لِأَنَّهُ عُضْوٌ وَاحِدٌ، ۴ وَكَذَا اللِّسَانُ لِفَوَاتِ مَنْفَعَةٍ مَّقْصُوْدَةٍ وَهُوَ النُّطْقُ، وَكَذَا فِيْ قَطْعِ بَعْضِهٖ إِذَا مَنَعَ الْكَلَامَ لِتَفْوِيْتِ مَنْفَعَةٍ مَّقْصُوْدَةٍ وَإِنْ كَانَتِ الْاٰلَةُ قَائِمَةً،

کی وجہ سے گویا کہ پورے انسان کو مار دیا اس لئے پوری دیت لازم کی، دوسری مثال ہے کہ ناک کا جو نرم حصہ کاٹا تو اس سے سانس لے سکتا ہے، اس سے انسان نہیں مرے گا، لیکن انسان کی خوبصورتی ختم ہوگئی، اس لئے حضورؐ نے پورے انسان کی دیت لازم کی، جس سے قاعدہ یہ نکلا کہ ایسا عضو کاٹا جس سے پوری خوبصورتی ختم ہوگئی تو پوری دیت لازم ہوگی

لغت: المارن: ناک کا نرم حصہ۔ الارنبۃ: نتھیا، ناک کے دونوں طرف جو نرم حصے ہوتے ہیں اس کو ارنبۃ، کہتے ہیں،

ترجمہ: ۳ اور اگر ناک کے نتھنے کے ساتھ ناک کے نرم حصے کو بھی کاٹ دیا تو ایک ہی دیت واجب ہوگی ایک سے زائد نہیں، اس لئے کہ وہ ایک ہی عضو ہے

تشریح: ناک کا نرم حصہ ہوتا ہے، اس کے نیچے قصبہ، یعنی ناک کا سخت حصہ جس کے نیچے ہڈی ہوتی ہے، لیکن وہ ناک ہی ہے اس لئے نرم حصے کے ساتھ ہڈی کا حصہ بھی کاٹ دیا تو ایک ہی دیت واجب ہوگی،

وجہ: کیونکہ دونوں ایک ہی عضو ہے، اور دونوں کے کٹنے سے اتنی ہی خوبصورتی ختم ہوئی ہے جتنی صرف نرم حصے کے کٹنے سے ہوئی تھی

لغت: قصبۃ: کا ترجمہ ہے بانس، یہاں ناک کا نتھنا مراد ہے

ترجمہ: ۴ ایسے ہی اگر زبان کاٹ دی تو پوری دیت لازم ہوگی اس لئے کہ مقصود منفعت ختم ہوگئی، اور وہ ہے بولنا ہے، ایسے ہی اگر زبان کے بعض حصے کو کاٹ دیا، اور اس سے بات کرنا منقطع ہوگیا (تو پوری دیت لازم ہوگی) مقصود منفعت کے فوت ہونے کی وجہ سے، چاہے آلہ (زبان) قائم ہو

تشریح: زبان کو کاٹ دیا تو پوری دیت لازم ہوگی، اور اگر زبان کے بعض حصے کو کاٹ دیا جس سے بات کرنا ناممکن ہوگیا تب بھی پوری دیت لازم ہوگی، کیونکہ زبان کی جو منفعت تھی بات کرنا وہ نہ رہی چاہے زبان کا بعض حصہ موجود ہے، اس لئے اس صورت میں بھی پوری دیت لازم ہوگی

وجہ: عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَى أَهْلِ الْيَمَنِ كِتَابًا فِيهِ الْفَرَائِضُ وَالسُّنَنُ وَالدِّيَاتُ، ...، وَفِي اللِّسَانِ الدِّيَةُ. (نسائی شریف، ذکر حدیث عمر بن حزم فی العقول، نمبر ۴۸۵۳) اس حدیث میں ہے کہ زبان کاٹنے میں پوری دیت ہوگی

۵ وَلَوْ قَدَرَ عَلَى التَّكَلُّمِ بِبَعْضِ الْحُرُوْفِ قِيْلَ يُقَسَمُ عَلٰى عَدَدِ الْحُرُوْفِ، وَقِيْلَ عَلٰى عَدَدِ حُرُوْفٍ تَتَعَلَّقُ بِاللِّسَانِ فَبِقَدْرِ مَالَا يَقْدِرُ يَجِبُ وَقِيْلَ ان قدر عَلٰى اَدَاءِ اكثرها يجب حكومة عدل لحصول الافهام مَعَ الْاِخْتِلَالِ، وَإِنْ عَجِزَ عَنْ أَدَاءِ الْأَكْثَرِ يَجِبُ كُلُّ الدِّيَةِ، لِأَنَّ الظَّاهِرَ أَنَّهُ لَا تَحْصُلُ مَنْفَعَةُ الْكَلَامِ، ٦ وَكَذَا الذَّكَرُ، لِأَنَّهُ يَفُوْتُ بِهِ مَنْفَعَةُ الْوَطْيِ وَالْإِيْلَادِ وَاسْتِمْسَاكِ الْبَوْلِ

ترجمه: ۵ اوراگرزبان کاٹنے کی وجہ سےبعض حروف بولنے پرقادر ہےتوبعض حضرات نے فرمایا کہ حروف کی تعداد پر تقسیم کیا جائے گا۔اوربعض دوسرے حضرات نے فرمایا کہ زبان کے ساتھ تعلق رکھنے والے حروف ہیں اس پر دیت تقسیم کی جائے گا،اوربعض تیسرے حضرات نے فرمایا کہ اگرا کثرحروف نکلتے ہوں توعادل آدمی جوفیصلہ کرے اتنی دیت واجب ہوگی، اس لئے کہ خلل کے ساتھ بات سمجھا تو سکتا ہے،اوراگرا کثر کے ادا کرنے سے عاجز ہوتوپوری دیت واجب ہوگی،اس لئے کہ ظاہر یہی ہے کہ بات کرنے کا نفع حاصل نہیں ہوگا

تشریح: پوری زبان تونہیں کاٹی،لیکن اس کا بعض حصہ کاٹ دیا تواس کی دیت کے بارے میں چار قول ہیں۔ا۔پہلا قول یہ ہے کہ،اگربعض حروف زبان سے نکلتے ہوں تو یہ دیکھا جائے گا کتنے حروف نکلتے ہیں اور کتنے حروف نہیں نکلتے ہیں،اس پر دیت کا حساب لگایا جائے گا۔مثلا عربی کے ۳۰تیس حروف ہیں،یہ ۳۰ حروف نہ نکلے تو پوری دیت دس ہزار درہم ہے،زبان کٹنے کی وجہ سے ان میں سے ۲۰ حروف نہیں نکل رہے ہیں تو (6666) درہم دیت لازم ہوگی،یہ پہلا قول ہے۔۲۔دوسرا قول یہ ہے کہ منہ سے نکلنے والے حروف دوقسم کے ہیں،کچھ حروف زبان سے نکلتے ہیں،اورکچھ حروف ہونٹوں سے نکلتے ہیں،جو حروف زبان سے نکلتے ہیں ان کا حساب کیا جائے گا،ہونٹوں سے جوحروف نکلتے ہیں ان کا حساب نہیں کیا جائے گا،مثلا ۱۵ پندرہ حروف زبان سے نکلتے ہیں،توان تمام کے نہ نکلنے پر پوری دیت دس ہزار درہم ہے،اب پندرہ میں سے ۸ حروف نہیں نکلتے ہیں تو (5333) درہم دیت لازم ہوگی ۔۳۔تیسرا قول یہ ہے کہ اگرا کثر حروف نکلتے ہوں،اورکچھ تھوڑے سے نہیں نکلتے ہوں توعادل آدمی جوزبان کا ماہر ہووہ جتنی رقم کا فیصلہ کرے وہ دیت لازم ہوگی۔۴۔چوتھا قول یہ ہے کہ اکثر حروف اگر نہ نکلتے ہوں توگویا کہ ظاہر یہ ہے کہ بات کرنے کا نفع ختم ہوگیا ہےاس لئے پوری دیت ہی لازم ہوگی۔

وجه: اس قول تابعی میں ہے کہ حروف کے اعتبار سے فیصلہ کیا جائے گا۔عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: الْحُرُوفُ ثَمَانِيَةٌ وَعِشْرُونَ حَرْفًا، فَمَا قُطِعَ مِنَ اللِّسَانِ فَهُوَ عَلَى مَا نَقَصَ مِنَ الْحُرُوفِ وَرُوِىَ عَنْ مَسْرُوقٍ أَنَّهُ قَالَ: فِي لِسَانِ الْأَخْرَسِ حُكُومَةٌ (سنن بیہقی، باب دیۃ اللسان، ج ۸،ص ۱۵۶،نمبر ۱۶۲۵۷)

ترجمه: ٦ اورایسے ہی ذکر کے کاٹنے سے پوری دیت لازم ہوگی،اس لئے کہ وطی کرنے،بچہ پیدا کرنے،،پیشاب روکنے ،پیشاب کوباہر پھینکنے،منی کوباہر پھینکنا،ذکرکوشرم گاہ میں داخل کرنا جس کی وجہ سے عادۃ حمل ٹھہرتا ہے یہ سب منفعتیں فوت ہوجائیں گی۔

تشریح: ذکر کوکاٹ دے توانسان کی پوری دیت واجب ہوگی،کیونکہ ذکر کٹنے کے بعد انسان کی پوری منفعت ختم ہوگئی۔

وَالرَّمْيِ بِهِ وَدَفْقِ الْمَاءِ وَالْإِيْلَاجِ الَّذِىْ هُوَ طَرِيْقُ الْإِعْلَاقِ عَادَةً، ۷ وَكَذَا فِى الْحَشَفَةِ الدِّيَةُ كَامِلَةٌ، لِأَنَّ الْحَشَفَةَ أَصْلٌ فِىْ مَنْفَعَةِ الْإِيْلَاجِ وَالدَّفْقِ وَالْقَصْبَةُ كَالتَّابِعِ لَهُ.

(۱۱۷) قَالَ وَفِى الْعَقْلِ إِذَا ذَهَبَ بِالضَّرْبِ الدِّيَةُ ۱ لِفَوَاتِ مَنْفَعَةِ الْإِدْرَاكِ، إِذْ بِهٖ يُنْتَفَعُ بِنَفْسِهٖ فِىْ مَعَاشِهٖ وَمَعَادِهٖ،

آگے بتایا کہ ذکر کے ہونے سے یہ چھ فائدے ہیں۔۱۔ذکر سے آدمی وطی کرتا ہے،۔۲۔دوسرا بچہ پیدا کرتا ہے۔۳۔تیسرا، پیشاب روکتا ہے۔۴۔چوتھا پیشاب کو باہر پھینکتا ہے۔۵۔پانچواں منی کو باہر پھینکتا ہے۔۶۔چھٹا ذکر کو شرمگاہ میں داخل کرتا ہے جس کی وجہ سے عادۃ حمل ٹھہرتا ہے۔ذکر کٹ جائے تو یہ چھ فائدے نہیں اٹھا سکیں گے،اور گویا کہ انسانیت ختم ہوگئی،جس کی وجہ سے پوری دیت لازم ہوگی

لغت: ایلاد: ولد سے مشتق ہے، بچہ پیدا کرنا۔دفق الماء: دفق کا ترجمہ گرانا۔دفق الماء، پیشاب کا باہر پھینکنا۔ایلاج: ولج سے مشتق ہے، داخل کرنا۔اعلاق: علق سے مشتق ہے، چمٹنا۔حمل ٹھہرانا۔

ترجمہ: ۷ حشفہ کاٹنے میں پوری دیت ہوگی،اس لئے کہ شرمگاہ میں داخل کرنے کے نفع میں حشفہ اصل ہے،اور منی کو باہر پھینکنے میں،اور ذکر کی جو ڈنڈی ہے وہ حشفہ کے تابع ہے(اس لئے حشفہ کے کاٹنے میں بھی پوری دیت لازم ہوگی)

تشریح: حدیث میں ہے کہ ذکر کاٹنے سے پوری دیت لازم ہوگی،اور ذکر میں اصل حشفہ ہے اسی سے تمام منفعت حاصل ہوتے ہیں،اس لئے حشفہ کے کاٹنے سے بھی پوری دیت لازم ہوگی۔

وجہ: (۱) ذکر کے کاٹنے پر پوری دیت لازم ہوگی اس کی حدیث یہ ہے۔عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَى أَهْلِ الْيَمَنِ كِتَابًا فِيهِ الْفَرَائِضُ وَالسُّنَنُ وَالدِّيَاتُ،...، وَفِى الذَّكَرِ الدِّيَةُ . (نسائی شریف، ذکر حدیث عمر بن حزم فی العقول،نمبر ۴۸۵۳)(۲) حشفہ کے کاٹنے پر پوری دیت لازم ہوگی، حدیث یہ ہے۔عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " فِى اللِّسَانِ الدِّيَةُ إِذَا مَنَعَ الْكَلَامَ، وَفِى الذَّكَرِ الدِّيَةُ إِذَا قُطِعَتِ الْحَشَفَةُ، وَفِى الشَّفَتَيْنِ الدِّيَةُ (بیہقی کبری، باب دیۃ اللسان، ج ۸،ص ۱۵۵،نمبر ۱۶۲۵۲)

الحشفۃ: عضو تناسل کی سپاری۔عضو تناسل کے اوپر کا حصہ

ترجمہ: (۱۱۷) سر پر مارنے سے عقل ختم ہو جائے تو پوری دیت ہے

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ کوئی چیز سمجھنے کا نفع ختم ہو گیا،اس لئے کہ عقل ہی سے آدمی معاش اور آخرت سے فائدہ اٹھاتا ہے

وجہ: اس قول صحابی میں ہے کہ مارنے سے عقل ختم ہو جائے تو پوری دیت لازم ہوگی۔عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ زَيْدٍ، قَالَ: فِى الْعَقْلِ الدِّيَةُ (مصنف ابن ابی شیبۃ، فی العقل،نمبر ۲۷۳۴۹)

(۷۱۲) وَكَذَا إِذَا ذَهَبَ سَمْعُهُ أَوْ بَصَرُهُ أَوْ شَمُّهُ أَوْ ذَوْقُهُ، ١ لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهَا مَنْفَعَةٌ مَقْصُوْدَةٌ، وَقَدْ رُوِىَ أَنَّ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَضٰى بِأَرْبَعِ دِيَاتٍ فِىْ ضَرْبَةٍ وَّاحِدَةٍ ذَهَبَ بِهَا الْعَقْلُ وَالْكَلَامُ وَالسَّمْعُ وَالْبَصَرُ.

(۷۱۳) قَالَ وَفِى اللِّحْيَةِ إِذَا حُلِقَتْ فَلَمْ تَنْبُتْ الدِّيَةُ، ١ لِأَنَّهُ يَفُوْتُ بِهٖ مَنْفَعَةُ الْجَمَالِ،

(۷۱۴) قَالَ وَفِىْ شَعْرِ الرَّأْسِ الدِّيَةُ ١ لِمَا قُلْنَا

ترجمه: (۷۱۲) ایسے ہی پوری دیت لازم ہوگی، اگر سر پر مارنے سے سنائی ختم ہو جائے، نظر ختم ہو جائے، سونگھنا ختم ہو جائے، اور چکھنا ختم ہو جائے

ترجمه: ١ اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک مقصود منفعت ہے، اور حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ مارنے سے عقل ختم ہو گئی، بات کرنا ختم ہو گیا، سننا ختم ہو گیا، اور دیکھنا ختم ہو گیا تو چار دیتیں لازم کیں (اس لئے کہ یہ چاروں منفعت الگ الگ مقصود ہے

وجه: اس قول صحابی میں ہے کہ حضرت عمر نے ایک مار کی وجہ سے چار دیتیں لازم کیں۔قَالَ: لَقِيتُ شَيْخًا فِي زَمَانِ الْجَمَاجِمِ، فَخَلَّيْتُهُ، وَسَأَلْتُ عَنْهُ فَقِيلَ لِي: ذَلِكَ أَبُو الْمُهَلَّبِ عَمُّ أَبِي قِلَابَةَ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: رَمَى رَجُلٌ رَجُلًا بِحَجَرٍ، فِي رَأْسِهِ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَذَهَبَ سَمْعُهُ، وَعَقْلُهُ، وَلِسَانُهُ، وَذَكَرُهُ »فَقَضَى فِيهَا عُمَرُ بِأَرْبَعِ دِيَاتٍ وَهُوَ حَي (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من اصیب فی اطرافہ ما یکون، نمبر ۱۸۱۸۳)

ترجمه: (۷۱۳) اور داڑھی اس طرح مونڈ دی جائے کہ پھر نہ اگے اس میں پوری دیت ہے

ترجمه: ١ اس لئے کہ اس سے خوب صورتی کا نفع ختم ہو جاتا ہے

تشريح: داڑھی اس طرح مونڈ دی جائے کہ دوبارہ نہ اگے تو اس سے خوبصورتی ختم ہو جاتی ہے اس لئے اس میں پوری دیت ہے

وجه: اس قول تابعی میں ہے۔عَنِ الشَّعْبِيِّ :فِي اللِّحْيَةِ الدِّيَةُ إِذَا نُتِفَتْ، فَلَمْ تَنْبُتْ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی شعر اللحیۃ اذا نتف فلم ینبت، نمبر ۲۸۰۳۶)

ترجمه: (۷۱۴) اور سر کے بال (اس طرح مونڈ دے کہ پھر نہ اگے) تو اس میں بھی پوری دیت ہے

ترجمه: ١ اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے کہا (یعنی اس طرح اکھیڑ دے کہ دوبارہ نہ اگ سکے۔بال بھی چہرے کی خوبصورتی ہیں)

تشريح: سر کا بال اس طرح مونڈ دے کہ دوبارہ نہ اگ سکے تو اس میں پوری دیت ہے، لیکن اگر دوبارہ اگ سکے تو اس میں کچھ نہیں ہے

وجه: (۱) سر کا بال مونڈنے میں خوب صورتی میں کمی آئے گی اس لئے اس میں پوری دیت واجب ہوگی (۲) عن زید بن ثابتؓ قال فی الشعر اذا ینبت الدیة (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی الحاجبین واللحیۃ والرأس ج ثامن، ص ۱۵۱ نمبر ۱۶۳۳۰) (۳)۔عن سلمة بن تمام الشقری قال مر رجل بقدر فوقعت علی رأس رجل فاحرقت شعره فرفع الی

۲ وَقَالَ مَالِکٌ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ تَجِبُ فِيْهِمَا حُكُوْمَةُ عَدْلٍ، لِأَنَّ ذٰلِکَ زِيَادَةٌ فِي الْاٰدَمِيِّ، وَلِهٰذَا يُحْلَقُ شَعْرُ الرَّأْسِ كُلُّهُ وَاللِّحْيَةُ بَعْضُهَا فِيْ بَعْضِ الْبِلَادِ، وَصَارَ كَشَعْرِ الصَّدْرِ وَالسَّاقِ، وَلِهٰذَا يَجِبُ فِيْ شَعْرِ الْعَبْدِ نُقْصَانُ الْقِيْمَةِ، ۳ وَلَنَا أَنَّ اللِّحْيَةَ فِيْ وَقْتِهَا جَمَالٌ وَفِيْ حَلْقِهَا

علیؓ فاجله سنة فلم ينبت فقضى فيه عليؓ بالدية (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۹ شعر الرأس اذا لم ینبت ج خامس، ص ۳۵۷، نمبر ۲۶۸۶۶ رمصنف عبد الرزاق، باب حلق الرأس ونتف اللحیۃ ج تاسع، ص ۳۱۹ نمبر ۱۷۳۷۴)اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ سر کے بال اس طرح اڑا دے کہ دوبارہ نہ اگ سکے اس میں پوری دیت لازم ہوگی

ترجمہ: ۲ حضرت امام مالکؒ نے فرمایا، اور امام شافعیؒ کا بھی یہی قول ہے کہ سر کے بال کاٹنے میں کسی عادل آدمی جو فیصلہ کرے وہ رقم واجب ہوگی، اس لئے کہ یہ بال آدمی میں ایک زیادہ چیز ہے، اسی لئے پورے سر کے بال کو مونڈ دیا جاتا ہے، اور بعض شہر میں تو کچھ داڑھی بھی مونڈتے ہیں، اور یہ بال سینے اور پنڈلی کے بال کی طرح ہو گیا، یہی وجہ ہے کہ غلام کے سر کا بال مونڈ دے قیمت کا نقصان لازم ہوتا ہے

تشریح: امام مالک اور امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ سر کے بال کو اس طرح اکھیڑ دے کہ دوبارہ نہ اگے تب بھی پوری دیت واجب نہیں ہے، بلکہ ایک عادل آدمی جو فیصلہ کرے اتنا لازم ہوگا

وجہ: ان کی وجہ یہ ہے۔ا۔ پورے سر کے بال کو مونڈتے ہیں، اگر یہ خوبصورتی ہوتی تو پورے سر کے بال کیوں مونڈتے، اس سے معلوم ہوا کہ کوئی خوبصورتی نہیں ہے، اس لئے اس کے مونڈنے سے پوری دیت لازم نہیں ہوگی۔۲۔ دوسری دلیل۔ یہ بال سینے اور پنڈلی کے بال کی طرح ہو گیا کہ اس کے مونڈنے سے دیت واجب نہیں ہوتی ہے۔۳۔ تیسری دلیل۔ غلام کے سر کے بال مونڈ دے تو دیت واجب نہیں ہوتی بلکہ اس مونڈنے سے غلام کی قیمت میں کیا فرق پڑا صرف اتنا لازم ہوتا ہے، یہاں بھی وہی لازم ہوگا

ترجمہ: ۳ ہماری دلیل یہ ہے کہ داڑھی اپنے وقت پر خوب صورتی ہے، اور اس کے مونڈنے میں کمال خوب صورتی کو فوت کرنا ہے، اس لئے اس کے مونڈنے میں پوری دیت واجب ہوگی، جیسے دونوں کان ابھرے ہوئے ہیں (اس کے کاٹنے میں پوری دیت ہے)، اسی طرح سر کے بال خوب صورتی ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ اگر پیدائشی سر کا بال نہ ہو تو اس کو چھپانے میں لوگ بہت تکلف کرتے ہیں، بخلاف سینے اور پنڈلی کے بال کے (اس کے مونڈنے میں دیت واجب نہیں ہوگی) کیونکہ اس کے ساتھ خوبصورتی متعلق نہیں ہے

تشریح: داڑھی اپنے وقت پر خوبصورتی ہے، اسی طرح سر کے بال خوب صورتی ہے اس لئے اس کے مونڈنے سے خوب صورتی میں کمی آئے گی اس لئے اس پر دیت واجب ہوگی، اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ کان کے اندر جو پردہ ہے اس سے سنتے ہیں، وہاں جو دونوں طرف ابھرے ہوئے چمڑے ہیں ان سے سنتے نہیں ہے، صرف خوب صورتی کے لئے ہے، پھر بھی

تَـفْـوِيْتُـهُ عَلَى الْكَمَالِ فَتَجِبُ الدِّيَةُ كَمَا فِي الْأُذُنَيْنِ الشَّاخِصَيْنِ وَكَذَا شَعْرُ الرَّأْسِ جَمَالٌ، الا ترى ان من عـدمه خلقة يتكلف فى ستره بخلاف شعر الصدر والساق لانه لا يتعلق به جمال ۴؎ وَأَمَّا لِحْيَةُ الْعَبْـدِ فَعَـنْ أَبِـيْ حَـنِيْـفَةَ رَحِـمَـةُ الـلّـٰهِ عَـلَيْهِ أَنَّهُ يَجِبُ فِيْهَا كَمَالُ الْقِيْمَةِ، وَالتَّخْرِيْجُ عَلَى الظَّاهِرِ أَنَّ الْمَقْصُوْدَ بِالْعَبْدِ الْمَنْفَعَةُ بِالْإِسْتِعْمَالِ دُوْنَ الْجَمَالِ، بِخِلَافِ الْحُرِّ.

(۷۱۵) قَالَ وَفِي الشَّارِبِ حُكُوْمَةُ عَدْلٍ وَهُوَ الْأَصَحُّ، ۱؎ لِأَنَّهُ تَابِعٌ لِلِّحْيَةِ فَصَارَ كَبَعْضِ أَطْرَافِهِ،

(۷۱۶) وَلِـحْيَةُ الْـكَـوْسِـجِ إِنْ كَـانَ عَـلٰى ذَقَنِهِ شَعْرَاتٌ مَعْدُوْدَةٌ فَلَا شَيْءَ فِيْ حَلْقِهِ (لِأَنَّ وُجُوْدَهُ يُشِيْنُهُ وَلَا يُزَيِّنُهُ)، وَإِنْ كَانَ أَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَكَانَ عَلَى الْخَدِّ وَالذَّقَنِ جَمِيْعًا لٰكِنَّهُ غَيْرُ مُتَّصِلٍ فَفِيْهِ

اس کو کاٹنے سے پوری دیت واجب ہوگی، اسی طرح یہاں سر اور داڑھی کے بال کو کاٹنے سے خودصورتی جاتی ہے اس لئے اس پر دیت واجب ہوگی

ترجمہ: ۴؎ اگر غلام کی داڑھی کاٹ دے تو امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت یہی ہے کہ اس میں پوری قیمت واجب ہوگی (پوری دیت واجب ہوگی)، لیکن ظاہری روایت پر ترجیح ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ غلام میں استعمال کر کے نفع کمانا مقصود ہے، خوب صورتی مقصود نہیں ہے، لیکن آزاد آدمی میں داڑھی سے خوبصورتی مقصود ہوتی ہے

تشریح: یہ امام مالکؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ غلام کی داڑھی کاٹ دے تو دیت واجب نہیں ہوتی ہے، صرف قیمت میں جو نقصان ہوا ہے وہ واجب ہوتی ہے، امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ ایک روایت میں ہمارے یہاں غلام کی داڑھی کاٹنے میں بھی دیت واجب ہوتی ہے، اس لئے آپ کا استدلال صحیح نہیں ہے، اور دوسرا جواب یہ ہے کہ غلام کی داڑھی میں آقا کے لئے خوبصورتی مقصود نہیں ہے، بلکہ اس سے نفع حاصل کرنا مقصود ہے، اس لئے اس کی داڑھی کاٹنے سے قیمت کا نقصان لازم ہوا۔ اور آزاد کی داڑھی رکھنے میں خوبصورتی مقصود ہے اس لئے اس کے کٹنے سے خوب صورتی چلی گئی اس لئے پوری دیت لازم ہوگی

ترجمہ: (۷۱۵) اور مونچھ کاٹ دے تو عادل آدمی کا فیصلہ ہے، صحیح بات یہی ہے

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ یہ داڑھی کے تابع ہے، تو ایسا ہو گیا کہ وہ داڑھی ہی کا عضو ہے

تشریح: داڑھی کاٹنے نے پوری دیت ہے، لیکن مونچھ اس طرح کاٹ دے کہ دوبارہ نہ اگے تو اس میں عادل آدمی جو فیصلہ کرے وہی لازم ہوگا، دیت لازم نہیں ہوگی

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مونچھ داڑھی کے تابع ہے، اور گویا کہ اس کا عضو اور حصہ ہے، اس لئے پوری دیت لازم نہیں ہوگی

ترجمہ: (۷۱۶) اور کھسرے کی داڑھی، اگر صرف تھوڑی پر چند بال ہیں تو اس کے مونڈنے میں کچھ بھی لازم نہیں ہوگا (اس لئے کہ اس کے رہنے سے چہرہ بدنما ہوتا ہے، خوب صورتی نہیں ہوتی) اور اگر اس سے زیادہ بال ہے، اور گال پر بھی ہے

حَكُومَةُ عَدلٍ، لِأَنَّ فِيهِ بَعضَ الجَمَالِ وَإِنْ كَانَ مُتَّصِلًا فَفِيهِ كَمَالُ الدِّيَةِ، ۱؎ لِأَنَّهُ لَيسَ بِكَوسِجٍ وَفِيهِ مَعنَى الجَمَالِ، ۲؎ وَهٰذَا كُلُّهُ إِذَا فَسَدَ المَنبَتُ، فَإِنْ نَبَتَتْ حَتّٰى استَوٰى كَمَا كَانَ لَا يَجِبُ شَيءٌ لِأَنَّهُ لَم يَبقَ أَثَرُ الجِنَايَةِ، وَيُؤَدَّبُ عَلَى الارْتِكَابِهِ مَا لَا يَحِلُّ، وَإِنْ نَبَتَتْ بَيضَاءُ فَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحمَةُ اللّٰهِ عَلَيهِ أَنَّهُ لَا يَجِبُ شَيءٌ فِي الحُرِّ، لِأَنَّهُ يَزِيدُهُ جَمَالًا، وَفِي العَبدِ تَجِبُ حُكُومَةُ عَدلٍ،

اورتھوڑی پر بھی ہے لیکن متصل نہیں ہے، تو عادل آدمی کا فیصلہ ہے، اس لئے کہ اس میں کچھ تھوڑی سی خوب صورتی ہے، اور اگر تھوڑی اور گال کے بال متصل ہیں تو اس میں پوری دیت ہے

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ اب یہ کھسرا نہیں رہا، اور اس میں خوبصورتی آ گئی (اس لئے اس کے مونڈنے میں پوری دیت لازم ہوگی)

لغت: ایسا مرد جس کے چہرے پر دو چار بال ہوتے ہیں اس کو کوسج، یعنی کھسرا کہتے ہیں

تشریح: کھسرے کی داڑھی کی تین صورتیں ہیں۔ ا۔ پہلی صورت یہ ہے کہ صرف تھوڑی پر دو چار بال ہیں، اس کے مونڈنے میں کچھ نہیں ہے، اس لئے اس کے رہنے سے آدمی بدنما لگتا ہے۔ ۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ تھوڑی پر بھی بال ہیں، اور گال پر بھی بال ہیں، لیکن ملے ہوئے نہیں ہیں، تو اس کے مونڈنے میں عادل آدمی جتنا فیصلہ کرے وہ ہے، پوری دیت نہیں ہے، اس لئے کہ اس سے تھوڑی سی خوب صورتی آتی ہے۔ ۳۔ تیسری صورت یہ ہے کہ تھوڑی پر بھی بال ہیں اور گال پر بھی ہلکا بال ہیں، اور دونوں ملے ہوئے ہیں، تو اس کے کاٹنے سے پوری دیت لازم ہوگی، کیونکہ یہ اب کھسرا نہیں رہا، اور اس میں پوری خوب صورتی ہے، اس لئے اس کے مونڈنے میں پوری دیت لازم ہوگی۔

لغت: الذقن: تھوڑی

ترجمہ: ۲؎ یہ دیت لازم ہونا اس وقت ہے جبکہ اگنا فاسد ہو جائے، لیکن اگر بال اگ گئے، اور جیسا پہلے تھا ویسا ہی ہو گیا تو کچھ واجب نہیں ہوگا، کیونکہ جرم (مونڈنے کا) اثر باقی نہیں رہا، لیکن تنبیہ کی جائے گی، کیونکہ ایسا کام کیا جو حلال نہیں تھا۔ اور اگر سفید داڑھی نکل آئی تو ابو حنیفہؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ آزاد آدمی میں کچھ واجب نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس سفید بال سے تو خوب صورتی اور بڑھ گئی ہے، اور غلام میں سفید بال نکل آئے تو عادل آدمی جو فیصلہ کرے اتنی رقم واجب ہوگی، اس لئے سفید بال سے غلام کی قیمت کم ہوگئی ہے، اور صاحبینؒ کے یہاں آزاد آدمی میں بھی عادل آدمی کا فیصلہ ہوگا، اس لئے کہ بے وقت سفید بال بدنما ہوتا ہے، خوب صورتی نہیں ہوتی، اور مونڈنے میں جان کر مونڈے، یا بھول سے مونڈے دونوں کا حکم ایک ہی ہے، جمہور اسی پر ہیں

تشریح: دیت اس وقت واجب ہوگی، جبکہ مونڈنے کے بعد دوبارہ اگے ہی نہیں، لیکن اگر بال دوبارہ نکل آئے تو اب کچھ لازم نہیں ہوگا، کیونکہ گویا کہ اس نے کوئی نقصان نہیں کیا ہے، البتہ دوسرے کی داڑھی نہیں مونڈنی چاہئے، لیکن مونڈ دیا تو تنبیہ کی

لِأَنَّهُ ينقص قيمته وعندهما تجب حكومة عدل لانه في غير اوانه يُشِيْنُهُ وَلا يُزَيِّنُهُ وَيَسْتَوِى الْعَمَدُ وَالْخَطَأُ، عَلٰى هٰذَا الْجَمْهُوْرُ،

(۷۱۷) وَفِى الْحَاجِبَيْنِ الدِّيَةُ، وَفِيْ أَحَدِهِمَا نِصْفُ الدِّيَةِ، ا وَعِنْدَ مَالِكٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَالشَّافِعِيّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ تَجِبُ حُكُوْمَةُ عَدْلٍ، وَقَدْ مَرَّ الْكَلَامُ فِيْهِ فِى اللِّحْيَةِ.

(۷۱۸) قال وَفِى الْعَيْنَيْنِ الدِّيَةُ وَفِى الْيَدَيْنِ الدِّيَةُ وَفِى الرِّجْلَيْنِ الدِّيَةُ وَفِى الشَّفَتَيْنِ الدِّيَةُ وَفِى الْأُذُنَيْنِ الدِّيَةُ وَفِى الْأُنْثَيَيْنِ الدِّيَةُ ۱ كَذَا رُوِىَ فِىْ حَدِيْثِ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ رَضِىَ الله عَنْهُ عَنِ

جائے گی۔ باقی سب واضح ہے

ترجمه: (۷۱۷) اور دونوں آبرو کے مونڈنے میں پوری دیت ہے، اور ایک ابرو کے مونڈنے میں آدھی دیت ہے

تشریح: آنکھ کے اوپر بال ہوتا ہے اس کو بھوں، کہتے ہیں ابرو، کہتے، اس لئے دو آنکھ پر دو بھوں ہوں، اور دونوں کے مونڈنے پر ایک دیت، اور ایک کے مونڈنے پر آدھی دیت لازم ہوگی

وجه: اس قول تابعی میں ہے کہ دونوں ابرو کے مونڈنے میں پوری دیت لازم ہوگی۔ عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: »فِى الْحَاجِبَيْنِ الدِّيَةُ، وَفِى أَحَدِهِمَا نِصْفُ الدِّيَة (مصنف ابن ابی شیبة ۱۸ الحاجبین ما فیھما؟ ج خامس، ص ۳۵۶، نمبر ۲۶۸۶۰۹ / مصنف عبد الرزاق، باب الحاجب ج تاسع ص ۳۲۱ نمبر ۱۷۳۷۱)

ترجمه: ۱ اور امام مالک، اور امام شافعیؒ کے نزدیک عادل کا فیصلہ واجب ہوگا، اور داڑھی کے بارے میں پوری بات گزر چکی ہے

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ان چیزوں میں پوری دیت نہیں ہے بلکہ حاکم جو فیصلہ کرے وہ لازم ہوگا۔

وجه: (۱) کیونکہ کسی عضو کا کاٹنا نہیں ہے بلکہ صرف خوبصورتی کا ختم ہونا ہے۔ اس لئے خوبصورتی کم ہونے سے جو کمی واقع ہوئی وہی لازم ہوگا (۲) قول تابعی میں ہے۔ سألت عطاء عن الحاجب يشأن قال ما سمعت فيه بشيء قال الشافعي فيه حكومة بقدر الشين والالم (سنن للبیہقی، باب ما جاء فی الحاجبین واللحیة والرأس ج ثامن، ص ۱۷۳، نمبر ۱۶۳۳۱ / مصنف عبد الرزاق، باب الحاجب ج تاسع، ص ۳۲۱ نمبر ۱۷۳۸۰ / مصنف ابن ابی شیبة ۱۸ الحاجبین ما فیھما؟ ج خامس، ص ۳۵۷ نمبر ۲۶۸۶۴) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ خوبصورتی جتنی کم ہو اس حساب سے رقم لازم ہوگی۔

ترجمه: (۷۱۸) دونوں آنکھوں میں پوری دیت، دونوں ہاتھوں میں پوری دیت اور دونوں پیروں میں پوری دیت، دونوں ہونٹوں میں پوری دیت اور دونوں کانوں میں پوری دیت، دونوں خصیوں میں پوری دیت

ترجمه: ۱ حضرت سعید بن میبّب کی حدیث میں حضورؐ سے اسی طرح روایت کی ہے

تشریح: یہ اعضاء دونوں ختم ہو جائیں تو انسان کی منفعت ختم ہو جاتی ہے اس لئے پوری دیت لازم ہوگی۔ اور ایک عضو ختم

النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَام.

(۷۱۹) قَالَ وَفِي كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْ هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ نِصْفُ الدِّيَةِ، ل وَفِيمَا كَتَبَهُ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ "وَفِي الْعَيْنَيْنِ الدِّيَةُ وَفِي إِحْدَاهُمَا نِصْفُ الدِّيَةِ وَلِأَنَّ فِي تَفْوِيتِ الْإِثْنَيْنِ مِنْ هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ تَفْوِيتُ جِنْسِ الْمَنْفَعَةِ أَوْ كَمَالِ الْجَمَالِ فَيَجِبُ كُلُّ الدِّيَةِ، وَفِي تَفْوِيتِ إِحْدَاهُمَا تَفْوِيتُ النِّصْفِ فَيَجِبُ نِصْفُ الدِّيَةِ.

ہوا جیسے ایک آنکھ ختم ہوئی تو آدھی دیت لازم ہوگی۔

وجه: (۱) حضرت عمرو بن حزم کی ایک حدیث میں تفصیل گزر چکی ہے۔ حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَى أَهْلِ الْيَمَنِ كِتَابًا فِيهِ الْفَرَائِضُ وَالسُّنَنُ وَالدِّيَاتُ،...، وَفِي الشَّفَتَيْنِ الدِّيَةُ وَفِي الْبَيْضَتَيْنِ الدِّيَةُ، وَفِي الذَّكَرِ الدِّيَةُ وَفِي الصُّلْبِ الدِّيَةُ، وَفِي الْعَيْنَيْنِ الدِّيَةُ وَفِي الرِّجْلِ الْوَاحِدَةِ نِصْفُ الدِّيَةِ. (نسائی شریف، ذکر حدیث عمر بن حزم فی العقول، نمبر ۴۸۵۳ رسنن للبیہقی، جماع ابواب الدیات فیما دون النفس ج ثامن، ص ۱۴۱، نمبر ۱۶۱۸۹) (۲) کان کے بارے میں یہ قول تابعی ہے کہ پوری دیت واجب ہوگی۔ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: »إِذَا ذَهَبَ سَمْعُهَا وَلَمْ، تُقْطَعْ فَقَدْ تَمَّ عَقْلُهَا، وَإِنْ قُطِعَتْ وَذَهَبَ سَمْعُهَا فَفِيهَا الدِّيَةُ كَامِلَةً أَلْفُ دِينَارٍ (مصنف عبد الرزاق، باب السمع، ج ۹، ص ۳۲۶، نمبر ۱۷۳۹۸)

لغت: شفتین: شفۃ کا تثنیہ ہے دو ہونٹ۔ الانثیین: انثیۃ کا تثنیہ ہے خصیہ، ثدی: پستان۔

ترجمہ: (۷۱۹) ان چیزوں میں سے ایک کی دیت آدھی ہے۔

ترجمہ: ل حضورؐ نے عمر بن حزم کو جو خط لکھا ہے اس میں ہے کہ دونوں آنکھوں میں پوری دیت ہے اور ایک میں آدھی دیت ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ان عضووں میں دونوں فوت ہو جائے تو جنس منفعت فوت ہو جاتا ہے، یا پوری خوب صورتی ختم ہو جاتی ہے، اس لئے پوری دیت لازم ہوگی، اور ان میں سے ایک کے فوت ہونے میں آدھا نفع فوت ہوا، اس لئے آدھی دیت لازم ہوگی

تشریح: مثلا دونوں آنکھوں کی دیت پوری دیت ایک سو اونٹ ہے تو ایک آنکھ کی دیت آدھی ہوگی یعنی پچاس اونٹ ہوں گے۔ یہی حال ان تمام اعضاء کا ہے جو دو دو ہیں کہ دونوں ضائع ہونے میں پوری دیت ہے تو ایک ضائع ہونے میں آدھی دیت یعنی پچاس اونٹ ہے۔

وجه: (۱) حضرت عمرو بن حزم کی حدیث میں ہے۔ الا انه قال وفی العین الواحدة نصف الدية وفی اليد الواحدة نصف الدية وفی الرجل الواحدة نصف الدية (نسائی شریف، ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول ص ۶۶۹ نمبر ۴۸۵۸ رسنن للبیہقی، جماع ابواب الدیات فیما دون النفس ج ثامن، ص ۱۴۱ نمبر ۱۶۱۸۹) (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ دونوں ختم ہو جائیں تو پوری منفعت ختم ہو گئی، اور ایک ختم ہوئی تو آدھی منفعت ختم ہوئی، اس لئے آدھی دیت لازم ہوگی۔

(۷۲۰) قَالَ وَفِيْ ثَدْيَيِ الْمَرْأَةِ الدِّيَةُ لِمَا فِيْهِ مِنْ تَفْوِيْتِ جِنْسِ الْمَنْفَعَةِ وَفِيْ إِحْدَاهُمَا نِصْفُ دِيَةِ الْمَرْأَةِ ۱؎ لِمَا بَيَّنَّا، ۲؎ بِخِلَافِ ثَدْيَيِ الرَّجُلِ حَيْثُ تَجِبُ حُكُوْمَةُ عَدْلٍ، لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيْهِ تَفْوِيْتُ جِنْسِ الْمَنْفَعَةِ وَالْجَمَالِ

(۷۲۱) وَفِيْ حُلْمَتَيِ الْمَرْأَةِ الدِّيَةُ كَامِلَةً لِفَوَاتِ جِنْسِ مَنْفَعَةِ الْإِرْضَاعِ وَإِمْسَاكِ اللَّبَنِ، وَفِيْ إِحْدَاهُمَا نِصْفُهَا ۱؎ لِمَا بَيَّنَّاهُ.

ترجمہ: (۷۲۰) اورعورت کے دونوں پستانوں میں پوری دیت ہے۔اس لئے کہ منفعت کی جنس ختم ہو جائے گی اور ایک پستان کے کاٹنے میں عورت کی جو دیت ہوتی ہے اس کی آدھی دیت لازم ہوگی

ترجمہ: ۱؎ اس دلیل کی بنا پر جو بیان کیا کہ ایک پستان کاٹنے میں آدھی منفعت ختم ہوئی

تشریح: عورت کے دونوں پستان کاٹ دیے گئے تو عورت کی جو دیت ہوتی ہے وہ دیت پوری لازم ہوگی،،عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہوتی ہے، یعنی پچاس اونٹ، اور ایک پستان کاٹنے میں عورت کی جو دیت لازم ہوتی ہے اس کی آدھی دیت لازم ہوگی، یعنی پچیس اونٹ، یا ۲۵۰، ڈھائی سو دینار،

وجہ: (۱)عن سعید بن المسیب انه قال فی ثدی المرأۃ نصف الدیة وفیهما الدیة (سنن للبیہقی، باب حلمتی الثدیین ج ثامن، ص ۱۶۹ نمبر ۱۶۳۱۵ / مصنف عبدالرزاق، باب ثدی الرجل والمرأۃ ج تاسع ص ۳۶۳ نمبر ۱۷۵۹۰) اس قول تابعی میں وضاحت کے ساتھ عورت کے پستانوں کی دیت کے بارے میں بتایا گیا ہے (۲)۔عَنِ الشَّعْبِيِّ، فِي ثَدْيَيِ الْمَرْأَةِ الدِّيَةُ، وَفِي أَحَدِهِمَا النِّصْفُ (مصنف عبدالرزاق، باب ثدی الرجل والمرأۃ ج تاسع ص ۳۶۳ نمبر ۱۷۵۹۰)

ترجمہ: ۲؎ بخلاف مرد کے دونوں پستانوں کے، اس میں عادل آدمی کے فیصلے کے مطابق رقم لازم ہوگی اس لئے کہ اس میں دودھ پلانے کا نفع ختم نہیں ہوتا ہے اور خوب صورتی بھی ختم نہیں ہوگی

تشریح: مرد کی پستان سے دودھ نہیں پلائی جاتی ہے، اور نہ یہ خوب صورتی کی چیز ہے اس لئے اس کے کاٹنے سے دیت لازم نہیں ہوگی، بلکہ عادل جو فیصلہ کرے گا اتنی رقم لازم ہوگی

وجہ: عَنْ إِبْرَاهِيمَ »فِي ثَدْيِ الرَّجُلِ حُكْمٌ (مصنف عبدالرزاق، باب ثدی الرجل والمراۃ، نمبر ۱۷۵۸۹)

ترجمہ: (۷۲۱) اور عورت کی پستان کے دونوں سروں میں پوری دیت ہے، اس لئے کہ نفع کی جنس فوت ہوگئی، اور وہ دودھ پلانا ہے، اور دودھ کو پستان میں روکنا ہے اور دونوں سروں میں سے ایک کے کاٹنے میں آدھی دیت ہے

ترجمہ: ۱؎ اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کیا (کہ آدھی منفعت ختم ہوگئی)

وجہ: اس قول صحابی میں ہے کہ پستان کے ایک سر میں چوتھائی دیت ہے، تو دو سروں میں مرد کی آدھی دیت ہوگی، اور یہی دیت عورت کی دیت ہے۔عَنْ زَيْدٍ قَالَ: فِي حَلَمَةِ الثَّدْيِ رُبُعُ الدِّيَةِ (مصنف عبدالرزاق، باب ثدی الرجل و

(۷۲۲) قَالَ وَفِيْ أَشْفَارِ الْعَيْنَيْنِ الدِّيَةُ، وَفِيْ أَحَدِهَا رُبُعُ الدِّيَةِ، ۱؎ قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَحْتَمِلُ أَنَّ مُرَادَهُ الْأَهْدَابُ مَجَازًا كَمَا ذَكَرَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فِي الْأَصْلِ لِلْمُجَاوَرَةِ كَالرَّاوِيَةِ لِلْقِرْبَةِ وَهِيَ حَقِيْقَةٌ فِي الْبَعِيْرِ، وَهٰذَا لِأَنَّهُ يَفُوْتُ بِهِ الْجَمَالُ عَلَى الْكَمَالِ وَجِنْسُ الْمَنْفَعَةِ وَهِيَ مَنْفَعَةُ دَفْعِ

المراۃ، ج ۹۔ص ۳۶۳، نمبر ۱۷۵۹۲)

لغت: الحلمۃ: پستان کا سر، ٹونڈنا، جو پستان پر گول سا ہوتا ہے

ترجمہ: (۷۲۲) دونوں آنکھوں کی پلکوں میں پوری دیت ہے اوران میں سے ایک میں چوتھائی دیت ہے۔

تشریح: ہر آنکھ میں دو پلکیں ہوتی ہیں تو دونوں آنکھوں میں چار پلکیں ہوئیں۔ اگر تمام پلکوں کے بال اکھیڑ دیئے جائیں تو پوری دیت سو اونٹ لازم ہوں گے۔

وجہ: (۱) قول صحابی میں ہے پلکوں میں پوری دیت ہے۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ: فِي جَفْنِ الْعَيْنِ رُبُعُ الدِّيَةِ وَرَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ مَكْحُولٍ، قَالَ: كَانُوا يَجْعَلُونَ فِي جَفْنِ الْعَيْنِ إِذَا أُخِذَ عَنِ الْعَيْنِ الدِّيَةَ وَرُوِّينَا فِي ذَلِكَ عَنِ الشَّعْبِيِّ رَحِمَهُ اللهُ (بیہقی کبری، باب دیۃ اشفار العینین، ج ۸، ص ۱۵۳، نمبر ۱۶۲۳۶) (۲)۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: فِي جَفْنِ الْعَيْنِ رُبُعُ الدِّيَةِ (مصنف عبد الرزاق، باب شعر العین، نمبر ۱۷۳۸۶ / مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۰ الاشفار ما قالوا فیھا؟ ج خامس، ص ۳۵۸ نمبر ۲۶۸۷۲) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ چاروں پلکوں میں ایک دیت اور ایک پلک میں چوتھائی دیت لازم ہوگی۔

ترجمہ: ۱؎ صاحب ھدایہ فرماتے ہیں کہ اشفار سے مراد قریب ہونے کی وجہ سے مجازا پلکوں کے بال ہیں، جیسا کہ امام محمدؒ نے مبسوط میں بیان کیا ہے، جیسے اونٹ کو حقیقت میں، راویۃ، کہتے ہیں، اور قربت کی وجہ سے مشکیزے کو بھی راویۃ، کہنے لگے ہیں۔ اوراس کی وجہ یہ ہے کہ پلکوں کے بال فوت ہونے سے پورے طور پر خوب صورتی ختم ہو جاتی ہے، اور نفع کی جنس آنکھوں سے تکلیف کو دور کرنا، اور تنکوں کو دور کرنا ہے، اس لئے کہ پلکوں کے بال ہی سے تکلیف کی چیز اور تنکے دور کئے جاتے ہیں

تشریح: قدوری کے متن میں کہا گیا ہے، اشفار یعنی پلکوں کی جڑ میں دیت ہے، حالانکہ دیت اھداب، یعنی پلکوں کے بال مونڈنے میں دیت ہے تو آخیر صاحب قدوری نے اشفار میں دیت ہوگی کیوں کہا۔ تو صاحب ہدایہ یہ فرما رہے ہیں کہ یہاں مجازا اشفار کہا ہے، چونکہ اشفار اھداب کے قریب ہے اس لئے مجازا اشفار میں دیت کہہ دیا گیا ہے، اس کی مثال دیتے ہیں کہ راویۃ اس اونٹ کو کہتے ہیں جس پر پانی لادا جاتا ہے، لیکن اسی اونٹ پر مشکیزہ ہوتا ہے جس میں پانی بھر کر لایا جاتا ہے، اس لئے مشکیزہ کو بھی مجازا، راویۃ، کہتے ہیں، یہاں بھی اشفار (پلک کے بال کی جڑ) کو بھی اھداب (پلکوں کے بال) کہہ دیا ہے، ورنہ اشفار میں دیت نہیں بلکہ اھداب میں دیت ہے

الْأَذٰى وَالْقَذٰى عَنِ الْعَيْنِ إِذْ هُوَ يَنْدَفِعُ بِالْهُدُبِ، ٢ وَإِذَا كَانَ الْوَاجِبُ فِي الْكُلِّ كُلَّ الدِّيَةِ وَهِيَ أَرْبَعَةٌ كَانَ فِيْ أَحَدِهَا رُبْعُ الدِّيَةِ، وَفِيْ ثَلَاثَةٍ مِنْهَا ثَلَاثَةُ أَرْبَاعِهَا، ٣ وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَّكُوْنَ مُرَادُهُ مَنْبَتُ الشَّعْرِ وَالْحُكْمُ فِيْهِ هٰكَذَا.

(۷۲۳) وَلَوْ قَطَعَ الْجُفُوْنَ بِأَهْدَابِهَا فَفِيْهِ دِيَةٌ وَّاحِدَةٌ، ١ لِأَنَّ الْكُلَّ كَشَيْءٍ وَّاحِدٍ وَصَارَ

لغت: اشفار: شفر کی جمع ہے۔ پلک کی جڑ، پلک کی چمڑی، جہاں پلکوں کے بال اگتے ہیں یہاں پلک کے بال مراد ہیں۔ اھداب ھدب کی جمع ہے وہ بال جو پلکوں پر اگتے ہیں۔ القربۃ: بھرا ہوا برتن، مراد ہے مشکیزۃ۔ راویۃ: روی کا اصل ترجمہ ہے سیراب کرنا، پانی پلانا، دوسرا ترجمہ ہے وہ اونٹ جس پر پانی لادا جاتا ہو، اونٹ، اونٹ پر مشکیزے میں پانی بھر کر لاتے ہیں، تو مجازا مشکیزے کو بھی راویہ، کہتے ہیں۔ البعیر: اونٹ۔ مجاورۃ: جوار سے مشتق ہے، قریب میں پڑوس میں۔ الاذی: تکلیف کی چیز۔ القذی: تنکا وغیرہ، آنکھ کا کیچڑ۔ منبت الشعر: بال کے اگنے کی جگہ۔

ترجمہ: ٢ پس جب پلکوں کے تمام بالوں کو مونڈنے میں کل دیت ہے، تو پلکیں چار ہیں اور ایک کے مونڈنے میں چوتھائی دیت ہے، اور تین پلکوں کے مونڈنے میں تین چوتھائی دیت ہوگی۔

تشریح: متن جب یہ کہا کہ چاروں پلکوں کے بال کو مونڈنے میں پوری دیت ہے، اور دونوں آنکھوں میں دو دو پلکیں ہوتی ہیں، اس لئے چار پلکیں ہوگئی، تو گویا کہ چار پلکوں میں ایک دیت ہے، اور ایک پلک کے مونڈنے میں ایک چوتھائی، اور تین پلک مونڈنے میں تین چوتھائی دیت لازم ہوگی

ترجمہ: ٣ اور یہ بھی احتمال ہے کہ اشفار سے مراد بال اگنے کی جگہ ہی ہو، اور اس میں بھی حکم اسی طرح ہے

تشریح: صاحب ھدایہ فرماتے ہیں کہ صاحب قدوری نے جو یہ فرمایا، اشفار العنین: تو اس اشفار سے مراد یہ ہو کہ چمڑے کی وہ جگہ جہاں بال اگتے ہوں، تو اس کو کاٹنے میں دیت ہے، اور اس کا بھی حکم وہی ہے کہ اس کو کاٹے گا تو پوری دیت واجب ہوگی، کیونکہ اس کے کاٹنے سے آنکھ کی منفعت ختم ہو جاتی ہے

ترجمہ: (۷۲۳) اگر پپوٹے کے ساتھ پلکوں کے بال کو بھی کاٹ دیا تو بھی ایک ہی دیت ہوگی

ترجمہ: ١ اس لئے کہ دونوں گویا کہ ایک ہی چیز ہے، اور ایسا ہو گیا کہ ناک کے نرمے کے ساتھ ناک کے بانس کو بھی کاٹ دیا

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ کوئی چیز کسی کے تابع ہو تو اصل اور اس کے تابع کو کاٹنے سے ایک ہی دیت لازم ہوگی، الگ سے دوسری دیت لازم نہیں ہوگی

تشریح: اوپر یہ مسئلہ تھا کہ اھداب، پلکوں کے بال کو مونڈنے سے ایک دیت لازم ہوگی، لیکن بال کے ساتھ پپوٹے کو بھی

كَالْمَارِنِ مَعَ الْقَصْبَةِ.

(۴۲۷) قَالَ وَفِيْ كُلِّ إِصْبَعٍ مِّنْ أَصَابِعِ الْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ عُشْرَ الدِّيَةِ ۱؎ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلام فِيْ كُلِّ إِصْبَعٍ عَشْرٌ مِّنَ الْإِبِلِ، ۲؎ وَلِأَنَّ فِيْ قَطْعِ الْكُلِّ تَفْوِيْتُ جِنْسُ الْمَنْفَعَةِ وَفِيْهِ دِيَةٌ كَامِلَةٌ وَهِيَ عَشْرٌ

کاٹ دیا تب بھی ایک ہی دیت لازم ہوگی

وجہ: (۱) اس لئے کہ پپوٹے اور بال گویا کہ ایک ہی چیز ہے، اس لئے دونوں کے کاٹنے سے ایک ہی دیت لازم ہوگی (۲) اس قول صحابی کے اشارے سے معلوم ہوتا ہے دونوں کو کاٹنے سے بھی ایک ہی دیت واجب ہوگی۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ: فِي جَفْنِ الْعَيْنِ رُبُعُ الدِّيَةِ ، قَالَ: كَانُوا يَجْعَلُونَ فِي جَفْنِ الْعَيْنِ إِذَا أُخِذَ عَنِ الْعَيْنِ الدِّيَةَ وَرُوِّينَا فِي ذَلِكَ عَنِ الشَّعْبِيِّ رَحِمَهُ اللهُ (بیہقی کبری، باب دیۃ اشفار العینین، ج ۸، ص ۱۵۳، نمبر ۱٦۲۳٦)

لغت: جفن: پپوٹہ، آنکھ کے اوپر کا وہ چمڑا جو اوپر نیچے ہوتا ہے۔ اسی پپوٹے میں بال اگتا ہے، جس کو اھداب، کہتے ہیں

ترجمہ: (۴۲۷) ہاتھ اور پیر کی ہر انگلی کی دیت دسواں حصہ ہے

ترجمہ: ۱؎ حضورؐ کے قول کی وجہ سے کہ ہر ہر انگلی دس اونٹ ہے

تشریح: دو ہاتھوں میں دس انگلیاں ہوتی ہیں تو ایک انگلی کی دیت پوری دیت یعنی سو اونٹ کا دسواں حصہ ہوگا۔ یعنی ایک انگلی کی دیت دس اونٹ ہوں گے۔ اور اسی طرح پاؤں کی ہر انگلی کی دیت دس اونٹ ہوں گے۔ اور تمام انگلیوں کا درجہ دیت میں برابر ہے۔

وجہ: (۱) اس حدیث میں ہے کہ ہر انگلی کی دیت دس دس اونٹ ہے۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَوِّمُ دِيَةَ الْخَطَإِ عَلَى أَهْلِ الْقُرَى.... وَفِي الْأَصَابِعِ فِي كُلِّ أُصْبُعٍ عَشْرٌ مِنَ الْإِبِلِ (ابوداود شریف، باب دیات الاعضاء، نمبر ۴۵٦۴) (۲) عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَى أَهْلِ الْيَمَنِ كِتَابًا فِيهِ الْفَرَائِضُ وَالسُّنَنُ وَالدِّيَاتُ،...، وَفِي كُلِّ أُصْبُعٍ مِنْ أَصَابِعِ الْيَدِ وَالرِّجْلِ عَشْرٌ مِنَ الْإِبِلِ، (نسائی شریف، ذکر حدیث عمر بن حزم فی العقول، نمبر ۴۸۵۳)

(۳) حدیث میں ہے۔ عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ دية اصابع اليدين و الرجلين سواء عشرة من الابل لكل اصبع۔ (ترمذی شریف، باب ماجاء فی دیۃ الاصابع، نمبر ۱۳۹۱/۱۳۹۲/نسائی شریف، ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول ص ٦٦۹ نمبر ۴۸٦۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر انگلی کی دیت دس اونٹ ہے

ترجمہ: ۲؎ اور اس وجہ سے کہ تمام انگلیوں کو کاٹنے میں پورے ہاتھ کا نفع ختم ہو جائے گا، اور پورے ہاتھ میں پوری دیت سو اونٹ ہے، اور دس انگلیاں اس کا دسواں حصہ ہے اس لئے پوری دیت دس انگلیوں پر تقسیم کی جائے گی (اور ہر ہر انگلی پر دس دس اونٹ آئے گی)

فَتنْقَسِمُ الدِّيَةُ عَلَيْهَا.

(۷۲۵) قَالَ وَالْأَصَابِعُ كُلُّهَا سَوَاءٌ ۱؎ لِإِطْلَاقِ الْحَدِيْثِ، وَلِأَنَّهَا سَوَاءٌ فِيْ أَصْلِ الْمَنْفَعَةِ فَلَا تُعْتَبَرُ الزِّيَادَةُ فِيهِ كَالْيَمِيْنِ مَعَ الشِّمَالِ، ۲؎ وَكَذَا أَصَابِعُ الرِّجْلَيْنِ لِأَنَّهُ يَفُوْتُ بِقَطْعِ كُلِّهَا مَنْفَعَةُ الْمَشْيِ فَتَجِبُ الدِّيَةُ كَامِلَةً ثُمَّ فِيْهِمَا عَشْرُ أَصَابِعَ فَتَنْقَسِمُ الدِّيَةُ عَلَيْهَا أَعْشَارًا.

تشریح: پورے ہاتھ کی دیت سو اونٹ ہے اور دونوں ہاتھوں میں دس انگلیاں ہیں، اس لئے ایک انگلی کے کاٹنے میں دس اونٹ دیت ہوگی، یہ دلیل عقلی ہے

ترجمہ: (۷۲۵) اور تمام انگلیاں برابر ہیں۔

ترجمہ: ۱؎ دس میں مطلق ہے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اصل نفع میں سب انگلیاں برابر ہیں اس لئے زیادتی کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، جیسے دائیں ہاتھ اور بائیں ہاتھ میں کوئی فرق نہیں ہے

تشریح: حدیث میں تمام انگلیوں کے لئے دس دس اونٹ ہے اس لئے سب انگلیاں کے لئے ہی دس دس اونٹ ہوں اس میں کوئی فرق نہیں ہوگا، دوسری وجہ یہ ہے کہ، نفع میں سب انگلیاں برابر ہیں اس لئے دیت میں بھی سب انگلیاں برابر ہوں گیں

وجہ: (۱) اس حدیث میں ہے کہ چھوٹی انگلی اور شہادت کی انگلی سب کا درجہ برابر ہے۔ **عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال ھذہ وھذہ سواء یعنی الخنصر والابھام** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی دیۃ الاصابع، نمبر ۱۳۹۱/۱۳۹۲/نسائی شریف، ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول ص ۶۶۹ نمبر ۴۸۶۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر انگلی کی دیت دس اونٹ ہے۔ اور تمام انگلیوں کا درجہ برابر ہے۔

ترجمہ: ۲؎ ایسے ہی پیر کی انگلیوں کا حال ہے، اس لئے کہ تمام انگلیوں کے کٹنے سے چلنے کا نفع ختم ہو جائے گا تو پوری دیت لازم ہوگی، پھر پیر میں دس انگلیاں ہیں تو اس پر دس دس کر کے دیت تقسیم کی جائے گی

تشریح: پیر کے تمام انگلیوں کو کاٹ دے تو چلنے کا نفع ختم ہو جائے گا، اور پوری دیت لازم ہوگی، اور دونوں پیروں میں دس انگلیاں ہوتی ہیں، تو پوری دیت سو اونٹ ہیں اس کو دس سے تقسیم دیں تو ہر انگلی کے لئے دس دس اونٹ ہوں، اس لئے پیر کی ہر ہر انگلی کے لئے بھی دس دس اونٹ دیت ہے

وجہ: حدیث میں ہے کہ ہاتھ کی انگلیاں اور پاؤں کی انگلیوں دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔ **عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ دیۃ اصابع الیدین والرجلین سواء عشرۃ من الابل لکل اصبع** ۔ (ترمذی شریف، باب ماجاء فی دیۃ الاصابع، نمبر ۱۳۹۱/۱۳۹۲/نسائی شریف، ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول ص ۶۶۹ نمبر ۴۸۶۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر انگلی کی دیت دس اونٹ ہے

(۷۲۶) قَالَ وَفِىْ كُلِّ إِصْبَعٍ فِيهَا ثَلَاثَةُ مَفَاصِلٍ فَفِىْ أَحَدِهَا ثُلُثُ دِيَةِ الْأَصْبَعِ وَمَا فِيهَا مِفْصَلَانِ فَفِىْ أَحَدِهِمَا نِصْفُ دِيَةِ الْإِصْبَعِ، ١ وَهُوَ نَظِيرُ انْقِسَامِ دِيَةِ الْيَدِ عَلَى الْأَصَابِعِ.

(۷۲۷) قَالَ وَفِىْ كُلِّ سِنٍّ خَمْسٌ مِّنَ الْإِبِلِ ١ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَام فِىْ حَدِيْثِ أَبِىْ مُوْسَى الْأَشْعَرِىِّ

ترجمه: (۷۲۶) ہر وہ انگلی جس میں تین گرہیں ہیں تو ایک گرہ کٹ جائے تو ایک انگلی کی تہائی دیت ہے اور جس میں دو گرہیں ہیں تو اس کے ایک میں انگلی کی آدھی دیت ہے۔

ترجمه: ١ جس طرح ہاتھ کی انگلیوں پر دیت تقسیم ہوئی ہے اسی طرح انگلیوں کے پوروں پر بھی دیت تقسیم ہوگی

تشریح: جن جن انگلیوں میں تین تین گرہیں ہیں اگر ان میں سے ایک گرہ کٹ جائے تو ایک انگلی کی جو دس اونٹ دیت ہے اس کی تہائی دیت یعنی تین اونٹ اور ایک اونٹ کی تہائی 3.33 اونٹ لازم ہوں گے۔ کیونکہ ایک انگلی کی دیت دس اونٹ ہیں تو تین جوڑ میں سے ایک جوڑ کی دیت تین اونٹ اور ایک تہائی اونٹ لازم ہوں گے۔ یا 33.33 دینار یا 333.33 درہم لازم ہوں گے۔

اور جس انگلی میں صرف دو گرہیں ہیں جیسے انگوٹھے کی انگلی تو ایک گرہ کٹنے سے ایک انگلی کی آدھی دیت لازم ہوگی یعنی پانچ اونٹ۔ یا ۵۰ دینار یا ۵۰۰ پانچ سو درہم لازم ہوں گے۔ کیونکہ حساب سے یہی بنتا ہے۔

وجه: (۱) قول صحابی میں ہے۔ عن عمر بن الخطابؓ قال فی کل انملة ثلث دیة الاصبع وفی حدیث عکرمة عم عمر ثلث قلائص و ثلث قلوص (مصنف عبد الرزاق، باب الاصبع ج تاسع، ص ۳۸۵ نمبر ۱۷۷۰۵/ ۱۷۷۰۴/ مصنف ابن ابی شیبة ۳۸ کم فی کل اصبع ج خامس، ص ۳۶۹، نمبر ۲۶۹۹۴) (۲) اس قول تابعی میں ہے۔ عن ابراهیم قال فی کل مفصل من الاصابع ثلث دیة الاصبع الا الابهام فانها مفصلان فی کل مفصل النصف (مصنف عبد الرزاق، باب الاصبع ج تاسع، ص ۳۸۵ نمبر ۱۷۷۰۵/ ۱۷۷۰۴/ مصنف ابن ابی شیبة ۳۸ کم فی کل اصبع ج خامس، ص ۳۶۹، نمبر ۲۶۹۹۴) اس قول تابعی سے مسئلہ کی وضاحت ہوگئی۔

لغت: مفاصل: مفصل کی جمع ہے گرہ، جوڑ۔

ترجمه: (۷۲۷) اور ہر ہر دانت میں پانچ اونٹ ہیں۔

ترجمه: ١ حضرت ابو موسی اشعریؓ کی حدیث میں ہے کہ ہر دانت میں پانچ اونٹ ہیں، اور دانت اور داڑھ دونوں کی دیت برابر ہے، اس لئے کہ جو حدیث ہم نے بیان کی اس میں سب دانتوں کی دیت مطلق بیان کی ہے، اور بعض روایتوں میں ہے کہ سب دانت کی دیت برابر ہے، اور اس لئے بھی کہ سب دانتوں کا نفع برابر ہے اس لئے فضیلت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، جیسے ہاتھ کی انگلیوں میں فضیلت کا اعتبار نہیں کیا گیا ہے

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ "وَفِيْ كُلِّ سِنٍّ خَمْسٌ مِنَ الْإِبِلِ" وَالْأَسْنَانُ وَالْأَضْرَاسُ سَوَاءٌ لِإِطْلَاقِ مَا رَوَيْنَا وَلِمَا رَوَيْنَا فِيْ بَعْضِ الرِّوَايَاتِ وَالْأَسْنَانُ كُلُّهَا سَوَاءٌ، وَلِأَنَّ كُلَّهَا فِيْ أَصْلِ الْمَنْفَعَةِ سَوَاءٌ فَلَا يُعْتَبَرُ التَّفَاضُلُ كَالْأَيْدِيْ وَالْأَصَابِعِ، ۲ وَهٰذَا إِذَا كَانَ خَطَأً فَإِنْ كَانَ عَمَدًا فَفِيْهِ الْقِصَاصُ وَقَدْ مَرَّ فِي الْجِنَايَاتِ.

(۷۲۸) قَالَ وَمَنْ ضَرَبَ عُضْوًا فَأَذْهَبَ مَنْفَعَتَهُ فَفِيْهِ دِيَةٌ كَامِلَةٌ كَالْيَدِ إِذَا شَلَّتْ، وَالْعَيْنُ إِذَا ذَهَبَ

تشریح: غلطی سے دانت توڑ دے تو ہر ہر دانت میں پانچ پانچ اونٹ ہیں، اور جان کر دانت توڑے تو اس کے قصاص میں دانت ہی توڑے جائیں گے

دوسری بات یہ فرمارہے ہیں کہ داڑھ ہو یا سامنے کا دانت ہو سب کی دیت ایک جیسی ہی ہے، کوئی فرق نہیں ہے،

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ سب دانتوں کا فائدہ برابر ہے۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ ہاتھ کی انگلیوں میں سب کو برابر رکھا گیا ہے، اسی طرح یہاں بھی دانت میں سب کو برابر رکھا گیا ہے، اور سب کی ہی دیت پانچ پانچ اونٹ ہے۔ (۳) حدیث میں مطلق ہے کہ ہر ہر دانت کی دیت پانچ اونٹ ہے، اس میں کوئی فرق نہیں کیا گیا ہے۔ (۴) اس حدیث میں ہے کہ دانت کی دیت پانچ اونٹ ہے۔ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَى أَهْلِ الْيَمَنِ كِتَابًا فِيهِ الْفَرَائِضُ وَالسُّنَنُ وَالدِّيَاتُ،... وَفِي السِّنِّ خَمْسٌ مِنَ الْإِبِلِ، (نسائی شریف، ذکر حدیث عمر بن حزم فی العقول، نمبر ۴۸۵۳) (۵) وفی الاسنان خمس خمس وفی موضحۃ خمس (نسائی شریف، باب ذکر حدیث عمرو بن حزم فی المعقول ص ۶۶۹ نمبر ۴۸۶۰ / ابو داؤد شریف، باب دیات الاعضاء ص ۲۷۸ نمبر ۴۵۶۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر دانت میں پانچ پانچ اونٹ ہیں۔ (۶)۔ اور سب دانت برابر ہیں اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »الْأَصَابِعُ سَوَاءٌ، وَالْأَسْنَانُ سَوَاءٌ، الثَّنِيَّةُ وَالضِّرْسُ سَوَاءٌ، هَذِهِ وَهَذِهِ سَوَاءٌ« (ابو داؤد شریف، باب دیات الاعضاء ص ۲۷۸ نمبر ۴۵۵۹) اس حدیث سے چلا پتا کہ تمام دانت اور تمام انگلیوں کا درجہ برابر ہے۔

لغت: سن: دانت۔ اضراس: ضرس کی جمع ہے، داڑھ

ترجمہ: ۲ یہ حکم کہ دانت توڑنے پر دیت لی جائے گی جب ہے کہ غلطی سے دانت توڑا ہو، لیکن اگر جان کر دانت توڑا ہو تو اس میں قصاص ہے، اس کی تفصیل کتاب الجنایات میں گزر چکی ہے

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: (۷۲۸) کسی نے کسی کے عضو کو مارا جس کی وجہ سے اس کی منفعت چلی گئی تو اس میں پوری دیت ہے۔ جیسے کہ اس کو کاٹ دینے میں ہے۔ جیسے ہاتھ شل ہو گیا اور آنکھ کی روشنی چلی گئی۔

ضَوْءُ هَا، لِ لِأَنَّ الْمُتَعَلَّقَ تَفوِيتُ جِنسِ الْمَنفَعَةِ لا فَوَاتُ الصُّوْرَةِ،
(۷۲۹) وَمَنْ ضَرَبَ صُلْبَ غَيْرِهٖ فَانْقَطَعَ مَاؤُهٗ يَجِبُ الدِّيَةُ لِتَفوِيتِ جِنسِ الْمَنْفَعَةِ وَكَذَا لَوْ أَحْدَبَهٗ، لِ لِأَنَّهٗ فَوَّتَ الْجَمَالَ عَلَى الْكَمَالِ وَهُوَ اسْتِوَاءُ الْقَامَةِ

ترجمه: لِ اس لئے کہ دیت کا تعلق نفع ختم ہونے سے ہے صورت کے فوت ہونے سے نہیں ہے

تشریح: کسی نے کسی کے عضو پر اس طرح مارا کہ عضو تو باقی رہا لیکن اس کا نفع مکمل ختم ہو گیا۔ مثلا ہاتھ پر مارا جس کی وجہ سے ہاتھ تو باقی رہا لیکن ہاتھ شل ہو گیا اور کسی کام کا نہیں رہا تو یوں سمجھا جائے گا کہ ہاتھ کٹ گیا۔ اس لئے ہاتھ کی پوری دیت پچاس اونٹ لازم ہوگی۔ یا آنکھ پر مارا جس کی وجہ سے آنکھ تو باقی رہی لیکن اس کی روشنی ختم ہو گئی تو گویا کہ پوری آنکھ ختم ہو گئی۔ اس لئے ایک آنکھ کی پوری دیت پچاس اونٹ لازم ہوگی۔

وجه: (۱) اس قول صحابی میں ہے۔ ابا المهلب عم ابی قلابة قال سمعته يقول رمى رجل رجلا بحجر فی رأسه فی زمان عمر بن الخطابؓ فذهب سمعه وعقله ولسانه وذكره فقضى فيه عمرؓ اربع ديات وهو حی (سنن للبیہقی، باب اجتماع الضراحات ج ثامن، ص ۱۷۱، نمبر ۱۶۳۲۶ / مصنف ابن ابی شیبة ۲۴ اذا ذهب سمعه وبصره ج خامس، ص ۳۵۹، نمبر ۲۶۸۸۳ / مصنف عبد الرزاق، باب من اصیب من اطرافه ما یکون فیه دیتان اوثلاث ج عاشر ص ۱۱ نمبر ۱۸۱۸۳) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ عضو باقی رہے اور اس کی منفعت ختم ہو جائے تو اس کی پوری دیت دینی ہوگی کیونکہ وہ عضو بیکار ہو گیا۔

ترجمه: (۷۲۹) کسی نے دوسرے کی ریڑھ کی ہڈی پر ماری جس کی وجہ سے منی بننا بند ہو گیا تو اس پر پوری دیت واجب ہوگی (اس لئے نفع کی جنس ختم ہو گئی) ایسے ہی اگر اس مارنے سے کبڑا ہو گیا تو پوری دیت لازم ہوگی (اس لئے کہ خوب صورتی ختم ہو گئی اور وہ ہے سیدھا کھڑا ہونا) لیکن پھر اگر کبڑا پن ختم ہو گیا تو اس مارنے والے پر کچھ نہیں ہے

ترجمه: لِ اس لئے کہ بغیر کسی اثر کے کبڑا پن ختم ہو گیا

تشریح: یہاں تین باتیں مذکور ہیں۔ ۱۔ پہلی بات یہ ہے کہ ریڑھ کی ہڈی پر مارا جس کی وجہ سے منی کا بننا بند ہو گیا تو چونکہ ریڑھ کی ہڈی کا نفع منی بننا تھا تو اصل منفعت ختم ہو گئی اس لئے پوری دیت لازم ہوگی۔ ۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ ریڑھ کی ہڈی پر مارنے کی وجہ سے آدمی کبڑا ہو گیا تو اس پر بھی پوری دیت لازم ہوگی، کیونکہ خوبصورتی ختم ہو گئی، کیونکہ سیدھا کھڑا ہونے میں خوب صورتی تھی جو کبڑا ہونے کی وجہ سے باقی نہیں رہی۔ ۳۔ تیسری بات یہ ہے کہ دیت لینے سے پہلے کبڑا ہونا ختم ہو گیا تو اس پر دیت لازم نہیں ہوگی، ہاں تعزیر کی جائے گی، کیونکہ جو منفعت ختم ہوئی تھی وہ واپس لوٹ آئی،

(۷۳۰)(الف) فَلَوْ زَالَتِ الْحَدُوْبَةُ لا شَیْءَ عَلَیْهِ لِزَوَالِهَا لا عَنْ أَثَرٍ.

فَصْلٌ فِی الشَّجَاجِ

(۷۳۰)(ب) قَالَ الشَّجَاجُ عَشْرَةٌ، اَلْحَارِصَةُ وَهِیَ الَّتِیْ تَحْرُصُ الْجِلْدَ أَیْ تَخْدِشُهُ وَلا تُخْرِجُ الدَّمَ، وَالدَّامِعَةُ وَهِیَ الَّتِیْ تُظْهِرُ الدَّمَ وَلا تُسِیْلُهُ کَالدَّمْعِ فِی الْعَیْنِ، وَالدَّامِیَةُ وَهِیَ الَّتِیْ تُسِیْلُ الدَّمَ، وَالْبَاضِعَةُ وَهِیَ الَّتِیْ تَبْضَعُ الْجِلْدَ أَیْ تَقْطَعُهُ، وَالْمُتَلاحِمَةُ، وَهِیَ الَّتِیْ تَأْخُذُ فِی اللَّحْمِ وَالسَّمْحَاقُ وَهِیَ الَّتِیْ تصل الی السَّمْحَاقِ وَهِیَ جِلْدَةٌ رَقِیْقَةٌ بَیْنَ اللَّحْمِ وَعَظْمِ الرَّأْسِ، وَالْمُوْضِحَةُ وَهِیَ الَّتِیْ تُوْضِحُ الْعَظْمَ أَیْ تُبَیِّنُهُ، وَالْهَاشِمَةُ وَهِیَ الَّتِیْ تُکْسِرُ الْعَظْمَ، وَالْمُنَقِّلَةُ وَهِیَ الَّتِیْ تُنَقِلُ الْعَظْمَ بَعْدَ

فصل زخم کی دیت کے بارے میں

نوٹ الشجاج: چہرے پراور سر پر جوزخم لگائے اس کوشجاج، کہتے ہیں،اوراس کے علاوہ جوزخم ہواس کو، جراحۃ، کہتے ہیں یہاں بارہ قسم کے زخم کا ذکر ہے۔بارہ زخم یہ ہیں: (۱) حارصہ۔(۲) دامعہ۔(۳) دامیہ۔(۴) باضعہ۔(۵) متلاحمہ۔(۶) سمحاق۔ (۷) موضحہ۔(۸) ہاشمہ۔(۹) منقلہ۔(۱۰) آمہ۔(۱۱) جائفہ۔(۱۲) دامغہ۔

اصول: موضحہ، یعنی سر میں ایسی مار جس میں سر کی ہڈی ظاہر ہو جاتی ہو، اس میں پانچ اونٹ ہے، اور اس سے بھی گہرا زخم ہو تو اس میں بھی پانچ ہی اونٹ ہوں گے۔ اور اس موضحہ سے کم زخم ہو تو اس میں دیت نہیں لیکن، عادل آدمی جتنے رقم کا فیصلہ کرے وہ لازم ہوگا۔ یہ سارے زخم انہیں اصولوں پر متفرع ہیں

وجہ: اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِیهِ، عَنْ جَدِّهِ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَتَبَ إِلَی أَهْلِ الْیَمَنِ کِتَابًا فِیهِ الْفَرَائِضُ وَالسُّنَنُ وَالدِّیَاتُ،...، وَفِی الْمُوضِحَةِ خَمْسٌ مِنَ الْإِبِلِ. (نسائی شریف، ذکر حدیث عمر بن حزم فی العقول، نمبر ۴۸۵۳ر ترمذی شریف، باب ما جاء فی الموضحۃ، نمبر ۱۳۹۰) اس حدیث میں ہے کہ موضحہ میں پانچ اونٹ دیت ہے

ترجمہ: (۷۳۰) زخم دس ہیں (۱) حارصہ (۲) دامعہ (۳) دامیہ (۴) باضعہ (۵) متلاحمہ (۶) سمحاق (۷) موضحہ (۸) ہاشمہ (۹) منقلہ (۱۰) آمہ

زخم دس ہیں (۱) حارصہ: حرص سے مشتق ہے، خراش آنا۔ یہ وہ زخم ہے جس میں چمڑی پر خراش آئے، لیکن خون نہ نکلے (۲) دامعہ: یہ دمع سے مشتق ہے، آنسو، جس زخم میں خون ظاہر ہو، لیکن خون نہ بہے، جیسے آنکھ میں آنسو۔ (۳) دامیہ: یہ دم سے مشتق ہے، خون آنا، یہ وہ زخم جس میں خون بہے، (۴) باضعہ: یہ بضع سے مشتق ہے، کاٹنا، وہ زخم جو کھال کو کاٹ دے، اور کچھ گوشت میں بھی گھس جائے، (۵) متلاحمہ: یہ لحم سے مشتق ہے، گوشت، یہ وہ زخم ہے گوشت میں زیادہ گھس جائے، (اور گوشت کو کاٹ دے) (۶) سمحاق: سر کی

الْكَسْرِ أَیْ تُحَوِّلُهُ، وَالْاٰمَّةُ وَهِیَ الَّتِیْ تَصِلُ إِلٰی أُمِّ الرَّأْسِ وَهُوَ الَّذِیْ فِیْهِ الدِّمَاغُ.

(۱۷۳۱) قَالَ فَفِی الْمُوْضِحَةِ الْقِصَاصُ إِنْ كَانَتْ عَمَدًا ۱؎ لِمَا رُوِیَ أَنَّهُ عَلَیْهِ السَّلام قَضٰی بِالْقِصَاصِ فِی الْمُوْضِحَةِ، وَلِأَنَّهُ یُمْكِنُ أَنْ یَّنْتَهِیَ السِّكِّیْنُ إِلَی الْعَظْمِ فَیَتَسَاوِیَانِ فَیَتَحَقَّقُ الْقِصَاص.

ہڈی اوراس کے گوشت کے درمیان ایک باریک جھلی ہوتی ہے ۔ یہ وہ زخم ہے جو سمحاق جھلی تک پہنچ جائے ، (۷) موضحہ: وضح سے مشتق ہے، واضح ہونا ظاہر ہونا، یہ وہ زخم ہے جس میں ہڈی ظاہر ہو جائے ۔(۸) ہاشمہ: ہشم سے مشتق ہے، ٹوٹنا، یہ وہ زخم ہے جس میں ہڈی ٹوٹ جائے ۔(۹) منقلہ: نقل سے مشتق ہے، منتقل ہونا، یہ وہ زخم ہے جس میں ہڈی ٹوٹ کر تھوڑی ہٹ جائے ۔(۱۰) آمہ: کا ترجمہ ہے دماغ میں صدمہ پہنچنا ۔ یہ وہ زخم ہے جس میں زخم اتنا گہرا ہو جہاں دماغ ہوتا ہے وہاں تک پہنچ جائے

تشریح ان زخموں کی تشریح اس طرح ہے ۔ جو زخم چہرہ اور سر پر ہو اس کو شجہ کہتے ہیں اور جو باقی بدن پر ہو اس کو جراحۃ کہتے ہیں (۱) حارصہ: جس میں کھال چھل جائے جس کو اردو میں کھرونچ کہتے ہیں (۲) دامعہ: دمع سے مشتق ہے آنسو، جس زخم میں آنسو کے مانند خون ظاہر ہو جائے مگر بہے نہیں (۳) دامیہ: دم سے مشتق ہے، جس زخم سے خون بہہ جائے (۴) باضعہ: بضع سے مشتق ہے چیرنا، کاٹنا، جس زخم میں کھال کٹ جائے (۵) متلاحمہ: لحم سے مشتق ہے گوشت، جس میں گوشت کٹ جائے (۶) سمحاق: سر کی ہڈی اور سر کے گوشت کے درمیان باریک جھلی ہوتی ہے اس کو سمحاق کہتے ہیں، وہ زخم جو اس جھلی تک پہنچ جائے (۷) موضحہ: وضح سے مشتق ہے واضح ہونا، وہ زخم جس میں ہڈی کھل جائے (۸) ہاشمہ: ہشم کا ترجمہ ہے چورا چورا کرنا ۔ یہاں مراد ہے وہ زخم جو ہڈی توڑ دے (۹) منقلہ: نقل سے مشتق ہے، جو ہڈی کو اس کی جگہ سے سرکا دے (۱۰) آمہ: آمہ کا ترجمہ ہے دماغ یا ہڈی کے اندر وہ پردہ جس کے اندر دماغ ہوتا ہے، وہ زخم جو اس پردے تک پہنچ جائے جس کے اندر دماغ ہوتا ہے ۔

ترجمہ: (۱۷۳۱) موضحہ میں قصاص ہے اگر جان بوجھ کر زخم کیا ہو اور باقی زخموں میں قصاص نہیں ہے ۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ موضحہ میں قصاص کا فیصلہ فرمایا ہے، اس لئے کہ سر کی ہڈی تک چھری پہنچانا ممکن ہے، اس لئے برابری ہو سکتی ہے اور قصاص لیا جا سکتا ہے

تشریح: موضحہ ایسا زخم ہے کہ اس میں قصاص لیا جا سکتا ہے، اس لئے اس میں قصاص لیا جا سکتا ہے، کیونکہ اس میں چھری سے برابر کر کے کاٹنا ممکن ہے ۔ باقی اس سے پہلے جو چھ زخم ہیں ان میں ایک روایت ہے کہ قصاص ہے اور دوسری روایت ہے کہ عادل کا فیصلہ ہے، اور موضحہ کے بعد جو تین زخم ہے ان میں ہڈی کا ٹوٹنا ہے اس لئے ان میں قصاص نہیں ہے، صرف دیت ہے

وجہ: (۱) موضحہ ایسا زخم ہے کہ اس کا قصاص برابر سرابر ہو سکتا ہے اس لئے اگر جان بوجھ کر موضحہ زخم کیا تو قصاص لے سکتا ہے ۔ اور باقی زخموں میں برابر سرابر نہیں ہوتا ہے یا زیادہ ہو جائے گا یا کم ہو جائے اس لئے قصاص نہیں لے سکتا اس لئے اس میں قصاص نہیں ہے بلکہ حاکم کا فیصلہ ہے، یا دیت ہے ۔(۲) عَنْ طَاوُسٍ، ذَكَرَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: " لَا طَلَاقَ قَبْلَ مِلْكٍ، وَلَا قِصَاصَ فِیْمَا دُوْنَ الْمُوْضِحَةِ مِنَ الْجِرَاحَاتِ " هَذَا مُنْقَطِعٌ (سنن بیہقی، باب ما لا

(۷۳۲) قَالَ وَلَا قِصَاصَ فِيْ بَقِيَةِ الشَّجَاجِ، لِ لِأَنَّهُ لَا يُمْكِنُ اِعْتِبَارُ الْمَسَاوَاةِ فِيْهَا، لِأَنَّهُ لَا حَدَّ يَنْتَهِي السِّكِّيْنُ إِلَيْهِ، وَلِأَنَّ فِيْمَا فَوْقَ الْمُوْضِحَةِ كَسْرُ الْعَظْمِ وَلَا قِصَاصَ فِيْهِ وَهٰذِهِ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، ٢ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فِي الْأَصْلِ وَهُوَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ يَجِبُ

قصاص فیہ، ج ۸، ص ۱۱۵، نمبر ۱۶۱۰۳) اس حدیث مرسل کے مفہوم مخالف سے پتہ چلتا ہے کہ موضحہ میں قصاص ہے، اس لئے اس میں فرمایا کہ موضحہ کے علاوہ میں قصاص نہیں ہے، تو اس کا مفہوم یہ نکلا کہ موضحہ میں قصاص ہے

ترجمہ: (۷۳۲) اور باقی زخموں میں قصاص نہیں ہے

ترجمہ: لے اس لئے کہ ان زخموں میں برابری کرنا ممکن نہیں ہے، اس لئے کہ کوئی حد نہیں ہے جہاں جا کر چھری رک جائے، اور وہ تین زخم جو موضحہ سے بڑھ کر ہیں، ان میں ہڈی توڑنا ہے اور ہڈی توڑنے میں قصاص نہیں ہے (دیت ہے) یہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے

تشریح: موضحہ سے پہلے جو چھ قسم کے زخم ہیں، (۱) حارصہ (۲) دامعہ (۳) دامیہ (۴) باضعہ (۵) متلاحمہ (۶) سمحاق، ان میں دو روایت ہیں۔ ا۔ ایک روایت یہ ہے کہ اس میں قصاص نہیں ہے، صرف عادل کا فیصلہ ہے، اور دوسری روایت آگے آرہی ہے کہ ان زخموں میں قصاص لیا جا سکتا ہے

اور موضحہ کے بعد جو تین زخم ہیں (۸) ہاشمہ (۹) منقلہ (۱۰) آمہ، ان میں ہڈی ٹوٹتی ہے، اور ہڈی توڑنے کا قصاص لینا ناممکن ہے، کہ کتنی ہڈی توڑے اس لئے ان میں قصاص نہیں ہے، البتہ آگے آرہا ہے کہ ان میں الگ الگ دیتیں ہیں

وجہ: (۱) اس منقطع حدیث میں ہے کہ موضحہ کے علاوہ میں قصاص نہیں ہے۔ عَنْ طَاوُسٍ، ذَكَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: " لَا طَلَاقَ قَبْلَ مِلْكٍ، وَلَا قِصَاصَ فِيمَا دُونَ الْمُوضِحَةِ مِنَ الْجِرَاحَاتِ " هٰذَا مُنْقَطِعٌ (سنن بیہقی، باب مالا قصاص فیہ، ج ۸، ص ۱۱۵، نمبر ۱۶۱۰۳) اس حدیث مرسل میں ہے کہ موضحہ کے علاوہ زخم میں قصاص نہیں ہے، البتہ دیت ہے (۲) اس حدیث میں ہے کہ موضحہ میں دیت ہے اس سے پہلے جو چھ زخم ہیں ان میں عادل کا فیصلہ ہے۔ ثنا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، قَالَ: الْأَمْرُ الْمُجْتَمَعُ عَلَيْهِ عِنْدَنَا أَنَّهُ لَيْسَ فِيمَا دُونَ الْمُوضِحَةِ مِنَ الشِّجَاجِ عَقْلٌ حَتَّى تَبْلُغَ الْمُوضِحَةَ، وَإِنَّمَا الْعَقْلُ فِي الْمُوضِحَةِ فَمَا فَوْقَهَا، وَذٰلِكَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، انْتَهَى إِلَى الْمُوضِحَةِ فِي كِتَابِهِ لِعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، فَجَعَلَ فِيهَا خَمْسًا مِنَ الْإِبِلِ (سنن بیہقی، باب ما دون الموضحہ من الشجاج، ج ۸، ص ۱۴۵، نمبر ۱۶۲۰۹) (۳) اس قول تابعی میں ہے کہ موضحہ سے جو کم زخم ہیں ان میں عادل کا فیصلہ ہوگا۔ ا۔ عن ابراهيم قال فيما دون الموضحة حكومة. (مصنف ابن ابی شیبة ۱۱ فیما دون الموضحة ج خامس، ص ۳۵۲، نمبر ۲۶۸۰۷) (۴) پہلے ذکر کیا جا چکا ہے جو عضو بدن سے باہر ہے اور اس کو برابر کر کے کاٹنا ممکن ہے اسی میں قصاص ہے، لیکن جو عضو جسم کے اندر ہے اس کو برابر کر کے کاٹنا ممکن نہیں ہے اس میں قصاص نہیں بلکہ دیت ہے، چاہے عمدا کاٹا ہو یا خطاء کاٹا ہو

ترجمہ: ٢ امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں فرمایا، اور ظاہر روایت یہی ہے کہ موضحہ زخم سے پہلے جو چھ زخم ہیں ان میں بھی

الْقِصَاصُ فِيمَا قَبْلَ الْمُوضِحَةِ، لِأَنَّهُ يُمْكِنُ اِعْتِبَارُ الْمَسَاوَاةِ فِيْهِ، إِذْ لَيْسَ فِيْهِ كَسْرُ الْعَظْمِ وَلَا خَوْفُ هَلَاكٍ غَالِبٍ فَيُسْبَرُ غَوْرُهَا بِمِسْبَارٍ ثُمَّ يُتَّخَذُ حَدِيْدَةٌ بِقَدْرِ ذٰلِکَ فَيُقْطَعُ بِهَا مِقْدَارُ مَا قُطِعَ فَيَتَحَقَّقُ اِسْتِيْفَاءُ الْقِصَاصِ.

قصاص ہے،اس لئے کہ ان میں برابری کے ساتھ زخم کرنا ممکن ہے،اس لئے کہ ان زخموں میں ہڈی توڑنا نہیں ہے،اور غالب یہی ہے کہ ہلاک ہونے کا خوف نہیں ہے،اس لئے ایک سلائی سے زخم کی گہرائی ناپی جائے ، پھر اسی گہرائی کی مقدار لوہا تیز کیا جائے،اور اس گہرائی کی مقدار کاٹ دیا جائے،اس طرح قصاص لینا متحقق ہوجائے گا

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت تو یہی ہے کہ موضحہ سے کم جو چھ زخم ہیں ان میں قصاص نہیں ہے،لیکن امام محمدؒ نے مبسوط میں کہا ہے کہ موضحہ سے کم جو چھ زخم ہیں ان میں بھی قصاص ہے،اور ظاہر روایت یہی ہے،اور اس صورت یہ بتاتے ہیں کہ ایک سلائی لیں اس سے زخم کی گہرائی،اور چوڑائی ناپیں، پھر جتنی میلی میٹر یہ زخم ہوا تنا لمبا چوڑا لوہا تیز کریں اور اتنی ہی میلی میٹر چمڑی کاٹ دیں اور اتنا ہی گہرا زخم لگادیں،تو قصاص ہوجائے گا۔ پھر آگے دلیل دیتے ہیں کہ یہاں زخم میں ہڈی نہیں ٹوٹی ہے اس لئے ہڈی توڑنے کا قصاص نہیں جو ممنوع ہے

نوٹ : کتاب الاصل لامام محمد میں یہ نہیں ہے کہ موضحہ سے کم درجے کے زخموں میں قصاص ہے، بلکہ وہاں یہ ہے کہ موضحہ سے کم درجے کے جو چھ زخم ہیں ان میں عادل کا فیصلہ ہے،قصاص کا ذکر نہیں ہے، میں نے اصل مبسوط میں تحقیق کی ہے،حوالہ یہ ہے۔وفی المُوضِحة خمس من الإبل، وفیما دون المُوضِحة حکومة عدل (کتاب الاصل،المبسوط،کتاب الدیات، ج۶،ص۵۵۱) (۲) دوسری بات یہ ہے کہ حضرت امام محمدؒ کی کتاب،کتاب الاثار میں امام ابوحنیفہؒ کا قول نقل کیا ہے کہ ان زخموں میں عادل کا فیصلہ ہے قصاص نہیں ہے اسی کو ہم لیتے ہیں،حوالہ یہ ہے۔عن ابراھیم قال فی السمحاق والباضعة واشباہ ذلک اذ کان خطاء او عمدا لا یستطاع فیه القصاص ففیه حکومة عدل قال محمد وبه ناخذ وھو قول ابی حنیفة (کتاب الآثار لامام محمد، باب دیۃ الاسنان والاشغار والاصابع ص۱۲۲،نمبر ۵۶۲) اس سے بھی معلوم ہوا کہ جس زخم میں قصاص لینا ممکن نہیں ہے اس میں قصاص نہیں دیت ہے، یا عادل کا فیصلہ ہے۔

وجہ: (۱) آیت میں ہے کہ زخم میں قصاص ہے،اس کی وجہ سے وہ فرماتے ہیں کہ موضحہ سے پہلے زخموں میں ہڈی توڑنا نہیں ہے اس لئے اس میں قصاص ہونا چاہئے،آیت یہ ہے والجروح قصاص (آیت ۴۵ سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت میں ہے کہ زخموں کا قصاص ہو۔(۲) ہڈی میں قصاص نہیں ہے اس کی دلیل یہ قول صحابی ہے۔عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عُمَرَ، قَالَ: »إِنَّا لَا نُقِيدُ مِنَ الْعِظَامِ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب العظام من قال لیس فیہا قصاص، ج ۵،ص۳۹۴،نمبر ۲۷۳۰۲) (۳) اس قول تابعی میں بھی ہے کہ ہڈی میں قصاص نہیں ہے۔عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: »لَيْسَ فِي شَيْءٍ مِنَ الْعِظَامِ قِصَاصٌ إِلَّا الْوَجْهُ وَالرَّأْسُ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب العظام من قال لیس فیہا قصاص، ج ۵،ص۳۹۴، نمبر

(۷۳۳) قَالَ وَفِيمَا دُونَ الْمُوضِحَةِ حَكُومَةُ الْعَدْلِ، ۱ لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيهَا اِرْشٌ مُّقَدَّرٌ وَلَا يُمْكِنُ إِهْدَارُهُ فَوَجَبَ اِعْتِبَارُهُ بِحُكْمِ الْعَدْلِ وَهُوَ مَأْثُورٌ عَنِ النَّخْعِيِّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ.

(۷۳۴) قَالَ وَفِي الْمُوضِحَةِ إِنْ كَانَتْ خَطَأً نِصْفُ عُشْرِ الدِّيَةِ وَفِي الْهَاشِمَةِ عُشْرُ الدِّيَةِ وَفِي الْمُنَقِّلَةِ عُشْرُ الدِّيَةِ وَنِصْفُ عُشْرِ الدِّيَةِ وَفِي الْآمَّةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ وَفِي الْجَائِفَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ فَإِنْ نَفَذَتْ

۲۷۳۰۶) (۴)اس قول تابعی میں بھی ہے کہ ٹوٹی ہوئی ہڈی میں قصاص نہیں ہے۔عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: »لَيْسَ فِي كَسْرِ الْعِظَامِ قِصَاصٌ« (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب العظام قال لیس فیھا قصاص، ج ۵، ص ۳۹۴، نمبر ۲۷۳۰۷)

لغت: یسبر: سبر سے مشتق ہے زخم کی گہرائی کو ناپنا۔غورھا: گہرائی، اسی سے غار ہے۔مسمار: کیل، لوہے کی سلائی۔یتحد: تیز کیا جائے۔استیفاء: وفی سے مشتق ہے، وصول کرنا۔

ترجمہ: (۷۳۳)اور موضحہ سے کم زخم میں عادل آدمی کا فیصلہ ہے۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ اس میں شارع کی جانب سے متعین مقدار ارش نہیں ہے، اور اس کو بیکار بھی نہیں چھوڑ سکتے اس لئے عادل آدمی کے فیصلے کا اعتبار کیا گیا ہے، اور حضرت ابراہیم نخعی، اور حضرت عمر بن عبد العزیز سے یہی منقول ہے

تشریح: موضحہ سے پہلے یہ زخم ہیں (۱) حارصہ (۲) دامعہ (۳) دامیۃ (۴) باضعہ (۵) متلاحمہ (۶) سمحاق۔ان چھ زخموں میں حاکم کا فیصلہ ہے۔

وجہ: حدیث میں موضحہ کی دیت کا تذکرہ ہے اور اس سے بڑے زخموں کی دیت کا تذکرہ ہے۔موضحہ سے کم والے زخموں کی دیت کا تذکرہ نہیں ہے اس لئے اس میں حاکم کے فیصلے کے مطابق رقم لازم ہوگی (۲) صاحب ہدایہ کے قول تابعی میں ہے ۔عن ابراهیم قال فيما دون الموضحة حكومة (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۱ فیما دون الموضحۃ ج خامس، ص ۳۵۲، نمبر ۲۶۸۰۷)(۲)صاحب ہدایہ کے حضرت عمر بن عبد العزیز کا قول یہ ہے۔قَالَ: كَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَقُرِءَ عَلَيْنَا كِتَابُهُ: »أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى فِي الْمُوضِحَةِ بِخَمْسٍ مِنَ الْإِبِلِ، وَلَمْ يَقْضِ فِيمَا سِوَى ذَلِكَ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب کتاب اقضیۃ رسول اللہ ﷺ، ج ۶، ص ۸، نمبر ۲۹۰۵۶)اس حدیث میں ہے کہ موضحہ کے علاوہ زخم میں کچھ فیصلہ نہیں فرمایا ہے

ترجمہ: (۷۳۴)(۷)موضحہ اگر غلطی سے ہوا ہو تو دیت کے دسویں حصے کا آدھا ہے (یعنی پانچ اونٹ ہے) (۸) ہاشمہ زخم میں دیت کا دسواں (یعنی دس اونٹ ہے): اور (۹) منقلہ: میں دیت کا دیت کا دسواں حصہ، اور دیت کا بیسواں حصہ (یعنی پندرہ اونٹ، اور (۱۰) آمہ: میں پوری دیت کی ایک تہائی (یعنی 33.33 تینتیس اونٹ اور ایک اونٹ کی ایک تہائی)، (۱۱) اور

فَهُمَا جَائِفَتَانِ فَفِيهِمَا ثُلُثَا الدِّيَةِ لِ لِمَا رُوِيَ فِي كِتَابِ عُمَرِو بْنِ حَزْمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ وَفِي الْمُوْضِحَةِ خَمْسٌ مِّنَ الْإِبِلِ وَفِي الْهَاشِمَةِ عَشْرٌ وَفِي الْمُنَقَّلَةِ خَمْسَةَ عَشَرَ وَفِي

جائفہ زخم میں : پوری دیت کی ایک تہائی (یعنی 33.33 تینتیس اونٹ اور ایک اونٹ کی ایک تہائی) اور اگر جائفہ پیٹ کی دوسری طرف پیٹھ کی طرف پار ہوگئی تو یہ دو جائفہ شمار کی جائے گی، اور اس میں پوری دیت کی دو تہائی لازم ہوگی (یعنی 66.66 یعنی چھیاسٹھ اونٹ، اور ایک اونٹ کی دو تہائی لازم ہوگی)

ترجمہ: لے اس لئے کہ حضرت عمر بن حزمؓ کی کتاب میں روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ موضحہ زخم میں پانچ اونٹ ہیں، اور ہاشمہ میں دس اونٹ ہیں، اور منقلہ زخم میں پندرہ اونٹ ہیں، اور آمہ زخم میں اور ایک روایت میں ماموہ زخم ہے، اس میں پوری دیت کی ایک تہائی ہے، اور حضورؐ نے یہ بھی فرمایا کہ جائفہ زخم میں ایک تہائی دیت ہے

تشریح: (۷) موضحہ: وضح سے مشتق ہے واضح ہونا، وہ زخم جس میں ہڈی کھل جائے۔ اوپر گزر چکا کہ موضحہ زخم جان بوجھ کر کرے تو قصاص لازم ہے۔ اور غلطی سے کرے تو پوری دیت سو اونٹ کا دسواں حصہ یعنی دس اونٹ اور اس دسواں حصے کا بھی آدھا یعنی پانچ اونٹ لازم ہوں گے۔ یا پچاس دینار یا پانچ سو درہم لازم ہوں گے۔ (۸) ہاشمہ: ہشم کا ترجمہ ہے چورا چورا کرنا۔ یہاں مراد ہے وہ زخم جو ہڈی توڑ دے، اس میں پوری دیت کا دسواں حصہ، یعنی دس اونٹ لازم ہوگا۔ (۹) منقلہ: نقل سے مشتق ہے، جو ہڈی کو اس کی جگہ سے سرکا دے، اس میں پوری دیت کا دسواں حصہ، یعنی دس اونٹ، اور بیسواں حصہ، یعنی پانچ اونٹ لازم ہوں گے، اس کا مجموعہ یعنی پندرہ اونٹ لازم ہوں گے۔ (۱۰) آمہ: آمہ کا ترجمہ ہے دماغ یا ہڈی کے اندر وہ پردہ جس کے اندر دماغ ہوتا ہے، وہ زخم جو اس پردے تک پہنچ جائے جس کے اندر دماغ ہوتا ہے۔ اس میں پوری دیت کی تہائی لازم ہوگی۔ یعنی سو اونٹ کی تہائی لازم ہوگی یعنی 33.33 اونٹ یا 333.33 دینار یا 3333.33 درہم لازم ہوں گے۔ (۱۱) جائفہ: جوف سے مشتق ہے جس کا ترجمہ ہے پیٹ کے اندر تک پہنچ جانا۔ یہاں وہ زخم مراد ہے جو پیٹ کی جانب سے یا پیٹھ کی جانب سے آنتوں تک زخم پہنچ جائے۔ اس زخم میں پوری دیت کی تہائی ہے یعنی 33.33 اونٹ یا 333.33 دینار یا 3333.33 درہم لازم ہوں گے۔

اور اگر جائفہ زخم پیٹ سے پیٹھ کی طرف پار ہو جائے تو اس کو دو جائفہ شمار کیا جائے گا، ایک جائفہ کا دوگنا دیت لازم ہوگی، یعنی پوری دیت کی دو تہائی دیت ہوگی، پوری دیت ایک سو اونٹ ہے تو دو تہائی۔ 66.66 اونٹ یا 666.66 دینار یا 6666.66 درہم لازم ہوں گے۔

وجہ: (۱) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے جس میں موضحہ۔ ہاشمہ۔ منقلہ۔ آمہ۔ اور جائفہ پانچوں زخم کی دیت کی تفصیل ہے۔ عَمرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَى أَهْلِ الْيَمَنِ كِتَابًا

الْاٰمَّةِ وَيُرْوٰى الْمَامُوْمَةُ ثُلُثُ الدِّيَةِ، وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْجَائِفَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ ٢ وَعَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ حَكَمَ فِيْ جَائِفَةٍ نَفَذَتْ إِلَى الْجَانِبِ الْاٰخَرِ بِثُلُثَيِ الدِّيَةِ، وَلِأَنَّهَا إِذَا نَفَذَتْ نَزَلَتْ مَنْزِلَةَ جَائِفَتَيْنِ إِحْدَاهُمَا مِنْ جَانِبِ الْبَطْنِ وَالْأُخْرٰى مِنْ جَانِبِ الظَّهْرِ وَفِيْ كُلِّ جَائِفَةٍ ثُلُثُ الدِّيَةِ فَلِهٰذَا وَجَبَ فِي النَّافِذَةِ ثُلُثَا الدِّيَةِ.

فِيهِ الْفَرَائِضُ وَالسُّنَنُ وَالدِّيَاتُ،.... وَفِي الْمَأْمُومَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ، وَفِي الْجَائِفَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ، وَفِي الْمُنَقِّلَةِ خَمْسَ عَشْرَةَ مِنَ الْإِبِلِ،...، وَفِي الْمُوضِحَةِ خَمْسٌ مِنَ الْإِبِلِ. (نسائی شریف، ذکر حدیث عمر بن حزم فی العقول، نمبر ۴۸۵۳) (۲) اس قول صحابی میں چار زخم کی دیت کا ذکر ہے عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ:...، وَفِي الْمُوضِحَةِ خَمْسٌ، وَفِي الْهَاشِمَةِ عَشْرٌ، وَفِي الْمَنْقُولَةِ خَمْسَ عَشْرَةَ، وَفِي الْمَأْمُومَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ، (مصنف عبد الرزاق، باب الموضحۃ، ج ۹، ص ۳۰۷، نمبر ۱۷۳۲۱) (۳) اس حدیث میں موضحہ کی دیت کا ذکر ہے۔ عن عبد اللہ بن عمرؓ ان رسول اللہ ﷺ قال فی المواضح خمس (ابوداؤد شریف، باب دیات الاعضاء ص ۲۷۸ نمبر ۴۵۶۶ رنسائی شریف، ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول ص ۶۶۹ نمبر ۴۸۶۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ موضحہ زخم میں پانچ اونٹ دیت لازم ہوگی۔

ترجمہ: ٢ اور حضرت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ جائفہ دوسری جانب پار کر گیا تو دو تہائی کا فیصلہ فرمایا ہے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جائفہ جب پار ہو گیا تو گویا کہ دو جائفہ ہو گئے، ایک پیٹ کی جانب اور دوسرا پیٹھ کی جانب، اور ہر جائفہ میں ایک دیت کی تہائی ہے اس لئے پار ہوئے جائفہ میں دو تہائی دیت لازم ہوگی

تشریح: حضرت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ جائفہ پار ہو جائے تو وہ دو زخم گنا جائے گا، ایک پیٹ کی جانب اور دوسرا پیٹھ کی جانب اس لئے اس میں دو تہائی دیت لازم ہوگی۔ پوری دیت ایک سو اونٹ ہے تو دو تہائی۔ 66.66 اونٹ یا 666.66 دینار یا 6666.66 درہم لازم ہوں گے۔

وجہ: (۱) صاحب ہدایہ کے اس قول صحابی میں ہے کہ جائفہ آر پار ہو جائے تو دو تہائی دیت ہے۔ عَنْ أَبِي بَكْرٍ قَالَ: »إِذَا نَفَذَتْ فَهِيَ جَائِفَتَانِ (مصنف عبد الرزاق، باب الجائفۃ ص ۳۶۸ ج تاسع، نمبر ۱۷۶۱۵) (۲) اس قول تابعی میں ہے کہ جائفہ آر پار ہو جائے تو دو تہائی دیت لازم ہوگی۔ عن مجاھد قال فی الجائفة الثلث فان نفذت فالثلثان۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الجائفۃ ص ۳۶۸ ج تاسع، نمبر ۱۷۶۱۵ رسنن للبیہقی، باب الجائفۃ ج ثامن، ص ۱۴۹ نمبر ۱۶۲۱۹) (۳) البتہ جائفہ، اور مامومہ، اور منقلہ میں قصاص نہیں ہے صرف دیت ہے، کیونکہ برابری کے ساتھ زخم لگانا ناممکن ہے، اس قول صحابی میں ہے۔ عن علیؓ انه قال لیس فی الجائفة والمامومة ولا المنقلة قصاص (مصنف ابن ابی شیبۃ ۸۱ من قال لا یقاد من جائفۃ ولا ماٴمومۃ ولا منقلۃ ج خامس، ص ۳۹۳، نمبر ۲۷۴۲۸) اس قول صحابی سے

۳؎ وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَنَّهُ جَعَلَ الْمُتَلَاحِمَةَ قَبْلَ الْبَاضِعَةِ وَقَالَ هِیَ الَّتِیْ يَتَلَاحَمُ فِيْهَا الدَّمُ وَيَسْوَدُّ، وَمَا ذَكَرْنَاهُ بَدْأً مَرْوِیٌّ عَنْ أَبِیْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَهٰذَا اخْتِلَافُ عِبَارَةٍ لَا يَعُوْدُ إِلٰى مَعْنًى وَحُكْمٍ. ۴؎ وَبَعْدَ هٰذَا شَجَّةٌ أُخْرٰى تُسَمَّى الدَّامِغَةُ وَهِیَ الَّتِیْ تَصِلُ إِلَى الدِّمَاغِ، وَلَمْ يَذْكُرْهَا لِأَنَّهَا تَقَعُ قَتْلاً فِی الْغَالِبِ، لَا جِنَايَةً مُقْتَصِرَةً مُفْرَدَةً بِحُكْمٍ عَلٰى حِدَةٍ. ۵؎ ثُمَّ هٰذِهِ الشَّجَّاجُ تَخْتَصُّ بِالْوَجْهِ وَالرَّأْسِ لُغَةً، وَمَا كَانَ فِیْ غَيْرِ الْوَجْهِ وَالرَّأْسِ يُسَمّٰى جِرَاحَةً، ۶؎ وَالْحُكْمُ مُرَتَّبٌ عَلَى الْحَقِيْقَةِ فِی الصَّحِيْحِ حَتّٰى لَوْ تَحَقَّقَتْ فِیْ غَيْرِهِمَا نَحْوَ السَّاقِ وَالْيَدِ لَا يَكُوْنُ لَهَا إِرْشٌ

ترجمہ: ۳؎ امام محمدؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ متلاحمہ زخم کو باضعۃ سے پہلے قرار دیا، بعض حضرات نے فرمایا کہ متلاحمہ کا ترجمہ یہ ہے کہ جس میں خون جمع ہو جائے اور خون کالا ہو جائے، اور جو پہلے ذکر کیا کہ متلاحمہ کو باضعہ کے بعد میں رکھا یہ امام ابو یوسفؒ کی دی ہوئی ترتیب ہے، لیکن یہ صرف عبارت کا اختلاف ہے، اس میں معنی اور حکم میں کوئی فرق نہیں پڑے گا

تشریح: اوپر جو زخم کی تشریح کی تھی اس میں باضعہ پہلے ہے اور متلاحمہ بعد میں ہے اور متلاحمہ کا ترجمہ یہ کیا گیا تھا کہ زخم گوشت میں گھس گیا ہو، اور یہ امام ابو یوسف کی دی ہوئی ترتیب تھی، لیکن امام محمدؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ متلاحمہ باضعہ سے پہلے ہے، اور متلاحمہ کا ترجمہ یہ کیا کہ خون جمع ہو گیا اور کالا ہو گیا ہو۔ لیکن مصنف آگے یہ فرمایا کہ یہ لفظی بحث ہے، اس تقدیم و تاخیر سے معنی اور حکم کوئی فرق نہیں پڑے گا، کیونکہ دونوں زخموں میں عادل کا فیصلہ ہے چاہے مقدم ہو یا موخر ہو

ترجمہ: ۴؎ ان زخموں کے بعد ایک دوسرا زخم ہے (۱۲) دامغہ، یہ وہ زخم ہے جو دماغ تک پہنچ جائے، اس کو امام محمدؒ نے اس لئے ذکر نہیں کیا کہ اس زخم سے عام طور پر موت واقع ہو جاتی ہے، اس لئے یہ کوئی الگ جرم نہیں ہے (اور موت سے پوری دیت واجب ہوتی ہے)

تشریح: ایک بارہواں (۱۲) الدامغۃ، ہے اس میں زخم دماغ تک پہنچ جاتا ہے، امام محمدؒ نے اپنی کتاب میں اس کا ذکر اس لئے نہیں کیا ہے کہ اس زخم سے عموما موت واقع ہو جاتی ہے اس لئے یہ زخم قتل خطاء میں شامل ہے، جس میں پوری دیت لازم ہوتی ہے، یہ زخم میں شامل نہیں ہے، اس لئے امام محمدؒ نے اس کو زخم میں بیان نہیں کیا ہے

ترجمہ: ۵؎ پھر لفظ، شجاج، جو زخم ہے وہ لغت کے اعتبار سے چہرہ اور سر کے ساتھ خاص ہے، اور جو چہرہ اور سر کے علاوہ ہو اس کو جراحت کہتے ہیں

تشریح: عربی میں شجاج، سر اور چہرے کے زخم کو کہتے ہیں، اور دوسرے زخموں کو جراحت کہتے ہیں

ترجمہ: ۶؎ صحیح بات یہ ہے کہ حکم حقیقت پر مرتب ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ چہرے اور سر کے علاوہ میں یہی زخم ہو جیسے پنڈلی اور ہاتھ میں زخم ہو تو اس زخم کے لئے یہ متعین دیت نہیں ہوگی، اس میں عادل جو فیصلہ کرے وہ رقم ہوگی، اس کی وجہ یہ ہے

مُقَدَّرٌ وَإِنَّمَا تَجِبُ حُكُومَةُ الْعَدْلِ، لِأَنَّ التَّقْدِيرَ بِالتَّوْقِيفِ وَهُوَ إِنَّمَا وَرَدَ فِيمَا يَخْتَصُّ بِهِمَا، وَلِأَنَّهُ إِنَّمَا وَرَدَ الْحُكْمُ فِيهَا لِمَعْنَى الشَّيْنِ الَّذِي يَلْحَقُهُ بِبَقَاءِ أَثَرِ الْجِرَاحَةِ، وَالشَّيْنُ يَخْتَصُّ بِمَا يَظْهَرُ مِنْهَا فِي الْغَالِبِ وَهُوَ الْعُضْوَانِ هٰذَانِ، لَا سِوَاهُمَا. ﴿۷﴾ وَأَمَّا اللِّحْيَانِ فَقَدْ قِيلَ لَيْسَا مِنَ الْوَجْهِ وَهُوَ

کہ دیت کا تعین توقیف یعنی حدیث، یا قول صحابی سے ہوتا ہے اور وہ دیت اسی سر اور چہرے کے زخم کے بارے میں ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ دیت کا حکم بدصورتی کی وجہ سے ہے جو زخم کا اثر باقی رہنے کی وجہ سے ہے، اور بدصورتی انہیں دو جگہوں (سر اور چہرہ) میں ہوتی ہے، اس لئے کہ دونوں جگہ عام طور پر کھلی ہوتی ہے، ان دونوں جگہوں کے علاوہ کھلی نہیں رہتی

تشریح: یہاں دو باتیں بتا رہے ہیں۔ا۔ایک یہ کہ حدیث اور قول صحابی میں زخم کے بارے میں جو دیت کا ذکر ہے وہ سر اور چہرے کے زخم کے بارے میں ہے، چنانچہ اتنا ہی گہرا زخم ہاتھ یا پنڈلی میں کر دے تو اس میں یہ دیت واجب نہیں ہوگی، اس میں عادل کا فیصلہ ہوگا

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ دیت کا تعین توقیف، یعنی حدیث اور قول صحابی سے ہوتا ہے، اور حدیث اور قول صحابی میں سر اور چہرے کے زخم کے بارے میں دیت کا تعین ہے، اس لئے ان کے علاوہ کے زخم میں عادل کا فیصلہ ہوگا (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ دیت کا اصل مدار بدصورتی ہے، یا دماغ ہے، اور بدصورتی چہرے میں ہوتی ہے، زخم ٹھیک ہونے کے بعد بھی اس کا داغ باقی رہتا ہے اور بدصورتی باقی رہتی ہے، یا دماغ میں زخم ہو جائے تو بدصورتی بھی ہوتی ہے، اور سوچنے اور سمجھنے میں خلل ہوتا ہے، اور آدمی کا زندہ رہنا مشکل ہوتا ہے، جس کی وجہ سے حدیث اور قول صحابی میں یہ دیت متعین ہے، اس کے علاوہ میں نہ بدصورتی ہوتی ہے، اور نہ سوچنے سمجھنے میں خلل ہوتا ہے کیونکہ وہ جگہ قابل دید نہیں ہوتی ہے اس لئے یہ دیت نہیں ہوگی، عادل کا فیصلہ ہوگا

لغت: الساق: پنڈلی۔ارش: تاوان، دیت۔التوقیف: وقف سے مشتق ہے، واقف کرانا، یہاں مراد ہے حدیث، یا قول صحابی، یا قول تابعی سے جس دیت کا تعین ہو۔الشین: بدنما داغ۔

ترجمہ: ﴿۷﴾ دونوں جبڑوں کے بارے میں کچھ حضرات نے فرمایا کہ وہ چہرے کا حصہ ہے یہی قول امام مالکؒ کا ہے، چنانچہ ان جبڑوں میں چہرے کی طرح زخم کر دے تو چہرے والی دیت اس میں واجب نہیں ہوگی (بلکہ عادل کا فیصلہ ہوگا) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وجہ مواجہت سے مشتق ہے (یعنی سامنے سے نظر آئے) اور سامنے سے دیکھنے والے کو جبڑے نظر نہیں آتے ہیں، لیکن ہمارے نزدیک جبڑے چہرے کا حصہ ہیں اس لئے کہ بغیر کسی فاصلے کے وہ چہرے کے ساتھ متصل ہیں، اور جبڑوں میں بھی مواجہت کا معنی متحقق ہے

تشریح: چہرے کے کنارے پر جو دو جبڑے ہیں، ان کے بارے میں امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ وہ چہرے کا حصہ نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وجہ مواجہت سے مشتق ہے، یعنی سامنے سے نظر آنا، اور جو کوئی سامنے سے دیکھتا ہے تو جبڑا نظر نہیں آتا ہے، اس لئے جبڑا چہرے کا حصہ نہیں ہے، اس لئے چہرے پر جو زخم لگے اور اس کی جو دیت ہوگی وہی زخم جبڑے پر لگے تو وہ

قَوْلُ مَالِكٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ حَتّٰى لَوْ وُجِدَ فِيْهِمَا مَا فِيْهِ إِرْشٌ مُقَدَّرٌ لَا يَجِبُ الْمُقَدَّرُ، وَهٰذَا لِأَنَّ الْوَجْهَ مُشْتَقٌّ مِنَ الْمُوَاجَهَةِ وَلَا مُوَاجَهَةَ لِلنَّاظِرِ فِيْهِمَا إِلَّا أَنَّ عِنْدَنَا هُمَا مِنَ الْوَجْهِ لِاتِّصَالِهِمَا بِهِ مِنْ غَيْرِ فَاصِلَةٍ وَقَدْ يَتَحَقَّقُ فِيْهِ مَعْنَى الْمُوَاجَهَةِ أَيْضًا. ۸ وَقَالُوْا الْجَائِفَةُ تَخْتَصُّ بِالْجَوْفِ جَوْفِ الرَّأْسِ أَوْ جَوْفِ الْبَطْنِ. ۹ وَتَفْسِيْرُ حَكُوْمَةِ الْعَدْلِ عَلٰى مَا قَالَهُ الطَّحَاوِيُّ أَنْ يُقَوَّمَ مَمْلُوْكًا بِدُوْنِ هٰذَا الْأَثَرِ وَيُقَوَّمُ بِهٰذَا الْأَثَرِ ثُمَّ يُنْظَرُ إِلٰى تَفَاوُتِ مَا بَيْنَ الْقِيْمَتَيْنِ فَإِنْ كَانَ نِصْفُ عُشْرِ الْقِيْمَةِ يَجِبُ

دیت واجب نہیں ہوگی، بلکہ عادل کا فیصلہ ہوگا، کیونکہ جبڑا چہرے کا حصہ نہیں ہے

لیکن ہمارے نزدیک جبڑا چہرے کا حصہ ہے، کیونکہ وہ چہرے کے ساتھ ساتھ بغیر کسی فاصلے کے ملا ہوا ہے،اس لئے جبڑے پر کوئی زخم لگے گا تو وہی دیت واجب ہوگی جو چہرے زخم میں واجب ہوتی ہے

اصول: جبڑا چہرے کا حصہ ہے

ترجمہ: ۸ علماء نے فرمایا کہ جائفہ جوف سے مشتق ہے سر کے اندر کا زخم اور پیٹ کے اندر کے زخم کو جائفہ، کہتے ہیں

تشریح: جائفہ بہت اندر کے زخم کو کہتے ہیں جو پیٹ کے اندر تک یا سر کے اندر تک گھس گیا ہو۔اوپر جو دس زخم بیان کئے ہیں (۱) حارصہ (۲) دامعہ (۳) دامیہ (۴) باضعہ (۵) متلاحمہ (۶) سمحاق (۷) موضحہ (۸) ہاشمہ (۹) منقلہ (۱۰) آمہ،ان میں جائفہ داخل نہیں ہے، کیونکہ یہ زخم سر کے اندر رہوتا ہے، یا پیٹ کے بہت اندر رہوتا ہے، اور اوپر کے جو دس زخم ہیں وہ اوپر اوپر ہوتے ہیں، بلکہ اندر نہیں ہوتے ،اس لئے ان جائفہ کو الگ کر کے بیان کیا ہے

ترجمہ: ۹ عادل آدمی زخم کی قیمت کا فیصلہ کس طرح کرے اس بارے میں امام طحاویؒ نے فرمایا کہ ایسے غلام کی قیمت لگائے جس میں اس قسم کے زخم کا اثر نہ ہو، پھر ایسے غلام کی قیمت لگائے جس میں اس قسم کے زخم کا اثر ہو پھر دونوں قیمتوں کا فرق دیکھیے ، پس اگر یہ فرق پوری دیت کا بیسواں حصہ ہو تو زخم کی قیمت بیسواں حصہ (یعنی پانچ اونٹ لگائے)،اور اگر چالیسواں حصہ کم ہے تو زخم کی قیمت چالیسواں حصہ (یعنی ڈھائی اونٹ) لگائے

اصول: امام طحاوی کے یہاں دو غلاموں کی قیمت کے فرق سے زخم کی قیمت کا فیصلہ کیا جائے گا

تشریح: موضحہ سے پہلے جو چھ زخم تھے ان کے بارے میں فرمایا تھا کہ عادل آدمی جو فیصلہ کرے گا وہ قیمت لازم ہوگی۔لیکن عادل آدمی کس طرح فیصلہ کرے گا ،اس کی بنیاد کیا ہوگی ،تو اس بارے میں امام طحاویؒ نے فرمایا کہ دو غلاموں کو سامنے رکھے، ایک میں اس قسم کے زخم کا اثر ہو جس کا فیصلہ آیا ہے، اور دوسرے غلام میں اس قسم کا زخم نہ ہو، اور دیکھیے کہ دونوں کی قیمت میں کیا فرق ہے وہ لازم کرے، مثلا بغیر زخم والے غلام کی قیمت 100 سو دینار ہے، اور زخم والے غلام کی قیمت 95 پنچانوے دینار ہے، تو پانچ دینار فرق پڑا، یہ پانچ دینار سو کا بیسواں حصہ ہے، اور پانچ دینار میں مثلا پانچ اونٹ آجاتے ہوں تو زخم کی قیمت پانچ

نِصْفُ عُشْرِ الدِّيَةِ، وَإِنْ كَانَ رُبُعَ عُشْرٍ فَرُبُعُ عُشْرٍ، ١٠ وَقَالَ الْكَرْخِيُّ يُنْظَرُ كَمْ مِقْدَارُ هٰذِهِ الشَّجَّةِ مِنَ الْمُوْضِحَةِ فَيَجِبُ بِقَدْرِ ذٰلِكَ مِنْ نِصْفِ عُشْرِ الدِّيَةِ، لِأَنَّ مَا لَا نَصَّ فِيْهِ يُرَدُّ إِلَى الْمَنْصُوْصِ عَلَيْهِ.

اونٹ لازم کرے۔

دوسری مثال۔اور اگر بغیر زخم والے غلام کی قیمت 100 سو دینار ہے، اور زخم والے غلام کی قیمت 97.5 ساڑھے ستانوے دینار ہے تو ڈھائی دینار کا فرق پڑا، یہ پورے سو کا چالیسواں حصہ ہوا، اگر ڈھائی دینار میں ڈھائی اونٹ آتا ہو تو ڈھائی اونٹ لازم ہوگا
حاصل یہ ہے کہ امام طحاویؒ کے یہاں دو غلام کی قیمت کے فرق سے زخم کا حساب کیا جائے گا، اور وہ حساب کر کے زخم کی قیمت لگائی جائے گی، حکومت عدل کا طریقہ یہ ہوگا۔

لغت: نصف عشر: دسویں حصے کا آدھا، یعنی بیسواں حصہ، سو کا بیسواں حصہ، پانچ ہوتا ہے۔ ربع عشر: دسویں حصے کی چوتھائی، چالیسواں حصہ بنتا ہے، یعنی سو میں ڈھائی حصہ بنتا ہے

ترجمہ: ١٠ اور امام کرخیؒ نے فرمایا کہ موضحہ زخم کو اصل مانیں پھر دیکھیں کہ موضحہ کے حساب سے موجودہ زخم کی مقدار کیا ہے، دیت کے اس بیسواں حصے کے حساب سے قیمت واجب کریں، اس لئے جس دیت کی حدیث میں تصریح نہیں، اس کو اس کی طرف پھیریں جس کی حدیث میں تصریح ہے

اصول: امام کرخیؒ کا اصول یہ ہے کہ حدیث میں موضحہ کی دیت متعین ہے، اس لئے اسی کو سامنے رکھ کر باقی زخموں کی دیت متعین کی جائے گی

تشریح: حضرت امام کرخیؒ کی رائے یہ ہے کہ زخم کی قیمت لگانے میں اصل بنیاد موضحہ زخم کو بنائیں گے، کیونکہ حدیث میں اس کی دیت پانچ اونٹ متعین ہے، اب اگر دوسرے زخم کی گہرائی اس سے آدھی ہے تو ڈھائی اونٹ قیمت لازم کریں گے، اور اگر ایک چوتھائی ہے تو سوا اونٹ لازم کریں گے، اور اس زخم کی گہرائی موضحہ سے پانچواں حصہ ہے تو ایک اونٹ لازم کیا جائے، حاصل یہ ہے کہ جس زخم کی قیمت میں نص ہے، باقی زخموں کی قیمت اسی کو سامنے رکھ کر طے کی جائے گی، یہ امام کرخیؒ کی رائے ہے

فَصْلٌ

(۷۳۵) وَفِی أَصَابِعِ الْیَدِ نِصْفُ الدِّیَةِ، ۱ لِأَنَّ فِی کُلِّ إِصْبَعٍ عُشْرُ الدِّیَةِ عَلٰی مَا رَوَیْنَا فَکَانَ فِی الْخَمْسِ نِصْفُ الدِّیَةِ، وَلِأَنَّ فِیْ قَطْعِ الْأَصَابِعِ تَفْوِیْتُ جِنْسِ مَنْفَعَةِ الْبَطْشِ وَهُوَ الْمُوْجِبُ عَلٰی مَا مَرَّ، ۲ فَإِنْ قَطَعَهَا مَعَ الْکَفِّ فَفِیْهِ أَیْضًا نِصْفُ الدِّیَةِ لِقَوْلِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَفِی الْیَدَیْنِ الدِّیَةُ وَفِیْ

فصل فی اصابع الید

ترجمہ: (۷۳۵) ہاتھ کی ساری انگلیوں میں آدھی دیت ہے۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ ہر انگلی میں پوری دیت کا دسواں حصہ ہے جیسا کہ ہم نے روایت کی ہے، اس لئے پانچ انگلیوں میں آدھی دیت ہوئی، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ایک ہاتھ کی تمام انگلیاں کاٹ دی جائیں تو پکڑنے کا نفع ختم ہو جائے گا، اور دیت واجب ہونے کا سبب نفع کا ختم ہونا ہے، جیسا کہ پہلے گزر گیا۔

اصول: دونوں ہاتھ کاٹے تو پوری دیت لازم ہوگی سو اونٹ، اور ایک ایک انگلی کی دیت دس دس اونٹ ہے

تشریح: ہر ہاتھ میں پانچ انگلیاں ہوتی ہیں اور ہر انگلی کی دیت دس اونٹ ہے۔ اس لئے پانچ انگلیوں کی دیت پچاس اونٹ ہوئے، اور پورا ہاتھ کاٹے گا تب بھی پچاس اونٹ ہی لازم ہوتا ہے، اور دونوں ہاتھوں کی دس انگلیاں کاٹ دے تب پوری دیت سو اونٹ ہے، اور دونوں ہاتھ کاٹ دے تب بھی ایک دیت سو اونٹ ہے

وجہ: (۱) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے جس میں ہے کہ ایک ہاتھ کاٹنے میں پچاس اونٹ ہے، اور ایک انگلی کاٹنے میں دس اونٹ دیت ہے ۔جَائَنِی أَبُو بَکْرِ بْنُ حَزْمٍ بِکِتَابٍ فِی رُقْعَةٍ مِنْ أَدَمٍ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ....، وَفِی الْیَدِ خَمْسُونَ، وَفِی الرِّجْلِ خَمْسُونَ،... وَفِی الْأَصَابِعِ عَشْرٌ عَشْرٌ ۔(نسائی شریف، باب ذکر حدیث عمر بن حزم فی العقول، نمبر ۴۸۵۶) (۲) حدیث میں ہے۔عن ابی موسی عن النبی ﷺ قال الاصابع سواء عشر عشر من الابل (ابو داؤد شریف، باب دیات الاعضاء ص ۲۷۸ نمبر ۴۵۵۶ / ترمذی شریف، باب ما جاء فی دیۃ الاصابع ص نمبر ۱۳۹۱ / نسائی شریف، نمبر ۴۸۵۷) دونوں ہاتھ کاٹ دے تو پوری دیت ہے، کیونکہ پورے انسان کی منفعت ختم ہوگئی اس حدیث مرسل میں ہے۔عَنِ الزُّهْرِیِّ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَضَی فِی الْیَدَیْنِ بِالدِّیَةِ، وَفِی الرِّجْلَیْنِ بِالدِّیَةِ (مصنف عبد الرزاق، باب الید والرجل، ج ۹، ص ۳۸۰، نمبر ۱۷۶۷۸) (۳) اصل منفعت ختم ہو جائے تو پوری دیت لازم ہوتی ہے، یہاں دونوں ہاتھ کاٹنے سے پکڑنے کی منفعت ختم ہوگئی اس لئے پوری دیت لازم ہوگی۔

ترجمہ: ۲ اگر انگلیوں کو ہتھیلی کے ساتھ کاٹ دیا تو ان دونوں کو کاٹنے سے بھی آدھی دیت ہی ہے، اس لئے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ دونوں ہاتھ کاٹنے میں ایک پوری دیت ہے، اور ایک ہاتھ کاٹنے میں آدھی دیت ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ہتھیلی

إِحْدَاهُمَا نِصْفُ الدِّيَةِ وَلِأَنَّ الْكَفَّ تَبَعٌ لِلْأَصَابِعِ، لِأَنَّ الْبَطْشَ بِهَا. ۳ وَإِنْ قَطَعَهَا مَعَ نِصْفِ السَّاعِدِ فَفِي الْأَصَابِعِ وَالْكَفِّ نِصْفُ الدِّيَةِ، وَفِي الزِّيَادَةِ حُكُومَةُ عَدْلٍ وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۴ وَعَنْهُ أَنَّ مَا زَادَ عَلَى أَصَابِعِ الْيَدِ وَالرِّجْلِ فَهُوَ تَبَعٌ إِلَى الْمَنْكِبِ وَإِلَى الْفَخِذِ، لِأَنَّ

انگلیوں کے تابع ہیں اس لئے کہ انگلیوں ہی سے پکڑتے ہیں (اس لئے ہتھیلی اور انگلیاں کاٹ دے تب بھی آدھی دیت پچاس اونٹ ہی لازم ہوں گے

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ انگلیاں اور ہتھیلی دونوں ایک ہی چیز ہے اس لئے صرف انگلیاں کاٹے تب بھی آدھی دیت اور انگلیوں کے ساتھ ہتھیلی کاٹے تب بھی آدھی دیت ہی لازم ہوگی، ہتھیلی کی الگ سے کوئی دیت نہیں ہے، اور نہ عادل کا فیصلہ ہے۔

تشریح: پانچوں انگلیوں کے ساتھ ساتھ ہتھیلی بھی کاٹ دی تو بھی آدھی دیت ہی واجب ہوگی

وجہ: (۱) ہتھیلی اصل نہیں ہے، اصل تو انگلیاں ہیں جن سے پکڑی جاتی ہے، اس لئے ہتھیلی انگلیوں کے تابع ہے، اس لئے ہتھیلی کی الگ سے کوئی دیت نہیں ہوگی، انگلیوں کے تابع ہو کر ہتھیلی اور انگلیوں کی آدھی دیت ہی لازم ہوگی (۲) اس قول صحابی میں ہے کہ آدھی ہتھیلی تک کاٹنے میں آدھی دیت ہی ہے۔ان عمرؓ قضی فی الابهام والتی تلیها نصف الکف وفی الوسطی بعشر فرائض (مصنف ابن ابی شیبة ۳۸ کم فی الاصابع ج خامس، ص ۳۶۸ نمبر ۲۶۹۹۹) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ ہتھیلی تک ہاتھ ہے۔اس لئے ہتھیلی تک کاٹے گا تو پچاس اونٹ ہی لازم ہوں گے۔

ترجمہ: ۳ اور اگر انگلیوں، اور ہتھیلی کے ساتھ آدھی کلائی بھی کاٹ دی، تو انگلی اور ہتھیلی میں آدھی دیت لازم ہوگی، اور ہتھیلی سے اوپر جو کلائی تک گئی اس میں عادل آدمی کا فیصلہ ہوگا اور امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے۔

تشریح: انگلیوں سمیت آدھی ہتھیلی تک کاٹا تو اس میں آدھی دیت لازم ہوگی اور ہتھیلی کے بعد کلائی تک جو کاٹا اس میں حاکم کا جو فیصلہ کرے گا وہ لازم ہوگا۔

وجہ: (۱) ہتھیلی تک ہاتھ ہے اس لئے وہاں تک کے لئے آدھی دیت ہوگی اور اس سے اوپر کلائی تک کے لئے کچھ نہیں ہوا لیکن وہ بھی ہاتھ کا حصہ ہے اس لئے حاکم جتنی رقم کا فیصلہ کرے وہ لازم ہوگی (۲) قول تابعی میں ہے۔عن ابراهیم قال اذا قطعت الکف من المفصل قال فیها دیتها. فان قطع منها شیء بعد ذلک ففیها حکومة عدل واذا قطعت من العضد او اسفل من العضد شیئا قال فیها دیتها (مصنف ابن ابی شیبة ۱۳۳ الید یقطع منها بعد ما قطعت ج خامس، ص ۳۶۴ نمبر ۲۶۹۴۳) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ ہتھیلی کے بعد کلائی تک کٹنے میں حاکم کے فیصلے کے مطابق رقم لازم ہوگی۔

ترجمہ: ۴ حضرت امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ ہاتھ کی انگلی اور پیر کی انگلیوں سے جو اوپر کا حصہ ہے، تو ہاتھ میں کندھے تک ہاتھ کے تابع ہے، اور پاوں میں ران تک پاوں کے تابع ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت نے ایک ہاتھ میں آدھی دیت واجب کی ہے، اور کندھے تک کو ہاتھ ہی کہتے ہیں، اس لئے شریعت نے جو پورے ہاتھ کندھے تک کے لئے

الشَّرْعَ أَوْجَبَ فِي الْيَدِ الْوَاحِدَةِ نِصْفُ الدِّيَةِ، وَالْيَدُ اِسْمٌ لِهٰذِهِ الْجَارِحَةِ إِلَى الْمَنْكِبِ فَلا يُزَادُ عَلٰى تَقْدِيْرِ الشَّرْعِ، ۵ وَلَهُمَا أَنَّ الْيَدَ اٰلَةٌ بَاطِشَةٌ، وَالْبَطْشُ يَتَعَلَّقُ بِالْكَفِّ وَالْأَصَابِعِ دُوْنَ الذِّرَاعِ

جو آدھی دیت متعین کی ہے اس سے زیادہ واجب نہیں کیا جائے گا۔

اصول: امام ابو یوسفؒ کا اصول یہ ہے کہ ہاتھ کی انگلی سے لیکر کندھے تک ہاتھ ہی ہے اور اس سب میں آدھی دیت شریعت نے متعین کی ہے، اس لئے کندھے تک کاٹنے سے بھی آدھی دیت سے زیادہ نہیں ہوگی۔

اصول: امام ابو یوسفؒ کا دوسرا اصول یہ ہے کہ پاوں کی انگلی سے لیکر ران تک پاوں ہی ہے، اور شریعت نے پورے پاوں کے لئے آدھی دیت لازم کی ہے اس لئے پورے کاٹنے سے بھی آدھی دیت لازم ہوگی اس سے زیادہ نہیں۔

تشریح: حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ انگلی سے لیکر کندھے تک ہاتھ ہی کا حصہ ہے، اور پورے ہاتھ میں آدھی دیت ہے، اس لئے کلائی کو بھی کاٹ دیا تو آدھی دیت ہی لازم ہوگی اس سے زیادہ نہیں۔ اسی طرح پاوں کی انگلی سے لیکر ران تک پاوں ہی ہے اس لئے ران تک کاٹ دے تب بھی آدھی دیت ہی واجب ہوگی اس سے زیادہ نہیں، کیونکہ شریعت نے پورے ہاتھ کے لئے یہی دیت واجب کی ہے

لغت: اصبع: انگلی۔ الکف: ہتھیلی جو انگلی سے اوپر ہوتی ہے، اور اس میں انگلیاں ہوتی ہیں۔ ساعد: کلائی، ہتھیلی سے اوپر کے حصے کو کلائی کہتے ہیں، بازو۔ المنکب: کندھا۔ الفخذ: ران جو پاوں سے اوپر ہوتا ہے۔ الجارحۃ: جرح سے مشتق ہے، انسان کے اعضاء

ترجمہ: ۵ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ، ہاتھ پکڑنے کا آلہ، ہے اور پکڑنے کے لئے انگلیاں اور ہتھیلی ہے ذراع نہیں ہے، اس لئے ضمان کے حق میں ذراع کو انگلیوں کے تابع نہیں کیا ہے

اصول: امام ابو حنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ کہنی انگلیوں میں داخل نہیں ہے، اس لئے انگلیوں کی دیت میں کہنی شامل نہیں ہے، اس کے لئے الگ سے عادل کا فیصلہ چاہئے

تشریح: امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ اصل تو پکڑنا ہے اسی کی دیت ہوتی ہے، اور پکڑ ہتھیلی اور انگلیوں سے ہوتی ہے اسی لئے انہیں دونوں کے کٹنے سے آدھی دیت لازم ہوگی، اور اس سے اوپر کہنی کے کٹنے سے الگ سے عادل کا فیصلہ ہوگا

وجہ: عن ابراهيم قال اذا قطعت الكف من المفصل قال فيها ديتها. فان قطع منها شىء بعد ذلك ففيها حكومة عدل واذا قطعت من العضد او اسفل من العضد شيئا قال فيها ديتها (مصنف ابن ابی شیبۃ ۳۳ الید یقطع منھا بعد ما قطعت ج خامس، ص ۳۶۴، نمبر ۲۶۹۴۳) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ ہتھیلی کے بعد کلائی تک کٹنے میں حاکم کے فیصلے کے مطابق الگ سے رقم لازم ہوگی۔ (۲)۔ عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: إِنْ قُطِعَتِ الْكَفُّ فَخَمْسُونَ مِنَ الْإِبِلِ، فَإِنْ قُطِعَ مَا بَقِيَ مِنَ الْيَدِ كُلِّهَا أَوِ الذِّرَاعِ، أَوْ قُطِعَ نِصْفُ الذِّرَاعِ، فَنِصْفُ نَذْرِ الْيَدِ أَيْضًا خَمْسَةٌ

فَلَمْ يُجْعَلِ الذِّرَاعُ تَبْعًا فِيْ حَقِّ التَّضْمِيْنِ، ٦ وَلِأَنَّهُ لَا وَجْهَ إِلٰى أَنْ يَّكُوْنَ تَبْعًا لِلْأَصَابِعِ لِأَنَّ بَيْنَهُمَا عُضْوًا كَامِلًا وَلَا إِلٰى أَنْ يَّكُوْنَ تَبْعًا لِلْكَفِّ، لِأَنَّهُ تَابِعٌ، وَلَا تَبْعَ لِلتَّبْعِ.

(۷۳۶) قَالَ وَإِنْ قَطَعَ الْكَفَّ مِنَ الْمِفْصَلِ وَفِيْهَا إِصْبَعٌ وَاحِدَةٌ فَفِيْهِ عُشْرُ الدِّيَةِ، وَإِنْ كَانَ إِصْبَعَانِ فَالْخُمُسُ وَلَا شَيْءَ فِي الْكَفِّ ١ وَهٰذَا عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ،

وَعِشْرُوْنَ، فَإِنْ كَانَتْ إِنَّمَا قُطِعَتْ مِنْ شَطْرِ ذِرَاعِهَا أَوِ الذِّرَاعِ بَعْدَ الْكَفِّ « قَالَ مُجَاهِدٌ: يَقُوْلُ: " ذٰلِكَ فَنِصْفُ نَذْرِ الْيَدِ، فَإِنْ قُطِعَ مَا بَقِيَ كُلُّهُ فَجُرْحٌ يُدَاوِيهِ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب الید یقطع فیہا بعد ما قطعت، نمبر ۲۶۹۵۴) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ ہتھیلی کے بعد کہنی تک کٹنے میں حاکم کے فیصلے کے مطابق رقم لازم ہوگی

لغت: الذراع: کہنی سے لیکر انگلی تک کو ذراع، کہتے ہیں، کہنی۔ البطش: پکڑنا

ترجمہ: ٦ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کلائی کو انگلیوں کے تابع کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، اس لئے کہ کلائی اور انگلیوں کے درمیان ایک پورا عضو ہتھیلی ہے، اور کلائی کو ہتھیلی کے تابع بھی نہیں کر سکتے اس لئے کہ یہ تابع کا تابع ہو جائے گا

تشریح: یہ طرفینؒ کی دوسری دلیل ہے کہ۔ انگلیاں اصل ہیں، اس کے تابع ہے ہتھیلی، اور ہتھیلی کے اوپر کلائی ہوتی ہے، اب کلائی کو انگلیوں کے تابع کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، کیونکہ انگلی اور کلائی کے بیچ میں ہتھیلی ہوتی ہے، اس لئے کلائی کو انگلی کے تابع کیسے کریں، تابع ہونے کے لئے اتصال چاہئے جو یہاں نہیں ہے۔ اور اگر کلائی کو ہتھیلی کے تابع کریں، تو ہتھیلی خود انگلی کے تابع ہے، تو اس صورت میں کلائی تابع کے تابع ہو جائے گی، اس لئے کلائی کو انگلی، یا ہتھیلی کے تابع نہیں کر سکتے، وہ ایک الگ عضو ہے اس لئے اس کے لئے الگ سے عادل جو فیصلہ کرے گا وہ قیمت واجب ہوگی۔

ترجمہ: (۷۳۶) اور اگر جوڑ کے پاس سے ہتھیلی کاٹ دی، اور اس ہتھیلی میں ایک ہی انگلی تھی تو دیت کا دسواں حصہ لازم ہوگا (یعنی دس اونٹ لازم ہوگا) اور اگر اس میں دو انگلیاں ہوں تو اس میں دیت کا پانچواں حصہ (یعنی بیس اونٹ لازم ہوں گے) اور ہتھیلی میں الگ سے کچھ لازم نہیں ہوگا

ترجمہ: ١ یہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے

اصول: امام ابو حنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ ہتھیلی کے ساتھ انگلی ہو تو صرف انگلی کی دیت لازم ہوگی، ہتھیلی کے لئے کچھ بھی نہیں، کیونکہ ہتھیلی انگلیوں کے تابع ہے

تشریح: ایک آدمی اپاہج ہے اس کی ہتھیلی میں ایک ہی انگلی ہے پانچ نہیں ہے، اب کسی نے ہتھیلی کو کلائی کے پاس جو جوڑ ہوتا ہے وہاں سے کاٹ دیا تو امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ صرف ایک انگلی کی جو دس اونٹ دیت ہے وہی واجب ہوگی، اور ہتھیلی کے لئے الگ سے کچھ بھی لازم نہیں ہوگا، کیونکہ ہتھیلی انگلیوں کے تابع ہے، اس لئے ہتھیلی کے لئے کچھ نہیں ہے۔

اور اگر ہتھیلی میں دو انگلیاں ہیں تو بیس اونٹ لازم ہوں گے، اور ہتھیلی کے لئے الگ سے کچھ نہیں لازم ہوگا

۲ وَقَالَا يُنظَرُ إِلٰى إِرْشِ الْكَفِّ وَالْإِصْبَعِ فَيَكُونَ عَلَيْهِ الْأَكْثَرُ وَيَدْخُلُ الْقَلِيلُ فِي الْكَثِيرِ، لِأَنَّهُ لَا وَجْهَ إِلَى الْجَمْعِ بَيْنَ الْإِرْشَيْنِ، لِأَنَّ الْكُلَّ شَيْءٌ وَاحِدٌ، وَلَا إِلٰى إِهْدَارِ أَحَدِهِمَا لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ أَصْلٌ

وجه: (۱) ان عمرؓ قضی فی الابہام والتی تلیھا نصف الکف وفی الوسطی بعشر فرائض (مصنف ابن ابی شیبۃ ۳۸ کم فی الاصابع ج خامس، ص ۳۶۸ نمبر ۲۶۹۹۹) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ ہتھیلی تک کاٹے گا تب بھی انگلی ہی کی دیت لازم ہوگی، ہتھیلی کے لئے الگ سے کچھ نہیں ہے (۲) عن ابراھیم قال اذا قطعت الکف من المفصل قال فیھا دیتھا (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۳۳ الید یقطع منھا بعد ما قطعت ج خامس، ص ۳۶۴ نمبر ۲۶۹۴۳) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ ہتھیلی تک کٹنے میں انگلی کی دیت ہی لازم ہوگی

ترجمہ: ۲ اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ ہتھیلی کی ارش قیمت کیا ہے وہ دیکھیں اور انگلی کی دیت (دس اونٹ) کی قیمت کیا ہے وہ دیکھیں، پھر ان دونوں میں سے جو زیادہ ہو وہ لازم کیا جائے گا، اور قلیل کثیر میں داخل ہو جائے گا، اس لئے کہ دونوں کی ارشوں کو جمع کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ دونوں ایک ہی چیز ہے، اور دونوں میں سے کسی ایک کو بیکار نہیں کیا جا سکتا ہے، کیونکہ ایک وجہ سے دونوں اصل ہیں، اس لئے ہم نے کثیر کو ترجیح دی

تشریح: صاحبین نے فرمایا کہ حدیث میں انگلی کی دیت ہے ہتھیلی کی دیت کا ذکر نہیں ہے، اب اگر ہتھیلی میں پانچ انگلیاں ہوتیں، اور ان کی دیت پچاس اونٹ ہوتے تب تو ہتھیلی کی ارش اس میں چھپ جاتی، لیکن یہاں ایک ہی انگلی ہے، یا دو انگلیاں ہیں جن کی دیت بیس اونٹ ہوگے، اس لئے یہ دیکھیں کہ مثلا ایک انگلی کی دیت دس اونٹ ہے اس کی قیمت زیادہ ہے یا ہتھیلی کی قیمت لگائی جائے تو کون سا زیادہ ہے، مثلا ہتھیلی کی قیمت پانچ اونٹ ہے اور انگلی کی دیت دس اونٹ ہے تو ہتھیلی کی کم قیمت کو تداخل کر دیا جائے گا، اور انگلی کی قیمت جو زیادہ ہے کثیر ہے اس کو لے لیا جائے گا۔ اور اگر ہتھیلی کی قیمت پندرہ اونٹ ہے تو پندرہ اونٹ دیت لازم کی جائے گی، جو کثیر ہے، اور یوں سمجھا جائے گا کہ دس اونٹ انگلی کی دیت ہے اور پانچ اونٹ جو زیادہ ہے وہ ہتھیلی کی ارش ہے

وجہ: صاحبین یہ فرماتے ہیں کہ کچھ اعتبار سے ہتھیلی اور انگلی ایک ہی چیز ہے، دونوں ملے ہوئے ہیں، اور انگلی کی دیت کا ذکر حدیث میں ہے، اور ہتھیلی کی دیت کا ذکر نہیں ہے، ہتھیلی کو گویا کہ انگلی ہی میں شامل کیا ہے، اس لئے دونوں ایک ہی چیز ہے اس لئے انگلی کی دیت ہی پر اکتفاء کرنی چاہئے۔ لیکن حقیقت کے اعتبار سے انگلی الگ عضو ہے اور ہتھیلی الگ عضو، اور بعض حضرات نے ہتھیلی کے لئے الگ ارش رکھی ہے، اس اعتبار سے ہتھیلی کی ارش کو بیکار نہیں چھوڑنی چاہئے، اس لئے بہتر طریقہ یہی معلوم ہوا کہ جس کی قیمت اکثر ہو اس کو لازم کرنی چاہئے، اور اقل کو اکثر میں شامل کر دینا چاہئے۔

وجہ: اس قول تابعی میں ہے کہ انگلیاں کاٹی تو ہر ہر انگلی کی دس دس اونٹ، اور ہتھیلی کاٹی تو پچاس اونٹ لازم ہوگا۔ عن

مِنْ وَجْهٍ فَرَجَّحْنَا بِالْكَثْرَةِ، ۳؎ وَلَهُ أَنَّ الْأَصَابِعَ أَصْلٌ وَالْكَفُّ تَابِعٌ حَقِيقَةً وَشَرْعًا، لِأَنَّ الْبَطْشَ يَقُوْمُ بِهَا، وَأَوْجَبَ الشَّرْعُ فِيْ إِصْبَعٍ وَاحِدَةٍ عَشْرًا مِنَ الْإِبِلِ، وَالتَّرْجِيْحُ مِنْ حَيْثُ الذَّاتِ وَالْحُكْمُ أَوْلَى مِنَ التَّرْجِيْحِ مِنْ حَيْثُ مِقْدَارِ الْوَاجِبِ.

(۲۳۷۷) وَلَوْ كَانَ فِيْ الْكَفِّ ثَلَاثَةُ أَصَابِعَ يَجِبُ إِرْشُ الْأَصَابِعِ، ولا شيئ فى الكف بالاجماع، ۱؎ لِأَنَّ الْأَصَابِعَ أُصُوْلٌ فِي التَّقَوُّمِ وَلِلْأَكْثَرِ حُكْمُ الْكُلِّ فَاسْتَتْبَعَتِ الْكَفَّ كَمَا إِذَا كَانَتِ الْأَصَابِعُ

مُجَاهِدٍ، قَالَ: »إِنْ قُطِعَتِ الْأَصَابِعُ فَالدِّيَةُ، وَإِنْ قُطِعَتِ الْكَفُّ فَخَمْسُونَ مِنَ الْإِبِلِ (مصنف ابن ابی شیبة، باب الید کم فیها، ج ۵، ص ۳۶۴، نمبر ۲۶۹۴۹)

ترجمہ: ۳؎ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ انگلی اصل ہے اور ہتھیلی اس کے تابع ہے حقیقت کے اعتبار سے بھی اور شریعت کے اعتبار سے بھی، اس لئے کہ انگلیوں ہی سے پکڑ سکتا ہے، اور حدیث میں ایک انگلی کے لئے دس اونٹ لازم کی ہے (اور ہتھیلی کے لئے کچھ نہیں ہے) اور ترجیح ذات کے اعتبار سے ہوتی ہے اور حکم مقدم ہے ترجیح سے، مقدار واجب کے اعتبار سے

لغت: حقیقۃ: حقیقت سے مراد یہ ہے کہ ہتھیلی حقیقت میں انگلی کے تابع ہے۔ شرعا: یہاں شرعا کا مطلب یہ ہے کہ شریعت نے انگلی کی دیت لازم کی ہے، ہتھیلی کی دیت کا ذکر نہیں ہے، اس لئے ہتھیلی کی دیت انگلی کی دیت کے اندر آئے گی، الگ سے ہتھیلی کی کوئی دیت نہیں ہے۔ الذات: کا ترجمہ ہے حقیقت کے اعتبار سے پکڑنے میں ہتھیلی انگلی کے تابع ہے۔ الحکم: یہاں شریعت کا حکم ہے کہ حدیث میں انگلی کی دیت کا ذکر ہے، الگ سے ہتھیلی کی دیت کا ذکر نہیں ہے، اس لئے حدیث کے اعتبار سے انگلی اور ہتھیلی ایک ہی چیز ہے۔ مقدار الواجب: عادل آدمی ہتھیلی کی جتنی قیمت کا فیصلہ کرے، اس کو مقدار واجب کہتے ہیں۔

تشریح: یہاں عبارت پیچیدہ ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ پکڑنے میں انگلی اصل ہے اور ہتھیلی اس کے تابع ہے، اور پکڑنے کی منفعت ختم ہونے کی وجہ سے دیت لازم ہوئی ہے، اس لئے ہتھیلی کے لئے الگ سے کوئی ارش نہیں ہوگی، انگلی ہی کی دیت میں ہتھیلی کی دیت شامل کر لی جائے گی

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ حکم حدیث کو ترجیح دی جائے گی، اور انگلی کی دیت میں ہتھیلی کی دیت شامل رہے گی۔ مقدار واجب یعنی ہتھیلی کی ارش کتنی ہوتی ہے اس کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی

ترجمہ: (۲۳۷۷) اور اگر ہتھیلی میں تین انگلیاں ہوں تو صرف انگلی کی دیت واجب ہوگی، اور بالاجماع ہتھیلی کے لئے کچھ نہیں ہوگا

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ قیمت لگانے میں انگلیاں اصل ہیں، (اور یہاں اکثر انگلیاں موجود ہیں) اس لئے کل انگلیوں کا حکم ہوگا، اس لئے ہتھیلی انگلیوں کی تابع ہوگی، جیسے تمام انگلیاں موجود ہوتی تو ہتھیلی انگلیوں کے تابع ہوتی (اور ہتھیلی کی کوئی الگ سے قیمت نہیں ہوتی)

اصول: سب انگلیاں موجود ہوں تو سب کے نزدیک ہتھیلی انگلیوں کے تابع ہوتی ہے، اور ہتھیلی کے لئے الگ سے کوئی قیمت نہیں ہوتی

قَائِمَةٌ بِأَسْرِهَا،

(۷۳۸) قَالَ وَفِي الْإِصْبَعِ الزَّائِدَةِ حُكُومَةُ عَدْلٍ ۱؎ تَشْرِيفًا لِلْآدَمِيِّ، لِأَنَّهُ جُزْءٌ مِنْ يَدِهِ لٰكِنْ لَا مَنْفَعَةَ فِيهِ وَلَا زِيْنَةَ

(۷۳۹) وَكَذٰلِكَ السِّنُّ الشَّاغِيَةُ لِمَا قُلْنَا.

اصول: اکثر انگلیاں موجود ہوں تو اکثر کل کے حکم میں ہوتا ہے، تو گویا کہ پوری انگلیاں موجود ہیں اور ہتھیلی انگلیوں کی دیت کے تابع ہوگی

تشریح: پہلے یہ مسئلہ تھا کہ ایک دو انگلیاں ہتھیلی میں تھیں، اب مسئلہ یہ ہے کہ تین انگلیاں ہتھیلی میں ہے، جس کی دیت تیس اونٹ ہوگی، اس لئے سبھی کا اجماع ہے کہ ہتھیلی کے لئے کوئی الگ سے دیت نہیں ہوگی، جو دیت انگلیوں کی ہوگی ہتھیلی کی دیت اسی میں شامل ہوگی

وجہ: اکثر انگلیوں کو کل کے حکم میں کر دیا جائے گا۔ اور گویا کہ تمام انگلیاں موجود ہیں، اور اسی کی دیت ہتھیلی کی دیت کے لئے کافی ہے

لغت: التقوم: قیمت سے مشتق ہے، قیمت لگانا۔ استتبعت: تبع سے مشتق ہے، تابع ہونا۔ اسر: تمام موجود ہو

ترجمہ: (۷۳۸) اور زائد انگلی میں عادل حاکم کا فیصلہ ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ آدمی کی عزت کی وجہ سے، اس لئے کہ یہ آدمی کے ہاتھ کا جز ہے، لیکن اس میں نفع نہیں ہے اور اس میں زینت بھی نہیں ہے

تشریح: پانچ انگلیوں کے علاوہ چھٹی انگلی بھی ہے تو پانچ انگلیوں کی دیت ہے پچاس اونٹ تو چھٹی انگلی کی دیت نہیں ہوگی بلکہ اس کو کاٹنے سے حاکم جتنی رقم کا فیصلہ کرے وہ لازم ہوگی۔

وجہ: وقال سفیان فی الاصبع الزائدة حکم (مصنف عبد الرزاق، باب الاصبع الزائدة ج تاسع ص ۳۸۸ نمبر ۱۷۷۲۱) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ زائد انگلی کاٹنے میں حاکم کے فیصلے کا اعتبار ہوگا (۲) چونکہ وہ انگلی نہ زینت ہے اور نہ اس میں منفعت ہے اس لئے اصل انگلی کی دیت دس اونٹ لازم نہیں ہوں گے۔ لیکن آدمی کا جزء ہے اس لئے کچھ نہ کچھ لازم ہوگا۔

ترجمہ: (۷۳۹) ایسے ہی بڑھے ہوئے دانت میں (عادل کا فیصلہ ہوگا) اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے بیان کیا تھا

تشریح: بتیس دانت کے بعد جو دانت نکل آیا ہے تو آدمی کا جز ہے لیکن نہ چبانے کے کام کا ہے اور نہ اس میں زینت ہے اس لئے اس کو توڑنے میں دیت نہیں ہے، بلکہ عادل کا فیصلہ ہے

وجہ: عَنِ الْحَسَنِ، فِي السِّنِّ الزَّائِدَةِ، قَالَ: حُكُومَةٌ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب السن الزائد تصاب، نمبر ۲۷۹۵۶)

لغت: شاغیۃ: ایک دانت کا دوسرے دانت سے بڑھنا۔ بتیس دانت سے بڑھ کر جو الگ سے دانت نکل جاتا ہے اس کو سن شاغیہ کہتے ہیں

(۷۴۰) وَفِي عَيْنِ الصَّبِيِّ وَذَكَرِهِ وَلِسَانِهِ إِذَا لَمْ تُعْلَمْ صِحَّتُهُ عَدْلٌ، ۱؎ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ تَجِبُ فِيهِ دِيَةٌ كَامِلَةٌ، لِأَنَّ الْغَالِبَ فِيهِ الصِّحَّةُ فَأَشْبَهَ قَطْعَ الْمَارِنِ وَالْأُذُنِ،

ترجمہ: (۷۴۰) بچے کی آنکھ، اس کی زبان اور اس کا ذکر جبکہ ان کے صحیح ہونے کا علم نہ ہو عادل کا فیصلہ ہے۔

تشریح: چھوٹا بچہ ہے اور یہ یقینی معلوم ہو کہ بچے کی آنکھ ٹھیک ہے، یا اس کا ذکر ٹھیک ہے، یا اس کی زبان ٹھیک ہے، اور اس کو کسی نے کاٹ دیا تب تو پوری دیت لازم ہی ہوگی، اور اگر یہ یقینی معلوم ہو کہ ٹھیک نہیں ہے تب تو سب کے نزدیک عادل کا فیصلہ ہے، لیکن یقینی معلوم نہ ہو کہ ٹھیک ہے یا نہیں تو شبہ کی بنیاد پر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عادل کا فیصلہ ہے، اور امام شافعیؒ کے نزدیک شبہ کے باوجود پوری دیت ہے

اصول: امام ابو حنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ عضو کے صحیح سالم ہونے کا شبہ ہونے کی حالت میں اس کو مشکوک قرار دیا جائے گا، اور عادل کا فیصلہ ہوگا، پوری دیت نہیں ہوگی

اصول: امام شافعیؒ کا اصول یہ ہے کہ عضو کے صحیح سالم ہونے کا شبہ ہونے کی حالت میں اس کو صحیح قرار دیا جائے گا، اور پوری دیت واجب ہوگی

وجہ: (۱) جب علم نہیں ہے کہ وہ درست حالت میں ہے یہ شل ہونے کی حالت میں ہے۔ اس لئے ان کو شل ہونے کی حالت میں سمجھ کر شل عضو کی طرح حاکم کے فیصلے کے مطابق رقم لازم ہوگی (۲) اس قول تابعی میں ہے کہ زبان گونگی ہو، یا ذکر کام نہ کرتا ہو تو عادل کا فیصلہ ہوگا۔ عَنْ إِبْرَاهِيمَ: »فِي لِسَانِ الْأَخْرَسِ حُكْمٌ، وَفِي ذَكَرِ الْخَصِيِّ حُكْمٌ (مصنف ابن ابی شیبۃ ۵۳ الید الشلاء تصاب ج خامس، ص ۳۷۷ نمبر ۲۷۱۵۱ رمصنف عبد الرزاق، باب الید الشلاء، ج تاسع، ص ۳۸۷، نمبر ۱۷۷۱۷)

ترجمہ: ۱؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ آنکھ وغیرہ کے ٹھیک ہونے کا پتہ نہ چلتا ہو تب بھی اس کو برباد کرنے میں پوری دیت واجب ہوگی، اس لئے کہ غالب یہی ہے کہ وہ ٹھیک ہوگی اس لئے، اس لئے ناک کے نرم حصے، اور ابھرے ہوئے کان کی طرح ہو گیا

اصول: امام شافعیؒ کا اصول۔۔ عضو کے خراب ہونے کا شبہ ہو تب بھی اس کو صحیح مان کر پوری دیت لازم ہوگی

تشریح: امام شافعیؒ نے فرمایا کہ بچے کی آنکھ، یا ذکر، یا زبان کے ٹھیک ہونے کا پتہ نہ بھی ہو لیکن اس کو کاٹ دیا تو اس میں عادل کا فیصلہ نہیں ہوگا، بلکہ اچھی آنکھ کی طرح پوری دیت لازم ہوگی

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ ابھی بچہ چھوٹا ہے پورے طور پر پتہ نہیں ہے کہ وہ خراب ہی ہوگی، اور غالب گمان یہی ہے کہ وہ ٹھیک ہی ہوگی اس لئے پوری دیت لازم ہوگی۔ (۲)۔ پھر اس کی مثال دیتے ہیں کہ ناک کا نرم حصہ ہوتا ہے، یا کان جو باہر نکلا ہوتا ہے یہ بچے کا ہوا اور کسی نے کاٹ دیا تو پوری دیت لازم ہوتی ہے اسی طرح آنکھ، زبان اور ذکر میں بھی پوری دیت ہی لازم ہوگی۔ (۳) ان کی دلیل یہ قول تابعی ہے جس میں ہے کہ گونگی زبان کے کاٹنے میں بھی پوری دیت لازم ہوگی عن حماد عن ابراهيم فى لسان الاخرس الدية كاملة (مصنف ابن ابی شیبۃ ۵۹ فی لسان الاخرس وذکر العنین ج

۲ وَلَنَا أَنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنْ هٰذِهِ الْأَعْضَاءِ الْمَنْفَعَةُ فَإِذَا لَمْ تُعْلَمْ صِحَّتُهَا لَا يَجِبُ الْإِرْشُ الْكَامِلُ بِالشَّكِّ، ۳ وَالظَّاهِرُ لَا يَصْلُحُ حُجَّةً لِلْإِلْزَامِ، ۴ بِخِلَافِ الْمَارِنِ وَالْأُذُنِ الشَّاخِصَةِ، لِأَنَّ الْمَقْصُوْدَ هُوَ الْجَمَالُ وَقَدْ فَوَّتَهُ عَلَى الْكَمَالِ،

(۱۴۷۱) وَكَذٰلِكَ لَوِ اسْتَهَلَّ الصَّبِي

خامس، ص ۳۸۱ نمبر ۲۷۱۴۲) جب گونگی زبان میں پوری دیت ہے تو جس زبان یا ذکر کا علم نہ ہو کہ وہ صحیح ہیں یا نہیں تو بدرجۂ اولی ان کے کاٹنے میں پوری دیت لازم ہوگی۔

ترجمہ: ۲ ہماری دلیل یہ ہے کہ ان عضوؤں کا مقصد نفع اٹھانا ہے، اور یہ معلوم نہیں ہے کہ صحیح سالم ہے یا نہیں تو شک کی بنیاد پر کامل ارش واجب نہیں ہوگی

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ ان عضوؤں سے نفع حاصل کرنا مقصود ہے، لیکن جب یہ معلوم ہی نہیں ہے کہ یہ عضو صحیح ہے یا نہیں تو شک کی بنیاد پر پوری دیت کیسے لازم کریں

ترجمہ: ۳ اور ظاہر میں یہ لگتا ہو کہ یہ عضو ٹھیک ہیں تو ظاہر دوسروں پر الزام کے لئے نہیں ہوتا ہے

تشریح: یہ امام ابو حنیفہؒ کی جانب سے امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے استدلال کیا تھا کہ ظاہری طور پر لگتا ہے کہ یہ اعضاء، (آنکھ، ذکر، زبان) ٹھیک ہی ہوں گے اس لئے کامل دیت لازم کرنی چاہئے، تو امام ابو حنیفہؒ اس کا جواب دے رہے ہیں کہ ظاہری حالت سے کسی پر لازم نہیں کر سکتے، اور یہاں کاٹنے والے پر پوری دیت لازم کرنا ہے، اس لئے ظاہری ٹھیک نہیں چلے گا پورا یقین ہو کہ یہ عضو ٹھیک تھے اور اس کو خراب کیا ہے تب جا کر پوری دیت لازم ہوگی، شک کی بنیاد پر نہیں۔

ترجمہ: ۴ بخلاف ناک کے نرم حصے کے اور ابھرے ہوئے کان کے (اس کے کاٹنے میں ہر حال میں پوری دیت لازم ہوگی) اس لئے کہ یہاں مقصود خوبصورتی ہے، اور اس کو کاٹنے سے خوبصورتی ختم ہوگئی (اس لئے پوری دیت لازم ہوگی)

تشریح: یہ بھی امام شافعیؒ کو جواب ہے، ان کا استدلال یہ تھا کہ ناک کے اوپر جو نرم حصہ ہوتا ہے وہ خراب بھی رہے تو اس کے کاٹنے میں پوری دیت لازم ہوتی ہے، اسی طرح کان کا ابھرا ہوا چمڑا خراب بھی ہو تو اس کو کاٹنے میں پوری دیت لازم ہوتی ہے، اسی طرح بچے کی زبان خراب کا شبہ بھی ہو تو اس کو کاٹنے میں پوری دیت لازم ہونی چاہئے، تو امام ابو حنیفہؒ اس کا جواب دے رہے ہیں کہ ناک کا نرم حصہ، اور کان کا چمڑی کاٹنے میں پوری دیت اچھے اور خراب ہونے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ خوبصورتی کی وجہ سے ہے، اور اس کے کاٹ دینے سے خوبصورتی ختم ہوگئی اس لئے پوری دیت لازم کر دی گئی ہے، اور زبان میں پوری دیت بولنے پر ہے، اور ابھی تک یہ پتہ ہی نہیں ہے کہ بول سکتا ہے یا نہیں ہے اس لئے پوری دیت کیسے لازم کریں،

ترجمہ: (۱۴۷۱) ایسے ہی اگر بچہ رویا (اور کسی نے اس کی زبان کاٹ دی تب بھی عادل کا فیصلہ لازم ہوگا)

ل لِأَنَّهُ لَيُسَ بِكَلَامٍ، وَإِنَّمَا هُوَ مُجَرَّدُ صَوْتٍ، وَمَعْرِفَةُ الصِّحَّةِ فِيُهِ بِالْكَلَامِ وَفِي الذَّكَرِ بِالْحَرُكَةِ وَفِي الْعَيْنِ بِمَا يُسْتَدَلُّ بِهِ عَلَى النَّظُرِ فَيَكُوْنَ بَعْدَ ذٰلِكَ حُكْمُهُ حُكْمَ الْبَالِغِ فِي الْعَمَدِ وَالْخَطَأِ.

(۲۴۲۷) قَالَ وَمَنْ شَجَّ رَجُلًا فَذَهَبَ عَقْلُهُ أَوْ شَعْرُ رَاسِهِ دَخَلَ إِرْشُ الْمُوْضِحَةِ فِي الدِّيَةِ، ل لِأَنَّ بِفَوَاتِ الْعَقْلِ تَبْطُلُ مَنْفَعَةُ جَمِيْعِ الْأَعْضَاءِ فَصَارَ كَمَا إِذَا أَوْ ضَحَهُ فَمَاتَ،

ترجمه: ل اس لئے کہ رونا بات کرنا نہیں ہے، وہ تو صرف آواز ہے، اور زبان کے صحیح سالم ہونے کا پتہ بات کرنے سے ہوگا، ذکر کے صحیح ہونے کا پتہ اس کے حرکت کرنے سے ہوگا، اور آنکھ کے صحیح ہونے کا پتہ ایسی چیز سے ہوگا جس سے پتہ چلتا ہو کہ اس کی آنکھ بالکل ٹھیک ہے، اگر ان اعضاء کے صحیح ہونے کا پتہ چل جائے تو اس کا حکم بالغ آدمی کا حکم ہوگا عمدا اور خطا میں (عمدا خراب کرنے میں قصاص لازم ہوگا، اور خطا خراب کرنے میں پوری دیت لازم ہوگی)

اصول: بچے کا صرف رونا آنکھ کے صحیح ہونے کی دلیل نہیں ہے

تشریح: بچہ پیدا ہونے کے بعد صرف رویا ہے تو اس سے یہ پتہ نہیں چلے گا کہ اس کی زبان بالکل بات کرنے کے قابل ہے، یا اس کا ذکر صحبت کرنے کے قابل ہے، اور اس کی آنکھ دیکھنے کے قابل ہے، اس لئے اس سے پوری دیت لازم نہیں ہوگی، صرف عادل کا فیصلہ لازم ہوگا۔۔ ہاں کسی اور طرح سے آنکھ کا سالم ہونا، ذکر کا سالم ہونا، اور زبان کا سالم ہونے کا علم ہو جائے تو یہ بالغ کے طرح ہوگا، اور جان کر کاٹا ہو تو قصاص، اور غلطی سے کاٹا ہو تو پوری دیت لازم ہوگی، صرف رونے سے پوری دیت لازم نہیں ہوگی

ترجمه: (۲۴۲۷) کسی نے آدمی کو موضحہ زخم لگایا جس کی وجہ سے اس کی عقل چلی گئی یا اس کے سر کے بال اڑ گئے تو موضحہ کی ارش دیت میں داخل ہوگی۔

ترجمه: ل اس لئے کہ عقل کے ختم ہونے سے تمام اعضاء کا نفع ختم ہو جائے گا، تو ایسا ہوا کہ سر کو زخمی کیا جس کی وجہ سے وہ مر گیا

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ ایک ہی وار سے دو زخم ہوئے ہوں تو کل کی دیت میں جز کی دیت داخل ہو جائے گی

تشریح: کسی نے کسی کے سر پر مارا جس کی وجہ سے موضحہ زخم لگا اور اور اس کی وجہ سے عقل بھی ختم ہوگئی اس لئے عقل جانے کی وجہ سے دیت لازم ہونی چاہئے اور موضحہ زخم کی وجہ سے مزید پانچ اونٹ لازم ہونا چاہئے، اور مجموعہ ایک سو پانچ اونٹ دیت لازم ہونی چاہئے۔لیکن ایک ہی وار سے دو زخم ہوئے ہیں، ایک چھوٹا زخم اور اسی سبب سے دوسرا بڑا زخم، تو چھوٹا زخم بڑے زخم میں داخل ہو جائے گا۔اور عقل کے جانے کی دیت ہی موضحہ کے لئے کافی ہو جائے گی الگ سے موضحہ کے پانچ اونٹ دینے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

وجه: (۱) اس قول صحابی میں ہے کہ عقل چلی جائے تو پوری دیت سو اونٹ لازم ہوگی۔عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: ....

۲ وَارْشُ الْمُوْضِحَةِ يَجِبُ بِفَوَاتِ جُزْءٍ مِنَ الشَّعْرِ حَتّٰى لَوْ نَبَتَ يَسْقُطُ، وَالدِّيَةُ بِفَوَاتِ كُلِّ الشَّعْرِ، وَقَدْ تَعَلَّقَا بِسَبَبٍ وَاحِدٍ فَدَخَلَ الْجُزْءُ فِي الْجُمْلَةِ كَمَا إِذَا قَطَعَ إِصْبَعَ رَجُلٍ فَشَلَّتْ يَدُهُ، ۳ وَقَالَ زُفَرُ رَحِمَهُ اللّٰهِ عَلَيْهِ لا يَدْخُلُ، لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ جِنَايَةٌ فِيمَا دُوْنَ النَّفْسِ فَلا يَتَدَاخُلانِ

وَفِي الرَّجُلِ يُضْرَبُ حَتَّى يَذْهَبَ عَقْلُهُ الدِّيَةُ كَامِلَةٌ (مصنف عبد الرزاق، باب الموضحة، ج۹،ص ۳۰۷،نمبر ۱۷۳۲۱)اس قول صحابی میں ہے کہ عقل خراب ہونے میں پوری دیت ہے۔عن عمر بن الخطابؓ مادل علی انہ قضی فی العقل بالدیة (سنن للبیہقی ، باب ذہاب العقل من الجنایة ج ثامن ،ص ۱۲۵۰،نمبر ۱۶۲۲۸ رمصنف ابن ابی شیبة ۹۰ فی العقل ج خامس ،ص ۳۹۸ نمبر ۲۷۳۴۰) (۳) دوسری وجہ یہ ہے کہ سر پر مارنا یہی سبب بنا ہے عقل کے ختم ہونے کا تو گویا کہ اب یہ موضحہ زخم نہیں رہا بلکہ عقل ختم کرنا ہوا،اور عقل ختم کرنے سے پوری دیت لازم ہوتی ،اس لئے یہاں پوری دیت سو اونٹ لازم ہوگی ،اور موضحہ چونکہ ایک چھوٹا سا جرم رہا اس لئے یہ جرم پوری دیت میں داخل ہو جائے گی ،اور الگ سے کوئی دیت لازم نہیں ہوگی ۔ہاں دو مرتبہ مارتا ،ایک مرتبہ میں موضحہ ہوتا ، پھر کچھ دنوں کے بعد مارتا جس کی وجہ سے عقل جاتی تو اب موضحہ جرم عقل جانے کے جرم میں داخل نہیں ہوگا ، بلکہ دونوں کی دیت الگ الگ لازم ہوگی

لغت : موضحہ : وضح سے مشتق ہے، واضح ہونا ظاہر ہونا، یہ وہ زخم ہے جس میں ہڈی ظاہر ہو جائے۔

ترجمہ : ۲ موضحہ زخم کی دیت کچھ بال کے گرنے سے لازم ہوتی ہے،اور اگر وہ بال دوبارہ اگ آئے تو دیت ساقط ہو جاتی ہے،اور دیت تو تمام بال فوت ہونے سے لازم ہوتی ہے،اور یہاں موضحہ کی دیت اور عقل کے ختم ہونے کی دیت ایک ہی مارنے کے سبب سے ہے اس لئے جز کل میں داخل ہو جائے گا، جیسے ایک آدمی کی انگلی کاٹی ،اور اس کی بنا پر پورا ہاتھ شل ہو گیا (تو ایک ہی دیت لازم ہوتی ہے)

تشریح : مصنف موضحہ ،اور عقل کی دیت کی وضاحت فرما رہے ہیں ۔کہ موضحہ زخم میں ایک دو بال گرتے ہیں،جس پر پانچ اونٹ دیت ہے،لیکن یہ بال دوبارہ اگ آئے تو یہ دیت ساقط ہو جاتی ہے ۔اور عقل کی جو دیت ہوتی ہے اس میں تمام بال گرنے کی دیت ہوتی ہے،اور یہاں موضحہ زخم اور عقل جانے کا سبب ایک ہی مار ہے، دو نہیں ہے اس لئے موضحہ زخم جو چھوٹا ہے وہ عقل کی دیت جو بڑی ہے اس میں داخل ہو جائے گی ۔اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ ایک آدمی نے کسی کی انگلی کاٹی تو اس پر دس اونٹ تھیں،لیکن اس کاٹنے کی وجہ سے پورا ہاتھ ہی ختم ہو گیا اور اس کی دیت پچاس اونٹ دینی پڑی تو انگلی کی دیت اسی پچاس میں داخل ہوگی ،الگ سے انگلی کی دیت لازم نہیں ہوگی ، ویسے ہی یہاں موضحہ میں ہوگا

ترجمہ : ۳ حضرت امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ موضحہ ،عقل کی دیت میں داخل نہیں ہوگا ،اس لئے کہ یہاں نفس کے علاوہ میں زخم ہے اور دونوں الگ الگ زخم ہیں ،اس لئے اور جنایت کی طرح داخل نہیں ہوں گے ۔لیکن اس کا جواب ذکر کر دیا گیا ہے

كَسَائِرِ الْجِنَايَاتِ، وَجَوَابُهُ مَا ذَكَرْنَا.

(۷۴۳) قَالَ وَإِنْ ذَهَبَ سَمْعُهُ أَوْ بَصَرُهُ أَوْ كَلَامُهُ فَعَلَيْهِ إِرْشُ الْمُوضِحَةِ مَعَ الدِّيَةِ، ۱ قَالُوْا هٰذَا قَوْلُ أَبِىْ حَنِيْفَةَ وأبى يوسف رَحْمَهُمَا اللّٰهِ

تشریح: حضرت امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ یہاں دو باتیں ہیں ایک تو یہ جنایت نفس کا، یعنی انسان مارنے کا نہیں ہے اس کے علاوہ کا ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ دو الگ الگ جنایت ہیں، اس لئے موضحہ جنایت عقل کی جنایت میں داخل نہیں ہوگی، جس طرح اور مقامات پر ایک جنایت دوسری جنایت میں داخل نہیں ہوتی ہے۔ لیکن اس کا جواب پہلے گزر چکا ہے کہ یہاں دونوں جنایتوں کا سبب ایک ہی ہے، اس لئے چھوٹی جنایت بڑی میں داخل ہو جائے گی

ترجمہ: (۷۴۳) اور اگر مارنے سے اس کے سننے یا دیکھنے یا بولنے کی قوت جاتی رہی تو اس پر موضحہ کی ارش ہوگی دیت کے علاوہ۔

ترجمہ: ۱ علماء فرماتے ہیں کہ یہ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا قول ہے

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ موضحہ، کان، آنکھ، اور بات کا جز نہیں ہے، بلکہ یہ سب موضحہ سے الگ عضو ہیں، اس لئے سب کی الگ الگ ارش لازم ہوگی

تشریح: سر پر اس طرح مارا کہ سننے یا دیکھنے یا بولنے کی قوت ختم ہوگئی تو موضحہ کی ارش الگ لازم ہوگی اور یہ اعضاء جو ضائع ہوئے اس کی الگ الگ پوری دیت لازم ہوگی۔

وجہ: (۱) سر کی چوٹ الگ ہے اور کان، آنکھ، زبان الگ الگ عضو ہیں۔ سب ایک نہیں ہیں اور یہاں جزا اور کل کا مسئلہ نہیں ہے اس لئے گویا کہ اس نے الگ الگ عضو کو نقصان پہنچایا اور ہر ایک عضو کی پوری پوری دیت ہے اس لئے کئی دیات لازم ہوں گی (۲) قول صحابی میں ہے کہ ہر عضو کی دیت الگ الگ لازم کی۔ وَسَأَلْتُ عَنْهُ فَقِيلَ لِى: ذَلِكَ أَبُو الْمُهَلَّبِ عَمُّ أَبِى قِلَابَةَ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: رَمَى رَجُلٌ رَجُلًا بِحَجَرٍ ,فِى رَأْسِهِ فِى زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَذَهَبَ سَمْعُهُ ,وَعَقْلُهُ ,وَلِسَانُهُ ,وَذَكَرُهُ »فَقَضَى فِيهَا عُمَرُ بِأَرْبَعِ دِيَاتٍ وَهُوَ حَى (مصنف عبد الرزاق، باب من اصيب من اطرافه ما يكون، ج ۱۰، ص ۱۱، نمبر ۱۸۱۸۳) (۳) زخم سے بات کرنا ختم ہو جائے تو پوری دیت ہے ، یا آنکھ ختم ہو جائے تو پوری دیت ہے، اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ: " أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَى أَهْلِ الْيَمَنِ كِتَابًا فِيهِ الْفَرَائِضُ وَالسُّنَنُ وَالدِّيَات....وَفِى اللِّسَانِ الدِّيَةُ،... وَفِى الْعَيْنَيْنِ الدِّيَةُ (نسائی شریف، باب ذکر حدیث عمر بن حزم فی العقول، نمبر ۴۸۵۳) (۴) اور ایک کان ختم ہو جائے تو آدھی دیت، اس کے لئے یہ قول صحابی ہے۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: فِى الْأُذُنِ نِصْفُ الدِّيَةِ، أَوْ عَدْلُ ذَلِكَ مِنَ الذَّهَبِ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب الاذن ما فیھا من الدیۃ، نمبر ۲۶۸۳۹)

۲ وَعَنْ أَبِیْ یُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَعَنْ أَبِیْ یُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ أَنَّ الشَّجَّةَ تَدْخُلُ فِیْ دِیَةِ السَّمْعِ وَالْکَلَامِ وَلَا تَدْخُلُ فِیْ دِیَةِ الْبَصَرِ، وَجْهُ الْأَوَّلِ أَنَّ کُلًّا مِنْهَا جِنَایَةٌ فِیْمَا دُوْنَ النَّفْسِ وَالْمَنْفَعَةُ مُخْتَصَّةٌ بِهٖ فَأَشْبَهَ الْأَعْضَاءَ الْمُخْتَلِفَةَ، بِخِلَافِ الْعَقْلِ، لِأَنَّ مَنْفَعَتَهُ عَائِدَةٌ إِلٰی جَمِیْعِ الْأَعْضَاءِ، عَلٰی مَا بَیَّنَّا، وَجْهُ الثَّانِیْ أَنَّ السَّمْعَ وَالْکَلَامَ مُبْطِنٌ فَیُعْتَبَرُ بِالْعَقْلِ، وَالْبَصَرُ ظَاهِرٌ فَلَا یُلْحَقُ بِهٖ.

(۷۴۴) قَالَ وَفِی الْجَامِعِ الصَّغِیْرِ وَمَنْ شَجَّ رَجُلًا مُوْضِحَةً فَذَهَبَتْ عَیْنَاهُ فَلَا قِصَاصَ فِیْ ذٰلِکَ ۱ عِنْدَ أَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ قَالُوْا وَیَنْبَغِیْ أَنْ تَجِبَ الدِّیَةُ فِیْهِمَا،

ترجمہ: ۲ حضرت امام ابو یوسفؒ کی دوسری روایت یہ ہے کہ موضحہ زخم سننے اور بات کرنے کی دیت میں داخل ہوگا، اور دیکھنے کی دیت میں داخل نہیں ہوگا، پہلی روایت (جس میں موضحہ سننے، دیکھنے، اور بات کرنے کی دیت میں شامل نہیں تھا، بلکہ موضحہ کی دیت الگ تھی) کہ یہ ہر جنایت نفس کے علاوہ میں ہے، اور ہر ایک عضو کی منفعت اسی کے ساتھ خاص ہے اس لئے گویا کہ الگ الگ عضو کے مشابہ ہو گیا، بخلاف عقل کے، کیونکہ اس کا نفع سب عضو کی طرف لوٹنے والا ہے، جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ اور امام ابو یوسفؒ کی دوسری روایت (سننے، اور بات کرنے میں موضحہ کی دیت داخل ہوگی، لیکن آنکھ کی دیت میں موضحہ کی دیت داخل نہیں ہوگی) اس کی وجہ یہ ہے کہ سننا اور کلام پوشیدہ چیز ہے اس لئے اس کو عقل پر قیاس کیا گیا، اور دیکھنا ظاہر چیز ہے اس لئے اس کو عقل کے ساتھ نہیں ملایا گیا

تشریح: حضرت امام ابو یوسفؒ کی دو روایت ہے، ایک روایت یہ ہے کہ موضحہ کو سننے، دیکھنے، اور بات کرنے سے الگ عضو قرار دیا جائے، اور موضحہ کی دیت ان چیزوں کی دیت میں داخل نہ کی جائے۔ اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ عضو نفس کے علاوہ ہیں، اس لئے گویا کہ الگ الگ اعضاء ہیں اس لئے ہر ایک کی دیت الگ الگ ہوگی

امام ابو یوسفؒ کی دوسری روایت یہ ہے کہ سننے اور بات کرنے میں موضحہ کی دیت داخل کر دی جائے، یعنی سننے کے ضائع کرنے کی دیت لازم ہوگئی تو اب موضحہ کی دیت ساقط ہوگئی، کلام کرنے کی دیت لازم ہوئی تو اب موضحہ کی دیت اسی میں شامل ہوگئی، الگ سے موضحہ کی دیت لازم نہیں ہوگی، اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں پوشیدہ ہے، اور عقل سے اس کا تعلق ہے، اس لئے جس طرح عقل کی دیت میں موضحہ کی داخل ہوتی ہے، اسی طرح سننے اور بات کرنے کی دیت میں موضحہ کی دیت شامل ہو جائے گی۔

لیکن آنکھ کا دیکھنا باہر کا مستقل عضو ہے اس لئے موضحہ کی دیت دیکھنے کی دیت میں داخل نہیں ہوگی

ترجمہ: (۷۴۴) جامع صغیر میں یہ ہے کہ کسی نے کسی آدمی کو موضحہ زخم لگایا جس کی وجہ سے اس کی دونوں آنکھیں چلی گئیں تو ان دونوں میں قصاص نہیں ہے

ترجمہ: ۱ یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے، علماء نے فرمایا (کہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ قصاص تو نہیں ہوگا)، لیکن دونوں میں الگ الگ دیت واجب ہوگی

اصول: زخم میں شبہ ہو کہ عمدا ہے، یا خطا ہے تو اس سے قصاص لازم نہیں ہوتا، بلکہ دیت لازم ہوتی ہے

۲ وَقَالَا فِي الْمُوْضِحَةِ الْقِصَاصُ، قَالُوْا وَيَنْبَغِيْ أَنْ تَجِبَ الدِّيَةُ فِي الْعَيْنَيْنِ.
(۷۴۵) قَالَ وَإِنْ قَطَعَ إِصْبَعَ رَجُلٍ مِنَ الْمِفْصَلِ الْأَعْلٰى فَشَلَّ مَا بَقِيَ مِنَ الْإِصْبَعِ أَوِ الْيَدِ كُلِّهَا لَا قِصَاصَ عَلَيْهِ فِيْ شَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ، وَيَنْبَغِيْ أَنْ تَجِبَ الدِّيَةُ فِي الْمِفْصَلِ الْأَعْلٰى وَفِيْمَا بَقِيَ حُكُوْمَةٌ

اصول: دوسرا اصول یہ ہے کہ ایک عضو پر وار ہوا ہو جس سے دوسرا عضو بھی متاثر ہوا تو دوسرے عضو میں عمد ہونے کا شبہ ہو گیا اس لئے اس میں قصاص نہیں ہوگا صرف دیت ہوگی، اب اسی وار میں ایک عضو سے قصاص ساقط ہو جائے تو پہلے عضو میں بھی شبہ ہو جائے گا اور اس عضو سے بھی قصاص ساقط ہو جائے گا، اور اس میں بھی دیت ہی لازم ہوگی

تشریح: یہاں جامع صغیر کی عبارت کا مطلب بتاتے ہیں کہ، ایک آدمی نے سر پر موضحہ زخم کیا، لیکن اس کی وجہ سے اس کی دونوں آنکھوں سے روشنی چلی گئی تو اس صورت میں چونکہ براہ راست آنکھ پر وار نہیں کیا ہے، اس لئے اس میں آنکھ کا قصاص نہیں لیا جائے، کیونکہ آنکھ کا جانا زخم خطا ہے، اس لئے آنکھ کی دیت لازم ہوگی۔ اور چونکہ ایک ہی وار میں موضحہ بھی ہوا ہے اور آنکھ بھی گئی ہے اس لئے دونوں ایک ہی جرم ہے، اور آنکھ میں قصاص نہیں ہے تو موضحہ میں بھی قصاص نہیں ہوگا، دونوں کی الگ الگ دیت لازم ہوگی

وجہ: (۱) اس حدیث میں ہے کہ جتنا ہو سکے حد کو ساقط کرو۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ادْرَئُوا الحُدُودَ عَنِ المُسْلِمِينَ مَا اسْتَطَعْتُمْ، فَإِنْ كَانَ لَهُ مَخْرَجٌ فَخَلُّوا سَبِيلَهُ، فَإِنَّ الإِمَامَ أَنْ يُخْطِءَ فِي العَفْوِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يُخْطِءَ فِي العُقُوبَةِ (ترمذی شریف، باب ما جاء فی درء الحدود، نمبر ۱۴۲۴) (۲) اس قول صحابی میں ہے کہ عمد میں شبہ ہو تو حدود کو ساقط کرو، دیت لازم کرو۔ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: لَئِنْ أُعَطِّلَ الْحُدُودَ بِالشُّبُهَاتِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُقِيمَهَا بِالشُّبُهَاتِ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی درء الحدود بالشبہات، ج ۵، ص ۵۱۱، نمبر ۲۸۴۹۳)

ترجمہ: ۲ صاحبین فرماتے ہیں کہ موضحہ میں قصاص ہوگا، لیکن علماء فرماتے ہیں کہ آنکھوں میں دیت واجب ہوگی

اصول: یہاں صاحبین کا اصول یہ ہے کہ موضحہ میں جان کر وار کیا ہے اس لئے اس میں قصاص ہوگا، اور آنکھوں میں زخم خطا ہے اس لئے اس میں دیت لازم ہوگی

تشریح: کسی نے موضحہ زخم لگایا اور اس سے آنکھ چلی گئی تو موضحہ زخم جان کر لگایا ہے، اس لئے اس میں قصاص ہوگا، اور آنکھ جو گئی ہے اس میں جان کر وار نہیں کیا ہے، وہ تو موضحہ کے وار کے سبب سے گئی ہے اس لئے وہ زخم خطا ہے اس لئے اس میں دیت لازم ہوگی

ترجمہ: (۷۴۵) کسی آدمی کی انگلی کے اوپر کا پورا جس کی وجہ سے پوری انگلی شل ہو گئی، یا اس کی وجہ سے پورا ہاتھ شل ہو گیا، تو نہ اوپر کے پورے میں قصاص ہے اور نہ انگلی میں قصاص ہے، مناسب یہ ہے کہ اوپر کے پورے میں دیت لازم ہو اور باقی انگلی میں، اور ہاتھ میں عادل کا فیصلہ ہو، یہی حال ہے کہ اگر بعض دانت کو توڑا جس کی وجہ سے باقی حصہ بھی کالا ہو گیا، لیکن یہاں

عَدْلٍ، وَكَذٰلِكَ لَوْ كَسَرَ بَعْضَ سِنِّ رَجُلٍ فَاسْوَدَّ مَا بَقِيَ وَلَمْ يُحْكَ خِلَافًا، وَيَنْبَغِي أَنْ تَجِبَ الدِّيَةُ فِي السِّنِّ كُلِّهِ.ل وَلَوْ قَالَ أَقْطَعُ الْمِفْصَلَ وَأَتْرُكُ مَا يَبِسَ أَوْ أَكْسِرُ الْقَدْرَ الْمَكْسُورَ وَأَتْرُكُ الْبَاقِيَ لَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ، لِأَنَّ الْفِعْلَ فِي نَفْسِهِ مَا وَقَعَ مُوجِبًا لِلْقَوَدِ فَصَارَ

صاحبین کے اختلاف کا ذکر نہیں ہے، لیکن مناسب یہ ہے کہ (پورے دانت قصاص واجب نہ ہو) بلکہ دیت واجب ہو

اصول: ہاں بھی اوپر کا اصول ہی ہے کہ۔ ایک عضو کو جان کر زخمی کیا، لیکن اس کی وجہ سے دوسرا عضو بھی زخمی ہو گیا تو دوسرے میں جان کر نہیں ہے، اس لئے اس میں قصاص نہیں ہے دیت ہے، تو چونکہ دونوں عضو قریب قریب ہیں اس لئے پہلے عضو میں بھی شبہ کی وجہ سے قصاص ساقط ہو جائے گا، البتہ دیت ضرور لازم ہوگی

تشریح: انگلیوں میں تین پورے ہوتے ہیں، ان میں سے اوپر کے پورے کو کاٹ دیا، جس کی وجہ سے پوری انگلی شل ہو گئی، یا پورا ہاتھ شل ہو گیا تو دونوں میں سے کسی میں بھی قصاص نہیں ہے بلکہ دونوں میں دیت واجب ہوگی

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے عضو میں وار کیا ہے، لیکن اس کی وجہ سے دوسرا عضو خراب ہوا لیکن اس میں جان کر وار نہیں کیا ہے، اس لئے اس میں زخم خطاء ہے اس لئے اس میں دیت واجب ہوگی قصاص نہیں، اور ایک ہی وار کی ایک عضو میں قصاص نہیں ہے تو پہلے عضو میں بھی قصاص نہیں ہوگا، دیت ہوگی (۲) ایک انگلی کی دیت دس اونٹ ہے، اور ایک انگلی میں تین پورے ہوتے ہیں اس لئے ایک پور کو کاٹنے میں اس کی ایک تہائی (3.33) اونٹ لازم ہوگا۔ اس کے لئے یہ قول صحابی ہے

۔عَنْ زَيْدٍ أَنَّهُ قَالَ: »فِي الْأَصَابِعِ فِي كُلِّ مِفْصَلٍ ثُلُثُ دِيَةِ الْأُصْبُعِ إِلَّا الْإِبْهَامَ، فَإِنَّ فِيهَا نِصْفَ دِيَتِهَا، إِذَا قُطِعَتْ مِنَ الْمِفْصَلِ لِأَنَّ فِيهَا مِفْصَلَيْنِ (مصنف ابن ابی شیبة، باب کم فی کل اصبع، نمبر ۲۷۰۰۵)

ترجمہ: ل جس کی انگلی کاٹی گئی ہے اس نے کہا کہ میں قصاص میں اوپر کا جوڑ کاٹ لوں گا، اور جو حصہ خشک ہوا ہے اس کو چھوڑ دیتا ہوں، یا جتنا دانت توڑا ہے قصاص میں اتنا توڑوں گا اور باقی چھوڑ دوں گا تو اس کو یہ قصاص کا حق نہیں دیا جا سکتا ہے، اس لئے کہ یہ فعل بذاتِ خود قصاص کا سبب نہیں ہے

تشریح: زید نے عمر کے اوپر کا پورا کاٹا، جس کی وجہ سے پوری انگلی شل ہو گئی، اب عمر کہتا ہے کہ پورا کاٹنے کا قصاص دیا جائے، اور انگلی کی دیت چھوڑ دیتا ہوں، تو اس کو یہ حق نہیں دیا جائے گا،

وجہ: کیونکہ انگلی اور پورا ایک ہونے کی وجہ سے پورے میں بھی قصاص لینے کا حق نہیں تھا، اس لئے پورے میں قصاص کا حق نہیں دیا جائے گا

دوسری صورت یہ ہے کہ زید نے عمر کا دانت توڑا، جس کی وجہ مسوڑا کالا ہو گیا، اب عمر کہتا ہے کہ مجھے قصاص میں دانت توڑنے کا حق دیا جائے تو قصاص میں دانت توڑنے کا حق نہیں دیا جائے گا۔ اس کی وجہ وہی ہے کہ مسوڑے کے کالے ہونے کی وجہ سے دانت میں بھی قصاص کا حق نہیں رہا ہے، اس لئے عمر کو دانت میں قصاص کا حق نہیں دیا جائے گا

۲ کَمَا لَوْ شَجَّهُ مُنَقِّلَةً فَقَالَ أَشُجُّهُ مُوضِحَةً وَأَتْرُكُ الزِّيَادَةَ. ۳ لَهُمَا فِي الْخِلَافِيَّةِ أَنَّ الْفِعْلَ فِي مَحَلَّيْنِ فَيَكُونُ جِنَايَتَيْنِ مُبْتَدَأَتَيْنِ فَالشُّبْهَةُ فِي إِحْدَاهُمَا لَا تَتَعَدّٰى إِلَى الْأُخْرَى كَمَنْ رَمٰى إِلٰى

ترجمہ: ۲ جیسے کسی نے منقلہ زخم لگایا ہو اور مقطوع کہتا ہے کہ اس سے کم درجے کا زخم موضحہ کا قصاص دلوادو اور باقی چھوڑ دیں (تو موضحہ کا قصاص نہیں دلوایا جائے گا)

تشریح: اوپر کے مسئلے میں قصاص نہ دلوانے کی یہ ایک مثال ہے، پہلے موضحہ، اس کے بعد ہاشمہ، اور اس کے بعد منقلہ زخم کی ترتیب دیکھیں۔(۷) موضحہ (۸) ہاشمہ (۹) منقلہ ۔

اب زخم لگانے والے نے نویں درجے کا زخم منقلہ لگایا ہے، لیکن منقلہ میں قصاص نہیں ہوتا کیونکہ اس میں برابری کے ساتھ زخم لگانا ناممکن ہے، اس میں دیت ہوتی ہے، البتہ اس سے پہلے جو موضحہ زخم ہے اس میں قصاص ہوتا ہے۔ اب مقطوع یہ کہتا ہے کہ مجھے بھاری درجے کا زخم منقلہ لگایا ہے۔ لیکن اس سے ہلکے درجے کا زخم موضحہ تک کا قصاص لینا چاہتا ہوں، اور باقی چھوڑ دیتا ہوں تو اس کو موضحہ درجے کا قصاص نہیں لینے دیا جائے گا، کیونکہ منقلہ میں قصاص ہے ہی نہیں اس لئے مقطوع کا حق قصاص میں نہیں ہے۔ اسی طرح سے پورے میں قصاص نہیں ہے اس لئے قصاص کا مطالبہ کرے تو پورے، اور دانت میں قصاص نہیں دلوایا جائے گا، بلکہ دیت ہی لینی ہوگی۔

ترجمہ: ۳ اختلافی مسئلے میں (موضحہ زخم لگایا اور آنکھ چلی گئی) صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ یہاں دو جرم الگ الگ ہیں اس لئے ایک جرم میں شبہ ہو گیا (جس کی وجہ سے اس میں قصاص نہیں ہے) تو وہ شبہ دوسرے کی طرف منتقل نہیں ہوگا، اس کی مثال یہ ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے آدمی پر جان کر تیر پھینکا، پس یہ تیر آدمی کو بھی لگا اور اس سے پار کر کے دوسرے کو لگ گیا اور اس کو قتل کر دیا تو پہلے آدمی کا قصاص لیا جائے گا (اور دوسرے کی دیت واجب ہوگی)

اصول: صاحبین کی دلیل کا حاصل یہ ہے کہ دونوں زخم مستقل طور پر الگ الگ، ایک دوسرے کا تابع نہیں ہے، اس لئے دوسرے کا شبہ پہلے کی طرف منتقل نہیں ہوگا

تشریح: یہاں صاحبین کی جانب سے اوپر کے تینوں مسئلوں کی دلیل بتلا رہے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ تھا کہ موضحہ زخم لگایا، اور اس سے دونوں آنکھیں چلی گئیں، تو صاحبین کے نزدیک موضحہ میں قصاص ہوگا، اور دونوں آنکھوں کی دیت لازم ہوگی۔ دوسرا مسئلہ تھا کہ اوپر کا پورا کاٹا اور انگلی چلی گئی، تو صاحبینؒ کے یہاں پورے کا قصاص ہوگا، اور انگلی کی دیت ہوگی۔ اور تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ آدھا دانت توڑا اور اس سے پورا مسوڑا کالا ہو گیا تو دانت کا قصاص ہوگا اور مسوڑے کی دیت لازم ہوگی

وجہ: سب کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ یہاں دو الگ الگ زخم ہیں اور دونوں اپنے اپنے طور پر مستقل ہیں، اور پہلا وار جان کر ہے، اس لئے اس میں قصاص ہوگا، اور دوسرا زخم خطا ہے اس لئے اس میں دیت ہوگی، اور دوسرے زخم میں جو شبہ ہے وہ پہلے

رَجُلٍ عَمَدًا فَأَصَابَهُ وَنَفَذَ مِنْهُ إِلٰى غَيْرِهٖ فَقَتَلَهُ يَجِبُ الْقَوَدُ فِي الْأَوَّلِ، ۴ وَلَهُ أَنَّ الْجِرَاحَةَ الْأُوْلٰى سَارِيَةٌ، وَالْجَزَاءُ بِالْمِثْلِ وَلَيْسَ فِيْ وُسْعِهِ السَّارِيْ فَيَجِبُ الْمَالُ، ۵ وَلِأَنَّ الْفِعْلَ وَاحِدٌ حَقِيْقَةً وَهُوَ الْحَرْكَةُ الْقَائِمَةُ وَكَذَا الْمَحَلُّ مُتَّحِدٌ مِنْ وَجْهٍ لِاتِّصَالِ أَحَدِهِمَا بِالْاٰخَرِ فَأَوْرَثَتْ نِهَايَتُهُ شُبْهَةَ

وار میں منتقل نہیں ہوگا، اوراس شبہ کی وجہ سے پہلے کا قصاص ساقط نہیں ہوگا

اس کی ایک مثال دے رہے ہیں کہ مثلا زید نے عمر کو تیر امارا، وہ تیر عمر کو بھی لگا، اور اس سے پار کر کے خالد کو لگ گیا، تو یہاں عمر کو جان کر لگا ہے اس لئے اس میں قصاص ہوگا، اور خالد کو خطا لگا ہے اس لئے اس میں دیت ہوگی، اور ایسا نہیں ہوگا، کہ خالد میں دیت واجب ہونے کی وجہ سے عمر میں دیت لازم ہو جائے۔ اسی طرح دوسرا زخم جو خطا ہے وہ پہلے زخم کی طرف منتقل نہیں ہوگا، اور دوسرے زخم کی دیت کی وجہ سے پہلے میں دیت لازم نہیں ہوگی، بلکہ پہلے میں قصاص لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۴ امام ابوحنیفہؒ کی پہلی دلیل یہ ہے کہ (دوسرا زخم کیا نہیں ہے)، بلکہ پہلا زخم دوسرے میں سرایت کیا ہے، اور بدلہ مثل کے ساتھ ہوتا ہے اور قصاص میں پہلا زخم دوسرے میں سرایت کرے یہ اس کے بس میں نہیں ہے اس لئے مال ہی لازم ہوگا

تشریح: دونوں زخموں میں قصاص لازم نہیں ہوگا دیت لازم ہوگی، امام ابوحنیفہؒ کی یہ پہلی دلیل ہے۔ یہاں دونوں زخموں پر وار نہیں کیا ہے، بلکہ پہلے زخم نے دوسرے میں سرایت کیا اور وہ زخمی ہوا ہے، اب قصاص لینے والے کے بس میں نہیں ہے، پہلے پر وار کرے اور اس کو دوسرے میں سرایت کرائے، حالانکہ قصاص میں برابری چاہئے، اور برابری کرنا ناممکن ہو تو دیت واجب ہوگی، اس لئے یہاں دونوں زخموں کی دیت ہی واجب ہوگی

لغت: ساری: سرایت کرنے والا۔ الجراحۃ۔ زخم

ترجمہ: ۵ دوسری دلیل یہ ہے کہ۔ حقیقت میں یہاں ایک ہی وار ہے، اور وہ حرکت ہے جو زخم لگاتے وقت قائم تھی، اور ایک دوسرے سے متصل ہونے کی وجہ سے جگہ بھی ایک ہی ہے اس لئے بعد میں جو شبہ پیدا ہوا اس نے شروع میں بھی شبہ پیدا کر دیا (اس لئے دونوں میں دیت ہوگی)

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی یہ دوسری دلیل ہے کہ یہاں ایک ہی وار ہے، اور جگہ بھی بہت قریب ہے سر پر جو موضحہ زخم لگا ہے اس کے ساتھ آنکھ بھی ہے، اور دوسرے زخم میں شبہ ہے، اس لئے یہ شبہ پہلے زخم میں بھی پیدا ہو جائے گا، اور دونوں میں شبہ کی وجہ سے دونوں سے قصاص ساقط ہو جائے گی اور دونوں میں دیت واجب ہو جائے گی

لغت: الحرکۃ القائمۃ: وار کرتے وقت کی حرکت کو الحرکۃ القائمہ، کہا ہے۔ اورثت نھایتہ شبھۃ الخطاء فی البدایۃ: بعد میں جو شبہ ہو گیا کہ یہ زخم خطا ہے، اس نے پہلے والے زخم میں بھی شبہ پیدا کر دیا کہ وہ بھی زخم خطا ہے، اس لئے دونوں زخم خطا بن گئے، اس لئے دونوں میں دیت واجب ہوگئی۔

الْخَطأ فِی الْبِدَایَةِ، ۶؎ بِخِلَافِ النَّفَسَیْنِ، لِأَنَّ أَحَدَهُمَا لَیْسَ مِنْ سِرَایَةِ صَاحِبِهٖ ۷؎ وَبِخِلَافِ مَا إِذَا وَقَعَ السِّکِّیْنُ عَلَی الْإِصْبَعِ، لِأَنَّهٗ لَیْسَ فِعْلًا مَّقْصُوْدًا.

(۲۴۶) قَالَ وَإِنْ قَطَعَ إِصْبَعًا فَشَلَّتْ إِلٰی جَنْبِهَا أُخْرٰی فَلَا قِصَاصَ فِیْ شَیْءٍ مِنْ ذٰلِکَ عِنْدَ أَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ،

ترجمہ: ۶؎ بخلاف دوالگ الگ آدمی کے (اس میں ایک میں قصاص ہے اور دوسرے میں دیت ہے) کیونکہ ایک کا زخم دوسرے میں سرایت نہیں کیا ہے

تشریح: یہ امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے صاحبین کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ ایک کو تیر امارا اور وہ پار ہو کر دوسرے کو لگ گیا تو پہلے آدمی کا قصاص ہے، اور دوسرے آدمی کی دیت ہے، تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ یہاں ایک زخم دوسرے میں سرایت نہیں کیا ہے، کیونکہ دونوں آدمی الگ الگ ہیں، اس لئے دوسرے آدمی کا شبہ پہلے آدمی نہیں آئے گا، اس لئے پہلے آدمی سے قصاص ہے اور دوسرے آدمی کی دیت ہے۔ اور زخم والے مسئلے میں یہ ہے کہ ایک زخم دوسرے میں سرایت کیا ہے، کیونکہ دونوں جگہ ایک ہی ہے اس لئے دوسرے کا شبہ پہلے میں آجائے گا، اور دونوں میں دیت واجب ہوگی۔

ترجمہ: ۷؎ بخلاف (پہلے جان کر انگلی کاٹی) پھر غلطی سے دوسری انگلی پر چھری گر گئی (تو پہلی انگلی کا قصاص ہوگا، اور دوسری انگلی کی دیت ہوگی)، اس لئے دوسری انگلی کو جان کر نہیں کاٹا ہے

تشریح: زید نے جان کر عمر کی ایک انگلی کاٹ دی۔ پھر زید کے ہاتھ سے چھری گری اور عمر کی دوسری انگلی کٹ گئی، تو یہاں پہلی انگلی کا قصاص ہوگا، اور دوسری انگلی کی دیت ہوگی

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں ایک انگلی کا زخم دوسرے میں سرایت نہیں کیا ہے، بلکہ یہاں دوالگ الگ فعل ہے، پہلے میں جان کر ہے اس لئے اس کا قصاص لازم ہوگا۔ اور دوسری انگلی الگ فعل سے غلطی سے کٹی ہے اس لئے اس میں دیت لازم ہوگی۔

ترجمہ: (۲۴۶) کسی نے آدمی کی انگلی کاٹی جس کی وجہ سے اس کے بغل میں دوسری انگلی سوکھ گئی تو دونوں میں ارش ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس میں قصاص نہیں ہے۔

اصول: پہلے اصول گزر چکا ہے، کہ ایک کا زخم دوسرے میں سرایت کیا ہو تو دونوں میں قصاص نہیں ہے، دونوں میں دیت ہے۔

تشریح: مثلا کسی نے شہادت کی انگلی کاٹی جس کی وجہ سے درمیان کی انگلی سوکھ گئی تو قاعدے کے اعتبار سے شہادت کی انگلی جان کر کاٹی ہے اس لئے اس کا قصاص لازم ہونا چاہئے۔ اور بغل کی انگلی اس کی وجہ سے سوکھی ہے اس لئے وہ زخم خطا کے درجے میں ہوا۔ اس لئے اس میں ارش لازم ہونا چاہئے۔ کیونکہ پہلا زخم عمد ہے اور دوسرا زخم خطا ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ پہلے میں بھی قصاص لازم نہیں ہوگا بلکہ دونوں میں ارش لازم ہوگی۔

وجہ: امام اعظمؒ کا تصور یہ ہے کہ دونوں جرم ایک ہی ہیں اس لئے ایسا ہونا ناممکن ہے کہ قصاص میں ایک انگلی کاٹے تو دوسری

۱ وَقَالَا وَزُفَرُ وَالْحَسَنُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يُقْتَصُّ مِنَ الْأُوْلٰى، وَفِي الثَّانِيَةِ إِرْشُهَا وَالْوَجْهُ مِنَ الْجَانِبَيْنِ قَدْ ذَكَرْنَاهُ. ۲ وَرَوٰى ابْنُ سَمَاعَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فِي الْمَسْأَلَةِ الْأُوْلٰى وَهُوَ مَا إِذَا شَجَّ مُوْضِحَةً فَذَهَبَ بَصَرُهُ أَنَّهُ يَجِبُ الْقِصَاصُ فِيهِمَا، لِأَنَّ الْحَاصِلَ بِالسِّرَايَةِ مُبَاشَرَةٌ كَمَا فِي النَّفْسِ وَالْبَصَرِ يَجْرِيْ فِيْهِ الْقِصَاصُ، ۳ بِخِلَافِ الْخِلَافِيَّةِ الْأَخِيْرَةِ، لِأَنَّ الشَّلَلَ لَا قِصَاصَ فِيْهِ ۴ فَصَارَ الْأَصْلُ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ عَلٰى هٰذِهِ الرِّوَايَةِ أَنَّ سِرَايَةَ مَا يَجِبُ فِيْهِ الْقِصَاصُ

انگلی سوکھ جائے۔ چونکہ ایسی برابری ممکن نہیں ہے اس لئے قصاص بھی نہیں ہے۔ اس لئے دونوں کی ارش لازم ہوگی۔

ترجمہ: ۱ صاحبینؒ اور امام زفر، اور امام حسنؒ نے فرمایا پہلے زخم کا قصاص لیا جائے گا، اور دوسرے زخم کا ارش لیا جائے گا، اور دونوں جانب کی دلیل پہلے ذکر کر چکا ہوں

تشریح: صاحبین یہاں بھی یہی فرماتے ہیں کہ پہلا زخم انگلی کا کاٹنا جان کر کیا ہے اس لئے اس میں قصاص ہوگا، اور دوسرا زخم دوسری انگلی کا شل ہونا زخم خطاء ہے اس لئے اس میں ارش ہوگا، اور دسری انگلی کا شبہ پہلے انگلی میں نہیں جائے گی، گویا کہ دونوں الگ الگ زخم ہے

ترجمہ: ۲ اور ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے پہلے مسئلے میں، اور وہ یہ کہ موضحہ زخم لگایا جس کی وجہ سے اس کی آنکھ چلی گئی، یہ کہ دونوں میں قصاص لازم ہوگا، اس لئے کہ فورا سرایت حاصل ہوئی ہے، جیسے کہ جان کی صورت میں ہوتی ہے، اور آنکھ میں قصاص جاری ہوتا ہے (اس لئے دونوں کا قصاص لیا جائے گا)

تشریح: امام محمدؒ سے ابن سماعہ نے ایک روایت یہ بھی کی ہے کہ، اوپر کا مسئلہ، یعنی سر پر موضحہ زخم لگایا ہو اور اس کی وجہ سے آنکھ چلی گئی ہو تو دونوں کا قصاص لیا جائے گا

وجہ: اس کی دو وجہ بتاتے ہیں، ایک وجہ یہ ہے کہ جان کر زخم لگایا ہو تو موضحہ زخم کا بھی قصاص ہے، اور آنکھ کا بھی قصاص ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ موضحہ زخم لگتے ہی آنکھ ختم ہوئی ہے، تو ایسا ہو گیا کہ موضحہ لگایا، اور اس کی وجہ سے فورا آدمی مر گیا تو موضحہ کا بھی قصاص ہے اور جان کا بھی قصاص ہے، اسی طرح یہاں موضحہ زخم سے فورا آنکھ گئی ہے، اور دونوں میں قصاص ہے، اس لئے دونوں میں قصاص ہوگا

ترجمہ: ۳ بخلاف آخیر کے دو اختلافی مسائل کے (۱۔ اوپر کا پورا کاٹا، اور نیچے کی انگلی شل ہوگئی ۲۔ ایک انگلی کاٹی اور دوسری بغل کی انگلی شل ہوگئی) ان دونوں مسئلوں میں دوسرے زخم کا ارش لازم ہوگا) اس لئے کہ شل میں قصاص نہیں ہے،

تشریح: آخیر میں دو مسئلے ہیں۔ ایک مسئلہ تو یہ گزرا کہ اوپر کا پورا کاٹا اور نیچے کی انگلی شل ہو گئی تو چونکہ شل میں قصاص نہیں ہے، کیونکہ وہ عمدا نہیں ہوتا اس لئے اس شل میں میں قصاص نہیں ہے۔ اور دوسرا مسئلہ گزرا کہ ایک انگلی کاٹی اور دوسری انگلی شل ہوگئی تو دوسری انگلی میں قصاص نہیں ہے۔ اس لئے ان دونوں میں امام محمدؒ کے نزدیک قصاص نہیں ہوگا، لیکن آنکھ میں قصاص ہے اس لئے موضحہ زخم لگایا اور اس سے آنکھ چلی گئی تو آنکھ میں بھی قصاص ہے

ترجمہ: ۴ اس روایت کے اعتبار سے امام محمدؒ کا قاعدہ یہ ہے کہ زخم جس عضو میں سرایت کیا ہو اگر اس میں قصاص لینا ممکن

إِلٰی مَا یُمْکِنُ فِیْهِ الْقِصَاصُ یُوْجِبُ الْاِقْتِصَاصَ، کَمَا لَوْ اٰلَتْ إِلَی النَّفْسِ وَقَدْ وَقَعَ الْأَوَّلُ ظُلْمًا، ۵ وَوَجْهُ الْمَشْهُوْرِ أَنَّ ذِهَابَ الْبَصَرِ بِطَرِیْقِ التَّسْبِیْبِ، أَلَا تَرٰی أَنَّ الشَّجَّةَ بَقِیَتْ مُوْجِبَةً فِیْ نَفْسِهَا، وَلَا قَوَدَ فِی التَّسْبِیْبِ، ۶ بِخِلَافِ السِّرَایَةِ إِلَی النَّفْسِ، لِأَنَّهُ لَا تَبْقٰی الْأُوْلٰی فَانْقَلَبَتِ الثَّانِیَةُ مُبَاشَرَةً.

(۷۴۷) قَالَ وَلَوْ کَسَرَ بَعْضَ السِّنِّ فَسَقَطَتْ فَلَا قِصَاصَ ۱ إِلَّا عَلٰی رِوَایَةِ ابْنِ سَمَاعَةَ، ۲ وَلَوْ أَوْضَحَهُ

ہوتو اس میں قصاص ہے، جیسے جان میں سرایت کر گیا ہوتو اس میں قصاص ہے، اور حال یہ کہ پہلا زخم ظلما واقع ہوا ہو

تشریح: امام محمدؒ کی اس دوسری روایت کے مطابق اصول یہ بنا کہ ایک عضو کا زخم دوسرے عضو میں سرایت کر گیا ہو، تو اگر دوسرے عضو میں قصاص لیا جا سکتا ہوتو اس میں قصاص لیا جائے گا، لیکن اگر دوسرے عضو میں قصاص نہیں لیا جا سکتا ہوتو اس میں ارش ہوگا۔ جیسے سر پر موضحہ زخم لگایا اور آدمی مر گیا تو آدمی کا قصاص لیا جائے گا، کیونکہ آدمی کا قصاص لینا ممکن ہے

لغت: آلت: سرایت کر گیا ہو

ترجمہ: ۵ امام محمدؒ کی مشہور روایت کی وجہ یہ ہے کہ آنکھ کا جانا سبب کے طور پر ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ خود شجہ میں قصاص ہے، اور سبب کی وجہ سے قصاص نہیں ہوتا۔

تشریح: امام محمدؒ کی مشہور روایت یہی ہے کہ ایک جگہ کا زخم دوسرے عضو میں سرایت کر گیا ہوتو پہلے میں قصاص ہے، دوسرے میں قصاص نہیں دیت ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرا زخم سبب کی وجہ سے ہوا ہے، فورا مباشرۃ نہیں ہوا ہے، اور سبب کی وجہ سے ہوا ہوتو یہ زخم عمد نہیں ہوا اس لئے اس میں قصاص نہیں ہوگا

ترجمہ: ۶ بخلاف نفس میں سرایت کرنے کے، اس لئے کہ آدمی کے مرنے کی وجہ سے پہلا زخم باقی نہیں رہا تو گویا کہ دوسرا زخم براہ راست ہو گیا

تشریح: سر پر موضحہ زخم لگایا اور آدمی مر گیا تو یہاں جان کا قصاص ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آدمی مر گیا تو اب موضحہ زخم نہیں رہا، بلکہ موضحہ زخم قتل انسان میں بدل گیا، اور یوں سمجھا جائے گا کہ براہ راست قتل کیا ہے، اس لئے اس کا قصاص ہوگا

ترجمہ: (۷۴۷) اگر دانت کا بعض حصہ توڑا جس کی وجہ سے پورا دانت ہی گر گیا تو قصاص نہیں ہے

ترجمہ: ۱ مگر ابن سماعہ کی روایت میں

تشریح: یہ مسئلہ بھی اوپر کی طرح ہے، کہ ایک زخم لگایا کہ دانت توڑا، اور یہ زخم سرایت کر کے پورا دانت گر گیا تو امام ابو حنیفہؒ کی رائے کے مطابق نہ پہلے میں قصاص ہے اور نہ دوسرے میں قصاص ہے بلکہ پورے دانت کی دیت ہے، لیکن امام محمدؒ سے ابن سماعہ کی روایت ہے کہ دونوں میں قصاص لازم ہوگا، اور گویا کہ دونوں کو مباشرۃ کیا ہے

ترجمہ: ۲ سر پر دو موضحہ زخم لگایا، لیکن سڑ کر ایک ہو گیا تو اس میں بھی دو روایتیں ہیں

تشریح: سر پر الگ الگ جگہ پر دو موضحہ زخم لگایا، لیکن بعد میں سڑ کر ایک بڑا موضحہ بن گیا تو امام ابو حنیفہؒ کے یہاں دونوں

مُوْضِحَتَيْنِ فَتَآكَلا فَهُوَ عَلَى الرِّوَايَتَيْنِ هَاتَيْنِ.

(۷۴۸) قَالَ وَلَوْ قَلَعَ سِنَّ رَجُلٍ فَنَبَتَتْ مَكَانَهَا أُخْرَى سَقَطَ الْأَرْشُ ۱؎ فِيْ قَوْلِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۲؎ وَقَالَا عَلَيْهِ الْأَرْشُ كَامِلًا، لِأَنَّ الْجِنَايَةَ قَدْ تَحَقَّقَتْ، وَالْحَادِثُ نِعْمَةٌ مُبْتَدَأَةٌ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى، ۳؎ وَلَهُ أَنَّ الْجِنَايَةَ اِنْعَدَمَتْ مَعْنًا فَصَارَ كَمَا إِذَا قَلَعَ سِنَّ صَبِيٍّ فَنَبَتَتْ لَا يَجِبُ الْأَرْشُ

میں قصاص نہیں ہے، بلکہ دونوں کی دیت ہوگی، کیونکہ سرایت کرنے کی وجہ سے دونوں میں شبہ پیدا ہو گیا ہے۔ اور ابن سماعہ کی روایت یہ ہوگی کہ دونوں میں قصاص ہو جائے، کیونکہ دونوں زخم مباشرۃ کیا ہے

ترجمہ: (۷۴۸) کسی آدمی کا دانت اکھیڑ دیا پس اس کی جگہ دوسرا دانت نکل آیا تو ارش ساقط ہو جائے گی۔

ترجمہ: ۱؎ امام ابو حنیفہؒ کے قول میں۔

اصول: امام ابو حنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ جنایت سرے سے ختم ہوگئی تو گویا کہ جنایت کی ہی نہیں، اس لئے اس کا ارش لازم نہیں ہوگا

وجہ: (۱) جب دوسرا دانت نکل آیا تو آدمی کو کوئی نقصان نہیں ہوا اس لئے اس کی ارش لازم نہیں ہوگی (۲) اس قول تابعی میں ہے کہ نہ دیت ہے، اور نہ قصاص ہے۔ عن عمر بن عبد العزیزؒ قال ان اصاب اسنان غلام لم یثغر قال ینتظر به الحول فان نبتت فلا دیة فیها ولا قود (مصنف عبد الرزاق، باب اسنان الصبی الذی لم یثغر ج تاسع ص ۳۵۳ نمبر ۱۷۵۳۹)

لغت: نبت: اگ گیا، ثغر: دانت کا ٹوٹنا۔

ترجمہ: ۲؎ صاحبینؒ نے فرمایا کہ دانت توڑنے والے پر پورا ارش لازم ہوگا، اس لئے جنایت متحقق ہوا ہے اور جو دوبارہ دانت نکلا ہے وہ اللہ کی نعمت ہے

تشریح: امام ابو یوسفؒ کی رائے ہے کہ حاکم کے فیصلے کے مطابق دیا جائے۔

وجہ: (۱) اس قول تابعی میں ہے کہ قصاص لازم ہوگا۔ قَالَ سُفْيَانُ: ، فَإِنْ أَصَابَ ثَنِيَّةَ رَجُلٍ فَنَبَتَتْ مَكَانَهَا كَانَ لِلَّذِي أُصِيبَتْ ثَنِيَّتُهُ أَنْ يَقْلَعَ ثَنِيَّتَهُ الْأُخْرَى (مصنف عبد الرزاق، باب السن تنزع فيعيد ها صاحبها، ج ۹، ص ۳۵۴، نمبر ۱۷۵۴۵) (۲)۔ عن ابن شهاب فی صبی کسر سن الصبی لم یثغر قال علیه غرم بقدر ما یری الحاکم. (مصنف عبد الرزاق، باب اسنان الصبی الذی لم یثغر ج تاسع ص ۳۵۳ نمبر ۱۷۵۴۰)

ترجمہ: ۳؎ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ معنوی طور پر جنایت ختم ہو چکی ہے، تو ایسا ہو گیا کہ بچے کا دانت توڑا پھر اگ گیا تو بالاجماع ارش واجب نہیں ہوگا، اس لئے کہ کوئی نفع فوت نہیں ہوا، اور نہ زینت فوت ہوئی

بـالْـإِجْـمَـا عِ، لِأَنَّـهُ لَمْ يَفُتْ عَلَيْهِ مَنْفَعَةٌ وَلَا زِيْنَةٌ، ۴ وَعَـنْ أَبِـيْ يُـوْسُفَ رَحْـمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَنَّهُ تَجِبُ حَكُوْمَةُ عَدْلٍ لِمَكَانِ الْأَلَمِ الْحَاصِلِ.

(۷۴۹) وَلَـوْ قَـلَـعَ سِـنَّ غَيْـرِهٖ فَـرَدَّهَـا صَـاحِبُهَا فِيْ مَكَانِهَا وَنَبَتَ عَلَيْهِ اللَّحْمُ فَعَلَى الْقَالِعِ الْإِرْشُ بِكَمَالِهٖ، ۱ لِأَنَّ هٰذَا مِمَّا لَا يُعْتَدُّ بِهٖ إِذِ الْعُرُوْقُ لَا تَعُوْدُ

(۷۵۰) وَكَذَا إِذَا قَطَعَ أُذُنَهُ فَأَلْصَقَهَا فَالْتَحَمَتْ، ۱ لِأَنَّهَا لَا تَعُوْدُ إِلٰى مَا كَانَتْ عَلَيْهِ.

(۷۵۱) وَمَـنْ نَـزَعَ سِـنَّ رَجُـلٍ فَـانْتَـزَعَ الْـمَنْزُوْعَةُ سِنُّهٗ سِنَّ النَّازِعِ فَنَبَتَت سِنُّ الْأَوَّلِ فَعَلَى الْأَوَّلِ

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ دانت دوبارہ اگ گیا تو کوئی نفع ختم نہیں ہوا اور نہ کوئی زینت ختم ہوئی اس لئے نہ قصاص لازم ہوگا اور نہ دیت لازم ہوگی

ترجمہ: ۴ امام ابو یوسفؒ سے روایت یہ ہے کہ عادل کا فیصلہ لازم ہوگا کیونکہ دانت توڑنے کی تکلیف ہوئی ہے

وجہ: امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ دانت توڑنے میں تکلیف تو ہوئی ہے اور جرم بھی واقع ہوا ہے اس لئے اس کی سزا اور ارش ہونی چاہئے ورنہ تو ہر آدمی دوسرے کا دانت توڑتا رہے گا اور ظلم بڑھے گا۔

ترجمہ: (۷۴۹) اگر کسی نے دوسرے کا دانت اکھیڑا تو دانت والے نے اپنی جگہ پر دوبارہ رکھ دیا، اور اس دانت پر گوشت آگیا تو اکھیڑنے والے پر پورا ارش لازم ہوگا

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ اس گوشت اگنے کا اعتبار نہیں ہے کہ کیونکہ رگیں دوبارہ واپس نہیں آتیں

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جیسا زخم لگا یا ویسا نہیں بھرا، بلکہ اس پر صرف چمڑا آگیا تو اس سے دیت ساقط نہیں ہوگی

تشریح: ایک آدمی نے زید کا دانت اکھیڑا، زید نے دانت کو اپنی جگہ پر رکھ دیا، اور اس دانت پر گوشت آگیا، تو یہ طے ہے کہ دانت ایک مرتبہ اپنی جگہ سے نکل جانے کے بعد دوبارہ دانت کی رگیں جمتی نہیں ہیں، اس لئے دانت دوبارہ لگی نہیں وہ صرف اٹکی رہی، اور صرف اس پر گوشت آگیا، اس لئے جرم باقی رہا اس لئے اس کی پوری دیت لازم ہوگی

ترجمہ: (۷۵۰) ایسے ہی اگر کان کاٹا پھر اس کو چپکا دیا تو اس پر گوشت آگیا (تو بھی ارش لازم ہوگا)

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ جیسا پہلے تھا کان دوبارہ ویسا نہیں ہوگا

تشریح: یہ مسئلہ بھی اوپر کے اصول پر ہے، کہ کان ایک مرتبہ کٹ جانے کے بعد دوبارہ صحیح نہیں ہوتا ہے، اس لئے گوشت آنے کے باوجود پرانا جرم باقی ہے اس لئے پورا ارش لازم ہوگا

ترجمہ: (۷۵۱) کسی نے کسی آدمی کے دانت کو کھاڑ دیا اس کے بدلے میں جس کا دانت اکھاڑا تھا اس نے دانت اکھاڑنے والے کا دانت اکھاڑ دیا، کچھ دنوں کے بعد جس کا دانت اکھاڑا تھا اس کا دانت دوبارہ اگ آیا تو پہلے والے پر

لِصَاحِبِهِ خَمُسُ مِائَةِ دِرُهَمٍ، ١ لِأَنَّهُ تَبَيَّنَ أَنَّهُ اسُتَوُفَى بِغَيُرِ حَقٍّ، لِأَنَّ الُمُوجِبَ فَسَادُ الُمَنُبَتِ وَلَمُ يَفُسُدُ حَيُثُ نَبَتَتُ مَكَانَهَا أُخُرَى فَانُعَدَمَتِ الُجِنَايَةُ، وَلِهٰذَا يُسُتَأْنَى حَوُلًا بِالُإِجُمَاعِ، ٢ وَكَانَ يَنُبَغِي أَنُ يُنُتَظَرَ الُيَأْسُ فِي ذٰلِكَ لِلُقِصَاصِ، إِلَّا أَنَّ فِي اعُتِبَارِ ذٰلِكَ تَضُيِيعُ الُحُقُوقِ فَاكُتَفَيُنَا

دوسرے والے کے لئے پانچ سو درہم لازم ہوگا

ترجمہ: ١ اس لئے کہ ظاہر ہو گیا کہ پہلے والے نے ناحق وصول کیا ہے (یعنی دوسرے والے کا دانت اکھیڑا ہے)، اس لئے کہ قصاص کا سبب دانت کا اکھڑنا تھا اور خراب نہیں ہوا، کیونکہ اس دانت کی جگہ دوسرا دانت اگ گیا، اس لئے جرم ختم ہو گیا یہی وجہ ہے کہ اس قصاص کے لئے ایک سال کی مہلت دی جاتی ہے بالاجماع

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جو جرم کیا تھا وہ ختم ہو گیا تو اس کا قصاص یا بدلہ نہیں لے سکتے ہیں

تشریح: زید نے عمر کا دانت اکھیڑ دیا، پھر عمر نے قصاص میں زید کا دانت اکھیڑ دیا، کچھ دنوں کے بعد عمر کا وہ دانت اندر سے اگ آیا، اور بالکل ٹھیک ہو گیا، تو اب پتہ چلا کہ عمر نے جو زید کا دانت اکھیڑا تھا وہ غلط تھا، اور عمر قصاص لینے کا حقدار نہیں تھا، کیونکہ جرم تو ختم ہو گیا، تو اب عمر زید کے دانت کی دیت پانچ اونٹ دینا ہوگا، اور درہم کے اعتبار سے لگاو تو اس کی قیمت پانچ سو درہم بنتا ہے وہ دینا ہوگا۔ چونکہ دانت دوبارہ اگ آنے کا احتمال ہوتا ہے اس لئے اس قصاص لینے کے لئے ایک سال کی مہلت دی جاتی ہے، کیونکہ کوئی بھی دانت اگر نکلے گا تو ایک سال میں دوبارہ نکل سکتا ہے

نوٹ: ڈاکٹری قاعدہ یہ ہے کہ دانت ٹوٹنے کے بعد ایک بار ہی نکلتا ہے دوبارہ نہیں۔ اس لئے بچپنے کا دانت توڑا ہو تو دوبارہ نکل آئے گا، اور بیس سال عمر کے بعد دانت توڑا ہو تو اب اس کی جگہ پر عمر بھر دانت نہیں نکلے گا۔ عَمُرِو بُنِ حَزُمٍ، عَنُ أَبِيهِ، عَنُ جَدِّهِ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَى أَهُلِ الُيَمَنِ كِتَابًا فِيهِ الُفَرَائِضُ وَالسُّنَنُ وَالدِّيَاتُ.... وَفِي السِّنِّ خَمُسٌ مِنَ الُإِبِلِ، (نسائی شریف، باب ذکر حدیث عمر بن حزم فی العقول، نمبر ۴۸۵۳)

اس حدیث میں ہے کہ دانت توڑنے میں پانچ اونٹ دیت ہے، درہم میں اس کی قیمت پانچ سو درہم ہوتا ہے (۲) دانت دوبارہ اگنے کے لئے ایک سال کی مہلت دی جائے گی اس کے لئے یہ قول صحابی ہے۔ عَنُ عَلِيٍّ قَالَ: »فِي السِّنِّ تُصَابُ وَيَخُشَوُنَ أَنُ تَسُوَدَّ يُنُتَظِرُ بِهَا سَنَةً، فَإِنِ اسُوَدَّتُ فَفِيهَا نَذُرُهَا وَافِيًا، وَإِنُ لَمُ تَسُوَدَّ فَلَيُسَ فِيهَا شَيُءٌ« قَالَ عَبُدُ الُكَرِيمِ: وَيَقُولُونَ: فَإِنِ اسُوَدَّتُ بَعُدَ سَنَةٍ فَلَيُسَ فِيهَا شَيُءٌ (مصنف عبد الرزاق، باب صدع السن، ج ۹ ص ۳۴۹، نمبر ۱۷۵۲۰) (۳)۔ کان شریح یقول اذا جبرت فلیس فیھا شیء (مصنف عبد الرزاق، باب کسر الید والرجل ج تاسع ص ۳۸۹ نمبر ۱۷۷۲۵) اس قول تابعی میں ہے کہ نقصان ٹھیک ہو جائے تو کچھ لازم نہیں ہوگا۔

لغت: نزع: اکھیڑنا۔ منزوعہ: اکھڑا ہوا۔ نبت: اگ گیا۔ یستانی: سن سے مشتق ہے، ایک سال کی مہلت۔ حولا: ایک سال۔

ترجمہ: ٢ مناسب یہ تھا کہ دانت نکلنے سے مایوس ہونے تک انتظار کیا جائے، مگر اتنا انتظار کرنے میں حق ضائع ہوگا، اس

بِـالْـحَـوْلِ لِأَنَّهُ تَنْبُتُ فِيْهِ ظَاهِرًا، فَإِذَا مَضَى الْحَوْلُ وَلَمْ تَنْبُتْ قَضَيْنَا بِالْقِصَاصِ، وَإِذَا نَبَتَتْ تَبَيَّنَ أَنَّا أَخْـطَأْنَـا فِيْـهِ، وَالْإِسْتِيْـفَاءُ كَانَ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنَّهُ لَا يَجِبُ الْقِصَاصُ لِلشُّبْهَةِ فَيَجِبُ الْمَالُ. ۳ قَالَ وَلَـوضَـرَبَ إِنْسَـانٌ سِنَّ إِنْسَـانٍ فَتَحَرَّكَتْ يُسْتَأَنٰى حَوْلًا لِيَظْهَرَ أَثَرُ فِعْلِهِ فَلَوْ أَجَّلَهُ الْقَاضِيْ سَنَةً ثُمَّ جَـاءَ الْـمَضْرُوْبُ وَقَدْ سَقَطَ سِنُّهُ فَاخْتَلَفَا قَبْلَ السَّنَةِ فِيْمَا سَقَطَ بِضَرْبِهِ فَالْقَوْلُ لِلْمَضْرُوْبِ لِيَكُوْنَ

لئے ایک سال پر اکتفاء کیا گیا، اس لئے کہ ظاہر یہ ہے کہ ایک سال میں دانت نکل آتا ہے، پس جب ایک سال گزر گیا، اور دانت نہیں نکلا تو ہم نے قصاص کا فیصلہ کیا، اور اگر دانت نکل گیا تو ظاہر ہو گیا کہ ہم نے غلطی کی ہے، اور دانت کا قصاص لینا ناحق تھا، لیکن شبہ کی وجہ سے قصاص نہیں لیا جائے گا، اس لئے مال واجب ہوگا

تشریح: ایک سال سے زیادہ انتظار کرنے میں حق ضائع ہوگا، اس لئے ایک سال ہی کی مہلت دی جائے گی، اس میں دانت نہیں نکلا تو قصاص ہوگا، اور دانت نکل گیا تو پتہ چلا کہ پہلے غلط دانت توڑا تھا اس لئے اس کی دیت دینی ہوگی، کیونکہ یہاں زخم خطا کی صورت ہے، زخم عمد کی صورت نہیں ہے

ترجمہ: ۳ اور اگر کسی انسان کے دانت پر مارا اور وہ ہل گیا، تو ایک سال کی مہلت دی جائے گی تاکہ مارنے کے فعل کا اثر ظاہر ہو، پس قاضی نے ایک سال کی مہلت دی، پھر جس کو مارا تھا وہ آیا، اس حال میں کہ اس کا دانت گر چکا تھا، اور سال گزرنے سے پہلے اس بارے میں اختلاف ہوا کہ مارنے سے دانت گرا ہے یا نہیں، تو جس کو مارا تھا اس کی بات کا اعتبار ہوگا تاکہ قاضی کی دی ہوئی مہلت مفید ہو

تشریح: زید نے عمر کے دانت پر مارا جس کی وجہ سے عمر کا دانت ہلنے لگا، قاضی نے ایک سال کی مہلت دی کہ یہ دانت ٹھیک ہوتا ہے یا کیا ہوتا ہے، ایک سال سے پہلے ہی عمر آیا، اس وقت اس کا دانت گرا ہوا تھا، اس نے کہا کہ میرا دانت زید کے مارنے کی وجہ سے گرا ہے۔ اور زید کہتا ہے کہ نہیں میرے مارنے کی وجہ سے دانت نہیں گرا ہے، بلکہ عمر بار بار اپنے دانت کو ہلاتا رہا جس کی وجہ سے اور کمزور ہو کر دانت گرا ہے۔ اور زید کے پاس کوئی گواہ نہیں ہے، تو اس صورت میں عمر کی بات مانی جائے گی، اور زید کو دانت کا ارش دینا ہوگا

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ دانت کا ہلنا گرنے کا سبب بنتا ہے، اور سال سے پہلے دانت گرا ہے، تو یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ یہ مارنے کا ہی اثر ہے، اس لئے عمر کی بات مانی جائے گی۔ (۲) اس میں قاضی نے جو ایک سال کی مہلت دی تھی اس کا فائدہ ہو گا۔ ورنہ ایک سال کی مہلت دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا

ترجمہ: ۴ یہ بخلاف موضحہ کے، کہ موضحہ زخم لگایا، پھر وہ آدمی آیا تو زخم منقلہ بن چکا تھا، پس اختلاف کیا تو مارنے والے کی بات مانی جائے گی، اس لئے کہ موضحہ منقلہ میں تبدیل نہیں ہوتا، اور دانت ہلانے کا معاملہ ایسا ہے کہ وہ دانت گر جانے کا سبب

التَّأْجِيلُ مُفِيدًا ۴؎ وَهٰذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا شَجَّهُ مُوْضِحَةً فَجَاءَ وَقَدْ صَارَتْ مُنَقِّلَةً فَاخْتَلَفَا حَيْثُ يَكُوْنُ الْقَوْلُ قَوْلُ الضَّارِبِ، لِأَنَّ الْمُوْضِحَةَ لَا تُوْرِثُ الْمُنَقِّلَةَ، أَمَّا التَّحْرِيْكُ فَيُؤَثِّرُ فِي السُّقُوْطِ فَافْتَرَقَا. ۵؎ وَإِنِ اخْتَلَفَا فِيْ ذٰلِكَ بَعْدَ السَّنَةِ فَالْقَوْلُ لِلضَّارِبِ، لِأَنَّهُ يُنْكِرُ أَثَرَ فِعْلِهِ، وَقَدْ مَضَى

بنتا ہے، اس لئے دونوں مسئلوں میں فرق ہو گیا

تشریح: موضحہ اس زخم کو کہتے ہیں جس میں سر کی ہڈی کھل گئی ہو۔ لیکن اس میں ہڈی ٹوٹتی نہیں ہے اس کے بعد آتا ہے، ہاشمہ زخم جس میں ہڈی تھوڑی چور ہو جاتی ہے، اس کے بعد آتا ہے منقلہ زخم جس میں مار کی وجہ سے ہڈی ٹوٹ کر اپنی جگہ سے کھسک جاتی ہے، منتقل ہو جاتی ہے۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے

اب صورت مسئلہ یہ ہے کہ زید نے عمر کے سر پر موضحہ زخم لگایا، قاضی نے ایک سال کی مہلت دی، عمر ایک سال سے پہلے قاضی کے پاس آیا، اس وقت زخم منقلہ بن چکا تھا، عمر نے کہا کہ زید کے موضحہ مار کی وجہ سے میرا زخم منقلہ بن گیا ہے، اور زید اس کا انکار کرتا ہے، اور عمر کے پاس کوئی گواہ نہیں ہے تو یہاں زید کی بات مانی جائے گی

وجہ: موضحہ میں سر کی ہڈی کھلتی ہے، ہڈی ٹوٹتی نہیں ہے اور منقلہ میں سر کی ہڈی ٹوٹ کر دوسری جگہ منتقل ہو چکی ہے اس لئے موضحہ منقلہ کا سبب نہیں ہے، یہ منقلہ کسی کے مار سے ہوا ہے۔ اس لئے زید ضارب کی بات مانی جائے گی۔ اور دانت ہلنے کے مسئلے میں دانت کا ہلنا گرنے کا سبب ہوتا ہے، اس لئے وہاں عمر مضروب کی بات مانی گئی ہے، دونوں میں یہ فرق ہے

ترجمہ: ۵؎ اور اگر ایک سال کے بعد یہ اختلاف ہوا تو اس صورت میں مارنے والے کے قول کا اعتبار ہوگا، اس لئے کہ وہ اپنے مار کے اثر کا انکار کر رہا ہے، اور ایک سال بھی گزر چکا ہے جو قاضی نے اثر ظاہر ہونے کے لئے متعین کیا تھا، اس لئے منکر (ضارب) کی بات مانی جائے گی۔

اصول: اصول یہ ہے کہ ایک سال کے اندر اندر ہی مار کا اثر ظاہر ہوتا ہے، ایک سال کے بعد نہیں، اگر ایک سال کے بعد اثر ہوا ہے تو یہ گزشتہ مار کا اثر نہیں ہے، کسی اور اثر سے ہوا ہے

تشریح: قاضی نے ایک سال کی مہلت دی تھی وہ گزر گئی، اس کے بعد مضروب آیا، اس وقت اس کا دانت گرا ہوا تھا، اس نے کہا کہ یہ ضارب کے مارنے سے دانت گرا ہے، اور ضارب کہتا ہے کہ نہیں یہ میرے مارنے سے نہیں گرا ہے، کسی اور سبب سے گرا ہے تو یہاں ضارب کی بات مانی جائے گی

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ مار کا اثر ایک سال ہی رہتا ہے، اس کے بعد نہیں اور یہ ایک سال کے بعد آیا ہے، اس لئے یہ گزشتہ مار کا اثر نہیں ہے بلکہ کسی اور اثر سے دانت گرا ہے، اس لئے ضارب کی بات مانی جائے گی۔ (۲) یہاں ضارب منکر ہے،، اور مدعی کے پاس گواہ نہیں ہے اس لئے منکر کی بات مانی جائے گی۔ اس قول صحابی نے کہا کہ ایک سال کے بعد کوئی بات

الْأَجَلُ الَّذِیْ وَقَّتَهُ الْقَاضِیْ لِظُهُوْرِ الْأَثْرِ فَكَانَ الْقَوْلُ لِلْمُنْكِرِ، ۶ وَلَوْ لَمْ تَسْقُطْ لَا شَیْءَ عَلَى الضَّارِبِ، وَعَنْ أَبِیْ یُوْسُفَ أَنَّهُ تَجِبُ حَكُوْمَةُ الْأَلَمِ وَسَنُبَیِّنُ الْوَجْهَیْنِ بَعْدَ هٰذَا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى، ۷ وَلَوْ لَمْ تَسْقُطْ وَلٰكِنَّهَا اِسْوَدَّتْ یَجِبُ الْإِرْشُ فِی الْخَطَأِ عَلَى الْعَاقِلَةِ وَفِی الْعَمَدِ فِیْ مَالِهِ وَلَا

ہوئی ہوتو ضارب پر کچھ نہیں ہے۔۔عَنْ عَلِیٍّ قَالَ ....قَالَ عَبْدُ الْکَرِیمِ: وَیَقُولُونَ: فَإِنِ اسْوَدَّتْ بَعْدَ سَنَةٍ فَلَیْسَ فِیهَا شَیْءٌ (مصنف عبدالرزاق، باب صدع السن، ج ۹ ص ۳۴۹ نمبر ۱۷۵۲۰)

ترجمہ: ۶ اور اگر دانت نہ گرا ہوتو مارنے والے پر کچھ نہیں ہے حضرت امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ مار کی جو تکلیف ہوئی ہے اس کا عادل کا فیصلہ ہوگا، اور دونوں کی وجہ ان شاء اللہ بعد میں بیان کروں گا

تشریح: قاضی نے ایک سال کی مہلت دی، اس میں دانت نہیں گرا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ضارب پر کچھ نہیں لازم ہوگا (نہ قصاص، اور نہ ارش) اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ دانت نہ گرا ہو لیکن مار کی تکلیف ہوئی ہے، اس لئے تکلیف کے بارے میں عادل کا جو فیصلہ ہوگا وہ لازم ہوگا

وجہ: (۱) ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب دانت نہیں گرا تو کچھ نہیں ہوا اس لئے ضارب پر کچھ نہیں ہے (۲)۔ کان شریح یقول اذا جبرت فلیس فیها شیء (مصنف عبدالرزاق، باب کسر الید والرجل ج تاسع ص ۳۸۹ نمبر ۱۷۷۲۵) اس قول تابعی میں ہے کہ نقصان ٹھیک ہو جائے تو کچھ لازم نہیں ہوگا۔

اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ کم سے کم تکلیف تو ہوئی ہے، اس لئے تکلیف کی رقم ملے گی

(۳) اس قول تابعی میں ہے کہ ڈاکٹر کا خرچ دینا ہوگا۔ قال شریح یعطی اجر الطبیب (مصنف ابن ابی شیبة ۱۵۴ الید اوالرجل تکسر ثم تبرأ ج خامس، ص ۳۷۸، نمبر ۲۷۱۰۹ رسنن للبیہقی، باب ماجاء فی ذکر کسر الذراع والساق ض ثامن، ص ۱۷۴، نمبر ۱۶۳۳۵)

ترجمہ: ۷ اور اگر دانت گرا نہیں بلکہ کالا ہو گیا تو اگر زخم خطا ہے تو عاقلہ پر ارش لازم ہوگا اور اگر جان کر ہے تو خود مارنے والے کے مال میں ارش لازم ہوگا، تاہم قصاص لازم نہیں ہوگا اس لئے کہ ایسا ممکن نہیں ہے کہ بدلے میں ایسا مار مارے کہ دانت کالا ہو جائے،، یہی حال ہے کہ ارش ہی لازم ہوگا قصاص لازم نہیں ہوگا اگر بعض دانت ٹوٹا ہو، اور باقی کالا ہوا ہو، اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے ذکر کیا (کہ دانت کالا کر کے مارنا ممکن نہیں ہے)، یہی حال ہے اگر دانت لال ہو گیا ہو، یا پیلا ہو گیا ہو (کہ ارش لازم ہوگا، قصاص نہیں)

تشریح: دانت پر مارنے کے بعد یہاں چار صورتیں بتا رہے ہیں جن میں ارش لازم ہوگا، قصاص لازم نہیں ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ بدلے میں اس طرح مارنا ممکن نہیں ہے اور برابر سرابر قصاص لینا ممکن نہیں ہے، اس لئے ارش ہی لازم ہوگا، البتہ اگر

يَجِبُ الْقِصَاصُ، لِأَنَّهُ لا يُمْكِنُهُ أَنْ يَّضْرِبَهُ ضَرْبًا تَسْوَدُّ مِنهُ وَكَذَا إِذَا كَسَّرَ بَعْضَهُ وَاسْوَدَّ الْبَاقِي لا قِصَاصَ لِمَا ذَكَرْنَا، وَكَذَا لَوِ احْمَرَّ أَوِ اخْضَرَّ.

(۷۵۲) قَالَ وَمَنْ شَجَّ رَجُلًا فَالْتَحَمَتْ وَلَمْ يَبْقَ لَهَا أَثَرٌ وَنَبَتَ الشَّعْرُ سَقَطَ الْإِرْشُ ۱؎ عِندَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ لِزَوَالِ الشَّيْنِ الْمُوْجِبِ، ۲؎ وَقَالَ أَبُوْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يَجِبُ عَلَيْهِ إِرْشُ الْأَلَمِ وَهُوَ حَكُوْمَةُ عَدْلٍ، لِأَنَّ الشَّيْنَ، إِنْ زَالَ فَالْأَلَمُ الْحَاصِلُ مَا زَالَ فَيَجِبُ تَقْوِيْمُهُ،

جان کر مارا ہے تو خود مارنے والے کے مال میں ارش لازم ہوگا، اور اگر غلطی سے مارا ہے تو اس کے خاندان پر ارش لازم ہوگا۔ وہ چار صورتیں یہ ہے۔۱۔ پہلی صورت یہ ہے کہ مارنے سے دانت گرا نہیں ہے، لیکن کالا ہو گیا ہے۔۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ دانت کا بعض حصہ ٹوٹا ہے، اور باقی حصہ کالا ہو گیا ہے۔۳۔ تیسری صورت یہ ہے کہ دانت لال ہو گیا ہے۔۴۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ دانت مار سے پیلا ہو گیا ہو تو اسی طرح کا بدلہ وصول کرنا ناممکن ہے اس لئے اس میں ارش ہوگا قصاص نہیں

وجه: (۱) اس قول صحابی میں ہے کہ اگر دانت کالا ہو گیا تو اس کا پورا بدلہ لیا جائے گا۔ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: »فِي السِّنِّ تُصَابَ وَيَخْشَوْنَ أَنْ تَسْوَدَّ يَنْتَظِرُ بِهَا سَنَةً، فَإِنِ اسْوَدَّتْ فَفِيهَا نَذْرُهَا وَافِيًا، وَإِنْ لَمْ تَسْوَدَّ فَلَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ« (مصنف عبد الرزاق، باب صدع السن، ج ۹ ص ۳۴۹، نمبر ۱۷۵۲۰) (۲) اس قول تابعی میں ہے کہ اگر دانت پیلا ہو جائے تب بھی اس کی دیت لازم ہوگی۔ عَنْ عَامِرٍ، قَالَ: »يُنْتَظَرُ بِهَا سَنَةً، فَإِنِ اسْوَدَّتْ أَوِ اصْفَرَّتْ، فَفِيهَا الْعَقْلُ« (مصنف ابن ابی شیبة، باب اذا اصیب کم یتربص بها، نمبر ۲۷۰۴۱)

ترجمه: (۷۵۲) کسی نے کسی کو زخم لگایا پھر زخم بھر گیا اور اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہا اور بال اگ آئے تو ارش ساقط ہو جائے گی

ترجمه: ۱؎ تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ارش کا جو سبب تھا عیب وہ ختم ہو گیا

اصول: امام ابو حنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ عیب لگایا تھا لیکن وہ ختم ہو گیا تو اب ارش لازم نہیں ہوگا، کیونکہ جرم باقی نہیں رہا

وجه: اس قول تابعی میں ہے۔ كان شريح يقول اذا جبرت فليس فيها شيء (مصنف عبد الرزاق، باب کسر الید والرجل ج تاسع ص ۳۸۹ نمبر ۱۷۷۲۵)

لغت: التحمت: لحم سے مشتق ہے گوشت آ گیا۔ زخم بھر گیا۔

ترجمه: ۲؎ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ تکلیف ہونے کا ارش لازم ہوگا، اور وہ ہے عادل کا فیصلہ، اس لئے کہ عیب اگرچہ ختم ہو گیا ہے لیکن مار کی وجہ سے جو تکلیف ہوئی ہے وہ زائل نہیں ہوئی ہے اس لئے اس کی قیمت واجب ہوگی

وجه: اس قول تابعی میں ہے کہ زخم ٹھیک ہو گیا ہو تب بھی ایک سو اسی درہم ارش لازم ہوگا۔ عن ابراهيم قال كان يقال اذا كسرت اليد او الرجل ثم برأت ولم ينقص منها شيء ارشها مائة وثمانون درهما (مصنف ابن ابی شیبة ۵۴ الید او الرجل تکسر ثم تبرأ ج خامس، ص ۳۷۸، نمبر ۲۷۱۰۱)

۳ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ عَلَيْهِ أُجْرَةُ الطَّبِيْبِ وَثَمَنُ الدَّوَاءِ، لِأَنَّهُ إِنَّمَا لَزِمَهُ أُجْرَةُ الطَّبِيْبِ وَثَمَنُ الدَّوَاءِ بِفِعْلِهِ فَصَارَ كَأَنَّهُ أَخَذَ ذٰلِكَ مِنْ مَالِهِ، ۴ إِلَّا أَنَّ أَبَا حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يَقُوْلُ إِنَّ الْمَنَافِعَ عَلٰى أَصْلِنَا لَا تَتَقَوَّمُ إِلَّا بِعَقْدٍ أَوْ بِشُبْهَةٍ وَلَمْ يُوْجَدْ فِيْ حَقِّ الْجَانِيْ فَلَا يَغْرِمُ شَيْئًا.

(۲۵۳۷) قَالَ وَمَنْ ضَرَبَ رَجُلًا مِائَةَ سَوْطٍ فَجَرَحَهُ فَبَرَأَ مِنْهَا فَعَلَيْهِ إِرْشُ الضَّرْبِ، ۱ مَعْنَاهُ إِذَا بَقِيَ أَثْرُ الضَّرْبِ، فَأَمَّا إِذَا لَمْ يَبْقَ أَثْرُهُ فَهُوَ عَلَى اخْتِلَافٍ قَدْ مَضٰى فِي الشَّجَّةِ الْمُلْتَحِمَةِ.

ترجمه: ۳ امام محمدؒ نے فرمایا کہ مارنے والے پر ڈاکٹر کا خرچ لازم ہوگا، اور دوا کی قیمت لازم ہوگی، اس لئے کہ مار کی وجہ سے ڈاکٹر کی اجرت اور دوا کی قیمت مضروب پر لازم ہوئی ہے تو ایسا ہوا کہ ضارب نے مضروب کے مال سے اتنی رقم لی ہے

تشریح: امام محمدؒ کے یہاں زخم ٹھیک ہونے کے باوجود ڈاکٹر اور دوائی کا خرچ وصول کرے گا، کیونکہ مارنے کی وجہ سے ڈاکٹر کا خرچ اور دوائی کا خرچ پڑا ہے، اس لئے یہ ضارب سے وصول کرے گا

وجہ: اس قول تابعی میں ہے کہ ڈاکٹر کا خرچ لازم ہوگا۔ قال شریح یعطی اجر الطبیب (مصنف ابن ابی شیبۃ ۵۴ الید اوالرجل تکسر ثم تبرأ ج خامس، ص ۳۷۸، نمبر ۲۷۱۰۹)

ترجمہ: ۴ لیکن امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ہمارا اصول یہ ہے کہ عقد ہو یا عقد کا شبہ ہو تب ہی منافع لیا جا سکتا ہے، اور یہاں مارنے والے سے نہ عقد ہے اور نہ عقد کا شبہ ہے اس لئے اس پر تاوان لازم نہیں ہوگا

تشریح: امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ زخم تو ٹھیک ہو چکا ہے، اب اس کے باوجود ڈاکٹر کا خرچ اسی وقت لے سکے گا جبکہ اس پر عقد ہوا ہو یا عقد کا شبہ ہو، مثلا مضاربت فاسدہ ہوا ہو تب رقم لے سکتا ہے، اور یہاں مارنے والے سے نہ رقم لینے کا عقد ہوا ہے اور نہ اس کا شبہ ہوا ہے اس لئے ڈاکٹر کا خرچ نہیں لے سکتا ہے

نوٹ: جو زخم بھر جائے اس میں مختلف قسم کی روایتیں ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ حاکم جیسا فیصلہ کرے وہ لازم ہوگا۔ قال الشیخؒ اختلاف هذه الروایات یدل علی انه قضی فیه بحکومة بلغت هذا المقدار (سنن للبیہقی، باب ما جاء فی کسر الذراع والساق ج ثامن، ص ۱۷۴، نمبر ۱۶۳۳۵)

ترجمہ: (۲۵۳۷) کسی نے کسی آدمی کو سو کوڑے مارے اور اس کو زخمی کر دیا، پھر وہ ٹھیک ہو گیا تو اس پر مارنے کا ارش لازم ہوگا

ترجمہ: ۱ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر مارنے کا اثر باقی رہے تب ارش ہے، اور اگر مارنے کا اثر باقی نہ رہے تو زخم ٹھیک ہو جانے کے بارے میں جو اختلاف گزرا اسی اختلاف پر رہے گا

تشریح: مارنے کے بعد اگر زخم ٹھیک ہو گیا ہو پہلے اختلاف گزر چکا ہے، کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا ارش لازم نہیں ہے، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تکلیف کا ارش ہے، اور امام محمدؒ کے نزدیک ڈاکٹر کا خرچ ہے۔ لیکن اگر مار کے بعد زخم ٹھیک ہو چکا ہے، لیکن مار کا اثر موجود ہے، مثلا اس کا داغ موجود ہے تو پھر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بھی مارنے کا ارش لازم ہوگا

(۷۵۴) قَالَ وَمَنْ قَطَعَ يَدَ رَجُلٍ خَطَأً ثُمَّ قَتَلَهُ قَبْلَ الْبُرْءِ فَعَلَيْهِ الدِّيَةُ وَسَقَطَ إِرْشُ الْيَدِ، ۱ لِأَنَّ الْجِنَايَةَ مِنْ جِنْسٍ وَاحِدٍ وَالْمُوْجَبُ وَاحِدٌ وَهُوَ الدِّيَةُ وَإِنَّهَا بَدْلُ النَّفْسِ بِجَمِيْعِ أَجْزَائِهَا فَدَخَلَ الطَّرْفُ فِي النَّفْسِ كَأَنَّهُ قَتَلَهُ اِبْتِدَاءً.

(۷۵۵) قَالَ وَمَنْ جَرَحَ رَجُلًا جَرَاحَةً لَمْ يُقْتَصَّ مِنْهُ حَتّٰى يَبْرَأَ

ترجمہ: (۷۵۴) کسی آدمی کے ہاتھ کو غلطی سے کاٹا پھر اچھا ہونے سے پہلے اس کو غلطی سے قتل کر دیا تو اس پر دیت ہے اور ہاتھ کا تاوان ساقط ہو جائیگا

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ ایک ہی قسم کا جرم ہے، اور دونوں کا موجب ایک ہی ہے اور وہ ہے دیت، اور یہاں جان کے تمام اجزاء کا بدلہ دیت ہے اس لئے ہاتھ کی دیت جان کی دیت میں داخل ہوگئی، اور ایسا سمجھا جائے گا کہ شروع ہی میں قتل کیا ہے

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ دو جرم ایک ہو سکتے ہوں تو ایک کر دیں گے اور نہیں ہو سکتے ہوں تو دونوں الگ الگ رہیں گے اور دونوں کی دیت الگ الگ لازم ہوگی۔

تشریح: کسی نے کسی کے ہاتھ کو غلطی سے کاٹ دیا۔ ابھی ہاتھ اچھا بھی نہیں ہوا تھا کہ اسی آدمی نے اس کو غلطی سے قتل بھی کر دیا تو یہاں ہاتھ کا تاوان پچاس اونٹ الگ لگنا چاہئے اور جان کی دیت سو اونٹ الگ لازم ہونی چاہئے۔ لیکن اب ہاتھ کا تاوان الگ سے لازم نہیں ہوگا۔ جان کی دیت ہی ہاتھ کے تاوان کے لئے کافی ہو جائے گی۔ اور ہاتھ کا تاوان جان کی دیت میں داخل ہو جائے گا

وجہ: دونوں خطا والے جرم ہیں۔ اور دونوں کے درمیان اچھا ہونا نہیں پایا گیا۔ اور ایسا ہوتا ہے کہ پہلے کئی ضربیں پڑتی ہیں پھر آدمی مرتا ہے۔ اس لئے ضربیں لگانا یا کاٹنا اور جان سے مارنا ایک ہی ہو گئے۔ اس لئے دونوں تداخل ہو جائیں گے اور جان کی دیت ہی ہاتھ کے تاوان کو گھیر لے گی اس لئے الگ سے ہاتھ کا تاوان لازم نہیں ہوگا۔

اگر ہاتھ اچھا ہو چکا ہوتا پھر قتل خطا کرتا تو ہاتھ کا تاوان الگ لازم ہوتا اور جان کی دیت الگ لازم ہوتی۔ کیونکہ اچھا ہونے سے ہاتھ کاٹنا الگ ہو گیا اور جان کا مارنا الگ ہو گیا۔ یا ایک مثلا عمد ہوتا اور قتل خطا کے طور پر ہوتا تب بھی دونوں الگ الگ ہوتے اور دونوں کی دیت الگ الگ لازم ہوتی۔ کیونکہ خطا اور عمد ایک نہیں ہے۔

ترجمہ: (۷۵۵) کسی نے کسی کو زخمی کیا تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا یہاں تک کہ اچھا ہو جائے۔

تشریح: یہاں تین باتیں ہیں۔ ۱۔ جان کر قتل کیا ہو تب تو فوری طور پر قصاص لیا جائے گا، کیونکہ جب جان کو مارنا ہی ہے تو اس میں ٹھیک ہونے کا سوال نہیں ہے۔ ۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جسم پر ایسا زخم لگایا کہ اس کی دیت لینی ہے تب بھی فوری طور پر دیت کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ ۳۔ تیسری صورت یہ ہے کہ جان کر جسم پر زخم لگایا، جس کا قصاص لینا ہے، تو اس سلسلے میں یہ ہے

۱ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يُقْتَصُّ مِنْهُ فِي الْحَالِ اِعْتِبَارًا بِالْقِصَاصِ فِي النَّفْسِ، وَهٰذَا لِأَنَّ الْمُوجِبَ قَدْ تَحَقَّقَ فَلَا يُعَطَّلُ، ۲ وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُسْتَأْنٰى فِي الْجِرَاحَاتِ سَنَةً، وَلِأَنَّ

کہ تاخیر کی جائے، اور دیکھا جائے کہ آگے چل کر زخم کی حالت کیا ہوتی ہے، اس حساب سے قصاص لیا جائے گا۔ یہاں متن میں یہ تیسری صورت ہے

وجہ: (۱) ابھی زخم لگا ہے تو معلوم نہیں کہ وہ بڑھے گا یا گھٹے گا۔ مان لیا جائے کہ زخم تین انچ لگا تھا اور فوری طور پر تین انچ قصاص لے لیا جائے بعد میں زخم بڑھ کر پانچ انچ ہو گیا تو دو انچ کا قصاص نہیں لیا جا سکے گا۔ اس لئے انتظار کیا جائے کہ زخم بڑھتا ہے یا گھٹتا ہے تا کہ بعد میں پورا پورا قصاص لیا جا سکے (۲) حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے زخم کا قصاص لینے میں انتظار کرنے کے لئے فرمایا تھا۔ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ طَلْحَةَ بْنِ يَزِيدَ بْنِ رُكَانَةَ، أَخْبَرَهُمْ أَنَّ رَجُلًا طَعَنَ رَجُلًا بِقَرْنٍ فِي رِجْلِهِ، فَجَاءَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: »أَقِدْنِي« قَالَ: لَا حَتَّى تَبْرَأَ قَالَ: »أَقِدْنِي فَأَقَادَهُ« ثُمَّ عَرِجَ فَجَاءَ الْمُسْتَقِيدُ، فَقَالَ: حَقِّي، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »لَا شَيْءَ لَكَ (مصنف عبد الرزاق، باب الانتظار بالقود ان یبرأ، ص ۴۵۲، نمبر ۱۷۹۸۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زخم کے قصاص کے لئے اس کے اچھا ہونے کا انتظار کیا جائے۔

ترجمہ: ۱ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ فورا قصاص لیا جائے گا، جیسے جان قتل کرنے کا قصاص فورا لیا جاتا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جرم متحقق ہوا ہے اس لئے اس کو معطل نہ کیا جائے

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ زخم کا قصاص لینا ہے تب بھی جلدی قصاص لیا جائے گا سال بھر تک انتظار نہیں کیا جائے گا

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ جب جرم کر چکا ہے تو اس کی سزا فوری ہونی چاہئے، تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔) (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ نفس کے قصاص میں جلدی کی جاتی ہے تو اس پر قیاس کرتے ہوئے زخم کے قصاص میں بھی جلدی کرنی چاہئے (۳) اس حدیث میں دانت کا قصاص کا حکم فورا دیا ہے اس لئے قصاص کا حکم فورا دینا چاہئے۔ ان ابنة النضر لطمت جارية فكسرت ثنيتها فاتوا النبی ﷺ فامر بالقصاص (بخاری شریف۔ باب السن بالسن ص ۱۰۱۸ نمبر ۶۸۹۴ رمسلم شریف، باب اثبات القصاص فی السنان و مافی معناھا ص ۵۹ نمبر ۱۶۷۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زخم کا قصاص فوری طور پر لیا جا سکتا ہے۔

ترجمہ: ۲ ہماری دلیل حضورؐ کا قول ہے کہ زخموں میں ایک سال کی مہلت دی جائے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ زخموں میں انجام کا اعتبار ہے فی الحال کا اعتبار نہیں ہے، اس لئے کہ اس کا حکم فی الحال معلوم نہیں ہے، ہو سکتا ہے کہ زخم جان تک سرایت کر جائے پھر یہ ظاہر ہو کہ قتل کر دیا ہے، اور زخم اچھا ہونے پر معاملہ ٹھہرے گا

تشریح: ہماری دو دلیلیں ہیں۔ پہلی دلیل ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ زخم کے قصاص میں ایک سال کی مہلت دی جائے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ ابھی پتہ نہیں ہے کہ زخم کا انجام کیا ہوگا، ہو سکتا ہے کہ زخم سرایت کر جائے اور جان چلی جائے، اور جان کا

الْـجَرَاحَاتِ يُعْتَبَرُ فِيهَا مَآلُهَا لَا حَالُهَا، لِأَنَّ حُكْمَهَا فِي الْحَالِ غَيْرُ مَعْلُومٍ فَلَعَلَّهَا تَسْرِيْ إِلَى النَّفْسِ فَيَظْهَرُ أَنَّهُ قَتَلَ وَإِنَّمَا يَسْتَقِرُّ الْأَمْرُ بِالْبُرْءِ.

(۲۵۶۷) قَالَ وَكُلُّ عَمَدٍ سَقَطَ الْقِصَاصُ فِيْهِ بِشُبْهَةٍ فَالدِّيَةُ فِيْ مَالِ الْقَاتِلِ، وَكُلُّ إِرْشٍ وَجَبَ بِالصُّلْحِ فَهُوَ فِيْ مَالِ الْقَاتِلِ ۱؎ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا تَعْقِلُ الْعَوَاقِلُ عَمَدًا (اَلْحَدِيْثُ) وَهٰذَا عَمَدٌ،

قصاص لینا پڑے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ زخم ٹھیک ہو جائے اور کچھ بھی نہیں لینا پڑے، تو ابھی انجام کا پتہ نہیں ہے، اس لئے بھی ایک سال کی مہلت دینی پڑے گی

وجہ: (۱) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے جس میں ہے کہ زخم کے قصاص میں ایک سال کی مہلت لے۔ عَنْ جَابِرٍ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " تُقَاسُ الْجِرَاحَاتُ، ثُمَّ يُسْتَأْنَى بِهَا سَنَةً، ثُمَّ يُقْضَى فِيهَا بِقَدْرِ مَا انْتَهَتْ إِلَيْهِ " (سنن بیہقی، باب ماجاء فی الانتظار فی القصاص، نمبر ۱۶۱۱۳) (۲) اس قول صحابی میں بھی ہے کہ دانت کے زخم میں ایک سال کی مہلت دی جائے۔ عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: فِي السِّنِّ يُسْتَأْنَى بِهَا سَنَةً، فَإِنِ اسْوَدَّتْ فَفِيهَا الْعَقْلُ كَامِلًا، وَإِلَّا فَمَا اسْوَدَّ مِنْهَا فَبِحِسَابِ ذٰلِكَ (مصنف عبد الرزاق، باب صدع السن، ج ۹، ص ۳۴۸، نمبر ۱۷۵۰۹)

لغت: یستانی: سن سے مشتق ہے، ایک سال کی مہلت دی جائے۔ مآل: انجام کار۔ البرء: ٹھیک ہونے سے

ترجمہ: (۲۵۶۷) ہر قتل عمد جس میں قصاص ساقط ہو جائے شبہ کی وجہ سے تو دیت قاتل کے مال میں ہوگی۔ اور ہر وہ ارش جو صلح اور اقرار کی وجہ سے واجب ہو تو وہ بھی قاتل کے مال میں ہوگی۔

ترجمہ: ۱؎ حضورؐ کے قول کی وجہ سے کہ عمدا (قتل یا زخم کئے) کی دیت عاقلہ نہیں دے گی، اور یہ جرم عمدا ہے، یہ اور بات ہے کہ پہلی شکل (قتل عمد شبہ کی وجہ سے ساقط ہو کر قتل شبہ عمد ہو گیا ہو) تو تین سال میں ادا کرے گا، اس لئے کہ شروع میں قتل عمد کی وجہ سے مال واجب ہوا ہے، اس لئے شبہ عمد کی طرح ہو گیا، اور دوسری صورت (جبکہ مال پر صلح کیا ہو) تو فی الحال واجب ہو گا، اس لئے یہ بیع میں ثمن کی طرح ہو گیا ہے

تشریح: قاتل نے قتل عمد کیا جس کی وجہ سے اس پر قصاص تھا لیکن کسی شبہ کی وجہ سے قصاص ساقط ہو گیا یا قاتل نے دیت پر صلح کر لی تو یہ دیت عاقلہ اور خاندان پر لازم نہیں ہوگی بلکہ خود قاتل کے مال میں واجب ہوگی۔ عاقلہ پر وہ دیت لازم ہوتی ہے جو قتل خطا، شبہ خطا یا قتل شبہ عمد کی وجہ سے واجب ہو۔ اسی طرح کسی مال پر قاتل نے صلح کر لی تو وہ مال عاقلہ پر لازم نہیں ہوگا۔ بلکہ خود قاتل پر لازم ہوگا۔ یا قاتل نے کسی مال کا اقرار کیا تو یہ مال بھی عاقلہ پر نہیں بلکہ قاتل پر لازم ہوگا۔ البتہ چونکہ قتل کی وجہ سے مال واجب ہوا ہے، اس لئے قاتل تین سال میں اس کو ادا کرے گا، جیسے عاقلہ تین سال میں اس مال کو ادا کرتا۔ اور صلح کی وجہ سے جو مال واجب ہوا ہو تو یہ عقد کی وجہ سے ہوا ہے، اس لئے بیع میں قیمت کی طرح فورا واجب ہوگا

غَیرَ أَنَّ الْأَوَّلَ یَجِبُ فِیْ ثَلَاثِ سِنِیْنَ، لِأَنَّهُ مَالٌ وَجَبَ بِالْقَتْلِ ابْتِدَاءً فَأَشْبَهَ شِبْهَ الْعَمَدِ، وَالثَّانِیُ یَجِبُ حَالًا، لِأَنَّهُ مَالٌ وَجَبَ بِالْعَقْدِ فَأَشْبَهَ الثَّمَنَ فِی الْبَیْعِ.

(۷۵۷) قَالَ وَإِذَا قَتَلَ الْأَبُ ابْنَهُ عَمَدًا فَالدِّیَةُ فِیْ مَالِهِ فِیْ ثَلَاثِ سِنِیْنَ، ۱ وَقَالَ الشَّافِعِیُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ تَجِبُ حَالَّةً، لِأَنَّ الْأَصْلَ أَنَّ مَا یَجِبُ بِالْإِتْلَافِ یَجِبُ حَالًا، وَالتَّأْجِیْلُ لِلتَّخْفِیفِ فِی الْخَاطِیِٔ،

وجه: (۱) اس قول صحابی میں ہے کہ قتل عمد یا صلح کی وجہ سے جو مال واجب ہوا ہو وہ عاقلہ ادا نہیں کریں گے۔ عَنْ عُمَرَ، قَالَ: الْعَمْدُ وَالْعَبْدُ ,وَالصُّلْحُ وَالِاعْتِرَافُ ,لَا تَعْقِلُهُ الْعَاقِلَةُ (دار قطنی، کتاب الحدود والدیات، جلد ۴، ص ۲۳۳، نمبر ۳۳۷۶) (۲) اس قول تابعی میں ہے کہ قتل عمد، یا صلح کی وجہ سے جو مال واجب ہوا ہو وہ عاقلہ ادا نہیں کریں گے۔ عَنْ إِبْرَاهِیمَ، قَالَ: »لَا تَعْقِلُ الْعَاقِلَةُ صُلْحًا، وَلَا عَمْدًا، وَلَا اعْتِرَافًا، وَلَا عَبْدًا (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب العمد و الصلح والاعتراف،، ج ۵، ص ۲۰۵، نمبر ۲۷۴۳۰)

ترجمہ: (۷۵۷) اگر باپ نے اپنے بیٹے کو جان کر قتل کر دیا تو دیت اس کے مال میں ہوگی تین سالوں میں۔

تشریح: باپ نے اپنے بیٹے کو جان کر قتل کیا تو اس پر قصاص تھا جس کی بنا پر باپ خود قتل کیا جاتا۔ لیکن حدیث میں ہے کہ بیٹے کی بنا پر باپ قتل نہیں کیا جائے گا۔ اس لئے اس پر قصاص کے بدلے دیت خطا لازم ہوگی۔ لیکن چونکہ حقیقت میں قتل خطا نہیں ہے بلکہ قتل عمد ہے اس لئے اس کی دیت عاقلہ پر لازم نہیں ہوگی خود باپ پر واجب ہوگی۔ کیونکہ یہ قتل عمد کا بدل ہے۔ البتہ قتل خطا کی طرح دیت ہے اس لئے یہ دیت باپ تین سال میں ادا کرے گا فوراً ادا نہیں کرے گا۔

وجه: (۱) بیٹے کا قصاص باپ سے نہیں لیا جائے گا اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن عمر بن الخطابؓ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا یقاد الوالد بالولد (ترمذی شریف، باب ما جاء فی الرجل یقتل ابنہ یقاد منہ ام لا؟ ص ۲۵۹ نمبر ۱۴۰۰ / ابن ماجہ شریف، باب لا یقتل الوالد بولدہ ص ۳۸۳ نمبر ۲۶۶۱) (۲)۔ تین سال میں یہ دیت ادا کی جائے گی اس کی دلیل یہ قول صحابی ہے۔ عَنْ إِبْرَاهِیمَ، قَالَ: أَوَّلُ مَنْ فَرَضَ الْعَطَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَفَرَضَ فِیهِ الدِّیَةَ كَامِلَةً فِی ثَلَاثِ سِنِینَ وَثُلُثَیِ الدِّیَةِ فِی سَنَتَیْنِ، وَالنِّصْفَ فِی سَنَتَیْنِ وَالثُّلُثَ فِی سَنَةٍ، وَمَا دُونَ ذَلِكَ فِی عَامِهِ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب الدیۃ فی کم تودی، ج ۵، ص ۴۰۶، نمبر ۲۷۴۳۸) (۳)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: تُؤْخَذُ الدِّیَةُ فِی ثَلَاثِ سِنِینَ (مصنف عبد الرزاق، باب فی کم تؤخذ الدیۃ، ج ۹، ص ۴۲۱، نمبر ۱۷۸۶۱)

ترجمہ: ۱ امام شافعی نے فرمایا دیت فی الحال واجب ہوگی، اس لئے کہ قاعدہ یہ ہے کہ ضائع کرنے سے جو واجب ہوتی ہے وہ فی الحال واجب ہوتی ہے، اور تاخیر جو دی جاتی ہے وہ قتل خطا میں سہولت کے لیے دی جاتی ہے اور یہ بیٹے کو عمداً قتل کیا ہے اس لئے تاخیر کا مستحق نہیں ہوگا،

وَهٰذَا عَامِدٌ فَلا يَسْتَحِقُّهُ، ٢ وَلِأَنَّ الْمَالَ وَجَبَ جَبْرًا لِحَقِّهِ، وَحَقُّهُ فِي نَفْسِهِ حَالٌّ فَلا يَنْجَبِرُ بِالْمُؤَجَّلِ، وَلَنَا أَنَّهُ مَالٌ وَاجِب بِالْقَتْلِ فَيَكُونُ مُؤَجَّلًا كَدِيَةِ الْخَطَأِ وَشِبْهِ الْعَمَدِ، وَهٰذَا لِأَنَّ الْقِيَاسَ يَأْبٰى تَقَوُّمَ الْاٰدَمِيِّ بِالْمَالِ لِعَدَمِ التَّمَاثُلِ، وَالتَّقْوِيمُ ثَبَتَ بِالشَّرْعِ وَقَدْ وَرَدَ بِهِ مُؤَجَّلًا لا مُعَجَّلًا فَلا يُعْدَلُ عَنْهُ لا سِيَّمَا إِلٰى زِيَادَةٍ، وَلَمَّا لَمْ يَجُزِ التَّغْلِيظُ بِاعْتِبَارِ الْعَمَدِيَّةِ قَدْرًا لا يَجُوزُ وَصْفًا.

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بیٹے کے قتل عمد میں باپ پر جو دیت لازم ہوئی ہے اس میں تین سال تاخیر کی مہلت نہیں ملے گی

وجہ: (۱) مہلت ملتی ہے قتل خطا میں اور یہ در حقیقت قتل عمد ہے اس لیے فوری دینا ہوگا، تین سال کی مہلت نہیں ملے گی۔

ترجمہ: ۲ دوسری بات یہ ہے کہ مال حق کو پورا کرنے کے لئے واجب ہوا ہے، اور بیٹے کا حق جان میں فی الحال ہے، اس لئے تاخیر کر کے اس کو پورا نہیں کیا جا سکتا ہے

تشریح: امام شافعیؒ کی دوسری دلیل یہ ہے کہ مال حق کو پورا کرنے کے لئے ہے، اور یہاں اصل حق قصاص لینے میں ہے، اور وہ جلدی قصاص ہے، تو اس کے بدلے میں جلدی مال واجب ہونا چاہئے، تاخیر کے ساتھ نہیں ہے، اس لئے جلدی ہی ہونا چاہئے

ترجمہ: ۳ ہماری دلیل یہ ہے کہ قتل کی وجہ سے مال واجب ہوا ہے اس لئے تاخیر سے ادا کرنے کا حق ہوگا جیسے قتل خطا کی دیت ہے یا قتل شبہ عمد کی دیت ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آدمی کے بدلے مال لازم ہو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ہے، کیونکہ دونوں کے درمیان میں مماثلت نہیں ہے، پھر بھی مال لازم ہونا شریعت کے ثابت کرنے سے ہے، اور شریعت میں تاخیر کے ساتھ ہی ثابت ہے، جلدی ثابت نہیں ہے، اس لئے تاخیر سے ہٹا نہیں جائے گا، خاص طور پر زیادہ دیا جائے (یہ صحیح نہیں ہے)، اور جب قتل عمد میں مقدار میں زیادہ ہونا جائز نہیں تو وصف کے اعتبار سے زیادتی بھی جائز نہیں ہے

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ قتل خطا اور قتل شبہ عمد میں دیت تین سال کی تاخیر کے ساتھ واجب ہے، اس لئے اس دیت میں بھی تاخیر کے ساتھ ہی واجب ہوگا، کیونکہ شریعت میں تاخیر کے ساتھ ہی واجب ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جلدی دینے کی بھی ایک قیمت ہوتی ہے، اب جب مقدار کے اعتبار سے ایک ہزار دینار سے زیادہ لازم نہیں ہوا تو جلدی دینے کی جو قیمت ہوتی ہے وہ بھی دینا جائز نہیں ہوگا، اس لئے دیت تین سال کی تاخیر کے ساتھ ہی لازم ہوگی

نوٹ: چاول کو چاول کے بدلے میں مقدار کے اعتبار سے برابر ہو، مثلا دس کیلو کے بدلے دس کیلو ہو تو ادھار بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ ادھار، کی قیمت کم ہوتی ہے اور جلدی کی قیمت زیادہ ہوتی ہے، اور یہ بھی ربوا اور سود ہے، اس لئے دیت میں جلدی کرنے سے بھی ایک قیمت زیادہ ہوگی، اور مقدار کے اعتبار سے ایک ہزار دینار سے زیادہ نہیں دیا تو وصف کے اعتبار سے جلدی بھی دینا واجب نہیں ہوگا

(۷۵۸) وَكُلُّ جِنَايَةٍ اِعْتَرَفَ بِهَا الْجَانِيُ فَهِيَ فِيْ مَالِهِ وَلَا يُصَدَّقُ عَلٰى عَاقِلَتِه ۱؎ لِمَا رَوَيْنَا وَلِأَنَّ الْإِقْرَارَ لَا يَتَعَدَّى الْمُقِرُّ لِقُصُوْرِ وِلَايَتِهِ عَنْ غَيْرِهِ فَلَا يَظْهُرُ فِيْ حَقِّ الْعَاقِلَةِ.

(۷۵۹) قَالَ وَعَمَدُ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُوْنِ خَطَأٌ وَفِيْهِ الدِّيَةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ وَكَذٰلِكَ كُلُّ جِنَايَةٍ مُوْجِبُهَا

لغت: وصفا: یہاں وصف کا ترجمہ یہ ہے کہ دیت جلدی واجب نہیں ہوگی، کیونکہ اس کی بھی قیمت ہوتی ہے۔مؤجل:اجل سے مشتق ہے،تاخیر سے۔معجّل: عجل سے مشتق ہے،جلدی سے۔سیما: خاص طور پر۔

ترجمہ: (۷۵۸) ہر وہ جنایت کہ قصوروار اس کا اعتراف کرے تو وہ اس کے مال میں ہے۔اور تصدیق نہیں ہوگی اس کے عاقلہ پر۔

ترجمہ: ۱؎ اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے روایت کی ہے اور اس لئے کہ اقرار کا حکم اقرار کرنے والے سے آگے نہیں جائے گا، غیر سے اس کی ولایت کے کم ہونے کی وجہ سے، اس لئے عاقلہ کے حق میں یہ ظاہر نہیں ہوگا

تشریح: گواہ کے ذریعہ سے قتل خطا ثابت نہیں ہوا، بلکہ مجرم نے خود اقرار کیا کہ میں نے قتل خطا کی ہے، اب اس کی دیت عاقلہ اور خاندان پر ہونی چاہئے، لیکن قاعدہ یہ ہے کہ مجرم اگر دیت کا اقرار کرلے تو یہ دیت خود مجرم کے مال میں ہوگا عاقلہ پر نہیں ہوگا، دوسری صورت یہ ہے کہ مجرم نے عاقلہ کے بارے میں کسی چیز کا اقرار کیا تو اس اقرار کا بھی اعتبار نہیں ہے۔

وجہ: (۱) مجرم کی ولایت خود اپنی ذات پر ہے دوسرے پر اس کی ولایت نہیں ہے، اس لئے مجرم کے اقرار کی ہوئی دیت عاقلہ ادا نہیں کریں گے (۲) اس قول صحابی میں ہے کہ اقرار کی وجہ سے کوئی مال لازم ہو تو یہ عاقلہ پر نہیں ہوگا۔ عَنْ عُمَرَ، قَالَ: الْعَمْدُ وَالْعَبْدُ، وَالصُّلْحُ وَالِاعْتِرَافُ، لَا تَعْقِلُهُ الْعَاقِلَةُ (دارقطنی، کتاب الحدود والدیات، جلد۴، ص۲۳۳، نمبر ۳۳۷۶) (۲) اس قول تابعی میں ہے کہ اقرار کی وجہ سے کوئی مال لازم ہو تو یہ عاقلہ پر نہیں ہوگا۔ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: لَا تَعْقِلُ الْعَاقِلَةُ صُلْحًا، وَلَا عَمْدًا، وَلَا اعْتِرَافًا، وَلَا عَبْدًا (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب العمد والصلح والاعتراف، ج ۵، ص ۲۰۵، نمبر ۲۷۴۳۰)

ترجمہ: (۷۵۹) بچے اور مجنون کا قتل عمد بھی قتل خطا ہی ہے اور اس میں دیت اس کے عاقلہ پر ہے۔ اور ایسے ہی ہر وہ جنایت جس کا سبب پانچ سو درہم ہے یا اس سے زیادہ ہے (کیونکہ یہ جرم زخم خطا ہے) اور معتوہ آدمی مجنون کی طرح ہے

تشریح: بچے اور مجنون کو عقل نہیں ہوتی اس لئے جان بوجھ کر جو قتل یا زخم کریں گے وہ قتل خطا اور زخم خطا ہی ہوں گے اور اس کی دیت قتل خطا اور زخم خطا کی دیت لازم ہوگی۔ اور قتل خطا کی دیت عاقلہ پر لازم ہوتی ہے اس لئے مجنون اور بچے کے قتل عمد کی دیت بھی عاقلہ پر لازم ہوگی۔

دوسری بات یہ ہے کہ مجنون اور پاگل کی ایسی جنایت جس پر پانچ سو درہم یا اس سے زیادہ درہم دیت آتی ہو وہ سب قتل خطا یا زخم

خَمْسُ مِائَةٍ فَصَاعِدًا، وَالْمَعْتُوهُ كَالْمَجْنُونِ، ۱؎ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ عَمَدُهُ عَمَدٌ حَتّٰى تَجِبُ الدِّيَةُ فِيْ مَالِهِ لِأَنَّهُ عَمَدٌ حَقِيْقَةً، إِذِ الْعَمَدُ هُوَ الْقَصْدُ، غَيْرَ أَنَّهُ تَخَلَّفَ عَنْهُ أَحَدُ حُكْمَيْهِ وَهُوَ الْقِصَاصُ فَيَنْسَحِبُ عَلَيْهِ حُكْمُهُ الْاٰخَرُ وَهُوَ الْوُجُوْبُ فِيْ مَالِهِ، وَلِهٰذَا تَجِبُ الْكَفَّارَةُ بِهِ وَيُحْرَمُ عَنِ الْمِيْرَاثِ عَلٰى أَصْلِهِ لِأَنَّهُمَا يَتَعَلَّقَانِ بِالْقَتْلِ.

خطا کے درجے میں ہے، اور آپ کو معلوم ہے کہ زخم خطا کی دیت عاقلہ دیتے ہیں، اس لئے یہ دیت بھی عاقلہ ہی ادا کریں گے

وجہ: (۱) اس قول تابعی میں ہے کہ مجنون اور بچے کی قتل عمد بھی قتل خطا ہی ہے، اور چونکہ یہ قتل خطا ہے اس لئے یہ دیت عاقلہ پر ہوگی۔ عن الحسن انه قال فی الصبی والمجنون خطاء هما وعمدهما سواء علی عاقلتهما. (مصنف ابن ابی شیبة ۱۰۵ جنایۃ الصبی العمد والخطاء ج ۵، ص ۴۰۵، نمبر ۲۷۴۳۶) (۲) اس قول تابعی میں ہے کہ مجنون اور بچے کی قتل عمد بھی قتل خطا ہی ہے، اور چونکہ یہ قتل خطا ہے اس لئے یہ دیت عاقلہ پر ہوگی۔ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ قَتَادَةَ فِي رَجُلٍ وَصَبِيٍّ قَتَلَا رَجُلًا عَمْدًا قَالَ: »يُقْتَلُ الْقَاتِلُ، وَتَكُونُ الدِّيَةُ عَلَى أَهْلِ الصَّبِيِّ، إِنَّ عَمَدَ الصَّبِيِّ خَطَأٌ«، قَالَ الْحَسَنُ: دِيَةٌ وَلَا قَتْلٌ" (مصنف عبد الرزاق، باب الصغیر والکبیر یقتلان، ج ۹، ص ۴۸۷، نمبر ۱۸۱۲۶) (۳) بار بار حدیث گزر چکی ہے کہ بچے اور مجنون سے غلطی اٹھا دی گئی ہے۔ عن علیؓ عن النبی ﷺ قال رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یحتلم وعن المجنون حتی یعقل (ابوداؤد شریف، باب فی المجنون یسرق او یصیب حدا ص ۲۵۶ نمبر ۴۴۰۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچے اور مجنون کی حرکتوں کا اعتبار نہیں ہے۔

ترجمہ: ۱؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ مجنون اور بچے کی قتل عمد، قتل عمد ہی ہے اور اس کی دیت بچے کے مال میں ہوگی، اس لئے حقیقت کے اعتبار سے وہ عمد ہی ہے، اس لئے کہ قصد کا نام عمد ہے، یہ اور بات ہے کہ دو حکموں میں سے ایک اس کو نہیں لگے گا یعنی قصاص نہیں لازم ہوگا، تو دوسرا حکم مال کا واجب ہونا وہ تو آئے گا ہی، یہی وجہ ہے کہ (مجنون اور بچے پر) کفارہ لازم ہوتا ہے اور وہ میراث سے محروم ہوتا ہے، جیسا کہ امام شافعیؒ کا قاعدہ ہے، اس لئے کہ یہ دونوں حکم بھی قتل ہی سے متعلق ہیں۔

اصول: امام شافعیؒ کا اصول یہ ہے کہ بچہ اور مجنون قتل عمد میں عاقل اور بالغ کی طرح ہے اور اس کا قتل عمد قتل عمد ہی ہے اور یہی احکام جاری ہوں گے

تشریح: امام شافعیؒ بچے اور مجنون کے قتل عمد کو قتل خطا نہیں مانتے ہیں، بلکہ قتل عمد ہی مانتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بچے اور مجنون کے مال میں دیت واجب ہوگی عاقلہ پر نہیں، البتہ چونکہ عقل نہیں ہے، اس لئے اس پر قصاص نہیں ہوگا، لیکن دیت اس کے مال میں ہوگی۔ پھر اس کے لئے تین دلیلیں دیتے ہیں، ایک یہ کہ اس نے قتل قصد اور ارادہ سے کیا ہے، اس لئے قتل عمد ہی ہوگا۔ دوسرا یہ کہ جس طرح عاقل آدمی مقتول کی وراثت سے محروم ہوتا ہے، اسی طرح بچہ اور مجنون بھی مقتول کی وراثت سے محروم ہوگا۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ جس طرح عاقل آدمی کو اپنے مال سے کفارہ دینا ہوتا ہے، مجنون اور بچے کو بھی اپنے مال سے کفارہ دینا ہوگا۔

۲ وَلَنَا مَا رُوِیَ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ جَعَلَ عَقْلَ الْمَجْنُوْنِ عَلٰی عَاقِلَتِهٖ وَقَالَ عَمَدُهٗ وَخَطَأُهٗ سَوَاءٌ، ۳ وَلِأَنَّ الصَّبِیَّ مَظَنَّةُ الرَّحْمَةِ وَالْعَاقِلُ الْخَاطِیُ لَمَّا اسْتَحَقَّ التَّخْفِیْفَ حَتّٰی وَجَبَتِ الدِّیَةُ عَلَی الْعَاقِلَةِ فَالصَّبِیُّ وَهُوَ أَعْذَرُ أَوْلٰی بِهٰذَا التَّخْفِیْفِ، ۴ وَلَا نُسَلِّمُ تَحَقُّقَ الْعَمَدِیَّةِ فَإِنَّهَا تَتَرَتَّبُ عَلَی الْعِلْمِ، وَالْعِلْمُ بِالْعَقْلِ، وَالْمَجْنُوْنُ عَدِیْمُ الْعَقْلِ، وَالصَّبِیُّ قَاصِرُ الْعَقْلِ فَأَنّٰی یَتَحَقَّقُ مِنْهُمَا الْقَصْدُ وَصَارَا كَالنَّائِمِ، ۵ وَحِرْمَانُ الْمِیْرَاثِ عُقُوْبَةٌ وَهُمَا لَیْسَا مِنْ أَهْلِ الْعُقُوْبَةِ، وَالْكَفَّارَةُ كَإِسْمِهَا سَتَّارَةٌ وَلَا ذَنْبَ تَسْتُرُهُمَا لِأَنَّهُمَا مَرْفُوْعَا الْقَلَمِ.

ترجمہ: ۲ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت علی کا قول ہے کہ انہوں نے مجنون کی دیت اس کے عاقلہ پر کی ہے اور فرمایا کہ بچے کا عمد اور خطا برابر ہے

وجہ: اس قول علیؓ میں ہے کہ بچے اور مجنون قتل عمد بھی قتل خطا ہی ہے۔ عَنْ عَلِیٍّ، قَالَ: عَمْدُ الصَّبِیِّ وَالْمَجْنُوْنِ خَطَأٌ (مصنف عبد الرزاق، باب المجنون والصبی، والسکران، ج ۱۰، ص ۷۰، نمبر ۱۸۳۹۴)

ترجمہ: ۳ اور اس لئے بھی (بچے کی عمد خطا ہے) کہ بچہ اور مجنون رحم کی جگہ ہے اور عقلمند غلطی کرنے والا جب تخفیف کا مستحق ہے یہاں تک کہ اس کے عاقلہ پر دیت واجب ہوئی تو بچہ بچہ تو اس سے زیادہ تخفیف کا مستحق ہے

تشریح: یہ امام ابو حنیفہؒ کی دوسری دلیل ہے کہ غلطی کرنے والے پر اتنا رحم کیا کہ غلطی سے قتل کرنے کی وجہ سے اس کے عاقلہ پر دیت واجب کی ہے تو بچہ تو اس سے زیادہ قابل رحم ہے کہ اس کی دیت بھی عاقلہ ہی پر ہو

ترجمہ: ۴ ہم یہ بھی تسلیم نہیں کرتے کہ بچے سے عمد متحقق ہوتا ہے اس لئے کہ عمد ہونا علم پر ہے اور علم عقل سے ہوتا ہے اور مجنون میں تو عقل ہی نہیں ہے اور بچے میں عقل کم ہے، اس لئے عمد کیسے متحقق ہوگا، اس لئے وہ سونے والے کی طرح ہو گیا

تشریح: ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ بچے نے جان کر قتل کیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جان کر ہوتا ہے علم سے اور علم ہوتا ہے عقل سے اور مجنون کے پاس عقل ہی نہیں ہے اور بچے کے پاس عقل کم ہے، اس لئے ان سے عمدیت ثابت نہیں ہوگی، اس لئے کہ سونے والے کی طرح ہو گیا، یعنی سونے والا قتل کر دے تو وہ قتل خطا ہی ہوتا ہے اس لئے ان دونوں سے قتل خطا ہی ہوگا۔

ترجمہ: ۵ (مقتول کی) وراثت سے بچے کو محروم کرنا یہ ایک قسم کی سزا ہے اور یہ دونوں سزا کے مستحق نہیں ہیں، اور کفارہ کا ترجمہ ہے گناہ کو چھپانا، اور ان دونوں کا گناہ ہی نہیں ہے کہ کفارہ ان دونوں کے گناہ کو چھپائے، اس لئے کہ یہ دونوں مرفوع القلم ہیں، (اس لئے ان دونوں کے مال میں کفارہ قتل بھی نہیں ہے)

تشریح: یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے اپنے مسلک کے اعتبار سے کہا تھا یہ دونوں میراث سے محروم کر دئے جائیں گے، اور دوسری بات یہ کہی تھی کہ ان کے مال میں کفارہ قتل ہوگا، تو اس کا جواب دیا کہ میراث سے محروم کرنا سزا ہے، اور یہ دونوں سزا کے مستحق نہیں ہیں، اس لئے یہ دونوں مقتول کی وراثت سے محروم نہیں کئے جائیں گے۔ اور کفارہ بھی نہیں ہے، کیونکہ کفارہ کا ترجمہ ہے گناہ چھپانا، اور عقل نہ ہونے کی وجہ سے ان دونوں سے گناہ ہی نہیں ہے، اس لئے ان دونوں پر کفارہ قتل بھی نہیں ہے۔

فَصْلٌ فِي الْجَنِيْنِ

(۷۶۰) قَالَ وَإِذَا ضَرَبَ بَطْنَ امْرَأَةٍ فَأَلْقَتْ جَنِيْنًا مَيِّتًا فَفِيْهِ غُرَّةٌ وَهِيَ نِصْفُ عُشْرِ الدِّيَةِ ۱؎ قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَعْنَاهُ دِيَةُ الرَّجُلِ، وَهٰذَا فِي الذَّكَرِ، وَفِي الْأُنْثٰى عُشْرُ دِيَةِ الْمَرْأَةِ، وَكُلٌّ مِنْهُمَا خَمْسُ مِائَةِ دِرْهَمٍ،

فصل فی الجنین

ترجمہ: (۷۶۰) اگر کسی آدمی نے عورت کے پیٹ پر مارا جس کی وجہ سے اس نے مردہ بچہ ڈالا تو اس پر غرہ واجب ہے۔ اور غرہ دیت کے دسویں حصے کے آدھے کا ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ مصنف یہ فرمارہے ہیں کہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مرد کی دیت کا دسواں حصہ، یہ مذکر بچے میں، اور مؤنث بچہ ہو تو عورت کی دیت کا دسواں حصہ، اور وہ پانچ سو درہم ہے

تشریح: کسی آدمی نے حاملہ عورت کے پیٹ پر مارا جس کی وجہ سے بچہ باہر آگیا اور مردہ بچہ باہر آیا تو اس بچے کی دیت ایک غلام یا باندی ہے جس کو غرہ کہتے ہیں۔ اور غلام باندی کی قیمت پانچ سو درہم کے قریب قریب ہو۔ اس عبارت میں یہ بھی ہے کہ لڑکا پیدا ہوا ہو تو مرد کی دیت کے دسویں حصے کا آدھا ہوگا، اور لڑکی پیدا ہوا ہو تو عورت کی دیت کا دسواں حصہ لازم ہوگا

وجہ: (۱) غرہ واجب ہونے کی دلیل اس حدیث میں ہے۔ ان ابا ھریرۃؓ قال اقتتلت امرأتان من ھذیل فرمت احداھما الاخری بحجر فقتلتها وما فی بطنها فاختصموا الی النبی ﷺ فقضی ان دیة جنینها غرة عبد او ولیدة وقضی ان دیة المرأة علی عاقلتها (بخاری شریف، باب جنین المرأۃ وان العقل علی الوالد الخ ص ۱۰۲۰ نمبر ۶۹۱۰ / مسلم شریف، باب دیۃ الجنین ووجوب الدیۃ فی قتل الخطاء ص ۶۲ نمبر ۱۶۸۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردہ بچہ پیٹ سے گرا تو غلام یا باندی دینا ہوگا۔ اور یہ بھی پتہ چلا کہ مارنے والے کے عاقلہ پر یہ دیت ہوگی۔ (۲) اور وہ پانچ سو درہم کا یعنی پوری دیت کے بیسواں حصے کا ہو اس کی دلیل یہ ہے۔ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، وَجَابِرٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: »الْغُرَّةُ خَمْسُ مِائَةِ دِرْهَمٍ« قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ رَبِيعَةُ: "الْغُرَّةُ: خَمْسُونَ دِينَارًا (ابوداؤد شریف، باب دیۃ الجنین ص ۲۸۰ نمبر ۴۵۸۰ / مصنف عبد الرزاق، باب نذر الجنین ج عاشر ص ۶۳ نمبر ۱۸۳۵۷) (۳)۔ عن الزھری قال اذا کان سقطا بینا ففیه غرة اذا لم یستھل فان استھل فقد تم عقله فان کان ذکرا فالف دینار وان کان انثی فخمس مائة دینار (مصنف عبد الرزاق، باب نذر الجنین ج عاشر ص ۵۶ نمبر ۱۸۳۳۶ / مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۱۱۹ الجنین اذا سقط حیا ثم مات او تحرک او اختلج ج خامس، ص ۴۱۳، نمبر ۲۷۵۱۵) اس قول تابعی سے معلوم ہوا غلام کی قیمت قریب قریب پانچ سو درہم یا پچاس دینار ہو۔

لغت: جنین: یہ جن سے مشتق ہے، جس کا ترجمہ ہے، چھپ جانا، اسی سے جن ہے، جنین وہ بچہ جو ابھی ماں کے پیٹ میں ہو، یعنی چھپا ہوا ہو۔ غرۃ: گھوڑے کی پیشانی کی سفیدی، یہاں مراد ہے غلام، یا باندی۔ القت: ڈال دیا۔

۲ وَالْقِيَاسُ أَنْ لَّا يَجِبَ شَیْءٌ لِأَنَّهُ لَمْ يَتَيَقَّنْ بِحَيَاتِهِ وَالظَّاهِرُ لَا يَصْلُحُ حُجَّةً لِلْاِسْتِحْقَاقِ، وَجْهُ الْاِسْتِحْسَانِ مَا رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ فِی الْجَنِيْنِ غُرَّةٌ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ قِيْمَتُهُ خَمْسُ مِائَةٍ، وَيُرْوٰی أَوْ خَمْسُ مِائَةٍ فَتَرَكْنَا الْقِيَاسَ بِالْأَثَرِ، وَهُوَ حُجَّةٌ عَلٰی مَنْ قَدَّرَهَا بِسِتِّ مِائَةٍ نَحْوُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِیِّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ.

(۱۷۶) وَهِیَ عَلَی الْعَاقِلَةِ عِنْدَنَا إِذَا كَانَتْ خَمْسُ مِائَةِ دِرْهَمٍ، ۱ وَقَالَ مَالِكٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فِیْ مَالِهٖ، لِأَنَّهُ بَدَلُ الْجُزْءِ، ۲ وَلَنَا أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَضٰی بِالْغُرَّةِ عَلَی الْعَاقِلَةِ، وَلِأَنَّهُ بَدَلُ النَّفْسِ

ترجمہ: ۲ اور قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ مارنے والے پر کچھ لازم نہ ہو اس لئے کہ یہ یقین نہیں ہے کہ بچہ پیٹ میں زندہ تھا اور ظاہر حالت میں دیت کا مستحق نہیں ہے، لیکن استحسان کی وجہ یہ ہے کہ حضورؐ سے روایت ہے کہ جنین میں غرہ ہے، یعنی غلام یا باندی ہے جس غلام یا باندی کی قیمت پانچ سو درہم ہو اور ایک روایت میں خمس مائۃ ہے، اس حدیث کی وجہ سے قیاس چھوڑ دیا اور یہ حدیث ان لوگوں پر حجت ہے جو یہ کہتے ہیں کہ چھ سو درہم ہو، جیسے مالک، اور امام شافعی نے فرمایا۔

تشریح: بچہ پیٹ کے اندر مردہ ہے یا زندہ یہ پتہ نہیں ہے، اس لئے قیاس کا تقاضہ یہی ہے کہ دیت واجب نہ ہو، لیکن حدیث کی بنا پر قیاس چھوڑ دیا، اور غرہ واجب کر دیا ہے، اور حدیث میں یہ بھی ہے کہ پانچ سو درہم کا غرہ ہو تو ہم بھی کہتے ہیں کہ پانچ سو درہم کا ہی غرہ ہو، اور امام مالک اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ غرہ چھ سو درہم کا ہو یہ صحیح نہیں ہے

ترجمہ: (۱۷۶) اور یہ دیت ہمارے نزدیک عاقلہ پر ہے، اگر پانچ سو درہم ہو

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: ۱ اور امام مالکؒ نے فرمایا کہ مارنے والے کے مال میں یہ دیت ہوگی، اس لئے کہ یہ جز کا بدلہ ہے

تشریح: امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ یہ جنین گویا کہ عورت کا جز ہے اور جان کر مارا ہے اس لئے خود مارنے والے کے مال پر ہوگا

ترجمہ: ۲ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضورؐ نے عاقلہ پر غرے کا فیصلہ کیا ہے، اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ جان کا بدلہ ہے، اسی لئے اس کو حضورؐ نے اپنی حدیث میں دیت فرمایا ہے، چنانچہ فرمایا: دوہ، دیت دو، تو لوگوں نے کہا کہ کیا ہم ایسے آدمی کی دیت دیں جو نہ چلایا ہے اور نہ رویا ہے،

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ حضور نے ایک تو اس میں غرہ کا فیصلہ فرمایا، دوسری بات یہ ہے کہ اس کو عاقلہ پر لازم کیا اور تیسری بات یہ ہے کہ اس کو دیت قرار دیا اور قتل خطا کی دیت عاقلہ پر ہوتی ہے اس لئے یہ دیت عاقلہ پر ہوگی

وجہ: (۱) اس حدیث میں دیکھیں کہ اس کو دیت قرار دیا، اور اس کو مارنے والے کے عاقلہ پر لازم کیا ہے۔ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: اقْتَتَلَتِ امْرَأَتَانِ مِنْ هُذَيْلٍ، فَرَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَی بِحَجَرٍ فَقَتَلَتْهَا وَمَا فِی بَطْنِهَا،

وَلِهٰذَا سَمَّاهُ عَلَیْهِ السَّلَامُ دِیَةً حَیْثُ قَالَ دُوْهُ وَقَالُوْا أَنَدِیْ مَنْ لَّا صَاحَ وَلَا اسْتَهَلَّ (الْحَدِیْثُ)

۳ إِلَّا أَنَّ الْعَوَاقِلَ لَا تَعْقِلُ مَا دُوْنَ خَمْسِ مِائَةٍ.

(۲۶۷) وَتَجِبُ فِیْ سَنَةٍ

فَاخْتَصَمُوا إِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، «فَقَضَى أَنَّ دِیَةَ جَنِینِهَا غُرَّةٌ، عَبْدٌ أَوْ وَلِیدَةٌ، وَقَضَى أَنَّ دِیَةَ الْمَرْأَةِ عَلَى عَاقِلَتِهَا (بخاری شریف، باب جنین المرؤة وان العقل علی الوالد الخ ص ۱۰۲۰ نمبر ۶۹۱۰ رمسلم شریف، باب دیۃ الجنین ووجوب الدیۃ فی قتل الخطاء ص ۶۲ نمبر ۱۶۸۱) (۲) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے جس میں دوہ، یعنی دیت دو کہا ہے۔عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ الْهُذَلِیِّ أَنَّهُ كَانَتْ عِنْدَهُ امْرَأَةٌ فَتَزَوَّجَ عَلَیْهَا أُخْرَى، فَتَغَایَرَتَا فَضَرَبَتِ الْهِلَالِیَّةُ الْعَامِرِیَّةَ بِعُودِ فُسْطَاطٍ لِی، فَطَرَحَتْ وَلَدًا مَیِّتًا، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: «دُوهُ»، فَجَاءَ وَلِیُّهَا فَقَالَ: أَنَدِی مَنْ لَا أَكَلَ، وَلَا شَرِبَ، وَلَا اسْتَهَلَّ، فَمِثْلُ ذَلِكَ یُطَلُّ، فَقَالَ: «رَجَزُ الْأَعْرَابِ نَعَمْ دُوهُ فِیهِ غُرَّةٌ عَبْدٍ أَوْ وَلِیدَةٌ (طبرانی کبیر، حدیث حمل بن مالک بن نابغۃ، ج ۴، ص ۹، نمبر ۳۴۸۳)

لغت: دوہ: یہ دیت سے مشتق ہے، اور امر کا صیغہ ہے، دیت دو۔ اندی: یہ بھی دیۃ سے مشتق ہے، اور مضارع کا صیغہ ہے، کیا ہم دیت دیں۔ صاح: چیخا۔ استہل: ہلال سے مشتق ہے، نیا چاند نکلا، یہاں رویا۔

ترجمہ: ۳ یہ اور بات ہے کہ پانچ سو درہم سے کم ہو تو عاقلہ یہ دیت ادا نہیں کرے گا

تشریح: یہ ایک اشکال کا جواب ہے، وہ یہ کہ اگر یہ جان کی دیت ہوتی تب تو پانچ سو سے کم ہو یا زیادہ ہو ہر حال میں عاقلہ ادا کرے گا۔ اور اگر عضو کی دیت ہو تو عضو کی دیت پانچ سو سے کم ہو تو عاقلہ ادا نہیں کرے گا۔ اب جنین کی صورت یہ ہے کہ ایک اعتبار سے پوری جان ہے، جس کو قتل کیا ہے، اور دوسری اعتبار سے ماں کا عضو ہے، تو مصنف فرماتے ہیں کہ اس بارے میں عضو کا اعتبار کرتے ہوئے پانچ سو سے کم ہو تو عاقلہ ادا نہیں کریں گے۔ اور دیت کا اعتبار کرتے ہوئے عاقلہ پر لازم کیا ہے۔ تو گویا کہ جنین میں عضو کا بھی اعتبار کیا اور مستقل جان کا بھی اعتبار کیا ہے۔

وجہ: ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قول تابعی میں ہے کہ جنین کی دیت پانچ سو درہم ہے، اس لئے بھی مصنف نے فرمایا کہ پانچ سو درہم سے کم ہو تو ادا نہیں کرے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے۔ عَنْ إِبْرَاهِیمَ، وَجَابِرٍ، عَنِ الشَّعْبِیِّ، قَالَ: «الْغُرَّةُ خَمْسُ مِائَةِ دِرْهَمٍ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ رَبِیعَةُ: " الْغُرَّةُ: خَمْسُونَ دِینَارًا (ابو داؤد شریف، باب دیۃ الجنین ص ۲۸۰ نمبر ۴۵۸۰)

ترجمہ: (۲۶۷) جنین کی یہ دیت ایک سال میں ادا کرے گا،

وجہ: اس قول صحابی میں ہے کہ ثلث دیت ہو یا اس سے کم دیت ہو تو ایک سال میں ادا کی جائے گی۔ اور جنین کی دیت پانچ سو درہم پوری دیت دس ہزار درہم کا بیسواں حصہ ہے اس لئے تین سال کی مہلت نہیں دی جائے گی، بلکہ ایک سال میں وصول کی جائے گی۔ عَنِ الشَّعْبِیِّ، وَعَنِ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِیمَ، قَالَ: أَوَّلُ مَنْ فَرَضَ الْعَطَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ

۱؎ وَقَالَ الشَّافِعِیُّ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ فِیْ ثَلَاثِ سِنِیْنَ، لِأَنَّہٗ بَدَلُ النَّفْسِ وَلِہٰذَا یَکُوْنُ مَوْرُوْثًا بَیْنَ وَرَثَتِہٖ، ۲؎ وَلَنَا مَا رُوِیَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ أَنَّہٗ قَالَ بَلَغَنَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ جَعَلَ عَلَی الْعَاقِلَۃِ فِیْ سَنَۃٍ، ۳؎ وَلِأَنَّہٗ إِنْ کَانَ بَدَلُ النَّفْسِ مِنْ حَیْثُ أَنَّہٗ نَفْسٌ عَلَاحِدَۃٌ فَھُوَ بَدَلُ الْعُضْوِ مِنْ حَیْثُ الْاِتِّصَالِ بِالْأُمِّ فَعَمِلْنَا بِالشِّبْہِ الْأَوَّلِ فِیْ حَقِّ التَّوْرِیْثِ، وَبِالثَّانِیْ فِیْ حَقِّ التَّأْجِیْلِ إِلٰی سَنَۃٍ،

وَفَرَضَ فِیْہِ الدِّیَۃَ کَامِلَۃً فِیْ ثَلَاثِ سِنِیْنَ وَثُلُثَیِ الدِّیَۃِ فِیْ سَنَتَیْنِ، وَالنِّصْفَ فِیْ سَنَتَیْنِ وَالثُّلُثَ فِیْ سَنَۃٍ، وَمَا دُوْنَ ذٰلِکَ فِیْ عَامِہٖ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب الدیۃ فی کم تودی، ج ۵، ص ۴۰۶، نمبر ۲۷۴۳۸؟ مصنف عبد الرزاق، باب فی کم توخذ الدیۃ، ج ۹، ص ۴۲۰، نمبر ۱۷۸۵۹)

ترجمہ: ۱؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ جنین کی دیت تین سال میں وصول کیا جائے گا، اس لئے یہ جان کا بدلہ ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ ورثہ میں تقسیم ہوتی ہے

تشریح: امام شافعیؒ نے فرمایا کہ جنین کی جو یہ دیت ہے وہ تین سال میں مارنے والے سے وصول کیا جائے گا اس لیے کہ یہ نفس کا بدل ہے۔ اسی وجہ سے یہ وارثوں کے درمیان تقسیم ہوتی ہے۔

وجہ: اس کی دو وجہ بتاتے ہیں۔ ۱۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ جان کی دیت ہے اور جان کی دیت تین سال میں وصول کی جاتی ہے، اس لئے یہ بھی تین سال میں وصول کی جائے گی۔ ۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس دیت میں وراثت تقسیم کی جاتی ہے، یہ بھی دلیل ہے کہ یہ جان کی دیت ہے جو وارثوں میں تقسیم کی جاتی ہے

ترجمہ: ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ محمد بن حسن سے روایت ہے کہ، انہوں نے فرمایا کہ مجھے حضورؐ سے یہ بات پہنچی ہے کہ ایک سال میں عاقلہ سے دیت لی جائے

وجہ: صاحب ہدایہ کا قول صحابی ابھی اوپر گزرا کہ دیت کی رقم تہائی سے کم ہو تو ایک سال میں وصول کی جائے گی

ترجمہ: ۳؎ اور اس وجہ سے کہ جنین کی دیت جان کا بدلہ ہے، کیونکہ وہ ایک علیحدہ جان ہے، اور وہ عضو کا بھی بدلہ ہے، اس لئے کہ وہ ماں (کے پیٹ) کے ساتھ چپکا ہوا ہے، اس لئے وراثت کے حق میں پہلے شبہ پر عمل کیا کہ (کہ وہ ایک جان ہے) اور ایک سال میں جلدی کے حق میں دوسرے شبہ پر عمل کیا (کہ وہ ماں کے پیٹ کے ساتھ چپکا ہوا عضو ہے)، اس لئے کہ عضو کی دیت ایک تہائی ہو، یا ایک تہائی سے کم ہو، اور بیسواں حصے سے زیادہ ہو تو ایک سال میں واجب ہوتی ہے

تشریح: یہ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل ہے کہ جنین کی دو حیثیتیں ہیں، ایک جانب وہ مستقل جان ہے،، وراثت کے حق میں ہم نے جان کا اعتبار کیا کہ جان کی وراثت تقسیم ہوگی۔ اور دوسری جانب وہ ماں کے پیٹ کے ساتھ چپکا ہوا عضو ہے اس میں ہم نے عضو کی دیت کا اعتبار کیا، کہ عضو کی دیت ایک سال میں وصول کی جاتی ہے تو جنین کی دیت بھی ایک سال میں وصول کی

لِأَنَّ بَـدَلَ الْـعُـضْوِ إِذَا كَانَ ثُلُثَ الدِّيَةِ أَوْ أَقَلَّ وَأَكْثَرَ مِنْ نِصْفِ الْعُشْرِ يَجِبُ فِيْ سَنَةٍ، ۴ بِخِلَافِ أَجْزَاءِ الدِّيَةِ، لِأَنَّ كُلَّ جُزْءٍ مِّنْهَا عَلٰى مَنْ وَجَبَ يَجِبُ فِيْ ثَلَاثِ سِنِيْنَ.

(۷۶۳) وَيَسْتَوِيْ فِيْهِ الذَّكَرُ وَالْأُنْثٰى ۱ لِإِطْلَاقِ مَا رَوَيْنَا، وَلِأَنَّ فِي الْحَيَّيْنِ إِنَّمَا ظَهَرَ التَّفَاوُتُ لِتَفَاوُتِ مَعَانِي الْآدَمِيَّةِ وَلَا تَفَاوُتَ فِي الْجَنِيْنِ فَيُقَدَّرُ بِمِقْدَارٍ وَاحِدٍ وَهُوَ خَمْسُ مِائَةٍ.

(۷۶۴) فَإِنْ أَلْقَتْ حَيًّا ثُمَّ مَاتَ فَفِيْهِ دِيَةٌ كَامِلَةٌ ۱ لِأَنَّهُ أَتْلَفَ حَيًّا بِالضَّرْبِ السَّابِقِ،

جائے گی، اوراس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے قول صحابی گزرا کہ دیت ایک تہائی ہو، یا ایک تہائی سے کم ہواور پوری دیت کے بیسویں حصے سے (پانچ سو درہم) سے زیادہ ہواس کو ایک سال میں وصول کیا جاتا ہے، اور جنین کی دیت بیسواں حصہ ہے (پانچ سو درہم ہے) اس لئے اس کو بھی ایک سال میں وصول کیا جائے گا

ترجمہ: ۴ بخلاف دیت کے جز کے، اس لئے کہ جس پر دیت واجب ہے، تو اس کا ہر جز تین سال میں واجب ہے۔

تشریح: اگر پوری دیت دس ہزار درہم واجب ہے، تو اس کا ہر جز تین سال کے اندر اندر واجب ہے چاہے جب ادا کرے، اور جنین میں دیت کا بیسواں حصہ واجب ہے تو ایک سال ہی میں ادا کرنا ہوگا۔

ترجمہ: (۷۶۳) جنین مذکر ہو یا مونث غرہ والی دیت میں برابر ہے

ترجمہ: ۱ کیونکہ حدیث میں مطلق غرہ ہے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ دو زندہ ہو تو دیت میں تفاوت ظاہر ہوگا آدمیت کے معانی کی وجہ سے، اور جنین میں کوئی تفاوت نہیں ہے، اس لئے ایک ہی مقدار پانچ سو درہم متعین کیا جائے گا

تشریح: زندہ آدمی کو مارے تو مرد کی دیت پوری ہے، اور عورت کی دیت اس سے آدھی ہے، لیکن یہاں جنین ماں کے پیٹ ہی میں مردہ ہے، اس لئے اس کی دیت میں تفاوت نہیں ہوگا، ایک ہی دیت واجب ہوگی پانچ سو درہم

وجہ: (۱) اس قول صحابی میں مطلقا ہے کہ لڑکا ہو یا لڑکی اس کی دیت غرہ ہے جس کی قیمت پانچ سو درہم ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے۔ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، وَجَابِرٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: »الْغُرَّةُ خَمْسُ مِائَةِ دِرْهَمٍ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ رَبِيعَةُ: الْغُرَّةُ: خَمْسُونَ دِينَارًا (ابو داؤد شریف، باب دیۃ الجنین ص ۲۸۰ نمبر ۴۵۸۰) (۲) اس قول تابعی میں بھی ہے کہ رو یا نہ ہو لڑکا اور لڑکی دونوں کے لئے غرہ ہے، اور زندہ پیدا ہوا تو لڑکے کے لئے ہزار دینار، اور لڑکی کے لئے پانچ سو دینار ادھی دیت ہے۔ عن الزهری قال اذا كان سقطا بينا ففيه غرة اذا لم يستهل فان استهل فقد تم عقله فان كان ذكرا فالف دينار وان كان انثى فخمس مائة دينار. (مصنف عبد الرزاق، باب نذر الجنین ج عاشر ص ۵۶ نمبر ۱۸۳۳۶/ مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۱۹ الجنین اذا سقط حیا ثم مات او تحرک او اختلج ج خامس، ص ۴۱۳، نمبر ۲۷۵۱۵)

ترجمہ: (۷۶۴) پس اگر بچہ زندہ پیدا ہوا پھر مر گیا تو اس پر پوری دیت ہے۔

(۷۶۵) وَإِنْ أَلْقَتْ مَيِّتًا ثُمَّ مَاتَتِ الْأُمُّ فَعَلَيْهِ دِيَةٌ بِقَتْلِ الْأُمِّ وَغُرَّةٌ بِإِلْقَائِهَا ل وَقَدْ صَحَّ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَضٰى فِيْ هٰذَا بِالدِّيَةِ وَالْغُرَّةِ.

(۷۶۶) وَإِنْ مَاتَتِ الْأُمُّ مِنَ الضَّرْبَةِ ثُمَّ خَرَجَ الْجَنِينُ بَعْدَ ذٰلِكَ حَيًّا ثُمَّ مَاتَ فَعَلَيْهِ دِيَةٌ فِي

ترجمہ: ل اس لئے کہ پچھلے مار کی وجہ سے اس نے زندہ آدمی کو ضائع کیا ہے

تشریح: حاملہ عورت کے پیٹ پر مارا جس کی وجہ سے زندہ بچہ باہر نکل گیا لیکن مارنے کے صدمہ سے بچہ بعد میں مر گیا تو اب بچے کی پوری دیت لازم ہوگی۔

وجہ: (۱) اب ایسا ہوا کہ مارنے کے صدمے سے بچہ مر گیا تو گویا کہ زندہ آدمی کا قتل خطا ہوا اس لئے پوری دیت لازم ہوگی (۲) اس قول تابعی میں ہے کہ بچہ زندہ ہو پھر مرے تو پوری دیت لازم ہوگی۔ عن الزهری قال اذا کان سقطا بینا ففیه غرة اذا لم یستهل فان استهل فقد تم عقله فان کان ذکرا فالف دینار و ان کان انثی فخمس مائة دینار. (مصنف عبد الرزاق، باب نذر الجنین ج عاشر ص ۵۶ نمبر ۱۸۳۳۶ / مصنف ابن ابی شیبة ۱۱۹ الجنین اذا اسقط حیا ثم مات او تحرک او اختلج ج خامس، ص ۴۱۳، نمبر ۲۷۵۱۵)

ترجمہ: (۷۶۵) اگر عورت نے مردہ ڈالا پھر ماں مر گئی تو مارنے والے پر دیت ہے اور غرہ ہے۔

تشریح: عورت کے پیٹ پر مارا جس کی وجہ سے عورت نے مردہ بچہ نکال دیا تھوڑی دیر کے بعد ماں بھی مر گئی تو ماں کی پوری دیت لازم ہوگی اور بچہ کے بدلے میں غلام یا باندی دے۔ تو گویا کہ دو دیتیں ہوئیں ایک ماں کی کیونکہ قتل خطا کی اور ایک بچے کے بدلے غلام یا باندی۔ کیونکہ بچہ بھی اسی مار کے صدمے سے مرا ہے۔

وجہ: (۱) یہاں ایک مار سے دو جان گئی ہیں، ایک بچہ، اور دوسری ماں، اس لئے دو دیتیں واجب ہوں گی (۲) اس حدیث میں بچے کے بدلے میں غرہ واجب کیا اور اس کے علاوہ مردہ عورت کی دیت مارنے والی کے عاقلہ پر لازم کی تو دو دیتیں ہوئیں۔ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: اقْتَتَلَتِ امْرَأَتَانِ مِنْ هُذَيْلٍ، فَرَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى بِحَجَرٍ فَقَتَلَتْهَا وَمَا فِي بَطْنِهَا، فَاخْتَصَمُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، »فَقَضَى أَنَّ دِيَةَ جَنِينِهَا غُرَّةٌ، عَبْدٌ أَوْ وَلِيدَةٌ، وَقَضَى أَنَّ دِيَةَ الْمَرْأَةِ عَلَى عَاقِلَتِهَا (بخاری شریف، باب جنین المرأة وان العقل علی الوالد الخ ص ۱۰۲۰ نمبر ۶۹۱۰ / مسلم شریف، باب دیة الجنین ووجوب الدیة فی قتل الخطاء ص ۶۲ نمبر ۱۶۸۱)

ترجمہ: (۷۶۶) مار سے ماں مر گئی، پھر اس کے بعد بچہ زندہ پیدا ہوا، پھر بچہ مرا تو مارنے والے پر ماں کی دیت ہے، اور بچے کی بھی دیت ہے

ترجمہ: ل اس لئے کہ اس نے دو آدمیوں کو زندہ مارا ہے

تشریح: یہاں ایک ہی مار سے دو زندہ آدمیوں کو مارا ہے، ایک تو پہلے ماں کو مارا، پھر بچہ پیدا ہوا جو زندہ تھا، اور مار کے

الْأُمِّ وَدِیَةٌ فِی الْجَنِیْنَ، ۱؎ لِأَنَّهُ قَاتَلَ شَخْصَیْنِ.

(۲۶۷) وَإِنْ مَاتَتْ ثُمَّ أَلْقَتْ مَیْتًا فَعَلَیْهِ دِیَةٌ فِی الْأُمِّ وَلَا شَیْءَ فِی الْجَنِیْنَ، ۱؎ وَقَالَ الشَّافِعِیُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ تَجِبُ الْغُرَّةُ فِی الْجَنِیْنِ، لِأَنَّ الظَّاهِرَ مَوْتُهُ بِالضَّرْبِ فَصَارَ کَمَا إِذَا أَلْقَتْهُ مَیْتًا وَهِیَ حَیَّةٌ، ۲؎ وَلَنَا أَنَّ مَوْتَ الْأُمِّ أَحَدُ سَبَبَیْ مَوْتِهِ لِأَنَّهُ یَخْتَنِقُ بِمَوْتِهَا، إِذْ تَنَفُّسُهُ بِتَنَفُّسِهَا فَلَا یَجِبُ الضَّمَانُ بِالشَّکِّ.

(۲۶۸) قَالَ وَمَا یَجِبُ فِی الْجَنِیْنِ مَوْرُوْثٌ عَنْهُ، ۱؎ لِأَنَّهُ بَدَلُ نَفْسِهِ فَیَرِثُهُ وَرَثَتُهُ

صدمے سے وہ بھی مرا ہے، اس لئے ماں کی پوری دیت لازم ہوگی، اور بچے کی بھی پوری دیت لازم ہوگی، پانچ سو درہم پر اکتفاء نہیں کیا جائے گا

ترجمہ: (۲۶۷) اور اگر ماں مری پھر مردہ بچہ ڈالا تو مارنے والے پر ماں کی دیت ہے اور بچے میں کچھ نہیں۔

وجہ: ماں پہلے مری بعد میں مردہ بچہ نکلا تو ایسا ہو سکتا ہے کہ ماں کے مرنے کی وجہ سے بچہ مرا ہو، کیونکہ ماں کے مرنے کے بعد بچہ سانس نہ لے سکا، کیونکہ ماں کی سانس لینے سے بچہ سانس لیتا ہے، اور ماں مرگئی تو بچہ سانس نہ لے سکا، اور مر گیا، تاہم مارنے کی وجہ سے بچہ نہیں مرا ہے، یہ ہو سکتا ہے، اس لئے صرف ماں کے مارنے کی دیت واجب ہوگی، بچے کی نہیں

ترجمہ: ۱؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ جنین کا بھی ایک غرہ واجب ہوگا، اس لئے کہ ظاہر یہی ہے کہ مار کی وجہ سے وہ مرا ہے، جیسے ماں زندہ رہتی اور مردہ بچہ جنتی، (تو ماں کی بھی دیت لازم ہوتی ہے، اور جنین کے لئے بھی غرہ واجب ہوتا ہے)

تشریح: امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ اس صورت میں بھی دو دیت ہوگی، ایک ماں کے لئے اور دوسرا غرہ جنین کے لئے

وجہ: ظاہری طور پر ایسا ہی ہے کہ بچہ بھی مار کی وجہ سے مرا ہے، اور ماں بھی مار کی وجہ سے مری ہے

ترجمہ: ۲؎ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ (ایک سبب یہ ہے کہ بچہ مار سے مرا ہو) اور دوسرا سبب یہ ہے کہ بچے کی موت کا سبب ماں کی موت ہو۔ اس لئے کہ ماں کے مرنے سے جنین کا دم گھٹ گیا، اس لئے کہ جنین ماں کے سانس لینے سے سانس لیتا ہے، اس لئے اس شک کی وجہ سے مارنے والے پر ضمان لازم نہیں ہوگا

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ یہاں جنین کے مرنے کے دو سبب ہیں، ایک تو یہ کہ مار کی وجہ سے مرا ہے۔ اور دوسرا سبب یہ ہے کہ ماں کی موت کی وجہ سے جنین کا دم گھٹ گیا اس کی وجہ سے وہ مر گیا، کیونکہ جنین ماں کے سانس لینے سے سانس لیتا ہے، اور جب ماں مرگئی تو سانس لینا بند ہو گیا اور جنین مر گیا۔ اور مار کی وجہ سے نہیں مرا، یہاں جنین کے مرنے میں شک ہو گیا، اس لئے جنین کی دیت غرہ مارنے والے پر واجب نہیں ہوگا

ترجمہ: (۲۶۸) بچے میں جو کچھ واجب ہو وہ وراثت میں تقسیم ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ دیت بھی جان کا بدلہ ہے اس لئے اس کے وارثین میں تقسیم ہوگا

۲ وَلا يَرِثُهُ الضَّارِبُ حَتّٰى لَوْ ضَرَبَ بَطْنَ امْرَأَتِهِ فَأَلْقَتْ اِبْنَهُ مَيْتًا فَعَلٰى عَاقِلَةِ الْأَبِ غُرَّةٌ، وَلا يَرِثُ مِنْهَا، لِأَنَّهُ قَاتَلَ بِغَيْرِ حَقٍّ مُبَاشَرَةً، وَلا مِيْرَاثَ لِلْقَاتِلِ.

(۶۹ ۷) قَالَ وَفِيْ جَنِيْنِ الْأَمَةِ إِذَا كَانَ ذَكَرًا نِصْفُ عُشْرِ قِيْمَتِهِ لَوْ كَانَ حَيًّا وَعُشْرُ قِيْمَتِهِ لَوْ كَانَ

تشریح: مارنے کی وجہ سے بچہ مرا اس کے بدلے غلام یا باندی واجب ہوئی تو وہ غلام اور باندی بچے کے جو وارثین ہوں گے ان میں تقسیم ہوگا۔

وجه: (۱) جس طرح زندہ انسان کی دیت وارثین میں تقسیم ہوتی ہے اسی طرح یہ بھی ایک قسم کی دیت ہے اس لئے یہ بھی بچے کے وارثین میں تقسیم ہوگی (۲) حدیث میں ہے کہ ہذیل کی عورت کو اس کی سوکن نے مارا اور اس کا بچہ بھی مر گیا تو آپؐ نے فرمایا، عورت کی دیت اس کے وارثین میں تقسیم ہوگی، اسی پر قیاس کرتے ہوئے جنین کی دیت بھی اس کے ورثہ میں تقسیم ہوگی، حدیث یہ ہے۔عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ امْرَأَتَيْنِ، مِنْ هُذَيْلٍ قَتَلَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا زَوْجٌ وَوَلَدٌ، فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيَةَ الْمَقْتُوْلَةِ عَلَى عَاقِلَةِ الْقَاتِلَةِ، وَبَرَّأَ زَوْجَهَا وَوَلَدَهَا، قَالَ: فَقَالَ عَاقِلَةُ الْمَقْتُوْلَةِ: مِيْرَاثُهَا لَنَا؟ قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »لَا، مِيْرَاثُهَا لِزَوْجِهَا وَوَلَدِهَا (ابوداؤد شریف، باب دیۃ الجنین ص ۲۸۰ نمبر ۴۵۷۵)

ترجمه: ۲ مارنے والا جنین کے مال کا وارث نہیں ہوگا، یہی وجہ ہے کہ کسی نے اپنی بیوی کے پیٹ پر مارا، اور عورت نے مردہ بچہ جن دیا، تو باپ کے عاقلہ پر غرہ لازم ہے اور باپ اس بیٹے کا وارث نہیں بنے گا، اس لئے کہ وہ مباشرۃ ناحق قاتل ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ قاتل کے لئے میراث نہیں ہے

تشریح: جنین کو جس نے مارا ہے وہ اس جنین کے مال کا وارث نہیں بنے گا، کیونکہ قاتل کے لئے وراثت نہیں ہوتی ہے، اس کی ایک مثال دے رہے ہیں کہ، شوہر نے اپنی بیوی کے پیٹ پر مکہ مارا، جس کی وجہ سے مردہ بچہ باہر نکل آیا، تو اس شوہر کے عاقلہ پر جنین کی دیت لازم ہوگی، اور یہ شوہر جو جنین کا باپ ہے وہ اپنے بیٹے کا وارث نہیں بنے گا، کیونکہ یہ قاتل ہے۔

وجه: اس حدیث میں ہے کہ قاتل وارث نہیں ہوتا ہے۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »الْقَاتِلُ لَا يَرِثُ۔ (ترمذی شریف، باب ماجاء فی ابطال میراث القاتل، نمبر ۲۱۰۹)

ترجمه: (۶۹ ۷) باندی کا جنین اگر مذکر ہو تو اس کی قیمت کا بیسواں حصہ ہے اگر زندہ ہوتا۔ اور اس کی قیمت کا دسواں حصہ ہے اگر مؤنث ہوتی

نوٹ: یہاں دو بحثیں ہیں، ایک یہ ہے کہ باندی کی جنین کی قیمت کا دسواں یا بیسواں حصہ دیت ہوگی۔ یا خود باندی کی جو قیمت ہے اس کا دسواں یا بیسواں حصہ دیت ہے۔ دوسری بحث یہ ہے کہ آزاد میں مرد کی دیت زیادہ ہوتی ہے، اور عورت کی

أُنۡثٰی، لے وَقَالَ الشَّافِعِیُّ رَحۡمَةُ اللّٰهِ عَلَیۡهِ فِیۡهِ عُشۡرُ قِیۡمَةِ الۡأُمِّ، لِأَنَّهٗ جُزۡءٌ مِنۡ وَجۡهٍ، وَضَمَانُ الۡأَجۡزَاءِ

دیت اس کی آدھی ہوتی ہے۔اورغلام، باندی میں باندی کی اہمیت زیادہ ہے، اس لئے غلام کی دیت بیسواں حصہ ہے، اور باندی کی دیت اس کا دوگنا، دسواں حصہ ہے۔

اصول: امام ابوحنیفہؒ، باندی کی جنین میں ماں کی قیمت کے اعتبار سے دیت نہیں ہوگی، بلکہ خود زندہ جنین کی جو قیمت ہے،لڑکا ہوتو اس کا بیسواں حصہ، اور لڑکی ہوتو اس کا دسواں حصہ دیت ہے

تشریح: باندی کے پیٹ پر مارا جس کی وجہ سے مردہ بچہ نکل آیا تو اگر بچہ مذکر ہوتا اور زندہ ہوتا تو اس لڑکے کی جتنی قیمت ہو اس کا بیسواں حصہ دیت لازم ہوگا۔مثلاً جنین زندہ ہوتا تو اس کی قیمت چار ہزار درہم ہوتو دوسو درہم لازم ہوں گے۔اور بچہ مؤنث ہوتو اس کی قیمت کا دسواں حصہ لازم ہوگا۔مثلا باندی زندہ ہوتی اور اس کی قیمت چار ہزار ہوتو جو جنین مری ہے اس کی دیت اس کا دسواں حصہ، یعنی چار سو درہم لازم ہوگی۔اور یہ دیت ماں کے آقا کی ہوگی۔

وجہ: (۱) اوپر آزاد میں خود جنین کا دسواں حصہ دیت تھی، اس کی ماں کا اعتبار نہیں تھا، اسی طرح یہاں بھی خود جنین کی قیمت کا دسواں حصہ دیت ہوگی، اس کی ماں کی قیمت کا دسواں حصہ لازم نہیں ہوگا (۲) اس قول تابعی میں ہے کہ لڑکا ہوتو اس کا بیسواں، اور لڑکی ہوتو اس کا دسواں حصہ دیت ہوگی۔قَالَ سُفۡیَانُ: وَنَحۡنُ نَقُوۡلُ: »إِنۡ کَانَ غُلَامًا فَنِصۡفُ عُشۡرِ قِیۡمَتِهٖ، وَإِنۡ کَانَتۡ جَارِیَةً فَعُشۡرُ قِیۡمَتِهَا لَوۡ کَانَتۡ حَیَةً (مصنف ابن ابی شیبۃ ۵۷ فی جنین الامۃ ج خامس، ص ۳۹۰، نمبر ۲۷۲۶۲ / مصنف عبدالرزاق، باب جنین الامۃ ج عاشر، ص ۶۴ نمبر ۱۸۳۶۴)

ترجمہ: لے امام شافعیؒ نے فرمایا کہ خود جنین کی قیمت نہیں، بلکہ اس کی ماں کی جو قیمت ہو اس کا دسواں حصہ دیت ہوگی، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ جنین من وجہ ماں کا عضو ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ اصل آدمی کی جو قیمت ہو اس کے اعتبار سے اس کے عضو کی قیمت لگائی جاتی ہے۔

تشریح: امام شافعیؒ کے یہاں جنین کی قیمت سے دیت کا حساب نہیں لگایا جائے گا، بلکہ اس کی ماں کی جو قیمت ہو اس کا دسواں حصہ دیت ہوگی

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ جنین ایک اعتبار سے اس کی ماں کا عضو ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ عضو کی دیت اس کے اصل آدمی کے اعتبار سے ہوتی ہے، اس لئے یہاں بھی جنین کی قیمت اس کی ماں کی قیمت کے حساب سے ہوگا، خود جنین کی قیمت کے حساب سے نہیں۔(۲) اس قول تابعی میں ہے کہ ماں کی قیمت کا دسواں حصہ جنین کی دیت ہوگی۔عَنۡ إِبۡرَاهِیۡمَ فِیۡ »جَنِیۡنِ الۡأَمَةِ نِصۡفُ عُشۡرِ ثَمَنِ أُمِّهٖ « قَالَ سُفۡیَانُ: وَقَوۡلُنَا: إِنۡ خَرَجَ حَیًّا، فَفِیۡهِ ثَمَنُهٗ، وَإِنۡ خَرَجَ مَیِّتًا، فَنِصۡفُ عُشۡرِ ثَمَنِ أُمِّهٖ لَوۡ کَانَ حَیٌ۔(مصنف عبدالرزاق، باب جنین الامۃ ج عاشر ص ۶۴ نمبر ۱۸۳۶۶) (۳) اس

يُؤْخَذُ مِقْدَارُهَا مِنَ الْأَصْلِ، ٢ وَلَنَا أَنَّهُ بَدَلُ نَفْسِهِ، لِأَنَّ ضَمَانَ الطَّرْفِ لَا يَجِبُ إِلَّا عِنْدَ ظُهُوْرِ النُّقْصَانِ مِنَ الْأَصْلِ وَلَا مُعْتَبَرَ بِهِ فِيْ ضَمَانِ الْجَنِيْنِ فَكَانَ بَدَلُ نَفْسِهِ فَيُقَدَّرُ بِهَا، ٣ وَقَالَ أَبُوْ يُوْسُفَ رَحِمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يَجِبُ ضَمَانُ النُّقْصَانِ لَوِ انْتَقَصَتِ الْأُمُّ اعْتِبَارًا بِجَنِيْنِ الْبَهَائِمِ، وَهٰذَا لِأَنَّ الضَّمَانَ فِيْ قَتْلِ الرَّقِيْقِ ضَمَانُ مَالٍ عِنْدَهُ عَلٰى مَا نَذْكُرُهُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَصَحَّ الْاِعْتِبَارُ عَلٰى أَصْلِهِ.

قول تابعی میں بھی ہے۔عن ابراهيم انه قال فی جنين الامة من ثمنها كنحو من جنين الحرة من ديتها العشر ونصف العشر (مصنف ابن ابی شیبۃ ۵۷ فی جنین الامۃ ج خامس ،ص ۳۹۰،نمبر ۲۷۲۴۹)

ترجمه: ٢ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ دیت جنین کی جان کی قیمت ہے،اس لئے کہ اصل میں نقصان ظاہر ہو تب اس کے عضو کا ضمان لازم ہوتا ہے،اور جنین کے ضمان میں ماں کا اعتبار نہیں ہے (کیونکہ ماں کا کوئی نقصان نہیں ہوا ہے)،اس لئے یہ دیت جنین کی جان کا بدلہ ہے اس لئے اسی کی قیمت سے حساب لگایا جائے گا

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ اصل آدمی سے عضو کا حساب اس وقت لگایا جاتا ہے جب عضو کے ضائع ہونے سے اصل آدمی کا نقصان ہوا ہو،اور یہاں جنین کے مرنے سے ماں کا کوئی نقصان نہیں ہوا ہے،اور جو نقصان ہوگا،اس کا ضمان خود ماں کی دیت میں ہوگا،اس لئے جنین کی دیت کا حساب ماں کی قیمت سے نہیں ہوگی۔دوسری بات یہ ہے کہ یہ دیت جنین کا بدلہ ہے اس لئے جنین کی قیمت سے اس کا حساب لگایا جائے گا

ترجمه: ٣ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اس جنین کے مرنے سے ماں کو جتنا نقصان ہوا ہے وہ دے گا، جانور کی جنین پر قیاس کرتے ہوئے،اور اس کی وجہ یہ ہے کہ غلام کے قتل کرنے کا ضمان امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مال کی طرح ہے،ان شاءاللہ اس کو بعد میں ذکر کریں گے،اس لئے حضرت امام ابو یوسفؒ کے اصول پر یہ صحیح ہے

تشریح: حضرت امام ابو یوسفؒ کے یہاں ماں کی قیمت یا جنین کی قیمت سے دیت کا حساب نہیں لگایا جائے گا، بلکہ اگر جنین کے مرنے سے خود ماں کی قیمت میں کمی آئی ہے تو مارنے والا وہ ادا کرے گا،مثلا پہلے ماں کی قیمت دس ہزار درہم تھی،جنین مرکر باہر آیا تو ماں کی قیمت آٹھ ہزار ہوگئی تو مارنے والا یہ دو ہزار درہم باندی کے آقا کو ادا کرے گا

وجه: ان کے یہاں غلام یا باندی کو کوئی نقصان ہو تو اس کا حکم جانور کی طرح ہے،اور جانور میں یہ قاعدہ یہ ہے کہ مثلا بھینس کو لاٹھی ماری،اس کی وجہ سے مردہ بچہ باہر نکل آیا تو یہ دیکھا جائے گا کہ اس کی وجہ سے بھینس کی قیمت کتنی گھٹی،وہ قیمت مارنے والے پر لازم ہوگی، بچے کا ضمان لازم نہیں ہوتا ہے،اسی طرح یہاں بچہ باہر آنے کی وجہ سے باندی کی قیمت کتنی گھٹی وہ قیمت مارنے والے پر لازم ہوگی۔

(۷۷۰) قَالَ فَإِنۡ ضُرِبَتۡ فَأَعۡتَقَ الۡمَوۡلٰی مَا فِیۡ بَطۡنِهَا ثُمَّ أَلۡقَتۡهُ حَیًّا ثُمَّ مَاتَ فَفِیۡهِ قِیۡمَتُهٗ حَیًّا وَلَا تَجِبُ الدِّیَةُ وَإِنۡ مَاتَ بَعۡدَ الۡعِتۡقِ، ۱؎ لِأَنَّهٗ قَتَلَهٗ بِالضَّرۡبِ السَّابِقِ وَقَدۡ کَانَ فِیۡ حَالَةِ الرِّقِّ فَلِهٰذَا تَجِبُ الۡقِیۡمَةُ دُوۡنَ الدِّیَةِ وَتَجِبُ قِیۡمَتُهٗ حَیًّا، لِأَنَّهٗ صَارَ قَاتِلًا إِیَّاهُ وَهُوَ حَیٌّ فَنَظَرۡنَا إِلٰی حَالَتِی السَّبَبِ وَالتَّلَفِ، وَقِیۡلَ هٰذَا عِنۡدَهُمَا، ۲؎ وَعِنۡدَ مُحَمَّدٍ رَحۡمَةُ اللّٰهِ عَلَیۡهِ تَجِبُ قِیۡمَتُهٗ

ترجمہ: (۷۷۰) اگر کسی نے باندی کو مارا، اس کے بعد آقا نے جنین کو آزاد کر دیا، پھر باندی نے زندہ بچہ دیا لیکن بچہ فورا مر گیا، تو مارنے والے پر زندہ بچے کی قیمت لازم ہوگی (بچے کی دیت لازم نہیں ہوگی)

ترجمہ: ۱؎ اس کی وجہ یہ ہے کہ آزاد کرنے سے پہلے جو مارا ہے، بچہ اسی سے مرا ہے، اور اس مار کے وقت بچہ غلام تھا، یہی وجہ ہے کہ غلام کی قیمت واجب ہوئی، آزاد آدمی کی دیت لازم نہیں کی، اور زندہ غلام کی قیمت واجب ہوگی، اس لئے کہ مارنے والے نے زندہ غلام کو قتل کیا ہے، اس لئے ہم نے مارتے وقت کو دیکھا کہ وہ غلام ہے، اور مرتے وقت کو بھی دیکھا کہ وہ بچہ زندہ تھا (اسی وجہ سے مارتے وقت کا اعتبار کرتے ہوئے غلامیت کی قیمت لازم کی، دیت نہیں، اور مرتے وقت کے اعتبار سے زندہ آدمی کی قیمت لازم کی، کیونکہ پیٹ سے زندہ نکلا تھا) اور کہا گیا ہے کہ یہ شیخین کا قول ہے۔

اصول: مارتے وقت غلام تھا، اس لئے اس کی قیمت لازم ہوگی، آزاد آدمی کی دیت نہیں

اصول: مرتے وقت بچہ زندہ تھا اس لئے زندہ غلام کی قیمت لازم ہوگی

تشریح: کسی نے زید کی باندی کے پیٹ پر مکہ مارا، مارنے کے بعد زید آقا نے باندی کے پیٹ میں جو جنین تھا اس کو آزاد کر دیا، اس کے فورا بعد باندی نے جنین کو باہر پھینک دیا، جنین جب پیدا ہوا تو وہ زندہ تھا، لیکن مار کے صدمے سے وہ فورا مر گیا، اب یہاں مار کے وقت جنین غلام تھا، لیکن مرتے وقت وہ آزاد ہو چکا تھا، کیونکہ اس کے آقا نے اسے پیٹ میں ہی آزاد کر دیا، اب کس وقت کا اعتبار کریں، مار کے وقت کا یا موت کے وقت کا، اگر مار کے وقت کا اعتبار کریں تو غلام کی قیمت لازم ہوگی، اور موت کے وقت کا اعتبار کریں تو وہ اس وقت آزاد ہے اس لئے آزاد کی پوری دیت دس ہزار درہم لازم ہوگی۔

پس امام ابو حنیفہؒ نے مار کے وقت کا اعتبار کیا، کیونکہ اسی مار سے بچہ مرا ہے، اور اس وقت وہ غلام تھا، اس لئے اس کی دیت کے بجائے اس کی قیمت لازم ہوگی، اور یہ قیمت آقا کو ملے گی، کیونکہ اس وقت وہ اسی کا غلام تھا۔ اور چونکہ وہ زندہ رہنے کے بعد مار کے صدمے سے مرا ہے، اس لئے زندہ غلام کی جو قیمت ہوگی وہ لازم ہوگی

لغت: حالتی السبب، والتلف: سبب سے مراد موت کا سبب یعنی مار، اس وقت وہ غلام تھا۔ اور تلف: سے مراد ہے موت کے وقت کی حالت، اس وقت وہ زندہ تھا، اس لئے زندہ کی قیمت لازم ہوگی، جنین کی دیت بیسواں حصہ نہیں۔

ترجمہ: ۲؎ امام محمدؒ کے نزدیک جنین کو مارا ہو، اور اس کو نہ مارا ہو دونوں کی قیمت میں کتنا فرق پڑا ہے وہ فرق واجب ہوگا۔

مَا بَيْنَ كَوْنِهِ مَضْرُوْبًا إِلٰى كَوْنِهٖ غَيْرَ مَضْرُوْبٍ، لِأَنَّ الْإِعْتَاقَ قَاطِعٌ لِلسِّرَايَةِ عَلٰى مَا يَأْتِيْكَ مِنْ بَعْدُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

(۱۷۷) قَالَ وَلَا كَفَّارَةَ فِي الْجَنِيْنِ ١ وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ تَجِبُ، لِأَنَّهٗ نَفْسٌ مِنْ وَجْهٍ

اس لئے کہ مارنے کے بعد جو آقا نے آزاد کیا، اس آزاد کرنے نے مارنے کے اثر کو ختم کر دیا، اس کی بحث بعد میں (جنایۃ المملوک والجنایۃ علیہ، میں آئے گی)

اصول: امام محمدؒ کا اصول یہ ہے کہ، مارنے کے بعد جب آزاد کیا تو اس آزاد کرنے نے مارنے کے اثر کو ساقط کر دیا

تشریح: یہاں عبارت پیچیدہ ہے۔ امام محمدؒ کے نزدیک یہ کہ مثلا جنین کو جب نہیں مارا تھا تو اس کی قیمت دس ہزار درہم تھی، اور جب مارا تو اس کی قیمت آٹھ ہزار درہم رہ گئی، تو دو ہزار کی کمی آئی، بس یہ دو ہزار درہم مارنے والے پر لازم ہوگا

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ مارنے کے بعد جب آقا نے جنین کو آزاد کر دیا، تو اس گویا کہ اس جنین پر مارنے کا اثر نہیں رہا، کیونکہ آزاد کرنا پچھلے اثر کو ختم کر دیتا ہے، اس لئے پوری قیمت واجب نہیں ہوئی، بلکہ مارنے سے جو قیمت کم ہوئی ہے صرف وہی کمی واجب ہوئی

ترجمہ: (۱۷۷) جنین میں کفارہ نہیں ہے۔

تشریح: عورت کے پیٹ پر مارا اور عورت نے مردہ بچہ نکال ڈالا تو اس پر غلام یا باندی دیت تو ہے لیکن اس کے لئے غلام یا باندی آزاد کرنے کا کفارہ نہیں ہے۔

اصول: پوری جان کو قتل کیا تو کفارہ ہے، (غلام آزاد کرنا) جنین پوری جان نہیں ہے بلکہ پیٹ کے اندر ایک پوشیدہ جان ہے، اس لئے اس کے قتل سے کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

وجہ: (۱) آیت میں ہے کہ اچھے بھلے انسان کو مارے تب کفارہ ہے، اور یہ زندہ انسان نہیں ہے بلکہ پیٹ میں جنین ہے اس لئے اس کا کفارہ غلام کو آزاد کرنا نہیں ہوگا۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا (سورت النساء۴، آیت نمبر ۹۲) (۲) قتل خطاء سے کفارہ لازم ہوتا ہے، اور یہ قتل خطا نہیں ہے بلکہ قتل سبب ہے، یعنی ماں کو مارنے کی وجہ سے جنین مرا ہے۔ اور قتل سبب میں کفارہ نہیں ہے (۳) یہ بھی یقین نہیں ہے کہ مارنے ہی سے بچہ مرا ہے یا کسی اور وجہ سے مرا ہے۔ اس لئے قتل خطا کا یقین نہیں ہے اس لئے کفارہ بھی نہیں ہے (۴) اوپر کی احادیث میں دیت کا تذکرہ ہے کفارے کا تذکرہ نہیں ہے۔ اس لئے بھی کفارہ نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ١ امام شافعیؒ کے نزدیک جنین کا کفارہ واجب ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بھی ایک اعتبار سے جان ہے، اس لئے احتیاطا کفارہ لازم ہوگا

تشریح: واضح ہے

فَتَجِبُ الْكَفَّارَةُ احْتِيَاطًا، ۲؎ وَلَنَا أَنَّ الْكَفَّارَةَ فِيهَا مَعْنَى الْعُقُوبَةِ وَقَدْ عُرِفَتْ فِي النُّفُوسِ الْمُطْلَقَةِ فَلَا تَتَعَدَّاهَا وَلِهَذَا لَمْ يَجِبْ كُلُّ الْبَدَلِ ۳؎ قَالُوا إلَّا أَنْ يَشَاءَ ذَلِكَ، لِأَنَّهُ ارْتَكَبَ مَحْظُورًا فَإِذَا تَقَرَّبَ إلَى اللَّهِ كَانَ أَفْضَلَ لَهُ وَيَسْتَغْفِرُ مِمَّا صَنَعَ.

(۲۷۷) وَالْجَنِينُ الَّذِي قَدْ اسْتَبَانَ بَعْضُ خَلْقِهِ بِمَنْزِلَةِ الْجَنِينِ التَّامِّ فِي جَمِيعِ هَذِهِ الْأَحْكَامِ ۱؎ لِإِطْلَاقِ مَا رَوَيْنَا، وَلِأَنَّهُ وَلَدٌ فِي حَقِّ أُمُومِيَّةِ الْوَلَدِ وَانْقِضَاءِ الْعِدَّةِ وَالنِّفَاسِ وَغَيْرِ ذَلِكَ فَكَذَا

ترجمہ: ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ کفارے میں سزا کا معنی ہے اور آیت سے معلوم ہوا کہ اچھی بھلی جان ہو اس میں کفارہ ہے اس لئے اس سے تجاوز کر کے جنین میں کفارہ نہیں ہوگا، یہی وجہ ہے کہ جنین میں پوری دیت نہیں ہے (صرف دیت کا بیسواں حصہ غرہ لازم ہے)

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ کفارہ میں سزا کا معنی ہے، اور آیت میں جو سزا ہے وہ پوری جان کو قتل کرنے پر سزا ہے، اور جنین پوری جان نہیں ہے، وہ تو ماں کی پیٹ میں پوشیدہ جان ہے، اس لئے آیت کا کفارہ اس پر صادق نہیں آتا ہے، اور چونکہ پوری جان نہیں ہے، اسی وجہ سے پوری دیت کا بیسواں حصہ غرہ دیت میں لازم کیا ہے، جب دیت میں اتنی کمی آگئی ہے تو کفارہ کیسے لازم کریں؟

وجہ: اس حدیث میں دیکھیں کہ جنین کی موت پر صرف دیت کا ذکر ہے کفارے کا نہیں اس لئے ہم کفارہ لازم نہیں کریں گے۔أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: اقْتَتَلَتِ امْرَأَتَانِ مِنْ هُذَيْلٍ، فَرَمَتْ إِحْدَاهُمَا الأُخْرَى بِحَجَرٍ فَقَتَلَتْهَا وَمَا فِي بَطْنِهَا، فَاخْتَصَمُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «فَقَضَى أَنَّ دِيَةَ جَنِينِهَا غُرَّةٌ، عَبْدٌ أَوْ وَلِيدَةٌ، وَقَضَى أَنَّ دِيَةَ الْمَرْأَةِ عَلَى عَاقِلَتِهَا (بخاری شریف، باب جنین المرأۃ وان العقل علی الوالد الخ ص ۱۰۲۰ نمبر ۶۹۱۰ رمسلم شریف، باب دیۃ الجنین ووجوب الدیۃ فی قتل الخطاء ص ۶۲ نمبر ۱۶۸۱)

لغت: النفوس المطلقہ : وہ آدمی جو پیدا ہو چکا ہو، اور زندہ ہو، اس کو نفوس مطلقہ، کہتے ہیں۔فلا تتعداہ: یہ عدے سے مشتق ہے، تجاوز کرنا۔حد سے آگے بڑھنا۔

ترجمہ: ۳؎ علماء نے فرمایا ہے کہ اگر مارنے والا چاہے تو جنین کا کفارہ دے سکتا ہے، کیونکہ قتل جیسا محظور کام کیا ہے، اس لئے اللہ سے تقرب حاصل کرلے تو اس کے لئے بہتر ہے، اور جو کچھ کیا اس سے استغفار کرے

تشریح: تاہم مار کر قتل کرنے سے محظور کام کیا ہے اس لئے جنین کا کفارہ دے دے تو بہتر ہے

ترجمہ: (۲۷۷) جنین کے بعض اعضا ظاہر ہو چکے ہوں تو وہ دیت اور کفارے کے احکام میں پورے جنین کے درجے میں ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اس حدیث کی بنا پر جو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ جنین ام ولد بننے کے حق میں، اور عدت

فِیُ حَقِّ هٰذَا الْحُکُمِ، وَلِأَنَّ بِهٰذَا الْقَدُرِ یَتَمَیَّزُ عَنِ الْعَلَقَةِ وَالدَّمِ فَکَانَ نَفُسًا. وَاللّٰهُ أَعْلَمُ

پوری ہونے کے حق میں، اور نفاس ہونے کے حق میں اور اس کے علاوہ میں یہ پورا جنین ہے، اور اس وجہ سے کہ علقہ اور خون سے الگ ہو چکا ہے، اس لئے گویا کہ یہ پوری جان ہے

تشریح: حمل ٹھہر جانے کے بعد جنین کی تین حالتیں ہیں۔ ۱۔ حمل ٹھہرنے کے بعد چار ماہ تک یہ گوشت اور خون کا لوتھڑا رہتا ہے، اس کا ہاتھ پاؤں بنا نہیں ہوتا، اور ہاتھ پاؤں کا پتہ نہیں چلتا ہے، اس جنین کے مارنے سے دیت لازم نہیں ہوگی، کیونکہ یہ ابھی انسان نہیں بنا ہے گوشت اور خون کا لوتھڑا ہے۔ ۲۔ چار ماہ کے بعد اس کو دیکھیں گے تو ہاتھ، پاؤں کا کچھ حصہ بن چکا ہوتا ہے، یعنی پتہ چلتا ہے کہ یہ ہاتھ ہے، یہ پاؤں ہے، اس میں روح پھونکی جا چکی ہے، اس جنین کا حکم پورے جنین کی طرح ہے، کیونکہ یہ جنین ماں کے پیٹ سے باہر نکل جائے تو اگر وہ باندی ہے تو آقا کی ام ولد بن جائے گی، کیونکہ گویا کہ باندی کو آقا کا بچہ پیدا ہو گیا۔ اگر عورت عدت گزار رہی تھی تو اس کی عدت پوری ہو جائے گی، کیونکہ گویا کہ اس نے بچہ جن دیا۔ اس جنین کے باہر نکلنے کے بعد عورت کو جو خون آئے گا، وہ نفاس کا خون ہوگا، استحاضہ کا خون نہیں ہوگا، جب ان تمام احکام میں یہ چار ماہ کا جنین پورے جنین کی طرح ہے تو قتل خطا میں اس جنین کا حکم پورے سات ماہ کے جنین کی طرح ہوگا۔ ۳۔ حمل کے سات ماہ کے بعد جنین کے ہاتھ پاؤں کافی حد تک بن چکے ہوتے ہیں، اور نو ماہ کے بعد تو مکمل انسان بن چکا ہوتا ہے اور بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔

وجہ: اس حدیث میں انسان کے اعضا بننے کے مراحل کا ذکر ہے، اس میں ہے کہ چالیس دن تک منی رہتی ہے، پھر چالیس دن کے بعد علقہ بنتا ہے، پھر تیسرے چالیس دن میں مضغہ بنتا ہے، اور مضغہ بننے کے بعد روح پھونکی جاتی ہے، جس مطلب یہ ہوا کہ حمل ٹھہرنے کے ۱۲۰ دن یعنی چار ماہ کے بعد روح پھونکی جاتی ہے، اس چار ماہ کے بعد جو جنین ہوگا اس کا حکم نو ماہ کے جنین کا حکم ہے، حدیث یہ ہے۔ حَدَّثَنَا عَبُدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصُدُوقُ، »إِنَّ أَحَدَکُمُ یُجُمَعُ فِی بَطُنِ أُمِّهِ أَرُبَعِینَ یَوُمًا، ثُمَّ یَکُونُ عَلَقَةً مِثُلَ ذَلِکَ، ثُمَّ یَکُونُ مُضُغَةً مِثُلَ ذَلِکَ، ثُمَّ یَبُعَثُ اللّٰهُ إِلَیْهِ مَلَکًا بِأَرُبَعِ کَلِمَاتٍ، فَیُکُتَبُ عَمَلُهُ، وَأَجَلُهُ، وَرِزُقُهُ، وَشَقِیٌّ أَوُ سَعِیدٌ، ثُمَّ یُنُفَخُ فِیهِ الرُّوحُ، (بخاری شریف، باب خلق آدم صلوات اللہ علیہ وذریتہ، نمبر ۳۳۳۲)

واللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ مَا يُحْدِثُهُ الرَّجُلُ فِي الطَّرِيقِ

(۳۷۷) قَالَ وَمَنْ أَخْرَجَ إِلَى الطَّرِيقِ الْأَعْظَمِ كَنِيفًا أَوْ مِيزَابًا أَوْ جُرْصُنًا أَوْ بَنَى دُكَّانًا فَلِرَجُلٍ مِنْ عَرْضِ النَّاسِ أَنْ يَنْزِعَهُ، ل لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ صَاحِبُ حَقٍّ بِالْمُرُورِ بِنَفْسِهِ وَبِدَوَابِّهِ فَكَانَ لَهُ حَقُّ النَّقْضِ كَمَا فِي الْمِلْكِ الْمُشْتَرَكِ فَإِنَّ لِكُلِّ وَاحِدٍ حَقَّ النَّقْضِ لَوْ أَحْدَثَ غَيْرُهُمْ فِيهِ شَيْئًا فَكَذَا

باب ما يحدث الرجل فی الطريق

ترجمه: (۳۷۷) کسی نے چوڑے راستے پر بیت الخلاء یا پرنالہ یا جرصن نکالا یا چبوترہ بنایا تو انسان میں سے کسی کو بھی حق حاصل ہے کہ اس کو دور کرے

ترجمه: ل اس لئے کہ ہر آدمی کو وہاں سے گزرنے کا حق ہے، اور جانور لے کر جانے کا بھی حق ہے، تو اس کو توڑنے کا بھی حق ہوگا، جیسے مشترک مال ہو تو شریک میں سے ہر ایک کو یہ حق ہے کہ اس کو توڑ دے اگر دوسرے شریک نے کوئی چیز بنائی ہے، اسی طرح مشترک حق میں بھی ہر ایک کو حق ہے کہ اس کو توڑ دے

اصول: یہاں اصول یہ ہے کہ ایک چیز میں آپ کو استعمال کرنے کا تھوڑا سا حق تو ہے لیکن آپ کی پوری ملکیت نہیں ہے، اس میں بغیر اجازت کے کوئی اپنی چیز بنائی، جس سے دوسرے کو نقصان ہوتا ہو تو دوسروں کو یہ حق ہے کہ اس کو توڑ دے

تشریح: راستے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ا۔ ایک چھوٹی گلی میں چھوٹا سا راستہ، اس کا حکم آگے آ رہا ہے۔ دوسرا ہے چوڑا راستہ، سڑک۔ اب کسی نے چوڑے راستے پر بیت الخلاء یا پرنالہ یا جرصن یا چبوترہ بنا لیا تو چونکہ یہ راستہ چوڑا ہے اس لئے اس میں سبھی کو گزرنے کا حق ہے، خود اس بنانے والے کو بھی گزرنے کا حق ہے، اس لئے اگر بغیر اجازت کے بنا لیا تو اگر کسی کو یہاں سے گزرنے میں واقعی کوئی تکلیف ہوتی ہو تو اس کو یہ حق ہے کہ اس بنی ہوئی چیز کو توڑ دے، اس پر توڑنے کا کوئی ضمان لازم نہیں ہو گا، اور اگر کوئی تکلیف نہیں ہوتی ہے تو اس کو نہیں توڑنا چاہئے، کیونکہ خود گزرنے والے کا بھی اس میں حق ہے

وجه: (۱) دوسرے کو یہ حق ہے کہ اس راستے سے خود گزرے، اور اپنے جانور کو بھی لیکر گزرے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس راستے میں دوسروں کا بھی حق ہے، اس لئے اپنی چیز کی حفاظت کے لئے اس بیت الخلاء وغیرہ کو توڑ سکتا ہے۔ (۲) جیسے زید اور عمر کے درمیان مشترک زمین ہو اور عمر نے زید کی اجازت کے بغیر اپنا چبوترہ بنا لیا تو زید کو یہ چبوترہ توڑ دینے کا حق ہے، کیونکہ عمر نے دوسرے کی زمین استعمال کی ہے، اسی طرح یہاں راستے میں بھی دوسرے کو توڑ دینے کا حق ہوگا۔ (۳) حدیث میں ہے کہ کسی کو نقصان دینا جائز نہیں ہے۔ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، »أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَضَى أَنْ لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ (ابن ماجہ شریف، باب من بنی فی حقہ مایضر، نمبر ۲۳۴۰) (۴) اس حدیث میں ہے کہ کوئی نقصان ہوا تو بنانے والا ضامن ہوگا، اس سے یہ قاعدہ بھی نکلتا ہے دوسرے کو توڑنے کا حق ہوگا۔ عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

فِيْ حَقِّ الْمُشْتَرَکِ.

(۴۷۷) قَالَ وَيَسَعُ لِلَّذِيْ عَمِلَهُ أَنْ يَنْتَفِعَ بِهِ مَا لَمْ يَضُرَّ بِالْمُسْلِمِيْنَ، لِ لِأَنَّ لَهُ حَقُّ الْمُرُوْرِ، وَلَا ضَرَرَ فِيْهِ، فَيُلْحَقُ مَا فِيْ مَعْنَاهُ بِهِ، إِذِ الْمَانِعُ مُتَعَنِّتٌ فَإِذَا أَضَرَّ بِالْمُسْلِمِيْنَ كُرِهَ لَهُ ذٰلِکَ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ فِي الْإِسْلَامِ.

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: » مَنْ أَخْرَجَ مِنْ حَدِّهِ شَيْئًا،فَأَصَابَ إِنْسَانًا فَهُوَ لَهُ ضَامِنٌ«(مصنف عبدالرزاق،باب الجدر المائل والطريق،ج۱۰،ص۴۷،نمبر۱۸۴۰۷)(۵)۔عن علی قال من اخرج حجرا او مرة او مرزابا او زاد فی ساحته ما لیس له فهو ضامن (مصنف ابن ابی شیبة ۱۹۱ الرجل یخرج من حده شیئا فیصیب انسانا ج خامس،ص ۳۹۸،نمبر۲۷۳۴۴رمصنف عبدالرزاق،باب الجدار المائل والطریق ج عاشر ص ۲۷ نمبر ۱۸۴۰۰)

لغت: کنیف:بیت الخلاء۔میزاب:پرنالہ،چھت کے اوپر نالہ جس سے چھت کا پانی زمین پر گرتا ہو۔جرصن:غیر عربی لفظ ہے،جس کے کئی معنی ہیں۔دیوار میں پانی جانے کا نالہ،یا چھت سے باہر نکلی ہوئی لکڑی۔دکانا:چبوترہ۔ینزعہ:نزع سے مشتق ہے،نکال دے۔

ترجمه: (۴۷۷)جس نے بیت الخلاء وغیرہ راستے میں بنایا ہے اس کے لئے گنجائش ہے کہ اس سے نفع اٹھائے،شرط یہ ہے کہ اس بیت الخلاء سے عام لوگوں کو تکلیف نہ ہوتی ہو

ترجمه: لِ اس لئے کہ اس آدمی کو بھی اس راستے پر گزرنے کا حق ہے،اور دوسرے کو کوئی نقصان نہیں ہے،تو یہ بیت الخلاء بنانا بھی راستے پر گزرنے کے معنی میں ہو گیا(یعنی اس کو گزرنے کا حق ہے تو بیت الخلاء بنانے کا بھی حق ہے)اس لئے کہ روکنے والا متعنت ہے،،ہاں مسلمانوں کو نقصان دیتا ہو تو اب بیت الخلاء بنانا مکروہ ہے،کیونکہ حضورؐ نے فرمایا،لاضرر ولاضرار فی الاسلام

تشریح: جس نے راستے میں بیت الخلاء وغیرہ بنا دیا تو اس کو یہ حق ہے کہ اس کو استعمال بھی کرے،شرط یہ ہے کہ اس سے کسی کو تکلیف نہ ہوتی ہو،ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بڑا راستہ،سڑک بہت چوڑی ہوتی ہے،دوسروں کو گزرنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی ہے،اس لئے عام طور لوگ بیت الخلاء وغیرہ سڑک پر بنا لیتے ہیں اور اس سے فائدہ بھی اٹھاتے ہیں

وجه: (۱)جب اس کو اس راستے سے گزرنے کا حق ہے،تو یہ سب بنانا بھی گزرنے کی طرح ہے،اس لئے ان سب سے فائدہ اٹھانے کی بھی گنجائش ہے،کیونکہ اس سے روکنا ایک قسم کا تعنت ہے (۲)ہاں نقصان ہوتا ہو تو پھر مکروہ ہے،کیونکہ حضورؐ نے فرمایا کہ کسی سے نقصان بھی نہ اٹھاو،اور کسی کو نقصان بھی نہ دو۔صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، »أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَضَى أَنْ لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ (ابن ماجہ شریف،باب من بنی فی حقہ مایضر،نمبر۲۳۴۰)(۶)

لغت: عنت:کا ترجمہ ہے دشواری میں پڑنا،جس چیز میں نہ اس کا نقصان ہو اور نہ کسی اور کا نقصان ہو،اس کے نہ کرنے دینے پر اڑا رہے اس کو متعنت،کہتے ہیں

(۷۷۵) قَالَ وَلَيسَ لِأَحدٍ مِنْ أَهلِ الدَّرْبِ الَّذِىْ لَيسَ بِنَافِذٍ أَنْ يَّشْرَعَ كَنِيفًا وَلَا مِيزَابًا إِلَّا بِإِذْنِهِمْ
لِ لِأَنَّهَا مَمْلُوْكَةٌ لَهُمْ، وَلِهٰذَا وَجَبَتِ الشُّفْعَةُ لَهُمْ عَلٰى كُلِّ حَالٍ فَلَا يَجُوْزُ التَّصَرُّفُ أَضَرَّ بِهِمْ أَوْ لَمْ يُضِرَّ إِلَّا بِإِذْنِهِمْ، ٢ وَفِى الطَّرِيْقِ النَّافِذِ لَهُ التَّصَرُّفُ إِلَّا إِذَا أَضَرَّ، لِأَنَّهُ يَتَعَذَّرُ الْوُصُوْلُ إِلٰى إِذْنِ الْكُلِّ فَجَعَلَ فِىْ حَقِّ كُلِّ وَاحِدٍ كَأَنَّهُ هُوَ الْمَالِكُ وَحْدَهُ حُكْمًا كَىْ لَا يَتَعَطَّلُ عَلَيْهِ طَرِيْقُ الْاِنْتِفَاعِ، وَلَا كَذٰلِكَ غَيْرُ النَّافِذِ، لِأَنَّ الْوُصُوْلَ إِلٰى إِرْضَائِهِمْ مُمْكِنٌ فَبَقِىَ عَلَى الشِّرْكَةِ حَقِيْقَةً وَحُكْمًا.

ترجمہ:(۷۷۵)ایسی گلی جو بند ہے اس گلی والوں کو یہ حق نہیں ہے کہ بیت الخلاء، یا پرنالہ بنائے مگر محلّہ والوں کی اجازت سے

ترجمہ: ل اس لئے کہ یہ گلی محلّہ والوں کی ملکیت ہے، یہی وجہ ہے کہ ان سب کو ہر حال میں شفعہ کا حق ہوتا ہے، اس لئے اہل محلّہ کو نقصان دے یا نہ دے ہر حال میں ان کی اجازت کے بغیر بیت الخلاء وغیرہ نہیں بنا سکتے ہیں

تشریح: ایسا چھوٹا سا راستہ ہے جو آگے سے بند ہے تو اس راستے میں اس راستے میں رہنے والے آدمیوں کی اجازت کے بغیر اپنا بیت الخلاء وغیرہ نہیں بنا سکتا ہے

وجہ: (۱)اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بڑا راستہ نہیں ہے، اس لئے گویا کہ یہ راستہ سب کا مشترک ہے، اور مشترک چیز کا قاعدہ یہ ہے کہ سب کی اجازت سے بنا سکتا ہے ورنہ نہیں، اس لئے یہ بیت الخلاء اہل محلّہ کو نقصان دے یا نہ دے ہر حال میں سب کی اجازت کے بغیر بیت الخلاء نہیں بنا سکتا ہے

لغت: الدرب: گلی کا کشادہ دروازہ، پھاٹک، راستہ

ترجمہ: ٢ اور جو کھلا ہوا راستہ ہے تو اس میں بیت الخلاء بنانے والے کو بھی تصرف کرنے کا حق ہے، مگر یہ کہ کسی کو اس سے نقصان ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام کے پاس اجازت کے لئے پہنچنا مشکل ہے، اس لئے ہر ایک کے لئے یہ کر دیا کہ وہ خود مالک ہیں، تا کہ اس پر نفع اٹھانے کا طریقہ معطل نہ ہو، اور جو بند گلی ہے اس میں ہر ایک کو راضی کے لئے پہنچنا ممکن ہے اس لئے بند گلی حقیقت میں شرکت پر باقی رہی، اور حکما بھی شرکت پر باقی رہی ہے

تشریح: جو کھلا ہوا راستہ ہے اس میں پورے شہر کے لوگ آتے جاتے ہیں، اب ان سب کے پاس راضی کرنے کے لئے پہنچنا ناممکن ہے، اس لئے یوں کہہ دیا کہ گویا کہ بیت الخلاء بنانے والا خود اس گلی کا مالک ہے، اس لئے دوسروں سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے، ہاں دوسروں کو نقصان ہو تو اب بنانا مکروہ ہے۔ اور چھوٹی گلی جو آگے سے بند ہے اس میں قریب قریب کے لوگ ہی رہتے ہیں ان سب کے پاس راضی کے لئے پہنچنا ممکن ہے، اس لئے یوں کہہ دیا کہ اس گلی میں سب شریک ہیں، اور سب کی اجازت کے بغیر نہیں بنا سکتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ چھوٹی گلی ہے اس میں بیت الخلاء بنائے گا تو دوسروں کے لئے چلنے کا راستہ نہیں رہے گا، اس لئے اس میں اپنی چیز بنانا جائز نہیں ہے

اصول: چھوٹی گلی سب کی مشترک ہے۔ اور بڑا سڑک گویا کہ خود بنانے والے کی ملکیت ہے۔

(۶۷۷) قَالَ وَإِذَا أَشْرَعَ فِي الطَّرِيْقِ رَوْشَنًا أَوْ مِيزَابًا أَوْ نَحْوَهُ فَسَقَطَ عَلٰى إِنْسَانٍ فَعَطَبَ فَالدِّيَةُ عَلٰى عَاقِلَتِهِ، ۱ لِأَنَّهُ مُسَبِّبٌ لِتَلَفِهِ مُتَعَدٍّ بِشُغْلِهِ هَوَاءَ الطَّرِيْقِ، وَهٰذَا مِنْ أَسْبَابِ الضَّمَانِ، وَهُوَ الْأَصْلُ، ۲ وَكَذٰلِكَ إِذَا سَقَطَ شَيْءٌ مِمَّا ذَكَرْنَا فِيْ أَوَّلِ الْبَابِ،

ترجمہ: (۶۷۷) اگر راستے کی طرف جنگلہ نکالا یا پرنالا نکالا اور وہ گر گیا کسی آدمی پر اور ہلاک ہو گیا تو دیت اس کے عاقلہ پر ہے۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ وہ اس کے تلف ہونے کا سبب ہے، اس لئے کہ اس نے راستے کی فضا کو مشغول کیا، اور یہ مشغول کرنا ضمان کا سبب ہے، یہی قاعدہ ہے

تشریح: راستے کی طرف روشن دان نکالا یا پرنالہ نکالا وہ کسی انسان پر گر گیا اور وہ مر گیا تو یہ بھی قتل سبب ہے۔ کیونکہ براہ راست نہیں مارا بلکہ ایک سبب اختیار کیا جس سے انسان مر گیا اس لئے قتل خطا کی طرح اس کی دیت اس کے عاقلہ پر ہوگی۔

وجہ: (۱) روشن دان گرنے کی وجہ سے جو قتل ہوا ہے یہ قتل خطا ہے، اس لئے اس کی دیت اس کے عاقلہ پر ہوگی، اس کے لئے قول تابعی یہ ہے۔ عَنْ قَتَادَةَ فِي رَجُلٍ قَتَلَ رَجُلًا خَطَأً، ثُمَّ قَتَلَ آخَرَ عَمْدًا قَالَ: »قُتِلَ، ثُمَّ تَكُونُ دِيَةُ الْخَطَأِ عَلَى عَاقِلَتِهِ (مصنف عبد الرزاق، باب الرجل يقتل عمدا ثم يقتل خطا، ج ۹، ص ۴۱۶، نمبر ۱۷۸۳۸) (۲)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ قُتِلَ فِي عِمِّيًّا أَوْ رِمِّيًّا بِحَجَرٍ أَوْ عَصًا: فَإِنَّ دِيَتَهُ مُغَلَّظَةٌ عَلَى عاقلتِهِ، وَمَنْ قُتِلَ بِيَدِهِ فَهُوَ قَوَدُ يَدِهِ (طبرانی کبیر، طاوس عن ابن عباس، جلد ۱۱، ص ۵۲، نمبر ۱۱۰۱۷) اس حدیث میں ہے کہ قتل خطا کی دیت عاقلہ پر ہے، (۲) دوسرے اثر میں ہے۔ عن علی قال من اخرج حجرا او مرة او مرزابا او زاد فی ساحته ما لیس له فهو ضامن (مصنف ابن ابی شیبة ۱۹۱ الرجل یخرج من حده شیئا فیصیب انسانا ج خامس، ص ۳۹۸، نمبر ۲۷۳۴۴ / مصنف عبد الرزاق، باب الجدار المائل والطریق ج عاشر ص ۷۲ نمبر ۱۸۴۰۰) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ اپنی زمین میں بھی ایسی زیادتی کی جو اس کو نہیں کرنی چاہئے اور اس سے آدمی ہلاک ہوا تو اس کو دیت دینی ہوگی۔ یہاں تو دوسرے کے راستے میں روشن دان نکالا ہے اور وہ گرا ہے تو بدرجہ اولی اس کی دیت دینی ہوگی

لغت: میزاب: پرنالہ، عطب: ہلاک ہوا، تھک گیا۔

ترجمہ: ۲ ایسے اوپر جو گزرا وہ گر گیا تب بھی اس کے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی

تشریح: اوپر گزرا تھا کہ کنیف، میزاب، جرصن، دکان، راستے میں بنایا ہو، تو یہ چیزیں بھی کسی پر گریں اور آدمی مرا تو یہ بھی قتل سبب، اور قتل خطا ہے اس لئے اس کی دیت بھی بنانے والے کے عاقلہ پر ہوگی

(۷۷۷) وَكَذَا إِذَا تَعَثَّرَ بِنَقْضِهِ إِنسَانٌ أَوْ عَطِبَتْ بِهِ دَابَّةٌ، وَإِنْ عَثَرَ بِذٰلِكَ رَجُلٌ فَوَقَعَ عَلٰى اٰخَرَ فَمَاتَ فَالضَّمَانُ عَلَى الَّذِي أَحْدَثَهُ فِيهِمَا، ١ لِأَنَّهُ يَصِيرُ كَالدَّافِعِ إِيَّاهُ عَلَيْهِ.

(۷۷۸) وَإِنْ سَقَطَ الْمِيزَابُ نُظِرَ فَإِنْ أَصَابَ مَا كَانَ مِنْهُ فِي الْحَائِطِ رَجُلًا فَقَتَلَهُ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ، لِأَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَدٍّ فِيهِ لِمَا أَنَّهُ وَضَعَهُ فِي مِلْكِهِ، وَإِنْ أَصَابَهُ مَا كَانَ خَارِجًا مِنَ الْحَائِطِ فَالضَّمَانُ عَلَى

ترجمه: (۷۷۷) اور ایسے ہی جو روشن دان سے ٹوٹ کر گرا تھا اس پر پاوں پڑنے سے کوئی گر گیا، یا چوپایہ ہلاک ہو گیا (تو اس کی دیت عاقلہ پر ہوگی) اور اگر ایک آدمی ٹوٹن سے پھسلا، اور وہ دوسرے مرد پر جا گرا اور دونوں مر گئے، تو جس نے روشن دان بنایا تھا اس پر دونوں کا ضمان ہوگا

ترجمه: ١ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسا ہو گیا کہ روشن دان والے نے ایک کو دوسرے پر دھکا دیا ہو

اصول: جس کے سبب سے مرا ہو اس سبب والے پر دیت واجب ہوتی ہے

تشریح: یہاں تین صورتیں ہیں۔ زید نے اپنی دیوار سے باہر روشن دان بنائی، اس روشن دان سے کوئی اینٹ وغیرہ چیز راستے پر گری، جس کو نقض اور ٹوٹن، کہتے ہیں، اس پر سے ایک آدمی گزر رہا تھا، وہ پھسل کر گر گیا اور مر گیا، دوسری صورت یہ ہے کہ جانور اس سے پھسل کر گر گیا اور مر گیا۔ اور تیسری صورت یہ ہے کہ ایک آدمی پھسلا، اور دوسرے آدمی پر جا گرا، اور دونوں مر گئے، تو ان صورتوں میں مرنے کا سبب ٹوٹن ہے جس کو زید نے راستے میں بلا وجہ بنایا تھا اس لئے ان سب کا ضمان بنانے والے زید کے عاقلہ پر ہوگا

وجه: (۱) ایک آدمی پھسل کر دوسرے پر گرا تو دوسرے کی دیت اس لئے لازم ہوئی کہ پہلے کے گرنے کا سبب پھسلنا ہے، اور وہ پھسلا ہے ٹوٹن کی وجہ سے، اس لئے ایسا مانا جائے گا، کہ ٹوٹن والے نے ایک کو دوسرے پر دھکا دیا، چونکہ ٹوٹن والے نے گویا کہ دھکا دیا ہے اس لئے اس پر اس کی دیت لازم ہوگی (۲) اس قول صحابی میں ہے کہ کسی نے کوئی چیز اپنی زمین سے باہر بنائی اور اس سے کوئی مرا تو اس کا ضمان بنانے والے پر ہوگا۔ عن علی قال من اخرج حجرا او مرة او مرزابا او زاد فی ساحته ما لیس له فهو ضامن (مصنف ابن ابی شیبة ۱۹۱ الرجل یخرج من حده شیئا فیصیب انسانا ج خامس، ص ۳۹۸، نمبر ۲۷۳۴۴ / مصنف عبد الرزاق، باب الجدار المائل والطریق ج عاشر ص ۲۷ نمبر ۱۸۴۰۰)

لغت: عثر: پھسل گیا، گر گیا۔ نقض: اینٹ وغیرہ وہ چیز جو ٹوٹ کر نیچے گر جائے۔ عطب: ہلاک ہو جائے۔ دابۃ: چوپایہ۔ الدافع: دفع سے مشتق ہے، دھکا دینے والا۔ احدث: نیا بنایا، پیدا کیا۔

ترجمه: (۷۷۸) اور اگر پرنالہ کسی آدمی پر گر گیا، اس سے آدمی مرا، تو یہ دیکھا جائے گا، پس دیوار کے ساتھ لگا ہوا پرنالہ گرا ہے اور اس سے آدمی مرا ہے تو پرنالہ والے پر ضمان نہیں ہے (اس لئے کہ یہ تعدی کرنے والا نہیں ہے، اس لئے کہ اپنی ملکیت

الَّذِیۡ وَضَعَهٗ ‌ۡ ل لِكَوۡنِهٖ مُتَعَدِّيًا فِيۡهِ، وَلَا ضَرُوۡرَةَ، لِأَنَّهٗ يُمۡكِنُهٗ أَنۡ يَرۡكَبَهٗ فِي الۡحَائِطِ، ٢ وَلَا كَفَارَةَ عَلَيۡهِ وَلَا يَحۡرُمُ عَنِ الۡمِيۡرَاثِ، لِأَنَّهٗ لَيۡسَ بِقَاتِلٍ حَقِيۡقَةً.

(۷۷۹) وَلَوۡ صَابَهُ الطَّرَفَانِ جَمِيۡعًا وَعُلِمَ ذٰلِكَ وَجَبَ النِّصۡفُ وَهَدَرَ النِّصۡفُ كَمَا إِذَا جَرَحَهٗ

میں پرنالہ بنایا ہے)،اور اگر پرنالہ کا جو حصہ دیوار سے باہر تھا وہ گرا ہے اور آدمی مرا ہے تو پرنالہ بنانے والے پر ضمان ہے

ترجمہ: ل اس لئے کہ راستے پر پرنالہ بنا کر تعدی کرنے والا ہے، اور اس کی کوئی ضرورت بھی نہیں تھی، کیونکہ اس کے لئے یہ ممکن تھا کہ اپنی دیوار میں بناتا

اصول: یہاں اصول یہ ہے کہ اپنی ملکیت میں کوئی چیز بنائی، اور اس سے کوئی ہلاک ہوا تو ضمان نہیں ہے

اصول: راستے پر لٹکا کر کوئی چیز بنائی اور اس سے آدمی مرا تو اس کا ضمان لازم ہوگا، کیونکہ یہ تعدی ہے

تشریح: اوپر والا مسئلہ یہ تھا کہ نیچے گری ہوئی ٹوٹن تھی اس پر سے پھسل کر آدمی مرا ہے۔ اور ابھی مسئلہ یہ ہے کہ چھت کے اوپر لٹکا ہوا پرنالہ ہے وہ کسی آدمی کے سر پر گرا اور اس سے آدمی مرا ہے، تو یہاں دو صورتیں ہیں۔ اگر پرنالہ کا وہ حصہ گرا جو دیوار کے ساتھ ہے تو ضمان لازم نہیں ہوگا، کیونکہ اس نے اپنی دیوار میں پرنالہ لگایا ہے، اس لئے اس نے کسی پر زیادتی، اور تعدی نہیں کی ہے، اس لئے ضمان لازم نہیں ہوگا۔ اور اگر پرنالہ کا وہ حصہ گرا جو راستے پر لٹکا ہوا تھا، تو یہ تعدی ہے، دوسرے کی زمین میں کیوں لٹکایا، اس لئے آدمی کا ضمان لازم ہوگا۔

وجہ: اس قول تابعی میں ہے کہ جو تعدی کرے اس پر ضمان لازم ہے۔ عَنۡ أَيُّوبَ، عَنۡ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ: الضَّمَانُ عَلَى مَنۡ تَعَدَّى (مصنف عبد الرزاق، باب الضمان المقارض اذا تعدی، نمبر ۱۵۱۱۰)

ترجمہ: ٢ اور نہ اس پر کفارہ ہوگا اور وراثت سے محروم نہیں ہوگا، اس لئے کہ یہ حقیقت میں قاتل نہیں ہے، بلکہ صرف حکما قاتل ہے

وجہ: اوپر کی تمام صورتوں میں حکما قتل خطا ہے حقیقت میں قتل خطا نہیں ہے اس لئے یہ نہ مقتول کی میراث سے محروم ہوگا، اور نہ اس پر کفارہ لازم ہوگا

ترجمہ: (۷۷۹) اور اگر روشن دان کے دونوں طرف گرے (اور آدمی مرا) اور یہ معلوم بھی ہوگیا تو آدھی دیت لازم ہو گی، اور آدھی دیت معاف ہوگی، جیسے ایک آدمی کو پھاڑ کھانے والے جانور نے زخمی کیا، اور انسان نے بھی زخمی کیا، اور دونوں سے مرا (تو آدھی دیت لازم ہوتی ہے) اور اگر یہ ہی نہیں پتہ ہو کہ روشن دان کے کس کنارے سے مرا ہے تو بھی آدھی دیت لازم ہوگی دونوں حالتوں کی رعایت کرتے ہوئے

اصول: یہاں اصول یہ ہے کہ جس سے دیت لازم ہوتی ہو وہ بھی لگا ہے، اور جس سے دیت لازم نہیں ہوتی ہو وہ بھی لگا ہے

سَبُعٌ وَإِنسَانٌ، وَلَوْ لَمْ يُعْلَمْ أَيَّ طَرَفٍ أَصَابَهُ يَضْمَنُ النِّصْفَ لے اِعْتِبَارًا لِلْأَحْوَالِ.

(۷۸۰) وَلَوْ أَشْرَعَ جَنَاحًا إِلَى الطَّرِيْقِ ثُمَّ بَاعَ الدَّارَ فَأَصَابَ الْجَنَاحُ رَجُلًا فَقَتَلَهُ أَوْ وَضَعَ خَشْبَةً فِي الطَّرِيْقِ ثُمَّ بَاعَ الْخَشْبَةَ وَبَرِئَ إِلَيْهِ مِنْهَا فَتَرَكَهَا الْمُشْتَرِيُ حَتّٰى عَطَبَ بِهَا إِنْسَانٌ فَالضَّمَانُ عَلَى الْبَائِعِ، لے لِأَنَّ فِعْلَهُ وَهُوَ الْوَضْعُ لَمْ يَنْفَسِخْ بِزَوَالِ مِلْكِهِ وَهُوَ الْمُوْجِبُ.

(۷۸۱) وَلَوْ وَضَعَ فِي الطَّرِيْقِ جَمْرًا فَأَحْرَقَ شَيْئًا يَضْمَنُهُ، لِأَنَّهُ مُتَعَدٍّ فِيْهِ، وَلَوْ حَرَّكَتْهُ الرِّيْحُ إِلٰى مَوْضِعٍ اٰخَرَ ثُمَّ أَحْرَقَ شَيْئًا لَمْ يَضْمَنْهُ لے لِفَسْخِ الرِّيْحِ فِعْلَهُ، وَقِيْلَ إِذَا كَانَ الْيَوْمُ رِيْحًا يَضْمَنُهُ، لِأَنَّهُ

تو دونوں کی رعایت کرتے ہوئے آدھی دیت لازم ہوگی

تشریح: پتہ نہ ہو کہ روشن دان کے کس کنارے سے مرا ہے، پس اگر دیوار والے کنارے سے مرتا تو کچھ بھی لازم نہیں ہوتا اور باہر والے کنارے سے مرتا تو پوری دیت لازم ہوتی، لیکن یہاں پتہ نہیں ہے، اس لئے دونوں حالتوں کی رعایت کرتے ہوئے آدھی دیت لازم ہوگی

ترجمہ: (۷۸۰) اگر کسی نے راستے میں روشن دان کا کنارہ نکالا، پھر گھر بیچ دیا، اب یہ کنارہ کسی آدمی کو لگا اور وہ مر گیا یا چھجے کی لکڑی راستے میں نکالا پھر لکڑی کو بیچ دیا، اس کے نقصان سے بری ہونے کی بھی شرط لگا دی، اور خریدنے والے نے اس لکڑی کو ویسے ہی چھوڑے رکھا، یہاں تک کہ اس سے انسان مر گیا تو اس کا ضمان بیچنے والے پر ہوگا

ترجمہ: لے اس لئے کہ لکڑی باہر نکال کر رکھنا اسی کا کام تھا، اور بائع کی ملکیت کے زائل ہونے سے جرم ختم نہیں ہوا ہے، اور وہی باہر نکالنا آدمی کے مرنے کا سبب ہے (اس لئے بائع پر ہی دیت لازم ہوگی)

اصول: کوئی جرم کیا، اور اس سے بری ہونے کی شرط بھی لگا دی ہو تب بھی اس سے بری نہیں ہوگا

تشریح: واضح ہے

لغت: جناح: کنارہ۔ الخشبۃ: لکڑی، یہاں مراد ہے چھجہ کی باہر نکلی ہوئی لکڑی۔ عطب: ہلاک ہوگیا

ترجمہ: (۷۸۱) اگر راستے میں انگارہ رکھا جس کی وجہ سے کوئی چیز جل گئی تو رکھنے والا اس کا ضامن ہوگا اس لئے کہ اس کی زیادتی ہے، اور اگر ہوا چلی جس نے انگارے کو اڑا کر لے گئی پھر وہاں چیز جلی تو انگارا رکھنے والا ضامن نہیں ہوگا

ترجمہ: لے اس لئے کہ ہوا نے گویا کہ انگارا رکھنے والے کے کام کو فسخ کر دیا۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اگر ہوا تیز چل رہی تھی اور اس نے انگارا رکھا تو ضامن ہوگا، اس لئے کہ اس نے انجام کو جان کر انگارا رکھا ہے، اور اس کے انگارا رکھنے سے جلنے کی نوبت آئی ہے، تو ایسا ہوا کہ خود اس نے ہی انگارا رکھا ہو

تشریح: یہاں بھی وہی اصول ہے کہ انگارا رکھنے میں دوسرے کی جگہ، یعنی راستے میں انگارا رکھا اور اس سے کوئی چیز جلی ہے

فَعَلَهُ مَعَ عِلمِهِ بِعَاقِبَتِهِ وَقَدُ أَفضٰى إِلَيهَا فَجَعَلَ كَمُبَاشِرَتِهِ.

(۷۸۲) وَلَوِ اسْتَأْجَرَ رَبُّ الدَّارِ الْعَمَلَةَ لِإِخْرَاجِ الْجَنَاحِ أَوِ الظُّلَّةِ فَوَقَعَ فَقَتَلَ إِنْسَانًا قَبْلَ أَنْ يَفْرُغُوا مِنَ الْعَمَلِ فَالضَّمَانُ عَلَيْهِمْ، ل لِأَنَّ التَّلَفَ بِفِعْلِهِمْ وَمَالَمْ يَفْرُغُوا لَمْ يَكُنْ مُسْلِمًا إِلٰى رَبِّ الدَّارِ، وَهٰذَا لِأَنَّهُ انْقَلَبَ فِعْلُهُمْ قَتْلًا حَتّٰى وَجَبَتْ عَلَيْهِمُ الْكَفَّارَةُ، وَالْقَتْلُ غَيْرُ دَاخِلٍ فِي عَقْدِهِ فَلَمْ يَنْتَقِلُ فِعْلُهُمْ إِلَيْهِ فَاقْتَصَرَ عَلَيْهِمْ.

تو اس پر جلی ہوئی چیز کا ضمان لازم ہوگا۔ کیونکہ اس کی تعدی ہے۔ اور ہوا نے انگارے کو اڑا لیا اور دوسری جگہ جا کر جلی تو چونکہ ہوا نے اڑا کر جلایا ہے اس لئے اس کا انگارا رکھنا شمار نہیں کیا جائے گا اور اس پر ضمان نہیں ہوگا۔ لیکن بعض حضرات نے فرمایا کہ ہوا تیز چل رہی تھی اور اس کو معلوم تھا کہ ہوا انگارے کو اڑا لے گی، اور دوسری جگہ میں جلائے گی، پھر بھی رکھا، تو چونکہ انجام کو جانتے ہوئے رکھا ہے اس لئے انگارا رکھنے والا ضامن ہوگا، گویا کہ اس نے خود جلایا ہے

ترجمہ: (۷۸۲) گھر والے نے معمار کو اجرت پر رکھا تا کہ وہ روشن دان اور چھجہ چھت سے باہر نکال کر دے، اب روشن دان، اور چھجہ گر گیا اور اس سے ایک آدمی مر گیا، اور کام پورا ہونے سے پہلے گرا ہے تو ضمان معمار پر ہوگا

ترجمہ: ل اس لئے کہ جب تک کام سے فارغ نہیں ہوا ہے اور عمارت گھر والوں کو سپرد نہیں کیا ہے تو معمار کے کام سے آدمی مرا ہے، کیونکہ معمار کے کام سے گویا کہ قتل ہوا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس قتل کا کفارہ معمار پر ہے اور قتل اجرت پر رکھنے والے کے عقد میں داخل نہیں ہوا ہے، اس لئے معمار کا کام اجرت پر رکھنے والے کی طرف منتقل نہیں ہوگا، اس لئے جرم معمار پر ہی منحصر رہے گا

اصول: یہاں یہ اصول ہے کہ، اگر کسی نے کام کروایا ہے تو جو کام کرنے والا ہے جب تک وہ اس سے فارغ نہ ہو جائے اور کام کروانے والے کو سپرد نہ کرے، اس وقت تک یہ کام اسی کا ہے، اجرت پر رکھنے والے کا نہیں ہے، اور اس دوران کوئی ہلاک ہوا ہے تو کام کرنے والے پر اس کا ضمان ہے

تشریح: یہاں ایک ہے کام کروانے والا مستاجر، دوسرا ہے کام کرنے والا معمار، اب گھر والے نے معمار سے روشن دان، یا چھجہ بنانے کے لئے کہا، اور دیوار سے باہر لگانے کے لئے کہا، تو تعمیر کو سپرد کرنے سے پہلے روشن دان، یا چھجہ گرا اور کوئی شخص مرا تو یہ معمار کی جانب سے قتل ہوگا، اور اسی پر اس کی دیت لازم ہوگی، اور اسی پر اس کا کفارہ بھی لازم ہوگا

وجہ: تعمیر سپرد کرنے سے پہلے یہ اجرت پر رکھنے والے کا فعل نہیں ہے، بلکہ معمار کی غلطی ہے، اس لئے معمار ہی پر ضمان ہے۔ ہاں تعمیر سپرد کرنے کے بعد روشن دان گرا تو اب یہ گھر والے کی غلطی ہے اس لئے ضمان بھی اسی پر ہوگا، اور کفارہ بھی اسی پر ہوگا

لغت: الجناح: روشن دان۔ الظلۃ: ظل سے مشتق ہے، سائبان، چھجہ، اقتصر: قصر سے مشتق ہے، منحصر ہونا

(۷۸۳) وَإِنْ سَقَطَ بَعْدَ فَرَاغِهِمْ فَالضَّمَانُ عَلٰى رَبِّ الدَّارِ اِسْتِحْسَانًا ـ ۱ لِأَنَّهُ صَحَّ الْإِسْتِيْجَارُ حَتّٰى اسْتَحَقُّوْا الْأَجْرَ وَوَقَعَ فِعْلُهُمْ عِمَارَةً وَإِصْلَاحًا فَانْتَقَلَ فِعْلُهُمْ إِلَيْهِ فَكَأَنَّهُ فَعَلَ بِنَفْسِهٖ فَلِهٰذَا يَضْمَنُهُ،

(۷۸۴) وَكَذَا إِذَا صَبَّ الْمَاءَ فِي الطَّرِيْقِ فَعَطَبَ بِهٖ إِنْسَانٌ أَوْ دَابَّةٌ وَكَذَا إِذَا رَشَّ الْمَاءَ أَوْ تَوَضَّأَ ۱ لِأَنَّهُ مُتَعَدٍّ فِيْهِ بِإِلْحَاقِ الضَّرَرِ بِالْمَارَّةِ. ۲ بِخِلَافِ مَا إِذَا فَعَلَ ذٰلِكَ فِيْ سَكَّةٍ غَيْرِ نَافِذَةٍ وَهُوَ مِنْ

ترجمہ: (۷۸۳) اور اگر روشن دان معمار کے کام سے فارغ ہونے کے بعد گرا تو اب ضمان گھر والے پر ہوگا استحسانا۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ (معمار کام سے فارغ ہو چکا ہے) اجرت صحیح ہو چکی ہے اور معمار اجرت لینے کا مستحق ہو چکا ہے، اور معمار کا کام تعمیر کرنے کا اور اصلاح کرنے کا مکمل ہو چکا ہے، اس لئے معمار کا کام گھر والے کی طرف منتقل ہو چکا ہے، تو گویا کہ گھر والے نے گرایا ہے، اس لئے اب گھر والا ضامن ہوگا

تشریح: معمار نے کام پورا کر دیا، اور گھر والوں کو روشن دان سپرد کر دیا، اب اس کے بعد روشن دان گرا ہے اور آدمی مرا ہے تو اب یہ گھر والوں کی غلطی سمجھی جائے گی، کیونکہ اس کے حکم سے روشن دان بنایا گیا ہے، اور چیز بھی اسی کی ہے، اس لئے آدمی کا ضمان گھر والے پر ہوگا، اور کفارہ قتل بھی گھر والوں پر ہوگا۔ معمار کی چھٹی ہے

ترجمہ: (۷۸۴) ایسے ہی (ضمان واجب ہوگا) اگر راستے میں پانی بہایا ہو، اور اس سے آدمی ہلاک ہوا ہو، یا جانور ہلاک ہوا ہو، ایسے ہی (ضمان واجب ہوگا) اگر راستے میں پانی چھڑکا ہو یا وضو کیا ہو

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ تعدی کرنے والا ہے، کہ گزرنے والے کو نقصان پہنچایا ہے

تشریح: اوپر کا مسئلہ تھا کہ دیوار میں کوئی چیز بنائی ہو اور اس کے گرنے سے آدمی مرا ہو۔ اور یہاں مسئلہ یہ ہے کہ راستے پر پانی گرایا ہو، یا وضو کیا ہو اور اس سے پھسل کر آدمی مر گیا تو چونکہ اس میں بھی پانی گرانے والے کی غلطی ہے اس لئے اس کا ضمان پانی گرانے والے پر ہوگا

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ عام راستے پر پانی بہانے، یا پانی چھڑکنے کا حق نہیں ہے، تا کہ گزرنے والے کو تکلیف نہ ہو

لغت: صب: پانی بہایا، کافی پانی بہایا ہو تو اس صب، کہتے ہیں۔ رش: پانی چھڑکا، پانی بہانہ ہو بلکہ صرف چھڑکا ہو تو اس کو، رش، کہتے ہیں۔ المارۃ مر سے مشتق ہے، گزرنے والا۔ سکۃ: چھوٹا راستہ۔ نافذہ: نفذ سے مشتق ہے پار ہونے والا، سکۃ غیر نافذہ، وہ راستہ جو آگے سے بند ہو

ترجمہ: ۲ بخلاف اگر یہ راستہ بند ہو اور وہ آدمی اسی گلی میں رہتا ہو، یا راستے میں بیٹھا ہو، یا اپنا سامان رکھا ہو (اور پانی گرایا تو ضامن نہیں ہوگا) اس لئے کہ ہر ایک کو یہ کرنے کا حق ہے اس لئے کہ یہ رہنے کے ضروریات میں سے ہیں، جیسے مشترک گھر میں یہ کیا ہو

اصول: یہاں اصول یہ ہے کہ اگر آدمی کو راستے پر وہ کام کرنے کی اجازت ہو، پھر اس نے یہ کیا اور آدمی مر گیا تو ضامن نہیں

أَهْلِهَا أَوْ قَعَدَ أَوْ وَضَعَ مَتَاعَهُ، لِأَنَّ لِكُلِّ وَاحِدٍ أَنْ يَفْعَلَ ذٰلِكَ فِيهَا لِكَوْنِهِ مِنْ ضَرُوْرَاتِ السُّكْنٰى كَمَا فِي الدَّارِ الْمُشْتَرَكَةِ، ۳ قَالُوْا هٰذَا إِذَا رَشَّ مَاءً كَثِيْرًا بِحَيْثُ يُزْلَقُ بِهِ عَادَةً، أَمَّا إِذَا رَشَّ مَاءً قَلِيْلًا كَمَا هُوَ الْمُعْتَادُ، وَالظَّاهِرُ أَنَّهُ لَا يُزْلَقُ بِهِ عَادَةً لَا يَضْمَنُ.

(۷۸۵) وَلَوْ تَعَمَّدَ الْمَرُوْرَ فِيْ مَوْضِعِ صَبِّ الْمَاءِ فَسَقَطَ لَا يَضْمَنُ الرَّاشُّ، ۱ لِأَنَّهُ صَاحِبُ عِلَّةٍ، وَقِيْلَ هٰذَا إِذَا رَشَّ بَعْضَ الطَّرِيْقِ، لِأَنَّهُ يَجِدُ مَوْضِعًا لِلْمُرُوْرِ، وَلَا أَثَرَ لِلْمَاءِ فِيْهِ فَإِذَا تَعَمَّدَ الْمُرُوْرَ عَلٰى مَوْضِعِ صَبِّ الْمَاءِ مَعَ عِلْمِهِ بِذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ عَلَى الرَّاشِّ شَيْءٌ، وَإِنْ رَشَّ جَمِيْعَ الطَّرِيْقِ يَضْمَنُ، لِأَنَّهُ مُضْطَرٌّ فِي الْمُرُوْرِ، ۲ وَكَذَا الْحُكْمُ فِي الْخَشَبَةِ الْمَوْضُوْعَةِ فِي الطَّرِيْقِ فِيْ أَخْذِهَا

ہوگا، کیونکہ اس نے اپنا حق استعمال کیا ہے، اور دوسرے کو نقصان دینے کے لئے کام نہیں کیا ہے۔

تشریح: بند راستہ ہے اور وہ آدمی اسی گلی میں رہتا ہے، تو ان لوگوں کو ایسے راستے میں اپنی ضروریات پوری کرنے کی گنجائش ہوتی ہے اور یہ رہنے کی ضروریات میں سے ہیں، اب اس کے باوجود کوئی پھسل کر مر گیا تو ضمان لازم نہیں ہوگا، کیونکہ گویا کہ اپنی زمین میں وضو کیا ہے، یا سامان رکھا ہے، یا پانی چھڑکا ہے

ترجمہ: ۳ علما نے فرمایا کہ ضمان اس وقت لازم ہوگا جبکہ اتنا پانی بہایا ہو کہ آدمی عادۃ پھسل جائے، لیکن اگر تھوڑا پانی چھڑکا جس سے عام طور پر آدمی پھسلتا نہیں ہے تو ضمان لازم نہیں ہوگا

تشریح: علما نے فرمایا کہ اتنا پانی بہا دیا کہ آدمی پھسل جائے، اور اس سے آدمی پھسلا اور مر گیا تو ضمان لازم ہوگا، کیونکہ تعدی کی ہے، لیکن اتنا چھڑکا جس سے آدمی عام طور پر پھسلتا نہیں ہے تو اب اس کی تعدی نہیں ہے، یہ خود چلنے والے کی غلطی ہے اس لئے اس پر ضمان لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۷۸۵) اور اگر جان کر وہیں پر سے گزرا جہاں پانی بہایا گیا تھا پس گر تو چھڑکنے والا سے ضامن نہیں ہوگا

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ گزرنے والے کی ہی بے وقوفی ہے، کچھ حضرات نے فرمایا کہ یہ ضمان کا ساقط ہونا اس وقت ہے جبکہ راستے کے کچھ حصے پر پانی چھڑکا ہو، اس لئے کہ گزرنے والے کے لئے گزرنے کی جگہ موجود تھی، اور وہاں پانی نہیں تھا، لیکن جب جانتے ہوئے پانی کی جگہ سے جان کر گزرا تو پانی چھڑکنے والے پر کچھ لازم نہیں ہوگا، اور اگر پورے راستے پر پانی چھڑک دیا تو اب چھڑکنے والا ضامن ہوگا، اس لئے کہ اس پانی پر گزرنے میں مجبور ہے

تشریح: راستہ بند ہے، اہل محلّہ کو پانی چھڑکنے کا حق ہے، اور گزرنے والا جان کر وہاں سے گزرا جہاں پانی تھا تو یہ گزرنے والے کی غلطی ہے اس لئے پانی چھڑکنے والا ضامن نہیں ہوگا۔، باقی آسان ہے

ترجمہ: ۲ یہی حکم ہے اگر راستے میں لکڑی رکھ دی، کہ پورے راستے پر لکڑی رکھی ہے، یا راستے کے کچھ حصے پر رکھی ہے

جَمِيعَهُ أَوْ بَعْضَهُ، ۳ وَلَوْ رَشَّ فَنَاءَ حَانُوتٍ بِإِذْنِ صَاحِبِهِ فَضَمَانُ مَا عَطِبَ عَلَى الْآمِرِ اِسْتِحْسَانًا. ۴ وَإِذَا اسْتَأْجَرَ أَجِيْرًا لِيَبْنِيَ لَهُ فِيْ فَنَاءِ حَانُوْتِهٖ فَتَعْقُلُ بِهٖ إِنْسَانٌ بَعْدَ فَرَاغِهٖ مِنَ الْعَمَلِ فَمَاتَ يَجِبُ الضَّمَانُ عَلَى الْآمِرِ اسْتِحْسَانًا، ۵ وَلَوْ كَانَ أَمْرُهُ بِالْبِنَاءِ فِيْ وَسْطِ الطَّرِيْقِ فَالضَّمَانُ عَلَى الْأَجِيْرِ لِفَسَادِ الْأَمْرِ.

(۷۸۶) قَالَ وَمَنْ حَفَرَ بِيْرًا فِيْ طَرِيْقِ الْمُسْلِمِيْنَ أَوْ وَضَعَ حَجَرًا فَتَلَفَ بِذٰلِكَ إِنْسَانٌ فَدِيَتُهُ عَلٰى

تشریح: پورے راستے پر لکڑی رکھ دی اور آدمی پھسل کر گر گیا تو رکھنے والا ضامن ہوگا، کیونکہ یہاں گزرنے والے کے لئے کوئی جگہ نہیں تھی، وہ لکڑی پر پاوں رکھ کر چلنے کے لئے مجبور تھا ، اور اگر تھوڑی سی جگہ پر لکڑی رکھی، اور راستے کا کچھ حصہ ایسا تھا کہ وہاں سے جا سکتا تھا پھر بھی لکڑی پر پاوں رکھ دیا اور گرا تو یہ غلطی چلنے والے کی ہے اس لئے لکڑی رکھنے والا ضامن نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۳ اور اگر مزدور نے آدمی کے دکان کی صحن میں مالک کے حکم سے پانی چھڑکا (اور اس سے کوئی آدمی مرا) تو جو نقصان ہوا ہے اس کا ضمان حکم دینے پر ہوگا استحسانا

تشریح: یہاں مزدور کی غلطی نہیں ہے، اس نے تو مالک کی بات مانی ہے، یہاں غلطی مالک کی ہے جس نے حکم دیا اس لئے نقصان کا ضمان مالک پر ہوگا

لغت: حانوت: دکان۔ فناء: دکان کا صحن۔ عطب: ہلاک ہوا

ترجمہ: ۴ کسی نے مزدور کو اپنی دکان کے صحن میں عمارت بنانے کے اجرت پر لیا، تعمیر سے فارغ ہونے کے بعد، کوئی انسان اس سے پھسل کر گر گیا اور مر گیا تو استحسانا حکم دینے والے پر ضمان لازم ہوگا

وجہ: یہاں مزدور کی غلطی نہیں ہے آمر نے حکم دیا ہے، اور آمر کی اپنی دکان کے صحن میں تعمیر کا حکم دیا ہے، اس لئے اس کا حکم دینا صحیح ہے اس لئے تعدی آمر کی ہے، پھر مزدور اپنے کام سے فارغ ہو چکا ہے اور آمر کو سپرد کر چکا ہے، اس لئے بھی یہ کام آمر کا ہو چکا ہے اس لئے مرنے کا ضمان آمر پر ہوگا

ترجمہ: ۵ اور اگر راستے کے بیچ میں تعمیر کرنے کا حکم دیا تو اب مرنے کا ضمان مزدور پر ہے، کیونکہ بیچ میں ہونے کی وجہ سے حکم دینا ہی فاسد تھا

تشریح: راستے کے بیچ میں عمارت بنانے کا حکم دینا صحیح نہیں ہے اس لئے مزدور نے جو کام کیا ہے وہ گویا کہ بغیر حکم کے کیا ہے، اور جو تعمیر ہوئی وہ خود مزدور کی تعمیر ہے اس لئے اس سے جو نقصان ہوا ہے اس کا ضمان اسی پر ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ خود مزدور کو سوچنا چاہئے کہ یہ تعمیر غلط ہے اس لئے تعمیر نہیں کرنی چاہئے، اور کر لی تو اس کا ضمان لازم ہوگا

ترجمہ: (۷۸۶) کسی نے مسلمانوں کے راستے میں کنواں کھودا یا پتھر رکھا جس سے انسان ہلاک ہو گیا تو اس کی دیت اس

عَاقِلَتِهِ، وَإِنْ تَلَفَتْ بَهِيمَةٌ فَضَّمَانُهَا فِيْ مَالِهِ، ۱ لِأَنَّهُ مُتَعَدٍّ فِيْهِ فَيَضْمَنُ مَا يَتَوَلَّدُ مِنْهُ، غَيْرَ أَنَّ الْعَاقِلَةَ تَتَحَمَّلُ النَّفْسَ دُوْنَ الْمَالِ فَكَانَ ضَمَانُ الْبَهِيمَةِ فِيْ مَالِهِ، ۲ وَإِلْقَاءُ التُّرَابِ وَاتِّخَاذُ الطِّيْنِ فِي الطَّرِيْقِ بِمَنْزِلَةِ إِلْقَاءِ الْحَجَرِ وَالْخَشَبَةِ لِمَا ذَكَرْنَا، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَنَسَ الطَّرِيْقَ فَعَطَبَ بِمَوْضِعِ

کے عاقلہ پر ہے۔اور اگر اس کی وجہ سے جانور ہلاک ہو گیا تو اس کا ضمان کھودنے والے کے مال میں ہے۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ کنواں کھودنے والے نے تعدی کی ہے، جو نقصان اس سے پیدا ہوگا اس کا بھی ضمان لازم ہوگا، یہ اور بات ہے عاقلہ جان کی دیت برداشت کرتے ہیں، چوپائے کی نہیں، اس لئے جانور کا ضمان خود کھودنے والے پر ہوگا

تشریح: مسلمانوں کا راستہ تھا جس سے لوگ گزرتے تھے اس میں کنواں نہیں کھودنا چاہئے تھا لیکن کنواں کھود دیا یا بڑا پتھر رکھ دیا جس میں گر کر یا ٹھوکر لگ کر انسان ہلاک ہو گیا تو یہ قتل بسبب ہوا۔ کیونکہ خود قتل نہیں کیا البتہ ایسا سبب اختیار کیا جس سے انسان ہلاک ہو جائے اس لئے یہ قتل قتل خطا سے کم درجہ کا ہے۔اس لئے اس کی دیت قاتل کے عاقلہ پر لازم ہوگی۔

وجہ: (۱) قتل سبب پر دیت ہے اس کی دلیل یہ قول تابعی ہے۔عن ابراهيم قال من حفر في غير بنائه او بنى في غير سماءه فقد ضمن (مصنف عبد الرزاق، باب الجدار المائل والطریق ج عاشر ص ۷۴ نمبر ۱۸۴۰۹ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۱۹۱ الرجل یخرج من حدہ شیئا فیصیب انسانا ج خامس، ص ۳۹۸، نمبر ۲۷۳۴۵) (۲) اور اگر جانور گر گیا تو دیت لازم نہیں ہوگی بلکہ جانور کی قیمت لازم ہوگی۔ چونکہ یہ مال کا فیصلہ دیت کا فیصلہ نہیں ہے اس لئے خود کھودنے والے کے مال میں لازم ہوگا۔اس قول تابعی میں ہے۔عن ابراهيم قال كان عمرو بن الحارث حفر بيرا فوقع فيها بغل وهو في الطريق فخاصموه الى شريح فقال يا ابا امية اعلى البير ضمان ؟ قال لا ولكن على عمرو بن الحارث. (مصنف عبد الرزاق، باب الجدار المائل والطریق ج عاشر ص ۷۳ نمبر ۱۸۴۰۴ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۱۹۱ الرجل یخرج من حدہ شیئا فیصیب انسانا ج خامس، ص ۳۹۸، نمبر ۲۷۳۴۸) اس قول تابعی میں حضرت شریح نے خود کھودنے والے پر جرمانہ لازم کیا اس کے عاقلہ پر نہیں۔

ترجمہ: ۲ راستے میں مٹی ڈال دینا، یا گارا بنا دینا یہ بھی پتھر اور لکڑی ڈالنے کی طرح ہے، اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے بیان کی، بخلاف راستے میں جھاڑ و دیا اور جھاڑو کی جگہ پر گزرنے سے ہلاک ہو گیا تو وہ ضامن نہیں ہوگا، اس لئے کہ جھاڑ و دینا تعدی نہیں ہے (یہ تو صفائی ہے) اس لئے کہ اس نے کوئی چیز ڈالی نہیں ہے

اصول: راستے میں کوئی ایسی چیز ڈالنا جس سے گزرنے والوں کو نقصان ہو تو اس سے ضمان لازم ہوگا

اصول: راستے میں کوئی چیز ڈالی نہیں، بلکہ راستے کی صفائی کی ہو تو یہ تعدی نہیں ہے اس لئے اس پر سے گزرنے سے مر جائے تو اس کا ضمان لازم نہیں ہے

كَنسِهِ إِنسَانٌ حَيثُ لَم يَضمَنُ، لِأَنَّهُ لَيسَ بِمُتَعَدٍّ فَإِنَّهُ مَا أَحدَثَ شَيئًا فِيهِ ۳ اما قَصدَ دَفعَ الأَذىٰ عَنِ الطَّرِيقِ حَتّٰى لَو جَمعَ الكِنَاسَةَ فِي الطَّرِيقِ وَتعَقَّلَ بِهِ إِنسَانٌ كَانَ ضَامِنًا لِتعَدِّيهِ بِشُغلِهِ.

(۷۸۷) وَلَو وَضَعَ حَجَرًا فَنَحَاهُ غَيرُهُ عَن مَوضِعِهِ فَعَطَبَ بِهِ إِنسَانٌ فَالضَّمَانُ عَلَى الَّذِي نَحَاهُ، ۱ لِأَنَّ حُكمَ فِعلِهِ قَدِ انتَسَخَ لِفَرَاغِ مَا شَغَلَهُ وَإِنَّمَا اشتَغَلَ بِالفِعلِ الثَّانِي مَوضِعٌ اٰخَرُ.

(۷۸۸) وَفِي الجَامِعِ الصَّغِيرِ فِي البَالُوعَةِ يَحفِرُهَا الرَّجُلُ فِي الطَّرِيقِ، فَإِن أَمَرَهُ السُّلطَانُ بِذٰلِكَ

تشریح: راستے میں مٹی اور گارا ڈالنا ایسا ہی ہے جیسا راستے میں پتھر اور لکڑی ڈالے، یعنی ان کے ڈالنے سے بھی ضمان لازم ہوگا۔ لیکن اگر اس نے راستے کی صفائی کی، اور صفائی والی جگہ سے کوئی گزرا اور پھسل کر گر گیا اور مر گیا تو صفائی کرنے والے پر ضمان لازم نہیں ہوگا، کیونکہ اس نے راستے میں کوئی چیز ڈالی نہیں ہے، بلکہ اس کی گندگی کی صفائی کی ہے اس لئے اس کی کوئی تعدی نہیں ہے

لغت: التراب: مٹی۔ الطین: گارا۔ الخشبۃ: لکڑی۔ کنس: جھاڑو دینا، صفائی کرنا۔ احدث: کوئی نئی چیز پیدا کرنا۔

ترجمہ: ۳ لیکن جھاڑو دینے کا مقصد راستے سے گندگی دور کرنا ہو، یہی وجہ ہے کہ اگر کوڑا راستے میں جمع کر دیا، اور کوئی آدمی اس سے پھسل کر گر گیا تو ضامن ہوگا، اس لئے کہ راستہ کو مشغول کرنے کی وجہ سے تعدی ہوئی ہے

تشریح: اگر صفائی کی نیت سے جھاڑو دی ہے تو ضمان لازم نہیں ہوگا، لیکن کوڑا ایک جگہ جمع کر دیا جس پر سے گزرنے کی وجہ سے کسی کی موت ہوئی ہو تو ضمان لازم ہوگا، اس لئے کہ یہ صفائی نہیں تعدی ہے

ترجمہ: (۷۸۷) کسی نے راستے کے ایک طرف پتھر رکھا، اور دوسرے نے اس جگہ سے اس کو ہٹا دیا، اور وہاں انسان ہلاک ہوا تو جس نے پتھر ہٹایا تھا اس پر ضمان لازم ہوگا

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ جس نے پتھر ہٹایا تھا اس نے پہلے آدمی کے کام کو ختم کر دیا ہے، اس لئے کہ اس نے پہلے کے مشغول جگہ کو خالی کر دیا تھا، اور جہاں پتھر اب ہے وہ دوسرے کے مشغول کرنے سے ہے (اس لئے ضمان دوسرے پر ہوگا)

تشریح: زید نے راستے کے دائیں طرف پتھر رکھا تھا، پھر عمر نے اس پتھر کو اٹھا کر راستے کے بائیں طرف رکھ دیا، اور وہاں کسی کو ٹھوکر لگی اور مر گیا تو یہ ضمان زید پر نہیں ہوگا، بلکہ عمر پر ہوگا

وجہ: (۱) ایسا ممکن ہے کہ زید نے جس جگہ پتھر رکھا تھا وہ محفوظ تھی، اور وہاں سے ہٹا کر جہاں عمر نے پتھر رکھا ہے وہ غیر محفوظ ہے، اور اسی وجہ سے ٹھوکر لگی ہے، اس لئے ضمان عمر پر ہوگا۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ دوسرے کے پتھر کو ہٹانے نے پہلے کے فعل کو منسوخ کر دیا، اس لئے پہلے پر ضمان لازم نہیں ہوگا، اور حقیقت میں دوسرے کی جگہ سے ٹھوکر لگی ہے اس لئے ضمان دوسرے پر ہوگی

ترجمہ: (۷۸۸) جامع صغیر میں یہ ہے کہ کسی نے چھوٹا کنواں راستے میں کھود دیا، پس اگر بادشاہ نے کھودنے کا حکم دیا ہو،

أَوْ أَجْبَرَهُ عَلَيْهِ لَمْ يَضْمَنْ، لِ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَدٍّ حَيْثُ فَعَلَ مَا فَعَلَ بِأَمْرِ مَنْ لَهُ الْوِلَايَةُ فِيْ حُقُوْقِ الْعَامَّةِ، وَإِنْ كَانَ بِغَيْرِ أَمْرِهِ فَهُوَ مُتَعَدٍّ، إِمَّا بِالتَّصَرُّفِ فِيْ حَقِّ غَيْرِ أَوْ بِالْإِفْتِيَاتِ عَلٰى رَأْيِ الْإِمَامِ أَوْ هُوَ مُبَاحٌ مُقَيَّدٌ بِشَرْطِ السَّلَامَةِ، ٢ وَكَذَا الْجَوَابُ عَلٰى هٰذَا التَّفْصِيْلِ فِيْ جَمِيْعِ مَا فَعَلَ فِي طَرِيْقِ الْعَامَّةِ مِمَّا ذَكَرْنَا وَغَيْرُهُ لِأَنَّ الْمَعْنٰى لَا يَخْتَلِفُ.

(۷۸۹) وَكَذَا إِنْ حَفَرَ فِيْ مِلْكِهِ لَمْ يَضْمَنْ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَدٍّ

یا بادشاہ نے مجبور کیا ہوتو اس پر ضمان نہیں ہے

ترجمہ: لِ اس لئے کہ جس بادشاہ کو ولایت عامہ ہے اس کے حکم سے کیا ہے، اس لئے اس کی تعدی نہیں ہے، اور اگر بادشاہ کے حکم کے بغیر کنواں کھودا تو اب اس کی تعدی ہے، اس لئے کہ غیر کے حق میں تصرف کیا ہے، یا امام کی رائے پر پیش قدمی کی ہے، یا یہ ہے کہ کھودنا مباح تو تھا لیکن سلامتی کی شرط کے ساتھ (اور سلامتی نہیں رہی، اس لئے ضمان لازم ہوگا)

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ بادشاہ کے حکم سے کوئی کام کیا ہوتو کام کرنے والے پر ضمان نہیں ہے، کیونکہ وہ مجبور ہے اور اس کی تعدی نہیں ہے

تشریح: جامع صغیر میں یہ مسئلہ ہے کہ راستے میں بادشاہ کے حکم سے چھوٹا کنواں کھودا اور اس میں کوئی آدمی گر کر مر گیا تو اس پر ضمان نہیں ہے کیونکہ اس کی تعدی نہیں ہے، وہ بادشاہ کے حکم کے سامنے مجبور ہے۔ دوسرا مسئلہ لکھا ہے کہ لیکن بادشاہ کے حکم کے بغیر راستے میں کنواں کھود دیا تو اب ضامن ہوگا

وجہ: اس کی تین وجہ ہیں۔ا۔غیر کے حق میں تصرف کیا ہے۔۲۔امام کی رائے کے بغیر کیا ہے اس لئے اس کی رائے پر پیش قدمی ہوئی ہے۔۳۔دوسرے کے راستے میں سلامتی کی شرط کے ساتھ کھودنے کا حق ہے، اور سلامتی نہیں رہی بلکہ اس میں آدمی گر گیا تو وہ ضامن ہوگا

لغت: افتیات: رائے میں پیش قدمی کرنا۔

ترجمہ: ٢ عام راستے پر جو کچھ بھی کیا ہو سب کا حکم اسی اوپر کی تفصیل پر ہے جو ہم نے ذکر کیا، اس لئے کہ معنی مختلف نہیں ہے

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: (۷۸۹) اور اگر اپنی ملکیت میں کنواں کھودا تو ضامن نہیں ہوگا

ترجمہ: لِ اس لئے کہ اپنی ملکیت میں کھودنے کی وجہ سے تعدی نہیں ہے

تشریح: واضح ہے

(۷۹۰) وَکَذَا إِذَا حفَرَ فِیْ فَنَاءِ دَارِہٖ، ۱؎ لِأَنَّ لَہٗ ذٰلِکَ لِمَصْلَحَةِ دَارِہٖ وَالْفَنَاءُ فِیْ تَصَرُّفِہٖ، ۲؎ وَقِیْلَ هٰذَا إِذَا کَانَ الْفَنَاءُ مَمْلُوْکًا لَہٗ أَوْ کَانَ لَہٗ حَقُّ الْحَفْرِ فِیْہِ، لِأَنَّہٗ غَیْرُ مُتَعَدٍّ أَمَّا إِذَا کَانَ لِجَمَاعَةِ الْمُسْلِمِیْنَ أَوْ مُشْتَرَکًا بِأَنْ کَانَ فِیْ سِکَّةٍ غَیْرِ نَافِذَةٍ فَإِنَّہٗ یَضْمَنُہٗ، لِأَنَّہٗ مُسَبِّبٌ مُتَعَدٍّ، وَهٰذَا صَحِیْحٌ.

(۷۹۱) وَلَوْ حفَرَ فِی الطَّرِیْقِ وَمَاتَ الْوَاقِعُ فِیْہِ جُوْعًا أَوْ غَمًّا لَا ضَمَانَ عَلَی الْحَافِرِ ۱؎ عِنْدَ أَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ لِأَنَّہٗ مَاتَ لِمَعْنًی فِیْ نَفْسِہٖ، وَالضَّمَانُ إِنَّمَا یَجِبُ إِذَا مَاتَ مِنَ الْوُقُوْعِ، ۲؎ وَقَالَ أَبُوْا یُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ إِنْ مَاتَ جُوْعًا فَکَذٰلِکَ وَإِنْ مَاتَ غَمًّا فَالْحَافِرُ ضَامِنٌ لَہٗ، لِأَنَّہٗ لَا سَبَبَ لِلْغَمِّ

ترجمہ: (۷۹۰) اپنے گھر کے صحن میں کنواں کھودا (تو بھی ضمان لازم نہیں ہوگا)

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ اپنے صحن میں کھودنے کا حق ہے، اپنے گھر کی مصلحت کی وجہ سے، اور صحن اس کے تصرف میں ہے،

تشریح: گھر کا صحن اس کا اپنا ہے، اس لئے اپنی مصلحت کے لئے کنواں کھودنے کا حق ہے، اس لئے اس میں کوئی گر جائے تو ضمان لازم نہیں ہوگا، کیونکہ اس کی تعدی نہیں ہے

ترجمہ: ۲؎ کہا گیا ہے کہ یہ مسئلہ (ضمان لازم نہیں ہوگا) جب ہے کہ فناء اس کی ملکیت میں ہو، یا اس کو کنواں کھودنے کا حق ہو، کیونکہ اس میں تعدی نہیں ہے، لیکن اگر یہ صحن مسلمانوں کی جماعت کا ہو، یا مشترک ہو، مثلا بند گلی میں (اور اس میں کنواں کھود دے) تو ضامن ہوگا اس لئے کہ یہ گرنے کا سبب ہے، اور یہ تعدی ہے

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: (۷۹۱) اگر راستے میں کنواں کھودا اور اس میں کوئی گر گیا، لیکن گرنے کی وجہ سے نہیں مرا بلکہ بھوک کی وجہ سے یا خوف کی وجہ سے مر گیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک کنواں کھودنے والے پر ضمان نہیں ہے

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ وہ اپنی ذات میں ایک کمی کی وجہ سے مرا ہے، اور ضمان اس وقت لازم ہوتا ہے جبکہ گرنے سے مرا ہو

اصول: امام ابو حنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ گرنے کے سبب مرا ہو تب ضمان لازم ہوتا ہے، لیکن سبب در سبب سے مرا ہو تو کھودنے والے پر ضمان لازم نہیں ہوتا ہے۔

تشریح: اوپر کے مسئلے میں گرنے سے نہیں مرا ہے، بلکہ خود اپنی بھوک، یا اپنے خوف سے مرا ہے اس لئے کھودنے والے پر ضمان لازم نہیں ہوگا

ترجمہ: ۲؎ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر بھوک سے مرا ہے تب تو ایسا ہی کہ ضمان لازم نہیں ہوگا، اور اگر خوف سے مرا ہے تو کھودنے والا اس کا ضامن بنے گا، اس لئے کہ گرنے کے ہی کی وجہ سے اس کو خوف ہوا ہے (تو گویا کہ گرنے سے مرا ہے) اور بھوک کا معاملہ یہ ہے کہ کنواں میں گرنے کے ساتھ خاص نہیں ہے، (اس لئے بھوک سے مرنے پر کھودنے والے پر ضمان لازم نہیں ہوگا)

سَوَى الْوُقُوعِ أَمَّا الْجُوعُ فَلا يَخْتَصُّ بِالْبِيرِ، ۳؎ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ هُوَ ضَامِنٌ فِي الْوُجُوهِ كُلِّهَا، لِأَنَّهُ إِنَّمَا حَدَثَ بِسَبَبِ الْوُقُوعِ إِذْ لَوْلَاهُ لَكَانَ الطَّعَامُ قَرِيبًا مِنْهُ.

(۷۹۲) قَالَ وَإِن اسْتَأْجَرَ أُجَرَاءَ فَحَفَرُوهَا لَهُ فِي غَيْرِ فِنَائِهِ فَذٰلِكَ عَلَى الْمُسْتَأْجِرِ، وَلَا شَيْءَ عَلَى الْأُجَرَاءِ إِنْ لَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهَا فِي غَيْرِ فِنَائِهِ، ۱؎ لِأَنَّ الْإِجَارَةَ صَحَّتْ ظَاهِرَةً إِذَا لَمْ يَعْلَمُوا فَنَقَلَ فِعْلُهُمْ إِلَيْهِ، لِأَنَّهُمْ كَانُوا مَغْرُورِينَ فَصَارَ كَمَا إِذَا اَمَرَ اٰخَرَ بِذَبْحِ هٰذِهِ الشَّاةِ فَذَبَحَهَا ثُمَّ ظَهَرَ أَنَّ

اصول: امام ابو یوسفؒ کا اصول یہ ہے کہ سبب کے سبب سے بھی ضمان لازم ہوتا ہے، لیکن سبب اصلی ہوتو۔

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: ۳؎ امام محمدؒ نے فرمایا کہ دونوں صورتوں (بھوک سے مرے، یا خوف سے مرے) میں ضمان لازم ہوگا، اس لئے کہ بھوک اور خوف دونوں گرنے کی وجہ ہی سے ہوئی ہے، اس لئے کہ اگر کنواں میں نہیں گرتا تو قریب ہی میں کھانا تھا (وہ کھاتا اور زندہ رہتا)

اصول: امام محمدؒ کا اصول بھی یہی ہے کہ سبب کے سبب سے مرے تب بھی ضمان لازم ہوگا

تشریح: بھوک اور خوف کنواں میں گرنے سے پیدا ہوئے ہیں، اور اسی سے گرنے والا مرا ہے، اس لئے کھودنے والے پر ضمان لازم ہوگا

ترجمہ: (۷۹۲) کسی نے مزدور کو دوسرے کے صحن میں کنواں کھودنے کے لئے اجرت پر لیا (اور اس میں کوئی گر گیا تو اس کا ضمان) اجرت پر لینے والے پر ہوگا اور مزدور پر کچھ بھی نہیں ہوگا اور مزدور کو یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ یہ دوسرے کا صحن ہے تو ضمان مستاجر پر ہی ہے (مزدور پر نہیں)

ترجمہ: ۱؎ اس کی وجہ یہ ہے کہ مزدوری پر لینا درست ہے، کیونکہ مزدور کو معلوم نہیں تھا کہ یہ غیر کا صحن ہے اس لئے اس کا کھودنا مستاجر کی طرف منتقل ہوگیا، اس لئے کہ مستاجر نے مزدور کو دھوکا دیا ہے، تو ایسا ہوگیا کہ دوسرے کی بکری کو ذبح کرنے کے لئے کہا ہو، اس نے ذبح کر دیا، پھر پتہ چلا کہ یہ تو دوسرے کی بکری ہے،

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مزدور کو معلوم نہ ہو کہ چیز اس کی نہیں ہے تو اس پر ضمان لازم نہیں ہوگا، کیونکہ اس کی جانب سے تعدی نہیں ہے، بلکہ ضمان حکم دینے والے پر ہے، کیونکہ اس نے حکم دیکر تعدی کی ہے۔

تشریح: مثلا زید نے عمر کو حکم دیا کہ اس صحن میں کنواں کھود دے، اور عمر کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ صحن اس کا نہیں ہے، تو اجرت پر کام کرنا صحیح ہے اور اس میں گرنے کا جو نقصان ہے وہ حکم دینے والے پر ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ زید نے عمر کو کہا کہ یہ بکری ذبح کر دو، اس نے ذبح کر دیا، بعد میں معلوم ہوا کہ یہ بکری کسی دوسرے کی ہے تو بکری کا ضمان خود زید پر ہوگا، کیونکہ اس کے حکم سے تعدی ہوئی ہے

الشَّاةَ لِغَيْرِهٖ، ۲ إِلَّا أَنَّ هُنَاكَ يَضْمَنُ الْمَأْمُوْرُ وَيَرْجِعُ عَلَى الْاٰمِرِ لِأَنَّ الذَّابِحَ مُبَاشِرٌ وَالْاٰمِرُ مُسَبِّبٌ وَالتَّرْجِيْحُ لِلْمُبَاشَرَةِ فَيَضْمَنُ وَيَرْجِعُ لِلْغُرُوْرِ وَهُنَا يَجِبُ الضَّمَانُ عَلَى الْمُسْتَأْجِرِ اِبْتِدَاءً، لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مُسَبِّبٌ، وَالْأَجِيْرُ غَيْرُ مُتَعَدٍّ، وَالْمُسْتَاجِرُ مُتَعَدٍّ فَتَرَجَّحَ جَانِبُهٗ،

(۷۹۳) وَإِنْ عَلِمُوْا ذٰلِكَ فَالضَّمَانُ عَلَى الْأُجَرَاءِ، ۱ لِأَنَّهٗ لَمْ يَصِحَّ أَمْرُهٗ بِمَا لَيْسَ بِمَمْلُوْكٍ لَهٗ وَلَا غُرُوْرَ فَبَقِيَ الْفِعْلُ مُضَافًا إِلَيْهِمْ.

ترجمہ: ۲ لیکن ذبح کرنے کی صورت میں مامور (ذبح کرنے والے) پر ضمان ہوگا، اور پھر حکم دینے والے سے وصول کریں گے، اس لئے کہ خود مامور نے ذبح کیا، اور حکم دینے والا صرف ایک سبب ہے، اور مباشر (ذبح کرنے والا) کو ضمان میں ترجیح دی جاتی ہے، اس لئے ذبح کرنے والا ضامن ہوگا، اور اس کو دھوکا دینے کی وجہ سے حکم دینے والے سے وصول کریں گے، اور کنواں کھودنے کی صورت میں ضمان پہلے ہی حکم دینے والے پر ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں کھودنے کے سبب میں شریک ہیں، اور اجرت پر کام کرنے والے کی تعدی نہیں ہے، اور مستاجر (حکم دینے والا) کی تعدی ہے اس لئے اسی جانب ترجیح دی جائے گی (اور حکم دینے والا پر ہی ضمان لازم ہوگا)

تشریح: یہاں ذبح کرنے والے، اور کنواں کھودنے والے پر ضمان کے درمیاں فرق بیان کر رہے ہیں۔ ذبح کرنے والے کے ہاتھ سے جانور ذبح ہوا ہے اس لئے وہ مباشر ہے، اس لئے اسی پر بکری کا ضمان لازم ہوگا، البتہ حکم دینے والے نے دھوکا دیا کہ کہ بتلایا نہیں کہ یہ دوسرے کی بکری ہے اس لئے بعد میں یہ جرمانہ اس سے وصول کیا جائے گا

اور کنواں کھودنے والے کو حکم دیا گیا تھا، اور اس میں گرنے کی وجہ سے مرا ہے، تو گویا کہ مرنے کا سبب کھودنے والا بھی ہے، اور حکم دینے والا بھی ہے، چونکہ مرنے کا سبب دونوں ہیں، اور کھودنے والے کو علم نہ ہونے کی وجہ سے تعدی نہیں ہے اس لئے حکم دینے والے ہی پر ضمان لازم کر دیا جائے گا، مزدور پر نہیں۔

ترجمہ: (۷۹۳) اور اگر مزدور کو اس کا علم ہے (کہ یہ صحن دوسرے کا ہے) تو پھر ضمان مزدور پر ہے

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ (جاننے کے بعد) حکم دینے والے کا حکم ہی صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ حکم دینے والے کی ملکیت ہی نہیں ہے، اور حکم دینے والے نے دھوکا بھی نہیں دیا (کیونکہ اس نے مزدور کو بتا دیا ہے کہ یہ صحن میرا نہیں ہے) اس لئے کھودنے کا کام خود مزدور کا ہے (اس لئے اسی مزدور پر ضمان لازم ہوگا)

تشریح: جب حکم دینے والے نے مزدور کو بتا دیا کہ یہ صحن اس کا نہیں ہے، تو اس کا حکم دینا ہی صحیح نہیں ہے، اور اس نے دھوکا بھی نہیں دیا کیونکہ اس نے تو بتا دیا تھا کہ یہ صحن میرا نہیں ہے، اس لئے مزدور کی تعدی ہے اس لئے اسی پر ضمان لازم ہوگا، حکم دینے والے پر نہیں

(۷۹۴) وَإِنْ قَالَ لَهُمْ هٰذَا فِنَائِيْ وَلَيْسَ لِيْ فِيْهِ حَقُّ الْحَفْرِ فَحَفَرُوْا فَمَاتَ فِيْهِ إِنْسَانٌ فَالضَّمَانُ عَلَى الْأُجَرَاءِ قِيَاسًا، ل لِأَنَّهُمْ عَلِمُوْا بِفَسَادِ الْأَمْرِ فَمَا غَرَّهُمْ

(۷۹۵) وَفِي الْاِسْتِحْسَانِ الضَّمَانُ عَلَى الْمُسْتَاجِرِ، ل لِأَنَّ كَوْنَهٗ فِنَاءً لَهٗ بِمَنْزِلَةِ كَوْنِهٖ مَمْلُوْكًا لَهٗ لِانْطِلَاقِ يَدِهٖ فِي التَّصَرُّفِ فِيْهِ مِنْ إِلْقَاءِ الطِّيْنِ وَالْحَطَبِ وَرَبْطِ الدَّابَّةِ وَالرُّكُوْبِ وَبِنَاءِ الدُّكَّانِ فَكَانَ الْأَمْرُ بِالْحَفْرِ فِيْ مِلْكِهٖ ظَاهِرًا بِالنَّظْرِ إِلٰى مَا ذَكَرْنَا فَكَفٰى ذٰلِكَ لِنَقْلِ الْفِعْلِ إِلَيْهِ.

(۷۹۶) قَالَ وَمَنْ جَعَلَ قَنْطَرَةً بِغَيْرِ إِذْنِ الْإِمَامِ فَتَعَمَّدَ رَجُلٌ الْمَرُوْرَ عَلَيْهَا فَعَطَبَ فَلَا ضَمَانَ عَلَى

ترجمہ: (۷۹۴) اور اگر حکم دینے والے نے کہا کہ یہ صحن تو میرا ہے، لیکن اس میں کنواں کھونے کا حقدار نہیں ہوں، پھر بھی مزدور نے کنواں کھودا اور اس میں آدمی گر کر مر گیا تو ضمان مزدور پر ہے، قیاس کا تقاضہ یہی ہے

ترجمہ: ل اس لئے کہ مزدور کو پتہ ہے کہ اس کا حکم فاسد ہے، اور حکم دینے والے نے مزدور کو دھوکا نہیں دیا ہے (اس لئے مزدور پر ضمان لازم ہوگا)

تشریح: یہاں دو باتیں ہیں، ایک تو یہ ہے کہ صحن حکم دینے والے کا ہے، اس لئے اس کا حکم دینا صحیح ہے، اور ضمان اسی پر ہونا چاہئے۔ لیکن اس نے یہ واضح کر دیا تھا کہ اس میں مجھے کنواں کھودنے کا حق نہیں ہے تو اب اس کی جانب سے تعدی بھی نہیں ہے، تعدی تو مزدور کی جانب سے ہے کہ اس نے علم کے باوجود کنواں کھودا اس لئے قیاس کا تقاضہ یہی ہے کہ ضمان مزدور پر لازم ہو

ترجمہ: (۷۹۵) اور استحسان کا تقاضہ یہ ہے کہ ضمان مستاجر یعنی حکم دینے والے پر ہو

ترجمہ: ل اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اس کا ہی صحن ہے، تو اس میں اس کی ملکیت ہے، اور اس میں تصرف کر سکتا ہے، جیسے مٹی ڈالنا، ایندھن ڈالنا، چوپایہ باندھنا، سوار ہونا، اور چبوترہ بنانا، اس لئے اس کی ظاہری حالت دیکھتے ہوئے اپنی ملکیت میں کھودنے کا حکم دینا ہے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، اور اس کی طرف کھودنا منتقل ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے

تشریح: استحسان کا تقاضہ یہ ہے کہ ضمان صحن والے پر ہو مزدور پر نہ ہو

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اس کا صحن ہے تو اس میں سارا کام کر سکتا ہے، اس لئے اس کا حکم دینا صحیح ہے، اور گویا کہ کھودنا اسی کی جانب سے ہوا اس لئے اس پر ضمان لازم ہوگا، یہ استحسان کا تقاضہ ہے، لیکن اس نے بتا دیا تھا کہ اس میں کھودنے کا مجھے حق نہیں ہے، اس لئے قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ ضمان مزدور اور اجیر پر ہو

ترجمہ: (۷۹۶) کسی نے امام کی اجازت کے بغیر پل بنایا، اب ایک آدمی اس پر جان کر چلنا چاہا اور ہلاک ہو گیا تو جس نے پل بنایا اس پر ضمان نہیں ہے، ایسے ہی راستے پر لکڑی رکھی، اور جان کر کوئی آدمی اس پر گزرا (رکھنے والے پر ضمان نہیں ہے)

الَّـذِیْ جَـعَـلَ قَـنْـطَـرَـةً، وَكَذٰلِكَ إِنْ وَضَعَ خَشَبَةً فِي الطَّرِيْقِ فَتَعَمَّدَ رَجُلُ الْمُرُوْرَ عَلَيْهَا، لِ لِأَنَّ الْأَوَّلَ تَـعَدٍّ هُوَ تَسْبِيْبٌ وَالثَّانِيْ تَعَدَّ هُوَ مُبَاشَرَةٌ فَكَانَ الْإِضَافَةُ إِلَى الْمُبَاشِرِ أَوْلٰى، وَلِأَنَّ تَخَلُّلَ فِعْلِ فَاعِلٍ مُخْتَارٍ يَقْطَعُ النِّسْبَةَ كَمَا فِي الْحَافِرِ مَعَ الْمُلْقِيْ.

(۷۹۷) قَالَ وَمَنْ حَـمَلَ شَيْئًا فِي الطَّرِيْقِ فَسَقَطَ عَلٰى إِنْسَانٍ فَعَطَبَ بِهِ إِنْسَانٌ فَهُوَ ضَامِنٌ وَكَذَا إِذَا سَـقَـطَ فَتَعَثَّرَ بِهِ إِنْسَانٌ، وَإِنْ كَانَ رِدَاءٌ قَدْ لَبِسَهُ فَسَقَطَ فَعَطَبَ بِهِ إِنْسَانٌ لَمْ يَضْمَنْ، لِ وَهٰذَا اللَّفْظُ يَشْتَـمِـلُ الْـوَجْهَيْـنِ، وَالْـفَرْقُ أَنَّ حَامِلَ الشَّيْءِ قَاصِدٌ حَفْظِهِ فَلَا حَرَجَ فِي التَّقْيِيْدِ بِوَصْفِ السَّلَامَةِ،

ترجمہ: لِ اس لئے کہ پہلے آدمی نے تعدی کا سبب اختیار کیا ہے، اور دوسرے نے خود جان کر تعدی کی ہے، تو جس نے جان کر تعدی کی ہے اس کی طرف ہلاکت منسوب کرنا زیادہ بہتر ہے، اس لئے کہ اختیار سے کرنے والے کے فعل نے سبب کو ختم کر دیا ہے جیسے کنواں کھودنے والا میں گرا دینے والے کے ساتھ۔

اصول: ایک آدمی ہلاک کرنے کا سبب ہے، اور دوسرا آدمی ہلاک ہونے کا فعل اختیار کرتا ہے تو ہلاکت کی نسبت فعل اختیار کرنے والے کی طرف ہوگی، سبب کی طرف نہیں۔

تشریح: بغیر امام کی اجازت کے پل بنایا تو پل بنانا ایک اچھا کام ہے، یہ تعدی نہیں ہے، اب اس پر کوئی آدمی گزرا اور گر کر مر گیا تو پل بنانے والے پر اس لئے ضمان نہیں ہے کہ پل بنانے والے کی تعدی نہیں ہے، جان کر گزرنے والے کی تعدی ہے اس لئے پل بنانے والے پر ضمان نہیں ہوگا

دوسرا مسئلہ ہے کہ راستہ کا کچھ حصہ چھوڑ دیا تھا وہاں سے آدمی گزر سکتا تھا، اور کچھ حصے پر لکڑی ڈالی تھی، اب ایک آدمی نے جان کر لکڑی پر پاؤں رکھا اور پھسل گیا تو یہاں گزرنے والے کی غلطی ہے اس لئے لکڑی رکھنے والے پر ضمان نہیں ہوگا

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ لکڑی رکھنے والا ہلاک کا سبب ہے، اور اس پر جان کر گزرنے والا مباشر ہے، یعنی خود پاؤں رکھا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ مباشر آ جائے تو سبب کو ختم کر دیتا ہے، اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ایک آدمی نے کنواں کھودا، اور دوسرے آدمی نے اس کنواں میں آدمی کو گرا دیا، تو ضمان گرا دینے والے پر ہوگا، کیونکہ وہ مباشر ہے، اسی طرح یہاں ہوگا

لغت: المباشر: بشر سے مشتق ہے، خود کرنے والا

ترجمہ: (۷۹۷) کوئی راستے میں کوئی چیز اٹھائے ہوئے جا رہا تھا، وہ چیز کسی انسان پر گری اور وہ مر گیا تو اٹھانے والے پر ضمان ہوگا۔ ایسے ہی راستے پر اٹھائے ہوئے جا رہا تھا وہ چیز گر گئی اور اس سے پھسل کر کوئی انسان مر گیا تو بھی اٹھانے والے پر ضمان ہوگا۔ لیکن کوئی آدمی چادر اوڑھے ہوا تھا وہ چادر کسی پر گری اور وہ مر گیا، تو چادر والا ضامن نہیں ہوگا

ترجمہ: لِ لفظ کہ ہلاک دونوں صورتوں کو شامل ہے (یعنی چادر گری اور آدمی مرا، اور گری ہوئی چادر میں پھسل کر کوئی آدمی

وَاللَّابِسُ لا يَقْصُدُ حِفْظَهُ مَا يَلْبَسُهُ فَيَحْرَجُ بِالتَّقْيِيْدِ بِمَا ذَكَرْنَاهُ فَجَعَلْنَاهُ مُبَاحًا مُطْلَقًا، ٢ وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَنَّهُ إِذَا لَبِسَ مَا لَا يُلْبَسُ فَهُوَ كَالْحَامِلِ لِأَنَّ الْحَاجَةَ، لَا تَدْعُوْا إِلٰى لَبْسِهٖ.

(۷۹۸) قَالَ وَإِذَا كَانَ الْمَسْجِدُ لِلْعَشِيْرَةِ فَعَلَّقَ رَجُلٌ مِنْهُمْ قِنْدِيْلًا أَوْ جَعَلَ فِيْهِ بَوَارِيْ أَوْ حَصَاةً

مر گیا)۔اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ جو آدمی چیز کو اٹھاتا ہے وہ اس کی حفاظت کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، اس لئے اس میں یہ شرط لگائے کہ اس اٹھائی چیز سے کسی کو نقصان نہ ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور جو آدمی کپڑا پہنتا ہے، وہ کپڑے کی حفاظت کرنے کا ارادہ نہیں کرتا ہے، اس لئے حفاظت کی قید لگانے سے حرج ہوگا، اس لئے چادر کو مطلقا مباح کیا

اصول: یہاں اصول یہ ہے کہ کسی چیز کو اٹھار ہا ہے تو ہر وقت اس کی حفاظت کی نیت ہوتی ہے کہ وہ گر نہ جائے، یا وہ کسی اور پر نہ گر جائے، اس لئے اس کے گرنے سے ضمان لازم ہوگا۔ اور جو کپڑا پہنتا ہے، تو اس کی نیت کپڑے کی حفاظت نہیں ہوتی ہے صرف پہننا مقصود ہے، اس لئے اس کے گرنے سے ضمان لازم نہیں ہوگا

تشریح: یہاں چار صورتیں ہیں۔ا۔ جو چیز اٹھائی ہے وہ کسی پر گر جائے، مثلا دس کیلو گیہوں سر پر اٹھایا ہے وہ کسی پر گر جائے اور مر جائے تو اٹھانے والے پر ضمان لازم ہوگا۔۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ گیہوں نیچے گرا اس پر کسی کا پاؤں پھسل گیا اور مر گیا تو ضمان لازم ہوگا

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ اٹھانے والا ہر وقت اس کی حفاظت کرتا ہے کہ وہ گر نہ جائے، یا وہ کسی اور پر نہ گر جائے تو اس میں یہ شرط ہے کہ اس بوجھ سے کسی کو نقصان نہ ہو، اور نقصان ہو گیا تو ضمان لازم ہوگا

۔۳۔ تیسری صورت یہ ہے کہ چادر اوڑھے ہوا تھا وہ کسی پر گر گئی اور وہ مر گیا۔۴۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ چادر نیچے گری، اس سے کوئی الجھ کر مر گیا تو چادر اوڑھنے والے پر ضمان لازم نہیں ہوگا

وجہ: کپڑا پہننے والے کی نیت یہ نہیں ہوتی ہے یہ کسی پر گرے نہیں، یا اس سے کوئی الجھے نہیں، اس کی تو نیت پہننے کی ہوتی ہے، اور یہ ہمیشہ کی چیز ہے، اس لئے اس میں یہ قید لگانا کہ یہ اس شرط پر پہنے کہ اس سے کوئی مرے نہیں اس سے حرج عظیم ہے، اس لئے اس سے کوئی مرے تو ضمان لازم نہیں ہوگا۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بوجھ بھاری ہوتا ہے اس سے آدمی مر سکتا ہے اس لئے اس سے ضمان لازم کیا۔ اور کپڑا ہلکا ہوتا ہے اس سے عام طور پر آدمی نہیں مرتا ہے اس لئے اس سے مرنے پر ضمان لازم نہیں کیا ہے

ترجمہ: ٢ امام محمدؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ ایسی چیز پہنے جو عام طور پر پہنتے نہیں ہیں تو اس کا حکم بوجھ اٹھانے والے کا ہے، اس لئے کہ اس کے پہننے کی ضرورت نہیں تھی

تشریح: مثلا جھل پہن لیا۔ یا ٹاٹ پہن لیا تو یہ چیز عام طور پر پہننے کی نہیں ہوتی ہے اس لئے اس سے کوئی آدمی مرا تو ضمان لازم ہوگا م، یہ بوجھ کی طرح ہوگا، کیونکہ اس کے پہننے کی ضرورت نہیں تھی

ترجمہ: (۷۹۸) امام محمدؒ نے فرمایا کہ کسی محلے والے کی مسجد ہو اس میں محلے والے نے ہی قندیل لٹکائی، یا اس میں

فَعَطَبَ بِهِ رَجُلٌ لَمْ يَضْمَنْ، وَإِنْ كَانَ الَّذِي فَعَلَ ذٰلِكَ مِنْ غَيْرِ الْعَشِيْرَةِ ضَمِنَ، ۱؎ قَالُوْا هٰذَا عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، ۲؎ وَقَالَا لَا يَضْمَنُ فِي الْوَجْهَيْنِ، لِأَنَّ هٰذِهِ مِنَ الْقُرَبِ، وَكُلُّ أَحَدٍ مَاذُوْنٌ فِيْ إِقَامَتِهَا فَلَا يَتَقَيَّدُ بِشَرْطِ السَّلَامَةِ كَمَا إِذَا فَعَلَهُ بِإِذْنِ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْمَسْجِدِ. ۳؎ وَلِأَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَهُوَ الْفَرْقُ أَنَّ التَّدْبِيْرَ فِيْمَا يَتَعَلَّقُ بِالْمَسْجِدِ لِأَهْلِهِ دُوْنَ غَيْرِهِمْ كَنَصْبِ الْإِمَامِ وَاخْتِيَارِ الْمُتَوَلِّيْ وَفَتْحِ بَابِهِ وَإِغْلَاقِهِ وَتَكْرَارِ الْجَمَاعَةِ إِذَا سَبَقَهُمْ بِهَا غَيْرُ أَهْلِهِ فَكَانَ فِعْلُهُمْ مُبَاحًا مُطْلَقًا غَيْرُ مُقَيَّدٍ بِشَرْطِ السَّلَامَةِ، وَفِعْلُ غَيْرِهِمْ تَعَدِّيًا أَوْ مُبَاحًا مُقَيَّدًا بِشَرْطِ السَّلَامَةِ،

چٹائی ڈالے، یا اس میں کنکر ڈالے، پھر اس کی وجہ سے کوئی ہلاک ہو گیا تو ضامن نہیں ہوگا، اور اگر محلے والے میں سے نہ ہوتو ضامن ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۱؎ یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جو کام محلّہ والے کر سکتے ہیں اگر انہوں میں سے کسی نے کیا تو ضامن نہیں ہوگا۔ اور جو کام غیر محلّہ کے لئے جائز نہیں ہے، پھر بھی کر دیا تو اب ضمان لازم ہوگا، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ شرارت کے لئے یہ کام کیا ہو

تشریح: اہل محلّہ کے لئے قندیل لٹکانا، چٹائی بچھانا، کنکری کا بچھانا جائز ہے اور وہ کام کیا اور اس پر سے پھسل گیا اور مر گیا تو ضمان لازم نہیں ہوگا، کیونکہ ان کو اس کی اجازت ہے۔ اور غیر محلّہ کے لئے یہ کرنا جائز نہیں ہے اب اس نے کیا ہو سکتا ہے کہ یہ شرارت کے لئے کیا ہو اس لئے اس کو ضمان لازم ہوگا۔

لغت: قندیل: چراغ، فانوس۔ بواری: چٹائی، بوریہ۔ حصات: کنکری

ترجمہ: ۲؎ صاحبین نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں ضمان لازم نہیں ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سب قربت ہیں، اور ہر ایک کو اس کے قائم کرنے کی اجازت ہے اس لئے سلامتی کی شرط کے ساتھ مقید نہیں ہوگی، جیسے محلّہ والے میں سے کسی ایک کی اجازت سے کیا ہو۔

تشریح: صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ مسجد میں محلّہ والے اور غیر محلّہ والے دونوں کو قندیل وغیرہ ڈالنے، اور خیر کا کام کرنے کی اجازت ہے اس لئے اس نے کیا اور اس پر کوئی پھسل گیا تو ضامن نہیں ہوگا

ترجمہ: ۳؎ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے اور یہی فرق ہے، کہ مسجد کی تدبیر کرنے کا حق صرف محلّہ والوں کو ہے، دوسروں کو یہ حق نہیں ہے، جیسے امام متعین کرنا، متولی کا منتخب کرنا، دروازہ کھولنا، اس کو بند کرنا اور غیر محلّہ والوں نے جماعت کروا دی ہو تو دوسری جماعت کرنا، اس لئے محلّہ والوں کو یہ سب کام کرنا بغیر سلامتی کی شرط کے ساتھ مباح ہے، اور دوسروں کے حق میں یہ کام تعدی ہے، یا سلامتی کی شرط کے ساتھ مباح ہے

۴ وَقَصدُ القُربَةِ لا يُنَافِي الغَرَامَةَ إذَا أَخطَأَ الطَّرِيقَ كَمَا إذَا تَفَرَّدَ بِالشَّهَادَةِ عَلَى الزِّنَا، وَالطَّرِيقُ فِيمَا نَحنُ فِيهِ الِاستِيذَانُ مِن أَهلِهِ.

(۷۹۹) قَالَ وَإِن جَلَسَ فِيهِ رَجُلٌ مِنهُم فَعَطَبَ بِهِ رَجُلٌ لَم يَضمَن إِن كَانَ فِي الصَّلَاةِ، وَإِن كَانَ فِي غَيرِ الصَّلَاةِ ضَمِنَ، ۱ وَهٰذَا عِندَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحمَةُ اللّٰهِ عَلَيهِ

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ محلّہ والوں کے لئے یہ کام کرنا ہر صورت میں جائز ہے، چاہے کسی کا نقصان ہو یا نہ ہو، اور غیر محلّہ والوں کے سلامت کی شرط کے ساتھ مباح ہے اس لئے محلّہ والوں پر ضمان لازم نہیں ہوگا، اور غیر محلّہ والوں ضمان لازم ہوگا

ترجمہ: ۴ اور قربت کا کام کرنا تاوان کے منافی نہیں ہے اگر طریقہ اختیار کرنے میں غلطی ہو، جیسے زنا کی گواہی دینا قربت ہے، لیکن ایک آدمی نے گواہی دی ہو حد قذف لگ جائے گی، اور مسجد میں قربت کا کام کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اہل محلّہ سے اجازت لے

تشریح: یہ امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے صاحبینؒ کو جواب ہے، صاحبینؒ نے فرمایا تھا کہ قربت کا کام کیا ہو تو تاوان نہیں لگنا چاہئے، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ طریقہ غلط اختیار کیا ہو تو قربت کے کام میں بھی تاوان لگتا ہے، اس کی مثال دی کہ زنا کی گواہی دینا قربت اور عبادت ہے، لیکن چار گواہ چاہئے، لیکن ایک آدمی نے گواہی دی تو اس کو حد قذف لگ جائے گی، کیونکہ اس نے طریقہ غلط اختیار کیا ہے، اسی طرح اہل محلّہ سے اجازت لیکر قندیل لگانا چاہئے، تاکہ ضمان لازم نہ ہو، لیکن اس کی اجازت کے بغیر قندیل لگایا طریقہ غلط اختیار کرنے کی وجہ سے ضمان لازم ہوگا

ترجمہ: (۷۹۹) اگر کوئی آدمی مسجد میں بیٹھا، اور وہ نماز میں ہے اور اس سے کوئی آدمی ہلاک ہو گیا تو ضامن نہیں ہوگا، اور اگر نماز میں نہیں ہے تو ضامن ہو جائے گا

ترجمہ: ۱ یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے،

اصول: مسجد میں نماز پڑھنا ایک ضرورت ہے، اس لئے کوئی نماز میں ہے اور کوئی اس سے ٹکرا کر مر گیا تو ضمان لازم نہیں ہوگا کیونکہ یہ تعدی نہیں ہے

اصول: نماز کے بغیر مسجد میں بیٹھنا ضرورت نہیں ہے، اس لئے کوئی اس سے ٹکرا کر مر گیا تو ضمان لازم ہوگا۔

تشریح: کوئی آدمی مسجد میں نماز پڑھ رہا ہے اور اس سے ٹکرا کر کوئی آدمی مر گیا تو ضمان لازم نہیں ہوگا، لیکن نماز میں نہیں ہے اور ٹکرا کر مر گیا تو ضمان لازم ہوگا

وجہ: نماز پڑھنا ضرورت ہے اس لئے ضمان لازم نہیں ہوگا، اور اس کے علاوہ مسجد میں بیٹھنا ضرورت نہیں ہے، اس لئے ضمان لازم ہوگا۔ لیکن نمازی نے کسی کو روند دیا تو چاہے نماز میں ہو تب بھی ضمان لازم ہوگا، اس لئے کہ اس نے غلطی ہی میں سہی

۲ وَقَالَا لَا يَضمَنُ عَلٰى كُلِّ حَالٍ، وَلَو كَانَ جَالِسًا لِقِرَاءَةِ القُرآنِ أَو لِلتَّعلِيمِ أَو لِلصَّلَاةِ أَو نَامَ فِيهِ فِي أَثنَاءِ الصَّلٰوةِ أَو نَامَ فِي غَيرِ الصَّلَاةِ أَو مَرَّ فِيهِ مَارٌّ أَو قَعَدَ فِيهِ لِحَدِيثٍ فَهُوَ عَلٰى هٰذَا الإِختِلَافِ، ۳ وَأَمَّا المُعتَكِفُ فَقَد قِيلَ عَلٰى هٰذَا الاِختِلَافِ، وَقِيلَ لَا يَضمَنُ بِالاِتِّفَاقِ. لَهُمَا أَنَّ المَسجِدَ إِنَّمَا بُنِيَ لِلصَّلَاةِ وَالذِّكرِ، وَلَا يُمكِنُهُ أَدَاءُ الصَّلٰوةِ بِالجَمَاعَةِ إِلَّا بِانتِظَارِهَا فَكَانَ الجُلُوسُ فِيهِ مُبَاحًا لِأَنَّهُ مِن ضَرُورَاتِ الصَّلٰوةِ أَو لِأَنَّ المُنتَظِرَ لِلصَّلَاةِ فِي الصَّلَاةِ حُكمًا بِالحَدِيثِ فَلَا يَضمَنُ كَمَا إِذَا كَانَ فِي الصَّلَاةِ. ۴ وَلَهُ أَنَّ المَسجِدَ بُنِيَ لِلصَّلَاةِ وَهٰذِهِ الأَشيَاءُ مُلحَقَةٌ بِهَا فَلَا بُدَّ مِن

تعدی کی ہے اس لئے ضمان لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۲ صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ ہر حال میں ضامن نہیں ہوگا چاہے آدمی قرآن پڑھنے کے لئے بیٹھے، یا تعلیم کے لئے بیٹھے، یا نماز کے لئے بیٹھے، یا نماز کے درمیان مسجد میں سو جائے، یا مسجد میں سو جائے، یا مسجد سے گزرے، یا حدیث پڑھنے کے لئے مسجد میں بیٹھے تو ان سب صورتوں میں یہی اختلاف ہے

اصول: صاحبینؒ کا اصول یہ ہے کہ نماز کے علاوہ کے لئے بھی مسجد میں بیٹھے اور اس سے ٹکرا کر کوئی مر جائے تو ضمان لازم نہیں ہوگا، کیوں کہ یہ بھی نماز کے لوازمات میں سے ہیں۔

تشریح: صاحبین فرماتے ہیں کہ مسجد میں چاہے نماز پڑھ رہا ہو یا نماز کے لئے بیٹھا ہو، یا نماز کے انتظار میں سو جائے یہ سب نماز کے لوازمات میں سے ہیں اس لئے اس حال میں بھی کوئی ٹکرا جائے اور مر جائے تب بھی اس پر ضمان نہیں ہے

ترجمہ: ۳ اور معتکف کے بارے میں بھی کہا گیا ہے کہ یہی اختلاف ہے، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ بالاتفاق ضامن نہیں ہوگا، صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ مسجد نماز اور ذکر کے لئے بنائی گئی ہے اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کے لئے وہاں اس کے انتظار میں بیٹھنا ضروری ہے، اس لئے وہاں بیٹھنا مباح ہے، اس لئے کہ یہ بھی نماز کی ضروریات میں سے ہے، یا اس لئے کہ نماز کا انتظار کرنا گویا کہ نماز میں ہے، حدیث میں یہ ہے اس لئے اس سے مرنے سے ضمان لازم نہیں ہوگا، جیسے نماز کے اندر ہو تو ضمان لازم نہیں ہوتا ہے

تشریح: صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ نماز اور ذکر کے لئے مسجد بنائی گئی ہے، اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے اس کے لئے انتظار کرنا بھی ایک ضرورت ہے یہ بھی نماز میں شامل ہے، اس لئے اس سے بھی ضمان لازم نہیں ہوگا

ترجمہ: ۴ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مسجد نماز کے لئے بنائی گئی ہے اور یہ چیزیں (بیٹھنا وغیرہ) اس سے ملحق ہیں، اس لئے تفاوت کا اظہار کرنا ضروری ہے، اس لئے اصل نماز کے لئے بیٹھنا مطلق مباح ہے، اور جو چیزیں نماز سے لاحق ہیں اس کے لئے بیٹھنا اس وقت مباح جبکہ سلامتی کی شرط ہو (اس لئے اگر کوئی مر گیا تو سلامتی نہیں رہی اس لئے ضمان لازم ہوگا)

إِظْهَارِ التَّفَاوُتِ فَجَعَلْنَا الْجُلُوْسَ لِلْأَصْلِ مُبَاحًا مُطْلَقًا، وَالْجُلُوْسُ لِمَا يَلْحَقُ بِهِ مُبَاحًا مُقَيَّدًا بِشَرْطِ السَّلَامَةِ، ۵ وَلَا غرو أَنْ يَكُوْنَ الْفِعْلُ مُبَاحًا أَوْ مَنْدُوْبًا إِلَيْهِ وَهُوَ مُقَيَّدٌ بِشَرْطِ السَّلَامَةِ كَالرَّمْيِ إِلَى الْكَافِرِ أَوْ إِلَى الصَّيْدِ وَالْمَشْيِ فِي الطَّرِيْقِ وَالْمَشْيِ فِي الْمَسْجِدِ إِذَا وَطِئَ غَيْرَهُ وَالنَّوْمُ فِيْهِ إِذَا انْقَلَبَ عَلٰى غَيْرِهِ.

(۸۰۰) وَإِنْ جَلَسَ رَجُلٌ مِنْ غَيْرِ الْعَشِيْرَةِ فِيْهِ فِي الصَّلَاةِ فَتَعَقَّلَ بِهِ إِنْسَانٌ يَنْبَغِيْ أَنْ لَا يَضْمَنَ ۱ لِأَنَّ الْمَسْجِدَ بُنِيَ لِلصَّلَاةِ، وَأَمْرُ الصَّلَاةِ بِالْجَمَاعَةِ إِنْ كَانَ مُفَوَّضًا إِلٰى أَهْلِ الْمَسْجِدِ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ أَنْ يُصَلِّيَ فِيْهِ وَحْدَهُ.

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مسجد نماز کے لئے بنائی گئی ہے،اوراس میں تعلیم کے لئے بیٹھنا، یا نماز کے انتظار میں بیٹھنا یہ نماز نہیں ہیں، بلکہ اس کے ملحقات میں سے ہیں،اس لئے نماز اوراس کے ملحقات میں فرق ہونا چاہئے،وہ یہ کہ نماز میں ہے تو سلامتی کی شرط ہونا ضروری نہیں،اور ملحقات میں سلامتی کی شرط ہو،اور جب کوئی اس نمازی سے ٹکرا کر مر گیا تو سلامتی کی شرط نہیں رہی اس لئے ضامن ہوگا

ترجمہ: ۵ اور یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ ایک کام مباح اور مندوب ہواور وہ سلامتی کی شرط کے ساتھ بھی ہو، جیسے کافر کی طرف تیر پھینکنا (جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ کسی مسلمان کو نہ لگے اور لگ گیا تو مسلمان کے مرنے کا ضمان لازم ہوگا)۔یا شکار کی طرف تیر پھینکنا (جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ کسی انسان کو نہ لگے اور لگ گیا تو اس کا ضمان لازم ہوگا)، یا راستے میں چلنا مندوب ہے (لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کو ٹھوکر نہ مارے،اور ماردیا تو ضمان لازم ہوگا)، یا مسجد میں چلنا (مندوب ہے،لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کو روندے نہیں،لیکن اگر روند دیا تو ضمان لازم ہوگا)، یا سونا (مندوب ہے لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کو مارے نہیں،لیکن سوتے ہوئے میں کسی پر پلٹ گیا اور وہ مر گیا تو اس کا ضمان لازم ہوگا)،اسی طرح یہاں مسجد میں بیٹھنا مندوب ہے لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کو ٹھوکر نہ لگے اور لگ گیا اور وہ مر گیا،تو اس کا ضمان لازم ہوگا۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: (۸۰۰) اگر محلے کے علاوہ کا آدمی مسجد میں نماز کے لئے بیٹھا اور اس سے کوئی آدمی پھسل گیا اور مر گیا تو مناسب یہی ہے کہ اس پر ضمان نہ ہو۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ مسجد نماز کے لئے بنائی گئی ہے،اور مسجد میں جماعت قائم کرنا اگر چہ محلے والے کا کام ہے لیکن ہر آدمی کو اس میں نماز پڑھنے کی اجازت ہے (اس لئے اس کی نماز سلامتی کی شرط کے ساتھ مقید نہیں ہوگی)

تشریح: محلے کے علاوہ کے مصلی مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھا تو ان کو بھی دوسرے کے محلے میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی اجازت ہے،اور اس نے یہی کیا ہے تو کوئی تعدی نہیں کی ہے اس لئے اس سے پھسل کر کوئی مر گیا تو ضمان لازم نہیں ہوگا

فَصْلٌ فِي الْحَائِطِ الْمَائِلِ

(۸۰۱) قَالَ وَإِذَا مَالَ الْحَائِطُ إِلٰى طَرِيقِ الْمُسْلِمِينَ فَطُولِبَ صَاحِبُهُ بِنَقْضِهِ وَأُشْهِدَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَنْقُضْهُ فِي مُدَّةٍ يَقْدِرُ عَلٰى نَقْضِهِ حَتّٰى سَقَطَ ضَمِنَ مَا تَلَفَ بِهِ مِنْ نَفْسٍ أَوْ مَالٍ، ؎ وَالْقِيَاسُ أَنْ لَّا يَضْمَنَ، لِأَنَّهُ لَا صُنْعَ مِنْهُ مُبَاشَرَةً، وَلَا مُبَاشِرَةً شَرْطٌ هُوَ مُتَعَدٍّ فِيهِ، لِأَنَّ أَصْلَ الْبِنَاءِ كَانَ فِي مِلْكِهِ

فصل فی الحائط المائل

ترجمہ: (۸۰۱) اگر دیوار مسلمان کے راستے کی طرف مائل ہو جائے۔ پس مطالبہ کیا گیا اس کے مالک سے اس کے توڑنے کا اور اس پر گواہ بنایا پھر بھی نہیں توڑا اس مدت میں کہ توڑ سکتا تھا یہاں تک کہ گر گئی تو ضامن ہوگا اس کا جو ضائع ہو جان یا مال۔

اصول: مسئلہ اس اصول پر ہے کہ اپنی چیز میں کوئی چیز کھڑی کر سکتا ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ کسی غیر کو نقصان نہ ہو، لا ضرر ولا ضرار (دار قطنی، نمبر: ۳۰۶۰)

تشریح: کسی کی دیوار مسلمانوں کے راستے کی طرف جھک گئی۔ لوگوں نے اس سے اس کو توڑنے کا مطالبہ کیا اور مطالبہ پر گواہ بھی بنایا پھر اتنی مدت گزر گئی کہ وہ توڑ سکتا تھا پھر بھی نہیں توڑا۔ اس کے بعد کسی پر وہ دیوار گر گئی تو اس کا ضمان دینا ہوگا۔ اور مال کا نقصان ہوا تو اس کا بھی ضمان لازم ہوگا۔ گرانے کا مطالبہ کرنے والا مسلمان ہو یا ذمی ہو دونوں کا حق برابر ہے۔ اس لئے دونوں میں سے کوئی بھی مطالبہ کرے گا تو دیت لازم ہو جائے گی۔

وجہ: (۱) چاہے دیوار اپنی زمین میں ہو لیکن اس شرط کے ساتھ کھڑی رکھ سکتا ہے کہ کسی کو نقصان نہ ہو۔ یہاں یاد دہائی کے باوجود نقصان کیا اس لئے ضمان لازم ہوگا۔ یہ صورت قتل بسبب ہے۔ (۲) اس قول تابعی میں ہے۔ عن قتادة فی الجدر اذا کان مائلا ان یشهد علی صاحبه فوقع علی انسان فقتله قال یضمن صاحب الجدر (مصنف عبد الرزاق، باب الجدر المائل والطریق ج عاشر، ص ۷۱ نمبر ۱۸۳۹۷ / مصنف ابن ابی شیبة ۱۳۷ الحائط المائل یشهد علی صاحبه ج خامس، ص ۴۲۳، نمبر ۲۷۶۲۸) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ توڑوانے پر گواہ بنایا پھر بھی نہیں توڑا پھر کسی کا نقصان ہوا تو دیوار والا ضامن ہوگا۔

ترجمہ: ؎ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس دیوار والے پر ضمان نہ ہو اس لئے کہ ہاتھ لگا کر نہیں گرایا ہے، اور نہ ایسی کوئی شرط کی جو تعدی ہو، اس لئے کہ دیوار بھی اس کی ملکیت میں ہے اور دیوار کا مائل ہونا بھی اس کی ملکیت میں ہے، اور ہوا کو مشغول کرنا اس کے فعل سے نہیں ہے تو ایسا ہوا کہ دیوار ہٹانے پر گواہ بنانے سے پہلے دیوار گری ہو

تشریح: قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ دیوار والے پر ضمان نہ ہو

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ دیوار اس کی ملکیت میں ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ اپنی ملکیت میں کوئی چیز بنائی ہو تو اس سے ہلاک ہونے سے ضمان لازم نہیں ہوتا ہے۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ دیوار جو مائل ہوئی وہ بھی اس کی ملکیت میں ہوئی ہے (۳) تیسری

وَالْمِيَلَانُ وَشَغْلُ الْهَوَاءِ لَيْسَ مِنْ فِعْلِهِ فَصَارَ كَمَا قَبْلَ الْإِشْهَادِ. ۲ وَجْهُ الْإِسْتِحْسَانِ أَنَّ الْحَائِطَ لَمَّا مَالَ إِلَى الطَّرِيقِ فَقَدِ اشْتَغَلَ هَوَاءَ طَرِيقِ الْمُسْلِمِينَ بِمِلْكِهِ وَرَفْعُهُ فِي يَدِهِ فَإِذَا تَقَدَّمَ إِلَيْهِ وَطُولِبَ بِتَفْرِيغِهِ يَجِبُ عَلَيْهِ فَإِذَا امْتَنَعَ صَارَ مُتَعَدِّيًا بِمَنْزِلَةِ مَا لَوْ وَقَعَ ثَوْبُ إِنْسَانٍ فِي حِجْرِهِ يَصِيرُ مُتَعَدِّيًا بِالْإِمْتِنَاعِ عَنِ التَّسْلِيمِ إِذَا طُولِبَ بِهِ، كَذَا هٰذَا، ۳ بِخِلَافِ مَا قَبْلَ الْإِشْهَادِ، لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ

وجہ یہ ہے کہ دیوار والے نے اپنے ہاتھ سے دیوار کو مائل نہیں کیا ہے، بلکہ خود بخود ڈھوئی ہے اس لئے اس کی جانب سے تعدی نہیں ہوئی ہے اس لئے دیوار کسی پر گری تو اس پر ضمان لازم نہیں ہونا چاہئے، جیسے دیوار گرانے پر گواہی بنانے سے پہلے کسی پر دیوار گر جائے تو ضمان لازم نہیں ہوتا ہے، اسی طرح یہاں بھی لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۲ استحسان کی وجہ یہ ہے کہ دیوار جب راستے کی طرف مائل ہوئی تو اپنی ملکیت سے مسلمان کے راستے کی ہوا کو مشغول کر دیا، اور اس کو توڑ کر دور کرنا اس کے ہاتھ میں تھا، پھر جب اس کے پاس گیا اور دیوار کو توڑ کر فارغ کرنے کا مطالبہ کیا تو اس پر توڑ دینا واجب تھا، لیکن پھر بھی نہیں توڑا تو اب تعدی کرنے والا ہو گیا، جیسے کسی کے گود میں کپڑا گر جائے اور اس کو مانگنے کے باوجود نہ دے تو وہ تعدی کرنے والا ہوتا ہے، ایسا یہاں ہوا (کہ دیوار والا تعدی کرنے والا ہو گیا)

اصول: اصول یہ ہے کہ اپنی ملکیت میں بھی دیوار بناؤ تو اس سے کسی کو نقصان نہیں ہونا چاہئے، لیکن ہو گیا تو یہ تعدی ہے اس کا ضمان دینا ہوگا

تشریح: اپنی ملکیت میں دیوار بنائی تھی اس لئے قیاس کا تقاضہ تو یہی تھا کہ اس پر ضمان نہ ہو، لیکن جب دیوار راستے کی طرف مائل ہو گئی، تو اس کے قریب سے مسلمان کا گزرنا ناممکن ہو گیا، اور کہنے کے باوجود اس کو نہیں توڑا تو یہ تعدی ہے، اس لئے اس سے ہلاک ہوا تو ضمان دینا ہوگا، اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ زید کا کپڑا عمر کے گود میں گر گیا، اب زید نے اپنا کپڑا مانگا، لیکن عمر نے نہیں دیا تو اب یہ عمر کی جانب سے تعدی ہے، اب اگر کپڑا ہلاک ہو جائے تو عمر پر ضمان لازم ہوگا، لیکن عمر کے انکار سے پہلے کپڑا ہلاک ہو جائے تو عمر پر کپڑے کا ضمان لازم نہیں ہوگا، کیونکہ اس نے تعدی نہیں کی ہے

ترجمہ: ۳ بخلاف گواہ بنانے سے پہلے دیوار گر جائے تو (دیوار والے پر ضمان لازم نہیں ہوگا) یہ ایسا ہوا کہ کپڑا مانگنے سے پہلے کپڑا ہلاک ہو جائے تو (ضمان لازم نہیں ہوتا ہے)

تشریح: دیوار مائل ہو چکی تھی لیکن اس کو گرانے کے لئے کسی نے نہیں کہا، اور اس پر گواہ بھی نہیں بنایا تو اب اگر دیوار کسی پر گر جائے تو دیوار والے پر ضمان لازم نہیں ہوگا،

وجہ: دیوار اس کی ملکیت میں ہے اس لئے کہنے سے پہلے گری تو یہ تعدی نہیں ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ زید کا کپڑا عمر کی گود میں گرا، اور ابھی عمر سے مانگا بھی نہیں تھا کہ کپڑا ہلاک ہو گیا تو عمر پر اس کا ضمان نہیں ہے، کیونکہ انکی جانب سے انکار کر کے

هَلاکِ الثَّوْبِ قَبْلَ الطَّلَبِ. ۴؎ وَلِأَنَّا لَوْ لَمْ نُوْجِبْ عَلَيْهِ الضَّمَانَ يَمْتَنِعُ عَنِ التَّفْرِيْغِ فَيَنْقَطِعُ الْمَارَّةُ حَذْرًا عَلٰى أَنْفُسِهِمْ فَيَتَضَرَّرُوْنَ بِهٖ، وَدَفْعُ الضَّرَرِ الْعَامِ مِنَ الْوَاجِبِ وَلَهٗ تَعَلُّقٌ بِالْحَائِطِ فَيَتَعَيَّنُ لِدَفْعِ هٰذَا الضَّرَرِ، وَكَمْ مِنْ ضَرَرٍ خَاصٍ يُتَحَمَّلُ لِدَفْعِ الْعَامِ مِنْهُ. ۵؎ ثُمَّ فِيْمَا تَلَفَ بِهٖ مِنَ النُّفُوْسِ تَجِبُ الدِّيَةُ وَتَتَحَمَّلُهَا الْعَاقِلَةُ لِأَنَّهٗ فِيْ كَوْنِهٖ جِنَايَةً دُوْنَ الْخَطَأِ فَيَسْتَحِقُّ فِيْهِ التَّخْفِيْفَ بِالطَّرِيْقِ الْأَوْلٰى كَيْ لَا يُؤَدِّيَ إِلَى اسْتِيْصَالِهٖ وَالْإِجْحَافُ بِهٖ وَمَا تَلَفَ بِهٖ مِنَ الْأَمْوَالِ كَالدَّوَابِ وَالْعُرُوْضِ يَجِبُ ضَمَانُهَا فِيْ مَالِهٖ لِأَنَّ الْعَوَاقِلَ لَا تَعْقِلُ الْمَالَ

تعدی نہیں ہوئی ہے، اسی طرح یہاں ہوگا

ترجمہ: ۴؎ اور اس لئے ہے کہ اگر دیوار والے پر ضمان لازم نہ کریں تو وہ دیوار نہیں گرائے گا، تو اپنے اوپر گرنے کے ڈر سے گزرنے والا نہیں گزرے گا جس سے نقصان ہوگا، اور عام نقصان کو دفع کرنا واجب ہے، اور دیوار والے کا دیوار سے تعلق ہے اس لئے اس ضرر کو دفع کرنا متعین ہوگیا، اور عام نقصان کو دفع کرنے کے لئے کئی مرتبہ خاص نقصان برداشت کیا جاتا ہے

تشریح: دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر دیوار والے پر مرنے والے کا ضمان لازم نہ کریں تو وہ دیوار نہیں گرائے گا، اور گرنے کے ڈر سے لوگ وہاں سے نہیں گزریں گے، اور یہ مسلمانوں کے لئے بہت بڑا نقصان ہے، اس لئے اس پر ضمان لازم کیا جائے گا، دوسری بات یہ ہے کہ یہ دیوار اسی مالک کی ہے اس لئے اسی پر اس کو گرانے کی ذمہ داری ہے، تیسری بات یہ ہے کہ دیوار گرانا خاص نقصان ہے، اور لوگوں کا نہ گزرنا یہ عام نقصان ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ عام نقصان کے لئے خاص نقصان برداشت کیا جاتا ہے، اس لئے بھی دیوار والے پر ضمان لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۵؎ اس دیوار گرنے سے کوئی انسان ہلاک ہوا تو دیت واجب ہوگی اور اس کو اس کے خاندان والے برداشت کریں گے، اس لئے کہ یہ قتل خطا سے کم کی جنایت ہے اس لئے بطریق اولی اس میں تخفیف کے مستحق ہوں گے، تاکہ انسان جڑ سے نہ اکھڑ جائے، اور اس کو پریشان نہ کردے، اور اگر اس سے مال ضائع ہوا ہو مثلا جانور، اور سامان تو اس کا ضمان دیوار والے کے مال میں واجب ہوگا اس لئے کہ عاقلہ مال کا ضمان برداشت نہیں کرتے ہیں

تشریح: دیوار گرنے سے کوئی آدمی ہلاک ہوا تو اس کی دیت واجب ہوگی، اور چونکہ یہ قتل خطا کے درجے میں ہے، یا اس سے بھی کم درجے کا ہے اس لئے یہ دیت عاقلہ برداشت کریں گے، ورنہ دیوار والا برباد ہو جائے گا۔ اور اگر اس سے مال، جانور، ہلاک ہوا ہے تو اس کا ضمان خود دیوار والا ادا کرے گا، کیونکہ عاقلہ مال کا ضمان ادا نہیں کرتے ہیں

لغت: استیصال: جڑ سے اکھیڑنا۔ الاجحاف: پریشان کرنا

۶ وَالشَّرْطُ التَّقَدُّمُ إِلَيْهِ وَطَلَبُ النَّقْضِ مِنْهُ دُوْنَ الْإِشْهَادِ، وَإِنَّمَا ذَكَرَ الْإِشْهَادَ لِيَتَمَكَّنَ مِنْ إِثْبَاتِهِ عِنْدَ إِنْكَارِهِ فَكَانَ مِنْ بَابِ الْاِحْتِيَاطِ، وَصُوْرَةُ الْإِشْهَادِ أَنْ يَقُوْلَ الرَّجُلُ اشْهَدُوْا إِنِّیْ قَدْ تَقَدَّمْتُ إِلٰی هٰذَا الرَّجُلِ فِیْ هَدْمِ الْحَائِطِ هٰذَا، وَلَا يَصِحُّ الْإِشْهَادُ قَبْلَ أَنْ يَهِیَ الْحَائِطُ لِانْعِدَامِ التَّعَدِّیْ.

(۸۰۲) قَالَ وَلَوْ بَنَی الْحَائِطَ مَائِلًا فِی الْاِبْتِدَاءِ قَالُوْا يَضْمَنُ مَا تَلَفَ بِسُقُوْطِهٖ مِنْ غَيْرِ إِشْهَادٍ، ۱ لِأَنَّ الْبِنَاءَ تَعَدٍّ ابْتِدَاءً كَمَا فِیْ إِشْرَاعِ الْجَنَاحِ.

(۸۰۳) قَالَ وَتُقْبَلُ شَهَادَةُ رَجُلَيْنِ أَوْ رَجُلٍ وَامْرَأَتَيْنِ عَلَی التَّقَدُّمِ، ۱ لِأَنَّ هٰذِهٖ لَيْسَتْ بِشَهَادَةٍ عَلَی الْقَتْلِ.

ترجمہ: ۶ اور گواہ بنانے کا مطلب یہ ہے کہ دیوار والے کے پاس جائے اور اس سے دیوار توڑنے کا مطالبہ کرے، اور گواہ بنانے کے لئے اس لئے کہا کہ انکار کے وقت اس کو ثابت کرنا ممکن ہو، اس لئے گواہ بنانا احتیاط کے باب سے ہے، اور گواہ بنانے کی صورت یہ ہے کہ توڑنے کے لئے کہنے والا لوگوں سے کہے کہ، تم گواہ رہو کہ اس دیوار والے کو میں نے توڑنے کے لئے کہا ہے۔ یہ بھی ہے کہ دیوار کے جھکنے سے پہلے گواہ بنانا صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ اس سے پہلے تعدی نہیں ہے

تشریح: دیوار والے سے صرف توڑنے کا مطالبہ کرنا کافی ہے، گواہ بنانا ضروری نہیں ہے، گواہ بنانے کے لئے اس لئے کہا کہ دیوار والا انکار کرے تو یہ گواہ کام آئے۔ دوسری بات یہ کہہ رہے ہیں کہ دیوار راستے کی طرف جھک جائے تب گواہ بنائے اس سے پہلے نہیں، کیونکہ جھکنے کے بعد تعدی ہوئی ہے اس سے پہلے نہیں

ترجمہ: (۸۰۲) اگر شروع ہی سے دیوار جھکی ہوئی بنائی تو علماء نے فرمایا کہ گواہ نہیں بنایا تب بھی اس کے گرنے سے جو نقصان ہوا اس کا ضامن ہوگا

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ جھکا ہوا بنانا یہ تعدی ہے، جیسے شروع ہی روشن دان باہر نکالا تو بغیر گواہ بنائے ہوئے بھی نقصان کا ضامن ہوگا

تشریح: پہلے ہی سے دیوار جھکی ہوئی بنائی تو اس کے توڑنے پر گواہ بنائے بغیر بھی دیوار کسی پر گر گئی تو اس کا ضمان ہوگا، جیسے روشن دان دیوار سے باہر نکالا، اور وہ گر گیا تو اس کے توڑنے پر گواہ نہ بھی بنایا ہو تب بھی ضمان لازم ہوگا، کیونکہ یہ شروع ہی سے تعدی ہے، اسی طرح یہاں بھی توڑنے کا مطالبہ نہیں کیا تب بھی ضمان لازم ہوگا

ترجمہ: (۸۰۳) دو مرد ہوں، یا ایک مرد ہو اور دو عورتیں ہوں توڑنے کے مطالبے پر سب کی گواہی قبول کی جائے گی

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ یہ قتل کی گواہی نہیں ہے

تشریح: واضح ہے

۲ وَشَرْطُ التَّرْکِ فِی مُدَّةٍ یَقْدِرُ عَلٰی نَقْضِهٖ فِیهَا، لِأَنَّهُ لَابُدَّ مِنْ إِمْکَانِ النَّقْضِ لِیَصِیْرَ بِتَرْکِهٖ جَانِیًا، ۳ وَیَسْتَوِیْ أَنْ یُطَالِبَهُ بِنَقْضِهٖ مُسْلِمٌ أَوْ ذِمِّیٌّ، لِأَنَّ النَّاسَ کُلَّهُمْ شُرَکَاءُ فِی الْمُرُوْرِ فَیَصِحُّ التَّقَدُّمُ إِلَیْهِ مِنْ کُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ رَجُلًا کَانَ أَوِ امْرَأَةً حُرًّا کَانَ أَوْ مُکَاتَبًا، وَیَصِحُّ التَّقَدُّمُ إِلَیْهِ عِنْدَ السُّلْطَانِ وَغَیْرِهٖ، لِأَنَّهُ مُطَالَبَةٌ بِالتَّفْرِیْغِ فَیَتَفَرَّدُ کُلُّ صَاحِبِ حَقٍّ بِهٖ. ۴ وَإِنْ مَالَ إِلٰی دَارِ رَجُلٍ فَالْمُطَالَبَةُ إِلٰی مَالِکِ الدَّارِ خَاصَّةً، لِأَنَّ الْحَقَّ لَهُ عَلَی الْخُصُوْصِ، وَإِنْ کَانَ فِیْهَا سُکَّانٌ لَهُمْ أَنْ یُطَالِبُوْهُ، لِأَنَّ لَهُمُ الْمُطَالَبَةَ بِإِزَالَةِ مَا شَغَلَ الدَّارَ فَکَذَا بِإِزَالَةِ مَا شَغَلَ هَوَاءَ هَا.

ترجمہ: ۲ اور شرط یہ ہے کہ دیوار والے کو اتنی دیر تک چھوڑ دے توڑنے کی قدرت ہو، اس لئے کہ توڑنے کی قدرت ضروری ہے پھر بھی نہ توڑے تو وہ مجرم ہوگا

تشریح: گواہ بنانے کے بعد اتنی مدت گزر جائے کہ وہ جھکی ہوئی دیوار کو توڑ سکے پھر نہیں توڑا اور کسی پر گر گئی تب جا کر ضمان لازم ہوگا، لیکن اس مدت سے پہلے کسی پر گری تو دیوار والے پر ضمان لازم نہیں ہوگا، کیونکہ اس صورت میں اس کی تعدی نہیں ہے

ترجمہ: ۳ توڑنے کا مطالبہ مسلمان کرے، یا ذمی کرے دونوں کو حق ہے اس لئے کہ وہاں سے گزرنے میں سب آدمی شریک ہیں، اس لئے اس کا مطالبہ کرنا ہر آدمی کے لئے صحیح ہے، چاہے مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا مکاتب، سب کو توڑنے کا مطالبہ کرنے کا حق ہے، پھر بادشاہ کے پاس مطالبہ کرے یا اس کے علاوہ کسی ذمہ دار کے پاس مطالبہ کرے، اس کے لئے ہر ہر حق والے کو فردا فردا مطالبے کا حق ہے

تشریح: مرد، عورت، آزاد، مکاتب، مسلم اور غیر مسلم جس کو بھی اس راستے سے گزرنے کا حق ہے سب کو دیوار والے سے توڑنے کا مطالبہ کرنے کا حق ہے، پھر بادشاہ کے پاس جا کر مطالبہ کرے، یا اس کے علاوہ کسی ذمہ دار کے پاس مطالبہ کرے دونوں کی گنجائش ہے، کیونکہ راستے کو نقصان سے فارغ کرنے کا مطالبہ ہے

ترجمہ: ۴ اگر دیوار (راستے کی طرف نہیں بلکہ) کسی خاص آدمی کے گھر کی طرف جھک گئی تو خاص گھر کے مالک کو توڑنے کا مطالبہ کرنے کا حق ہے، اور اگر اس میں کچھ کرایہ دار رہ رہے ہیں تو ان کو بھی مطالبہ کرنے کا حق ہے، اس لئے کہ گھر کو کوئی چیز مشغول کر دے تو اس کو زائل کرنے کے مطالبے کا حق ہے، تو گھر کی ہوا کو مشغول کر دے تو اس کو زائل کرنے کے مطالبے کا بھی حق ہوگا

تشریح: اگر دیوار راستے کی طرف مائل ہو تب تو عام مسلمانوں کو یہ حق ہے کہ اس کو توڑنے کا مطالبہ کرے، لیکن کسی کے گھر کی طرف جھک گئی تو اس گھر کے مالک کو مطالبے کا حق ہے، اور اگر اس گھر میں کچھ کرایہ دار رہتے ہوں تو ہر کرایہ دار کو مطالبے کا حق ہے

وجہ: گھر میں کوئی نقصان دہ چیز آ جائے تو گھر کے مالک اور اس میں رہنے والے ہر ایک کو اس کو زائل کرنے کے مطالبے کا حق ہے، اسی طرح اس کی فضا کو کوئی چیز گھیر لے تو اس کو بھی زائل کرنے کے لئے گھر میں ہر فرد کو مطالبے کا حق ہے

۵ وَلَوْ أَجَّلَهُ صَاحِبُ الدَّارِ أَوْ أَبْرَأَهُ مِنهَا أَوْ فَعَلَ ذٰلِکَ سَاکِنُوهَا فَذَالِکَ جَائِزٌ وَلا ضَمَانَ عَلَیْهِ فِیْمَا تَلَفَ بِالْحَائِطِ، لِأَنَّ الْحَقَّ لَهُمْ، ٦ بِخِلافِ مَا إِذَا مَالَ إِلَی الطَّرِیْقِ فَأَجَّلَهُ الْقَاضِیْ أَوْ مَنْ أَشْهَدَ عَلَیْهِ حَیْثُ لَا یَصِحُّ، لِأَنَّ الْحَقَّ لِجَمَاعَةِ الْمُسْلِمِیْنَ وَلَیْسَ إِلَیْهِمَا إِبْطَالُ حَقِّهِمْ. ۷ وَلَوْ بَاعَ الدَّارَ بَعْدَ مَا أَشْهَدَ عَلَیْهِ وَقَبَضَهَا الْمُشْتَرِیْ بَرِئَ مِنْ ضَمَانِهِ، لِأَنَّ الْجِنَایَةَ بِتَرْکِ الْهَدْمِ مَعَ تَمَکُّنِهِ وَقَدْ

ترجمہ: ۵ اور اگر گھر کے مالک نے مہلت دے دی، یا دیوار جھکانے والے کو بری کر دیا، یا جو اس گھر میں رہتے ہیں اس نے بری کر دی تو یہ جائز ہے، اور دیوار گرنے سے ہلاک ہو جائے تو دیوار والے پر ضمان نہیں ہے، اس لئے کہ ان کا حق ہے کہ بری کر دے،

تشریح: جس کی دیوار جھکی ہے گھر والے نے اس کو مہلت دے دی کہ پانچ مہینے کے بعد اس دیوار کو ٹھیک کرنا، یا گرانا، اس درمیان دیوار گر گئی اور آدمی مر گیا تو اس کا ضمان دیوار والے پر نہیں ہوگا، کیونکہ دیوار والے کو مہلت دے دی ہے اور اپنا حق ساقط کر چکا ہے۔ اسی طرح گھر کے مالک نے تو مہلت نہیں دی، یا بری نہیں کیا، لیکن جو کرایہ دار رہتے ہیں اس میں سے کسی ایک نے مہلت دی تو اس کو بھی مہلت دینے کا حق ہے، جیسے اس کو توڑنے کے مطالبے کا حق ہے

وجہ: ان لوگوں کا خصوصی گھر ہے خصوصی حق ہے، اس لئے ان لوگوں کو مہلت دینے کا بھی حق ہے، اور بری کرنے کا بھی حق ہے

ترجمہ: ٦ بخلاف اگر دیوار راستے کی طرف جھک گئی اور قاضی نے دیوار والے کو مہلت دی، یا جس نے گواہ بنایا تھا تو یہ صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ دیوار تڑوانے کا حق جماعت مسلمین کا حق ہے، اور قاضی اور گواہ بنانے والوں کو مسلمانوں کے حق کو باطل کرنے کا حق نہیں ہے

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جس کو گزرنے کا حق ہے اسی کو اپنے حق کو ساقط کرنے کا بھی حق ہے، دوسرے کو نہیں

تشریح: دیوار کسی کے گھر کی طرف نہیں جھکی ہے بلکہ راستے کی طرف جھکی ہے، اور عام مسلمانوں کو مرنے کا خطرہ ہے، اب قاضی نے یا جس نے توڑنے پر گواہ بنایا تھا اس نے دیوار والے کو دیر کرنے کی مہلت دی، یا اس کو بری کر دیا تو وہ بری نہیں ہوگا

وجہ: کیونکہ یہاں مہلت دینے کا حق قاضی کو یا گواہ بنانے والے کو نہیں ہے، بلکہ عام مسلمانوں کو گزرنے کا حق ہے اس لئے اسی کو مہلت دینے کا حق ہے، قاضی، یا گواہ بنانے والے کو نہیں ہے

ترجمہ: ۷ دیوار کے مالک پر گواہ بنانے کے بعد اس نے دیوار کو بیچ دیا اور مشتری نے اس پر قبضہ کر لیا تو دیوار بنانے والا ضمان سے بری ہو جائے گا، کیونکہ دیوار کو گرانے پر قدرت ہو پھر نہ گرائے تب وہ مجرم ہے، اور بیچنے کی وجہ سے گرانے کی قدرت ختم ہو گئی ہے، (اس لئے دیوار والے پر ضمان نہیں ہوگا) بخلاف روشن دان باہر نکالنے کے (اس میں بیچنے کے بعد بھی روشن دان نکالنے پر ضمان ہوگا) اس لئے روشن دان بنانے کی وجہ سے وہ خود مجرم ہے، اور دیوار بیچنے سے وہ جرم زائل نہیں ہوا ہے، اس لئے وہ بری نہیں ہوگا جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے

زَالَ تَمَكُّنُهُ بِالْبَيْعِ، بِخِلَافِ إِشْرَاعِ الْجَنَاحِ لِأَنَّهُ كَانَ جَانِيًا بِالْوَضْعِ وَلَمْ يَنْفَسِخْ بِالْبَيْعِ فَلَا يَبْرَأُ عَلَى مَا ذَكَرْنَا ٨ وَلَا ضَمَانَ عَلَى الْمُشْتَرِي لِأَنَّهُ لَمْ يُشْهَدْ عَلَيْهِ، وَلَوْ أُشْهِدَ عَلَيْهِ بَعْدَ شِرَائِهِ فَهُوَ ضَامِنٌ لِتَرْكِهِ التَّفْرِيغَ مَعَ تَمَكُّنِهِ بَعْدَ مَا طُولِبَ بِهِ. ٩ وَالْأَصْلُ أَنَّهُ يَصِحُّ التَّقَدُّمُ إِلَى كُلِّ مَنْ يَتَمَكَّنُ مِنْ نَقْضِ الْحَائِطِ وَتَفْرِيغِ الْهَوَاءِ، وَمَنْ لَا يَتَمَكَّنُ مِنْهُ لَا يَصِحُّ التَّقَدُّمُ إِلَيْهِ كَالْمُرْتَهِنِ وَالْمُسْتَاجِرِ وَالْمُودَعِ وَسَاكِنِ الدَّارِ،

تشریح: یہاں دو باتوں میں فرق بیان کرر ہے ہیں۔ دیوار جھکی ہوتو اس کو گرانے پر قدرت ہو پھر بھی نہیں گرایا تو وہ مجرم ہے اس پر ضمان ہوگا۔ اور روشن دان بنایا ہوتو صرف بنانے کی وجہ سے بنانے والا مجرم ہے اس لئے بیچنے کے بعد اس کو گرانے پر قدرت نہ بھی ہوتب بھی وہ مجرم ہے، اس لئے بیچنے کے بعد بھی اس پر ضمان لازم ہوگا

دیوار جھکی ہوئی تھی اس کو توڑنے پر گواہ بنانے کے بعد دیوار کے مالک نے اس کو بیچ دیا، اور مشتری نے اس پر قبضہ بھی کر لیا تو اب دیوار گری تو دیوار والا ضامن نہیں ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ گرانے پر قادر ہوتب مجرم ہے، اور بیچنے کے بعد اس کو گرانے پر قادر نہیں رہا اس لئے وہ مجرم نہیں رہا اس لئے اس پر ضمان بھی لازم نہیں ہوگا۔ لیکن اگر دیوار سے باہر روشن دان بنایا تو روشن دان بنانے والا ہی مجرم ہے اس لئے اس کو بیچنے کے بعد بھی وہی مجرم ہے اس لئے اسی پر ضمان لازم ہوگا

ترجمہ: ٨ اور مشتری پر بھی ضمان لازم نہیں ہوگا اس لئے کہ اس پر گواہ نہیں بنایا ہے، اور اگر خریدنے کے بعد مشتری پر گواہ بنایا تو اب وہ ضامن ہوگا کیونکہ مطالبے کے بعد قدرت کے باوجود اس نے دیوار نہیں گرائی

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: ٩ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو آدمی دیوار گرانے پر قادر ہو، اور فضا صاف کرنے پر قادر ہو اس سے توڑنے کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے، اور جو دیوار توڑنے پر قادر نہ ہو اس سے توڑنے کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا ہے، مثلا جس کے پاس مال رہن پر رکھا ہوا ہے (مرتہن) یا جس کے پاس پر دیوار اجرت پر رکھی ہوئی ہے، یا امانت پر رکھی ہوئی ہے، یا جو گھر کا کرایہ دار ہے

تشریح: قاعدہ یہ ہے کہ دیوار جس کی ملکیت نہیں ہے، اور جھکی ہوئی دیوار کو ٹھیک کرنے کی قدرت نہیں ہے اس سے توڑنے کا مطالبہ کرنا صحیح نہیں ہے، پھر اس کی چار مثالیں دے رہے ہیں۔ ا۔ مرتہن، جس کے پاس دیوار رہن پر رکھی ہوئی ہے اس سے دیوار توڑنے کا مطالبہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ دیوار اس کی نہیں ہے، اس کے پاس تو صرف گروی کے طور پر رکھی ہوئی ہے۔ ۲۔ مستاجر، جس کے پاس دیوار اجرت پر رکھی ہوئی ہے۔ ۳۔ مودع: جس کے پاس دیوار امانت کے طور پر رکھی ہوئی ہے۔ ۴۔ جو کرایہ کے طور پر، یا مفت گھر میں رہ رہا ہے تو ان سب سے توڑنے کا مطالبہ کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ اس کی ملکیت نہیں ہے، اور یہ لوگ دیوار توڑنے پر قادر بھی نہیں ہیں، اس لئے ان لوگوں سے دیوار توڑنے کا مطالبہ کرنا بھی صحیح نہیں ہے

۱۰ وَيَصِحُّ التَّقَدُّمُ إِلَى الرَّاهِنِ لِقُدْرَتِهٖ عَلٰی ذٰلِکَ بِوَاسِطَةِ الْفَکَکِ وَإِلَى الْمُوْصٰى وَإِلٰى أَبِ الْيَتِيْمِ أَوْ أُمِّهٖ فِيْ حَائِطِ الصَّبِيِّ لِقِيَامِ الْوِلَايَةِ، وَذِكْرُ الْأُمِّ فِي الزِّيَادَاتِ، ۱۱ وَالضَّمَانُ فِيْ مَالِ الْيَتِيْمِ لِأَنَّ فِعْلَ هٰؤُلَاءِ كَفِعْلِهٖ، ۱۲ وَإِلَى الْمُكَاتَبِ، لِأَنَّ الْوِلَايَةَ لَهٗ وَإِلَى الْعَبْدِ التَّاجِرِ سَوَاءٌ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ أَوْ لَمْ يَكُنْ، لِأَنَّ وِلَايَةَ النَّقْضِ لَهٗ. ۱۳ ثُمَّ التَّالِفُ بِالسُّقُوْطِ إِنْ كَانَ مَالًا فَهُوَ فِيْ عُنُقِ الْعَقْدِ وَإِنْ كَانَ

ترجمه: ۱۰ اور راہن (جس نے اپنے مال کو گروی رکھا ہے) اس سے بھی توڑنے کا مطالبہ کرنا صحیح ہے، کیونکہ گروی توڑ کر دیوار توڑنے پر قدرت ہے، بچے کے وصی سے مطالبہ کرنا صحیح ہے، یتیم کے دادا اور اس کی ماں سے بھی دیوار توڑنے کا مطالبہ کرنا درست ہے، کیونکہ ان دونوں کو ولایت ہے، اور امام محمدؒ کی کتاب زیادات میں ماں کا ذکر ہے

تشریح: یہاں چار آدمیوں کا ذکر ہے جن کو دیوار کو توڑنے پر قدرت ہے ان سے توڑنے کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔ ا۔ راہن، جس کی اصل میں دیوار ہے، لیکن اس نے دیوار کو دوسرے کو گروی رکھ دی ہے تو اس سے توڑنے کا مطالبہ کر سکتے ہیں، کیونکہ دیوار اس کی ملکیت ہے، اور گروی ختم کر کے، دیوار اپنے قبضے میں لیکر اس کو توڑ سکتا ہے، اس لئے اس سے دیوار توڑنے کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔ ۲۔ بچے کا وصی، اس کی ملکیت تو نہیں ہے، لیکن بچے کا سارا کام یہی کرتے ہیں، اس لئے اس کو دیوار توڑنے پر قدرت ہے۔ ۳۔ یتیم کا باپ، یعنی دادا، کیونکہ باپ تو مر چکا ہے تب ہی تو وہ یتیم ہوا ہے، یہ یتیم کے مال میں کمی بیشی کا ذمہ دار ہے۔ ۴۔ یتیم کی ماں اس سے بھی توڑنے کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے، کیونکہ یہ بھی بچے کا ذمہ دار ہے، اس لئے ان سے بھی توڑنے کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔ امام محمدؒ کی کتاب زیادات ہے اس میں اس کا تذکرہ ہے کہ یتیم کی ماں سے بھی توڑنے کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔

ترجمه: ۱۱ ضمان یتیم کے مال میں ہوگا اس لئے کہ یہ لوگوں کا کام یتیم کا کام ہے

تشریح: واضح ہے

ترجمه: ۱۲ اور دیوار توڑنے کا مطالبہ مکاتب غلام سے کیا جائے گا، اس لئے کہ اسی کو دیوار توڑنے کی ولایت ہے، اور تاجر غلام سے دیوار توڑنے کا مطالبہ کیا جائے گا، چاہے اس پر قرض ہو یا نہ ہو، اس لئے کہ دیوار توڑنے کا حق اسی کو ہے

تشریح: مکاتب غلام کی دیوار ہے تو اس میں اس کے آقا کا بھی حق ہے، لیکن اس وقت مکاتب ہی کی جھکی ہوئی دیوار ہے اس لئے اسی سے توڑنے کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اگر ایسا غلام ہے جس کو آقا نے تجارت کرنے کی اجازت دی ہے، اور اس نے تجارت کے لئے گھر خریدا ہے تو چاہے اس پر قرض ہو یا نہ ہو، دیوار توڑنے کا مطالبہ اسی سے کیا جائے گا، اس لئے کہ اصلاح تجارت کے لئے اسی کو توڑنے کا حق ہے

ترجمه: ۱۳ پھر دیوار گرنے سے ضائع ہونے والا مال ہو تو یہ غلام کی گردن پر ہوگا، اور اگر جان ہو تو یہ آقا کے خاندان پر ہو گا، اس لئے کہ اصل میں دیوار آقا کی ہے اس لئے ایک اعتبار سے آقا پر گواہ بنانا ہوا (اور آقا سے توڑنے کا مطالبہ ہوا)، اور مال

نَفْسًا فَهُوَ عَلٰی عَاقِلَةِ الْمَوْلٰی، لِأَنَّ الْإِشْهَادَ مِنْ وَجْهٍ عَلَی الْمَوْلٰی وَضَمَانُ الْمَالِ أَلْیَقُ بِالْعَبْدِ وَضَمَانُ النَّفْسِ بِالْمَوْلٰی. ۱۴ وَیَصِحُّ التَّقَدُّمُ إِلٰی أَحَدِ الْوَرَثَةِ فِیْ نَصِیْبِهٖ وَإِنْ کَانَ لَا یَتَمَکَّنُ مِنْ نَقْضِ الْحَائِطِ وَحْدَهٗ لِتَمَکُّنِهٖ مِنْ إِصْلَاحِ نَصِیْبِهٖ بِطَرِیْقِهٖ وَهُوَ الْمُرَافَعَةُ إِلَی الْقَاضِیْ.

(۸۰۴) وَلَوْ سَقَطَ الْحَائِطُ الْمَائِلُ عَلٰی إِنْسَانٍ بَعْدَ الْإِشْهَادِ فَقَتَلَهٗ فَتَعَثَّرَ بِالْقَتِیْلِ غَیْرُهٗ فَعَطَبَ لَا یَضْمَنُهٗ، لِأَنَّ التَّفْرِیْغَ عَنْهُ إِلَی الْأَوْلِیَاءِ لَا إِلَیْهِ، وَإِنْ عَطَبَ بِالنَّقْضِ ضَمِنَهٗ ۱ لِأَنَّ التَّفْرِیْغَ إِلَیْهِ إِذْ

کا ضمان غلام کے ساتھ زیادہ لائق ہے، اور جان کی دیت آقا کے ساتھ زیادہ لائق ہے

تشریح: اصل میں دیوار آقا کی ہے، اگر چہ ابھی کام کرنے والا غلام ہے، اس لئے اگر دیوار گرنے سے مال ہلاک ہوا ہے تب تو غلام ادا کرے گا، اور جان ہلاک ہوئی ہے تو یہ قتل خطا کے درجے میں ہے، اور غلام کا کوئی عاقلہ نہیں ہے، اس لئے آقا کے عاقلہ یہ دیت ادا کریں گے۔

ترجمہ: ۱۴ دیوار میں کئی وارث ہیں تو ان میں سے ایک کے پاس بھی اس کے حصے کے مطابق مرمت کروانے کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے، یہ اور بات ہے کہ وہ تنہا پوری دیوار کو مرمت نہیں کر سکتا ہے۔ لیکن ایک راستہ ہے کہ اس معاملے کو قاضی کے پاس پیش کرے (تا کہ سب وارثین کو مرمت کروانے کا حکم دے)

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مرمت کرنے کے کئی حقدار ہوں تو ان میں سے ایک کے پاس مرمت یا توڑوانے کے مطالبے کے لئے جا سکتا ہے

تشریح: جھکی ہوئی دیوار میں کئی وارث ہیں، تو ان میں سے ایک کے پاس بھی مرمت کا مطالبہ رکھا جا سکتا ہے، پھر وہ قاضی کے پاس جا کر سب وارث کو مرمت کروانے کا حکم دلوائیں گے، یا پھر خود ساری دیوار کی مرمت کرے گا، یا سب وارث کو جمع کر کے مرمت کروانے کی کوشش کرے گا، چونکہ مرمت کے یہ سارے راستے ہیں، اس لئے ایک وارث کے پاس بھی مطالبہ رکھا جا سکتا ہے

ترجمہ: (۸۰۴) گواہ بنانے کے بعد جھکی ہوئی دیوار کسی انسان پر گر گئی اور اس کو مار دیا، پھر مقتول سے کوئی لگ کر کوئی پھسل گیا اور وہ مر گیا تو اس ہلاک ہونے والے کا ضمان دیوار والے پر نہیں ہوگا (اس لئے کہ مقتول کو وہاں سے ہٹانا مقتول کے ولیوں کا کام تھا، اس لئے اس کا ضمان مقتول کے ولیوں پر ہوگا) اور اگر ٹوٹی ہوئی دیوار سے ٹکرا کر آدمی مرا ہو تو اس کا ضمان دیوار والے پر ہے

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ اس کو وہاں سے ہٹانا دیوار والے کی ذمہ داری ہے، اس لئے کہ ٹوٹی ہوئی چیز اسی کی ملکیت ہے، اور دیوار پر گواہ بنانا ٹوٹی ہوئی چیز پر بھی گواہ بنانا ہے، اس لئے گواہ بنانے کا مقصد یہ ہے کہ راستہ بالکل صاف اور خالی ہو

النَّقْضُ مِلْكُهُ، وَالْإِشْهَادُ عَلَى الْحَائِطِ إِشْهَادٌ عَلَى النَّقْضِ، لِأَنَّ الْمَقْصُوْدَ امْتِنَاعُ الشُّغْلِ.

(۸۰۵) وَلَوْ عَطَبَ بِجُرَّةٍ كَانَتْ عَلَى الْحَائِطِ فَسَقَطَتْ بِسُقُوْطِهِ وَهِيَ مِلْكُهُ ضَمِنَهُ، لِأَنَّ التَّفْرِيْغَ إِلَيْهِ، وَإِنْ كَانَ مِلْكُ غَيْرِهِ لَا يَضْمَنُهُ، ا لِأَنَّ التَّفْرِيْغَ إِلَى مَالِكِهَا.

(۸۰۶) قَالَ وَإِذَا كَانَ الْحَائِطُ بَيْنَ خَمْسَةِ رِجَالٍ أُشْهِدَ عَلَى أَحَدِهِمْ فَقَتَلَ إِنْسَانًا ضَمِنَ خُمُسَ

اصول: یہاں اصول یہ ہے کہ دیوار کی ٹوٹن سے نہ ٹکرائے بلکہ دیوار کی وجہ سے جو آدمی مر گیا ہے اس سے ٹکرائے اور مر جائے تو اس کا ضمان مقتول کے ورثہ پر ہے۔ اور اگر دیوار کی ٹوٹن سے ٹکرا کر مرے تو اس کا ضمان خود دیوار والے پر ہے، کیونکہ یہ ٹوٹن اسی کی ملکیت ہے

تشریح: جھکی ہوئی دیوار نیچے گری اور اس سے ٹکرا کر آدمی مرا تو اس آدمی کا ضمان دیوار والے پر ہوگا، لیکن اس میت سے دوسرا آدمی ٹکرایا اور پھسل کر گر گیا اور مر گیا تو اس پھسلنے والے کا ضمان میت کے ورثہ پر ہے، کیونکہ اس میت کو وہاں سے جلد ہٹانا، اور راستہ صاف کرنا میت کے ورثہ کا کام تھا اور وہ نہیں کیا تو تعدی ورثہ کی ہے دیوار والے کی نہیں۔ لیکن دیوار کا ملبہ جو نیچے گرا ہے اس سے ٹکرا کر کوئی آدمی پھسل جائے اور مر جائے تو اس اب اس آدمی کا ضمان دیوار والے پر ہے، کیونکہ اس ملبہ کو راستے سے ہٹانا دیوار والے کی ذمہ داری تھی، اور نہیں ہٹایا تو اس کی جانب سے تعدی ہے اس لئے اسی پر ضمان لازم ہوگا۔

لغت: تعثر: پھسل گیا۔ عطب: ہلاک ہو گیا۔ النقض: ٹوٹی ہوئی چیز، نیچے گرا ہوا ملبہ۔

ترجمہ: (۸۰۵) جھکی ہوئی دیوار پر مٹکا ہے، دیوار گرنے سے مٹکا گرا، اور اس مٹکے سے پھسل کر کوئی آدمی مر گیا، تو اگر یہ مٹکا دیوار والے کا ہی ہے تو اس کا ضمان دیوار والے پر ہے (اس لئے کہ اس مٹکے کے ٹوٹن کو صاف کرنا مٹکے والے کی ذمہ داری ہے) اور اگر یہ مٹکا کسی اور کا ہے تو دیوار والا ضامن نہیں ہوگا (بلکہ مٹکے کا مالک ضامن ہوگا)

ترجمہ: ا اس لئے کہ مٹکے کے ٹوٹن کو صاف کرنا مالک کی ذمہ داری ہے

اصول: جس کی چیز سے آدمی پھسلا ہو اور مرا ہو اس کا ضمان اسی کے مالک پر ہوگا

تشریح: زید کی جھکی ہوئی دیوار تھی، اس پر مٹکا رکھا ہوا تھا، دیوار کے گرنے سے مٹکا بھی گر گیا، پھر گرے ہوئے مٹکے کے ٹوٹن سے پھسل کر ایک آدمی مر گیا تو جس کا مٹکا ہے اسی پر اس کا ضمان ہے، اگر یہ مٹکا دیوار کے مالک زید کا ہے تو ضمان زید پر ہوگا، کیونکہ مٹکے کے ٹوٹن کو راستے سے صاف کرنا زید کی ذمہ داری تھی، اور اگر یہ مٹکا دوسرے آدمی کا ہے تو ضمان دوسرے آدمی پر ہے، کیونکہ مٹکے کے ٹوٹن کو صاف کرنا دوسرے آدمی کی ذمہ داری ہے، دیوار کے مالک پر نہیں ہے

ترجمہ: (۸۰۶) جھکی ہوئی دیوار پانچ آدمیوں کی ہے، ان میں سے ایک سے توڑنے کا مطالبہ کیا اور اس پر گواہ بنایا، پھر اس جھکی ہوئی دیوار کے گرنے سے ایک آدمی مر گیا تو جس پر گواہ بنایا تھا صرف اس پر ضمان ہوگا، اسی کے حصے کا (یعنی پانچواں

الدِّيَةِ وَيَكُونُ ذٰلِكَ عَلٰى عَاقِلَتِهِ.

(۸۰۷) وَإِنْ كَانَتْ دَارٌ بَيْنَ ثَلَاثَةِ نَفَرٍ فَحَفَرَ أَحَدُهُمْ فِيهَا بِيرًا، وَالْحَفْرُ كَانَ بِغَيْرِ رِضَا الشَّرِيكَيْنِ الْآخَرَيْنِ أَوْ بَنٰى حَائِطًا فَعَطِبَ بِهِ إِنْسَانٌ فَعَلَيْهِ ثُلُثَا الدِّيَةِ عَلٰى عَاقِلَتِهِ، ل وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ،

حصے کا) اور یہ ضمان اس کے عاقلہ پر ہوگا (کیونکہ صرف اسی سے مطالبہ کیا تھا، دوسرے سے نہیں)

اصول: یہاں اصول یہ ہے کہ جس پر گواہ بنایا ہے صرف وہ مجرم ہے، اور جن چاروں پر گواہ نہیں بنایا ہے وہ مجرم نہیں ہے، اس لئے ان کے حصے کی دیت لازم نہیں ہوگی

تشریح: پانچ آدمیوں کی جھکی ہوئی دیوار ہے، ان میں سے ایک سے توڑنے کا مطالبہ کیا اور اس پر گواہ بنایا، باقی سے نہ توڑنے کا مطالبہ کیا اور نہ ان پر گواہ بنایا، اور دیوار کسی آدمی پر گر گئی تو جس پر گواہ بنایا ہے صرف وہ مجرم ہے، اور اسی کی جانب سے تعدی ہے، اس لئے اس کے حصے کا ضمان لازم ہوگا پانچواں حصہ، باقی پر گواہ نہیں بنایا ہے اس لئے وہ چاروں مجرم نہیں ہیں اس لئے ان پر ضمان نہیں ہے، وہ چھوٹ جائیں گے

ترجمہ: (۸۰۷) اور اگر گھر تین آدمیوں کے درمیان مشترک ہے، ان میں سے ایک نے باقی دو شریکوں کی اجازت کے بغیر کنواں کھودا، یا دیوار بنائی، اور اس کنویں، یا اس دیوار سے کوئی آدمی ہلاک ہوا تو اس کنواں کھودنے والے پر اور دیوار بنانے والے پر دو تہائی ضمان لازم ہوگا، اور یہ دیت اس کے عاقلہ پر لازم ہوگی

ترجمہ: ل یہ امام ابو حنیفہؒ کے یہاں ہے

اصول: اپنے حصے میں کنواں کھودا وہ جائز ہے، اور دوسرے کے حصے کا نقصان کیا وہ ناجائز ہے اس لئے ان دونوں حصوں کا ضمان لازم ہوگا

تشریح: تین آدمیوں کے درمیان گھر تھا ان میں سے ایک نے اس گھر میں دونوں شریک کی اجازت کے بغیر کنواں کھودا ہے، تو ان دونوں شریکوں کے حصوں کا ضامن ہوگا، اور اپنے حصے میں کھودنے کی گنجائش تھی کیونکہ یہ اس کی اپنی ملکیت تھی اس لئے اس میں تعدی نہیں ہوئی اس لئے اپنے حصے کا ضمان لازم نہیں ہوگا

وجہ: پہلے گزر چکا ہے کہ اپنی ملکیت میں کنواں کھودے اور کوئی اس میں گر جائے تو کنواں کھودنے والے پر ضمان نہیں ہے، کیونکہ اس نے تعدی نہیں کی ہے۔ ہاں دونوں شریکوں کی ملکیت میں کھود کر ان دونوں پر تعدی کی ہے اس لئے ان دونوں شریکوں کا ضمان ادا کرے گا

دونوں مسئلوں میں فرق: جھکی ہوئی دیوار، اور گھر میں کنواں کھودنے میں فرق یہ ہے کہ جھکی ہوئی عام

۲ وَقَالَا عَلَيْهِ نِصْفُ الدِّيَةِ عَلٰى عَاقِلَتِهِ فِي الْفَصْلَيْنِ، لَهُمَا أَنَّ التَّلَفَ بِنَصِيبِ مَنْ أُشْهِدَ عَلَيْهِ مُعْتَبَرٌ، وَبِنَصِيبِ مَنْ لَمْ يُشْهَدْ عَلَيْهِ هَدَرٌ فَكَانَا قِسْمَيْنِ فَالْقَسْمُ نِصْفَيْنِ ۳ كَمَا مَرَّ فِي عَقْرِ الْأَسَدِ وَنَهْسِ الْحَيَّةِ وَجَرْحِ الرَّجُلِ. ۴ وَلَهُ أَنَّ الْمَوْتَ حَصَلَ بِعِلَّةٍ وَاحِدَةٍ وَهُوَ الثِّقْلُ الْمُقَدَّرُ وَالْعُمْقُ

مسلمانوں کے راستے کی طرف ہے جو تعدی ہے، اس لئے اس ایک آدمی کا حصہ جتنا ہے اتنا تعدی ہے اس لئے اتنا ضمان لازم ہوگا یعنی پانچواں حصہ۔ اور گھر میں کنواں کھودنا اپنی ملکیت میں کنواں کھودنا ہے، اس لئے جتنا اپنی ملکیت میں ہے اس کا ضمان نہیں ہے، اور جتنا شریک کی ملکیت میں ہے وہ تعدی ہے اس کا ضمان لازم ہوگا، دونوں مسئلوں میں یہ فرق ہے

ترجمہ: ۲ صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں اس کے عاقلہ پر آدھی دیت ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ جس پر گواہ بنایا اس کے حصے کا ضائع ہونا معتبر ہے، اور جن لوگوں پر گواہ نہیں بنایا اس کا حصہ ہدر ہے تو گویا کہ آدھے آدھے دو حصوں میں تقسیم ہو گئے جیسے گزرا

تشریح: صاحبین کی رائے یہ ہے کہ پہلی صورت جس میں جھکی ہوئی دیوار میں پانچ آدمی شریک ہوں اس میں بھی آدھا ضمان اس پر ہوگا جس پر گواہ بنایا ہے، اور آدھا ضمان باقی چار آدمیوں پر ہوگا جو ہدر ہوگا۔ اور دوسری صورت جس میں گھر میں تین آدمی ہوں اور ایک نے اس میں کنواں کھودا ہو اس میں بھی جس نے کنواں کھودا اس پر آدھا ضمان ہوگا، اور جن دو آدمیوں نے کنواں کھودنے کی اجازت نہیں دی اس پر آدھا ہوگا۔

وجہ: اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ گویا کہ یہاں دو فریق ہو گئے، ایک جس پر گواہ بنایا، اور دوسرا جس پر گواہ نہیں بنایا، اس لئے آدھا آدھا ہوگا، اسی طرح جس نے کنواں کھودا وہ ایک فریق ہو گیا، اور دوسرا فریق جس نے کنواں نہیں کھودا، اس لئے آدھا ضمان لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۳ جیسے گزرا شیر کے پھاڑنے میں، اور سانپ کے ڈسنے میں، اور آدمی کے زخمی کرنے میں ہوتا ہے، (اور آدمی پر آدھا ضمان ہوگا، ایسے ہی اوپر کے مسئلے میں ہوگا)

تشریح: یہ صاحبین کی مثال ہے۔ ایک آدمی کو شیر نے زخمی کیا، اور اس کو سانپ نے بھی ڈسا، اور آدمی نے زخمی کیا، اور وہ آدمی مر گیا تو یہاں شیر کو اور سانپ کو ایک فریق میں رکھا جائے گا، اور آدمی نے جو زخمی کیا ہے وہ دوسرے فریق میں رکھا جائے گا اور آدمی پر آدھا ضمان لازم ہوگا، اسی طرح اوپر کے دونوں مسئلوں میں آدھا آدھا ہو جائے گا

لغت: عقر: زخمی کرنا۔ نہس: ڈسنا۔ جرح: زخمی کرنا

ترجمہ: ۴ اور امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ موت ایک وجہ سے واقع ہوئی ہے اور وہ ہے زیادہ بھاری ہونا، اور کنواں کا زیادہ گہرا ہونا، اس لئے صرف بھاری ہونا یا صرف گہرا ہونا موت کی وجہ نہیں ہوتی ہے، کیونکہ اگر اس کا اعتبار کر لیا جائے تو بہت

الْـمُـقَـدَّرُ، لِأَنَّ أَصْـلَ ذٰلِكَ لَيْـسَ بِعِلَّةٍ وَهُوَ الْقَلِيْلُ حَتّٰى يُعْتَبَرَ كُلُّ جُزْءٍ عِلَّةً فَيَجْتَمِعُ الْعِلَلُ، وَإِذَا كَـانَ كَـذٰلِكَ يُضَـافُ إِلَـى الْـعِـلَّةِ الْـوَاحِـدَةِ ثُمَّ تَقْسَمُ عَلٰى أَرْبَابِهَا بِقَدْرِ الْمِلْكِ، ۵ بِخِلَافِ الْـجِـرَاحَةِ فَإِنَّ كُلَّ جِرَاحَةٍ عِلَّةُ التَّلَفِ بِنَفْسِهَا صَغُرَتْ أَوْ كَبُرَتْ عَلٰى مَا عُرِفَ إِلَّا عِنْدَ الْمُزَاحَمَةِ أُضِيْفَ إِلَى الْكُلِّ لِعَدَمِ الْأَوْلَوِيَّةِ.

بَابُ جِنَايَةِ الْبَهِيْمَةِ وَالْجِنَايَةِ عَلَيْهَا

(۸۰۸) قَالَ الرَّاكِبُ ضَامِنٌ لِمَا أَوْ طَأَتِ الدَّابَّةُ مَا أَصَابَتْ بِيَدِهَا أَوْ رِجْلِهَا أَوْ رَأْسِهَا أَوْ كَدَمَتْ أَوْ خَبَطَتْ وَكَـذَا إِذَا صَـدَمَـتْ، وَلَا يَضْمَنُ مَا نَفَحَتْ بِرِجْلِهَا أَوْ ذَنَبِهَا، ۱ وَالْأَصْلُ أَنَّ الْمُرُوْرَ فِيْ

سی علتیں جمع ہو جائیں گی، اور جب یہ بات ہے تو موت ایک علت کی طرف منسوب کی جائے گی، پھر اس کے مالکوں کی طرف اس کی ملکیت کے حساب سے تقسیم کیا جائے گا

تشریح: یہ عبارت پیچیدہ ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ مطلق بھار، یا مطلق گہرائی موت کا سبب نہیں ہے، ورنہ تو تھوڑی سی بھار سے آدمی مرجائے، یا تھوڑی سی گہرائی سے آدمی مرجائے، بلکہ بھار کی ایک خاص مقدار، یا گہرائی کی ایک خاص مقدار موت کا سبب ہے، اس لئے ایک سبب کی طرف موت کو منسوب کیا جائے گا، پھر تمام مالکوں پر اس کے حصے کے اعتبار سے تقسیم کیا جائے، اور جو ایک کے حصے میں آئے گا وہ اس کا ذمہ دار ہوگا۔

ترجمہ: ۵ بخلاف زخموں کے اس لئے کہ ہر زخم مستقل موت کا سبب ہے، چاہے زخم چھوٹا ہو یا بڑا، لیکن مزاحمت کے وقت کل کی طرف نسبت کی جائے گی، کیونکہ کسی ایک کی فضیلت نہیں ہے

تشریح: یہ عبارت بھی پیچیدہ ہے، یہ صاحبینؒ کو جواب ہے، فرماتے ہیں کہ زخم چھوٹا ہو یا بڑا ہر زخم موت کا سبب ہے، لیکن جب مزاحمت ہو جائے تو کسی کی افضلیت نہ ہونے کی وجہ سے کل کی طرف موت کی نسبت کر دی گئی، کہ تینوں سے آدمی مرا ہے۔ اب شیر پر اور سانپ پر ضمان لازم نہیں ہوتا ہے وہ تو جانور ہے، اس لئے ان دونوں کو ایک فریق قرار دیا، اور آدمی پر ضمان لازم کیا جا سکتا ہے، اس لئے دوسرا فریق اس کو بنایا اور اس پر آدھا ضمان لازم کر دیا،

باب جناية البهيمة و الجناية عليها

ترجمہ: (۸۰۸) سوار ہونے والا ضامن ہے اگر جانور کچل دے، اگلے پاؤں سے، یا پچھلے پاؤں سے، یا سر سے، یا منہ سے کاٹ لے۔، یا دھکا دیا ہو اور ضامن نہیں ہوگا اس کا جس کو وہ پچھلے لات مار دے یا دم مار دے۔

ترجمہ: ۱ اصل قاعدہ یہ ہے کہ مسلمان کے راستے میں گزرنا جائز ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کے دوسرے کی سلامتی ہو، اس لئے کہ ایک اعتبار سے اپنے حق کو استعمال کر رہا ہے، اور دوسرے اعتبار سے دوسرے کے حق کو استعمال کر رہا ہو، اس لئے

طَرِيْقِ الْمُسْلِمِيْنَ مُبَاحٌ مُقَيَّدٌ بِشَرْطِ السَّلَامَةِ، لِأَنَّهُ يَتَصَرَّفُ فِيْ حَقِّهِ مِنْ وَجْهٍ وَفِيْ حَقِّ غَيْرِهِ مِنْ وَجْهٍ لِكَوْنِهِ مُشْتَرَكًا بَيْنَ كُلِّ النَّاسِ فَقُلْنَا بِالْإِبَاحَةِ مُقَيَّدًا بِمَا ذَكَرْنَا لِيَعْتَدِلَ النَّظْرُ مِنَ الْجَانِبَيْنِ. ثُمَّ إِنَّمَا يَتَقَيَّدُ بِشَرْطِ السَّلَامَةِ فِيْمَا يُمْكِنُ الْاِحْتِرَازُ عَنْهُ وَلَا يَتَقَيَّدُ بِهَا فِيْمَا لَا يُمْكِنُ التَّحَرُّزُ عَنْهُ لِمَا

کہ یہ راستہ تمام مسلمان کے درمیان مشترک ہے، اس لئے راستے میں چلنا مباح تو کیا لیکن اس شرط سے مقید کیا جو ہم نے ذکر کیا (یعنی دوسرے کی سلامتی ہو) تا کہ دونوں جانب معتدل نظر ہو، پھر جہاں سلامتی کر سکتا ہو وہاں ہی سلامتی کی شرط ہوگی، اور جہاں اس سے بچنا ممکن نہ ہو وہاں سلامتی کی شرط کے ساتھ مقید نہیں ہوگی، اس لئے کہ یہاں بھی سلامتی کی شرط لگا دیں تو لوگوں کو تصرف سے روکنا ہوگا، اور استعمال کرنے کا دروازہ بند کرنا ہوگا، حال آنکہ وہ تو کھلا ہوا ہے

لغت : اوطأ: کچلا، روندا، کدمت: دانت سے کاٹا، خبطت: روندنا، زور سے مارنا۔ صدمت: دفع کرنا ہٹانا۔ نفحت: کھر کے کنارے سے مارا، پچھلے پاوں سے مارا۔ ذنب: دم۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جو سوار کے سامنے ہو اور دوسروں کو نقصان سے بچا سکتا ہو پھر بھی نہیں بچایا تو یہ تعدی ہے اس لئے اس پر ضمان لازم ہوگا

اصول: دوسرا اصول یہ ہے کہ جو حصہ سوار کے پیچھے ہے، اور دوسروں کو نقصان سے بچانا ناممکن ہے، اس میں نقصان ہو جائے تو یہ معذور ہے، اور تعدی نہیں ہے، اس لئے اس پر ضمان لازم نہیں ہوگا

تشریح: یہ مسئلے اس اصول پر ہیں کہ جہاں تک حفاظت کرنا ممکن تھا اس میں غفلت کی اور جانور نے نقصان کر دیا تو مالک ضامن ہوگا اور جہاں حفاظت کرنا ممکن نہیں تھا وہاں جانور نے نقصان کیا تو چونکہ مالک کی غلطی نہیں ہے اس لئے مالک اس کا تاوان نہیں دے گا۔ اب مسئلہ سمجھیں! جانور نے کسی کو کچل دیا تو جو سوار ہے وہ اس کے تاوان کا ضامن ہوگا۔ یا سواری نے ہاتھ سے مار کر زخمی کر دیا یا پچھلے پاوں سے روند دیا، یا منہ سے کاٹ لیا تو سوار ضامن ہوگا۔ لیکن آدمی جانور کے پیچھے کھڑا تھا، اور جانور نے پچھلی لات ماردی، اور مر گیا، یا دم ماردی اور آدمی مر گیا تو ضامن نہیں ہوگا

وجہ: (۱) سوار کے ہاتھ میں لگام ہے وہ سامنے کی چیزوں کو دیکھ رہا ہے اس لئے اس کی حفاظت کر سکتا تھا، جیسے روند دیا، یا اگلا پاوں مار دیا، اور اس میں غفلت کی اس لئے ضامن ہوگا، کیونکہ اس نے تعدی کی ہے، لیکن پچھلے لات پھینک کر مار دیا تو سوار اس کو دیکھ نہیں رہا ہے، یا دم ماردی تو سوار اس کو دیکھ نہیں رہا ہے اس لئے اس کا ضامن نہیں ہوگا، کیونکہ وہ مجبور ہے، اس کی جانب سے تعدی نہیں ہے۔ (۲) حدیث میں دو قسم کے اشارے ہیں۔ ایک تو یہ کہ جانور کا زخمی کردہ معاف ہے۔ حدیث میں ہے۔۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: »العَجْمَاءُ جَرْحُهَا جُبَارٌ، وَالبِئْرُ جُبَارٌ، وَالمَعْدِنُ جُبَارٌ، وَفِي الرِّكَازِ الخُمُسُ« (بخاری شریف، باب المعدن جبار والبیر جبار ص ۱۰۲۱ نمبر ۶۹۱۲ / ابوداؤد شریف،

فِيهِ مِنَ الْمَنْعِ عَنِ التَّصَرُّفِ وَسَدِّ بَابِهِ وَهُوَ مَفْتُوحٌ، ۲؎ وَالِاحْتِرَازُ عَنِ الْإِيْطَاءِ وَمَا يُضَاهِيهِ مُمْكِنٌ فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ ضَرُورَاتِ التَسْيِيرِ فَقَيَّدْنَاهُ بِشَرْطِ السَّلَامَةِ عَنْهُ، وَالنَّفْحَةُ بِالرِّجْلِ وَالذَّنَبِ لَيْسَ يُمْكِنُهُ الِاحْتِرَازُ عَنْهُ مَعَ السَيْرِ عَلَى الدَّابَةِ فَلَمْ يَتَقَيَّدْ بِهِ.

باب العجماء والمعدن البیر جبار ص ۲۸۳ ،نمبر ۴۵۹۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جانور کا نقصان معاف ہے۔(۳) لیکن دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پچھلے پیر سے نقصان کرے تو معاف ہے اگلے ہاتھ سے نقصان کرے تو معاف نہیں ہے۔ **عن عبد اللہ اظنہ مرفوعا قال العجماء جبار والمعدن جبار والبئر جبار والرجل جبار وفی الرکاز الخمس** (دار قطنی ، کتاب الحدود والدیات ج ثالث ص ۱۱۰ نمبر ۳۲۸۱ رمصنف عبد الرزاق ، باب العجماء ج عاشر ص ۶۶ نمبر ۱۸۳۷۶ ر)اس حدیث میں ہے کہ الرجل جبار، یعنی پچھلا پاوں سے لات مارے تو معاف ہے (۴) قول تابعی میں ہے کہ نفحۃ کا ضامن نہیں ہے یعنی پچھلا پاوں پھینک کر مارے تو ضمان نہیں ہے۔ **وقال ابن سیرین کانوا لا یضمنون من النفحۃ ویضمنون من رد العنان ،وقال حماد لا تضمن النفحۃ الا ان ینخس انسان الدابۃ** (بخاری شریف، باب العجماء جبار ص ۱۰۲۱ نمبر ۶۹۱۳) (۵) قول تابعی میں ہے کہ پچھلا پاوں پھینک کر مار دے تو ضمان نہیں ہے اور اگلا پاوں سے مارے تو ضمان ہے۔ **عن ابراھیم قال ان نفحت انسانا فلا ضمان علیہ ویضمن ما اصابت بیدھا قال وتفسیرہ عندنا اذا کانت تسیر** . (مصنف عبد الرزاق ، باب العجماء ج عاشر ص ۶۸ نمبر ۱۸۳۸۵ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۱۹۳ الدابۃ تضرب برجلھا ج خامس ،ص ۴۰۰ ،نمبر ۲۷۳۶۳)اس قول تابعی اور حدیث سے معلوم ہوا کہ پچھلے پاؤں سے مارے تو معاف ہے اور اگلے پاوں سے مارے یا منہ سے کاٹے تو سوار کو اس کا ضمان ہوگا۔

ترجمہ: ۲؎ روندنا ہے یا جو اس کے مشابہ ہے (دانت سے کاٹنا، اگلا پاوں مارنا سے بچنا ممکن ہے اس لئے کہ راستے میں چلنے کی ضرورت میں سے یہ نہیں ہے اس لئے ان کو سلامتی کی شرط کے ساتھ مقید کر دیا ہے، اور چلتے وقت پچھلا پاوں پھینک کر مارنا یا دم مارنا سے بچنا ممکن نہیں ہے (کیونکہ وہ سوار کی آنکھوں سے اوجھل ہوتا ہے)اس لئے ان کو سلامتی کی شرط سے مقید نہیں کیا گیا ہے

تشریح: سوار کے ہاتھ میں لگام ہے وہ آگے دیکھ بھی رہا ہے، اس لئے جو جانور اس کے سامنے ہے اور اس کی قدرت میں ہے، جیسے روندنا، دانت سے کاٹنا، اگلا پاوں مارنا، اس کو سلامتی کی شرط کے ساتھ مقید کیا، کہ اگر اس میں غفلت برتی اور اس سے کسی کو نقصان ہوا تو اس کا ضمان لازم ہوگا۔ لیکن پچھلا پاوں مار دیا، یا دم مار دی، یہ سوار کے پیچھے ہوتا ہے، اس کے آنکھوں سے اوجھل ہوتا ہے، اس پر وہ کنٹرول نہیں کر سکتا ہے، اس لئے اس کو سلامتی کی شرط کے ساتھ مقید نہیں کیا، چنانچہ اس سے نقصان ہوا تو جانور والے پر اس کا ضمان لازم نہیں ہوگا، کیونکہ ان کی جانب سے تعدی نہیں ہے

لغت : یضاہیہ: یا جو اس کے مشابہ ہے۔ التسییر : سیر سے مشتق ہے، چلانا۔ النفحۃ : پچھلا پاوں مارنا۔

(۸۰۹) فَإِنْ أَوْقَفَهَا فِي الطَّرِيْقِ ضَمِنَ النَّفْحَةَ أَيْضًا، ۱؎ لِأَنَّهُ يُمْكِنُهُ التَّحَرُّزُ عَنِ الْإِيْقَافِ، وَإِنْ لَمْ يُمْكِنُهُ عَنِ النَّفْحَةِ فَصَارَ مُتَعَدِّيًا فِي الْإِيْقَافِ وَشُغْلِ الطَّرِيْقِ بِهِ فَيَضْمَنُهُ.

(۸۱۰) قَالَ وَإِنْ أَصَابَتْ بِيَدِهَا أَوْ بِرِجْلِهَا حَصَاةً أَوْ نَوَاةً أَوْ أَثَارَتْ غُبَارًا أَوْ حَجَرًا صَغِيْرًا فَفَقَأَ عَيْنَ إِنْسَانٍ أَوْ أَفْسَدَ ثَوْبَهُ لَمْ يَضْمَنْ، وَإِنْ كَانَ حَجَرًا كَبِيْرًا ضَمِنَ، ۱؎ لِأَنَّهُ فِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ لَا يُمْكِنُ التَّحَرُّزُ عَنْهُ إِذْ سَيْرُ الدَّوَابِ لَا يُعْرٰى عَنْهُ، وَفِي الثَّانِيْ مُمْكِنٌ، لِأَنَّهُ يَنْفَكُّ عَنِ السَّيْرِ عَادَةً، إِنَّمَا

ترجمہ: (۸۰۹) اور اگر جانور کو راستے میں کھڑا کر دیا اور اس وقت اس نے پچھلا پاوں مارا تو ضمان لازم ہوگا

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ راستے میں کھڑا کرنے سے بچنا ممکن تھا، اگر چہ پاوں مارنے سے بچنے میں بچنا ممکن نہیں ہے اس لئے وہ کھڑا کرنے کی وجہ سے تعدی کرنے والا ہوا، اور راستہ جام کر دیا اس لئے ضمان لازم ہوگا

تشریح: ایک ہے راستے میں چلتے رہنا، ایسی صورت میں پچھلا پاوں مارا تو ضمان نہیں ہوگا، لیکن چھوٹے راستے کے بیچ میں جانور کو کھڑا کر دیا اور راستے کو جام کر دیا، اور ایسی صورت میں جانور نے پچھلا پاوں مارا تو ضامن ہوگا

وجہ: پچھلا پاوں مارنے سے بچانا ممکن نہیں ہے، لیکن راستے میں کھڑا کرنے سے بچنا ممکن ہے۔ اور جانور جب چل رہا ہوتا ہے تو پچھلا پاوں نہیں مارتا ہے، لیکن جب کھڑا ہوتا ہے تو پچھلا پاوں مارتا ہے، اس لئے اس سے بچانا سوار کی ذمہ داری ہے، اور نہیں بچایا تو ضمان ہوگا، دوسری بات یہ ہے کہ چھوٹے راستے میں کھڑا کر کے راستہ جام کر دیا ہے، اور لوگ جانور کے قریب سے گزرنے پر مجبور ہے جس کی وجہ سے جانور کی لات لگی اس لئے بھی مالک پر ضمان لازم ہوگا۔

ترجمہ: (۸۱۰) اگر جانور اپنے اگلے پاوں سے یا پچھلے پاوں سے کنکریاں یا کھجور کی گٹھلیاں اڑائے، یا اس نے غبار یا چھوٹی پتھری اڑائی جس سے انسان کی آنکھ پھوٹ گئی، یا کپڑا خراب ہو گیا تو ضامن نہیں ہوگا۔ اور اگر بڑا پتھر ہو تو ضمان لازم ہوگا

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ پہلی صورت (چھوٹی پتھری) میں اس سے بچنا ممکن نہیں ہے، اس لئے کہ جانور چلتا ہے تو ان سے خالی نہیں ہوتا ہے، اور دوسری صورت (بڑا پتھر) عادت اس سے خالی ہوتا ہے، اور یہ بڑا پتھر سوار کے تیز دوڑانے سے اڑتا ہے۔

اصول: جو چیز سوار کے بس میں نہیں ہے اس کا ضمان لازم نہیں ہوگا۔ اور جو چیز سوار کے بس میں ہے اس میں غفلت کرنے میں ضمان لازم ہوگا

تشریح: جانور کے اگلے پاوں سے کنکری، کھجور کی گٹھلی، یا غبار اڑے اور کسی کی آنکھ پھوٹ گئی، یا کپڑا خراب ہو گیا تو ضمان نہیں ہے، کیونکہ جانور دوڑتے وقت یہ ہوتا ہی ہے، اور اگر بڑا پتھر اڑا اور آنکھ پھوٹی تو ضمان ہوگا

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ بڑا پتھر اس وقت اڑتا ہے جب جانور کو سرپٹ دوڑائے، اور بھگائے، اور یہ سوار کی تعدی ہے اس لئے ضمان لازم ہوگا (۲) عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: »إِذَا سَاقَ الرَّجُلُ دَابَّتَهُ سَوْقًا رَقِيْقًا فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ،

ذٰلِکَ بِتَعْنِیفِ الرَّاکِبِ، ۲ وَالْمُرْتَدِفُ فِیمَا ذَکَرْنَا کَالرَّاکِبِ، لِأَنَّ الْمَعْنیٰ لَا یَخْتَلِفُ.

(۸۱۱) قَالَ فَإِنْ رَاثَتْ أَوْ بَالَتْ فِی الطَّرِیقِ وَهِیَ تَسِیرُ فَعَطِبَ بِهِ إِنْسَانٌ لَمْ یَضْمَنْ، ۱ لِأَنَّهُ مِنْ ضَرُورَاتِ السَّیْرِ فَلا یُمْکِنُهُ الِاحْتِرَازُ عَنْهُ

(۸۱۲) وَکَذَا إِذَا أَوْقَفَهَا لِذٰلِکَ، ۱ لِأَنَّ مِنَ الدَّوَابِ مَا لَا یَفْعَلُ ذٰلِکَ إِلَّا بِالْإِیْقَافِ، ۲ وَإِنْ أَوْقَفَهَا بِغَیْرِ ذٰلِکَ فَعَطِبَ إِنْسَانٌ بِرَوْثِهَا أَوْ بَوْلِهَا ضَمِنَ، لِأَنَّهُ مُتَعَدٍّ فِی هٰذَا الْإِیْقَافِ، لِأَنَّهُ لَیْسَ مِنْ

وَإِذَا أَعْنَفَ فِی سَوْقِهَا فَأَصَابَتْ فَهُوَ ضَامِنٌ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب السائق والقائد ماعلیہ، نمبر ۲۷۳۱۱)

لغت: حصاۃ: کنکری۔ نواۃ: کھجور کی گٹھلی۔ اثارت: اڑایا۔ فقأ: آنکھ پھوٹ گئی۔

ترجمہ: ۲، اور جو آدمی سوار کے پیچھے بیٹھا ہے ضمان ادا کرنے میں سوار کی طرح ہے اس لئے کہ جرم کے معنی میں مختلف نہیں ہے

وجہ: (۱) جس طرح سوار کے ہاتھ میں کنٹرول ہوتا ہے اسی طرح پیچھے بیٹھے ہوئے ردیف کے ہاتھ میں بھی کنٹرول ہوتا ہے، اس لئے نقصان کا ضمان ردیف پر بھی ہوگا۔ (۲) اس قول تابعی میں ہے کہ پیچھے بیٹھنے والے پر بھی ضمان لازم ہوگا۔ عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: »الرَّاکِبُ وَالرِّدْفُ سَوَاءٌ، مَا وَطِئَا فَهُوَ بَیْنَهُمَا نِصْفَانِ (مصنف ابن ابی شیبۃ، السائق والقائد ما علیہ، نمبر ۲۷۳۲۰)

لغت: المرتدف: ردیف سے مشتق ہے، سوار کے پیچھے بیٹھنے والا۔ التعنیف: عنف سے مشتق ہے، سختی کرنا، سرپٹ دوڑانا

ترجمہ: (۸۱۱) اگر جانور نے لید کی یا پیشاب کیا راستے میں اور اس سے انسان ہلاک ہوا تو ضامن نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ چلنے کے ضرورت میں سے ہے (پیخانہ اور پیشاب کرنا) اس لئے اس سے بچنا ممکن نہیں ہے

تشریح: جانور نے راستے پر لید کر دیا یا پیشاب کر دیا جس سے پھسل کر انسان گر گیا اور مر گیا تو مالک یا سوار اس کا ضامن ہوگا۔

وجہ: جانور کے پیشاب پاخانے پر کنٹرول مشکل ہے اس لئے اس کی کوئی غلطی نہیں ہے۔ اس لئے وہ ضامن نہیں ہوگا۔

لغت: راثت: روث سے مشتق ہے۔

ترجمہ: (۸۱۲) ایسے ہی سوار نے پاخانہ پیشاب کے لئے جانور کو ٹھہرایا (تو ضمان نہیں ہوگا

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ کچھ جانور ایسے بھی ہیں جو بغیر کھڑے ہوئے پیشاب، پاخانہ نہیں کر سکتے ہیں

تشریح: پیشاب اور پاخانہ کے لئے کھڑا کرنا ایک ضرورت ہے اس لئے اس کے لئے کھڑا کیا، اور پھر اس پاخانہ، یا پیشاب سے کوئی آدمی مر گیا تو ضمان لازم نہیں ہوگا، کیونکہ کچھ جانور کھڑے ہو کر ہی پیشاب، یا پاخانہ کرتے ہیں

ترجمہ: ۲ اور اگر جانور کو پاخانہ اور پیشاب کے علاوہ کے لئے کھڑا کیا اور اس سے انسان ہلاک ہو گیا تو ضامن ہوگا، اس لئے

ضَرُوْرَاتِ السَّيْرِ ثُمَّ هُوَ أَكْثَرُ ضَرَرًا بِالْمَارَّةِ مِنَ السَّيْرِ لِمَا أَنَّهُ أَدْوَمُ مِنْهُ فَلَا يَلْحَقُ بِهِ.

(۸۱۳) وَالسَّائِقُ ضَامِنٌ لِمَا أَصَابَتْ بِيَدِهَا أَوْ رِجْلِهَا وَالْقَائِدُ ضَامِنٌ لِمَا أَصَابَتْ بِيَدِهَا دُوْنَ رِجْلِهَا ۱ وَالْمُرَادُ النَّفْحَةُ، ۲ قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ هٰكَذَا ذَكَرَهُ الْقُدُوْرِيُّ فِيْ مُخْتَصَرِهٖ وَإِلَيْهِ مَالَ بَعْضُ

کہ اس ٹھہرانے میں تعدی کرنے والا ہے، اس لئے کہ یہ ٹھہرانا چلنے کی ضرورت میں سے نہیں ہے، پھر دوسری بات یہ ہے کہ درمیان راستے میں ٹھہرا کر رکھنا گزرنے والے کے لئے چلنے سے زیادہ مضر ہے، اس لئے اس کو چلنے کے ساتھ لاحق نہیں کیا جائے گا

تشریح: راستے میں پیشاب، یا پاخانہ کے لئے کھڑا نہیں کیا، ویسے ہی کھڑا کر دیا، اور اس سے آدمی مر گیا تو ضامن ہوگا

وجه: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کھڑا کرنا بلا ضرورت ہے، کیونکہ راستہ چلنے کے لئے کھڑا کرنے کے لئے نہیں ہے، اور سوار کو چلنے کا حق ہے کھڑا کر کے راستے کو جام کرنے کا حق نہیں ہے۔ اس لئے ضامن ہوگا (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ درمیان راستے میں کھڑا کر کے رکھنے میں گزرنے والے کو زیادہ تکلیف دہ ہے، اس لئے اس کو چلنے کے ساتھ ملحق نہیں کیا جا سکتا ہے، یہ تعدی ہے اس لئے اس پر ضمان لازم ہوگا۔

ترجمه: (۸۱۳) سائق پیچھے سے ہانکنے والا ضامن ہوگا اس کا جس کو لگ جائے ہاتھ یا پاؤں۔ جو جانور کے اگلے پاوں سے لگے قائد آگے سے کھینچنے والا ضامن ہوگا، لیکن پچھلے پاوں سے چوٹ لگے قائد اس کا ضامن نہیں ہوگا

ترجمه: ۱ اصابت بیدھا کا ترجمہ ہے، پچھلی لات مارے

تشریح: جانور کو پیچھے سے ہانکنے والا (سائق) موجود تھا اسی حالت میں جانور کا پچھلا پاوں، یا اگلا پاوں لگا اور آدمی ہلاک ہو گیا تو ہانکنے والا اس کا ضامن ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ قائد آگے سے کھینچنے والا جانور کو کھینچ رہا تھا تو اس کے اگلے پاوں سے چوٹ لگے تو اس کا ضمان ہوگا، لیکن پچھلے پاوں سے چوٹ لگا اور آدمی مر گیا تو اس کا ضمان لازم نہیں ہوگا

اصول: سائق یا قائد جتنی حفاظت کر سکتا ہے، اتنے سے غفلت برتنے سے ضامن ہوگا، اور جو وہ نہیں کر سکتا ہے اس میں ضمان لازم نہیں ہوگا

وجه: (۱) جب پیچھے سے ہانک رہا تھا تو جانور کی حرکت کو دیکھ رہا تھا اور اس کی حفاظت اس کے کنٹرول میں تھا پھر بھی غفلت کی اس لئے وہ ضامن ہوگا (۲) اس قول تابعی میں ہے کہ پیچھے سے ہانکنے والا آگے سے کھینچنے والا، اور سوار تینوں ضامن ہو گا۔ عَنِ الْحَكَمِ، قَالَ: »إِنَّ السَّائِقَ وَالْقَائِدَ وَالرَّاكِبَ يَغْرَمُ مَا أَصَابَتْ دَابَّتُهُ بِيَدٍ أَوْ رِجْلٍ أَوْ نَفَحَتْ أَوْ ضَرَبَتْ (مصنف ابن ابی شیبۃ، السائق والقائد ما علیہ، نمبر ۲۷۳۱۵)

ترجمه: ۲ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ قدوری میں ایسا ہی ذکر ہے، اور بعض مشائخ اسی کی طرف مائل ہوئے ہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جو پیچھے سے ہانک رہا ہے پچھلی لات مارنا اس کے سامنے ہے اس لئے اس سے بچنا ممکن ہے، اور جو آگے سے

الْمَشَائِخِ وَوَجْهُهُ أَنَّ النَّفْحَةَ بِمَرْأًى عَيْنِ السَّائِقِ فَيُمْكِنُهُ الْاِحْتِرَازُ عَنْهُ وَغَائِبٌ عَنْ بَصَرِ الْقَائِدِ فَلَا يُمْكِنُهُ التَّحَرُّزُ عَنْهُ. ۳ وَقَالَا أَكْثَرُ الْمَشَائِخِ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنَّ السَّائِقَ لَا يَضْمَنُ النَّفْحَةَ أَيْضًا وَإِنْ كَانَ يَرَاهَا، إِذْ لَيْسَ عَلٰى رِجْلِهَا مَا يَمْنَعُهَا بِهِ فَلَا يُمْكِنُهُ التَّحَرُّزُ عَنْهُ، بِخِلَافِ الْكَدَمِ لِإِمْكَانِهِ كَبْحَهَا بِلِجَامِهَا، وَبِهٰذَا يَنْطِقُ أَكْثَرُ النُّسَخِ وَهُوَ الْأَصَحُّ، ۴ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

کھینچ رہا اس کی نگاہ سے غائب ہے اس لئے اس سے بچنا ممکن نہیں ہے

تشریح: مصنف قدوری کی عبارت کا مطلب بتاتے ہیں کہ پیچھے سے ہانکنے والا دیکھ رہا ہے کہ جانور پچھلی لات مار رہا ہے اس لئے اس سے بچایا جا سکتا ہے، لیکن آگے سے کھینچنے والا اس کو نہیں دیکھ رہا ہے، اس لئے اس سے نہیں بچا سکتا ہے اس لئے اس پر ضمان نہیں ہے

لغت: السائق: پیچھے سے ہانکنے والا۔ القائد: آگے سے کھینچنے والا۔ النفحۃ: پچھلی لات مارنا۔ بمرأی: رأی سے مشتق ہے نظر کے سامنے

ترجمہ: ۳ اکثر مشائخ نے یہ بھی کہا ہے کہ پیچھے سے ہانکنے والا بھی پچھلی لات مارنے کا ضامن نہیں ہوگا، چاہے وہ دیکھ رہا ہو اس لئے کہ جانور کے پاؤں میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اس کی لات سے بچا جا سکے، بخلاف دانت کاٹنے کے (اس میں ضمان ہوگا) کیونکہ لگام سے جانور کو کھینچ سکتا ہے، اکثر نسخے میں یہی ہے اور وہی صحیح ہے

تشریح: اکثر مشائخ نے کہا کہ پیچھے سے ہانکنے والا بھی پچھلی لات مارنے کا ضامن نہیں ہوگا، اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ جانور اچانک لات مارتا ہے، اور ہانکنے والے کے ہاتھ میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ اس کی لات کو روک سکے، اس لئے وہ مجبور ہے اس لئے اس پر ضمان نہیں ہے۔ البتہ دانت کاٹنے میں سوار کے ہاتھ میں لگام ہے جو کھینچ کر آدمی کو بچایا جا سکتا ہے، اس لئے دانت کاٹنے سے نہیں بچایا تو ضمان لازم ہوگا

لغت: کدم: دانت سے کاٹنا۔ کبح: لگام کھینچنا۔ لگام کھینچ کر ٹھہرانا

ترجمہ: ۴ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ قائد، سائق، راکب تینوں آدمی پچھلی لات مارنے کا ضمان دیں گے، اس لئے کہ یہ لات سب کی طرف منسوب ہوگی۔

تشریح: امام شافعی کی رائے یہ ہے کہ جانور پچھلی لات مارے تب بھی سائق، قائد، اور راکب تینوں پر ضمان ہوگا

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ جانور کا فعل ان تینوں کی طرف منسوب ہوتا ہے، اس لئے پچھلی لات سے مارے تب بھی یہ تینوں اس کا ضمان ادا کریں گے۔ (۲) اس قول تابعی میں ہے کہ تینوں ذمہ دار ہوں گے۔ عَنِ الْحَكَمِ، قَالَ: إِنَّ السَّائِقَ وَالْقَائِدَ وَالرَّاكِبَ يَغْرَمُ مَا أَصَابَتْ دَابَّتُهُ بِيَدٍ أَوْ رِجْلٍ أَوْ نَفَحَتْ أَوْ ضَرَبَتْ (مصنف ابن ابی شیبۃ، السائق و

يَضْمَنُوْنَ النَّفْحَةَ كُلُّهُمْ، لِأَنَّ فِعْلَهَا مُضَافٌ إِلَيْهِمْ، ۵ وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَا ذَكَرْنَاهُ، وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ "الرِّجْلُ جُبَارٌ" مَعْنَاهُ النَّفْحَةُ بِالرِّجْلِ ۶ وَانْتِقَالُ الْفِعْلِ بِتَخْوِيْفِ الْقَتْلِ كَمَا فِي الْمُكْرَهِ، وَهٰذَا تَخْوِيْفٌ بِالضَّرْبِ. ۷ وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ وَكُلُّ شَيْءٍ ضَمِنَهُ الرَّاكِبُ ضَمِنَهُ السَّائِقُ وَالْقَائِدُ، لِأَنَّهُمَا مُسَبِّبَانِ بِمُبَاشَرَتِهِمَا شَرْطَ التَّلَفِ وَهُوَ تَقْرِيْبُ الدَّابَةِ إِلٰى مَكَانِ الْجِنَايَةِ فَيَتَقَيَّدُ

القائد ماعلیہ،نمبر ۲۷۳۱۵)اس قول صحابی میں ہے کہ تینوں ذمہ دار ہوں گے۔ عَنْ عَلِيٍّ: أَنَّهُ كَانَ يُضَمِّنُ الْقَائِدَ وَالسَّائِقَ وَالرَّاكِبَ (مصنف ابن ابی شیبۃ ،السائق والقائد ماعلیہ،نمبر ۲۷۳۱۰)

ترجمہ: ۵ حضرت امام شافعیؒ پر وہ حجت ہے جو ہم نے ذکر کیا(کہ پچھلی لات آنکھوں سے اوجھل ہے)اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ جانور پیر سے مارے تو وہ معاف ہے،اس کا معنی یہی ہے کہ پچھلے پاوں سے لات مارے۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی جانب سے ایک دلیل تو پہلے گزری کہ پچھلا پاوں جانور کو کھینچنے والے کی آنکھوں سے اوجھل ہے اس لئے اس کی تعدی نہیں ہے،اس لئے اس پر ضمان نہیں ہوگا

وجہ: اور دوسری بات یہ ہے کہ خود حدیث میں ہے کہ پچھلے پاوں سے مارے تو معاف ہے،صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »الرِّجْلُ جُبَارٌ« قَالَ أَبُو دَاوُدَ: »الدَّابَّةُ تَضْرِبُ بِرِجْلِهَا وَهُوَ رَاكِبٌ« (ابوداود شریف،باب الدابۃ تنفح برجلھا نمبر ۴۵۹۲)

ترجمہ: ۶ اور حکم دینے والے کی طرف کرنے والے کا فعل اس وقت منتقل ہوتا ہے جب قتل کی دھمکی دی ہو،اور یہاں جانور کو صرف مار کی دھمکی دی گئی ہے(اس لئے جانور کا فعل قائد کی طرف منتقل نہیں ہوگا)۔

تشریح: یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے،انہوں نے فرمایا تھا کہ جانور کا فعل اس پر سوار کی طرف اور کھینچنے والے کی طرف منتقل ہوگا،اس لئے جانور کے لات مارنے سے کھینچنے والے پر ضمان لازم ہوگا۔اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ کام کرنے والے کا فعل حکم دینے والے کی طرف اس وقت منتقل ہوتا ہے جب قتل کی دھمکی دی ہو،اور یہاں کھینچنے والے نے جانور کو صرف مارنے کی دھمکی دی ہے قتل کی نہیں اس لئے جانور کا فعل کھینچنے والے کی طرف منتقل نہیں ہوگا،اور اس پر ضمان لازم نہیں ہوگا

ترجمہ: ۷ جامع صغیر میں ہے کہ جس چیز کا سوار ضامن ہوتا ہے جانور کو ہانکنے والا اور کھینچنے والا بھی اس کا ضامن ہوتا ہے اس لئے کہ جانور نے جو ہلاک کیا ہے اس کا یہ دونوں سبب ہیں، کیونکہ انہوں نے جانور کو جرم کے مقام تک قریب کیا ہے،اس لئے جہاں بچنا ممکن ہے وہاں سلامتی کی شرط کے ساتھ مقید ہوگا جیسے سوار ہونے والے میں سلامتی کی شرط کے ساتھ مقید ہے، البتہ یہ فرق ہے کہ اگر جانور نے ہاتھ سے یا پاوں سے روندا ہو تو سوار پر ضمان کے ساتھ کفارہ بھی ہے،لیکن ہانکنے والے اور کھینچنے والے پر کفارہ نہیں ہے،اور روندنے کے علاوہ کی صورت میں سوار پر بھی کفارہ نہیں ہے،اس کی وجہ یہ ہے کہ روندنے کی صورت

بِشَرْطِ السَّلَامَةِ فِيمَا يُمْكِنُ الْاِحْتِرَازُ عَنْهُ كَالرَّاكِبِ، إِلَّا أَنَّ عَلَى الرَّاكِبِ الْكَفَّارَةَ فِيمَا أَوْطَأَتْهُ الدَّابَّةُ بِيَدِهَا أَوْ بِرِجْلِهَا، وَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِمَا وَلَا عَلَى الرَّاكِبِ فِيمَا وَرَاءَ الْإِيطَاءِ، لِأَنَّ الرَّاكِبَ مُبَاشِرٌ فِيهِ، لِأَنَّ التَّلَفَ بِثِقْلِهِ وَثِقْلُ الدَّابَّةِ تَبَعٌ لَهُ، لِأَنَّ سَيْرَ الدَّابَّةِ مُضَافٌ إِلَيْهِ وَهِيَ آلَةٌ لَهُ وَهُمَا مُسَبِّبَانِ، لِأَنَّهُ لَا يَتَّصِلُ مِنْهُمَا إِلَى الْمَحَلِّ شَيْءٌ.

میں گویا کہ سوار ہی نے آدمی کو روندا ہے، اس لئے کہ خود سوار کی بوجھ سے آدمی مرا ہے، اور جانور کی بوجھ سوار کے تابع ہے اس لئے کہ سوار کا چلنا سوار کی طرف منسوب ہے، اور جانور صرف آلہ ہے۔ اور قائد اور سائق مارنے کا سبب ہیں، اس لئے کہ یہ دونوں مرنے کے محل سے متصل نہیں ہیں

اصول: جہاں قتل کا مباشر ہو وہاں ضمان اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے، اور جہاں قتل کا صرف سبب ہو وہاں صرف ضمان لازم ہوگا کفارہ نہیں۔

تشریح: یہاں چار صورتیں ہیں۔ ا۔ آدمی جانور پر سوار ہے، اور جانور نے ہاتھ سے یا پچھلے پاوں سے روند دیا اور آدمی کو مار دیا تو سوار پر دیت بھی لازم ہوگی، اور کفارہ قتل بھی لازم ہوگا۔ ۲۔ آدمی سوار ہے لیکن جانور نے روند کر نہیں بلکہ دانت کاٹ کر، یا لات مار کر کسی کو ہلاک کیا تو سوار پر دیت لازم ہوگی، لیکن کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ ۳۔ قائد یا سائق ہے اس کے جانور نے کسی کو ہاتھ یا پاوں سے روند کر ہلاک کیا تب بھی صرف دیت لازم ہوگی، کفارہ نہیں۔ ۴۔ قائد یا سائق ہے لیکن دانت سے کاٹ کر، یا اگلی لات مار کر کسی کو ہلاک کیا اس میں بھی قائد اور سائق پر صرف دیت لازم ہوگی، کفارہ قتل نہیں اس بارے میں جامع صغیر کی عبارت یہ ہے۔ وكل شَيْءٍ ضمنه الرَّاكِب ضمنه السَّائِق والقائد وعَلى الرَّاكِب الْكَفَّارَة وَلَيْسَت عَلَيْهِمَا (جامع صغیر، باب فی جنایۃ البہیمۃ والجنایۃ علیھا، ص ۵۱۶)

لغت: مباشر: جو خود مارے اس کو مباشر، کہتے ہیں۔ مسبب: اور جو مرنے کا صرف سبب کو اس ہو مسبب، کہتے ہیں

وجہ: (۱) جانور کا لگام سوار کے ہاتھ میں ہے، اس لئے جانور سوار کے تابع ہے، اس لئے جب جانور نے آدمی کو روندا تو جانور کا بوجھ آدمی پر پڑا جس سے وہ مرا، اور جانور پر سوار کا بوجھ ہے، تو یوں سمجھا جائے گا کہ سوار کے بوجھ سے مرا کہ کیونکہ اس کے ہاتھ میں جانور کی لگام ہے، اس لئے یہ قتل خطا ہوا اس لئے سوار پر دیت بھی ہوگی اور کفارہ بھی ہوگا۔ (۲)۔ لیکن روندنے سے نہیں مرا بلکہ دانت کاٹنے سے مرا تو یہاں سوار اور آدمی کے درمیان اونٹ واسطہ ہے، اس لئے سوار پر دیت تو لازم ہوگی، لیکن کفارہ لازم نہیں ہوگا، کیونکہ قتل خطا نہیں ہے قتل سبب ہے۔ (۳) اور قائد، یا سائق کی صورت میں جانور نے روندا تو قائد اور سائق کا بوجھ آدمی پر نہیں پڑا، تا کہ یہ نہیں کہا جا سکتا ہے قائد، یا سائق کی بوجھ سے آدمی مرا ہے۔ اور یہاں بھی قائد اور سائق کے درمیان اونٹ کا واسطہ ہے اس لئے یہ قتل سبب ہے، اس لئے ان قائد اور سائق پر دیت تو لازم ہوگی، کفارہ لازم نہیں ہوگا، کیونکہ یہ قتل سبب ہے

۸ وَكَذَا الرَّاكِبُ فِيْ غَيْرِ الْإِيْطَاءِ، وَالْكَفَّارَةُ حُكْمُ الْمُبَاشَرَةِ لَا حُكْمُ التَّسْبِيْبِ ۹ وَكَذَا يَتَعَلَّقُ بِالْإِيْطَاءِ فِيْ حَقِّ الرَّاكِبِ حِرْمَانُ الْمِيْرَاثِ وَالْوَصِيَّةِ دُوْنَ السَّائِقِ وَالْقَائِدِ لِأَنَّهُ يَخْتَصُّ بِالْمُبَاشَرَةِ.

(۸۱۴) وَلَوْ كَانَ رَاكِبٌ وَسَائِقٌ قِيْلَ لَا يَضْمَنُ السَّائِقُ مَا أَوْطَأَتِ الدَّابَّةُ، ۱ لِأَنَّ الرَّاكِبَ مُبَاشِرٌ فِيْهِ لِمَا ذَكَرْنَا وَالسَّائِقُ مُسَبِّبٌ، وَالْإِضَافَةُ إِلَى الْمُبَاشِرِ أَوْلٰى، وَقِيْلَ الضَّمَانُ عَلَيْهِمَا، لِأَنَّ كُلَّ ذٰلِكَ سَبَبُ الضَّمَانِ.

ترجمه: ۸ ایسے ہی جانور نے روندا نہ ہوتو سوار پر بھی کفارہ نہیں ہے، اور کفارہ قتل مباشرت کی وجہ سے ہوتا ہے قتل سبب کی وجہ سے نہیں ہوتا (وہاں صرف دیت لازم ہوتی ہے)

تشریح: آدمی روندنے کے علاوہ سے مرا ہے تو اس صورت میں بھی سوار پر ضمان لازم ہوگا، لیکن کفارہ لازم نہیں ہوگا، کیونکہ یہ قتل خطاء نہیں ہے بلکہ قتل سبب ہے، آدمی کے مرنے اور سوار کے درمیاں اونٹ کا کاٹنا یا اونٹ کی اگلی لات مارنا سبب ہے

ترجمه: ۹ سوار ہونے والے کی صورت میں جانور روند کر مار دے تو مقتول کی میراث سے محروم ہوگا، اور اس کو وصیت نہیں ملے گی، لیکن سائق اور قائد کو میراث بھی ملے گی، اور وصیت بھی ملے گی، اس لئے میراث اور وصیت سے محروم ہونا قتل مباشر کے ساتھ خاص ہے

تشریح: سوار تھا اور جانور نے روند کر مار دیا تو سوار مقتول کی وراثت سے محروم ہوگا، اور اگر مقتول نے کوئی وصیت کی ہے تو وہ بھی نہیں ملے گی، کیونکہ یہ قتل مباشر ہے، اور قتل مباشر ان دونوں چیزوں سے محروم ہوتے ہیں۔ لیکن قائد اور سائق کو مقتول کی وراثت سے بھی ملے گی، اور وصیت میں سے بھی ملے گی، کیونکہ ان دونوں کا قتل سبب ہے، قتل مباشر نہیں ہے

ترجمه: (۸۱۴) سوار بھی تھا اور پیچھے سے ہانکنے والا بھی دونوں سے آدمی مرا ہو تو بعض حضرات نے فرمایا کہ جانور نے روندا ہو تو سائق پر ضمان نہیں ہوگا

ترجمه: ۱ سوار مباشر ہے جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا اور سائق صرف مسبب ہے اور ضمان کی نسبت مباشر کی طرف کرنا زیادہ بہتر ہے، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ راکب اور سائق دونوں پر ضمان ہوگا اس لئے کہ ضمان کے سبب میں دونوں شریک ہیں

تشریح: راکب اور سائق دونوں سے ایک آدمی مرا ہے تو کچھ حضرات نے فرمایا کہ صرف راکب پر ضمان ہوگا، سائق پر نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ راکب مباشر ہے اس کا درجہ اعلی ہے، اس لئے اسی پر ضمان لازم ہو، اور سائق صرف مسبب ہے اس کا درجہ ادنی ہے اس لئے اس پر ضمان لازم نہ ہو۔ اور کچھ حضرات نے فرمایا کہ سبب ضمان میں تو دونوں شریک ہیں اس لئے دونوں پر ضمان لازم ہوگا

وجه: عَنْ عَلِيٍّ: أَنَّهُ كَانَ يُضَمِّنُ الْقَائِدَ وَالسَّائِقَ وَالرَّاكِبَ (مصنف ابن ابی شیبة، السائق والقائد ما علیہ، نمبر ۲۷۳۱۰) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ ہانکنے والا اور کھینچنے والا دونوں ذمہ دار ہیں۔

(۸۱۵) قَالَ وَإِذَا اصْطَدَمَ فَارِسَانِ فَمَاتَا فَعَلٰى عَاقِلَةِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا دِيَةُ الْاٰخَرِ، ۱؎ وَقَالَ زُفَرُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَالشَّافِعِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يَجِبُ عَلٰى عَاقِلَةِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا نِصْفُ دِيَةِ الْاٰخَرِ لِمَا رُوِيَ ذٰلِكَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَلِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَاتَ بِفِعْلِهِ وَفِعْلِ صَاحِبِهِ، لِأَنَّهُ بِصَدْمَتِهِ اٰلَمَ نَفْسَهُ وَصَاحِبَهُ فَيُهْدَرُ نِصْفُهُ وَيُعْتَبَرُ نِصْفُهُ، ۲؎ كَمَا إِذَا كَانَ الْاِصْطِدَامُ عَمَدًا أَوْ جَرَحَ

ترجمہ: (۸۱۵) دوگھوڑے ٹکرا گئے اور دونوں مر گئے تو دونوں کے عاقلہ پر دوسرے کی دیت لازم ہوگی

تشریح: دوگھوڑے ٹکرا گئے اور دونوں مر گئے تو یہاں بھی ہوسکتا ہے کہ اپنی ٹکر سے مرا ہو، اور یہ بھی ہے کہ دوسرے کے ٹکر سے مرا ہو، لیکن اپنے ٹکر سے مرنا مباح ہے اس لئے اس پر ضمان لازم نہیں ہوگا، اور دوسرے کے ٹکر سے مرنا ضمان کے قابل ہے، اور یہاں دونوں ایک دوسرے کی ٹکر سے مرے ہیں اس لئے دونوں پر دوسرے کی دیت لازم ہوگی، اور چونکہ یہ قتل خطا ہے اس لئے دونوں کے عاقلہ اس کو برداشت کریں گے

وجہ: (۱) اس میں قول صحابی نہیں ہے کہ دونوں ایک دوسرے کی دیت ادا کریں گے۔ عَنْ عَلِيٍّ: أَنَّ رَجُلَيْنِ صَدَمَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ »فَضَمَّنَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ« - يَعْنِي الدِّيَةَ (مصنف عبدالرزاق، باب المقتتلان والذی یقع علی الآخر اویضر بہ، نمبر ۱۸۳۲۸) (۲). عَنْ عَلِيٍّ: »أَنَّهُ ضَمَّنَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِصَاحِبِهِ (مصنف عبدالرزاق، باب المقتتلان والذی یقع علی الآخر اویضر بہ، نمبر ۱۸۳۲۵) (۳)۔ قَالَ عُثْمَانُ: »إِذَا اقْتَتَلَ الْمُقْتَتِلَانِ فَمَا كَانَ بَيْنَهُمَا مِنْ جِرَاحٍ ,فَهُوَ قِصَاصٌ« قَالَ سُفْيَانُ فِي الرَّجُلَيْنِ يَصْطَرِعَانِ: فَيَجْرَحُ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ، قَالَ: »يَضْمَنُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ (مصنف عبدالرزاق، باب المقتتلان والذی یقع علی الآخر اویضر بہ، نمبر ۱۸۳۲۱)

لغت: اصطدم: صدم سے مشتق ہے، ٹکرانا، دھکا دینا۔ فارس: گھوڑ سوار

ترجمہ: ۱؎ امام زفرؒ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ ہر ایک کا دوسرے کے عاقلہ پر آدھی آدھی دیت لازم ہوگی، کیونکہ حضرت علیؓ سے اس قسم کی روایت ہے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ہر ایک اپنے فعل سے مرا ہے اور دوسرے کے فعل سے مرا ہے اس لئے کہ اپنی ذات کے ٹکرانے کی تکلیف سے اور ساتھی کے ٹکرانے کی تکلیف سے، اس لئے آدھی دیت تو ہدر ہوگی، اور اس کی آدھی کا اعتبار ہوگا۔

تشریح: امام زفر: اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ دونوں کی دیت ایک دوسرے پر لازم تو ہوگی، لیکن آدھی آدھی ہوگی

وجہ: ایک وجہ تو وہی ہے جو پہلے حضرت علیؓ کا قول گزرا کہ ایک دوسرے پر دیت لازم ہوگی، البتہ امام شافعی آدھی آدھی دیت لازم کرتے ہیں۔ (۲) اور دوسری وجہ یہ فرماتے ہیں کہ اپنی ذات کے ٹکر سے بھی مرا ہے اور ساتھی کے ٹکر سے بھی مرا ہے، اور اپنی ذات کی ٹکر ہدر اور معاف ہے تو آدھا معاف ہوا اور ساتھی کا جو آدھی ٹکر ہے اس کی دیت لازم ہوگی

ترجمہ: ۲؎ جیسے جان کر ٹکرائے، یا ہر ایک نے دوسرے کو زخمی کیا، یا دو آدمیوں نے بیچ راستے میں کنواں کھودا اور دونوں

كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا نَفْسَهُ وَصَاحِبَهُ جِرَاحَةً، أَوْ حَفَرَا عَلٰى قَارِعَةِ الطَّرِيْقِ بِيْرًا فَانْهَارَ عَلَيْهِمَا يَجِبُ عَلٰى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا النِّصْفُ فَكَذَا هٰذَا. ۳ وَلَنَا أَنَّ الْمَوْتَ مُضَافٌ إِلٰى فِعْلِ صَاحِبِهِ، لِأَنَّ فِعْلَهُ فِيْ نَفْسِهِ مُبَاحٌ وَهُوَ الْمَشْيُ فِي الطَّرِيْقِ وَلَا يَصْلَحُ مُسْتَنِدًا لِلْإِضَافَةِ فِيْ حَقِّ الضَّمَانِ كَالْمَاشِيْ إِذَا لَمْ يَعْلَمْ بِالْبِيْرِ وَوَقَعَ فِيْهَا لَا يُهْدَرُ شَيْءٌ مِنْ دَمِهِ، وَفِعْلُ صَاحِبِهِ وَإِنْ كَانَ مُبَاحًا لٰكِنَّ الْفِعْلَ الْمُبَاحَ فِيْ غَيْرِهِ سَبَبٌ لِلضَّمَانِ كَالنَّائِمِ إِذَا انْقَلَبَ عَلٰى غَيْرِهِ.

کنویں میں گر گئے تو دونوں پر آدھا آدھا ضمان لازم ہوتا ہے، ایسے ہی یہاں ہوگا

تشریح: یہاں امام شافعیؒ کی تین مثالیں ہیں۔ ۱۔ جان کر دونوں ٹکرا گئے تو دونوں پر دوسرے کی آدھی آدھی دیت لازم ہوتی ہے۔ ۲۔ ہر ایک نے ایک دوسرے کو زخمی کیا اور دونوں مر گئے تو دونوں پر ایک دوسرے کی آدھی آدھی دیت ہے۔ ۳۔ دو آدمیوں نے بیچ راستے میں کنواں کھودا، اور دونوں اس کنویں میں گر گئے تو دونوں پر دوسرے کی آدھی آدھی دیت ہے اسی طرح یہاں دونوں گھوڑے ٹکرا گئے اور دونوں مر گئے تو دونوں پر ایک دوسرے کی آدھی آدھی دیت ہے۔

لغت: انہدر: گر گیا

ترجمہ: ۳ ہماری دلیل یہ ہے کہ موت ساتھ والے کی طرف منسوب ہے، کیونکہ اپنی ذات کا فعل مباح ہے، اور وہ راستے میں چلنا ہے، اس لئے ضمان کے حق میں اپنی ذات کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں ہے، جیسے جانتا نہیں تھا کہ کنواں ہے اور چل پڑا اور اس میں گر گیا تو اس کا خون معاف نہیں ہوگا (بلکہ کنواں کھودنے والے کو ضمان دینا ہوگا)، اور ساتھی کا فعل اگر چہ مباح ہے لیکن دوسرے کو ضمان دینا ہی ہوگا جیسے سونے والا دوسرے پر پلٹ جائے اور مار دے تو اس کا ضمان دینا ہی ہوتا ہے

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ یہاں مرنے کے اسباب دو ہیں ایک ہے اپنا فعل، اور دوسرا ہے ساتھی کا فعل۔ موت کی نسبت اپنے فعل کی طرف کرنا صحیح نہیں ہے، بلکہ ساتھی ہی کے فعل کی طرف کرنا ہوگا، اس کی مثال یہ ہے کہ کسی آدمی نے کنواں کھودا، اور دوسرا آدمی اس کنویں پر چل پڑا، اور مر گیا، اس آدمی کو معلوم نہیں تھا کہ یہاں کنواں ہے، تو یہاں خود کا چلنا بھی موت کا سبب ہے، اور کنواں کھودنا بھی موت کا سبب ہے، لیکن چلنے کا اعتبار نہیں ہے، بلکہ کنواں کھودنے والے کا اعتبار ہے اور اسی پر پوری دیت واجب ہوگی۔ اسی طرح جب دو گھوڑے ٹکرائے اور مرے تو اپنے گھوڑے کا اعتبار نہیں ہوگا، بلکہ دوسرے کے گھوڑے کا اعتبار ہوگا اور اسی پر پوری دیت واجب ہوگی

وجہ: اپنا بوجھ ہدر ہے اور دوسرے کا فعل اگر چہ مباح ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ دوسرے کو نقصان نہ ہو اور نقصان ہو گیا تو دیت دینی ہوگی۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ سونا مباح ہے، لیکن سوتے ہوئے دوسرے پر پلٹ گیا اور وہ مر گیا تو بھول میں بھی مرنے سے سونے والے پر دیت واجب ہوگی

۴؎ وَرُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ أَوْجَبَ عَلٰى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا كُلَّ الدِّيَةِ فَتَعَارَضَتْ رِوَايَتَاهُ فَرَجَّحْنَا بِمَا ذَكَرْنَا، ۵؎ وَفِيْمَا ذُكِرَ مِنَ الْمَسَائِلِ الْفِعْلَانِ مَحْظُوْرَانِ فَوَضَحَ الْفَرْقُ، ۶؎ هٰذَا الَّذِيْ ذَكَرْنَاهُ إِذَا كَانَا حُرَّيْنِ فِي الْعَمَدِ وَالْخَطَأِ. وَلَوْ كَانَا عَبْدَيْنِ يَهْدُرُ الدَّمُ فِي الْخَطَأِ، لِأَنَّ الْجِنَايَةَ

ترجمہ: ۴؎ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ایک دوسرے پر پوری دیت واجب ہوگی تو دونوں روایتوں میں تعارض ہو گیا اس لئے ہم نے اس بات کو ترجیح دی جو ہم نے ذکر کی ہے (کہ اپنی ٹکر کا اعتبار نہیں ہے، ساتھی کی ٹکر کا اعتبار ہے)۔

تشریح: حضرت علیؓ سے ایک روایت امام شافعی، اور امام زفرؒ نے پیش کی کہ آدھی آدھی دیت واجب ہوگی، لیکن حضرت علیؓ سے دوسری روایت ہے کہ ہر ایک کی دوسرے پر پوری دیت واجب ہوگی، اس لئے حضرت علی کی دونوں روایتوں میں تعارض ہو گیا، اس لئے ہم نے اپنی بات کو ترجیح دی کہ اپنی ٹکر کا اعتبار نہیں ہے، بلکہ ساتھی کی ٹکر کا اعتبار ہے

وجہ: صاحب ھدایہ کے حضرت علی کا قول یہ ہے۔ عَنْ عَلِيٍّ: أَنَّ رَجُلَيْنِ صَدَمَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ »فَضَمَّنَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ، يَعْنِي الدِّيَةَ (مصنف عبد الرزاق، باب المقتتلان والذی یقع علی الآخر او یضربہ، نمبر ۱۸۳۲۸)

ترجمہ: ۵؎ اور جو مسائل ذکر کئے ہیں وہ دونوں فعل محظور ہیں اس لئے فرق واضح ہو گیا

تشریح: امام شافعیؒ نے جو دو دلیلیں پیش کی وہ محظور ہیں، کیونکہ ان کو ہم نہیں مانتے ہیں ہمارے یہاں ان دونوں مسئلوں میں بھی ہر ایک کی دوسرے پر پوری دیت واجب ہوتی ہے

ترجمہ: ۶؎ یہ جو اوپر مسئلہ ذکر ہوا ہے قتل عمد یا قتل خطا کے بارے میں وہ آزاد کے بارے میں ہے، لیکن اگر ٹکرانے والے دونوں غلام ہوں تو قتل خطا میں دونوں کے خون ہدر ہو جائیں گے، اس لئے کہ یہ جرم غلام کی گردن کے ساتھ متعلق ہے، یا غلام کو سپرد کر دے، یا غلام رکھ کر اس کا فدیہ دے، اور غلام تو مر چکا ہے، اور اپنا خلیفہ بھی نہیں چھوڑا ہے، اور اس میں آقا کا کوئی قصور بھی نہیں ہے، اس لئے مجبوراً دونوں کے خون کو ہدر کرنا پڑا، اور قتل عمد میں بھی یہی ہوگا اس لئے کہ دونوں غلام جرم کرنے کے بعد مر چکے ہیں، اور اس کے بدلے میں کچھ چھوڑا بھی نہیں ہے۔

تشریح: دو غلاموں نے ایک دوسرے کو ٹکر ماری اور دونوں مر گئے تو دونوں کی نہ دیت ہوگی، نہ قصاص ہوگا، اور نہ ضمان ہو گا، بلکہ دونوں کا خون ہدر، یعنی بیکار جائے گا چاہے عمداً ٹکر ماری ہو یا خطا سے ٹکر ماری ہو

وجہ: غلام کا جو مال ہے وہ آقا کا ہے، غلام کا کچھ بھی نہیں ہے، دوسری بات یہ ہے کہ غلام کا کوئی عاقلہ نہیں ہوتا، اس کا تو کوئی خاندان ہے ہی نہیں۔ ہاں صرف آقا ہے جو اس کی حمایت کر سکتا ہے۔ ا۔ اب اگر دونوں غلام مر گئے تو عمد میں قصاص تو ہو گا نہیں کیونکہ دونوں غلام مر چکے ہیں، آپ قصاص کس سے لیں گے۔ اور اگر قتل خطا ہے تو یہ ہوتا ہے کہ آقا غلام کو مقتول کے ورثہ کو سپرد کر دیتا ہے، لیکن یہاں تو دونوں کے غلام مر چکے ہیں، اب دونوں کے آقا کس کو سپرد کریں گے۔ یا یہ ہوتا ہے کہ غلام کو اپنے

تَعَلَّقَتْ بِرَقَبَتِهِ دَفْعًا وَفِدَاءً وَقَدْ فَاتَتْ لَا إِلٰى خُلْفٍ مِنْ غَيْرِ فِعْلِ الْمَوْلٰى فَهُدِرَ ضَرُوْرَةً، وَكَذَا فِي الْعَمَدِ، لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا هَلَكَ بَعْدَ مَا جَنٰى وَلَمْ يَخْلُفْ بَدَلًا. ۓ وَلَوْ كَانَ أَحَدُهُمَا حُرًّا وَالْآخَرُ عَبْدًا فَفِي الْخَطَأِ تَجِبُ عَلٰى عَاقِلَةِ الْحُرِّ الْمَقْتُوْلِ قِيْمَةُ الْعَبْدِ فَيَأْخُذُهَا وَرَثَةُ الْمَقْتُوْلِ، وَيَبْطُلُ حَقُّ الْحُرِّ الْمَقْتُوْلِ فِي الدِّيَةِ فِيْمَا زَادَ عَلَى الْقِيْمَةِ، لِأَنَّ عَلٰى أَصْلِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ

پاس رکھ لیتا ہے، اور اس کی قیمت مقتول کے ورثہ کو دے دیتا ہے، لیکن یہاں تو غلام مر چکا ہے تو کس کو اپنے پاس رکھ کر اس کی قیمت دیگا۔ اور غلام کا کوئی اور عاقلہ ہے ہی نہیں کہ وہ دیت ادا کریں، اس لئے مجبورا دونوں غلام کے خون ہدر ہو جائیں گے (۲) اس قول تابعی میں ہے کہ غلام کی دیت قبیلہ والے ادا نہیں کریں گے۔ عَنْ مَنْصُوْرٍ، قَالَ: لَيْسَ عَلٰى أَهْلِ الْقَبِيْلَةِ مِنْ دِيَةِ الْعَبْدِ شَيْءٌ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب الرجل یقتل العبد خطاء، نمبر ۲۷۴۲۸) (۳) اس قول صحابی میں ہے کہ غلام جنایت کرے تو آقا کو دو اختیار ہیں، یا غلام کو مظلوم کے سپرد کر دے، یا غلام کو رکھ لے اور اس کی قیمت مظلوم کو دے دے۔ عن علیؓ قال ماجنی العبد ففی رقبته ویخیر مولاه ان شاء فداه وان شاء دفعه (مصنف ابن ابی شیبۃ ۶۴ العبد یجنی الجنایۃ ج خامس، ص ۳۸۴ نمبر ۲۷۱۷۰ / مصنف عبد الرزاق، باب قتل الرجل الحر عبدا والعبد حراج تاسع ص ۴۸۶ نمبر ۱۸۱۱۹) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ آقا کو دونوں اختیار ہیں۔

لغت: دفعا: آقا غلام کو مقتول کے ورثہ کو سپرد کر دیتا ہے۔ فداء: غلام رکھ لیتا ہے اور اس کی قیمت مقتول کے ورثہ کو دے دیتا ہے۔ فاتت الی خلف: غلام مر گیا اور اپنے پیچھے کوئی مال نہیں چھوڑا، کیونکہ جو مال چھوڑا ہے وہ اس کے آقا کا ہے غلام کا کچھ بھی نہیں ہے۔ من غیر فعل المولی: اس قتل میں آقا کا کوئی قصور بھی نہیں ہے کہ اس سے کوئی جرمانہ وصول کرے۔ ہدر: بیکار جائے گا، نہ قصاص لیا جا سکے گا، اور نہ اس کا کوئی ضمان، یا دیت ہوگی۔

ترجمہ: ۓ دو آدمی ٹکرائے ان میں سے ایک آزاد ہے اور دوسرا غلام ہے، قتل خطا میں مقتول آزاد کے عاقلہ پر غلام کی قیمت لازم ہوگی، اور اس قیمت کو آزاد مقتول کے وارث لیں گے، اور آزاد مقتول کی جو دیت تھی وہ غلام کی قیمت سے جو زیادہ ہو وہ باطل ہو جائے گی، اس لئے کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمد کا اصول یہ ہے کہ آزاد کے عاقلہ پر غلام کی قیمت واجب ہوگی اس لئے کہ یہ آدمی ہونے کا ضمان ہے، تو گویا کہ غلام نے یہ قیمت بدل کے طور پر اپنے پیچھے چھوڑی، اس لئے مقتول آزاد کے ورثہ اس کو لیں گے، اور غلام کی قیمت سے جو زیادہ ہو وہ باطل ہو جائے گا اس لئے کہ غلام نے اس کے علاوہ کچھ نہیں چھوڑا ہے، اور جو کچھ کمایا تھا وہ تو آقا کا مال ہے

تشریح: ایک آزاد اور ایک غلام ٹکرائے تو غلام کے پاس مال نہیں ہے، جو مال ہے وہ آقا کا ہے، اور غلام کے پاس عاقلہ بھی نہیں ہے، اس لئے غلام نے جو آزاد کو قتل کیا ہے وہ ہدر ہے۔ اب آزاد نے غلام کو قتل خطا کیا تو آزاد کا عاقلہ غلام کی قیمت دیت

عَلَيْهِ وَمُحَمَّدٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ تَجِبُ الْقِيمَةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ، لِأَنَّهُ ضَمَانُ الْاٰدَمِيِّ فَقَدْ أَخْلَفَ بَدَلًا بِهٰذَا الْقَدْرِ فَيَأْخُذُهُ وَرَثَةُ الْحُرِّ الْمَقْتُوْلِ وَيَبْطُلُ مَا زَادَ عَلَيْهِ لِعَدَمِ الْخُلْفِ. ۸؎ وَفِي الْعَمَدِ تَجِبُ عَلٰى عَاقِلَةِ الْحُرِّ نِصْفُ قِيْمَةِ الْعَبْدِ، لِأَنَّ الْمَضْمُوْنَ هُوَ النِّصْفُ فِي الْعَمَدِ وَهٰذَا الْقَدْرُ يَأْخُذُهُ وَلِيُّ الْمَقْتُوْلِ، وَمَا عَلَى الْعَبْدِ فِيْ رَقَبَتِهٖ وَهُوَ نِصْفُ دِيَةِ الْحُرِّ يَسْقُطُ بِمَوْتِهٖ، إِلَّا قَدْرَ مَا أَخْلَفَ مِنَ الْبَدَلِ وَهُوَ نِصْفُ الْقِيْمَةِ.

(۸۱۶) قَالَ وَمَنْ سَاقَ دَابَّةً فَوَقَعَ السَّرْجُ عَلٰى رَجُلٍ فَقَتَلَهُ ضَمِنَ، وَكَذَا عَلٰى هٰذَا سَائِرِ أَدَوَاتِهٖ كَاللِّجَامِ وَنَحْوِهٖ وَكَذَا مَا يُحْمَلُ عَلَيْهَا، ۱؎ لِأَنَّهُ مُتَعَدٍّ فِيْ هٰذَا التَّسْبِيْبِ، لِأَنَّ الْوُقُوْعَ بِتَقْصِيْرٍ مِنْهُ

کے طور پر ادا کریں گے، اور یہ قیمت اس کے آقا کو نہیں ملے گی، کیونکہ یہ غلام کی جان کی قیمت ہے، اب غلام نے آزاد کو قتل کیا تھا، لیکن غلام کے پاس مال نہیں تھا اس لئے آزاد کی دیت ہدر تھی، اب یہ مال آ گیا ہے، اس لئے یہ جو آزاد کے عاقلہ نے غلام کی قیمت دی، یہ آزاد کے وارثین کو دے دی جائے گی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر آزاد کی دیت کی رقم زیادہ ہو تو وہ نہیں دی جائے گی، کیونکہ غلام کے پاس مال ہی نہیں ہے، اس لئے صرف اتنا ہی ملے گا جو غلام کی قیمت ملی ہے، اس سے زیادہ ہے ہی نہیں، اس لئے ہدر ہوگا۔

وجہ: اس قول تابعی میں ہے کہ آزاد نے غلام کو قتل کیا ہو آزاد کے عاقلہ پر غلام کی قیمت واجب ہوگی۔ عَنِ الزُّهْرِيِّ، فِي حُرٍّ قَتَلَ عَبْدًا خطأً، قَالَ: قِيمَتُهُ عَلَى الْعَاقِلَةِ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب الرجل یقتل العبد خطاء، نمبر ۲۷۴۲۶)

ترجمہ: ۸؎ اور قتل عمد ہو تو آزاد کے عاقلہ پر غلام کی آدھی قیمت واجب ہے، اس لئے کہ قتل عمد میں آدھی قیمت ہی واجب ہوتی ہے، اور یہی آدھی قیمت آزاد مقتول کے وارثین لیں گے، اور غلام کی قیمت سے جو زیادہ دیت بنتی ہو وہ غلام کے مرنے سے ساقط ہو جائے گی، اس لئے غلام نے اتنا ہی اپنے پیچھے چھوڑا ہے

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ غلام کے پاس جتنا مال ہے دیت میں اتنا ہی لے سکتا ہے

تشریح: قتل عمد ہو تو جس نے قتل کیا ہے اس پر غلام کی آدھی قیمت لازم ہوتی ہے، قاعدہ یہی ہے۔ اس لئے آزاد کے عاقلہ آدھی قیمت ادا کریں گے، اور یہ آدھی قیمت آزاد کے وارثین لے لیں گے، کیونکہ غلام کے پاس اتنا ہی سا بچت مال ہے، اس سے زیادہ جو دیت بنتی ہے وہ معاف ہو جائے گی، کیونکہ غلام کے پاس اس سے زیادہ مال ہے ہی نہیں۔

ترجمہ: (۸۱۶) کوئی جانور ہانک رہا تھا کہ اس کی زین کسی آدمی پر گر گئی اور وہ مر گیا تو ہانکنے والا ضامن ہوگا، یہی حال سب سامان کا ہے جیسے لگام اور اس کے مثل، اور یہی حال ہے ان تمام سامان کا جو جانور پر لادا جاتا ہے

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ سبب اختیار کرنے میں تعدی کی ہے، اس لئے کہ جانور والے کی کوتاہی سے سامان گرا ہے، کیونکہ

وَهُوَ تَرْكُ الشَّدِّ وَالْإِحْكَامِ فِيْهِ، ۲؎ بِخِلَافِ الرِّدَاءِ لِأَنَّهُ لَا يُشَدُّ فِي الْعَادَةِ، وَلِأَنَّهُ قَاصِدٌ لِحِفْظِ هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ كَمَا فِي الْمَحْمُوْلِ عَلٰى عَاتِقِهٖ دُوْنَ اللِّبَاسِ عَلٰى مَا مَرَّ مِنْ قَبْلُ فَيَتَقَيَّدُ بِشَرْطِ السَّلَامَةِ.

(۸۱۷) قَالَ وَمَنْ قَادَ قِطَارًا فَهُوَ ضَامِنٌ لِمَا أَوْطَأَ فَإِنْ وَطِئَ بَعِيْرٌ إِنْسَانًا ضَمِنَ بِهِ الدِّيَةَ عَلَى الْعَاقِلَةِ،

اس نے مضبوطی سے سامان نہیں باندھا ہے۔

اصول: جانور پر کوئی سامان ہو وہ کسی پر گر جائے اور اس سے مر جائے تو جانور والے پر اس کا ضمان لازم ہوگا

تشریح: کوئی آدمی جانور ہانک رہا تھا کہ جانور کے اوپر سے زین گر گئی یا لگام گر گیا یا کوئی سامان گر گیا اور اس سے کوئی مر گیا تو اس کا ضمان لازم ہوگا۔

وجہ: آدمی بڑی حفاظت سے سامان باندھتا ہے، لیکن یہاں مضبوطی سے باندھنے میں کوتاہی کی ہے جس کی وجہ سے سامان گرا ہے، اور یہ تعدی ہے اس لئے جانور والے پر ضمان لازم ہوگا۔

لغت: السرج: زین۔ ادوات: سامان۔ التسبیب: سبب اختیار کرنا۔ الشد اد: مضبوط باندھنا۔

ترجمہ: ۲؎ بخلاف چادر کے (کسی پر چادر گرنے سے ضمان لازم نہیں ہوگا) اس لئے کہ عام طور پر چادر کو مضبوطی سے نہیں باندھتے ہیں، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ سامان کی حفاظت کرنے کی پوری نیت ہوتی ہے جیسے کوئی آدمی کندھے پر کوئی سامان لاد کر جا رہا ہو تو اس کی حفاظت کی پوری نیت ہوتی ہے کہ گر نہ جائے، لیکن لباس کے حفاظت کی نیت نہیں ہوتی ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، اس لئے سامان میں سلامتی کی شرط کے ساتھ مقید ہوگی

تشریح: یہاں سے چادر اور سامان میں فرق بیان کر رہے ہیں۔ چادر کسی پر گر جائے اور اس سے کوئی مر جائے تو چادر والے پر ضمان لازم نہیں ہوگا۔

وجہ: فرق کی وجہ یہ ہے کہ جانور پر سامان ہو یا آدمی کے کندھے پر سامان ہو تو اس کی حفاظت کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے کہ کہیں گر نہ جائے، پھر وہ بھاری بھی ہوتا ہے، اس لئے سلامتی کی شرط ساتھ مقید ہوگی، اور غفلت سے گر گیا تو یہ تعدی ہے اس لئے ضمان لازم ہوگا۔ اس کے برخلاف چادر، یا لباس بہت ہلکا ہوتا ہے اس کے گرنے سے آدمی نہیں مرتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ لباس، یا چادر آدمی جسم پر ڈال لیتا ہے، اس کی حفاظت کرنے کی کوشش نہیں کرتا ہے، اس لئے وہ سلامتی کی شرط پر مقید نہیں ہوگی، اس لئے لباس یا چادر کسی پر گر جائے اور وہ مر جائے تو مالک پر ضمان لازم نہیں ہوگا۔ سامان اور لباس میں یہ فرق ہے۔

ترجمہ: (۸۱۷) کوئی کھینچ رہا ہو اونٹوں کی قطار تو وہ ضامن ہوگا اس کا جو وہ کچل ڈالے۔ پس اگر اونٹ نے کسی انسان کو کچل دیا تو مالک کے عاقلہ پر دیت واجب ہوگی

۱ لِأَنَّ الْقَائِدَ عَلَيْهِ حِفْظُ الْقِطَارِ كَالسَّائِقِ وَقَدْ أَمْكَنَهُ ذٰلِکَ وَقَدْ صَارَ مُتَعَدِّيًا بِالتَّقْصِيْرِ فِيْهِ، وَالتَّسْبِيْبُ بِوَصْفِ التَّعَدِّيْ سَبَبُ الضَّمَانِ إِلَّا أَنَّ ضَمَانَ النَّفْسِ عَلَى الْعَاقِلَةِ فِيْهِ وَضَمَانُ الْمَالِ فِيْ مَالِهِ.

(۸۱۸) وَإِنْ كَانَ مَعَهُ سَائِقٌ فَالضَّمَانُ عَلَيْهِمَا، ۱ لِأَنَّ قَائِدَ الْوَاحِدِ قَائِدُ الْكُلِّ وَكَذَا سَائِقُهُ لِاتِّصَالِ الْأَزِمَّةِ، ۲ وَهٰذَا إِذَا كَانَ السَّائِقُ فِيْ جَانِبٍ مِنَ الْإِبِلِ، أَمَّا إِذَا كَانَ تَوَسَّطَهَا وَأَخَذَ بِزِمَامٍ

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ کھینچنے والے پر قطار کی حفاظت کرنا ضروری تھا جیسے پیچھے سے ہانکنے والے پر قطار کی حفاظت کرنا ضروری ہوتا ہے، اور یہ حفاظت کر سکتا تھا، اور اس میں کوتاہی کر کے تعدی کی ہے، اور تعدی کے وصف پر سبب ہو تو یہ ضمان کا سبب ہے، یہ اور بات ہے کہ جان کا ضمان عاقلہ پر ہے اور مال کا ضمان خود قائد اور سائق پر ہے

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ اونٹ کی قطار کو آگے سے کھینچنے والا، اور پیچھے سے ہانکنے والا دونوں کی ذمہ داری ہے کہ کسی جان یا مال کا نقصان نہ ہو، ورنہ دونوں پر ضمان لازم ہوگا

وجہ: (۱) قطار کھینچنے والے کے ذمے حفاظت کرنا ضروری تھا اور اس نے غفلت، اور کوتاہی کی اس لئے اس پر ضمان ہوگا۔ اور پیچھے سے ہانکنے والا ہو تو غفلت میں دونوں شریک ہیں اس لئے دونوں پر ضمان لازم ہے (۲) اس قول صحابی میں ہے کہ سوار، ہانکنے والا اور کھینچنے والا سب ضامن ہوں گے۔ عَنْ عَلِيٍّ: أَنَّهُ كَانَ يُضَمِّنُ الْقَائِدَ وَالسَّائِقَ وَالرَّاكِبَ (مصنف ابن ابی شیبۃ، السائق والقائد ما علیہ، نمبر ۲۷۳۱۰)

لغت: وطاء: روندا، کچلا۔ التسبیب بوصف التعدی سبب ضمان: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ تعدی کا سبب ہو تو یہ بھی ضمان کا سبب ہوتا ہے

ترجمہ: (۸۱۸) اور اگر کھینچنے والے کے ساتھ پیچھے سے ہانکنے والا بھی ہے تو دونوں پر ضمان ہے

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ ایک کھینچنے والا تمام اونٹوں کو کھینچنے والا ہے، اسی طرح ایک ہانکنے والا تمام اونٹوں کو ہانکنے والا ہے، کیونکہ تمام نکیلیں متصل ہیں

تشریح: قائد کے ساتھ سائق بھی ہے تو دونوں کی ذمہ داری ہے کہ پوری قطار کی حفاظت کرے، لیکن نہیں کی تو دونوں پر آدھا آدھا ضمان لازم ہوگا۔ کیونکہ سب اونٹوں کی نکیلیں ایک دوسرے کے ساتھ متصل ہوتی ہیں

ترجمہ: ۲ پوری قطار کا ذمہ دار اس وقت ہوگا جبکہ ہانکنے والا تمام اونٹوں کے پیچھے ہو، لیکن اگر کچھ اونٹوں کے درمیان میں ہو اور قائد (اونٹ کو کھینچنے والے) نے ایک اونٹ کی نکیل پکڑ رکھا ہو تو قائد کے جتنے اونٹ پیچھے ہیں اس کا ضامن ہوگا، اور ہانکنے والے سے بھی جو اونٹ پیچھے ہے اس کا ضامن نہیں ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہانکنے والے سے بھی جو اونٹ پیچھے ہیں کھینچنے والا ان اونٹوں کو نہیں کھینچتا ہے، کیونکہ سائق تک ہی نکیل متصل ہے، اور ہانکنے والا اپنے سے آگے کے اونٹوں کو ہانکتا ہے (اپنے

وَاحِدٍ مَا يَضْمَنُ مَا عَطَبَ بِمَا هُوَ خَلْفَهُ وَيَضْمَنَانِ مَا تَلَفَ مَا بَيْنَ يَدَيْهِ، لِأَنَّ الْقَائِدَ لَا يَقُوْدُ مَا خَلْفَ السَّائِقِ لِانْفِصَامِ الزِّمَامِ، وَالسَّائِقُ يَسُوْقُ مَا يَكُوْنُ قُدَّامَهُ.

(۸۱۹) قَالَ وَإِنْ رَبَطَ رَجُلٌ بَعِيْرًا إِلَى الْقِطَارِ وَالْقَائِدُ لَا يَعْلَمُ فَوَطِئَ الْمَرْبُوْطُ إِنْسَانًا فَقَتَلَهُ فَعَلٰى عَاقِلَةِ الْقَائِدِ الدِّيَةُ، ۱؎ لِأَنَّهُ يُمْكِنُهُ صِيَانَةُ الْقِطَارِ عَنْ رَبْطِ غَيْرِهِ، فَإِذَا تَرَكَ الصِّيَانَةَ صَارَ مُتَعَدِّيًا، وَفِي التَّسْبِيْبِ الدِّيَةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ كَمَا فِي الْقَتْلِ الْخَطَأِ.

سے پیچھے کے اونٹوں کو نہیں ہانکتا ہے

تشریح: مثلا ایک قطار میں بیس اونٹ ہیں، سب سے اگلے اونٹ کے آگے زید ہے جو اونٹوں کو کھینچ رہا ہے۔ پھر جہاں دسواں اونٹ ہے وہاں خالد کھڑا ہے، اس کے پیچھے اونٹ گیارہویں اونٹ سے بیس تک ہیں، تو ایک سے دس تک جو اونٹ ہیں ان میں سے کسی سے کوئی آدمی ہلاک ہو تو اس کا ذمہ دار سائق اور قائد دونوں ہیں۔ لیکن گیارہ سے بیس تک جو اونٹ ہیں ان میں سے کسی سے کوئی ہلاک ہو جائے تو اس کا ضمان نہ قائد پر ہے اور نہ سائق پر

وجہ: جو قائد ہے وہ دس تک کے اونٹ کو ہی کھینچ رہا ہے، وہیں تک نکیل متصل ہیں۔ کیونکہ دسواں اونٹ کے پاس خالد سائق کھڑا ہے، اور یہاں نکیل منقطع ہوگئی ہے۔ اور خالد کے پیچھے گیارہ سے لیکر بیس تک جو اونٹ ہیں خالد ان کو نہیں ہانک رہا ہے، کیونکہ ہانکنے والا اپنے سے آگے ہانکتا ہے پیچھے والے کو نہیں ہانکتا ہے، اس لئے گیارہ سے بیس تک کے اونٹوں کو نہ قائد کھینچ رہا ہے اور نہ سائق ہانک رہا ہے، اس لئے یہ دونوں اس کے ذمہ دار نہیں ہیں، اس لئے ان دونوں پر ضمان لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۸۱۹) کسی نے چلتی ہوئی قطار میں اپنا اونٹ باندھ دیا، اور کھینچنے والے کو اس کا پتا نہیں تھا، اور الگ سے باندھے ہوئے اونٹ نے کسی کو روند دیا اور مار دیا تو کھینچنے والے کے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ کھینچنے والا قطار کو دوسرے کے باندھنے سے بچا سکتا تھا، لیکن اس بچانے کو چھوڑا تو یہ تعدی ہوئی، اور یہ دیت کا سبب بنا جو عاقلہ پر ہوگا، جیسے قتل خطا میں ہوتا ہے

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ کھینچنے والے پر ذمہ داری ہے کہ قطار کے ساتھ کسی اونٹ کو نہ باندھنے دیں، اور اس نے اس ذمہ داری کو پورا نہیں کیا تو یہ تعدی ہوئی اس لئے اس کا ضمان ہوگا، اور یہ قتل سبب ہے اس لئے اس کے عاقلہ پر ہوگا

تشریح: زید قطار کو لیکر چل رہا تھا، اور کسی نے اس قطار کے ساتھ اپنا اونٹ باندھ دیا، اس اونٹ نے کسی کو مار دیا تو اس کا ضمان قائد پر ہوگا، اور چونکہ یہ قتل خطا ہے اس لئے اس کے عاقلہ ادا کریں گے، لیکن چونکہ قائد کی غلطی نہیں ہے اس کو تو پتا بھی نہیں تھا، اس لئے قائد کے عاقلہ پھر باندھنے والے کے عاقلہ سے یہ پوری رقم وصول کریں گے، کیونکہ اصل غلطی باندھنے والے کی ہے

(۸۲۰) ثُمَّ يَرْجِعُوْنَ بِهَا عَلٰى عَاقِلَةِ الرَّابِطِ، ۱؎ لِأَنَّهُ هُوَ الَّذِیْ أَوْقَعَهُمْ فِیْ هٰذِهِ الْعُهْدَةِ، وَإِنَّمَا لَا يَجِبُ الضَّمَانُ عَلَيْهِمَا فِی الْاِبْتِدَاءِ وَكُلٌّ مِنْهُمَا مُسَبِّبٌ، لِأَنَّ الرَّبْطَ مِنَ الْقَوْدِ بِمَنْزِلَةِ التَّسْبِيْبِ مِنَ الْمُبَاشَرَةِ لِاتِّصَالِ التَّلَفِ بِالْقَوْدِ دُوْنَ الرَّبْطِ، ۲؎ قَالُوْا هٰذَا إِذَا رَبَطَ وَالْقِطَارُ تَسِيْرُ، لِأَنَّهُ امِرٌ بِالْقَوْدِ دَلَالَةً فَإِذَا لَمْ يَعْلَمْ بِهِ لَا يُمْكِنُهُ التَّحَفُّظُ مِنْ ذٰلِكَ فَيَكُوْنُ قَرَارُ الضَّمَانِ عَلَى الرَّابِطِ، أَمَّا إِذَا رَبَطَ وَالْإِبِلُ قِيَامٌ ثُمَّ قَادَهَا ضَمِنَهَا الْقَائِدُ، لِأَنَّهُ قَادَ بَعِيْرَ غَيْرِهٖ بِغَيْرِ إِذْنِهٖ لَا صَرِيْحًا وَلَا دَلَالَةً فَلَا

ترجمہ: (۸۲۰) پھر قائد کے عاقلہ اونٹ باندھنے والے کے عاقلہ سے اپنی رقم وصول کریں گے

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ اونٹ باندھنے والے نے ہی اس مصیبت میں ڈالا ہے، لیکن شروع ہی میں قائد اور رابط دونوں پر ضمان اس لئے نہیں ڈالا کہ، حال آنکہ دونوں قتل کا سبب ہیں، اس لئے کہ قائد مباشر ہے اسی کی قطار میں مرا ہے، اور باندھنے والا موت کا سبب ہے، اس لئے کہ کھینچنے والے سے مرا ہے باندھنے والے سے نہیں مرا ہے

تشریح: یہاں دو آدمیوں سے انسان مرا ہے، کھینچنے والے کی قطار سے، اور باندھنے والے کے باندھنے سے، لیکن ہانکنے والا مباشر ہے، اسی کی قطار سے مرا ہے، اور باندھنے والا صرف سبب ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ مباشر، اور سبب دونوں جمع ہو جائیں تو مباشر پر ضمان لازم ہوتا ہے، اس لئے یہاں قائد مباشر ہے اس پر ضمان لازم ہوگا، لیکن اس کو پتا ہی نہیں تھا، اس لئے اصل میں غلطی باندھنے والے کی ہے اس لئے اس سے یہ ساری دیت بعد میں وصول کی جائے گی

ترجمہ: ۲؎ علماء نے فرمایا کہ باندھنے والے پر ضمان اس وقت ہے جبکہ چلتے ہوئے قطار میں اونٹ باندھ دیا ہو، کیونکہ اس میں باندھنے والے کی جانب سے اشارہ ہے کہ میرا اونٹ بھی لیتے چلو، لیکن کھینچنے والے کو پتا ہی نہیں تھا کہ پیچھے اونٹ باندھا ہے اس لئے اس کی حفاظت کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے اب باندھنے والے پر ضمان آ گیا۔ لیکن سب اونٹ کھڑے تھے پھر قائد نے اونٹ کو کھینچا تو اب قائد ضامن ہوگا، اس لئے کہ دوسرے کے اونٹ کو بغیر اس کی اجازت کے کھینچا ہے، اونٹ والے کی جانب سے نہ صراحت کے ساتھ اس کی اجازت ہے اور نہ اشارہ سے اس کی اجازت ہے کہ میرے اونٹ کو یہاں سے ہٹاؤ، اس لئے اب قائد کے عاقلہ رابط کے عاقلہ سے دی ہوئی رقم وصول نہیں کریں گے

تشریح: اس عبارت میں یہ فرق بیان کر رہے ہیں۔ قطار چل رہی تھی اور کسی نے اپنا اونٹ باندھ دیا تو اس میں باندھنے والے کی جانب سے اشارہ ہے کہ میرا اونٹ بھی لیکر چلو اس لئے اس اونٹ نے جب کسی کو ہلاک کیا تو اس کا ضمان بعد میں باندھنے والے کو دینا ہوگا، کیونکہ اس نے اشارتاً یہ کہا ہے کہ میرا اونٹ بھی لیتے چلو، اس لئے بعد میں رابط کے عاقلہ سے بھی دیت وصول کی جائے گی۔ لیکن سب اونٹ پڑاو پر کھڑے تھے، ایک آدمی نے اپنا اونٹ قطار کے ساتھ باندھ دیا، تو باندھنے والے نے اشارہ سے یا صاف یہ نہیں کہا کہ میرا اونٹ بھی لیکر چلو، اب قائد لیکر چلے تو یہ رابط کی اجازت کے بغیر لیکر چلا

يَرْجِعُ بِمَا لَحِقَهُ عَلَيْهِ.

(٨٢١) قَالَ وَمَنْ أَرْسَلَ بَهِيْمَةً وَكَانَ لَهَا سَائِقًا فَأَصَابَتْ فِيْ فَوْرِهَا يَضْمَنُهُ، ١ لِأَنَّ الْفِعْلَ اِنْتَقَلَ إِلَيْهِ بِوَاسِطَةِ السَّوْقِ.

(٨٢٢) قَالَ وَلَوْ أَرْسَلَ طَيْرًا وَسَاقَهُ فَأَصَابَ فِيْ فَوْرِهِ لَمْ يَضْمَنْ، ١ وَالْفَرْقُ أَنَّ بَدَنَ الْبَهِيْمَةِ يَحْتَمِلُ السَّوْقَ فَاعْتُبِرَ سَوْقُهُ، وَالطَّيْرُ لَا يَحْتَمِلُ السَّوْقَ فَصَارَ وُجُوْدُ السَّوْقِ وَعَدَمُهُ بِمَنْزِلَةٍ. ٢ وَكَذَا لَوْ

ہے، یہاں قائد کی غلطی ہے، اس لئے جو ضمان قائد کے عاقلہ نے ادا کیا ہے وہ رابط کے عاقلہ سے وصول نہیں کریں گے

ترجمہ: (٨٢١) کسی نے جانور کو چھوڑا، اور اس کو ہانک بھی دیا اب اس نے اسی وقت کسی کو زخمی کر دیا تو ہانکنے والے پر ضمان لازم ہوگا

ترجمہ: ١ اس لئے کہ ہانکنے کی وجہ سے جانور کا فعل ہانکنے والے کی طرف منتقل ہو گیا

اصول: قاعدہ یہ ہے کہ جانور اپنے فعل میں آزاد ہے، لیکن اس کو مارنے پر پریشر ڈالا تو اب جانور کا کام پریشر ڈالنے والے کی طرف منتقل ہوگا، اور پریشر ڈالنے والے پر ضمان لازم ہوگا

تشریح: ایک ہے جانور کو چھوڑنا، دوسرا ہے اس کو ہانکنا، اور اس کے پیچھے دوڑتے جانا، یہاں چھوڑنے کے بعد ہانکا ہے اور ہانکنے کی وجہ سے جانور نے زخمی کیا ہے اس لئے اس زخم کا ضمان ہانکنے والے پر ہوگا، اور جانور کا فعل ہانکنے کی طرف منتقل ہو جائے گا، گویا کہ ہانکنے والے نے ہی مارا ہے

ترجمہ: (٨٢٢) اور اگر پرندے کو چھوڑا، پھر اس کو ہانکا اور پرندے نے فوراً ہی کسی کو مار دیا تو ہانکنے والا ضامن نہیں ہوگا دونوں مسئلوں میں فرق یہ ہے کہ جانور کو ہانکا جا سکتا ہے، وہ زمین پر چلتا ہے، اس لئے اس کے ہانکنے کا اعتبار رہے، اور پرندہ ہوا میں اڑتا ہے اس کو ہانکنے کا احتمال نہیں ہے اس لئے اس کو ہانکنا اور نہ ہانکنا برابر ہے

تشریح: جانور کو چھوڑا پھر اس کو ہنکایا تو ضمان لازم ہوگا، لیکن پرندے کو چھوڑا پھر اس کو ہنکایا اور اس نے اسی وقت کسی کو زخمی کیا یا مارا تو ضمان لازم نہیں ہوگا، دونوں میں فرق یہ ہے کہ کتے وغیرہ کا بڑا جسم ہے اور وہ زمین پر دوڑتا ہے تو ہانکنا اور اس کے پیچھے دوڑتے جانا ممکن ہے، اس لئے کتے کا فعل ہانکنے والے کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ اور پرندہ چھوٹا ہوتا ہے، پھر وہ ہوا میں اڑتا ہے اس لئے اس کے پیچھے دوڑتے جانا ممکن نہیں ہے اس لئے پرندے کا فعل مالک کا فعل نہیں ہے، گویا کہ پرندے نے اپنے طور پر زخمی کیا ہے اس لئے پرندے کے مالک پر ضمان لازم نہیں ہوگا

ترجمہ: ٢ اور اگر کتا چھوڑا اور اس کے پیچھے نہیں دوڑا تو مالک ضامن نہیں ہوگا

اصول: کتا اپنے فعل میں آزاد ہے

أَرْسَلَ كَلْبًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ سَائِقًا لَمْ يَضْمَنْ، ۳؎ وَلَوْ أَرْسَلَهُ إِلٰى صَيْدٍ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ سَائِقًا فَأَخَذَ الصَّيْدَ وَقَتَلَهُ حَلَّ، وَوَجْهُ الْفَرْقِ أَنَّ الْبَهِيْمَةَ مُخْتَارَةٌ فِيْ فِعْلِهَا وَلَا تَصْلُحُ نَائِبَةً عَنِ الْمُرْسِلِ فَلَا يُضَافُ فِعْلُهَا إِلٰى غَيْرِهَا، هٰذَا هُوَ الْحَقِيْقَةُ إِلَّا أَنَّ الْحَاجَةَ مَسَّتْ فِي الْاِصْطِيَادِ فَأُضِيْفَ إِلَى الْمُرْسِلِ، لِأَنَّ الْاِصْطِيَادَ مَشْرُوْعٌ وَلَا طَرِيْقَ لَهُ سِوَاهُ، وَلَا حَاجَةَ فِيْ حَقِّ ضَمَانِ الْعُدْوَانِ، ۴؎ وَعَنْ أَبِيْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَنَّهُ أَوْجَبَ الضَّمَانَ فِيْ هٰذَا كُلِّهِ احْتِيَاطًا صِيَانَةً لِأَمْوَالِ النَّاسِ. ۵؎ قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَذُكِرَ فِيْ

تشریح: صرف کتے کو چھوڑنے سے مالک ضامن نہیں ہوگا، کیونکہ کتا آزاد ہے اس نے اپنے فعل سے زخمی کیا ہے، ہاں اس کو ہنکایا ہے اور اس کے پیچھے دوڑا ہے تب کتے کا فعل مالک کا فعل ہوگا، اور مالک پر ضمان لازم ہوگا

ترجمہ: ۳؎ اور اگر کتے کو شکار پر چھوڑا لیکن اس کے پیچھے نہیں دوڑا، اب اس نے شکار پکڑ لیا اور مار دیا تو حلال ہو جائے گا، فرق کی وجہ یہ ہے کہ جانور اپنے فعل میں مختار ہے اور بھیجنے والے کا نائب نہیں ہوتا ہے اس لئے جانور کا فعل دوسرے کی طرف منسوب نہیں ہوگا، حقیقت یہی ہے، لیکن شکار میں اس کی ضرورت پڑ گئی کہ کتے کا فعل مالک کا فعل ہو جائے (گویا کہ مالک نے شکار کو ذبح کیا ہے) اس لئے کتے کا فعل بھیجنے والے کی طرف منسوب کر دیا گیا اس لئے کہ شکار مشروع ہے اور اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے، اور ضمان کے حق میں اس کی ضرورت نہیں ہے کہ کتے کا فعل مالک کا فعل شمار کریں (اس لئے وہاں کتے کا فعل مالک کا فعل شمار نہیں کیا)

تشریح: یہاں دو باتوں میں فرق کر رہے ہیں۔ شکار پر بسم اللہ پڑھ کر کتے کو چھوڑا، اور اس کے ساتھ نہیں دوڑا پھر بھی کتے نے شکار کیا اور اس کو پھاڑ دیا تو شکار حلال ہو جائے گا، کیونکہ شکار میں حلال کرنے کے لئے مجبوری ہے۔ لیکن کتے کو کسی آدمی پر چھوڑا لیکن اس کے پیچھے نہیں دوڑا اور کتے نے آدمی کو مار دیا تو مالک پر ضمان لازم نہیں ہوگا، کیونکہ کتے کے پیچھے دوڑا نہیں ہے، اور یہاں کوئی مجبوری نہیں ہے کہ بغیر کتے کو ہنکائے بھی ضمان لازم کرے، دونوں مسئلوں میں یہ فرق ہے

ترجمہ: ۴؎ حضرت امام ابو یوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ احتیاطا ان تمام صورتوں میں ضمان واجب ہوگا، لوگوں کے مال کو بچانے کے لئے

تشریح: امام ابو یوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ کتے کو چھوڑا ہو، پھر اس کے پیچھے دوڑا ہو یا نہ دوڑا ہو دونوں صورتوں میں کتے نے جو نقصان کیا ہے اس کا ضمان اس کے مالک پر ہوگا، تاکہ لوگوں کا مال، یا اس کی جان محفوظ رہے، یہ احتیاط کے طور پر ہے

ترجمہ: ۵؎ صاحب ھدایہ نے فرمایا کہ حضرت امام محمدؒ کی کتاب مبسوط میں یہ ذکر ہے کہ مسلمان کے راستے میں جانور چھوڑا اور جانور نے اسی وقت کسی کو زخمی کر دیا تو بھیجنے والا ضامن ہو جائے گا، اس لئے کہ جانور کا چلنا بھیجنے والے کی طرف منسوب ہے، جب تک وہ اپنے راستے پر چل رہا ہے، اور اگر وہ دائیں، یا بائیں جانب مڑ گیا تو بھیجنے والے کا بھیجنا منقطع ہو گیا،

الْمَبْسُوطِ إِذَا أَرْسَلَ دَابَّةً فِي طَرِيقِ الْمُسْلِمِينَ فَأَصَابَتْ فِي فَوْرِهَا فَالْمُرْسِلُ ضَامِنٌ، لِأَنَّ سَيْرَهَا مُضَافٌ إِلَيْهِ مَا دَامَتْ تَسِيرُ عَلَى سَنَنِهَا، وَلَوِ انْعَطَفَتْ يُمْنَةً أَوْ يُسْرَةً انْقَطَعَ حُكْمُ الْإِرْسَالِ إِلَّا إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ طَرِيقٌ آخَرُ سِوَاهُ، ٦ وَكَذَا إِذَا وَقَفَتْ ثُمَّ سَارَتْ. بِخِلَافِ مَا إِذَا وَقَفَتْ بَعْدَ الْإِرْسَالِ فِي الْإِصْطِيَادِ ثُمَّ سَارَتْ فَأَخَذَتِ الصَّيْدَ، لِأَنَّ تِلْكَ الْوَقْفَةَ تُحَقِّقُ مَقْصُودَ الْمُرْسِلِ، لِأَنَّهُ لِتَمَكُّنِهِ مِنَ

لیکن اگر کوئی دوسرا راستہ نہ ہو (پھر مڑ گیا تو بھیجنا منقطع نہیں ہوگا)

اصول: یہاں اصول یہ ہے کہ جس حال میں راستے پر چھوڑا ہے اسی حال میں کسی کو مارا تب مالک کا فعل شمار کیا جائے گا، اور اس پر ضمان لازم ہوگا، لیکن اگر کتا ادھر ادھر مڑ گیا اس کے بعد مارا تو اب مالک کا بھیجنا نہیں رہا، اور مالک پر ضمان لازم نہیں ہوگا

تشریح: مبسوط میں یہ ہے کہ کتے کو راستے میں چھوڑا اور اسی حال میں چلتے ہوئے کسی کو مارا تو مالک پر ضمان ہے، اور اگر ادھر ادھر مڑ گیا پھر مارا تو مالک پر ضمان نہیں ہے

مبسوط کی عبارت یہ ہے۔ وإذا أرسل الرجل دابته فی طریق المسلمین فما أصابت فی وجهها ذلک فهو ضامن کما یضمن الذی سار (مبسوط للشیبانی، باب جنایۃ الراکب، ج ۷، ص ۱۹)

وجه: اس کی وجہ یہ ہے کہ ادھر ادھر مڑ جانے کے بعد مالک کا بھیجنا نہیں ہوا، بلکہ جانور چلنے میں آزاد ہے اس لئے یہ اس کا اپنا فعل ہوا اس لئے مالک پر ضمان نہیں ہوگا۔ ہاں راستہ ایسا مڑا ہوا تھا کہ مڑے بغیر کوئی چارا نہیں تھا اس لئے جانور مڑا تو اب یہ جانور کا آزاد ہونا نہیں ہوگا، بلکہ مالک کا ہی بھیجنا ہوگا، اور مالک پر ضمان ہوگا

لغت: سننھا: اسی طریقے پر۔ انعطف: عطف سے مشتق ہے، مڑ گیا۔

ترجمه: ٦ ایسے ہی اگر جانور ٹھہر گیا پھر چل پڑا (تب بھی ارسال منقطع ہو گیا) بخلاف شکار کے لئے کتے کو چھوڑنے کے بعد وہ ٹھہر گیا، پھر وہ چلا پھر شکار پکڑا (تو شکار حلال ہوگا) اس لئے کہ شکاری کتے کا یہ ٹھہرنا بھیجنے والے کے مقصد کے مطابق ہے (کہ شکار گھات لگانے کے لئے ٹھہرا ہے)، اور جانور جو ٹھہرا ہے وہ بھیجنے والے کے مقصد کے منافی ہے اور وہ تھا مسلسل چلنا (اور جانور ٹھہر گیا) تو بھیجنے کا حکم منقطع ہو گیا

تشریح: یہاں عام جانور کو چھوڑنے، اور کتے کو شکار پر چھوڑنے میں فرق بیان کر رہے ہیں۔ عام جانور کو راستے میں چھوڑا اور وہ ٹھہر گیا پھر چلا اور کسی کو مار دیا تو یہ ٹھہرنے کے بعد مارنا مالک کا فعل شمار نہیں ہوگا، اس لئے مالک پر ضمان لازم نہیں ہوگا، کیونکہ ٹھہرنے کی وجہ سے مالک کا ارسال ختم ہو گیا۔ اور کتے کو شکار پر چھوڑا کچھ دیر چلنے کے بعد کتا ٹھہر گیا پھر شکار کیا اور مار دیا تو شکار حلال ہوگا۔

وجه: اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کتے کا ٹھہرنا شکار پر صحیح حملہ کرنے کے لئے ہے، اس لئے شکاری کا ارسال ختم نہیں ہوا، یہ بھی

الصَّيْدِ، وَهٰذِهٖ تُنَافِيْ مَقْصُوْدَ الْمُرْسِلِ وَهُوَ السَّيْرُ فَيَنْقَطِعُ حُكْمُ الْإِرْسَالِ، ۷ بِخِلَافِ مَا إِذَا أَرْسَلَهُ إِلٰى صَيْدٍ فَأَصَابَ نَفْسًا أَوْ مَالًا فِيْ فَوْرِهٖ لَا يَضْمَنُهُ مَنْ أَرْسَلَهُ، وَفِي الْإِرْسَالِ فِي الطَّرِيْقِ يَضْمَنُهُ، لِأَنَّ شُغْلَ الطَّرِيْقِ تَعَدٍّ فَيَضْمَنُ مَا تَوَلَّدَ مِنْهُ، أَمَّا الْإِرْسَالُ لِلْاِصْطِيَادِ فَمُبَاحٌ وَلَا تَسْبِيْبَ إِلَّا بِوَصْفِ التَّعَدِّيْ.

(۸۲۳) قَالَ وَلَوْ أَرْسَلَ بَهِيْمَةً فَأَفْسَدَتْ زَرْعًا عَلٰى فَوْرِهٖ ضَمِنَ الْمُرْسِلُ وَإِنْ مَالَتْ يَمِيْنًا أَوْ شِمَالًا وَلَهُ طَرِيْقٌ اٰخَرُ لَا يَضْمَنُ لِمَا مَرَّ، وَلَوِ انْفَلَتَتِ الدَّابَّةُ فَأَصَابَتْ مَالًا أَوْ اٰدَمِيًّا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا لَا ضَمَانَ عَلٰى صَاحِبِهَا ۱ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ جُرْحُ الْعَجْمَاءِ جُبَارٌ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ هِيَ

شکاری کا فعل ہے، اور ارسال ہے اس لئے شکار حلال ہوگا دونوں کے ٹھہرنے میں یہ فرق ہے

لغت: ھذہ تنافی مقصود المرسل و ھو السیر: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جانور کو چھوڑا اور وہ راستے میں ٹھہر گیا تو ارسال کا حکم ختم ہو جائے گا، کیونکہ بھیجنے والے کا مقصد یہ تھا کہ مسلسل چلتے رہے، اور جانور یہاں ٹھہر گیا ہے تو مرسل کا ارسال منقطع ہوگیا، اس لئے اب کسی کو مارے گا تو مرسل پر ضمان لازم نہیں ہوگا

ترجمہ: ۷ بخلاف اگر کتے کو شکار پر بھیجا اور اس نے اسی وقت کسی آدمی کو مار دیا، یا مال کو نقصان پہنچایا تو مالک اس کا ضامن نہیں ہوگا، اور شکاری کتے کو راستے میں چھوڑا (اور اس نے نقصان پہنچایا) تو ضامن ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ راستے کو مشغول کرنا یہ تعدی ہے اس لئے اس سے جو نقصان پیدا ہوگا اس کا ضامن ہوگا، اور شکار کے لئے بھیجنا مباح ہے، اس لئے تعدی کے وصف کے ساتھ سبب بنے گا

تشریح: یہاں یہ فرق بیان کر رہے ہیں کہ شکاری کتے ہی کو بھیجا، لیکن شکار کے لئے بھیجا اور کسی کو پھاڑ دیا تو مالک پر ضمان لازم نہیں ہوگا، کیونکہ شکار کے لئے بھیجنا مباح ہے، اس لئے بھیجنے میں تعدی نہیں کی ہے۔ اور اسی شکاری کتے کو عام راستے پر چھوڑ دیا تو شکاری کتے کو عام راستے پر چھوڑنا سلامتی کی شرط کے ساتھ چھوڑنا جائز ہے، لیکن اس نے کسی کو پھاڑ دیا تو گویا کہ مالک نے غفلت کی اس لئے یہ تعدی ہوئی اس لئے ضمان دینا ہوگا

ترجمہ: (۸۲۳) کسی جانور کو چھوڑا اور اس نے فوراً ہی کسی کی کھیتی خراب کر دی تو چھوڑنے والا ضامن ہوگا، اور اگر جانور کے لئے دوسرا راستہ تھا پھر بھی دائیں بائیں مڑ گیا (پھر کھیتی خراب کی) تو ضامن نہیں ہوگا اس دلیل کی وجہ سے جو پہلے گزری (یعنی اب یہ مرسل کا فعل نہیں رہا، آزاد جانور کا فعل ہوگیا) اور اگر جانور خود چھوٹ کر بھاگ گیا، اور کسی کے مال یا آدمی کو نقصان پہنچایا تو دن میں یا رات میں تو اس کے مالک پر ضمان نہیں ہے

ترجمہ: ۱ کیونکہ حضورؐ نے فرمایا کہ جانور کا زخمی کیا ہوا معاف ہے، اور امام محمدؒ نے اس حدیث کا معنی یہ بتایا ہے کہ یہ چھوٹا ہوا جانور ہے جس کا زخمی کیا ہوا معاف ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مالک نے اس جانور کو چھوڑا نہیں ہے اس لئے جانور کے فعل کو

الْمُنفَلِتَةُ، وَلأَنَّ الْفِعْلَ غَيْرُ مُضَافٍ إِلَيْهِ لِعَدَمِ مَا يُوجِبُ النِّسْبَةَ إِلَيْهِ مِنَ الْإِرْسَالِ وَأَخَوَاتِهِ.

(۸۲۴) شَاةٌ لِقَصَابٍ فُقِئَتْ عَيْنُهَا فَفِيهَا مَا نَقَصَهَا، ۱؎ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ مِنهَا هُوَ اللَّحْمُ فَلا يُعْتَبَرُ

مالک کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا ہے

تشریح: یہاں تین مسئلے بیان کر رہے ہیں ۔ا۔آدمی نے جانور کو چھوڑا، اور اس جانور نے اسی وقت کسی کی کھیتی کو نقصان کر دیا تو چونکہ آدمی نے خود چھوڑا ہے، اور جانور دائیں یا بائیں بھی مڑا نہیں ہے تو جانور کا فعل مالک کی طرف منسوب ہو گیا، اس لئے مالک پر اس نقصان کا ضمان لازم ہوگا۔۲۔لیکن اگر جانور کے لئے سیدھا راستہ تھا پھر بھی وہ دائیں جانب یا بائیں جانب مڑ گیا اور کسی کا نقصان کیا تو اب یہ فعل مالک کا نہیں رہا اس لئے اس پر ضمان نہیں ہوگا ۔۳۔تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ جانور خود بخود چھوٹ کر بھاگ گیا اور کسی کا نقصان کیا تو چونکہ مالک نے نہیں بھیجا ہے، اس لئے اس کی جانب سے تعدی نہیں ہے اس لئے اس صورت میں مالک پر ضمان لازم نہیں ہوگا

وجہ: (۱) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے جس میں ہے کہ جانور کا کیا ہوا نقصان معاف ہے، اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جانور چھوٹ کر بھاگ گیا ہو تو اس کا نقصان معاف ہے۔ عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: »الْعَجْمَاءُ جَرْحُهَا جُبَارٌ، وَالبِئْرُ جُبَارٌ، وَالمَعْدِنُ جُبَارٌ، وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ (بخاری شریف، باب المعدن جبار والبیر جبار ص ۱۰۲۱ نمبر ۶۹۱۲ / ابو داؤد شریف، باب العجماء والمعدن البیر جبار ص ۲۸۳، نمبر ۴۵۹۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جانور کا نقصان معاف ہے۔(۲) عن عبد الله اظنه مرفوعا قال العجماء جبار والمعدن جبار والبئر جبار والرجل جبار وفي الركاز الخمس (دار قطنی، کتاب الحدود والدیات ج ثالث ص ۱۱۰ نمبر ۳۲۸۱ / مصنف عبد الرزاق، باب العجماء ج عاشر ص ۶۶ نمبر ۱۸۳۷۶ /) اس حدیث میں ہے چھوٹے ہوئے جانور کا کیا ہوا نقصان معاف ہے۔(۳) تیسری بات یہ ہے کہ مالک نے نہیں چھوڑا ہے، اس لئے جانور کا فعل مالک کی طرف منسوب نہیں کر سکتے ہیں اور اس پر ضمان لازم نہیں کیا جا سکتا ہے

ترجمہ: (۸۲۴) قصائی کی بکری تھی کسی نے اس کی آنکھ پھوڑ دی تو جتنا نقصان ہوا ہے وہ ادا کرے گا

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ بکری پر بوجھ لادنا مقصود نہیں ہوتا صرف گوشت کھانا مقصود ہوتا ہے اس لئے صرف نقصان کا اعتبار کیا جائے گا

تشریح: مثلا آنکھ پھوڑنے سے پہلے اس بکری کی قیمت ایک سو درہم تھی، اور آنکھ پھوڑنے کے بعد اس کی قیمت ۹۰ نوے درہم رہ گئی تو دس درہم کا نقصان ہوا، آنکھ پھوڑنے والے سے یہ دس درہم لیگا

وجہ: (۱) بکری پر بوجھ نہیں لادا جاتا، صرف گوشت کھایا جاتا ہے اس لئے نقصان وصول کرے گا۔(۲) اس قول تابعی میں کہ آنکھ پھوڑنے پر نقصان وصول کرے گا۔عَنْ حَمَّادٍ، فِي الرَّجُلِ يَفْقَأُ عَيْنَ الدَّابَّةِ الْعَوْرَاءِ، قَالَ: »يُؤَدِّي قِيمَتَهَا

إِلَّا النُّقْصَانُ.

(۸۲۵) وَفِيْ عَيْنِ بَقَرَةِ الْجَزَّارِ وَجَزُوْرِهِ رُبْعُ الْقِيْمَةِ وَكَذَا فِيْ عَيْنِ الْحِمَارِ وَالْبَغْلِ وَالْفَرَسِ، ۱ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فِيْهِ النُّقْصَانُ أَيْضًا اِعْتِبَارًا بِالشَّاةِ، ۲ وَلَنَا مَا رُوِيَ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَضٰى فِيْ عَيْنِ الدَّابَّةِ بِرُبْعِ الْقِيْمَةِ وَهٰكَذَا قَضٰى عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، ۳ وَلِأَنَّ فِيْهَا مَقَاصِدُ سِوَى اللَّحْمِ كَالْحَمْلِ وَالرُّكُوْبِ وَالزِّيْنَةِ وَالْجَمَالِ وَالْعَمَلِ فَمِنْ هٰذَا الْوَجْهِ تُشْبِهُ الْآدَمِيَّ وَقَدْ تُمْسَكُ

عَوْرَاءَ، وَيَأْخُذُ الدَّابَّةَ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی عین الدابۃ، نمبر ۲۷۳۹۸)

ترجمہ: (۸۲۵) قصائی کی گائے کی آنکھ اور اس کے اونٹ کی آنکھ میں گائے کی چوتھائی قیمت ہے، ایسے ہی گدھے، خچر، اور گھوڑے کی آنکھ میں چوتھائی قیمت ہے

تشریح: قصائی کی گائے ہو، یا کوئی بھی گائے ہو، یا اونٹ ہو یا گدھے، خچر، اور گھوڑے کی آنکھ ہو اس کو کسی نے پھوڑ دیا تو اس جانور کی جو قیمت ہے اس کی چوتھائی قیمت لازم ہوگی

ترجمہ: ۱ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ ان جانوروں میں بھی آنکھ کا نقصان ہی ادا کرنا ہوگا بکری پر قیاس کرتے ہوئے

تشریح: امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ جس طرح بکری کی ایک آنکھ پھوڑ دے تو اس سے جو نقصان ہوا ہو وہ لازم ہوتا ہے، گائے، اونٹ، گدھا، گھوڑا، اور خچر کی آنکھ پھوڑ دے تو اس میں بھی نقصان ہی لازم ہوگا

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ گائے اور اونٹ گدھا، گھوڑا اور خچر بھی بکری کی طرح جانور ہیں، اور گوشت کے کام آتے ہیں، اس لئے ان کی آنکھ میں نقصان ہی لازم ہوگا

ترجمہ: ۲ ہماری دلیل وہ روایت ہے جس میں حضور نے جانور کی آنکھ میں چوتھائی قیمت کا فیصلہ فرمایا ہے، اسی طرح حضرت عمرؓ نے چوتھائی قیمت کا فیصلہ فرمایا ہے

تشریح: (۱) صاحب ہدایہ کی اس حدیث میں ہے کہ آنکھ پھوڑنے پر چوتھائی قیمت لازم ہوگی ۔قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ: ، وَقَضٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَيْنِ الدَّابَّةِ رُبُعَ ثَمَنِهَا (طبرانی کبیر، باب عمر بن وہب عن خارجۃ بن زید، ج ۵، نمبر ۴۸۷۸) (۲) اس قول صحابی میں بھی ہے کہ آنکھ پھوڑنے پر چوتھائی قیمت لازم ہوگی ۔عَنْ شُرَيْحٍ ,أَنَّ عُمَرَ: » كَتَبَ إِلَيْهِ فِي عَيْنِ الدَّابَّةِ رُبُعَ ثَمَنِهَا (مصنف عبد الرزاق، باب عین الدابۃ، نمبر ۱۸۴۱۸، مصنف ابن ابی شیبۃ، باب عین الدابۃ، نمبر ۲۷۳۹۸)

ترجمہ: ۳ اور اس لئے کہ ان جانوروں (گائے، اونٹ، گدھا، گھوڑا اور خچر میں گوشت کے علاوہ بھی مقاصد ہیں، مثلا بوجھ لادنا، سوار ہونا، زینت اور خوبصورتی، اور کام لینا (ہل جوتنا) ان مقاصد کی وجہ یہ جانور آدمی کے مشابہ ہیں، اور ان

لِلْأَكْلِ فَمِنْ هٰذَا الْوَجْهِ تُشْبِهُ الْمَاكُوْلَاتِ فَعَمِلْنَا بِالشِّبْهَيْنِ فَبِشِبْهِ الْآدَمِيِّ فِيْ إِيْجَابِ الرُّبُعِ وَبِالشِّبْهِ الْآخَرِ فِيْ نِصْفِ النِّصْفِ، ۴ وَلِأَنَّهُ إِنَّمَا يُمْكِنُ إِقَامَةُ الْعَمَلِ بِهَا بِأَرْبَعَةِ أَعْيُنٍ عَيْنَاهَا وَعَيْنَا الْمُسْتَعْمِلِ فَكَأَنَّهَا ذَاتَ أَعْيُنٍ أَرْبَعَةٍ فَيَجِبُ الرُّبُعُ بِفَوَاتِ أَحَدِهِمَا.

(۸۲۶) قَالَ وَمَنْ سَارَ عَلٰى دَابَّةٍ فِي الطَّرِيْقِ فَضَرَبَهَا رَجُلٌ أَوْ نَخَسَهَا فَنَفَحَتْ رَجُلًا أَوْ ضَرَبَتْهُ بِيَدِهَا أَوْ نَفَرَتْ فَصَدَمَتْهُ فَقَتَلَتْهُ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى النَّاخِسِ دُوْنَ الرَّاكِبِ ۱ هُوَ الْمَرْوِيُّ عَنْ اِبْنِ

جانوروں کو گوشت کھانے کے لئے رکھا جاتا ہے اس اعتبار سے یہ گوشت کھانے والے کے مشابہ ہے، اس لئے ہم نے دونوں مشابہ پر عمل کیا، آدمی کے مشابہ ہونے کی وجہ سے ہم نے چوتھائی قیمت واجب کی، اور دوسری (کھانے والے جانور) کے مشابہ ہونے کی وجہ سے ہم نصف قیمت کی نفی کی

تشریح: ان جانوروں میں دو باتیں ہیں ایک ہے یہ کام کرنے اور زینت کے لئے ہیں اس اعتبار سے اس کی آنکھ کی قیمت آدھی ہونی چاہئے جیسے انسان کی آنکھ پھوڑ دے تو اس کی آدھی دیت لازم ہوتی ہے، لیکن انسان کا اعتبار کرتے ہوئے آدھے کو چھوڑ کر چوتھائی قیمت رکھی، اور چونکہ یہ کھانے کی چیز بھی ہے اس کا اعتبار کرتے ہوئے آدھی دیت کو چھوڑا اور چوتھائی دیت لازم کی

وجہ: انسان کی ایک آنکھ پھوڑ دے تو آدھی دیت لازم ہوتی ہے، لیکن چونکہ یہ جانور ہے اس لئے چوتھائی قیمت لازم کی گئی ہے، انسان کی آنکھ کی آدھی دیت ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ: ... أَنَّهُ قَالَ: »وَفِي الْعَيْنِ الْوَاحِدَةِ نِصْفُ الدِّيَةِ، (نسائی باب ذکر حدیث عمر بن حزم فی العقول، نمبر ۴۸۵۴)

ترجمہ: ۴ دلیل عقلی یہ ہے کہ، ان جانوروں سے کام لینا چار آنکھوں سے ہوتا ہے، دو آنکھیں خود جانور کی، اور دو آنکھیں کام لینے والے آدمی کی، اس لئے چار آنکھیں ہوگئیں اس لئے ایک آنکھ کے فوت ہونے پر اس جانور کی چوتھائی قیمت لازم ہوئی

تشریح: جانور کی ایک آنکھ پھوڑنے پر جانور کی چوتھائی قیمت لازم کی اس کی یہ دلیل عقلی ہے، فرماتے ہیں کہ جانور تنہا کام نہیں کرسکتا ہے اس سے کام لینے کے لئے انسان چاہئے، اس اعتبار سے انسان کی دو آنکھیں، اور جانور کی دو آنکھیں مل کر چار آنکھیں ہوئیں، اس لئے ایک آنکھ کے پھوڑنے پر جانور کی ایک چوتھائی قیمت لازم کی گئی،

ترجمہ: (۸۲۶) ایک آدمی جانور پر سوار ہو کر راستے میں جا رہا تھا کہ، اس جانور کو کسی آدمی نے چھڑی ماردی، یا چھڑی چبھودی جس کی وجہ سے جانور نے کسی کو پچھلی لات ماری، یا اگلا پاؤں مارا، یا بدک گیا اور کسی کو ٹکر ماردی اور وہ آدمی مر گیا تو اس کا ضمان چبھونے والے پر ہے سوار پر نہیں ہے، حضرت عمر، اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے یہی مروی ہے

لغت: نخس: جانور کو چھڑی چبھودے جس سے وہ اچھل پڑے۔ نفحت: پچھلا پاؤں مارا۔ ضربت بیدہ: اگلا پاؤں سے مارا۔

عُمَرَ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ۲ وَلِأَنَّ الرَّاكِبَ وَالْمَرْكَبَ مَدْفُوْعَانِ بِدَفْعِ النَّاخِسِ فَأُضِيفَ فِعْلُ الدَّابَّةِ إِلَيْهِ كَأَنَّهُ فَعَلَهُ بِيَدِهِ، ۳ وَلِأَنَّ النَّاخِسَ مُتَعَدٍّ فِيْ تَسْبِيْبِهِ، وَالرَّاكِبُ فِيْ فِعْلِهِ غَيْرُ مُتَعَدٍّ فَيَتَرَجَّحُ جَانِبُهُ فِي التَّغْرِيْمِ لِلتَّعَدِّيْ ۴ حَتّٰى لَوْ كَانَ وَاقِفًا دَابَّتَهُ عَلَى الطَّرِيْقِ يَكُوْنُ

نفرت: بدک گیا۔ صدمت: ٹکر ماردی۔

تشریح: ایک آدمی گھوڑے پر سوار ہے زید نے گھوڑے کو چھڑی سے مارا، یا چھڑی سے چبھو دیا جس کی وجہ سے گھوڑے نے پچھلا پاؤں مارا، یا اگلا پاؤں مارا یا بدک کر کسی کو ٹکر ماردی جس کی وجہ سے وہ مر گیا تو اس کا ضمان چبھونے والے پر ہے

وجہ: (۱) زید نے چبھویا ہے، اس کی تعدی ہے اس لئے اسی پر ضمان ہوگا (۲) صاحب ھدایہ عامرؒ کا قول یہ ہے۔ عَنْ جَابِرٍ، عَنْ عَامِرٍ قَالَ: سَأَلْتُهُ عَنْ رَجُلٍ نَخَسَ دَابَّةَ رَجُلٍ، قَالَ: »يَضْمَنُ النَّاخِسُ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب الرجل ینخس الدابۃ فتضرب، نمبر ۲۷۹۵۹) (۳) حضرت عبد اللہ بن مسعود کا قول یہ ہے۔ عَنْ قَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: نَخَسَ رَجُلٌ دَابَّةً عَلَيْهَا رَجُلٌ فَنَفَحَتْ إِنْسَانًا فَجَرَحَتْهُ، فَأَتَوْا سَلْمَانَ بْنَ رَبِيعَةَ، فَقَالَ: »يَغْرَمُ الرَّاكِبُ« فَأَتَوْا ابْنَ مَسْعُودٍ، فَقَالَ: "يَغْرَمُ النَّاخِس (مصنف عبد الرزاق، باب غرم القائد، نمبر ۱۷۸۷۱) (۴) عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: أَقْبَلَ رَجُلٌ بِجَارِيَةٍ مِنَ الْقَادِسِيَّةِ، فَمَرَّ عَلَى رَجُلٍ وَاقِفٍ عَلَى دَابَّةٍ، فَنَخَسَ الرَّجُلُ الدَّابَّةَ، فَرَفَعَتِ الدَّابَّةُ رِجْلَهَا، فَلَمْ تُخْطِءْ عَيْنَ الْجَارِيَةِ، فَرُفِعَ إِلَى سَلْمَانَ بْنِ رَبِيعَةَ الْبَاهِلِيِّ، فَضَمَّنَ الرَّاكِبَ، فَبَلَغَ ذَلِكَ ابْنَ مَسْعُودٍ، فَقَالَ: »عَلَيَّ الرَّجُلَ، إِنَّمَا يَضْمَنُ النَّاخِس (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب الرجل ینخس الدابۃ فتضرب، نمبر ۲۷۹۵۸)

ترجمہ: ۲ اس لئے کہ جو جانور ہے وہ اور جو اس پر سوار ہے وہ دونوں کو چبھونے والے نے دھکا دلوایا، اس لئے جانور کا فعل اسی چبھونے والے کی طرف منسوب ہوگا، گویا کہ چبھونے والے نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا ہے (اس لئے مرنے والے کا ضمان اسی پر لازم ہوگا)

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: ۳ اور اس لئے کہ بدکنے کا سبب اختیار کرنے کی وجہ سے چبھونے والا تعدی کرنے والا ہے، اور سوار نے اپنے فعل میں کوئی تعدی نہیں کی ہے اس لئے تعدی کی وجہ سے ناخس کی جانب ضمان کی ترجیح دی جائے گی

تشریح: چبھونے والا چبھو کر تعدی کرنے والا ہے، اور سوار کی کوئی تعدی نہیں ہے اس لئے ضمان چبھونے والے پر ہوگا

ترجمہ: ۴ یہاں تک کہ سوار نے جانور کو بیچ راستے میں کھڑا کر دیا پھر کسی نے چھڑی چبھو دی تو آدھا ضمان سوار پر ہوگا اور آدھا ضمان چبھونے والے پر ہوگا اس لئے بیچ راستے میں کھڑا کرنے کی وجہ سے سوار کی بھی تعدی ہے

الضَّمَانُ عَلَى الرَّاكِبِ وَالنَّاخِسِ نِصْفَيْنِ، لِأَنَّهُ مُتَعَدٍّ فِي الْإِيقَافِ أَيْضًا.

(۸۲۷) قَالَ وَإِنْ نَفَحَتِ النَّاخِسَ كَانَ دَمُهُ هَدَرًا لِ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْجَانِيْ عَلٰى نَفْسِهِ،

(۸۲۸) وَإِنْ أَلْقَتِ الرَّاكِبَ فَقَتَلَتْهُ كَانَ دِيَتُهُ عَلٰى عَاقِلَةِ النَّاخِسِ، لِ لِأَنَّهُ مُتَعَدٍّ فِيْ تَسْبِيْبِهِ وَفِيهِ الدِّيَةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ.

(۸۲۹) قَالَ وَلَوْ وَثَبَتْ بِنَخْسِهِ عَلٰى رَجُلٍ أَوْ وَطِئَتْهُ فَقَتَلَتْهُ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى النَّاخِسِ دُوْنَ الرَّاكِبِ لِ لِمَا بَيَّنَّاهُ، ۲ وَالْوَاقِفُ فِيْ مِلْكِهِ وَالَّذِيْ يَسِيْرُ فِيْ ذٰلِكَ سَوَاءٌ،

تشریح: جانور بیچ راستے میں چلنے کے لئے ہے کھڑا کر کے راستہ جام کرنے کے لئے نہیں ہے، اس لئے اگر سوار نے بیچ راستے میں جانور کھڑا کر کے راستہ جام کر دیا تو اس کی بھی تعدی ہے، اب دوسرے نے چھڑی چبھو دی جس سے بدک کر لات ماری اور آدمی مر گیا تو اس کی بھی تعدی ہے اس لئے دونوں پر آدھا آدھا ضمان ہے۔

ترجمہ: (۸۲۷) اور اگر جانور نے چبھونے والے کو ہی لات مار کر مار دیا تو اس کا خون معاف ہے

ترجمہ: ل اس لئے کہ گویا کہ اس نے خود اپنے آپ کو قتل کیا ہے

تشریح: زید نے جانور کو چھڑی چبھو دی، اس کی وجہ سے جانور نے لات ماری اور زید کو مار دیا تو اس کی دیت کسی پر نہیں ہے، کیونکہ خود زید کی حرکت سے وہ مرا ہے سوار کا اس میں کوئی تعدی نہیں ہے

ترجمہ: (۸۲۸) چھڑی چبھونے کی وجہ سے سوار کو ہی مار دیا تو اس کی دیت چبھونے والے کے عاقلہ پر ہوگی

ترجمہ: ل اس لئے کہ مرنے کے سبب کے اعتبار سے تعدی کی ہے اور اس میں ناخس کے عاقلہ پر دیت ہے

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: (۸۲۹) اور اگر چھڑی چبھونے کی وجہ سے جانور کسی پر اچھل پڑا، یا اس کو روند دیا اور مار دیا تو اس کی دیت بھی چبھونے والے پر ہے سوار پر نہیں ہے

ترجمہ: ل اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے بیان کی (کہ چبھونے والے کی تعدی ہے)

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: ۲ اپنی ملکیت میں کھڑا کیا ہو یا جانور کو چلا رہا ہو دونوں کا حکم ایک ہی ہے

تشریح: اپنی ملکیت میں جانور کو چلا رہا ہے، یا کھڑا کیا ہوا ہے ہر حال میں اس کی غلطی نہیں ہے، کیونکہ اس کی ملکیت ہے، اپنی ملکیت میں جانور کھڑا کیا اور کسی نے چھڑی چبھوئی تب بھی سوار پر ضمان نہیں ہے صرف چبھونے والے پر ہی ضمان ہو گا، کیونکہ اس نے دوسرے کے راستے کو جام نہیں کیا ہے

۲ وَعَنْ أَبِيْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَنَّهُ يَجِبُ الضَّمَانُ عَلَى النَّاخِسِ وَالرَّاكِبِ نِصْفَيْنِ، لِأَنَّ التَّلَفَ حَصَلَ بِثِقْلِ الرَّاكِبِ وَوَطْئِ الدَّابَّةِ، وَالثَّانِيْ مُضَافٌ إِلَى النَّاخِسِ فَيَجِبُ الضَّمَانُ عَلَيْهِمَا، ۳ وَإِنْ نَخَسَهَا بِإِذْنِ الرَّاكِبِ كَانَ ذٰلِكَ بِمَنْزِلَةِ فِعْلِ الرَّاكِبِ لَوْ نَخَسَهَا، وَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ فِيْ نَفْحَتِهَا، لِأَنَّهُ أَمَرَهُ بِمَا يَمْلِكُهُ إِذِ النَّخْسُ فِيْ مَعْنَى السَّوْقِ فَصَحَّ أَمْرُهُ بِهِ وَانْتَقَلَ إِلَيْهِ لِمَعْنَى الْأَمْرِ.

(۸۳۰) قَالَ وَلَوْ وَطِئَتْ رَجُلًا فِيْ سَيْرِهَا وَقَدْ نَخَسَهَا النَّاخِسُ بِإِذْنِ الرَّاكِبِ فَالدِّيَةُ عَلَيْهِمَا نِصْفَيْنِ جَمِيْعًا إِذَا كَانَتْ فِيْ فَوْرِهَا الَّذِيْ نَخَسَهَا، ۱ لِأَنَّ سَيْرَهَا فِيْ تِلْكَ الْحَالَةِ مُضَافٌ إِلَيْهَا،

ترجمہ: ۲ امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ چبھونے والے اور سوار دونوں پر آدھا آدھا ضمان لازم ہوگا، اس لئے کہ جو سوار ہے اس کے بوجھ سے بھی ہلاک ہوا ہے اور جانور کے روندنے سے جانور مرا ہے، اور روندنا چبھونے والے کی طرف منسوب ہے اس لئے دونوں پر ضمان لازم ہوگا

تشریح: امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ، یہاں چبھونے والے کے چبھونے سے بھی آدمی مرا ہے، اور سوار کے بوجھ سے بھی مرا ہے اس لئے دونوں پر آدھا آدھا ضمان لازم ہوگا

ترجمہ: ۳ اور اگر سوار کے حکم سے کسی نے چھڑی چبھوئی تو یہ ایسا ہوگا گویا کہ خود سوار نے چھڑی چبھوئی ہے، اور سوار نے چھڑی چبھوئی ہو، جس کی وجہ سے جانور نے پچھلی لات ماری تو ضمان نہیں ہے (تو یہاں بھی چھڑی چبھونے والے پر ضمان نہیں ہوگا اس لئے کہ سوار جس چیز کا مالک تھا اس کا حکم دیا، اس لئے کہ چھڑی چبھونا ہنکانے کے معنی میں ہے، اس لئے سوار کا چبھونے کا حکم دینا صحیح ہے، اور حکم دینے کی وجہ سے چبھونے والے کا فعل سوار کی طرف منتقل ہو جائے گا (اور ناخس پر ضمان لازم نہیں ہوگا، اور سوار پر بھی ضمان لازم نہیں ہوگا)

تشریح: یہاں دو باتیں ہیں۔ ا۔ ایک بات یہ ہے کہ سوار نے جانور کو ہانکا جس کی وجہ سے اس نے پچھلی لات ماری اور کوئی اس سے مر گیا تو سوار پر اس کا ضمان نہیں ہے۔ ۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ سوار نے چبھونے کا حکم دیا تو اب یہ چبھونا ناخس کی جانب سے نہیں رہا بلکہ سوار کی جانب سے ہوا، اور سوار پر ضمان نہیں ہے، اس لئے نہ سوار پر ضمان ہے اور نہ چبھونے والے پر ضمان ہوگا۔

ترجمہ: (۸۳۰) سوار نے کسی کو چبھونے کا حکم دیا تھا اس کی وجہ سے جانور نے چلتے ہوئے کسی کو روند دیا تو دونوں پر آدھی آدھی دیت ہوگی، اگر ناخس کے چبھوتے ہی روندا ہو تو

ترجمہ: ۱ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس حالت میں جانور کا چلنا دونوں کی طرف منسوب ہے، اور سوار نے اس کو صرف ہنکانے کا حکم دیا تھا، یہ نہیں کہا تھا کہ اتنے زور سے چبھوئے کہ جانور بدک کر کسی کو روند دے، اتنے زور سے چبھونے کی وجہ سے تو صرف

وَالْإِذْنُ يَتَنَاوَلُ فِعْلَهُ السَّوْقَ وَلَا يَتَنَاوَلُهُ مِنْ حَيْثُ أَنَّهُ إِتْلَافٌ فَمِنْ هٰذَا الْوَجْهِ يَقْتَصِرُ عَلَيْهِ، ٢ وَالرُّكُوْبُ وَإِنْ كَانَ عِلَّةً لِلْوَطْيِ فَالنَّخْسُ لَيْسَ بِشَرْطٍ لِهٰذِهِ الْعِلَّةِ، بَلْ هُوَ شَرْطٌ أَوْ عِلَّةٌ لِلسَّيْرِ وَالسَّيْرُ عِلَّةٌ لِلْوَطْيِ وَبِهٰذَا لَا يَتَرَجَّحُ صَاحِبُ الْعِلَّةِ ٣ كَمَنْ جَرَحَ إِنْسَانًا فَوَقَعَ فِيْ بِيْرٍ حَفَرَهَا غَيْرُهُ عَلٰى قَارِعَةِ الطَّرِيْقِ وَمَاتَ فَالدِّيَةُ عَلَيْهِمَا لِمَا أَنَّ الْحَفْرَ شَرْطُ عِلَّةٍ أُخْرٰى دُوْنَ عِلَّةِ الْجَرْحِ

چھونے والے پر ہی پورا ضمان لازم ہونا چاہئے ، (لیکن سوار نے بھی حکم دیا تھا اس لئے آدھا ضمان سوار پر بھی کر دیا گیا)

تشریح: سوار نے کسی کو ہلکا سا چھونے کے لئے کہا، اس نے زوردار چھودیا کہ جانور نے بدک کر کسی کو روند دیا تو سوار اور چھونے والے دونوں پر آدھا آدھا ضمان لازم ہوگا

وجہ: سوار نے حکم دیا اس اعتبار سے سوار پر پورا ضمان لازم ہونا چاہئے ،لیکن ناخس نے زوردار چھودیا حالآنکہ سوار نے اس کا حکم نہیں دیا تھا اس اعتبار سے صرف ناخس پر پورا ضمان لازم ہونا چاہئے ،لیکن ہم نے سوار کے حکم کی بھی رعایت کی اور ناخس کے زوردار نخس کی بھی رعایت کی اور دونوں پر آدھی آدھی دیت لازم کر دی، کیونکہ دونوں کی غلطی ہے

ترجمہ: ٢ سوار کا بوجھ روندنے کی وجہ ہے، لیکن چھونا اس کے لئے ضروری نہیں ہے، بغیر چھوئے بھی جانور روند سکتا ہے، ہاں یہاں چھونا بھی روندنے کی ایک وجہ ہے، یا چلنے کی وجہ ہے اور چلنے سے جانور نے روند دیا (اس اعتبار سے صرف سوار پر دیت لازم ہونی چاہئے ،لیکن اس کی وجہ سے کسی ایک علت کو ترجیح نہیں دی جا سکتی ہے، (اس لئے دونوں پر ضمان لازم کیا گیا)

تشریح: یہاں عبارت پیچیدہ ہے، بتلانا یہ چاہتے ہیں کہ سوار کے بوجھ کی وجہ سے جانور نے روندا ہے اور چھونا بس ایک چھوٹی سی وجہ ہے، یا چھونے سے جانور چل پڑا ہے اس لئے چھونے والے پر ضمان لازم نہیں ہونا چاہئے ،صرف سوار پر ضمان لازم ہونا چاہئے

اب اوپر کی دلیل سے چھونے والے پر پوری دیت لازم ہونی چاہئے ،اور اس سوار والی دلیل سے سوار پر پوری دیت لازم ہونی چاہئے ،اس لئے ہم نے دونوں پر آدھی ادھی دیت لازم کر دی ہے

ترجمہ: ٣ جیسے کسی نے ایک انسان کو زخمی کیا پھر وہ انسان ایسے کنویں میں گر گیا جس کو دوسرے نے راستے میں کھودا تھا اور مر گیا تو دیت دونوں پر لازم ہوگی، اس لئے کہ کنواں کھودنا الگ چیز ہے، یہ زخمی ہونے کی وجہ نہیں ہے۔ ایسے ہی یہاں ہے

تشریح: یہاں بھی عبارت پیچیدہ ہے۔ یہ ایک مثال ہے، زید نے عمر کو زخمی کیا، عمر درد کی وجہ مضطرب ہوا اور کنویں میں گر گیا تو دونوں پر آدھی آدھی دیت لازم ہوگی

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں مرنے کے سبب دو ہیں، ایک ہے کنویں میں گرنا، اور دوسرا ہے زخم کے درد سے بے ہوش ہو جانا، اور دونوں الگ الگ سبب ہیں، اس لئے دونوں پر ضمان ہوگا، اسی طرح سوار کا بوجھ روندنے کا الگ سبب ہے، اور ناخس کا

كَذَا هٰذَا. ۴ ثُمَّ قِيْلَ يَرْجِعُ النَّاخِسُ عَلَى الرَّاكِبِ بِمَا ضَمِنَ فِي الْإِيْطَاءِ لِأَنَّهُ فَعَلَ بِأَمْرِهِ، وَقِيْلَ لَا يَرْجِعُ وَهُوَ الْأَصَحُّ فِيْمَا أَرَاهُ، لِأَنَّهُ لَمْ يَأْمُرْهُ بِالْإِيْطَاءِ، وَالنَّخْسُ يَنْفَصِلُ عَنْهُ، ۵ وصَارَ كَمَا إِذَا أَمَرَ صَبِيًّا يَسْتَمْسِكُ عَلَى الدَّابَّةِ بِتَسْيِيْرِهَا فَوَطِئَتْ إِنْسَانًا وَمَاتَ حَتّٰى ضَمِنَ عَاقِلَةُ الصَّبِيِّ فَإِنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ عَلَى الْاٰمِرِ لِأَنَّهُ أَمَرَهُ بِالتَّسْيِيْرِ، وَالْإِيْطَاءُ يَنْفَصِلُ عَنْهُ،

زوردار چھونا الگ سبب ہے، اور دونوں الگ الگ ہیں، اس لئے دونوں پر ضمان لازم ہوگا

ترجمہ: ۴ پھر کہا گیا کہ چھونے والا اپنی آدھی ادا کی ہوئی دیت سوار سے وصول کرے گا، اس لئے کہ سوار کے حکم سے چھویا تھا۔ اور دوسری رائے یہ ہے کہ چھونے والا وصول نہیں کرے گا، اور مصنف کی رائے یہ ہے کہ یہی صحیح ہے، اس لئے کہ اس کو زوردار چھونے کے لئے نہیں کہا تھا کہ جانور روند دے، بلکہ ہلکا چھونے کا کہا تھا جو روندنے سے الگ ہے

تشریح: ناخس نے مرنے والے انسان کی آدھی دیت ادا کی، اب یہ آدھی دیت سوار سے وصول کرے یا نہ کرے، اس میں دو رائیں ہیں۔ ا۔ ایک یہ ہے کہ وصول کرے گا، کیونکہ سوار کے حکم سے چھویا ہے، اس لئے اس کی غلطی ہے۔ اور دوسری رائے یہ ہے کہ سوار سے وصول نہیں کرے گا، کیونکہ سوار نے ہلکا چھونے کے لئے کہا تھا جس سے جانور تھوڑا اچل پڑے، اتنے زور سے چھونے کے لئے نہیں کہا تھا کہ بدک کر روند دے، یہ زوردار چھونا خود ناخس کی غلطی ہے اس لئے اپنی دیت سوار سے وصول نہیں کرے گا۔

لغت: النخس ینفصل عنہ: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ، ہلکا چھونا روندنے والے چھونے سے بالکل الگ ہے

ترجمہ: ۵ اور یہ ایسا ہو گیا کہ جو بچہ جانور پر ٹھہر سکتا ہو اس کو حکم دیا کہ جانور کو چلائے، اس جانور نے کسی کو روند دیا اور وہ مر گیا، یہاں تک کہ بچے کے عاقلہ پر ضمان واجب ہوا تو وہ عاقلہ حکم دینے والے سے اپنی ادا کی ہوئی رقم وصول نہیں کر سکیں گے، اس لئے کہ اس کو صرف جانور کو چلانے کا حکم دیا تھا (تیز دوڑانے کا نہیں، یہ اس کی اپنی غلطی ہے) کیونکہ روندنا جانور کو چلانے سے الگ ہے۔

تشریح: ناخس سوار سے دی ہوئی رقم وصول نہیں کر پائے گا، اس کی یہ ایک مثال ہے، زید نے بچے سے کہا کہ جانور پر بیٹھ کر اس کو چلاؤ، اس کی وجہ سے جانور نے کسی کو روند دیا، جس کی وجہ سے اس کے عاقلہ پر دیت لازم ہوئی تو اگرچہ زید نے بچے کو جانور چلانے کا حکم دیا تھا پھر بھی بچے کے عاقلہ زید سے اپنی رقم واپس نہیں لے سکیں گے، کیونکہ زید نے آہستہ چلانے کے لئے کہا تھا بچے نے تیز چلایا جس کی وجہ سے کسی کو روند دیا، یہ بچے کی غلطی ہے، اس لئے بچے کے عاقلہ اپنی رقم واپس نہیں لے سکیں گے۔ ٹھیک اسی طرح اوپر کے مسئلے میں سوار نے آہستہ چھڑی چھونے کے لئے کہا تھا، اس نے تیز چھودی جس کی وجہ سے آدمی مرا، اس لئے ناخس سوار سے رقم واپس نہیں لے سکیں گے۔

٦ وَكَذَا إِذَا نَاوَلَهُ سَلاحًا فَقَتَلَ بِهِ اٰخَرَ حَتّٰى ضَمِنَ لَا يَرْجِعُ عَلَى الْاٰمِرِ. ٧ ثُمَّ النَّاخِسُ إِنَّمَا يَضْمَنُ إِذَا كَانَ الْإِيْطَاءُ فِيْ فَوْرِ النَّخْسِ حَتّٰى يَكُوْنَ السَّوْقُ مُضَافًا إِلَيْهِ، وَإِذَا لَمْ يَكُنْ فِيْ فَوْرِ ذٰلِكَ فَالضَّمَانُ عَلَى الرَّاكِبِ لِانْقِطَاعِ أَثَرِ النَّخْسِ فَبَقِيَ السَّوْقُ مُضَافًا إِلَى الرَّاكِبِ عَلَى الْكَمَالِ.

(۸۳۱) وَمَنْ قَادَ دَابَّةً فَنَخَسَهَا رَجُلٌ فَانْفَلَتَتْ مِنْ يَدِ الْقَائِدِ فَأَصَابَتْ فِيْ فَوْرِهَا فَهُوَ عَلَى النَّاخِسِ، وَكَذَا إِذَا كَانَ لَهَا سَائِقٌ فَنَخَسَهَا غَيْرُهُ ١ لِأَنَّهُ مُضَافٌ إِلَيْهِ، ٢ وَالنَّاخِسُ إِذَا كَانَ عَبْدًا فَالضَّمَانُ

ترجمہ: ٦ ایسے ہی بچے کو ہتھیار دیا اور بچے نے اس ہتھیار سے کسی کو قتل کر دیا یہاں تک کہ اس کو ضمان لازم ہوا تو وہ حکم دینے والے سے واپس نہیں لے گا

تشریح: یہ دوسری مثال ہے، کہ مثلا زید نے ایک بچے کو ہتھیار دیا تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ کسی کو مار دے، لیکن کسی کو مار دیا تو یہ اس کی غلطی ہے اس لئے اس پر جو ضمان لازم ہوا وہ ضمان زید سے واپس نہیں لے سکتا ہے، اسی طرح اوپر کی مثال میں ناخس نے جو ضمان ادا کیا ہے وہ سوار سے واپس نہیں لے سکتا ہے

ترجمہ: ٧ اور پھر چبھونے والے پر ضمان اس وقت ہے جبکہ چبھونے والے کے چبھونے کے فورا بعد روندا ہے، تاکہ چبھونا ناخس کی طرف منسوب کیا جا سکے، اور جب چبھونے کے فورا بعد نہ روندا ہو تو ضمان سوار پر ہوگا، چبھونے کے اثر ختم ہونے کی وجہ سے، اس لئے ہنکانا پورے طور پر سوار کی طرف منسوب ہو گیا

تشریح: چبھونے کے فورا بعد روندا ہو تو ناخس پر ضمان ہوگا، اور کچھ دیر کے بعد روندا ہو تو چبھونے کا اثر ختم ہو گیا ہے اس لئے اب جو روندا ہے وہ سوار کے چلانے سے ہوا ہے اس لئے پورا ضمان سوار پر لازم ہوگا

ترجمہ: (۸۳۱) کوئی جانور کھینچ رہا تھا تو کسی نے اس کو چبھو دیا، جس کی وجہ سے کھینچنے والے کے ہاتھ سے جانور نکل گیا اور اسی وقت کسی کو مار دیا تو چبھونے والے پر ضمان ہوگا۔ ایسے ہی کوئی اس کو ہانک رہا تھا اور کسی نے اس کو چبھو دیا (تو بھی ضمان ناخس پر ہوگا)

ترجمہ: ١ اس لئے کہ موت ناخس کی طرف منسوب ہے

تشریح: اوپر سوار کا مسئلہ تھا اب کھینچنے والے اور ہانکنے والے کے جانور کو کسی نے چبھو دیا اور اسی وقت جانور نے کسی کو روند دیا تو موت قائد اور سائق کی طرف منسوب ہوگی، اور اسی پر ضمان لازم ہوگا

ترجمہ: ٢ چبھونے والا اگر غلام ہے تو یہ ضمان غلام کی گردن پر ہوگا۔ اور اگر بچہ ہے تو بچے کے مال میں ہوگا اس لئے کہ یہ دونوں جو جرم کرتے ہیں وہ ان کے گردن پر ہوتا ہے

تشریح: قاعدہ یہ ہے کہ جرم کا تاوان غلام اور بچے پر ہوتا ہے، اس لئے ان دونوں نے چبھویا تو اس کا ضمان غلام کی گردن پر

فِيْ رَقَبَتِهِ وَإِنْ كَانَ صَبِيًّا فَفِيْ مَالِهِ لِأَنَّهُمَا مُوَاخَذَانِ بِأَفْعَالِهِمَا.

(۸۳۲) وَلَوْ نَخَسَهَا شَيْءٌ مَنْصُوْبٌ فِي الطَّرِيْقِ فَنَفَحَتْ إِنْسَانًا فَقَتَلَتْهُ فَالضَّمَانُ عَلَى مَنْ نَصَبَ ذٰلِكَ الشَّيْءَ، ۱ لِأَنَّهُ مُتَعَدٍّ بِشُغْلِ الطَّرِيْقِ فَأُضِيْفَ إِلَيْهِ كَأَنَّهُ نَخَسَهَا بِفِعْلِهِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

ہوگا، اب آقا غلام کو سپرد کرے، یا غلام کو رکھ لے اور اس کی قیمت ضمان والے کو دے دے۔ اور اگر بچے نے چھویا اور مال کا نقصان ہوا تو بچے کے مال میں لازم ہوگا، اور اگر ایسا ضمان ہے جو عاقلہ پر لازم ہوتا ہے اور بچہ عجمی ہے جس کے عاقلہ نہیں ہیں تو پھر بھی بچے کے مال میں ضمان ہوگا، کیونکہ اس کے عاقلہ نہیں ہیں۔ اور اگر بچے کے عاقلہ ہیں تو پھر اس کے عاقلہ پر ضمان لازم ہوگا۔ یہاں یہ تفصیل ہے

ترجمہ: (۸۳۲) راستے میں کوئی چیز کھڑی تھی جانور کو وہ چبھ گئی جس کی وجہ سے اس نے پچھلی لات ماری اور آدمی مر گیا تو جس نے اس چیز کو کھڑا کیا تھا ضمان اس پر ہے

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ اس نے بیچ راستے میں چیز کھڑی کر کے راستے کو جام کیا ہے، اس لئے قتل اسی طرف منسوب ہوگا، اور یوں سمجھا جائے گا کہ کھڑی کرنے والے ہی نے لات ماری

تشریح: قاعدہ یہ ہے کہ بیچ راستے میں کوئی چیز کھڑی نہیں کرنی چاہئے، اور راستے کو جام نہیں کرنا چاہئے، لیکن کر دیا تو اس کی تعدی ہے اس لئے اسی پر ضمان لازم ہوگا، سوار پر ضمان لازم نہیں ہوگا ۔

بَابُ جِنَايَةِ الْمَمْلُوكِ وَالْجِنَايَةِ عَلَيْهِ

(۸۳۳) قَالَ وَإِذَا جَنَى الْعَبْدُ جِنَايَةً خَطأً قِيلَ لِمَوْلَاهُ إِمَّا أَنْ تَدْفَعَهُ بِهَا أَوْ تَفْدِيَهُ، ۱ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهِ عَلَيْهِ جِنَايَتُهُ فِي رَقَبَتِهِ يُبَاعُ فِيهَا إِلَّا أَنْ يَقْضِيَ الْمَوْلَى الْأَرْشَ، وَفَائِدَةُ الْاِخْتِلَافِ فِي

باب جناية المملوك والجناية عليه

ترجمہ: (۸۳۳) اگر غلام جنایت خطاء کرے تو اس کے آقا سے کہا جائے گا یا تو جنایت کے بدلے میں غلام دے دو یا جنایت کا فدیہ دے دو

تشریح: یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ غلام کا کوئی عاقلہ نہیں ہوتا صرف آقا اس کا ذمہ دار ہوتا ہے۔اس لئے غلام کوئی بھی قتل خطاء کرے تو اس کی قیمت میں اس کا حساب لگایا جائے گا۔اس لئے آقا کو دو اختیار ہیں یا تو غلام کا جتنا تاوان ہے وہ ادا کر دے اور غلام کو رکھ لے۔اور دوسری صورت یہ ہے کہ جس کی جنایت کی ہے غلام اس کو حوالے کر دے۔اگر آقا جنایت کا فدیہ دینا چاہے تو اتنا فدیہ دے جتنی جنایت کی ہے۔

وجہ: (۱) عن عمرؓ قال العمد والعبد والصلح والاعتراف لایعقل العاقلة (سنن للبیہقی، باب من قال لاتحمل العاملة عمدا ولا عبدا ولا صلحا ولا اعترافا ج ثامن، ص ۱۸۱، نمبر ۱۶۳۵۹) (۲) عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: »لَا تَعْقِلُ الْعَاقِلَةُ صُلْحًا، وَلَا عَمْدًا، وَلَا عَبْدًا، وَلَا اعْتِرَافًا (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب العمد والصلح والاعتراف، نمبر ۲۷۴۲۹) ان دونوں قول صحابی میں ہے کہ غلام کا کوئی عاقلہ نہیں ہوتا، صرف آقا اس کا ذمہ دار ہوتا ہے

وجہ: (۱) اس قول صحابی میں ہے کہ آقا کو دو اختیار ہیں، یا غلام کو سپرد کر دے، یا غلام کو اپنے پاس رکھ لے اور جنایت جتنی ہے وہ رقم جنایت والے کو دے دے۔عن علیؓ قال ماجنی العبد ففی رقبته ویخیر مولاہ ان شاء فداہ وان شاء دفعه (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۶۴ العبد یجنی الجنایۃ ج خامس، ص ۳۸۴ نمبر ۲۷۱۷۰ / مصنف عبد الرزاق، باب قتل الرجل الحر عبدا والعبد حراج تاسع ص ۴۸۶ نمبر ۱۸۱۱۹) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ آقا کو دونوں اختیار ہیں۔(۲)۔عن سالم بن عبد الله قال ان شاء اهل المملوک فدوہ بعقل جرح الحر وان شاء وا اسلموہ (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۶۴ العبد یجنی الجنایۃ ج خامس، ص ۳۸۴، نمبر ۲۷۱۷۵) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ آقا چاہے تو جنایت شدہ غلام دے دے اور چاہے تو جنایت کا فدیہ دیدے۔

ترجمہ: ۱ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ جنایت غلام کی گردن پر ہوگی، اس میں وہ بیچا جائے گا، مگر یہ کہ آقا ارش ادا کر دے، اور اختلاف کا فائدہ یہ ہے کہ آزاد ہونے کے بعد جرم کرنے والے کا پیچھا کیا جائے گا، اور یہ مسئلہ صحابہ کے درمیان مختلف فیہ ہے

تشریح: امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے درمیان فرق یہ ہے کہ۔امام شافعیؒ کے یہاں جنایت کا بدلہ خود غلام کی گردن پر ہوتا

اِتِّبَاعِ الْجَانِیْ بَعْدَ الْعِتْقِ، وَالْمَسْئَلَةُ مُخْتَلِفَةٌ بَیْنَ الصَّحَابَةِ رَضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ، ۲؎ لَهُ أَنَّ الْأَصْلَ فِیْ مُوْجَبِ الْجِنَایَةِ أَنْ یَجِبَ عَلَی الْمُتْلِفِ لِأَنَّهُ ھُوَ الْجَانِیْ إِلَّا أَنَّ الْعَاقِلَةَ تَتَحَمَّلُ عَنْهُ، وَلَا عَاقِلَةَ لِلْعَبْدِ لِأَنَّ الْعَقْلَ عِنْدَہُ بِالْقَرَابَةِ وَلَا قَرَابَةَ بَیْنَ الْعَبْدِ وَمَوْلَاہُ فَتَجِبُ فِیْ ذِمَّتِهٖ کَمَا فِیْ الذِّمِّیِّ وَیَتَعَلَّقُ بِرَقَبَتِهٖ یُبَاعُ فِیْهِ کَمَا فِی الْجِنَایَةِ عَلَی الْمَالِ.

ہے،اس لئے اس میں بیچا جائے گا،البتہ اس کا آقا اس بدلے کو ادا کر دے تو اور بات ہے۔اور امام ابو حنیفہؒ کے یہاں تین باتیں ہیں،اگر قتل عمد ہے تو غلام پر قصاص ہے۔اور اگر قتل خطاء ہے تو اصل میں عاقلہ پر دیت ہے،اور غلام کا عاقلہ نہیں ہے تو آقا اس کو برداشت کریں گے۔اور اگر مال کا نقصان کیا ہے تو پھر خود غلام پر اس کی ادائیگی لازم ہے۔امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ کی رائے میں یہ بنیادی فرق ہے

امام شافعیؒ کے یہاں خود غلام پر جنایت کا بدلہ ہے اس لئے غلام کے آزاد کے بعد بھی غلام سے مطالبہ کیا جائے گا۔اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک چونکہ اس کا ذمہ دار آقا ہے،اس لئے غلام کے آزاد ہونے کے بعد غلام سے مطالبہ نہیں کیا جائے گا

وجہ: (۱) امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ خود صحابہ کے درمیان اس بات کا اختلاف رہا ہے کہ جنایت کا بدلہ خود غلام کی گردن پر ہے یا نہیں،یا غلام کے آقا پر ہے۔اس قول صحابی میں ہے کہ غلام جرم کرے تو اس کی جنایت خود غلام کی گردن پر ہے۔**عن علیؓ قال ماجنی العبد ففی رقبته ویخیر مولاہ ان شاء فداہ و ان شاء دفعه** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۶۴ العبد یجنی الجنایۃ ج خامس،ص ۳۸۴ نمبر ۲۷۱۷۰ رمصنف عبد الرزاق،باب قتل الرجل الحر عبدا او العبد حراج تاسع ص ۴۸۶ نمبر ۱۸۱۱۹) اس قول صحابی میں ہے کہ ماجنی العبد ففی رقبتہ،کہ غلام کوئی جرم کرے تو خود اس کی گردن پر ہے (۲) اس قول صحابی میں ہے کہ غلام کا کوئی عاقلہ نہیں ہوتا ہے،اس کا مطلب یہ ہوا کہ غلام کی جنایت خود غلام پر ہوگی۔**عن عمرؓ قال العمد و العبد و الصلح و الاعتراف لایعقل العاقلة** (سنن للبیہقی،باب من قال لاتحمل العاملۃ عمدا ولا عبدا ولا صلحا ولا اعترافا ج ثامن،ص ۱۸۱،نمبر ۱۶۳۵۹)

ترجمہ: ۲؎ امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ جنایت کا اصل موجب یہ ہے کہ خود ضائع کرنے والے پر ضمان لازم ہو،کیونکہ وہی جنایت کرنے والا ہے،مگر عاقلہ اس کو برداشت کرتا ہے،لیکن غلام کا کوئی عاقلہ نہیں ہے،اس لئے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک رشتہ داری کی بنیاد پر عاقلہ ہے،اور آقا اور غلام کے درمیان کوئی رشتہ داری نہیں ہے،اس لئے غلام کے ذمہ واجب ہوگا،جیسے ذمی کے ذمہ دیت واجب ہوتی ہے،اس لئے غلام کی گردن میں دیت ہوگی اور اس میں وہ بیچا جائے گا،جیسے مال کے ہلاک کرنے کا جرم ہو تو غلام ہی پر لازم ہوتا ہے

تشریح: امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ جو جرم کرتا ہے اسی پر ضمان لازم ہوتا ہے،البتہ عاقلہ اس کو برداشت کر لیتے ہیں، اور عاقلہ رشتہ داری کی بنیاد پر ہوتا ہے،اور غلام اور اس کے آقا کے درمیان کوئی رشتہ داری نہیں ہے،اس لئے غلام ہی پر ضمان لازم ہوگا،اور اس میں غلام بیچا جائے گا،جیسے مال کی جنایت غلام پر ہوتا ہے اور اس میں وہ بیچا جاتا ہے

۳ وَلَنَا أَنَّ الْأَصْلَ فِي الْجِنَايَةِ عَلَى الْآدَمِيِّ حَالَةَ الْخَطَأِ أَنْ تَتَبَاعَدَ عَنِ الْجَانِي تَحَرُّزًا عَنِ اسْتِيصَالِهِ وَالْإِجْحَافُ بِهِ إِذْ هُوَ مَعْذُورٌ فِيهِ حَيْثُ لَمْ يَتَعَمَّدِ الْجِنَايَةَ، وَتَجِبُ عَلَى عَاقِلَةِ الْجَانِي إِذَا كَانَ لَهُ عَاقِلَةٌ، وَالْمَوْلٰى عَاقِلَتُهُ لِأَنَّ الْعَبْدَ يَسْتَنْصِرُ بِهِ، وَالْأَصْلُ فِي الْعَاقِلَةِ عِنْدَنَا النُّصْرَةُ حَتّٰى تَجِبَ عَلٰى أَهْلِ الدِّيْوَانِ، ۴ بِخِلَافِ الذِّمِّيِ لِأَنَّهُمْ لَا يَتَعَاقَلُوْنَ فِيمَا بَيْنَهُمْ فَلَا عَاقِلَةَ فَتَجِبُ فِي ذِمَّتِهِ صِيَانَةً لِلدَّمِ عَنِ الْهَدَرِ، ۵ وَبِخِلَافِ الْجِنَايَةِ عَلَى الْمَالِ، لِأَنَّ الْعَوَاقِلَ لَا تَعْقِلُهُ الْمَالَ، ۶ إِلَّا أَنَّهُ يُخَيَّرُ بَيْنَ

ترجمہ: ۳ ہماری دلیل یہ ہے کہ اصل یہ ہے کہ غلطی سے جنایت کی ہوتو آدمی کو اس کے جرم سے دور رکھا جاتا ہے تاکہ وہ برباد نہ ہو جائے، کیونکہ وہ معذور ہے، کیونکہ جان کر غلطی نہیں کی ہے، اور جنایت کرنے والے کے عاقلہ پر دیت واجب ہوتی ہے، اور آقا غلام کا عاقلہ ہے اس لئے کہ آقا غلام کی مدد کرتا ہے، اور ہمارے نزدیک مدد کی بنیاد پر عاقلہ ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ دیوان (کچہرہ) والوں پر دیت واجب ہوتی ہے

تشریح: ہمارے یہاں عاقلہ کی بنیاد رشتہ داری نہیں ہے بلکہ مدد اور نصرت ہے، اور آقا چونکہ غلام کی مدد کرتا ہے اس لئے وہ بھی غلام کا عاقلہ ہے، جیسے جو لوگ دفتر میں کام کرتے ہیں تو دفتر والے بھی عاقلہ ہوتے ہیں کیونکہ وہ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں حال آنکہ وہ رشتہ دار نہیں ہوتے

ترجمہ: ۴ بخلاف ذمی کے اس لئے کہ وہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے ہیں اس لئے ذمی کا عاقلہ نہیں ہوتا ہے اس لئے لوگوں کے خون کو بچانے کے لئے خود ذمی پر دیت واجب کی ہے

تشریح: یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، کہ ذمی آپس میں ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے ہیں اس لئے نصرت کی بنیاد پر بھی ذمی کا عاقلہ نہیں ہوتا ہے، اس لئے خون رائگاں نہ ہو اس لئے خود ذمی پر دیت لازم کی ہے

ترجمہ: ۵ بخلاف مال کی جنایت کے اس لئے کہ عاقلہ مال کی جنایت کو ادا نہیں کرتے ہیں

تشریح: یہ بھی امام شافعیؒ کو جواب ہے کہ انہوں نے استدلال کیا تھا کہ مال کا جرمانہ خود جانی پر ہے اس لئے قتل خطاء کی دیت بھی خود جانی پر ہونی چاہئے، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ مال کا جرمانہ حدیث کی بنیاد پر عاقلہ ادا نہیں کرتے ہیں اس لئے خود جانی کو ادا کرنا پڑتا ہے

ترجمہ: ۶ مگر آقا کو اس بات کا اختیار ہے کہ مقتول کے ورثاء کو غلام دے دے، یا غلام کی قیمت دے دے اور غلام اپنے پاس رکھ لے، اس لئے کہ آقا دیت ادا کرنے میں اکیلا ہے اس لئے اختیار دینے میں اس کے حق میں ایک قسم تخفیف ہے، تاکہ وہ برباد نہ ہو جائے

تشریح: ہمارے نزدیک آقا بھی غلام کا عاقلہ ہے، لیکن وہ اکیلا عاقلہ ہے اس لئے اس کو دو سہولت دی گئی کہ غلام دے

الـدَّفْـعِ وَالْـفِدَاءِ، لِأَنَّهُ وَاحِدٌ، وَفِيْ إِثْبَاتِ الْخَيْرَةِ نَوْعُ تَخْفِيفٍ فِيْ حَقِّهِ كَيْ لَا يُسْتَأْصَلَ. ۷ غَيْرَ أَنَّ الْوَاجِبَ الْأَصْلِيَّ هُوَ الدَّفْعُ فِي الصَّحِيحِ وَلِهٰذَا يَسْقُطُ الْمُوجِبُ بِمَوْتِ الْعَبْدِ لِفَوَاتِ مَحَلِّ الْوَاجِبِ، وَإِنْ كَانَ لَهُ حَقُّ النَّقْلِ إِلَى الْفِدَاءِ كَمَا فِيْ مَالِ الزَّكٰوةِ، ۸ بِخِلَافِ مَوْتِ الْجَانِي الْحُرِّ، لِأَنَّ الْوَاجِبَ لَا يَتَعَلَّقُ بِالْحُرِّ اسْتِيْفَاءً فَصَارَ كَالْعَبْدِ فِيْ صَدَقَةِ الْفِطْرِ.

(۸۳۴) قَالَ فَإِنْ دَفَعَهُ مَلَكَهُ وَلِيُّ الْجِنَايَةِ، وَإِنْ فَدَاهُ فَدَاهُ بِأَرْشِهَا وَكُلُّ ذٰلِكَ يَلْزَمُهُ حَالًا،

دے، یا اس کی جانب سے دیت ادا کر دے، یہ سہولت اس لئے دی گئی تا کہ وہ برباد نہ ہو جائے،

ترجمہ: ۷ یہ اور بات ہے کہ اصلی واجب وہ غلام کو سپرد کر دینا ہے، صحیح یہی ہے، یہی وجہ ہے کہ غلام کے مرنے سے موجب (غلام سپرد کرنا، یا اس کی دیت دینا) ساقط ہو جائے گا اس لئے کہ واجب کا محل فوت ہو گیا، اگر چہ آقا کو فدئے کی طرف منتقل ہونے کا حق ہے جیسے زکوۃ کے مال میں ہوتا ہے (کہ دوسرے مال سے ادا کر سکتا ہے)

تشریح: یہاں یہ بتا رہے ہیں کہ اصلی موجب تو غلام کو سپرد کر دینا ہے، اگر چہ آقا کو یہ بھی حق ہے کہ اس کے بدلے میں دیت دے دے، اس کی مثال دیتے ہیں کہ زکوۃ کے نصاب میں اصل تو یہی ہے کہ زکوۃ کے نصاب سے ہی زکوۃ ادا کرے، لیکن مالک کو یہ بھی حق ہے کہ دوسرے مال سے زکوۃ دے دے، اور اگر زکوۃ کا نصاب ہلاک ہو جائے تو اب اس سے زکوۃ ساقط ہو جائے گی، ایسے ہی غلام کی وفات ہو جائے تو آقا سے سپرد کرنا بھی ساقط ہو جائے گا، کیونکہ غلام تو رہا ہی نہیں، اور اس کے بدلے میں فدیہ دینا بھی ساقط ہو جائے گا، کیونکہ اصل موجب نہیں رہا، تو اس کا بدل بھی واجب نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۸ بخلاف آزاد جنایت کرنے والے کی موت ہو جائے (دیت ساقط نہیں ہوگی) اس لئے کہ یہاں دیت لازم ہونے میں آزاد کے ساتھ متعلق نہیں ہوتا ہے تو غلام کے صدقۃ الفطر ہو گیا

تشریح: یہاں غلام کی جنایت اور آزاد آدمی کی جنایت میں فرق بیان کر رہے ہیں، کہ غلام کی ذات پر دیت واجب ہوتی ہے، لیکن اس کا آقا اس کو ادا کر سکتا ہے، چنانچہ غلام مر جائے تو آقا سے بھی دیت ساقط ہو جائے گی۔ اور آزاد آدمی قتل خطاء کرے تو مال عاقلہ پر واجب ہوتا ہے، اس لئے آزاد مر جائے تب بھی عاقلہ سے وصول کیا جائے گا، اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ شوال کی صبح کو غلام موجود تھا تو اس کا صدقہ فطرہ اس کے آقا پر واجب ہوا، ابھی فطرہ ادا نہیں کیا تھا کہ غلام مر گیا پھر بھی آقا پر صدقہ فطرہ واجب ہوگا، کیونکہ آقا کا مال موجود ہے

ترجمہ: (۸۳۴) آقا نے اگر مقتول کے ولی کو غلام دے دیا تو وہ غلام کا مالک بن جائے گا، اور اگر غلام کے بدلے میں فدیہ دے دیا تو جتنی جنایت ہے اتنی رقم دینی ہوگی، اور غلام دینا، اور اس کے بدلے میں فدیہ دینا دونوں فی الحال واجب ہوگا

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ آقا نے غلام سپرد کر دیا تو ولی الجنایۃ اس کا مالک ہو جائے گا۔

۱؎ أَمَّا الدَّفْعُ فَلِأَنَّ التَّأْجِيلَ فِي الْأَعْيَانِ بَاطِلٌ، وَعِنْدَ اخْتِيَارِهِ الْوَاجِبُ عَيْنٌ، ۲؎ وَأَمَّا الْفِدَاءُ فَلِأَنَّهُ جُعِلَ بَدَلًا عَنِ الْعَبْدِ فِي الشَّرْعِ وَإِنْ كَانَ مُقَدَّرًا بِالْمُتْلَفِ وَلِهٰذَا سُمِّيَ فِدَاءً فَيَقُومُ مَقَامَهُ وَيَأْخُذُ حُكْمَهُ فَلِهٰذَا وَجَبَ حَالًا كَالْمُبْدَلِ.

اصول: دوسرا اصول یہ ہے کہ غلام یا اس کا ارش فی الحال دینا واجب ہوگا، تین سال کی مہلت نہیں ملے گی

تشریح: یہاں تین باتیں بیان کر رہے ہیں۔۱۔پہلی بات یہ ہے کہ آقا نے مقتول کے ورثاء کو غلام حوالہ کر دیا تو مقتول کے ورثاء اس غلام کے مالک بن جائیں گے۔۲۔دوسری بات یہ ہے کہ اگر غلام کے بدلے میں فدیہ دینا چاہے تو اتنی رقم دینی ہوگی جتنی کہ ارش ہے، یعنی غلام کی جو قیمت ہے وہ دینا واجب نہیں ہے، بلکہ جتنا ہلاک کیا ہے وہ واجب ہوگا، مثلا غلام کی قیمت دو سو درہم ہے، لیکن غلام ایک سو ضائع کیا ہے تو ایک سو ارش لازم ہوگا۔۳۔اور تیسری بات یہ ہے کہ غلام کو اور اس کے فدیہ کو فی الحال دینا ہوگا، تین سال میں پورا کرے ایسا نہیں ہوگا

ترجمہ: ۱؎ بہر حال غلام یا اس کے ارش کو فورا دینا اس لئے کہ جس چیز کی عین موجود ہے اس میں تاخیر کرنا باطل ہے، اور جب آقا نے غلام کو دینا اختیار کر لیا تو عین ہے،

تشریح: غلام کو دینا ہو یا اس کے بدلے میں ارش دینا ہو تین سال کی مہلت نہیں ملے گی، بلکہ فورا سپرد کرنا ہوگا۔اس کی دلیل دے رہے ہیں۔کہ غلام ابھی سامنے موجود ہے، اور جو چیز سامنے موجود ہوتی ہے اس کے دینے میں تاخیر نہیں کی جاتی، اس لئے غلام کو ابھی سپرد کرنا ہوگا۔اس کے برخلاف جو عاقلہ پر دیت واجب ہوتی ہے، اس کی رقم سامنے موجود نہیں ہوتی ہے اس لئے اس کے ادا کرنے میں تین سال کی مہلت ملتی ہے

ترجمہ: ۲؎ بہر حال غلام کے بدلے میں جو فدیہ ہے تو وہ شریعت میں غلام کا بدل ہے، اگر چہ یہ ہلاک شدہ کی مقدار ہے، اسی لئے اس کا نام فدیہ رکھا ہے اس لئے یہ بھی غلام کے قائم مقام ہوگا، اور غلام کا ہی حکم ہوگا، اسی لئے یہ بھی فی الفور لازم ہوا مبدل یعنی غلام کی طرح

تشریح: غلام کے بدلے میں فدیہ دے اس کو بھی جلدی دینا کیوں واجب ہے اس کی دلیل ہے، کہ فدیہ بھی غلام کا بدل ہے، اور غلام کو جلدی دینا واجب ہے تو اس کا جو بدل ہے فدیہ اس کو بھی جلدی دینا واجب ہوگا، تین سال کی مہلت نہیں ملے گی۔ دوسری بات یہ بتا رہے ہیں کہ یہ غلام کا پورا بدل نہیں ہے، اور غلام کی پوری قیمت نہیں ہے بلکہ غلام نے جتنا ہلاک کیا ہے وہ رقم ہے، تاہم اس کو غلام کا بدل کہا گیا ہے

لغت: مقدرا بالمتلف: تلف شدہ اور ہلاک شدہ کی جو مقدار ہے، اور جتنی قیمت ہے وہ دینا واجب ہوگا

(۸۳۵) وَأَيُّهُمَا اخْتَارَهُ وَفَعَلَهُ لَا شَيْءَ لِوَلِيِّ الْجِنَايَةِ غَيْرَهُ، ۱؎ أَمَّا الدَّفْعُ فَلِأَنَّ حَقَّهُ مُتَعَلِّقٌ بِهِ فَإِذَا خَلّٰى بَيْنَهُ وَبَيْنَ الرَّقَبَةِ سَقَطَ، وَأَمَّا الْفِدَاءُ فَلِأَنَّهُ لَاحَقَّ لَهُ إِلَّا الْأَرْشَ فَإِذَا أَوْفَاهُ حَقَّهُ سَلَّمَ الْعَبْدَ لَهُ، ۲؎ فَإِنْ لَمْ يَخْتَرْ شَيْئًا حَتّٰى مَاتَ الْعَبْدُ بَطَلَ حَقُّ الْمَجْنِيِّ عَلَيْهِ لِفَوَاتِ مَحَلِّ حَقِّهِ عَلٰى مَا بَيَّنَّاهُ، ۳؎ وَإِنْ مَاتَ بَعْدَ مَا اخْتَارَ الْفِدَاءَ لَمْ يَبْرَأْ لِتَحَوُّلِ الْحَقِّ مِنْ رَقَبَةِ الْعَبْدِ إِلٰى ذِمَّةِ الْمَوْلٰى.

ترجمہ: (۸۳۵) آقا نے دونوں میں سے جس کو بھی اختیار کیا (غلام سپرد کرنا، یا اس کا فدیہ دینا) مجنی کے ولی کو اس کے علاوہ کسی چیز کا اختیار نہیں ہے

ترجمہ: ۱؎ اگر غلام کو سپرد کرنے کا فیصلہ کیا (تب بھی مجنی کے ولی کو کوئی اختیار نہیں ہوگا) اس لئے کہ ولی کا حق اسی غلام کے ساتھ متعلق تھا، پس جب ولی اور غلام کے درمیان تخلیہ کر دیا تو ولی کا حق ساقط ہو گیا،، اور اگر آقا فدیہ دینا طے کیا (تب بھی ولی کو انکار کا حق نہیں ہوگا) کیونکہ ولی کا حق ارش ہے، پس جب ارش دے دیا تو غلام آقا کے لئے محفوظ رہ گیا

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ غلام یا فدیہ دینے کا اختیار آقا کو ہے، ولی مجنی علیہ اس کا انکار نہیں کر سکتا ہے

تشریح: جنایت کی قیمت لینے میں مجنی کے وارث کو کوئی اختیار نہیں ہے، آقا جو چیز دیگا وہی لینا پڑے گا، اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر غلام دے دیا تو ولی کا حق اسی غلام میں تھا وہ اس کو مل گیا، اب انکار کیسے کر سکتا ہے۔ اور اگر غلام کے بدلے میں ارش دے دیا تو ولی کا حق ارش لینے کا ہے، کہ غلام نے جتنا نقصان کیا ہے اس کی قیمت لے لے، اور آقا وہ دے رہا ہے، اس لئے ولی اس کا بھی انکار نہیں کر سکتا ہے

ترجمہ: ۲؎ پس اگر آقا نے ابھی تک کسی بات کو اختیار (غلام سپرد، یا اس کا فدیہ دینا) نہیں کیا تھا کہ غلام مر گیا تو مجنی علیہ کا حق ختم ہو گیا، اس لئے اصل حق غلام پر تھا اور وہ ختم ہو گیا جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ اصل حق غلام پر ہے اگر وہ مر گیا تو مجنی علیہ کا ولی اب آقا سے کچھ نہیں لے سکتا ہے

تشریح: جنایت کے بعد آقا کیا دیگا غلام یا اس کا فدیہ، اس کا ابھی فیصلہ نہیں کیا تھا کہ غلام مر گیا تو اب آقا پر کچھ نہیں ہے،

وجہ: کیونکہ اصل حق غلام پر تھا، آقا پر نہیں تھا، لیکن اب غلام ہی نہیں رہا تو آقا پر بھی کچھ واجب نہیں ہے، غلام کا سپرد کرنا تو اس لئے نہیں کہ وہ اب رہا ہی نہیں، اور اس کا فدیہ اس لئے نہیں کہ یہ غلام کے بدلے میں اس کو اپنے پاس بچانے کے لئے تھا، جب غلام ہی نہیں رہا تو اب فدیہ کس چیز کا دیگا؟

ترجمہ: ۳؎ اور اگر آقا نے غلام کا فدیہ دینا متعین کر دیا اس کے بعد غلام کی موت ہوئی تو اب آقا بری نہیں ہوگا اس لئے کہ اب غلام کی گردن سے آقا کے ذمے کی طرف منتقل ہو گیا

تشریح: جرم کا بدلہ غلام پر ہی تھا لیکن آقا نے اس کا فدیہ دینا طے کر دیا، اس کے بعد غلام کی موت ہوئی تو اب غلام کی گردن سے آقا کی ذمہ داری کی طرف ارش منتقل ہو چکا ہے اس لئے اس کے بعد غلام مرے گا تب بھی آقا کو ارش دینا ہوگا، کیونکہ اب

(۸۳۶) قَالَ فَإِنْ عَادَ فَجَنٰى كَانَ حُكْمُ الْجِنَايَةِ الثَّانِيَةِ كَحُكْمِ الْجِنَايَةِ الْأُوْلٰى، لے مَعْنَاهُ بَعْدَ الْفِدَاءِ لِأَنَّهُ لَمَّا طَهُرَ عَنِ الْجِنَايَةِ بِالْفِدَاءِ جُعِلَ كَأَنْ لَمْ تَكُنْ، وَهٰذَا ابْتِدَاءُ جِنَايَةٍ.

(۸۳۷) قَالَ وَإِنْ جَنٰى جِنَايَتَيْنِ قِيْلَ لِلْمَوْلٰى إِمَّا أَنْ تَدْفَعَهُ إِلٰى وَلِيِّ الْجِنَايَتَيْنِ يَقْتَسِمَانِهِ عَلٰى قَدْرِ حَقَّيْهِمَا وَإِمَّا أَنْ تَفْدِيَهِ بِأَرْشِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا، لے لِأَنَّ تَعَلُّقَ الْأُوْلٰى بِرَقَبَتِهِ لَا يَمْنَعُ تَعَلُّقَ الثَّانِيَةِ بِهَا

آقا کی ذمہ داری میں آچکا ہے

ترجمہ: (۸۳۶) اگر فدیہ دیا ہوا غلام نے دوبارہ جنایت کی تو دوسری جنایت کا حکم پہلی جنایت کی طرح ہے (یعنی آقا کو اب دوبارہ جنایت کی قیمت دینی ہوگی)

ترجمہ: لے اس عبارت کا معنی یہ ہے کہ غلام کا فدیہ دینے کے بعد (غلام کو سپرد کرے یا اس کا فدیہ دے) اس لئے کہ فدیہ دینے کی وجہ سے غلام جنایت سے پاک ہو گیا، تو گویا کہ غلام نے پہلے کوئی جنایت کی ہی نہیں، اور گویا کہ یہ پہلی جنایت ہے

اصول: اگر آقا غلام کا فدیہ دے تو اب غلام پہلی جنایت سے بالکل پاک ہو گیا

تشریح: غلام نے جرم کیا، آقا نے اس کا فدیہ دے دیا اور غلام کو اپنے پاس رکھ لیا، اب دوبارہ غلام نے جرم کیا تو آقا کو پہلے کی طرح دو اختیار ہیں، یا تو غلام کو سپرد کرے، یا غلام کو اپنے پاس رکھ لے، اور اس کی جنایت کی قیمت ادا کر دے۔ کیونکہ فدیہ دینے کی وجہ سے غلام پہلی جنایت سے پاس ہو گیا، اور یہ گویا کہ نئی جنایت ہے

ترجمہ: (۸۳۷) اگر غلام نے دو جرم کئے تو آقا سے کہا جائے گا کہ یا تو غلام دونوں جرموں کے ولی کو سپرد کر دو، وہ اپنے اپنے حق کے حساب سے تقسیم کر لیں گے، یا جتنا جتنا ارش بنتا ہے ہر ایک کو اتنا اتنا ارش دو

ترجمہ: لے اس لئے کہ پہلے جرم والے کا حق غلام کی گردن کے ساتھ متعلق ہو گیا ہے تو یہ دوسرے جنایت کے حق کو منع نہیں کر سکتا ہے (یعنی دونوں جرموں کا حق غلام کے ساتھ متعلق ہو جائے گا)

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ غلام جتنا بھی جرم کرتا جائے گا تمام میں غلام ماخوذ ہوگا

تشریح: غلام نے پہلے جرم کیا، ابھی آقا نے اس کے بدلے میں غلام کو سپرد نہیں کیا تھا کہ دوسرا جرم کر لیا تو اب اس غلام پر دونوں جنایتوں کے والیوں کا حق ہو گیا ہے۔ اس لئے آقا یا تو دونوں والیوں کو یہ غلام سپرد کر دے، وہ غلام کو بیچ کر اپنے اپنے حق کے مطابق ارش وصول کر لیں گے،

وجہ: (۱) ایک کی جنایت دوسرے کی جنایت کو نہیں روکے گا، بلکہ دوسری جنایت بھی غلام کی گردن پر ہوگی (۲) اس قول صحابی میں ہے کہ غلام دونوں کو سپرد کر دے، یا دونوں کو فدیہ دے۔ عن سالم بن عبد الله قال ان شاء اهل المملوک فدوه بعقل جرح الحر وان شاء وا اسلموه (مصنف ابن ابی شیبة ۶۴ العبد یجنی الجنایة ج خامس، ص ۳۸۴، نمبر

۲ كَالدُّيُونِ الْمُتَلَاحِقَةِ، أَلَا تَرٰى أَنَّ مِلْكَ الْمَوْلٰى لَمْ يَمْنَعْ تَعَلُّقَ الْجِنَايَةِ فَحَقُّ الْمَجْنِيِّ عَلَيْهِ الْأَوَّلِ أَوْلٰى أَنْ لَا يَمْنَعَ، ۳ وَمَعْنٰى قَوْلِهِ عَلٰى قَدْرِ حَقَّيْهِمَا عَلٰى قَدْرِ أَرْشِ جِنَايَتَيْهِمَا.

(۸۳۸) وَإِنْ كَانُوْا جَمَاعَةً يَقْتَسِمُوْنَ الْعَبْدَ الْمَدْفُوْعَ عَلٰى قَدْرِ حِصَصِهِمْ، وَإِنْ فَدَاهُ فَدَاهُ بِجَمِيْعِ أُرُوْشِهِمْ ۱ لِمَا ذَكَرْنَا،

(۸۳۹) وَلَوْ قَتَلَ وَاحِدًا وَفَقَأَ عَيْنَ آخَرَ يَقْتَسِمَانِهِ أَثْلَاثًا، ۱ لِأَنَّ أَرْشَ الْعَيْنِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ أَرْشِ

(۲۷۱۷۵)

ترجمہ: ۲ جیسے پے در پے قرضے، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں جیسے آقا کی ملکیت ہو تب بھی جنایت کا تعلق نہیں روکتا، تو پہلے مجنی علیہ کا حق بدرجہ اولی دوسرے کی جنایت نہیں روکے گا

تشریح: یہاں دو مثالیں۔ا۔پہلی مثال یہ ہے کہ غلام نے ایک قرضہ لیا تو اس کی گردن پر ہوگا، لیکن دوسرا اور تیسرا قرضہ لیا تو وہ بھی اسی کی گردن پر ہوگا، پہلا قرضہ دوسرے قرضے کو نہیں روکے گا، اسی طرح پہلی جنایت دوسری جنایت کو نہیں روکے گی، بلکہ دونوں غلام کی گردن پر ہوگی

ترجمہ: ۳ علی قدر حقیقھما، کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کی جنایت ارش کے مطابق اپنا اپنا حق وصول کریں گے

تشریح: مثلا ایک ولی کا ارش ایک ہزار بنتا ہے اور دوسرے کا دو ہزار بنتا ہے، مجموعہ تین ہزار ہوا، اور غلام کی قیمت ایک ہزار درہم ہے تو ایک ہزار والے کو ایک تہائی یعنی تین سو درہم ملیں گے، اور دو ہزار والے کو دو تہائی یعنی چھ سو درہم ملیں گے، یقتسمانه علی قدر حقهما کا حساب یہ ہوگا

ترجمہ: (۸۳۸) اور اگر پوری ایک جماعت کی جنایت کی تو سپرد کئے ہوئے غلام سے اپنے اپنے حصے کے مطابق وصول کریں گے، اور اگر ان سب کا فدیہ دینا چاہے تو تمام کی ارش ادا کریں گے

ترجمہ: ۱ اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے ذکر کیا

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جس کا جتنا نقصان کیا ہے غلام کی قیمت اسی حساب سے ہر آدمی وصول کریں گے

تشریح: مثلا غلام نے پانچ آدمیوں کی جنایت کی ہے، اب غلام کو پانچوں آدمیوں کو سپرد کیا یا پانچوں آدمی غلام کو بیچ کر اپنا اپنا حصہ لے لیں گے۔ اور اگر آقا غلام کی تمام جنایتوں کا ارش دینا چاہے تو سب کا جتنا ارش ہوتا ہے وہ تمام دینا ہوگا تب غلام اپنے پاس رکھ سکے گا، مثلا غلام کی قیمت ایک ہزار درہم ہے، اور اس کا ارش تین ہزار درہم ہے تو آقا کو تین ہزار درہم ادا کرنا ہوگا

ترجمہ: (۸۳۹) اور اگر غلام نے ایک آدمی کو قتل کیا اور دوسرے آدمی کی آنکھ پھوڑی تو غلام کی قیمت کو دونوں تقسیم کریں گے دو تہائی اور ایک تہائی کر کے

النَّفْسِ وَعَلٰى هٰذَا حُكْمُ الشَّجَّاتِ،

(۸۴۰) وَلِلْمَوْلٰى أَنْ يَفْدِيَ مِنْ بَعْضِهِمْ وَيَدْفَعُ إِلٰى بَعْضِهِمْ مِقْدَارَ مَا تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّهُ مِنَ الْعَبْدِ، ۱ لِأَنَّ الْحُقُوقَ مُخْتَلِفَةٌ بِاخْتِلَافِ أَسْبَابِهَا وَهِيَ الْجِنَايَاتُ الْمُخْتَلِفَةُ، ۲ بِخِلَافِ مَقْتُولِ الْعَبْدِ إِذَا كَانَ لَهُ وَلِيَّانِ لَمْ يَكُنْ لَهُ أَنْ يَفْدِيَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَيَدْفَعُ إِلَى الْاٰخَرِ، لِأَنَّ الْحَقَّ مُتَّحِدٌ لِاتِّحَادِ سَبَبِهِ وَهِيَ

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ آنکھ کا ارش جان کے ارش سے آدھا ہے، اور اسی طرح زخمی کیا ہے تو اس کا حساب بھی اسی انداز سے ہوگا

تشریح: ایک آنکھ کی دیت پوری جان کی دیت سے آدھی ہے اس لئے دو تہائی اور ایک تہائی کا حساب ہوگا۔ یعنی پوری جان کی دیت ایک ہزار دینار ہے اور ایک آنکھ کی دیت پانچ سو دینار ہے، اگر غلام کی قیمت ایک ہزار دینار ہو تو پوری جان والے کو چھ سو دینار ملے گا اور آنکھ والے تین سو تینتیس دینار ملیں گے۔ دوسرے زخموں کا حساب بھی اسی حساب سے ہوگا

وجہ: اس حدیث میں ہے کہ ایک آنکھ کی دیت پوری جان سے آدھی ہے۔ فَقُرِأَتْ عَلَى أَهْلِ الْيَمَنِ هٰذِهِ نُسْخَتُهَا: »مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى شُرَحْبِيلَ.... وَفِي الْعَيْنَيْنِ الدِّيَةُ وَفِي الرِّجْلِ الْوَاحِدَةِ نِصْفُ الدِّيَةِ، وَفِي الْمَأْمُومَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ، وَفِي الْجَائِفَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ (نسائی شریف، باب ذکر حدیث عمر بن حزم فی العقول، نمبر ۴۸۵۳)

ترجمہ: (۸۴۰) اور آقا کو یہ بھی حق ہے بعض ولی کو غلام کا فدیہ دے دے، اور دوسرے کو اس کے حق کے مطابق غلام حوالہ کر دے

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ ہر ایک کا حق الگ الگ ہے، اور ان کے اسباب بھی الگ الگ ہیں۔ اور وہ مختلف جنایات ہیں،

تشریح: غلام نے ایک آدمی کی آنکھ پھوڑی، دوسرے کو سر میں زخمی کیا تو آقا کو یہ اختیار ہے کہ ایک کو غلام کا فدیہ دے اور دوسرے کو غلام ہی سپرد کر دے

وجہ: (۱) یہ غلام آقا کا ہے، اس لئے اس کو ایسا کرنے کا اختیار ہے۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ یہاں الگ جرم ہے، اور الگ حقوق ہیں، اس لئے کسی کو فدیہ اور کسی پورا غلام دے سکتا ہے

ترجمہ: ۲ بخلاف غلام کا مقتول (غلام) جس کے دو ولی ہیں تو آقا کو یہ حق نہیں ہے کہ ایک ولی کو فدیہ دے اور دوسرے ولی کو غلام ہی سپرد کر دے، اس لئے کہ یہاں حق بھی متحد ہے اور سبب بھی ایک ہی قتل کرنا، اور قاعدہ یہ ہے کہ حق پہلے مقتول کا ہوتا ہے اور وارث کو اس کی خلافت میں حق ملتا ہے، اس لئے اس کے موجب میں فرق کرنے کا اختیار آقا کو نہیں ہوگا

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جنایت ایک ہو تو اس کے ایک ولی کو غلام اور دوسرے ولی کو فدیہ نہیں دے سکتا ہے، دونوں کو برابر رکھنا ہوگا

تشریح: یہ دوسرا مسئلہ ہے۔ ایک غلام نے ایک غلام کو قتل کیا، لیکن مقتول غلام کے دو آقا تھے تو اب قاتل غلام کا آقا ایک ولی کو غلام کا فدیہ دے اور دوسرے کو غلام سپرد کر دے تو ایسا نہیں کر سکتا ہے، یا تو دونوں غلام سپرد کر دے، یا دونوں کو فدیہ دے

الْجِنَايَةُ الْمُتَّحِدَةُ، وَالْحَقُّ يَجِبُ لِلْمَقْتُوْلِ ثُمَّ لِلْوَارِثِ خِلَافَةً عَنْهُ فَلَا يَمْلِكُ التَّفْرِيْقَ فِيْ مُوْجِبِهَا.

(۸۴۱) قَالَ فَإِنْ أَعْتَقَهُ الْمَوْلٰى وَهُوَ لَا يَعْلَمُ بِالْجِنَايَةِ ضَمِنَ الْأَقَلَّ مِنْ قِيْمَتِهِ وَمِنْ أَرْشِهَا، وَإِنْ أَعْتَقَهُ بَعْدَ الْعِلْمِ بِالْجِنَايَةِ وَجَبَ عَلَيْهِ الْأَرْشُ ۱ لِأَنَّ فِي الْأَوَّلِ فَوَّتَ حَقَّهُ فَيَضْمَنُهُ، وَحَقُّهُ فِيْ أَقَلِّهِمَا وَلَا يَصِيْرُ مُخْتَارًا لِلْفِدَاءِ لِأَنَّهُ لَا اخْتِيَارَ بِدُوْنِ الْعِلْمِ

وجه: اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں ایک ہی غلام کو قتل کیا ہے اس لئے ایک جرم ہے اس لئے ایک جرم کے لئے ایک ہی چیز کرنی ہوگی، یا فدیہ دے یا غلام دے، کیونکہ اصل حقدار ایک مقتول ہے، اور مقتول کو جو ملے گا، اس کو وارث آپس میں تقسیم کریں گے

ترجمہ: (۸۴۱) اگر آقا نے آزاد کیا اور وہ غلام کی جنایت کو جانتا نہیں تھا تو غلام کی قیمت اور تاوان میں سے جو کم ہے اس کا ضامن ہوگا۔ اور جنایت کو جاننے کے بعد آقا نے غلام کو آزاد کر دیا تو آقا پر ارش لازم ہوگا

تشریح: آقا نے غلام کو آزاد کر دیا لیکن اس کو معلوم نہیں تھا کہ غلام نے جنایت کی ہے تو ایسی صورت میں غلام کی قیمت کم ہو مثلا آٹھ سو ہو اور دیت ایک ہزار ہو تو غلام کی قیمت لازم ہوگی۔ اور اگر دیت غلام کی قیمت سے کم ہو مثلا چھ سو درہم ہو تو دیت لازم ہوگی۔

حاصل: دونوں صورتوں کا حاصل یہ ہے کہ، بغیر جانے آقا نے آزاد کیا تو اس کو ارش اور اور قیمت میں سے جو کم ہوگا وہ لازم ہوگا۔ اور جانے بغیر آزاد کیا تو آقا کو ارش لازمی دینا ہوگا۔

وجہ: (۱) آقا کو جنایت کا پتہ نہیں تھا اس لئے وہ معذور ہے اس لئے غلام کی قیمت سے زیادہ کا وہ ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس لئے دیت غلام کی قیمت سے زیادہ ہو تو قیمت تک رقم ادا کرے گا زیادہ نہیں۔ اور اگر دیت کم ہو تو اتنی رقم ادا کرے گا۔ کیونکہ اس نے آزاد کر کے جنایت والے کا اتنا ہی نقصان کیا ہے (۲) قول تابعی میں ہے۔ سمعت سفیان یقول ان کان مولاہ اعتقه وقد علم بالجنایة فهو ضامن الجنایة، وان لم یکن علم الجنایة فعلیه قیمة العبد (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۶۵ العبد یجنی الجنایۃ فیعتقہ مولاہ ج خامس، ص ۳۸۵ نمبر ۲۷۱۸۳ / ج تاسع ص ۴۳۱ نمبر ۱۷۹۰۹) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ جنایت جانتا تھا تو غلام کی قیمت تک ذمہ دار ہوگا۔ (۳) آقا کے جاننے کے باوجود آزاد کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ غلام کی جنایت کے ارش دینے پر راضی ہے (۴) اس قول تابعی میں ہے کہ آقا کو معلوم تھا کہ غلام نے جنایت کی ہے پھر بھی آزاد کر دیا تو جنایت کے ارش کا ضامن ہوگا۔ سمعت سفیان یقول ان کان مولاہ اعتقه وقد علم بالجنابة فهو ضامن الجنایة (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۶۵ العبد یجنی الجنایۃ فیعتقہ مولاہ ج خامس، ص ۳۸۵، نمبر ۲۷۱۸۳)

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ پہلی صورت میں (آقا کو جنایت کا علم نہیں تھا) ولی کا حق فوت کیا ہے اس لئے اس کا ضامن ہوگا، اور ولی کا حق دونوں میں سے کم میں ہے، اور آقا کو فدیہ دینے کا اختیار نہیں ہوگا، اس لئے کہ جانے بغیر اس کو اختیار نہیں ہے

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے کہ آقا کو علم نہیں تھا کہ غلام نے جنایت کی ہے اس لئے غلام کی قیمت کم ہو تو وہ لازم ہوگا، اور دیت

۲ وَفِى الثَّانِىْ صَارَ مُخْتَارًا، لِأَنَّ الْإِعْتَاقَ يَمْنَعُهُ مِنَ الدَّفْعِ، فَالْإِقْدَامُ عَلَيْهِ اِخْتِيَارٌ مِنْهُ لِلْاٰخَرِ، ۳ وَعَلٰى هٰذَيْنِ الْوَجْهَيْنِ الْبَيْعُ وَالْهِبَةُ وَالتَّدْبِيْرُ وَالْاِسْتِيْلَادُ، لِأَنَّ كُلَّ ذٰلِكَ مِمَّا يَمْنَعُ الدَّفْعَ لِزَوَالِ الْمِلْكِ بِهٖ،

کم ہوتو وہ لازم ہوگا، اس لئے کہ علم کے بغیر اس کی غلطی نہیں ہے اس لئے کم ہی لازم ہوگا، اور فدیہ دینے کا اختیار نہیں ہوگا

ترجمہ: ۲ اور دوسری صورت (آقا کو معلوم تھا کہ اس نے جنایت کی ہے پھر بھی آزاد کر دیا تو) تو گویا کہ ارش دینے کو اختیار کیا ہے، اس لئے آزاد کرنے سے سپرد کرنے سے روک دیا، پھر بھی آزاد کرنے پر اقدام کرنا ارش دینے کو اختیار کرنا ہے

تشریح: آقا کو معلوم تھا کہ غلام نے جنایت کی ہے، پھر بھی آزاد کر کے سپرد کرنے سے روکا، تو گویا کہ اس نے فیصلہ کر لیا ہے کہ مجھے جنایت کا ارش دینا ہے، اس لئے آقا کو جنایت کا ارش لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۳ احکام کے اسی اختلاف پر ہے غلام کو بیچ دینا، اس کو ہبہ کر دینا، اس کو مدبر بنا دینا، اور باندی کو ام ولد بنا دیا۔ اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک میں آقا کی ملکیت ختم ہو جاتی ہے اور غلام کو سپرد کرنا ممنوع ہو جاتا ہے

تشریح: جس طرح جنایت کو جاننے اور نہ جاننے کے باوجود غلام کو آقا نے آزاد کر دیا تو احکام مختلف ہوئے اسی طرح آقا نے یہ چار کام کئے، ۔۱۔ غلام کو بیچ دیا ۔۲۔ غلام کو ہبہ کر دیا ۔۳۔ غلام کو مدبر بنا دیا ۔۴۔ باندی کو ام ولد بنا دیا۔ تو احکام میں فرق پڑیں گے، اگر جنایت جاننے کے بعد آقا نے یہ چاروں کام کئے تو آقا کو ارش ہی دینا ہوگا۔ اور جانے بغیر یہ چاروں کام کئے تو آقا کو غلام کی قیمت، اور ارش میں سے جو کم ہو وہ لازم ہوگا۔

۔مثلا ۔۱۔ غلام بیچ دیا تو آقا کی ملکیت ختم ہوگئی، ۔۲۔ غلام کو ہبہ کر دیا تو آقا کی ملکیت ختم ہوگئی یہ غلام اس کا ہو گیا جس کو ہبہ کیا ہے، ۔۳۔ غلام کو مدبر بنا دیا تو غلام پر آقا کی ملکیت تو ہے، لیکن اب آقا اس مدبر غلام کو ولی کے سپرد نہیں کر سکتا ہے، ۔۴۔ اور اگر باندی نے جنایت کی تھی اور اس کو ام ولد بنا لیا اس باندی نے بچہ پیدا کر لیا تو اس باندی پر آقا کی ملکیت تو ابھی ہے لیکن اس کو ولی کو سپرد نہیں کر سکتا ہے

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح غلام کو آزاد کر دینے سے آقا کی ملکیت ختم ہو جاتی ہے اور اب غلام کو ولی جنایت کو نہیں سپرد کر سکتا ہے، اسی طرح ان چاروں کام سے آقا کی ملکیت ختم ہوگئی اب غلام کو ولی جنایت کی طرف سپرد نہیں کر سکتا ہے، اس لئے یہ چاروں کام آزاد کرنے کی طرح ہیں۔ (۲) اس قول تابعی میں ہے کہ مدبر بنایا تو آقا کو اس کی جنایت کا ارش دینا ہوگا، کیونکہ اس نے اپنے پاس غلام روک رکھا ہے۔ حدثنی بشیر المکتب ان امرأة دبرت جاریة لها فجنت جنایة فقضی عمر بن عبد العزیز بجنایتها علی مولاتها فی قیمة الجاریة. (۳) دوسری روایت میں ہے. سمعت سفیان یقول جنایة المدبر علی مولاه یضمن قیمته (مصنف ابن ابی شیبة ۸۶ جنایة المدبر علی من تکون؟ ج خامس، ص ۳۹۶، نمبر ۲۷۳۱۹/۲۷۳۲۵) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ قیمت بھر مدبر اور ام ولد کی جنایت کا ذمہ دار آقا ہے۔ اس سے زیادہ کا نہیں۔

۴ بِخِلَافِ الْإِقْرَارِ عَلٰى رِوَايَةِ الْأَصْلِ، لِأَنَّهُ لَا يَسْقُطُ بِهِ حَقُّ وَلِيِّ الْجِنَايَةِ فَإِنَّ الْمُقَرَّ لَهُ يُخَاطَبُ بِالدَّفْعِ إِلَيْهِ وَلَيْسَ فِيْهِ نَقْلُ الْمِلْكِ لِجَوَازِ أَنْ يَكُوْنَ الْأَمْرُ كَمَا قَالَهُ الْمُقِرُّ، وَأَلْحَقَهُ الْكَرْخِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ بِالْبَيْعِ وَأَخَوَاتِهِ، لِأَنَّهُ مَلَكَهُ فِي الظَّاهِرِ فَيَسْتَحِقُّهُ الْمُقَرُّ لَهُ بِإِقْرَارِهِ فَأَشْبَهَ الْبَيْعَ، ۵ وَإِطْلَاقُ الْجَوَابِ فِي الْكِتَابِ يَنْتَظِمُ النَّفْسَ وَمَا دُوْنَهَا، وَكَذَا الْمَعْنٰى لَا يَخْتَلِفُ، ۶ وَإِطْلَاقُ الْبَيْعِ يَنْتَظِمُ الْبَيْعَ بِشَرْطِ الْخِيَارِ لِلْمُشْتَرِيْ، لِأَنَّهُ يُزِيْلُ الْمِلْكَ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ الْخِيَارُ لِلْبَائِعِ وَنَقَضَهُ،

ترجمہ: ۴ بخلاف دوسرے کے لئے اقرار کرلیا تو مبسوط کی روایت میں یہ ہے کہ اس سے ولی کا حق ساقط نہیں ہوگا، اس لئے کہ جس کے لئے اقرار کیا ہے اب وہ دینے کا مخاطب ہوگا، اور اس میں ملکیت کا منتقل کرنا نہیں ہے، اس لئے کہ جائز ہے کہ ایسا ہی ہو جیسا کہ اقرار کرنے والے نے کہا۔ اور امام کرخیؒ نے اس اقرار کو بیع۔ اور اس کے اخوات کے ساتھ ملحق کیا ہے، اس لئے کہ ظاہر میں اقرار کرنے والے کی ملکیت ہے اور اس کے اقرار کرنے کی وجہ سے مقرلہ کی ملکیت ہوئی ہے، اس لئے یہ اقرار بیع کی طرح ہو گیا (ملکیت کے منتقل ہونے میں)

تشریح: غلام نے جنایت کی اب زید مالک نے یہ اقرار کیا کہ یہ غلام میرا نہیں ہے بلکہ خالد کا ہے۔ تو یہ دوسرے کی طرف ملکیت منتقل کرنا نہیں ہے، بلکہ یوں سمجھا جائے گا کہ پہلے ہی سے مقرلہ کی ملکیت ہے، اس لئے آقا اس کی جنایت نہ جانتا ہو تو کم سے کم قیمت، اور جاننے کے بعد اقرار کرنے پر ارش لازم نہیں ہوگا، اس لئے کہ اقرار کر کے بیع کی طرح دوسرے کی ملکیت میں دینا نہیں ہے، یہ مبسوط کی روایت ہے۔ اور امام کرخی کی رائے یہ ہے کہ ظاہری طور پر یہ اقرار کرنے والے کی ملکیت ہے، اور اقرار کر کے ملکیت کو منتقل کرنا ہے اس لئے یہ بیع کی طرح ہو گیا، اور نہ جاننے کی صورت میں کم سے کم قیمت اور جاننے کی صورت میں ارش لازم ہوگا، دونوں میں یہ فرق ہے

ترجمہ: ۵ متن میں جو مطلق عبارت ہے اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ جان کو قتل بھی شامل ہے اور اس کے علاوہ عضو کو نقصان کیا ہو تب بھی وہی حکم ہے

تشریح: قدوری کی متن میں جو عبارت ہے وہ مطلق ہے، اس میں دونوں شامل ہے، غلام نے جان کو قتل کیا ہو، یا عضو کو کاٹا ہو، یا زخمی کیا ہو تب بھی وہی حکم ہے، کیونکہ وجہ ایک ہی ہے، کہ جان کر آزاد کیا تو ارش لازم ہوگا، اور جنایت کو جانے بغیر آزاد کیا ہو تو کم قیمت لازم ہوگا

ترجمہ: ۶ متن میں بیع مطلق رکھا ہے، مشتری نے شرط خیار کے ساتھ بیچا وہ بھی شامل ہے، اس لئے کہ اس سے ملکیت زائل ہو جاتی ہے، بخلاف بائع نے خیار شرط لیا ہو اور بائع نے بیع توڑ دی ہو، بخلاف بیچنے کے لئے پیش کرے (تو ملکیت زائل نہیں ہوگی) اس لئے کہ اس سے ملکیت زائل نہیں ہوتی ہے، اور اگر بیع فاسد میں بیچا تو فدیہ کا اختیار کرنے والا نہیں ہوگا جب

وَبِخِلَافِ الْعَرْضِ عَلَى الْبَيْعِ، لِأَنَّ الْمِلْکَ مَا زَالَ. وَلَوْ بَاعَهُ بَيْعًا فَاسِدًا لَمْ يَصِرْ مُخْتَارًا حَتّٰى يُسَلِّمَهُ، لِأَنَّ الزَّوَالَ بِهِ، ۷ بِخِلَافِ الْكِتَابَةِ الْفَاسِدَةِ، لِأَنَّ مُوْجَبَهُ يَثْبُتُ قَبْلَ قَبْضِ الْبَدَلِ فَيَصِيْرُ بِنَفْسِهَا مُخْتَارًا. ۸ وَلَوْ بَاعَهُ مَوْلَاهُ مِنَ الْمَجْنِيِّ عَلَيْهِ فَهُوَ مُخْتَارٌ، بِخِلَافِ مَا إِذَا وَهَبَهُ مِنْهُ، لِأَنَّ

تک کہ مبیع سپرد نہ کردے، اس لئے کہ سپرد کرنے کے بعد ملکیت زائل ہوگی

اصول: مالک نے ایسا عقد کیا جس سے اس کی ملکیت زائل ہو جائے تو ایسا سمجھا جائے گا کہ اس نے غلام کا فدیہ دینا اختیار کیا ہے۔ لیکن اگر ایسا عقد کیا جس سے ابھی ملکیت زائل نہیں ہوئی ہے تو ابھی یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ مالک نے فدیہ دینا اختیار کیا ہے

تشریح: یہاں چار مسئلے بیان کر رہے ہیں جس میں ملکیت زائل ہوگی اس میں فدیہ دینا ہوگا، جس میں ملکیت زائل نہیں ہوئی اس میں فدیہ دینا لازم نہیں ہوگا۔ ا۔ غلام کی بیع ہوئی، اس میں بائع نے خیار شرط نہیں لی، صرف مشتری نے خیار شرط لی، تو بائع کی جانب سے ملکیت ختم ہو گئی، اس لئے بائع پر غلام کا فدیہ لازم ہوگا۔ ۲۔ غلام کی بیع کی، بائع نے خیار شرط لی اور بعد میں بیع توڑ بھی دیا تو بائع کی ملکیت زائل نہیں ہوئی اس لئے بائع پر غلام کا فدیہ نہیں ہے۔ ۳۔ بائع نے غلام بیچنے کے لئے پیش کیا، لیکن ابھی بیچا نہیں ہے تو ابھی بائع کی ملکیت زائل نہیں ہوئی اس لئے بائع پر فدیہ نہیں۔ ۴۔ بائع نے غلام کی بیع فاسد کی، تو بیع فاسد میں غلام سپرد کرے تب جا کر بیع ہوتی ہے اس سے پہلے نہیں۔ تو جب تک غلام سپرد نہیں کیا ہے تو ابھی بائع پر غلام کا فدیہ نہیں ہے، کیونکہ ابھی اس کی ملکیت زائل نہیں ہوئی ہے، ہاں جب غلام مشتری کو سپرد کر دے گا تب ملکیت زائل ہوگی، اور بائع پر غلام کا فدیہ لازم ہوگا

ترجمہ: ۷ بخلاف کتابت فاسدہ کے اس لئے کہ اس کا موجب بدل (مال کتابت) پر قبضہ سے پہلے ہی وہ مکاتب بن جاتا ہے اس لئے صرف کتابت فاسدہ سے ہی آقا فدیہ دینے والا بن جائے گا

تشریح: یہاں بیع فاسد اور کتابت فاسد میں فرق بیان کر رہے ہیں۔ کتابت فاسدہ کا حال یہ ہے کہ جیسے ہی آقا نے غلام سے کتابت کا عقد کیا وہ مکاتب بن گیا اور اس میں آزادگی کا شائبہ آ گیا، آقا اب اس کو بیچ نہیں سکتا ہے، چاہے کتابت فاسدہ ہو یا کتابت صحیحہ ہو، اور چاہے مال کتابت ہاتھ میں آئے یا نہ آئے، پس جب کتابت کرتے ہی مکاتب میں آزادگی کا شائبہ آ گیا تو اب آقا کو فدیہ دینے والا مانا جائے گا۔ اور بیع فاسد میں ایسا نہیں تھا وہاں غلام کو سپرد کرنے کے بعد بیع مکمل ہوتی ہے، اس لئے غلام کو سپرد کرنے کے بعد فدیہ دینے والا مانا جائے گا۔

ترجمہ: ۸ اور اگر آقا نے جنایت والا غلام کو مجنی علیہ ہی کے ہاتھ میں بیچ دیا تو بھی وہ فدیہ دینے والا سمجھا جائے گا، بخلاف اگر غلام کو مجنی علیہ کو ہبہ کر دیا (تو آقا کو فدیہ دینے والا نہیں سمجھا جائے گا) اس لئے مجنی علیہ کا حق یہ تھا کہ اس کو غلام مفت مل جائے اور ہبہ میں غلام مفت مل گیا بیع میں مفت نہیں ملا تھا، بلکہ قیمت سے ملا تھا

الْـمُسْتَحِقَّ لَهُ أَخْذُهُ بِغَيْرِ عِوَضٍ وَهُوَ مُتَحَقِّقٌ فِي الْهِبَةِ دُوْنَ الْبَيْعِ، ۹ وَإِعْتَـاقُ الْمَجْنِيِّ عَلَيْهِ بِأَمْرِ الْـمَوْلٰى بِمَنْزِلَةِ إِعْتَاقِ الْمَوْلٰى فِيْمَا ذَكَرْنَاهُ، لِأَنَّ فِعْلَ الْمَأْمُوْرِ مُضَافٌ إِلَيْهِ. ۱۰ وَلَوْ ضَرَبَهُ فَنَقَصَهُ فَهُوَ مُخْتَارٌ إِذَا كَانَ عَالِمًا بِالْجِنَايَةِ، لِأَنَّهُ حَبَسَ جُزْءً مِنْهُ، ۱۱ وَكَذَا إِذَا كَانَتْ بِكْرًا فَوَطِئَهَا وَإِنْ لَمْ

تشریح: غلام نے جس کا جرم کیا ہے اسی کے ہاتھ میں بیچ دے، یا ہبہ کردے تو دونوں میں کیا فرق ہے اس کو یہاں بیان کر رہے ہیں۔مجنی علیہ کو جنایت کی وجہ سے غلام مفت چاہئے، اور آقا نے غلام کو مجنی علیہ کو ہبہ کر دیا تو اس کو مفت مل گیا، اس لئے آقا کو غلام کا فدیہ دینے والا نہیں سمجھا جائے گا۔لیکن غلام کو مجنی علیہ کے ہاتھ میں بیچ دیا تو دوسرے سے بیچنے کی طرح ہوا، اور مجنی علیہ کو غلام مفت نہیں ملا، اس لئے یوں سمجھا جائے گا کہ آقا غلام کا فدیہ دینے پر راضی ہے، مجنی علیہ سے بیع اور ہبہ میں یہ فرق ہے

ترجمہ: ۹ آقا کے حکم سے غلام کو مجنی علیہ نے آزاد کر دیا تو یہ ایسا ہے کہ خود آقا نے غلام آزاد کیا ہو، جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے، اس لئے کہ جس کو حکم دیا اس کا فعل حکم دینے والے کی طرف منسوب ہوتا ہے۔

تشریح: آقا نے مجنی علیہ کو حکم دیا کہ میری جانب سے جنایت والے غلام کو آزاد کر دو، اور اس نے آزاد کر دیا تو ایسا سمجھا جائے گا کہ خود آقا نے آزاد کیا ہے، اور آقا غلام کا فدیہ دینا چاہتا ہے، کیونکہ مامور کا فعل آمر کی طرف منسوب ہوتا ہے، یہ قاعدہ ہے

ترجمہ: ۱۰ اور اگر آقا نے جنایت والے غلام کو جنایت جانتے ہوئے مارا اور عیب دار کر دیا تو آقا نے فدیہ دینا اختیار کیا ہے، اس لئے کہ آقا نے مجنی علیہ کا کچھ جزا اپنے پاس روک لیا ہے

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ پورے غلام کو نہیں روکا بلکہ اس کے ایک جز کو روکا تب بھی آقا کو فدیہ دینے والا سمجھا جائے گا

تشریح: آقا کو غلام کی جنایت کا علم تھا اس کے باوجود اس کو مارا اور ہاتھ توڑ دیا تو یہ سمجھا جائے گا کہ وہ فدیہ کو اختیار کر رہا ہے، کہ اس لئے کہ آقا نے عیب دار کر کے ایک جز کو اپنے پاس روک لیا ہے

ترجمہ: ۱۱ اگر جنایت والی باندی باکرہ تھی، اور آقا نے اس سے صحبت کر لی چاہے حمل نہیں ٹھہرا ہو (تب فدیہ دینے والا سمجھا جائے گا) اس وجہ سے جو ہم نے کہا (کہ جان کر ایک عضو روک لیا، بخلاف باندی کو نکاح کرانے کے اس لئے حکم کے اعتبار سے بیاہ کرانا عیب دار کرنا ہے (لیکن حقیقی اعتبار سے عیب دار کرنا نہیں ہے)، اور بخلاف ثیبہ باندی کو وطی کرنا (اس سے فدیہ دینے والا نہیں ہوگا) ظاہر روایت پر کیونکہ اگر حمل نہیں ٹھہرا تو یہ عیب نہیں ہے

تشریح: یہاں تین مسئلے ہیں۔ا۔جس باندی نے جنایت کی تھی وہ باکرہ تھی، آقا کو اس کی جنایت کا علم ہونے کے باوجود اس سے وطی کر لی چاہے حمل نہیں ٹھہرا تب بھی یہ سمجھا جائے گا کہ فدیہ کو اختیار کیا ہے، کیونکہ باکرہ ہونا ایک نعمت ہے، اس سے باندی کی قیمت زیادہ ہوتی ہے، آقا اس سے وطی کر کے گویا کہ باندی کا ایک عضوا اپنے پاس رکھ لیا اس لئے فدیہ دینا ہوگا۔۲۔

يَكُنْ مُعْلِقًا لِمَا قُلْنَا، بِخِلَافِ التَّزْوِيجِ، لِأَنَّهُ عَيْبٌ مِنْ حَيْثُ الْحُكْمِ، وَبِخِلَافِ وَطْئِ الثَّيِّبِ عَلٰى ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ، لِأَنَّهُ لَا يَنْقُصُ مِنْ غَيْرِ إِعْلَاقٍ، ۱۲ وَبِخِلَافِ الْإِسْتِخْدَامِ، لِأَنَّهُ لَا يَخْتَصُّ بِالْمِلْكِ وَلِهٰذَا لَا يَسْقُطُ بِهٖ خِيَارُ الشَّرْطِ، ۱۳ وَلَا يَصِيرُ مُخْتَارًا بِالْإِجَارَةِ وَالرَّهْنِ فِي الْأَظْهَرِ وَكَذَا بِالْإِذْنِ فِي التِّجَارَةِ وَإِنْ رَكِبَهُ دَيْنٌ، لِأَنَّ الْإِذْنَ لَا يَفُوتُ الدَّفْعَ وَلَا يُنْقِصُ الرَّقَبَةَ، إِلَّا أَنَّ لِوَلِيِّ الْجِنَايَةِ أَنْ

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جنایت والی باندی کی شادی کرادی، تو شادی کرانا حکما عیب ہے، لیکن حقیقت میں یہ عیب نہیں ہے اس لئے آقا پر فدیہ نہیں ہوگا۔ ۳۔ تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ باندی ثیبہ ہے، اس کے پاس بکر کی نعمت نہیں ہے اس لئے جنایت والی باندی سے آقا سے صحبت کرلیا تو کوئی عضو نہیں روکا، اور نہ عیب دار کیا اس لئے فدیہ دینے والا نہیں سمجھا جائے گا۔ ظاہر روایت میں یہی ہے، ہاں حمل ٹھہرادیا تب عیب ہوگا، اور آقا پر فدیہ لازم ہوگا۔

لغت: معلقا: علق سے مشتق ہے، لٹکانا۔ حمل ٹھہرادینا، اسی سے ہے اعلاق، حمل ٹھہرادینا

ترجمہ: ۱۲ بخلاف مجنی غلام سے خدمت لینا (اس سے فدیہ کا اختیار کرنے والا نہیں سمجھا جائے گا) اس لئے کہ یہ ملکیت کے ساتھ خاص نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ خدمت لینے سے خیار شرط ساقط نہیں ہوگا

تشریح: آقا کو پتہ تھا کہ غلام نے جنایت کی ہے اس کے باوجود غلام سے خدمت لے لی تو اس سے یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ اس نے غلام کا فدیہ دینا اختیار کرلیا ہے

وجہ: (۱) خدمت لینا غلام کو روکنا نہیں ہے، (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ خدمت تو اپنے بیٹے سے بھی لے سکتا ہے یہ ملکیت کے ساتھ خاص نہیں ہے، اس لئے خدمت لینا غلام کو اپنے پاس روکے رکھنے کی دلیل نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ غلام کو خیار شرط لیکر بیچا، پھر مالک نے اس سے خدمت لے لی تو اس سے خیار شرط ختم نہیں ہوگا، کیونکہ یہ اپنے پاس روکنے کی دلیل نہیں ہے

ترجمہ: ۱۳ غلام کو اجرت پر رکھ دے، یا رہن پر رکھ دے تو ظاہر روایت میں یہ بھی فدیہ اختیار کی دلیل نہیں ہے، ایسے ہی آقا نے غلام کو تجارت کرنے کی اجازت دے دی تو یہ بھی فدیہ اختیار کرنے کی دلیل نہیں ہے اگرچہ غلام پر قرض آگیا ہو اس لئے کہ تجارت کی اجازت سے دینا فوت نہیں ہوتا ہے، اور نہ غلام کی ذات میں کمی آتی ہے، البتہ ولی جنایت کو یہ اختیار ہوگا کہ غلام کو قبول کرنے سے رکے اس لئے آقا کی جانب سے غلام پر قرض آیا ہے اس لئے آقا پر غلام کی قیمت لازم ہوگی (یا آقا غلام کا قرض ادا کرے)

اصول: ایسا کام جس سے غلام میں نقص نہ آتا ہو، یا غلام کے جز کو روکنا نہ ہو تو اس سے فدیہ اختیار کرنے والا شمار نہیں کیا جائے گا

تشریح: اس تین اقدام سے بھی آقا کو فدیہ اختیار کرنے والا نہیں سمجھا جائے گا، کیونکہ اس میں نہ غلام کو اپنے پاس روکا ہے اور نہ اس کے کسی جز کو روکا ہے۔ ا۔ آقا جانتا تھا کہ غلام نے جنایت کی ہے، پھر بھی اس کو اجرت پر رکھ دیا۔ کیونکہ اجرت پر رکھنے

يَمْتَنِعَ مِنْ قُبُوْلِهِ، لِأَنَّ الدَّيْنَ لَحِقَهُ مِنْ جِهَةِ الْمَوْلٰى فَيَلْزَمُ الْمَوْلٰى قِيْمَتُهُ.

(۸۴۲) قَالَ وَمَنْ قَالَ لِعَبْدِهِ إِنْ قَتَلْتَ فُلَانًا أَوْ رَمَيْتَهُ أَوْ شَجَجْتَهُ فَأَنْتَ حُرٌّ فَهُوَ مُخْتَارٌ لِلْفِدَاءِ إِنْ فَعَلَ ذٰلِكَ، ل وَقَالَ زُفَرُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ لَا يَصِيْرُ مُخْتَارًا لِلْفِدَاءِ، لِأَنَّ وَقْتَ تَكَلُّمِهِ لَا جِنَايَةَ وَلَا عِلْمَ لَهُ

سے غلام کواپنے پاس روکنا نہیں ہوتا ہے۔۲۔غلام کو رہن پر رکھ دیا، کیونکہ قرض ادا کر کے غلام کو ولی کے پاس سپرد کر سکتا ہے۔ ۳۔اور تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ غلام کو تجارت کی اجازت دے دی، تب بھی فدیہ کا مختار نہیں سمجھا جائے گا۔ کیونکہ تجارت کی اجازت دینے کے بعد بھی غلام کو ولی کو سپرد کر سکتا ہے، اور تجارت کرنے سے غلام کی ذات میں بھی کوئی کمی نہیں آتی ہے۔ البتہ اگر تجارت کی وجہ سے غلام پر بہت قرض آ گیا تو مجنی علیہ ایسے غلام کو قبول کرنے سے انکار کر سکتا ہے، اور یہ کہہ سکتا ہے کہ غلام کی قیمت مجھے دے دیں، یا پھر قرض ادا کر دیں تب جا کر اس غلام کو لوں گا، کیونکہ قرض کی وجہ سے یہ ممکن ہے کہ قرض والے اپنے قرض میں غلام کو بکوا لیں

ترجمہ: (۸۴۲) آقا نے غلام سے کہا کہ اگر تم نے فلاں کو قتل کر دیا، یا اس کو پتھر پھینک کر مارا، یا اس کا سر پھوڑ دیا تو تو آزاد ہے، تو اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ اگر غلام نے یہ کر دیا تو آقا فدیہ کو اختیار کر رہا ہے

اصول: حنفیہ کا اصول یہ ہے کہ شرط پائے جانے کے بعد جزا آتی ہے، اس سے پہلے نہیں

اصول: امام زفرؒ کا اصول یہ ہے کہ جس وقت بولا اسی وقت جزا واقع ہو گیا، اور شرط بہت بعد میں پائی جائے گی

تشریح: یہاں شرط کا حکم سمجھیں۔ ان قتلت فلانا فانت حر، اس عبارت میں ان قتلت فلانا شرط ہے، اور فانت حر، جزا ہے، حنفیہ کا قاعدہ یہ ہے کہ جب، ان قتلت فلانا فانت حر، بولا تو ابھی کچھ نہیں ہوا، لیکن جب قتل کرے گا اور شرط پائی جائے گی، اس کے بعد جزا، یعنی انت حر آئے گا، پس جب غلام نے قتل کیا اس کے بعد آقا نے گویا کہ انت حر کہا اور آزاد کیا، تو جنایت کے بعد آزاد کیا، اور پہلے گزر چکا ہے کہ جنایت کے بعد آقا آزاد کرے تو وہ فدیہ کو اختیار کرنے والا ہے، اس لئے اوپر کی تینوں صورتوں میں آقا فدیہ کا مختار سمجھا جائے گا

امام زفرؒ کے یہاں یہ ہے کہ جب۔ ان قتلت فلانا فانت حر، کہا تو فانت حر، ابھی آ گیا اور غلام ابھی آزاد ہو گیا، اور قتل کی جنایت بعد میں ہوئی، اس قتل کے بعد تو آقا کچھ بولا بھی نہیں ہے، اس لئے آقا فدیہ کا مختار نہیں ہوگا، اس لئے آقا پر ارش نہیں بلکہ غلام کی قیمت لازم ہوگی۔ دونوں کے قاعدے میں یہ فرق ہے

ترجمہ: ل امام زفرؒ نے فرمایا کہ آقا فدیہ کا مختار نہیں ہے، اس لئے ان قتلت فلانا فانت حر، کہتے وقت غلام نے جنایت نہیں کی ہے، اور بات کرتے وقت آقا کو جنایت ہونے کا بھی علم نہیں ہے، اور جب جنایت کر لیا تو آقا کی جانب سے کوئی ایسا فعل یا کلام نہیں ہے جس سے کہ فدیہ کا مختار مانا جائے

بِوُجُوْدِهٖ، وَبَعْدَ الْجِنَايَةِ لَمْ يُوْجَدْ مِنْهُ فِعْلٌ يَصِيْرُ بِهٖ مُخْتَارًا، ۲؎ أَلَا تَرٰى أَنَّهُ لَوْ عَلَّقَ الطَّلَاقَ أَوِ الْعِتَاقَ بِالشَّرْطِ ثُمَّ حَلَفَ أَنْ لَا يُطَلِّقَ أَوْ لَا يُعْتِقَ ثُمَّ وُجِدَ الشَّرْطُ وَثَبَتَ الْعِتْقُ وَالطَّلَاقُ لَا يَحْنَثُ فِيْ يَمِيْنِهٖ تِلْكَ، كَذَا هٰذَا. ۳؎ وَلَنَا أَنَّهُ عَلَّقَ الْعِتَاقَ بِالْجِنَايَةِ وَالْمُعَلَّقُ بِالشَّرْطِ يَنْزِلُ عِنْدَ وُجُوْدِ الشَّرْطِ كَالْمُنَجَّزِ فَصَارَ كَمَا إِذَا أَعْتَقَهُ بَعْدَ الْجِنَايَةِ،

تشریح: امام زفرؒ کے یہاں ان قتلت فلانا فانت حر، کہنے سے آقا کو فدیہ کا مختار نہیں مانا جائے گا

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے یہاں جب شرطیہ کلام کہا جا رہا ہو اسی وقت ہی جزا آجاتا ہے، اور گویا کہ اسی وقت غلام آزاد ہو گیا تھا، اور اس وقت آقا کو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ غلام قتل کرے گا یا نہیں، اور جب قتل کر دیا تو اس وقت آقا کی جانب سے، انت حر نہیں ہے، انت حر تو بہت پہلے ہے اس لئے آقا کو فدیہ کا مختار نہیں مانا جائے گا، اور آقا پر ارش کے بجائے غلام کی قیمت لازم ہوگی

ترجمہ: ۲؎ کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ اگر طلاق اور آزادگی کو شرط معلق کیا پھر قسم کھائی کہ طلاق نہیں دے گا یا آزاد نہیں کرے گا، پھر شرط پائی گئی اور آزادگی ثابت ہوئی اور طلاق ثابت ہوا تو اپنے قسم میں حانث نہیں ہوگا ایسا ہی یہاں ہے

تشریح: یہ امام زفرؒ کی جانب سے اپنی دلیل کی تائید میں دو مثالیں ہیں۔ ایک آدمی نے اپنے غلام سے پہلی فروری کو بارہ بجے کہا، ان دخلت الدار فانت حر، اس کے ایک گھنٹے بعد ایک بجے قسم کھا کر کہا کہ میں اپنے غلام کو آزاد نہیں کروں گا، غلام دو دن کے بعد مثلا تیسری فروری کو گھر میں داخل ہوا، اور شرط کے مطابق وہ آزاد ہو گیا، تو آقا نے جو قسم کھا کر کہا تھا کہ آزاد نہیں کروں گا اس میں حانث نہیں ہوگا،

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ امام زفر کے یہاں جس وقت شرط بولا اسی وقت جزا آگیا، یعنی غلام کے گھر میں داخل ہونے کے بعد غلام پہلی فروری کے بارہ بجے ہی آزاد ہو گیا ہے، اور آزاد نہ کرنے کی قسم پہلی فروری کے ایک بجے کھائی ہے، یعنی غلام کے آزاد ہونے بعد قسم کھائی ہے، اور قسم کھانے کے بعد آقا نے غلام کو آزاد نہیں کیا ہے، اس لئے آقا اپنی قسم میں حانث نہیں ہوگا اسی طرح اوپر کے مسئلے، ان قتلت فلانا فانت حر، میں آزاد ہونا پہلے ہو گیا اور قتل کرنا بعد میں ہوا اس لئے آقا کو فدیہ کا مختار نہیں مانا جائے گا۔۔ اسی طرح ان دخلت الدار فانت طالق والی مثال کو بھی سمجھ لیں

ترجمہ: ۳؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ آزادگی کو جنایت پر معلق کیا ہے، اور شرط پر جو معلق ہوتا ہے وہ شرط کے پائے جانے کے بعد نازل ہوتا ہے، ایسا سمجھو کہ ابھی ہی آزاد کیا ہے، اس لئے ایسا ہو گیا کہ جنایت کرنے کے بعد آزاد کیا ہے

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ۔ شرط کا قاعدہ یہ ہے کہ شرط پائے جانے کے بعد جزا وجود میں آتا ہے،، اور یوں سمجھو کہ جب شرط پائی گئی اس وقت مالک نے آزاد کیا۔ متن کے مسئلے میں جب غلام نے قتل کیا اس کے بعد گویا کہ مالک نے آزاد کیا ہے، اس لئے فدیہ کا مختار سمجھا جائے گا

لغت: المنجز: نجز سے مشتق ہے، حاضر ہونا، اسی وقت آنا۔

٤ أَلا يُرٰى أَنَّ مَنْ قَالَ لِامْرَأَتِهِ إِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَوَاللّٰهِ لَا أَقْرُبُكِ يَصِيرُ ابْتِدَاءُ الْإِيْلَاءِ مِنْ وَقْتِ الدُّخُولِ ٥ وَكَذَا إِذَا قَالَ لَهَا إِذَا مَرِضْتُ فَأَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا فَمَرِضَ حَتّٰى طُلِّقَتْ وَمَاتَ مِنْ ذٰلِكَ الْمَرَضِ يَصِيرُ فَارًّا، لِأَنَّهُ يَصِيرُ مُطَلِّقًا بَعْدَ وُجُودِ الْمَرَضِ، ٦ بِخِلَافِ مَا أَوْرَدَ، لِأَنَّ غَرَضَهُ طَلَاقٌ أَوْ عِتْقٌ يُمْكِنُهُ الْاِمْتِنَاعُ عَنْهُ، إِذِ الْيَمِينُ لِلْمَنْعِ فَلَا يَدْخُلُ تَحْتَهُ مَا لَا يُمْكِنُهُ الْاِمْتِنَاعُ عَنْهُ،

ترجمہ: ٤ کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ کسی نے اپنی بیوی سے کہا، کہ اگر تم گھر میں داخل ہوئے تو خدا کی قسم میں تم سے جماع نہیں کروں گا، تو گھر میں داخل ہونے کے بعد ایلاء شروع ہو جائے گا

تشریح: یہ امام ابو حنیفہؒ کی جانب سے مثال ہے، ایلاء میں یہ ہوتا ہے کہ چار ماہ تک بیوی سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھائی تو اس کو ایلاء کہتے ہیں، اور واقعی چار ماہ تک بیوی سے صحبت نہیں کی تو ایک طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی۔ اب شوہر نے صحبت نہ کرنے کو گھر میں داخل ہونے سے معلق کیا تو جب عورت گھر میں داخل ہوگی اس کے بعد سے ایلاء شروع ہوگا، جس کا مطلب یہ ہوا کہ شرط کے پائے جانے کے بعد جزا آتا ہے اس سے پہلے نہیں، اسی طرح اوپر کا مسئلہ۔ ان قتلت فلانا فانت حر، میں قتل کے بعد آزادگی آئے گی اور جزا کا وقوع ہوگا، اس لئے آقا فدیہ کا مختار ہوگا

ترجمہ: ٥ ایسے ہی اگر بیوی سے کہا، اگر میں بیمار ہو جاوں تو تم کو تین طلاق ہے، پھر شوہر بیمار ہوا اور طلاق واقع ہوئی اور اسی بیماری میں مر گیا تو شوہر کو فار شمار کیا جائے گا اور مرض کے بعد بیوی مطلقہ شمار ہوگی

تشریح: فار، کا معنی ہے بھاگنے والا، فار اس کو کہتے ہیں کہ اپنی مرض الموت میں بیوی کو طلاق دے دے تا کہ یہ جدا ہو جائے گی تو میرے مال میں اس کو وراثت نہ ملے، یہاں شوہر نے تین طلاق کو اپنی بیماری پر معلق کیا ہے، اذا مرضت فانت طالق ثلاثا، اس لئے یہاں مرض کے شروع ہونے کے بعد تین طلاق واقع ہوگی،، اور چونکہ مرض میں طلاق دی ہے اس لئے یہ فار ہوا اور اس کی وراثت میں بیوی کو حصہ ملے گا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ شرط کے بولتے وقت طلاق نہیں ہوئی بلکہ شرط کے پائے جانے کے بعد جزا آیا، اسی طرح اوپر کے مسئلے میں قتل کے بعد آزاد ہوا اس لئے آقا فدیہ کا مختار ہوگا

ترجمہ: ٦ بخلاف جو زفرؒ نے بیان کیا، اس لئے کہ شرط لگانے والے کا غرض یہ ہے کہ جتنا میرے بس میں ہے وہ طلاق نہیں دوں گا، اس لئے وہ طلاق داخل نہیں ہوگی جو شرط کے تحت میں ہو، اس لئے کہ اس سے وہ نہیں رک سکتا ہے

تشریح: یہ امام زفرؒ کو جواب ہے، کہ شرط لگانے والے کا مقصد یہ ہے کہ جو طلاق میرے بس میں ہے وہ طلاق نہیں دوں گا، اور شرط والی طلاق اس کے بس میں نہیں ہے۔ اور شرط واقع ہونے کے بعد اس نے اپنی جانب سے طلاق نہیں دی ہے اس لئے وہ حانث نہیں ہوگا

ے وَلِأَنَّهُ حَرَّضَهُ عَلٰى مُبَاشَرَةِ الشَّرْطِ بِتَعْلِيقِ أَقْوٰى الدَّوَاعِيْ إِلَيْهِ، وَالظَّاهِرُ أَنَّهُ يَفْعَلُهُ فَهٰذَا دَلَالَةُ الْإِخْتِيَارِ.

(۸۴۳) قَالَ وَإِذَا قَطَعَ الْعَبْدُ يَدَ رَجُلٍ عَمَدًا فَدُفِعَ إِلَيْهِ بِقَضَاءٍ أَوْ بِغَيْرِ قَضَاءٍ فَأَعْتَقَهُ ثُمَّ مَاتَ مِنَ الْيَدِ فَالْعَبْدُ صُلْحٌ بِالْجِنَايَةِ، وَإِنْ لَمْ يَعْتِقْهُ رُدَّ عَلَى الْمَوْلٰى وَقِيْلَ لِلْأَوْلِيَاءِ اُقْتُلُوْهُ أَوِ اعْفُوْا عَنْهُ. ۱ وَوَجْهُ ذٰلِکَ وَهُوَ أَنَّهُ إِذَا لَمْ يَعْتِقْهُ وَسَرٰى تَبَيَّنَ أَنَّ الصُّلْحَ وَقَعَ بَاطِلًا، لِأَنَّ الصُّلْحَ كَانَ عَنِ الْمَالِ،

ترجمہ: ے اوردوسری وجہ یہ ہے شرط کو کرنے پر ترغیب دی ہے قوی داعیہ کو معلق کر کے، اور ظاہر یہی ہے کہ غلام اس کو کر گزرے گا۔ اور یہ آقا کا مختار ہونا ہے

تشریح: آقا نے غلام کو ترغیب دی ہے کہ فلاں کو قتل کرو گے تو آزاد ہو جاوگے، اور آزاد ہونے کے لئے غلام قتل کرے گا ہی، یہ قتل کی ترغیب دینا بھی دلیل ہے کہ آقا فدیہ کو اختیار کر رہا ہے

ترجمہ: (۸۴۳) غلام نے کسی آدمی کا جان کر ہاتھ کاٹا، اس نے قاضی کے فیصلے سے یا بغیر فیصلے کے مجنی علیہ کو دے دیا، مجنی علیہ نے اس غلام کو آزاد کر دیا، پھر ہاتھ کے زخم سے مجنی علیہ مر گیا تو یہ سمجھا جائے گا کہ غلام پر جنایت کی صلح کر لی ہے، اور اگر مجنی علیہ نے غلام کو آزاد نہیں کیا، اور اگر مجنی علیہ نے غلام کو آزاد نہیں کیا، تو غلام آقا کی طرف واپس کیا جائے گا (اور صلح ٹوٹ جائے گی) پھر مجنی علیہ کو کہا جائے گا یا تو غلام کو قصاص میں قتل کر دے، یا اس کو معاف کر دے

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ، غلام مجنی علیہ کے پاس جانے کے بعد مجنی علیہ نے غلام میں ایسا تصرف کر لیا جس سے معلوم ہوتا ہو کہ مجنی علیہ اس کو اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے، مثلا غلام کو آزاد کر دیا تو صلح مکمل ہو جائے گی۔ اور اگر ایسا تصرف نہیں کیا تو صلح ٹوٹ جائے گی، اور غلام واپس ہوگا

تشریح: زید کے غلام نے جان کر عمر کا ہاتھ کاٹ دیا، زید نے صلح کے طور پر غلام کو عمر کو دے دیا، عمر نے غلام کو آزاد کر دیا، اس کے بعد عمر کے ہاتھ کا زخم سرایت کر گیا اور عمر مر گیا، جس کی وجہ سے غلام پر قصاص واجب ہونا چاہئے۔ لیکن چونکہ غلام آزاد ہو چکا ہے، اس لئے یوں سمجھا جائے گا کہ عمر غلام ہی پر راضی ہو گیا، اور اب قصاص نہیں لینا چاہتا ہے۔ اور اگر غلام کو آزاد نہیں کیا تھا تب تو یہاں قصاص واجب تھا اور صرف غلام لیا تھا، اس لئے صلح ٹوٹے گی، اور غلام کو آقا کی طرف لوٹایا جائے گا، پھر مجنی علیہ کا وارث یا تو غلام سے قصاص میں قتل کرے گا، یا معاف کرے، یا قصاص کے بدلے رقم لیکر چھوڑے گا

ترجمہ: ۱ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب مجنی علیہ نے آزاد نہیں کیا اور زخم سرایت کر گیا تو یہ بات ظاہر ہو گئی کہ صلح باطل ہو گئی، اس لئے کہ صلح مال پر کیا تھا، اس لئے کہ آزاد اور غلام کے عضو میں قصاص نہیں ہے، اور جب زخم سرایت کر گیا تو یہ ظاہر ہوا کہ مال (یعنی غلام) واجب نہیں تھا، بلکہ قصاص واجب تھا، اس لئے صلح بغیر بدل کے واقع ہوا اس لئے صلح باطل ہو گئی، اور باطل ہونے میں شبہ بھی نہیں ہے (اس لئے غلام واپس کرے گا، پھر چاہے تو غلام سے قصاص لے، یا اس کو معاف کر دے)

لِأَنَّ أَطْرَافَ الْعَبْدِ لَا يَجْرِي الْقِصَاصُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ أَطْرَافِ الْحُرِّ، فَإِذَا سَرٰى تَبَيَّنَ أَنَّ الْمَالَ غَيْرُ وَاجِبٍ وَإِنَّمَا الْوَاجِبُ هُوَ الْقَوَدُ فَكَانَ الصُّلْحُ وَاقِعًا بِغَيْرِ بَدَلٍ فَبَطَلَ، وَالْبَاطِلُ لَا يُوْرِثُ الشُّبْهَةَ ۲ كَمَا إِذَا وَطِئَ الْمُطَلَّقَةَ الثَّلَاثَ فِيْ عِدَّتِهَا مَعَ الْعِلْمِ بِحُرْمَتِهَا عَلَيْهِ فَوَجَبَ الْقِصَاصُ. ۳ بِخِلَافِ مَا إِذَا أَعْتَقَهُ، لِأَنَّ إِقْدَامَهُ عَلَى الْإِعْتَاقِ يَدُلُّ عَلٰى قَصْدِهٖ تَصْحِيْحَ الصُّلْحِ، لِأَنَّ الظَّاهِرَ أَنَّ مَنْ أَقْدَمَ

تشریح: جب زخم سرایت کر گیا تو پتہ چلا کہ قصاص واجب ہے، غلام لینا واجب نہیں ہے، کیونکہ وہ تو مال کے درجے میں ہے، اس لئے صلح باطل ہے، اس لئے آزاد نہیں کیا ہے تو غلام واپس کیا جائے گا، اور پھر غلام کو قصاص میں قتل کیا جائے گا، یا پھر مجنی علیہ کے وارث معاف کر دیں، لیکن اگر غلام کو آزاد کر دیا تو اب غلام واپس نہیں ہو سکتا ہے، اس لئے یہ کہا جائے گا کہ مجنی علیہ قصاص کے بدلے اسی غلام پر راضی ہو گئے تھے، اور اسی پر صلح کر لی تھی، کیونکہ اگر مجنی علیہ صراحت کے ساتھ قصاص کے بدلے مال پر راضی ہو جائے تو یہ جائز ہے اسی طرح اشارۃ قصاص کے بدلے مال پر راضی ہو جائے تب بھی جائز ہے

وجہ: (۱) مصنف نے یہ بھی فرمایا کہ غلام آزاد کے عضو کو کاٹ دے تو غلام اور آزاد کے درمیان عضو میں قصاص نہیں ہے بلکہ اس کی دیت ہے اس کی دلیل یہ قول صحابی ہے۔عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ،: »أَنَّ أَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ، كَانَا لَا يَقْتُلَانِ الْحُرَّ بِقَتْلِ الْعَبْدِ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب الحر یقتل عبد غیرہ، نمبر ۲۷۵۱۵)(۲).عن ابن عباس ان النبی ﷺ قال لا یقتل حر بعبد (دار قطنی، کتاب الحدود والدیات ج ثالث، ص ۱۰۰، نمبر ۳۲۵۲)

ترجمہ: ۲ جیسے کسی نے تین طلاق شدہ سے یہ جانتے ہوئے کہ یہ عورت اس پر حرام ہے اس کی عدت میں وطی کر لی تو شوہر پر قصاص واجب ہے۔اسی طرح یہاں ہوگا کہ غلام دینا باطل ہو گیا جس میں کوئی شبہ نہیں ہے)

تشریح: مجنی علیہ مر گیا حال آنکہ اس کے ہاتھ کے بدلے میں غلام دیا تھا، لیکن یہ غلام دینا بالکل باطل ہے، اس کی یہ دلیل ہے۔کہ شوہر نے بیوی کو تین طلاق دی تھی، اور وہ عدت میں تھی، اور شوہر جانتا تھا کہ یہ مطلقہ ثلاثہ سے وطی کرنا حلال نہیں ہے، پھر بھی وطی کر لی تو شوہر پر حد لازم ہوگی، کیونکہ یہاں حرمت میں کوئی شبہ نہیں ہے، اسی طرح غلام دینا باطل ہے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے، اس لئے غلام کو آقا کی طرف واپس کرنا واجب ہے۔

ترجمہ: ۳ بخلاف اگر مجنی علیہ نے غلام کو آزاد کر دیا تو آزاد کرنے پر اقدام کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ صلح صحیح ہے، اس لئے کہ ظاہر یہی ہے کہ جو اپنے تصرف پر اقدام کرتا ہے تو وہ اس کو صحیح کرنے کا ارادہ کرتا ہے، اور وہ صحیح نہیں ہوگا مگر یہ کہ یوں کہا جائے کہ موجودہ جنایت سے بھی صلح ہے اور جنایت کی وجہ سے جو بعد میں پیدا ہوگا اس سے بھی صلح ہے، یہی وجہ ہے کہ مجنی علیہ اس بات کی تصریح کر دے (کہ بعد میں جو پیدا ہوگا اس سے بھی صلح کرتا ہوں تو یہ صلح ہو جائے گی) جبکہ آقا بھی اس سے راضی ہو جائے

تشریح: لمبی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ۔مجنی علیہ اس بات کی تصریح کر دے کہ موجودہ جرم سے بھی صلح کرتا ہوں (یعنی ہاتھ

عَلٰى تَصَرُّفٍ يَقْصُدُ تَصْحِيْحَهُ وَلَا صِحَّةَ لَهُ إِلَّا أَنْ يُجْعَلَ صُلْحًا عَنِ الْجِنَايَةِ وَمَا يَحْدُثُ مِنْهَا، وَلِهٰذَا لَوْ نَصَّ عَلَيْهِ وَرَضِيَ الْمَوْلٰى بِهٖ يَصِحُّ ۴؎ وَقَدْ رَضِيَ الْمَوْلٰى بِهٖ، لِأَنَّهُ لَمَّا رَضِيَ بِكَوْنِ الْعَبْدِ عِوَضًا عَنِ الْقَلِيْلِ يَكُوْنُ أَرْضٰى بِكَوْنِهٖ عِوَضًا عَنِ الْكَثِيْرِ ۵؎ فَإِذَا أُعْتِقَ يَصِحُّ الصُّلْحُ فِيْ ضِمْنِ الْإِعْتَاقِ ابْتِدَاءً، وَإِذَا لَمْ يُعْتِقْ لَمْ يُوْجَدِ الصُّلْحُ ابْتِدَاءً، وَالصُّلْحُ الْأَوَّلُ وَقَعَ بَاطِلًا فَيُرَدُّ الْعَبْدُ إِلَى الْمَوْلٰى، وَالْأَوْلِيَاءُ عَلٰى خِيَرَتِهِمْ فِي الْعَفْوِ وَالْقَتْلِ. ۶؎ وَذُكِرَ فِيْ بَعْضِ النُّسَخِ رَجُلٌ قَطَعَ يَدَ رَجُلٍ عَمَدًا فَصَالَحَ الْقَاطِعُ الْمَقْطُوْعَةَ يَدُهُ عَلٰى عَبْدٍ وَدَفَعَهُ إِلَيْهِ فَأَعْتَقَهُ الْمَقْطُوْعَةُ ثُمَّ مَاتَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ

کاٹنے سے)، اور اس جرم کے اثرات سے جو پیدا ہوگا (یعنی موت ہوگی) اس سے بھی صلح کرتا ہوتو یہ صلح موت سے بھی صلح ہو جائے گی، ایسے ہی یہاں مجنی علیہ نے غلام آزاد کر دیا تو یہ سمجھا جائے گا کہ اشارہ مجنی علیہ اس بات سے بھی صلح کر رہا ہے کہ ہاتھ کاٹنے کے اثرات سے موت ہو جائے اس سے بھی صلح کرتا ہوں، اور اس صورت غلام کو واپس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمہ: ۴؎ اور غلام کا آقا بھی اس سے راضی ہوگا، اس لئے کہ جب تھوڑے کے بدلے میں (ہاتھ کٹنے کے بدلے میں) غلام دینے کے لئے راضی ہوا تو زیادہ کے بدلے میں (موت کے بدلے میں) بدرجہ اولی راضی ہوگا

تشریح: جب غلام کا آقا صرف ہاتھ کاٹنے پر غلام دینے کے لئے تیار ہوا تھا، تو مجنی علیہ کی موت ہوگئی جو اس سے بڑا جرم ہے اس کے بدلے غلام دینے کے لئے بدرجہ اولی راضی ہوگا، اور جب آقا بھی راضی ہوگیا، اور مجنی علیہ بھی راضی تھا تو صلح عن دم الخطاء مکمل ہوگیا

ترجمہ: ۵؎، پس جب مجنی علیہ نے آزاد کر دیا تو آزاد کے ضمن میں گویا کہ شروع ہی سے صلح صحیح ہوگئی، اور آزاد نہیں کیا تو شروع سے صلح صحیح نہیں ہوئی، اور پہلی صلح باطل ہوئی اس لئے غلام آقا کی طرف لوٹایا جائے گا، پھر مجنی علیہ کے ولیوں کو اختیار ہوگا کہ معاف کر دے، یا قصاص میں غلام کو قتل کر دے

تشریح: مجنی علیہ نے آزاد کر دیا تو گویا کہ جب ہاتھ کاٹنے کے بدلے غلام دیکر صلح کی تھی اسی وقت یہ بھی ہوگیا کہ اس سے موت ہو جائے تو اس سے بھی صلح کر رہا ہوں۔ اور اگر غلام کو آزاد نہیں کیا تو پہلی صلح باطل ہوگی اور غلام آقا کی طرف لوٹایا جائے گا، پھر مجنی علیہ کے وارث کو یہ حق ہوگا کہ اس کو یا قصاص میں قتل کرے یا معاف کر دے۔

ترجمہ: ۶؎ اور بعض نسخے میں ہے کہ کسی آدمی نے جان کر کسی کا ہاتھ کاٹا، اور کاٹنے والے نے، اور کاٹنے والے نے جس کا ہاتھ کٹا ہے اس کو اپنا غلام دیکر صلح کر لی، مقطوع نے اس غلام کو آزاد کر دیا، پھر اس زخم کی وجہ سے مقطوع مر گیا، تو فرمایا کہ جنایت پر صلح ہوگئی، اس روایت کو آخیر تک ذکر کیا،

تشریح: یہاں متن کے نسخے میں یہ ہے کہ خود غلام نے کسی کا ہاتھ کاٹا، پھر آقا نے اس غلام کو مجنی علیہ کے حوالہ کر دیا، اور صلح کر

الْعَبْدُ صُلْحٌ بِالْجِنَايَةِ إِلَى اٰخِرِ مَا ذَكَرْنَا مِنَ الرِّوَايَةِ، ے وَهٰذَا الْوَضْعُ يَرِدُ إِشْكَالًا فِيمَا إِذَا عَفَا عَنِ الْيَدِ ثُمَّ سَرٰى إِلَى النَّفْسِ وَمَاتَ حَيْثُ لَا يَجِبُ الْقِصَاصُ هُنَالِكَ وَهٰهُنَا قَالَ يَجِبُ، قِيلَ مَا ذَكَرْنَا هٰهُنَا جَوَابُ الْقِيَاسِ فَيَكُونُ الْوَضْعَانِ جَمِيعًا عَلَى الْقِيَاسِ وَالِاسْتِحْسَانِ ۸ وَقِيلَ بَيْنَهُمَا فَرْقٌ. وَوَجْهُهُ أَنَّ الْعَفْوَ عَنِ الْيَدِ صَحَّ ظَاهِرًا، لِأَنَّ الْحَقَّ كَانَ لَهُ فِي الْيَدِ مِنْ حَيْثُ الظَّاهِرِ فَيَصِحُّ الْعَفْوُ ظَاهِرًا فَبَعْدَ ذٰلِكَ وَإِنْ بَطَلَ حُكْمًا يَبْقٰى مَوْجُودًا حَقِيقَةً فَكَفٰى ذٰلِكَ لِمَنْعِ وُجُوبِ الْقِصَاصِ،

لی،لیکن وہاں صرف صلح ہوئی ہے،مجنی علیہ نے ہاتھ کاٹنے کومعاف نہیں کیا ہے۔اور جامع صغیر کے دوسرے نسخے میں ہے کہ غلام نے ہاتھ نہیں کاٹا، بلکہ خود آقا نے ہاتھ کاٹا ہے،اور صلح کے طور پر غلام دے دیا،اور مجنی علیہ نے ہاتھ کاٹنے کو معاف بھی کر دیا ہے ان دونوں روایتوں میں دو فرق ہیں،ایک یہ ہے کہ پہلی روایت میں غلام نے ہاتھ کاٹا ہے،اور دوسری روایت میں آقا نے ہاتھ کاٹا ہے۔دوسرا فرق یہ ہے کہ پہلی روایت میں صرف صلح ہوئی ہے، کاٹنے کو معاف نہیں کیا ہے۔اور دوسری روایت میں کاٹنے کو معاف بھی کر دیا ہے، یہ دو فرق ہیں،اور اسی پر دونوں مسئلے متفرع ہیں۔

ترجمہ: ے لیکن اس روایت پر اشکال وارد ہوتا ہے، کہ اگر ہاتھ کے کاٹنے کو معاف کر دیا،، پھر زخم جان تک سرایت کر گیا اور مر گیا تو وہاں قصاص واجب نہیں ہوگا،اور یہاں متن میں یہ فرمایا کہ قصاص واجب ہوگا۔بعض حضرات نے اس کے جواب میں کہا کہ یہاں جو متن میں ذکر کیا کہ قصاص واجب ہوگا وہ قیاس کا تقاضہ ہے، اس لئے دونوں روایت قیاس پر ہیں اور استحسان پر ہیں

تشریح: یہاں متن میں ہے کہ زخم سرایت کر جائے اور موت ہو جائے تو غلام پر قصاص واجب ہے، یہ قیاس کا تقاضہ ہے۔ اور جامع صغیر میں جو دوسری روایت ہے کہ کاٹنے والے آقا پر قصاص واجب نہیں ہوگا وہ استحسان کا تقاضہ ہے،اس لئے دونوں روایتوں میں تضاد نہیں رہا

ترجمہ: ۸ بعض حضرات نے دونوں روایتوں میں یہ تطبیق دی کہ دونوں روایتوں میں فرق ہے،اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قصاص نہ واجب ہونے والی جو روایت ہے اس میں معاف کرنے کا تذکرہ ہے، اس لئے کہ ظاہری طور پر جس کا ہاتھ کٹا ہے اس کو معاف کرنے کا حق ہے،اور ظاہری طور پر معاف کرنا صحیح ہے،اس کے بعد چاہے حکما معافی باطل ہو چکی ہو لیکن حقیقت میں موجود ہے اور قصاص کو روکنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے

تشریح: یہاں عبارت پیچیدہ ہے،اس کا حاصل یہ ہے کہ جامع صغیر کی عبارت میں جو ہے کہ قصاص واجب نہیں ہے اس میں صاحب ید نے ید کے قصاص کو معاف کر دیا،اس لئے بعد میں موت ہوئی تو وہ بھی معاف ہو جائے گا۔اور جس روایت میں ہے کہ قصاص واجب ہوگا،اس میں معافی کا ذکر نہیں ہے صرف صلح ہوئی ہے،اور صلح ہاتھ کاٹنے پر ہوئی موت پر صلح نہیں ہوئی ہے اس لئے یہاں قصاص واجب ہوگا۔دونوں روایتوں میں یہ فرق ہے

۹ أَمَّا هٰهُنَا الصُّلْحُ لا يُبْطِلُ الْجِنَايَةَ بَلْ يُقَرِّرُهَا حَيْثُ صَالَحَ عَنْهَا عَلٰى مَالٍ فَإِذَا لَمْ يُبْطِلِ الْجِنَايَةَ لَمْ تَمْتَنِعِ الْعُقُوبَةُ، ۱۰ هٰذَا إِذَا لَمْ يُعْتِقْهُ، أَمَّا إِذَا أَعْتَقَهُ فَالتَّخْرِيْجُ عَلٰى مَا ذَكَرْنَاهُ مِنْ قَبْلُ.

(۸۴۴) قَالَ وَإِذَا جَنَى الْعَبْدُ الْمَأْذُوْنُ لَهُ جِنَايَةً وَعَلَيْهِ أَلْفُ دِرْهَمٍ فَأَعْتَقَهُ الْمَوْلٰى وَلَمْ يَعْلَمْ بِالْجِنَايَةِ فَعَلَيْهِ قِيْمَتَانِ. قِيْمَةٌ لِصَاحِبِ الدَّيْنِ وَقِيْمَةٌ لِأَوْلِيَاءِ الْجِنَايَةِ، ۱ لِأَنَّهُ أَتْلَفَ حَقَّيْنِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَضْمُوْنٌ بِكُلِّ الْقِيْمَةِ عَلَى الْاِنْفِرَادِ، اَلدَّفْعُ لِلْأَوْلِيَاءِ وَالْبَيْعُ لِلْغُرَمَاءِ فَكَذَا عِنْدَ الْاِجْتِمَاعِ،

ترجمہ: ۹ اور یہاں صلح جنایت کو باطل نہیں کرتی بلکہ اس کو اور مضبوط کرتی ہے، اس لئے کہ اس نے مال پر صلح کی ہے، اور جب جنایت کو باطل نہیں کیا تو سزا بھی نہیں رکے گی

تشریح: جس روایت میں ہے کہ قصاص واجب ہوگا اس میں معافی کا ذکر نہیں ہے، صرف مال پر صلح ہے، اور وہ بھی ہاتھ کاٹنے پر صلح ہے، موت پر صلح نہیں ہے اس لئے جب اس زخم سے موت ہوئی تو اس میں قصاص لازم ہوگا

ترجمہ: ۱۰ اور یہ ساری بحث اس وقت ہے جبکہ غلام کو آزاد نہ کیا ہو اور اگر غلام کو مقطوع الید نے آزاد کر دیا ہے تو تخریج وہی ہے جس کو ہم نے پہلے ذکر کیا، کہ موت سے بھی معافی ہو جائے گی، اور غلام پر یا قاطع الید پر قصاص واجب نہیں ہوگا

تشریح: واضح ہے

ترجمہ: (۸۴۴) جب تجارت کی اجازت والے غلام نے جنایت کی، حال آنکہ اس پر ایک ہزار قرض بھی تھا، آقا کو اس جنایت کا علم نہیں تھا تو آقا پر دو قیمتیں واجب ہیں، ایک قرض والوں کے لئے دوسری جنایت والوں کے لئے

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ اس نے دو حق ضائع کئے ہیں، اور دونوں کی الگ الگ قیمتیں اس پر واجب ہیں، جنایت کے ولی کو غلام سپرد کرنا، اور جن لوگوں کا قرض ہے اس کے لئے غلام بیچ دینا، ایسے ہی دونوں قیمتیں جمع ہو گئیں تو دونوں کو ادا کرنا ہوگا

اصول: یہاں اصول یہ ہے کہ آزاد کر کے آقا نے دو کا حق مارا ہے، اس لئے دونوں کا حق الگ الگ ادا کرنا ہوگا۔

اصول: اجنبی آدمی نے غلام کو قتل کیا تو صرف آقا کی ملکیت کو نقصان پہنچایا ہے اس لئے اجنبی پر صرف غلام کی قیمت کا ذمہ دار ہوگا

اصول: جنایت اور قرض میں سے لوگوں کا قرض اہم ہے، اس لئے آقا پہلے لوگوں کا قرض ادا کرے گا، اس سے بچے گا تب جا کر جنایت والوں کو دے گا

تشریح: غلام کو تجارت کی اجازت دی تھی جس کی وجہ سے اس پر لوگوں کا ایک ہزار قرض تھا، آقا کو اس کا علم تھا، لیکن غلام نے جنایت بھی کی تھی، آقا کو اس کا علم نہیں تھا، اور آقا نے غلام کو آزاد کر دیا، تو چونکہ آزاد کر کے آقا نے دو آدمیوں کا نقصان کیا ہے، اس لئے دونوں کا حق ادا کرنا ہوگا، جنایت والے کو غلام سپرد کر کے، اور قرض والوں کے لئے غلام بیچ کر قرض ادا کرے گا

۲؎ وَيُمْكِنُ الْجَمْعُ بَيْنَ الْحَقَّيْنِ إِيفَاءً مِنَ الرَّقَبَةِ الْوَاحِدَةِ بِأَنْ يُدْفَعَ إِلٰى وَلِيِّ الْجِنَايَةِ ثُمَّ يُبَاعُ لِلْغُرَمَاءِ فَيضْمَنُهُمَا بِالْإِتْلَافِ، ۳؎ بِخِلَافِ مَا إِذَا أَتْلَفَهُ أَجْنَبِيٌّ حَيْثُ تَجِبُ قِيمَةٌ وَاحِدَةٌ لِلْمَوْلٰى وَيَدْفَعُهَا الْمَوْلٰى إِلَى الْغُرَمَاءِ، لِأَنَّ الْأَجْنَبِيَّ إِنَّمَا يَضْمَنُ لِلْمَوْلٰى بِحُكْمِ الْمِلْكِ فَلَا يَظْهَرُ فِي مُقَابَلَتِهِ الْحَقُّ، لِأَنَّهُ دُونَهُ، ۴؎ وَهٰهُنَا يَجِبُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِإِتْلَافِ الْحَقِّ فَلَا تَرْجِيحَ فَيَظْهَرَانِ فَيَضْمَنُهُمَا.

ترجمہ: ۲؎ ایک ہی غلام سے دونوں کا حق ادا کیا جا سکتا ہے، اس طرح کہ پہلے غلام کو جنایت والے کو سپرد کرے، پھر اس غلام کو بیچ کر قرض والوں کا قرض ادا کرے، بہر حال آقا نے غلام آزاد کر کے دونوں کے حقوق ضائع کئے اس لئے آقا دونوں کا ضامن ہوگا

تشریح: یہاں دونوں کے حقوق ادا کرنے کی ایک صورت بتا رہے ہیں کہ پہلے غلام کو جنایت والوں کو سپرد کرے، پھر اس کو بیچنے پر مجبور کرے، پھر غلام بیچ کر جو قیمت آئے اس سے قرض والوں کا قرض ادا کرے، پھر اس میں سے جو رقم بچ جائے وہ جنایت والوں کو دے دے

وجہ: قرض حقوق العباد ہے اس لئے قرض والوں کا حق مقدم ہے، اس لئے قیمت سے قرض والوں کا قرض پہلے ادا کیا جائے گا، اس سے جو بچے گا وہ جنایت والوں کو دیا جائے گا۔

ترجمہ: ۳؎ بخلاف اگر اجنبی نے غلام کو ضائع کیا تو اس پر ایک قیمت واجب ہوگی آقا کے لئے، پھر آقا اس قیمت کو قرض والوں کو دیگا، اس کی وجہ یہ کہ اجنبی آقا کی ملکیت کی وجہ سے ضامن ہوگا (غلام پر کتنے حقوق ہیں اس کا ذمہ دار اجنبی نہیں ہے) اس لئے ملکیت کے مقابلے پر کسی کا حق ظاہر نہیں ہوگا، اس لئے کہ حق ملکیت سے کم درجے کا ہے۔

تشریح: اس عبارت میں آقا غلام کو آزاد کر دے تو اس پر غلام پر جو جنایت ہے اس کو بھی اور جو قرض ہے اس کو بھی ادا کرنا پڑتا ہے، اور اجنبی آدمی اسی غلام کو قتل کر دے تو اس پر صرف غلام کی قیمت لازم ہوتی ہے، جو آقا کو دیگا، اس پر جو قرض اور جنایت ہے وہ ادا نہیں کرے گا، اس کی کیا وجہ ہے

وجہ: اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اجنبی نے غلام کو قتل کر کے آقا کی ملکیت کو ضائع کیا ہے اس لئے صرف اس کی ملکیت کا ذمہ دار ہوگا، غلام کے اوپر حقوق کا نہیں ہے۔ اور آقا نے غلام کو آزاد کر کے جنایت والے کا اور قرض والے دونوں کے حقوق کو ضائع کیا ہے اس لئے آقا دونوں کے حقوق کی ادائیگی کا ذمہ دار ہوگا

لغت: فلا یظہر فی مقابلۃ الحق لانہ دونہ: یہ پیچیدہ عبارت ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ، جنایت والے کا حق، اور قرض والے کا قرض یہ حق ہے۔ یہ ادنی ہے۔ اور آقا کی ملکیت یہ اعلی ہے، اور اجنبی آقا کی ملکیت کا ضامن ہے، جو اعلی ہے، اس لئے وہ قرض والے کے حق کا ذمہ دار نہیں ہوگا، کیونکہ وہ ادنی ہے

ترجمہ: ۴؎ اور آقا نے آزاد کیا ہو تو یہاں ہر ایک کے حق کو ضائع کرنے کی وجہ سے (ہر ایک کے حق کا ذمہ دار ہے) اس

(۸۴۵) قَالَ وَإِذَا اسْتَدَانَتِ الْأَمَةُ الْمَأْذُوْنَةُ لَهَا أَكْثَرَ مِنْ قِيْمَتِهَا ثُمَّ وَلَدَتْ فَإِنَّهُ يُبَاعُ الْوَلَدُ مَعَهَا فِي الدَّيْنِ، وَإِنْ جَنَتْ جِنَايَةً لَمْ يُدْفَعِ الْوَلَدُ مَعَهَا، ۱؎ وَالْفَرْقُ أَنَّ الدَّيْنَ وَصْفٌ حُكْمِيٌّ فِيْهَا وَاجِبٌ فِيْ ذِمَّتِهَا مُتَعَلِّقٌ بِرَقَبَتِهَا اسْتِيْفَاءٌ فَيَسْرِيْ إِلَى الْوَلَدِ كَوَلَدِ الْمَرْهُوْنَةِ، بِخِلَافِ الْجِنَايَةِ، لِأَنَّ وُجُوْبَ الدَّفْعِ فِيْ ذِمَّةِ الْمَوْلٰى لَا فِيْ ذِمَّتِهَا ۲؎ وَإِنَّمَا يُلَاقِيْهَا أَثَرُ الْفِعْلِ الْحَقِيْقِيِّ وَهُوَ الدَّفْعُ، وَالسِّرَايَةُ فِي

لئے حقوق میں کوئی ترجیح نہیں ہے اس لئے دونوں کے حق کا ضامن بنے گا

تشریح: اور یہاں یعنی جب آقا نے غلام آزاد کر دیا تو جنایت والے اور ہزار درہم کے قرض والے دونوں کے حق کو ضائع کیا، اور یہ دونوں کے حقوق ہیں جو برابر درجے کے ہیں، اس میں کوئی ترجیح نہیں ہے اس لئے دونوں کے حق کو آقا ادا کرے گا

ترجمہ: (۸۴۵) تجارت کی اجازت والی باندی نے اپنی قیمت سے زیادہ قرض لیا، پھر اس کو بچہ ہوا تو ماں کے ساتھ قرض میں بچہ بھی بیچا جائے گا، اور اگر باندی نے کوئی جنایت کی تو ماں کے ساتھ بچہ نہیں دیا جائے گا

ترجمہ: ۱؎ دونوں میں فرق یہ ہے کہ قرض باندی میں حکمی صفت ہے، اور باندی ہی کے ذمے واجب ہے، اور وصول یابی کے طور پر اسی کی گردن پر ہے، اس لئے بچے میں بھی سرایت کرے گا، جیسے مرہونہ کا رہن بچے میں سرایت کرتا ہے۔ بخلاف جنایت کے اس لئے کہ یہاں آقا کے ذمے ہے سپرد کرنا، باندی کے ذمے نہیں

تشریح: باندی کو تجارت کی اجازت تھی، جس کی وجہ سے اس پر اس کی قیمت سے زیادہ قرض ہو گیا، پھر اس نے بچہ دیا تو چونکہ قرض باندی کی قیمت سے زیادہ ہے اس لئے بچہ بھی قرض میں بیچا جائے گا، اور قرض ادا کیا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ باندی کا مقروض ہونا اس کی صفت لازمہ ہے، اور باندی ہی کو ادا کرنا ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ صفت لازمہ اسکے بچے کی طرف منتقل ہوتی ہے، اس لئے ماں کے ساتھ بچہ بھی مقروض سمجھا جائے گا، اور ماں کے ساتھ بچہ بھی قرض میں بیچا جائے گا۔ اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ ماں قرض کے بدلے میں گروی ہو اور اسی حال میں بچہ دیا تو بچہ بھی گروی میں رہے گا، اسی طرح یہاں ماں کے قرض میں بچہ بھی شریک ہوگا

اور جنایت میں یہ ہے کہ جنایت باندی کی صفت لازمہ نہیں ہے، بلکہ اس کے آقا کی ذمہ داری ہے کہ باندی کو مجنی علیہ کو سپرد کرے، اس لئے صرف باندی سپرد کی جائے گی بچہ نہیں

وجہ: دوسری وجہ یہ ہے کہ جنایت ماں نے کی ہے، بچے نے نہیں اس لئے جنایت کا ضمان بچہ ادا نہیں کرے گا اور وہ ماں کے ساتھ سپرد نہیں ہوگا

ترجمہ: ۲؎ ہاں حقیقی فعل باندی کو سپرد کرنے کا اثر باندی پر پڑے گا، اور بچے تک جو سرایت کرتا ہے وہ اوصاف شرعیہ، یعنی صفت لازمہ ہے اوصاف حقیقیہ نہیں

الْأَوْصَافِ الشَّرْعِيَّةِ دُوْنَ الْأَوْصَافِ الْحَقِيْقِيَّةِ.

(۸۴۶) قَالَ وَإِذَا كَانَ الْعَبْدُ لِرَجُلٍ زَعَمَ رَجُلٌ أَنَّ مَوْلَاهُ أَعْتَقَهُ فَقَتَلَ الْعَبْدُ وَلِيًّا لِذٰلِکَ الرَّجُلِ خَطَأً فَلَا شَيْءَ لَهُ، ۱؎ لِأَنَّهُ لَمَّا زَعَمَ أَنَّ مَوْلَاهُ أَعْتَقَهُ فَقَدِ ادَّعٰی الدِّيَةَ عَلَى الْعَاقِلَةِ وَأَبْرَأَ الْعَبْدَ وَالْمَوْلٰى ۲؎ إِلَّا أَنَّهُ لَا يُصَدَّقُ عَلَى الْعَاقِلَةِ مِنْ غَيْرِ حُجَّةٍ.

(۸۴۷) قَالَ وَإِذَا أُعْتِقَ الْعَبْدُ فَقَالَ لِرَجُلٍ قَتَلْتُ أَخَاکَ خَطَأً وَأَنَا عَبْدٌ، وَقَالَ الْاٰخَرُ قَتَلْتَهُ وَأَنْتَ

تشریح: یہ عبارت پیچیدہ ہے۔ باندی کا مقروض ہونا یہ اوصاف لازمہ اوراوصاف شرعیہ ہے۔ اور باندی کو سپرد کرنا یہ فعل حقیقی ہے، یا وصف حقیقی ہے، اس کے بارے میں فرمارہے ہیں کہ بچے کی طرف وصف لازم منتقل ہوتا ہے، آقا کا فعل حقیقی منتقل نہیں ہوتا ہے، اس لئے باندی کی جنایت کا اثر اس کے بچے تک نہیں جائے اور باندی کے ساتھ بچہ سپرد نہیں کیا جائے گا

ترجمہ: (۸۴۶) ایک آدمی (زید کا) غلام تھا، دوسرے آدمی (عمر) نے گمان کیا کہ زید نے اس غلام کو آزاد کردیا ہے، اب اس غلام نے عمر کے ولی کو غلطی سے قتل کردیا تو عمر گمان کرنے والے کو کچھ نہیں ملے گا

ترجمہ: ۱؎ اس کی وجہ یہ ہے کہ عمر نے یہ گمان کیا کہ غلام کے آقا نے اس کو آزاد کردیا ہے، تو گویا کہ اس نے دعوی کیا غلام کے عاقلہ پر دیت ہے، اور قتل خطا ہونے کی وجہ سے غلام دیت سے بری ہے، اور آزاد ہونے کی وجہ سے اس کا آقا بھی دیت سے بری ہے

اصول: غلام آزاد ہو جائے تو اس کی جنایت کا ذمہ دار اس کا آقا نہیں بنے گا

اصول: قتل خطا ہو تو اس کی دیت قاتل پر نہیں ہے، بلکہ اس کے عاقلہ پر ہے، اسی دو اصول پر یہ مسئلے متفرع ہیں

تشریح: مثلا زید کا غلام ہے، اب عمر کا دعوی ہے کہ زید نے اپنے غلام آزاد کردیا، اس لئے اب زید کا غلام سے کوئی رشتہ نہیں ہے، اس لئے غلام کی جنایت زید سے وصول نہیں کی جائے گی، بلکہ اب غلام کی جنایت خود غلام سے یا اس کے عاقلہ سے وصول کی جائے گی۔ اور یہاں قتل خطا ہے اس لئے غلام پر بھی اس کی دیت نہیں ہے، بلکہ غلام کے عاقلہ پر، اس لئے یہاں آقا اور غلام دونوں دیت سے بری ہو گئے۔ اور عمر کا جو دعوی ہے کہ غلام کا عاقلہ دیت دے، اس بارے میں عمر کے پاس کوئی گواہی، یا حجت نہیں ہے، اس لئے عاقلہ سے بھی دیت نہیں لی جا سکے گی۔ اس لئے عمر کو کہیں سے کچھ دیت نہیں ملے گی۔

ترجمہ: ۲؎ لیکن حجت کے بغیر عاقلہ کے بارے میں بھی تصدیق نہیں کی جائے گی

تشریح: عمر نے گمان کیا تھا کہ غلام آزاد ہے تو گویا کہ اس کا دعوی تھا کہ غلام کے عاقلہ سے دیت ملے، لیکن غلام کا عاقلہ کون ہے یہ بھی پتا نہیں ہے، کیونکہ غلام کا کوئی خاندان نہیں ہوتا، اس لئے بغیر گواہی کے کس سے دیت وصول کرے گا، اس لئے عمر کو کہیں سے دیت نہیں ملے گی

ترجمہ: (۸۴۷) غلام آزاد کیا گیا پھر اس نے ایک آدمی سے کہا کہ میں نے تمہارے بھائی کو اس وقت غلطی سے قتل کیا تھا

حُرٌّ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْعَبْدِ، ۱؎ لِأَنَّـهُ مُنْكِرٌ لِلضَّمَانِ لِمَا أَنَّهُ أَسْنَدَهُ إِلٰى حَالَةٍ مَعْهُوْدَةٍ مُنَافِيَةٍ لِلضَّمَانِ، إِذِ الْكَلَامُ فِيْمَا إِذَا عُرِفَ رِقُّهُ وَالْوُجُوْبُ فِيْ جِنَايَةِ الْعَبْدِ عَلَى الْمَوْلٰى دَفْعًا أَوْ فِدَاءً، وَصَارَ كَمَا إِذَا قَالَ الْبَالِغُ الْعَاقِلُ طَلَّقْتُ امْرَأَتِيْ وَأَنَا صَبِيٌّ أَوْبِعْتُ دَارِيْ وَأَنَا صَبِيٌّ أَوْ قَالَ طَلَّقْتُ امْرَأَتِيْ وَأَنَا مَجْنُوْنٌ وَقَدْ كَانَ جُنُوْنُهُ مَعْرُوْفًا كَانَ الْقَوْلُ قَوْلَهُ لِمَا ذَكَرْنَا.

(۸۴۸) قَالَ وَمَنْ أَعْتَقَ جَارِيَةً ثُمَّ قَالَ لَهَا قَطَعْتُ يَدَكِ وَأَنْتِ أَمَتِيْ وَقَالَتْ قَطَعْتَهَا وَأَنَا حُرَّةٌ

جبکہ میں غلام تھا، اور دوسرا آدمی کہتا ہے کہ تم آزاد تھے تب قتل کیا تھا، تو اس صورت میں غلام کی بات مانی جائے گی، اگر دوسرے آدمی کے پاس گواہی نہ ہو

ترجمہ: ۱؎ اس کی وجہ یہ ہے کہ غلام یہاں اپنے اوپر ضمان کا منکر ہے، اس لئے کہ اس نے قتل ایک ایسی حالت کی طرف منسوب کیا جو ضمان کے منافی ہے، اور یہ بات اس وقت ہے جبکہ سب کو معلوم ہو کہ یہ آدمی غلام رہا ہے، اور غلامیت کی حالت میں قتل خطا کا وجوب آقا پر ہے کہ یا غلام کو سپرد کر دے، یا اس کا فدیہ دیکر اپنے پاس رکھ لے، اور ایسا ہو گیا کہ عاقل بالغ آدمی کہتا ہے کہ میں نے اپنی بیوی کو اس وقت طلاق دی تھی جب میں بچہ تھا، یا میں نے اپنا گھر اس وقت بیچا تھا جب میں بچہ تھا، یا اپنی بیوی کو اس وقت طلاق دی تھی جب میں مجنون تھا، اور اس کا جنون سب کو معلوم تھا، تو اسی بچے اور مجنون کی بات مانی جائے گی، اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے ذکر کی ہے کہ منکر کی بات مانی جائے گی (اگر سامنے والے کے پاس گواہ نہ ہو)

اصول: گواہ نہ ہو تو بات منکر کی مانی جاتی ہے اس اصول پر یہ مسئلہ ہے

تشریح: ایک غلام ابھی تو آزاد ہے لیکن کسی زمانے میں وہ غلام رہا تھا، اور سب کو معلوم بھی ہے، اب وہ مثلا زید کو کہتا کہ میں نے غلامیت کی حالت میں تمہارے بھائی کو غلطی سے قتل کیا تھا، جس کا حاصل یہ ہے کہ میرے اوپر اس کی دیت نہیں ہے، بلکہ اس کی دیت میرے آقا پر ہے، کیونکہ غلامیت کی حالت میں کسی کو قتل کرے تو اس کے آقا پر یہ ذمہ داری ہے کہ یا غلام کو مجنی علیہ کے وارث کو سپرد کرے، یا غلام کی دیت دیکر غلام کو اپنے پاس رکھ لے۔ اور ایسا پہلے ہوا نہیں۔ اور زید کہتا ہے کہ نہیں تم نے آزاد ہونے کی حالت میں میرے بھائی کو قتل کیا ہے اس لئے اس کی دیت تیرے عاقلہ پر ہے۔ تو یہاں زید مدعی ہے اور اس کے پاس گواہی نہیں ہے، اور غلام منکر ہے اس لئے بات منکر کی مانی جائے گی، اور غلام کے عاقلہ پر دیت واجب نہیں ہوگی، اس کی مثال دی ہے کہ کوئی کہے کہ میں نے بچہ ہونے کی حالت میں بیوی کو طلاق دی تھی، یا گھر بیچا تھا اور اس کے خلاف کوئی گواہی نہ ہو تو بچے کی بات مانی جاتی ہے ویسے ہی یہاں ہوگا

ترجمہ: (۸۴۸) کسی نے اپنی باندی آزاد کی پھر اس سے کہا میں نے تمہارا ہاتھ کاٹا تھا اور تم میری باندی تھی، اور باندی کہتی ہے کہ تم نے میرا ہاتھ کاٹا تھا اور اس وقت آزاد تھی تو باندی کی بات مانی جائے گی، اور اسی طرح جو بھی چیز باندی سے لی ہو اس

فَالْقَوْلُ قَوْلُهَا، وَكَذٰلِكَ كُلُّ مَا أُخِذَ مِنْهَا إِلَّا الْجِمَاعَ وَالْغَلَّةَ ۱؎ اِسْتِحْسَانًا، وَهٰذَا عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَأَبِيْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، ۲؎ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ لَا يَضْمَنُ، إِلَّا شَيْئًا قَائِمًا بِعَيْنِهٖ يُؤْمَرُ بِرَدِّهٖ عَلَيْهَا، لِأَنَّهُ مُنْكِرٌ وُجُوْبَ الضَّمَانِ لِإِسْنَادِهِ الْفِعْلَ إِلٰى حَالَةٍ مَعْهُوْدَةٍ مُنَافِيَةٍ لَهُ كَمَا فِي الْمَسْأَلَةِ الْأُوْلٰى وَكَمَا فِي الْوَطْيِ وَالْغَلَّةِ،

میں باندی کی بات مانی جاتی ہے،سوائے جماع،اور غلے کے

ترجمہ:۱؎ استحسان کے طور پر،اور یہ حکم امام ابوحنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے

اصول: یہاں یہ دیکھنا ہوگا کہ منکر کون ہے،گواہی نہ ہونے کے وقت اسی کی بات مانی جائے گی۔

اصول: یہاں امام ابوحنیفہ کا اصول یہ ہے کہ باندی منکر ہے۔اور امام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ آقا منکر ہے

تشریح: اس مسئلے میں آقا نے پہلے اس بات کا اقرار کیا کہ میں نے باندی کا ہاتھ کاٹا ہے،اس لئے مجھ پر اس کی دیت لازم ہے،پھر اس سے پھرتا ہے اور دعوی کرتا ہے کہ باندی کی حالت میں ہاتھ کاٹا ہے اس لئے مجھ پر اس کی دیت لازم نہیں ہے،اور باندی منکر ہے اس لئے باندی کی بات مانی جائے گی۔البتہ جب آقا دعوی کرتا ہے کہ میں باندی کی حالت میں جماع کیا ہے تو اس کی بات مانی جائے گی،کیونکہ ایک مسلمان آدمی کبھی بھی باندی کے بغیر جماع نہیں کرسکتا کیونکہ یہ حرام ہے اور اس پر حد زنا لگ سکتی ہے،اس لئے یہاں آقا کی بات مانی جائے گی کہ باندی ہی کی حالت میں جماع کیا ہوگا۔یا غلہ وغیرہ کھانے کی چیز باندی کی حالت میں لیا ہوگا،کیونکہ یہ تھوڑی بہت چیز ہے،جس کے بارے میں یہی کہا جائے گا کہ باندی ہی کی حالت میں غلہ لیا ہوگا۔باقی دوسری چیزوں میں آقا کے پاس گواہی نہ ہو تو باندی کی بات مانی جائے گی،کیونکہ وہ منکر ہے۔اور امام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ یہاں باندی قصاص،یا دیت لینے کی مدعی ہے اور آقا منکر ہے اس لئے آقا کی بات مانی جائے گی،پورے مسئلے کا حاصل یہی ہے

ترجمہ:۲؎ امام محمدؒ نے فرمایا کہ آقا باندی کے لئے کسی چیز کا ضامن نہیں ہوگا،ہاں باندی کی کوئی چیز آقا کے پاس موجود ہو تو اس کو واپس کرنے کے لئے کہا جائے گا،اس لئے کہ یہاں آقا ضمان کے واجب ہونے کا منکر ہے،اس لئے کہ یہاں لینے کا فعل متعین حالت کی طرف منسوب ہے،جیسے پہلے مسئلے میں تھا،اور جیسا کہ جماع اور غلہ کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا بھی یہی مسلک ہے

تشریح: عبارت پیچیدہ ہے،اس کا حاصل یہ ہے کہ امام محمدؒ کے نزدیک باندی یہ دعوی کر رہی ہے کہ مجھے دیت چاہئے اور آقا اس کا منکر ہے اس لئے آقا کی بات مانی جائے گی،جیسے جماع اور غلے کے بارے میں آقا کی بات مانی گئی تھی،اسی طرح تمام مسئلوں میں آقا کو منکر مان کر اسی کی بات مانی جائے گی۔ہاں آقا کے پاس باندی کی کوئی چیز موجود ہے تو اس کو واپس کرنے کا حکم دیا جائے گا

۳ وَفِی الشَّیْءِ الْقَائِمِ أَقَرَّ بِیَدِهَا حَیْثُ اعْتَرَفَ بِالْأَخْذِ مِنْهَا ثُمَّ ادَّعَی التَّمَلُّکَ عَلَیْهَا وَهِیَ مُنْکِرَةٌ، وَالْقَوْلُ قَوْلُ الْمُنْکِرِ فَلِهٰذَا یُؤْمَرُ بِالرَّدِّ إِلَیْهَا. ۴ وَلَهُمَا أَنَّهُ أَقَرَّ بِسَبَبِ الضَّمَانِ ثُمَّ الدَّعٰی مَا یُبَرِّئُهُ فَلَا یَکُوْنُ الْقَوْلُ قَوْلَه ۵ کَمَا إِذَا قَالَ لِغَیْرِهٖ فَقَأْتُ عَیْنَکَ الْیُمْنٰی وَعَیْنِی الْیُمْنٰی

ترجمہ: ۳ اور جو چیز آقا کے ہاتھ میں قائم ہے اس کے بارے میں اعتراف کیا کہ باندی سے لی ہے پھر آقا دعوی کرتا ہے کہ اس پر میری ملکیت ہے اور باندی اس کا انکار کرتی ہے اس لئے منکر کی بات مانی جائے گی اور باندی کی طرف اس کو لوٹانے کا حکم دیا جائے گا

تشریح: یہ امام محمدؒ کی دلیل ہے کہ باندی کی جو چیز آقا کے پاس موجود ہے اس کے بارے میں خود آقا اعتراف کرتا ہے کہ یہ چیز باندی کی تھی، پھر یہ کہہ کر کہ باندی کی حالت میں اس سے لی ہے یہ دعوی کر رہا ہے کہ اس پر میری ملکیت ہے، اور باندی اس کی منکر ہے اس لئے باندی کی بات مانی جائے گی

ترجمہ: ۴ امام ابوحنیفہ: اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ آقا نے پہلے ضمان کے سبب کا اقرار کیا پھر یہ کہا تو میری باندی تھی تو اس سے ضمان سے بری ہونے کا دعوی کیا اس لئے آقا کی بات کا اعتبار نہیں ہوگا،

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ پہلے آقا نے یہ کہا کہ میں نے تمہارا ہاتھ کاٹا ہے اس سے ضمان کا اقرار کیا، پھر دعوی کیا تو میری باندی تھی اور یہ کہہ کر ضمان سے بری ہونے کا دعوی کیا، تو آقا مدعی ہوا، اور باندی منکر ہوئی اس لئے آقا کی بات نہیں مانی جائے گی

ترجمہ: ۵ جیسے کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تمہاری دائیں آنکھ پھوڑی تھی اس وقت میری دائیں آنکھ صحیح سالم تھی، پھر بعد میں کسی نے میری دائیں آنکھ پھوڑ دی (جس کا مطلب یہ ہے کہ تم کو نہ قصاص ملے گا اور نہ ارش ملے گا) اور جس کے لئے اقرار کیا تھا اس نے کہا کہ جس وقت تم نے میری آنکھ پھوڑی تھی اس وقت تمہاری دائیں آنکھ پھوڑی ہوئی تھی، (یعنی اسی وقت تم پر آنکھ کا ارش لازم تھا، اور جس کے لئے اقرار کیا تھا اسی کی بات مانی جائے گی

تشریح: یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی ایک مثال ہے۔

پہلے ایک قاعدہ سمجھ لیں، اگر پھوڑنے والے کی آنکھ موجود ہو تو اس پر قصاص ہے، اور قصاص میں اس کی آنکھ پھوڑی جائے گی۔ لیکن اگر بعد میں اس کی آنکھ پھوڑ دی تو قصاص نہیں لیا جا سکے گا، کیونکہ اب آنکھ ہی نہیں ہے قصاص میں کیا پھوڑی جائے گی، لیکن اب آنکھ کا ارش بھی نہیں ہے، کیونکہ شروع میں قصاص ہی واجب تھا، اس لئے قصاص بھی ساقط ہو جائے گا، اور ارش بھی ساقط ہو جائے گا

اور اگر آنکھ کے پھوڑتے وقت، پھوڑنے والے کی آنکھ نہیں ہے تو اب ارش ہی لازم ہے

صَحِيحَةٌ ثُمَّ فُقِئَتْ، وَقَالَ الْمُقَرُّ لَهُ لا، بَلْ فَقَأْتَهَا وَعَيْنُکَ الْيُمْنٰى مَفْقُوءَ ةٌ فَإِنَّ الْقَوْلَ قَوْلُ الْمُقَرِّ لَهُ، ۶ وَهٰذَا لِأَنَّهُ مَا أَسْنَدَهُ إِلٰى حَالَةٍ مُنَافِيَةٍ لِلضَّمَانِ، لِأَنَّهُ يَضْمَنُ يَدَهَا لَوْ قَطَعَهَا وَهِيَ مَدْيُونَةٌ وَكَذَا يَضْمَنُ مَالَ الْحَرْبِيِّ إِذَا أَخَذَهُ وَهُوَ مُسْتَأْمِنٌ، ۷ بِخِلَافِ الْوَطْيِ وَالْغَلَّةِ، لِأَنَّ وَطْيَ الْمَوْلٰى أَمَتَهُ الْمَدْيُونَةَ لا يُوجِبُ الْعُقْرَ وَكَذَا أَخْذُهُ مِنْ غَلَّتِهَا وَإِنْ كَانَتْ مَدْيُونَةً لا يُوجِبُ الضَّمَانَ عَلَيْهِ فَحَصَلَ الْإِسْنَادُ إِلٰى حَالَةٍ مَعْهُودَةٍ مُنَافِيَةٍ لِلضَّمَانِ.

زید کی آنکھ اس وقت پھوٹی ہوئی ہے، زید نے عمر کی آنکھ پھوڑی، اب زید کہتا ہے کہ میں نے جب تمہاری آنکھ پھوڑی تھی تو میری آنکھ تھی، یعنی قصاص واجب تھا، ارش واجب نہیں تھا، بعد میں میری آنکھ کسی نے پھوڑی ہے تو اب قصاص نہیں لے سکتے، اور ارش تو واجب تھا ہی نہیں ہے اس لئے وہ بھی ساقط ہو گیا۔ اور عمر جس کی آنکھ پھوٹی ہے، کہتا ہے کہ آپ کی آنکھ پہلے سے پھوٹی ہوئی تھی، یعنی آپ پر شروع سے ارش واجب تھا، اس لئے ارش دیجئے، تو اس صورت میں مقرلہ کی بات مانی جائے گی، اور ارش لازم ہوگا۔ اسی طرح باندی کے مسئلے میں باندی کی بات مانی جائے گی آقا پر دیت لازم ہوگی

ترجمہ: ۶ اور باندی کا حق اس لئے ہے کہ ضمان کے لئے باندی نے کوئی منافی حالت کی طرف منسوب نہیں کیا ہے، اس لئے کہ اگر باندی مقروض ہے اور آقا نے اس کا ہاتھ کاٹا تو باندی آقا سے قرض لے گی، اس کی مثال یہ ہے کہ حربی آدمی امن لیکر دار الاسلام آیا ہو، اور کسی نے اس کا مال لیا تو حربی ضمان لیگا

تشریح: اس عبارت میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کچھ حالتیں ایسی بھی ہیں کہ باندی رہتے ہوئے بھی آقا سے اپنے ہاتھ کا ضمان لے سکتی ہے، مثلا باندی تجارت کی وجہ سے مقروض ہوگئی ہے، پھر آقا نے اس کا ہاتھ کاٹا تو باندی اپنے آقا سے ہاتھ کا ضمان لے سکتی ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ حربی کا مال لے لینا جائز ہے، لیکن حربی امن لیکر دار الاسلام آیا ہو تو حربی ہونے کے باوجود اپنے مال کا ضمان مسلمان سے لیگا، اس لئے باندی کا آقا سے ضمان مانگنا منافی ہے، اس لئے اوپر کے مسئلے میں آقا دعوی کر رہا ہے کہ باندی کی حالت میں ہاتھ کاٹا تھا اور باندی کہہ رہی ہے کہ میں آزاد تھی اور میرا ہاتھ کاٹا ہے تو باندی کو منکر مان کر اس کی بات مانی جائے گی

ترجمہ: ۷ بخلاف باندی سے وطی کر لی، یا اس کا غلہ گیا تو باندی کے مقروض ہونے کے باوجود آقا سے اس کا ضمان نہیں لے سکتی ہے، اس لئے ضمان کے منافی کی حالت کی طرف منسوب ہوا

تشریح: عبارت پیچیدہ ہے۔ اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ باندی مقروض ہو اس حال میں بھی آقا نے اس سے وطی کر لی تو اس کا ضمان لازم نہیں ہوتا ہے، یا تھوڑا سا اس کا غلہ کھا لیا تو آقا پر اس کی قیمت لازم نہیں ہے، اس لئے ان دونوں صورتوں میں باندی منکر نہیں بنے گی اور اس میں باندی کی بات نہیں مانی جائے گی، باقی صورتوں میں باندی منکر بنے گی اور آقا کے پاس گواہی نہ ہو تو باندی ہی کی بات مانی جائے گی

(۸۴۹) قَالَ وَإِذَا أَمَرَ الْعَبْدُ الْمَحْجُوْرُ عَلَیْهِ صَبِیًّا حُرًّا بِقَتْلِ رَجُلٍ فَقَتَلَهُ فَعَلٰی عَاقِلَةِ الصَّبِیِّ الدِّیَةُ، ۱ لِأَنَّهُ هُوَ الْقَاتِلُ حَقِیْقَةً، وَعَمَدَهُ وَخَطَأُهُ سَوَاءٌ عَلٰی مَا بَیَّنَّا مِنْ قَبْلُ، وَلَا شَیْءَ عَلَی الْاٰمِرِ، وَکَذَا إِذَا کَانَ الْاٰمِرُ صَبِیًّا، لِأَنَّهُمَا لَا یُؤَاخَذَانِ بِأَقْوَالِهِمَا، لِأَنَّ الْمُوَاخَذَةَ فِیْهَا بِاعْتِبَارِ الشَّرْعِ وَمَا أُعْتُبِرَ قَوْلُهُمَا ۲ وَلَا رَجُوْعَ لِعَاقِلَةِ الصَّبِیِّ عَلَی الصَّبِیِّ الْاٰمِرِ أَبَدًا، وَیَرْجِعُوْنَ عَلَی الْعَبْدِ الْاٰمِرِ بَعْدَ الْإِعْتَاقِ، لِأَنَّ عَدَمَ الْاِعْتِبَارِ لِحَقِّ الْمَوْلٰی وَقَدْ زَالَ، لَا لِنُقْصَانِ أَهْلِیَةِ الْعَبْدِ، بِخِلَافِ الصَّبِیِّ، لِأَنَّهُ

ترجمہ: (۸۴۹) جس غلام کوآقا نے تجارت کرنے سے روکا تھا اس نے کسی آزاد بچے کو کسی آدمی کو قتل کرنے کا حکم دیا، اس آزاد بچے نے اس کو قتل کر دیا تو بچے کے عاقلہ پر دیت ہے

ترجمہ: ۱ اس لئے حقیقت میں وہی قاتل ہے، اور بچے نے غلطی سے قتل کیا ہو یا جان کر قتل کیا ہو دونوں کا حکم برابر ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا اور حکم دینے غلام پر کچھ دیت نہیں ہے، ایسے ہی اگر بچے نے آزاد بچے کو قتل کا حکم دیا (تو حکم دینے والے بچے پر کوئی دیت نہیں ہے) اس لئے کہ ان دونوں کے قول پر کوئی پکڑ نہیں ہے، اس لئے کہ ان دونوں کے قول میں شریعت کے اعتبار سے مواخذہ ہے، اور یہاں ان دونوں کے قول کا اعتبار نہیں ہے

اصول: یہاں اصول یہ ہے کہ قتل کے حکم کے بارے میں مہجور غلام، اور بچے کے قول کا اعتبار نہیں ہے اس لئے ان دونوں سے دیت نہیں لی جائے گی، اور نہ ان دونوں کے عاقلہ سے دیت لی جائے گی، بلکہ جس نے قتل کیا ہے اسی کے عاقلہ سے دیت لی جائے گی

تشریح: جس غلام کو تجارت کی اجازت ہو اس کے قول کا اعتبار ہے اس لئے اس نے قتل کا حکم دیا تو اس کے عاقلہ پر دیت ہوگی، لیکن جس غلام کو تجارت کی اجازت نہیں ہے اس نے کسی آزاد بچے کو کسی کو قتل کرنے کا حکم دیا، یا کسی بچے نے کسی بچے کو قتل کرنے کا حکم دیا، اس بچے نے قتل کر دیا تو اس کی دیت قتل کرنے والے بچے کے عاقلہ پر ہے، غلام کے عاقلہ اور حکم دینے والے بچے کے عاقلہ پر نہیں ہے

وجہ: آقا کی وجہ سے مہجور غلام کوئی حکم نہیں دے سکتا ہے، اسی طرح ایک بچے کے حکم کا اعتبار نہیں ہے، کیونکہ اس کو کوئی عقل نہیں ہے، اس لئے بچے نے جو قتل کیا ہے وہ اپنے طور پر قتل کیا ہے، چاہے وہ بچہ ہے، اس لئے اس کی دیت بچے کے عاقلہ پر ہے غلام اور حکم دینے والے بچے کے عاقلہ پر نہیں ہے

ترجمہ: ۲ جس بچے نے قتل کیا ہے اس کا عاقلہ حکم دینے والے بچے کے عاقلہ سے کبھی بھی اپنی دیت واپس نہیں لے سکے گا، البتہ حکم دینے والے غلام سے اس کے آزاد ہونے کے بعد دیت وصول کرے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ آقا کے حق کی وجہ سے واپس لینے کا اعتبار نہیں تھا، اور وہ زائل ہو گیا ہے، خود غلام کی عدم اہلیت کی وجہ سے نہیں تھا، بخلاف بچے کے اس لئے اس کی اہلیت قاصر ہے، اس لئے اس کے عاقلہ سے کبھی بھی وصول نہیں کر پائے گا

قَاصِرُ الْأَهْلِيَّةِ.

(۸۵۰) قَالَ وَكَذٰلِكَ إِنْ أَمَرَ عَبْدًا (مَعْنَاهُ أَنْ يَكُوْنَ الْاٰمِرُ عَبْدًا وَالْمَأْمُوْرُ عَبْدًا مَحْجُوْرًا عَلَيْهِمَا) يُخَاطَبُ مَوْلَى الْقَاتِلِ بِالدَّفْعِ أَوِ الْفِدَاءِ، ۱ وَلَا رُجُوْعَ لَهُ عَلَى الْأَوَّلِ فِي الْحَالِ، وَيَجِبُ أَنْ يَرْجِعَ بَعْدَ الْعِتْقِ بِأَقَلَّ مِنَ الْفِدَاءِ وَقِيْمَةِ الْعَبْدِ، لِأَنَّهُ غَيْرُ مُضْطَرٍّ فِيْ دَفْعِ الزِّيَادَةِ، ۲ وَهٰذَا إِذَا كَانَ الْقَتْلُ

تشریح: غلام عاقل بالغ ہے اس کے حکم کا اعتبار ہے، لیکن اس کے آقا کی وجہ سے اس پر دیت واجب نہیں ہوئی، لیکن جب وہ آزاد ہو گیا تو اس کے آقا کا نقصان ختم ہو گیا، اس لئے غلام کے آزاد ہونے کے بعد اس سے دیت لی جائے گی ۔ اور بچہ میں عقل ہی نہیں ہے اس لئے اس کے حکم کا بالکل اعتبار نہیں ہے اس لئے اس کے عاقلہ سے بعد میں بھی دیت وصول نہیں کی جائے گی ۔

ترجمہ: (۸۵۰) ایسے ہی مہجور غلام نے کسی مہجور غلام کو کسی کو قتل کرنے کے لئے کہا، تو قاتل غلام کے آقا کو حکم دیا جائے گا کہ یا غلام کو مجنی علیہ کے ولیوں کو سپرد کرے، یا فدیہ دیکر غلام کو رکھ لے

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مہجور غلام نے قتل کیا تو اس کے آقا پر یہ ہے یا تو غلام کو سپرد کر دے، یا فدیہ دیکر غلام کو اپنے پاس رکھ لے

اصول: دوسرا اصول یہ ہے کہ مہجور غلام سے ابھی کچھ وصول نہیں کرے گا، اس کے آزاد ہونے کے بعد اس سے وصول کیا جائے گا، کیونکہ اس نے قتل کا حکم دیا تھا

تشریح: تجارت سے مہجور غلام نے دوسرے کے تجارت سے مہجور غلام کو حکم دیا کہ مثلا زید کو قتل کر دو، اس نے قتل کر دیا، تو حکم دینے والا چونکہ مہجور ہے اس لئے اس سے ابھی دیت وصول نہیں کی جائے گی ۔ البتہ قاتل مہجور سے وصول کی جائے گی، اور وہ ابھی نہیں دے سکتا ہے تو اس کے آقا سے کہا جائے گا کہ یا تو غلام مجنی علیہ کے والیوں کو سپرد کرو، یا پھر جتنی دیت ہے وہ ادا کر کے غلام اپنے پاس رکھ لو۔

وجہ: کیونکہ قاتل غلام اگر چہ تجارت سے ہے لیکن اس نے قتل تو کیا ہے اس لئے اس سے وصول تو کیا جائے گا

ترجمہ: ۱ اور قتل کا حکم دینے والے مہجور غلام سے ابھی دیت وصول نہیں کی جائے گی (کیونکہ وہ آقا کی ملکیت کی وجہ سے مجبور ہے) اور اس کے آزاد ہونے کے بعد فدیہ اور غلام کی قیمت میں سے جو کم ہو وہ وصول کیا جائے گا، اس لئے آقا زیادہ دینے میں مجبور نہیں تھا

تشریح: اگر دیت کی قیمت غلام کی قیمت سے زیادہ تھی تو غلام ہی دے دیتا آقا نے دیت کیوں دی، یہ اس کی غلطی ہے اس لئے دیت کی قیمت اور غلام کی قیمت میں سے جو کم ہے، قتل کا حکم دینے والا غلام آزاد ہونے کے بعد وہ کم والا دیگا،

ترجمہ: ۲ قاتل غلام کا آقا دیت اس وقت دیگا جب کہ قتل خطا کیا ہو، یا قاتل غلام بچہ ہو تو اس کا قتل عمد بھی قتل خطا ہے، اور

خَطَأً وَكَذَا إِذَا كَانَ عَمَدًا وَالْعَبْدُ الْقَاتِلُ صَغِيْرًا، لِأَنَّ عَمَدَهُ خَطَأٌ، أَمَّا إِذَا كَانَ كَبِيْرًا يَجِبُ الْقِصَاصُ لِجرْيَانِهٖ بَيْنَ الْحُرِّ وَالْعَبْدِ.

(۸۵۱) قَالَ وَإِذَا قَتَلَ الْعَبْدُ رَجُلَيْنِ عَمَدًا وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا وَلِيَّانِ فَعَفَا أَحَدُ وَلِيِّ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فَإِنَّ الْمَوْلٰى يَدْفَعُ نِصْفَهُ إِلَى الْاٰخَرَيْنِ أَوْ يَفْدِيْهِ بِعَشَرَةِ اٰلافِ دِرْهَمٍ ۱؎ لِأَنَّهُ لَمَّا عَفَا أَحَدُ وَلِيِّ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا سَقَطَ الْقِصَاصُ وَانْقَلَبَ مَالًا فَصَارَ كَمَا لَوْ وَجَبَ الْمَالُ مِنَ الْاِبْتِدَاءِ، وَهٰذَا لِأَنَّ حَقَّهُمْ فِي الرَّقَبَةِ أَوْ فِيْ عِشْرِيْنَ أَلْفًا وَقَدْ سَقَطَ نَصِيْبُ الْعَافِيَيْنِ وَهُوَ النِّصْفُ وَبَقِيَ النِّصْفُ.

قتل خطا بھی قتل خطا ہے، لیکن اگر قتل کرنے والا بڑا ہے اور جان کر قتل کیا ہے تب تو غلام پر قصاص ہی ہے (آقا پر دیت نہیں ہے) اس لئے کہ آزاد اور غلام میں جان کا قصاص ہوتا ہے

تشریح: یہاں قتل کی چار صورتیں ہیں۔ ہر ایک کا حکم دیکھیں۔ ۱۔ مہجور غلام بڑا ہے اور قتل خطا کیا ہے، تو آقا پر فدیہ یا غلام کی سپردگی ہوگی۔ ۲۔ مہجور غلام بچہ ہے تو اس کا قتل عمد بھی قتل خطاء ہے، عقل نہ ہونے کی وجہ سے اس کا قتل عمد نہیں ہوتا، چونکہ یہ بھی قتل خطا ہے اس لئے اس کے آقا پر غلام کی سپردگی، یا اس کا فدیہ ہے۔ ۳۔ بچہ مہجور غلام نے قتل خطاء کی تب تو قتل خطا ہے ہی اس لئے اس کے آقا پر سپردگی، یا فدیہ واجب ہے۔ ۴۔ مہجور بڑا غلام ہے اور قتل عمد کیا ہے تب تو یہاں دیت نہیں قصاص ہے، اور غلام قصاص میں قتل کیا جائے گا، کیونکہ آزاد اور غلام کے درمیان قصاص جاری ہوتا ہے۔ یہاں مہجور غلام کے قتل کی یہ چار صورتیں ہیں۔

ترجمہ: (۸۵۱) غلام نے دو آدمیوں کو قتل عمد کر دیا، اور دونوں مقتول کے دو دو ولی تھے، پھر ہر مقتول کے ایک ایک ولی نے اپنا اپنا حق معاف کر دیا تو اب آقا باقی دو ولیوں کو آدھی غلام سپرد کرے گا، اور اگر فدیہ دینا چاہے تو دس ہزار درہم فدیہ میں دے گا

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ جب ہر مقتول کے دو ولیوں میں سے ایک نے معاف کر دیا تو غلام سے قصاص ساقط ہو گیا، اور پلٹ کر مال دینا واجب ہو گیا تو ایسا ہو گیا کہ شروع ہی سے مال واجب ہوا ہو، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا حق غلام میں ہے یا بیس ہزار درہم میں ہے، اور دونوں معاف کرنے والوں کا آدھا آدھا حق ساقط ہو گیا، اور صرف آدھا آدھا حق باقی رہ گیا ہے

اصول: یہاں اصول یہ ہے کہ معاف کرنے کی وجہ سے دونوں کو ملا کر آدھا ہی غلام سپرد کرنا ہے، اور فدیہ دینا ہو تو دونوں کو آدھی آدھی دیت ہی دینی ہے

تشریح: غلام نے دو آدمیوں کو قتل عمد کیا تھا اس لئے دونوں کا قصاص تھا، لیکن دونوں کے ایک ایک ولی نے معاف کر دیا تو اب قصاص دونوں سے معاف ہو گیا، اور معاملہ مال پر آ گیا، اور چونکہ ایک ایک ولی نے معاف کر دیا ہے، اس دونوں کا آدھی آدھی دیت لازم ہے، اس لئے دس ہزار درہم دے گا، اور ہر ولی کو پانچ پانچ سو درہم ملیں گے،

نوٹ: ایک آدمی کی دیت دس ہزار درہم ہوتی ہے

(۸۵۲) فَإِنْ كَانَ قَتَلَ أَحَدَهُمَا عَمْدًا وَالْآخَرَ خَطَأً فَعَفَا أَحَدُ وَلِيِّ الْعَمَدِ فَإِنْ فَدَاهُ الْمَوْلٰى فَدَاهُ بِخَمْسَةَ عَشَرَ أَلْفًا، خَمْسَةُ الْآفٍ لِلَّذِىْ لَمْ يَعْفُ مِنْ وَلِيِّ الْعَمَدِ وَعَشَرَةُ الْآفٍ لِوَلِيِّ الْخَطَأِ، ا لِأَنَّهُ لَمَّا انْقَلَبَ الْعَمَدُ مَالًا كَانَ حَقُّ وَلِيِّ الْخَطَأِ فِىْ كُلِّ الدِّيَةِ عَشَرَةَ الْآفٍ، وَحَقُّ أَحَدِ وَلِيِّ الْعَمَدِ فِىْ نِصْفِهَا خَمْسَةُ الْآفٍ وَلَا تُضَايَقُ فِى الْفِدَاءِ فَتَجِبُ خَمْسَةَ عَشَرَةَ أَلْفًا.

(۸۵۳) وَإِنْ دَفَعَهُ إِلَيْهِمْ أَثْلَاثًا، ثُلُثَاهُ لِوَلِيِّ الْخَطَأِ وَثُلُثُهُ لِغَيْرِ الْعَافِىْ مِنْ وَلِيِّ الْعَمَدِ عِنْدَ أَبِىْ حَنِيْفَةَ

ترجمہ: (۸۵۲) پس اگر غلام نے ایک آدمی کو عمداً قتل کیا، اور دوسرے کو غلطی سے قتل کیا، پھر قتل عمد کے ایک ولی نے معاف کر دیا، پس اگر آقا فدیہ دینا چاہے تو پندرہ ہزار درہم فدیہ دے گا، قتل عمد میں سے جس نے معاف نہیں کیا ہے اس کو پانچ سو درہم ملیں گے، اور قتل خطا کے دونوں ولیوں کو ایک ہزار درہم ملیں گے

ترجمہ: ا اس کی وجہ یہ ہے کہ معاف کرنے کی وجہ سے قتل خطا جب مال بن گیا، تو قتل خطا کے دونوں ولیوں کو پوری دیت دس ہزار درہم ملے گی، اور قتل عمد کے ایک ولی کو آدھی دیت پانچ ہزار درہم ملے گا، اور فدیہ دینے میں کوئی جھگڑا نہیں ہے اس لئے دونوں دیتیں مل کر پندرہ ہزار درہم واجب ہوگا

تشریح: غلام نے دو آدمیوں کو قتل کیا، ایک کو قتل عمد اور دوسرے کو قتل خطا، اور دونوں مقتول کے دو دو ولی تھے، اس میں جو قتل عمد کے ایک ولی تھا اس نے اپنا حصہ معاف کر دیا، اس لئے قتل عمد میں قصاص نہیں ہوگا، اب دس ہزار درہم دیت ہوتی، لیکن ایک نے معاف کر دیا تو اس کا پانچ ہزار درہم معاف ہو گیا، اور دوسرے ولی جس نے معاف نہیں کیا تھا اس کا پانچ ہزار ہی باقی رہا۔ اور دوسرا آدمی جس کو قتل خطا کیا تھا اس کے دونوں ولیوں نے معاف نہیں کیا ہے اس کی پوری دیت دس ہزار درہم ہے اس لئے دونوں دیتوں کو ملا کر پندرہ ہزار درہم لازم ہوگا

ترجمہ: (۸۵۳) اور اگر غلام دینا چاہے تو دو تہائی قتل خطا کے دونوں ولیوں کے لئے ہوگا، اور ایک تہائی قتل عمد کے اس ولی کے لئے ہوگا جس نے معاف نہیں کیا ہے، یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک چار چوتھائی میں تقسیم کی جائے گی۔ تین چوتھائی قتل خطا کے دونوں ولیوں کے لئے ہوگا، اور ایک چوتھائی قتل عمد کے ایک ولی کے لئے ہوگی

اصول: یہاں اصول یہ ہے کہ قتل خطا والے نے معاف نہیں کیا ہے اس لئے وہ پورا غلام لینا چاہتا ہے۔ اور قتل عمد والے میں سے ایک نے معاف کر دیا ہے اس لئے وہ آدھا غلام لینا چاہتا ہے، اس لئے غلام کو حصہ کرنے میں پریشانی ہے

لغت: المنازعۃ: نزع سے مشتق ہے جھگڑا کرنا، یہاں مراد ہے کہ پورا غلام لینے کے لئے جھگڑا کر رہا ہے۔ العول: کم کر کے دینا۔

تشریح: اگر آقا چاہتا ہے کہ غلام ہی سپرد کر دے تو کس کو کتنا حصہ غلام سپرد کرے گا۔ اس بارے میں امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہاں چار آدمیوں کا حق تھا، اس لئے غلام کے چار حصے ہونے چاہئے، لیکن ایک آدمی نے معاف کر دیا ہے، اس لئے

رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، وَقَالَا يَدْفَعُهُ أَرْبَاعًا، ثَلَاثَةُ أَرْبَاعِهِ لِوَلِيِّ الْخَطَأِ وَرُبُعُهُ لِوَلِيِّ الْعَمْدِ ۱؎ فَالْقِسْمَةُ عِنْدَهُمَا بِطَرِيْقِ الْمُنَازَعَةِ فَيُسَلَّمُ النِّصْفُ لِوَلِيِّ الْخَطَأِ بِلَا مُنَازَعَةٍ وَاسْتَوَتْ مُنَازَعَةُ الْفَرِيْقَيْنِ فِي النِّصْفِ الْآخَرِ فَيَتَنَصَّفُ فَلِهٰذَا يُقَسَّمُ أَرْبَاعًا. ۲؎ وَعِنْدَهُ يُقْسَمُ بِطَرِيْقِ الْعَوْلِ وَالْمُضَارَبَةِ أَثْلَاثًا، لِأَنَّ الْحَقَّ تَعَلَّقَ بِالرَّقَبَةِ أَصْلُهُ التَّرِكَةُ الْمُسْتَغْرَقُ بِالدُّيُوْنِ فَيُضْرَبُ هٰذَانِ بِالْكُلِّ وَذٰلِکَ بِالنِّصْفِ

تین باقی رہ گئے ،اس لئے پورے غلام کو تین پر تقسیم کر دیں۔قتل خطا کے دو ولیوں کو ایک ایک تہائی دے دیں۔ یہ دو تہائی ان دونوں کو مل گئے ۔اور قتل عمد کے ایک ولی جس نے معاف نہیں کیا ہے اس کو ایک تہائی دے دی گئے ۔اس کو کہتے ہیں عول، یعنی ہر آدمی کو کمی کر کے دے دینا ، کیونکہ یہاں قتل خطا والے دونوں ولی بھی پورا غلام مانگ رہے ہیں ،اور قتل عمد کا ایک آدمی آدھا غلام مانگ رہا ہے،تو ایک غلام میں تین حصے ہو گئے ،اس لئے ہر ایک کو کم کم کر کے دے دیا گیا

اور صاحبینؒ کے یہاں غلام کے چار حصے کئے جائیں گے ،تین حصے قتل خطا کے دونوں ولیوں کو دئے جائیں گے ،اور ایک حصہ قتل عمد والے کو دیا جائے گا۔دلیل آگے آ رہی ہے

ترجمہ: ۱؎ صاحبینؒ کے نزدیک تقسیم جھگڑے کے طور پر ہے،اس لئے قتل خطا کے جو دو ولی ہیں ان کو پہلے آدھا دے دیا جائے گا ، کیونکہ اس حصے میں کوئی جھگڑا نہیں ہے،اور جو آخری آدھا حصہ ہے اس میں دونوں فریق برابر جھگڑا کر رہے ہیں،اس لئے آخری آدھے حصے کو آدھا آدھا کر کے دونوں فریقوں کو دے دئے جائیں تو اربا عاً تقسیم ہو جائے گا (یعنی قتل خطاء والے کو تین چوتھائی (75) فی صد ،اور قتل عمد والے ایک آدمی کو ایک چوتھائی (25) فی صد مل جائے گا

تشریح: یہ عبارت پیچیدہ ہے۔صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ قتل خطا والا اپنا پورا غلام چاہتا تھا،لیکن یہاں دو آدمیوں کو غلام نے قتل کیا ہے اس لئے قتل خطا والے کے لئے تو پہلے سے آدھا غلام تھا،لیکن باقی دوسرے آدھے میں دونوں فریقوں میں جھگڑا تھا ،اس لئے اس کو آدھا آدھا کر دیا تو ایک چوتھائی اس میں سے بھی قتل خطا والے کو مل گئی ،اس طرح مجموعہ تین چوتھائی (75) فیصد ہو گئی ،اور ایک چوتھائی (25) فیصد قتل عمد کے ایک ولی کو مل گئی۔اس کو بطور منازعت کے کہتے ہیں

ترجمہ: ۲؎ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عول اور مضاربت کے طور پر تقسیم کیا جائے گا (یعنی سبھی حصے داروں کو کم کر کے دے دیا جائے گا) تہائی تہائی کر کے،اس لئے کہ حق کا تعلق غلام کی گردن کے ساتھ ہے، کیونکہ اس کی گردن قرض میں گھری ہوئی ہے قتل خطا والے کو کل میں ضرب دیا جائے گا ،اور قتل عمد والے کو آدھے میں ضرب دیا جائے گا۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عول یعنی سب کو کم کر کے دینا ہے،اس کی وجہ یہ ہے کہ غلام کی گردن قرض میں گھری ہوئی ہے،اور اوپر جو دیت تقسیم کی وہ ہر ایک کو ایک ایک تہائی ملی ہے،اسی طرح یہاں غلام بھی ایک ایک تہائی دے دی جائے گی

ترجمہ: ۱؎ اس مسئلے کے لئے کچھ مثالیں ہیں،اور کچھ ان کے ضد بھی ہیں جنکو ہم نے زیادات میں ذکر کئے ہیں

وَلِهٰذِهِ الْمَسْأَلَةِ نَظَائِرُ وَأَضْدَادٌ ذَكَرْنَاهَا فِي الزِّيَادَاتِ.

(۸۵۴) قَالَ وَإِذَا كَانَ عَبْدٌ بَيْنَ رَجُلَيْنِ فَقَتَلَ مَوْلٰى لَهُمَا أَيْ قَرِيْبًا لَهُمَا فَعَفَا أَحَدُهُمَا بَطَلَ الْجَمِيْعُ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَالَا رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يَدْفَعُ الَّذِيْ عَفَا نَصِيْبَهُ إِلَى الْآخَرِ أَوْ يَفْدِيْهِ بِرُبُعِ الدِّيَةِ ۱ وَذُكِرَ فِي النُّسَخِ وَقَتَلَ وَلِيًّا لَهُمَا وَالْمُرَادُ الْقَرِيْبُ أَيْضًا.

تشریح: صاحب ھدایہ کی بھی ایک کتاب ہے جس کا نام زیادات ہے، اس میں امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کے مطابق بہت سی مثالیں پیش کی ہیں، تفصیل وہاں دیکھیں

ترجمہ: (۸۵۴) ایک غلام دو آدمیوں کے درمیان ہے اس نے دونوں آقا کے رشتہ دار کو قتل کر دیا، پھر ایک آقا نے قصاص معاف کر دیا تو سب کے نزدیک قصاص اور مال سب معاف ہو گیا، اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ جس نے معاف کیا ہے وہ اپنے حصے کا آدھا دوسرے کو دے، اور چوتھائی دیت کا فدیہ دے

اصول: یہاں تین اصول ہیں ایک اصول یہ ہے کہ آقا اپنے غلام پر مال واجب نہیں کر سکتا ہے

اصول: دوسرا اصول یہ ہے کہ ایک نے قصاص معاف کر دیا تو سب کا قصاص معاف ہو جائے گا،

اصول: اور تیسرا اصول یہ ہے کہ غلام پر تو آقا کا مال واجب نہیں ہوگا، لیکن جس آقا نے قصاص معاف کیا ہے، اس پر اس کے شریک کا حصہ واجب ہے

تشریح: یہاں بھی عبارت بہت پیچیدہ ہے۔ دو آقا کا ایک غلام تھا، غلام نے دونوں آقا کو قتل کر دیا، اب ان دونوں آقا کے جو دو وارث تھے اس میں سے ایک نے غلام کو معاف کر دیا، اس کے معاف کرنے کی وجہ سے غلام پر اب قصاص واجب نہیں ہو گا، صرف مال واجب ہوگا، لیکن آقا کا غلام پر مال واجب نہیں ہوتا ہے، غلام کا سارا مال تو پہلے سے آقا ہی کا ہے، اس لئے غلام سے قصاص بھی معاف ہے اور مال بھی معاف ہے، اب معاف کرنے والے آقا کو بھی شریک کا حصہ نہیں دینا پڑے گا۔ البتہ آقا کو قتل کیا ہے تو اس کے وارث کی ملکیت غلام پر رہے گی، اور آقا کے رشتہ دار کو قتل کیا ہے تو دونوں آقا کی ملکیت غلام پر رہے گی، وہ ختم نہیں ہوگی، کیونکہ غلام زندہ ہے۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے۔ لیکن جس آقا کے وارثوں نے قصاص معاف کیا اس نے دوسرے آقا کا نقصان کیا ہے اس لئے اس پر یہ واجب ہے کہ دوسرے آقا کا جو آدھا حصہ ہے اس کو ادا کرے۔ یہ صاحبینؒ کے نزدیک ہے۔ پورے مسئلے کا حاصل یہی ہے

ترجمہ: ۱ بعض نسخے میں ذکر ہے قتل ولیا لھما، اور اس مراد یہ ہے کہ آقا کے قریبی رشتہ دار کو غلام نے قتل کر دیا

تشریح: یہاں متن میں تین قسم کی عبارتیں ہیں۔ ۱۔ قتل مولی لھما، اس عبارت میں یہ بتا رہے۔ کہ غلام نے ایک آقا کے دو رشتہ داروں کو قتل کر دیا۔ اب ایک آقا نے غلام کے قصاص کو معاف کر دیا۔ ۲۔ دوسری عبارت میں ہے، قتل ولیا لھما. اس عبارت

۲ وَذُكِرَ فِيْ بَعْضِ النُّسَخِ قَوْلُ مُحَمَّدٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ مَعَ قَوْلِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، وَذُكِرَ فِي الزِّيَادَاتِ عَبْدٌ قَتَلَ مَوْلَاهُ وَلَهُ اِبْنَانِ فَعَفَا أَحَدُ الْاِبْنَيْنِ بَطَلَ ذٰلِكَ كُلُّهُ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَمُحَمَّدٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، ۳ وَعِنْدَ أَبِيْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ الْجَوَابُ فِيْهِ كَالْجَوَابِ فِيْ مَسْأَلَةِ الْكِتَابِ وَلَمْ يَذْكُرِ اخْتِلَافَ الرِّوَايَةِ. لِأَبِيْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَنَّ حَقَّ الْقِصَاصِ

کا حاصل بھی یہی ہے کہ دوآ قا کے دو رشتہ داروں کو قتل کر دیا، اور اس میں سے ایک آ قا نے قصاص معاف کر دیا۔۳۔اور تیسری عبارت ہے کہ، قتل مولاہ، ولہ ابنان، غلام نے اپنے ایک آ قا کو قتل کر دیا اور اس کے دو بیٹے ہیں ان میں سے ایک نے قصاص معاف کر دیا۔اور تینوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ دوآ قا میں سے ایک نے قصاص معاف کر دیا تو قصاص معاف ہو گیا۔اور غلام پر آ قا کا مال بھی واجب نہیں ہوگا۔البتہ صاحبینؒ کے نزدیک معاف کرنے والے شریک پر دوسرے شریک کا حصہ واجب ہوگا

ترجمہ: ۲ بعض نسخے میں امام محمدؒ کا قول امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ ہے، اور زیادات میں یوں ذکر ہے کہ ایک غلام نے اپنے آ قا کو قتل کیا، اس کے دو بیٹے ہیں تو ایک بیٹے نے غلام کے قصاص کو معاف کر دیا تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک غلام سے قصاص بھی معاف ہو جائے گا اور مال بھی معاف ہو جائے گا، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک متن میں جو بات کہی ہے ایسا ہی یہاں بھی کہا ہے کہ، غلام پر تو مال واجب نہیں ہے، لیکن معاف کرنے والے آ قا پر شریک کا حصہ دینا واجب ہے

تشریح: یہاں دو باتیں فرما رہے ہیں۔ایک یہ کہ اوپر متن میں دونوں صاحبین کا قول امام ابوحنیفہ سے الگ تھا، لیکن زیادات کی عبارت سے پتا چلتا ہے کہ امام محمدؒ کا قول امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ ہے اور امام ابو یوسفؒ کا قول الگ ہے۔اور اس کا حاصل یہی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک غلام سے قصاص بھی معاف اور مال بھی معاف، اور اس کے معاف کرنے والے آ قا پر بھی کچھ لازم نہیں ہوگا، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک معاف کرنے والے آ قا پر اپنے شریک کا آدھا حصہ دینا ہوگا

ترجمہ: ۳ امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ غلام میں دونوں آ قا کا مشترکہ طور پر قصاص کا حق ثابت تھا، اس لئے کہ آ قا کی ملکیت ہو تب بھی قصاص کو نہیں روکتا ہے (البتہ مال واجب ہونے کو روکتا ہے)، لیکن جب ایک آ قا نے قصاص معاف کر دیا تو دوسرے کا جو آدھا حق تھا وہ بھی مال میں تبدیل ہو گیا (یعنی وہ بھی مال ہی لے سکتا ہے قصاص نہیں)، لیکن بات یہ ہے کہ یہاں ملکیت مشترک ہے اس لئے آدھا تو اپنے حصے کو معاف کیا اور آدھا شریک کے حصے کو معاف کیا، پھر جو معاف کرنے والے کا حصہ تھا وہ تو معاف کرنے کی وجہ سے ساقط ہو گیا، کیونکہ آ قا اپنے غلام پر مال واجب نہیں کر سکتا ہے، لیکن جو شریک کا حصہ تھا وہ باقی رہا، اور آدھے کا آدھا چوتھائی ہوتی ہے، اس لئے معاف کرنے والے سے کہا جائے گا کہ اپنے حصے کا آدھا (یعنی غلام کی چوتھائی حصہ شریک کو سپرد کریں) یا فدیہ کی چوتھائی حصہ شریک کو دیں۔

تشریح: اس لمبی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ۔امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ غلام میں دونوں آ قا کا آدھا آدھا حصہ تھا،

ثَبَتَ فِی الْعَبْدِ عَلٰی سَبِیْلِ الشُّیُوْعِ، لِأَنَّ مِلْکَ الْمَوْلٰی لَا یَمْنَعُ اسْتِحْقَاقَ الْقِصَاصِ لَهٗ فَإِذَا عَفَا أَحَدُهُمَا انْقَلَبَ نَصِیْبُ الْاٰخَرِ وَهُوَ النِّصْفُ مَالًا، غَیْرَ أَنَّهٗ شَائِعٌ فِی الْکُلِّ فَیَکُوْنُ نِصْفُهٗ فِیْ نَصِیْبِهٖ وَالنِّصْفُ فِیْ نَصِیْبِ صَاحِبِهٖ فَمَا یَکُوْنُ فِیْ نَصِیْبِهٖ سَقَطَ ضَرُوْرَةَ أَنَّ الْمَوْلٰی لَا یَسْتَوْجِبُ عَلٰی عَبْدِهٖ مَالًا، وَمَا کَانَ فِیْ نَصِیْبِ صَاحِبِهٖ بَقِیَ، وَنِصْفُ النِّصْفِ هُوَ الرُّبُعُ فَلِهٰذَا یُقَالُ إِدْفَعْ نِصْفَ نَصِیْبِکَ أَوِ افْتَدِهٖ بِرُبُعِ الدِّیَةِ. ۴ وَلَهُمَا أَنَّ مَا یَجِبُ مِنَ الْمَالِ یَکُوْنُ حَقَّ الْمَقْتُوْلِ لِأَنَّهٗ بَدَلُ دَمِهٖ، وَلِهٰذَا تُقْضٰی مِنْهُ دُیُوْنُهٗ وَتُنَفَّذُ بِهٖ وَصَایَاهُ ثُمَّ الْوَرَثَةُ یَخْلُفُوْنَهٗ فِیْهِ عِنْدَ الْفَرَاغِ مِنْ حَاجَتِهٖ وَالْمَوْلٰی لَا یَسْتَوْجِبُ عَلٰی عَبْدِهٖ دَیْنًا فَلَا تَخْلُفُهُ الْوَرَثَةُ فِیْهِ.

وہ ملکیت تو باقی رہے گی، لیکن چونکہ غلام نے قتل کیا ہے اس لئے اس پر مشترکہ طور پر قصاص ہے، لیکن ایک آقا نے قصاص معاف کر دیا تو غلام سے قصاص معاف ہو گیا، لیکن اس نے اپنے شریک کے قصاص کو بھی بیکار کیا ہے اس لئے اس پر یہ لازم ہو گا کہ اپنے حصے کا آدھا، یعنی غلام کا چوتھائی حصہ شریک کو بطور دیت سپرد کرے، یا دیت کی چوتھائی شریک کے حوالے کرے اور غلام اپنے پاس رکھ لے۔

ترجمہ: ۴ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ مال مقتول کے حق میں واجب ہوتا ہے، اس لئے کہ یہ اس کے خون کا بدلہ ہے، یہی وجہ ہے کہ اس مال سے مقتول کا قرض ادا کیا جاتا ہے، اس کی وصیت پوری کی جاتی ہے، اور مقتول کی ضرورت سے بچتا ہے تب اس کا وارث کو ملتا ہے، (اور یہاں مقتول خود غلام کا آقا ہے) اور آقا اپنے غلام پر مال واجب نہیں کر سکتا ہے اس لئے غلام پر کوئی مال واجب ہی نہیں ہوگا، اور نہ اس کی خلافت میں ورثہ کو کچھ ملے گا

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے، دیت کا مال اصل میں مقتول کا مال ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس دیت کے مال سے مقتول کا قرضہ ادا کیا جاتا ہے، اس کی وصیت پوری کی جاتی ہے اور ان تمام ضرورتوں سے مال بچتا ہے تب اس کو ورثہ لیتا ہے۔ اور یہاں مقتول غلام کا آقا ہے، اور آقا کا اپنے غلام پر مال واجب نہیں ہوتا، اس لئے غلام پر کوئی مال واجب نہیں ہوگا، اور جب غلام پر مال واجب نہیں ہوا تو معاف کرنے والے آقا پر بھی کچھ واجب نہیں ہوگا۔ گویا کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک غلام پر قصاص بھی نہیں، اس پر مال بھی نہیں، اور معاف کرنے والے آقا پر بھی اپنے شریک کے لئے کچھ بھی نہیں واجب ہے، سب کی چھٹی ہے

فَصْلٌ

(۸۵۵) وَمَنْ قَتَلَ عَبْدًا خَطَأً فَعَلَيْهِ قِيْمَتُهُ لَا تُزَادُ عَلٰى عَشَرَةِ اٰلَافِ دِرْهَمٍ فَإِنْ كَانَتْ قِيْمَتُهُ عَشَرَةَ اٰلَافِ دِرْهَمٍ أَوْ أَكْثَرَ قَضٰى لَهُ بِعَشَرَةِ اٰلَافٍ إِلَّا عَشَرَةً، وَفِي الْأَمَةِ إِذَا زَادَتْ قِيْمَتُهَا عَلَى الدِّيَةِ خَمْسَةَ اٰلَافٍ إِلَّا عَشَرَةً، ل وَهٰذَا عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَمُحَمَّدٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ،

فصل

ترجمہ: (۸۵۵) اگر کسی آدمی نے غلام کو غلطی سے قتل کر دیا تو اس پر غلام کی قیمت ہے لیکن دس ہزار درہم سے زیادہ نہ ہو۔ پس اگر اس کی قیمت دس ہزار درہم یا اس سے زیادہ ہو تو اس کو حکم دیا جائے گا دس ہزار سے دس کم کا۔ اور اگر باندی میں اگر اس کی قیمت زیادہ ہو جائے دیت پر تو پانچ ہزار میں دس درہم کم واجب ہوں گے۔

ترجمہ: ل یہ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہے۔

اصول: امام ابو حنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ غلام میں آدمیت اصل ہے اس لئے اس کے قتل میں آزاد کی طرح دیت ہوگی، البتہ تھوڑی کم کر دی جائے گی تا کہ آزاد اور غلام میں فرق ہو جائے۔

اصول: صاحبین کی رائے یہ ہے کہ غلام مال کے درجے میں ہے، اس لئے اس کی قیمت آزاد کی دیت سے بھی زیادہ ہو سکتی ہے

تشریح: کسی نے کسی کے غلام کو غلطی سے قتل کر دیا تو پہلے اس کی قیمت لگائی جائے گی، اگر آزاد کی جو دیت ہے دس ہزار درہم اس سے غلام کی قیمت کم ہے تب تو قیمت دے دی جائے گی، لیکن اس کی قیمت دس ہزار درہم سے زیادہ ہو تو دس ہزار درہم ہی دی جائے گی، البتہ آزاد اور غلام کی دیت میں فرق کرنے کے لئے دس درہم کر دی جائے گا۔

اسی طرح کسی کی باندی کو قتل کر دیا تو اس کی قیمت لگائی جائے گی اگر اس کی قیمت پانچ ہزار درہم سے کم ہے تو اس کی قیمت دلوائی جائے گی، اور اگر پانچ ہزار درہم سے زیادہ قیمت ہے تو آزاد عورت کی دیت کا اعتبار ہوگا۔ آزاد عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے، یعنی پانچ ہزار درہم، اس لئے باندی کی دیت پانچ ہزار درہم دلوائی جائے گی، البتہ آزاد اور باندی میں فرق کرنے کے لئے پانچ ہزار سے دس درہم کم دلوائی جائے گی

وجہ: حنفیہ کے نزدیک قتل خطا میں دیت اصل ہے، غلام کی قیمت اصل نہیں ہے، کیونکہ غلام میں آدمیت اصل ہے، اس لئے آدمیت کا اعتبار کرتے ہوئے دیت لازم ہوگی البتہ آزاد اور غلام میں فرق کرنے کے لئے آزاد کی دیت سے دس درہم کم کر دیا جائے گا۔ (۲) اس آیت میں قتل خطا کی دیت بیان کی گئی ہے، اور اس میں آزاد اور غلام دونوں شامل ہیں اس لئے غلام کے لئے بھی دیت ہی کی رعایت کی جائے گی۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلٰى أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ

۲؎ وَقَالَ أَبُوْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَالشَّافِعِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ تَجِبُ قِيْمَتُهُ بَالِغَةً مَا بَلَغَتْ، وَلَوْ

مُؤْمِنَةٍ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ (سورت النساء۴، آیت۹۲)(۳)اس قول تابعی میں ہے غلام کی دیت دس درہم کم کردی جائے تا کہ آزاد اور غلام کی دیت میں فرق رہے۔ عن ابراهيم فی العبد يقتل عمدا قال فيه القود فان قتل خطاء فقيمته ما بلغ غير انه لايجعل مثل دية الحر وينقص عنه عشرة دراهم (کتاب الآثار لمحمدؒ، باب جراحات العبید ص ۱۲۶ نمبر ۵۸۲/مصنف عبد الرزاق، باب دیة المملوک ج عاشر ص ۹، نمبر ۱۸۱۷۲/مصنف ابن ابی شیبة ۶۹ من قال لا یبلغ به دیة الحر، جلد خامس، ص ۳۸۶، نمبر ۲۷۲۰۴)(۴)اس قول تابعی میں ہے کہ غلام کی دیت آزاد کی دیت تک نہیں پہنچنی چاہئے۔عَنْ إِبْرَاهِيمَ، وَالشَّعْبِيِّ، قَالَا: »لَا يَبْلُغُ بِدِيَةِ الْعَبْدِ دِيَةَ الْحُرِّ فِي الْخَطَأِ(مصنف ابن ابی شیبة، باب الحر یقتل العبد خطاء، نمبر ۲۷۲۱۵)

وجه: (۱)اور عورت کی دیت مرد سے آدھی ہے، اس لئے باندی کی دیت اس سے دس درہم کم دی جائے گی یعنی (4990) درہم ہوگی، اس قول صحابی میں ہے۔وَكَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ، يَقُولُ: »فِي دِيَةِ الْمَرْأَةِ فِي الْخَطَأِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ دِيَةِ الرِّجَالِ إِلَّا السِّنَّ وَالْمُوضِحَةَ فَهُمَا فِيهِ سَوَاءٌ « وَكَانَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، يَقُولُ: »دِيَةُ الْمَرْأَةِ فِي الْخَطَأِ مِثْلُ دِيَةِ الرَّجُلِ حَتَّى تَبْلُغَ ثُلُثَ الدِّيَةِ، فَمَا زَادَ فَهُوَ عَلَى النِّصْفِ (مصنف ابن ابی شیبة، باب فی جراحات الرجال و النساء، نمبر ۲۷۴۹۷)(۲)۔عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله ﷺ دية المرأة على النصف من دية الرجل (سنن للبیہقی، باب ما جاء فی دیة المرأة ج ثامن ص ۹۵ نمبر ۱۶۳۰۵)اور دوسری روایت میں ہے۔ان عليا كان يقول جراحات النساء على النصف من دية الرجل فيما قل و كثر (سنن للبیہقی، باب ما جاء فی جراح المرأة ج ثامن، ص ۱۶۷، نمبر ۱۶۳۰۸) اس حدیث اور اثر سے معلوم ہوا کہ آزاد عورت کی دیت مرد سے آدھی ہے اس لئے باندی کی دیت آزاد عورت کی دیت سے دس درہم یا پانچ درہم کم کر کے دلوائیں گے۔

ترجمہ: ۲؎ اور امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کے نزدیک غلام کی جتنی قیمت ہوگی سب دینی ہوگی، جیسے اگر غلام کو غصب کرتا اور اس غلام کی قیمت بیس ہزار ہوتی اور غاصب کے ہاتھ میں ہلاک ہو جاتا تو جتنی قیمت بنتی سب دینی ہوتی، ایسے ہی یہاں ہے، بالاجماع

تشریح: امام ابو یوسف، اور امام شافعیؒ قتل خطا میں غلام کی دیت واجب نہیں ہوتی بلکہ اس کی قیمت واجب ہوتی ہے، وہ آزاد کی دیت سے زیادہ بھی ہو جائے تو دینی ہوگی، اس کی ایک مثال ہے کہ اگر غلام کو غصب کرتا اور وہ غاصب کے ہاتھ میں ہلاک ہو جاتا تو پوری قیمت دینی ہوتی ہے اسی طرح یہاں قتل کر کے گویا کہ غلام کو غصب کر کے ہلاک کیا ہے

وجه:(۱) اس قول تابعی میں ہے کہ جتنی قیمت ہو دینی ہوگی۔وَابْنِ سِيرِينَ أَنَّهُمَا قَالَا: »قِيمَتُهُ يَوْمَ يُصَابُ بَالِغَةً مَا بَلَغَتْ(مصنف ابن ابی شیبة، باب الحر یقتل العبد خطاء، نمبر ۲۷۲۰۶) (۲)عن ابن المسيب قال دية المملوک

غَصَبَ عَبْدًا قِیْمَتُهُ عِشْرُوْنَ أَلْفًا فَهَلَکَ فِیْ یَدِهٖ تَجِبُ قِیْمَتُهُ بَالِغَةً مَا بَلَغَتْ بِالْإِجْمَاعِ. ۳؎ لَهُمَا أَنَّ الضَّمَانَ بَدَلُ الْمَالِیَّةِ وَلِهٰذَا یَجِبُ لِلْمَوْلٰی وَهُوَ لَا یَمْلِکُ الْعَبْدَ إِلَّا مِنْ حَیْثُ الْمَالِیَّةِ، ۴؎ وَلَوْ قُتِلَ الْعَبْدُ الْمَبِیْعُ قَبْلَ الْقَبْضِ یَبْقَی الْعَقْدُ وَبَقَاؤُهُ بِبَقَاءِ الْمَالِیَّةِ أَصْلًا أَوْ بَدَلًا وَصَارَ ۵؎ کَقَلِیْلِ

ثمنه ما بلغ وان زاد علی دیة الحر (مصنف عبدالرزاق، باب دیة المملوک ج عاشر،ص۹،نمبر۱۸۱۷۴رمصنف ابن ابی شیبة ۱۶۸ الحر یقتل العبد خطاج خامس،ص ۳۸۶،نمبر۲۷۱۹۴)اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ جتنی قیمت بھی قاتل کو دینی پڑے گی چاہے آزاد کی دیت دس ہزار درہم سے زیادہ ہی کیوں نہ ہو

ترجمہ: ۳؎ امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ آقا کو جو ضمان ملتا ہے وہ غلام کی مالیت کی وجہ سے ملتا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ آقا مالیت کے اعتبار سے غلام کا مالک ہے اسی لئے آقا کے لئے ضمان ہوتا ہے

تشریح: یہاں چار دلیل بیان کی جارہی ہیں کہ غلام مال ہے۔ا۔پہلی دلیل یہ ہے کہ آقا کو جو غلام کی دیت کا مال ملتا ہے وہ اس وجہ سے ملتا ہے کہ وہ اس کی ملکیت ہے، اس سے پتا چلا کہ قتل خطا میں بھی مالیت ہونا اصل ہے، آدمی ہونا اصل نہیں ہے

ترجمہ: ۴؎ مبیع غلام کو قبضہ کرنے سے پہلے کسی نے قتل کر دیا پھر بھی بیع باقی رہتی ہے، اور اس بیع کا باقی رہنا اصل مبیع باقی رہنے کی وجہ سے ہے یا اس کا بدل باقی رہنے کی وجہ سے ہے

تشریح: یہ غلام کے مالیت ہونے کی دوسری دلیل ہے۔ زید نے عمر کے ہاتھ میں غلام بیچا، عمر نے غلام پر قبضہ بھی نہیں کیا تھا کہ اس کو بکر نے قتل کر دیا، پھر بھی یہ بیع باقی رہے گی، کیونکہ بکر غلام کے بدلے میں اس کی قیمت دیگا، اس قیمت کے باقی رہنے کی وجہ سے بیع باقی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ غلام اصل میں مالیت ہے، آدمیت نہیں ہے۔ اس لئے قتل خطا میں بھی غلام کی قیمت اور مالیت کا اعتبار کیا جائے گا

لغت: بقاء المالیة اصلا او بدلا: اصلا کا معنی ہے کہ اصل غلام باقی ہے۔ بدلا: مقتول غلام کی قیمت آئے یہ غلام کا بدل ہے

ترجمہ: ۵؎ اور ایسا ہو گیا کہ غلام کی قیمت کم ہو (تو وہ کم دی جاتی ہے، اس لئے دیت سے زیادہ ہو تو زیادہ دی جائے گی) اور جیسے غصب کیا ہو تو پوری قیمت لازم ہوتی ہے (اسی طرح قتل خطاء میں پوری قیمت لازم ہوگی)

تشریح: یہ امام ابو یوسفؒ کی تیسری اور چوتھی دلیل ہے۔۳۔ اگر غلام کی قیمت آزاد کی دیت سے کم ہو اس وقت آزاد کی دیت نہیں دی جاتی ہے بلکہ جو کم قیمت ہے وہی لازم کی جاتی ہے، حال آنکہ آدمیت کا اعتبار کیا جائے تو یہاں بھی دس ہزار درہم لازم ہونی چاہئے، لیکن یہاں قیمت ہی لازم ہوتی ہے جس سے معلوم ہوا کہ غلام میں اصل میں اس کی قیمت ہے، آدمیت نہیں ۔۴۔ چوتھی دلیل یہ ہے کہ کوئی غصب کر کے لے جائے اور قتل کر دے تو وہاں غلام کی قیمت ہی لازم ہوتی ہے چاہے جتنی ہو جائے، اس چوتھی دلیل سے بھی معلوم ہوا کہ غلام میں اصل اس کی قیمت ہے، دیت نہیں، اس لئے اس کے قتل خطا میں دس ہزار

الْقِيمَةِ وَكَالْغَصَبِ. ۴ وَلِأَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَمُحَمَّدٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ قَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلٰى أَهْلِهِ﴾ (سورة النساء: ۹۲) أَوْجَبَهَا مُطْلَقًا، وَهِيَ اسْمٌ لِلْوَاجِبِ بِمُقَابَلَةِ الْاٰدَمِيَّةِ، وَلِأَنَّ فِيْهِ مَعْنَى الْاٰدَمِيَّةِ حَتّٰى كَانَ مُكَلَّفًا وَفِيْهِ مَعْنَى الْمَالِيَّةِ، وَالْاٰدَمِيَّةُ أَعْلَاهُمَا فَيَجِبُ اِعْتِبَارُهَا بِإِهْدَارِ الْأَدْنٰى عِنْدَ تَعَذُّرِ الْجَمْعِ بَيْنَهُمَا. ۵ وَضَمَانُ الْغَصَبِ بِمُقَابَلَةِ الْمَالِيَّةِ، إِذِ الْغَصَبُ لَا يَرِدُ إِلَّا عَلَى الْمَالِ، ۶ وَبَقَاءُ الْعَقْدِ يَتَّبِعُ الْفَائِدَةَ حَتّٰى يَبْقٰى بَعْدَ قَتْلِهِ عَمَدًا وَإِنْ لَمْ يَكُنِ الْقِصَاصُ بَدَلًا عَنِ

درہم سے زیادہ بھی اس کی قیمت ہے تو وہی دینی ہوگی۔

ترجمہ: ۴ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ آیت میں کہا (وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِه) اس آیت میں آزاد یا غلام دونوں کے لئے مطلقا دیت کا لفظ بولا ہے، اور یہ آدمی کے مقابلے پر واجب ہے، دوسری بات یہ ہے کہ غلام میں آدمی کا معنی ہے یہی وجہ ہے کہ وہ شریعت کا مکلّف ہے، اور اس میں مالیت کا معنی بھی ہے، لیکن آدمیت اعلی ہے اس لئے جب دونوں کا جمع متعذر ہو تو ادنی کو چھوڑ کر اعلی کا اعتبار کرنا واجب ہوگا

تشریح: غلام میں آدمیت کا اعتبار ہے، اور اس کی بنیاد پر آزاد کی جو دیت ہے اس کے قریب قاتل پر واجب ہوگا، اس کی دو دلیل دے رہے ہیں۔۱۔ پہلی دلیل یہ ہے کہ آیت میں قتل خطا کے لئے ((دية مسلمة الى اهله)) کہا ہے، اور اس کو دیت کہا ہے، پھر اس میں آزاد اور غلام کا فرق نہیں کیا ہے، بلکہ مطلق ہے، اس لئے غلام کے قتل میں بھی آدمیت کے اعتبار سے دیت ہی لازم ہوگی۔۲۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ غلام میں آدمیت کا معنی بھی ہے اسی لئے وہ شریعت کا مکلّف ہے، اور مالیت کا معنی بھی ہے، اور آدمیت اعلی ہے اور مالیت ادنی ہے اس لئے جہاں دونوں کو جمع کرنا ممکن نہ ہو وہاں اعلی کو ترجیح دی جائے گا، اور ادنی کو چھوڑ دیا جائے گا، اس لئے یہاں اعلی یعنی آدمیت کا اعتبار کرتے ہوئے دیت لازم ہوگی

ترجمہ: ۵ غصب کا ضمان مالیت کے مقابلے پر ہے اس لئے کہ غصب تو مال پر ہی ہوتا ہے (اس لئے کسی نے غلام غصب کیا ہے، اور غلام ہلاک ہو گیا تو اس کی قیمت ہی دینی ہوگی)

تشریح: یہ صاحبینؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ غصب میں قیمت دینی ہوتی ہے، تو قتل خطا میں بھی قیمت ہی لازم ہو گی، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ غصب ہوتا ہی مال پر، یعنی غلام کی آدمیت ہونے کی حیثیت سے غصب نہیں ہوتا ہے، بلکہ اس کے مال ہونے کی حیثیت سے غصب ہوتا ہے اس لئے غصب میں قیمت لازم ہوتی ہے اس کو قتل خطا پر قیاس نہیں کر سکتے ہیں

ترجمہ: ۶ بیع کا عقد جو باقی رہتا ہے وہ فائدہ کے تابع ہے، یہی وجہ ہے کہ قتل عمد کے بعد بھی بیع باقی رہتی ہے، حال آنکہ قصاص مال کا بدل نہیں ہوتا ہے، یہی حال دیت کا ہے

تشریح: یہ بھی صاحبینؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ غلام کی بیع ہوئی ہو اور مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے کسی نے

الْـمَالِیَّةِ فَکَذَالِکَ أَمْرُ الدِّیَةِ، ﮯ وَفِیْ قَلِیْلِ الْقِیْمَةِ الْوَاجِبُ بِمُقَابَلَةِ الْاٰدَمِیَّةِ إِلَّا أَنَّهُ لَا سَمْعَ فِیْهِ فَقَدَّرْنَاهُ بِقِیْمَتِهِ رَأْیًا، بِخِلَافِ کَثِیْرِ الْقِیْمَةِ، لِأَنَّ قِیْمَةَ الْحُرِّ مُقَدَّرَةٌ بِعَشَرَةِ اٰلافٍ وَنَقَصْنَا مِنْهَا فِی الْعَبْدِ إِظْهَارًا لِانْحِطَاطِ رُتْبَتِهِ وَتَعَیُّنُ الْعَشَرَةِ بِأَثَرِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا.

(۸۵۶) قَالَ وَفِیْ یَدِ الْعَبْدِ نِصْفُ قِیْمَتِهِ لَا یُزَادُ عَلٰی خَمْسَةِ اٰلافٍ إِلَّا خَمْسَةً، لـ لِأَنَّ الْیَدَ مِنَ الْاٰدَمِیِّ

اس کو غلطی سے قتل کر دیا، پھر بھی بیع باقی رہتی ہے، یہ دلیل ہے غلام کے مال ہونے کی، اس کا جواب دیا جا رہا ہے بیع کا معاملہ اور اور قتل خطا کا معاملہ دوسرا ہے، بیع کا مدار فائدے پر ہے، یہی وجہ ہے کہ بیع کے بعد غلام کو عمدا قتل کر دے تب بھی بیع باقی رہتی ہے، حال آنکہ قصاص مال کا بدل نہیں ہے، اور یہاں فائدہ یہ ہے کہ مشتری کو اختیار ہوگا کہ قاتل سے قصاص لے لے، یا بیع توڑ دے، اس فائدے کی وجہ سے بیع باقی رکھی گئی ہے، چونکہ بیع کا مدار مشتری کا فائدہ ہے، اور قتل خطا کا مدار آدمیت ہے اس لئے قتل خطا کو بیع پر قیاس نہیں کر سکتے ہیں۔

ترجمہ: ﮯ اور کم قیمت میں بھی آدمی کے مقابلے میں واجب ہوا ہے، لیکن اس بارے میں کوئی حدیث نہیں ہے اس لئے ہم نے رائے سے غلام کی قیمت طے کر دی ہے بخلاف غلام کی دیت سے زیادہ ہو تو دیت ہی لازم ہوگی اس لئے کہ آزاد آدمی کی قیمت دس ہزار درہم ہے تو غلام میں اس سے کم کر دیا غلام کے رتبے کو کم رکھنے کے لئے، اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ہم نے دس درہم کم رکھا ہے

تشریح: یہ بھی صاحبینؒ کو جواب ہے، انہوں نے فرمایا تھا کہ غلام کی قیمت کم ہو تو اس میں آدمیت کا اعتبار کیا، تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ کم قیمت میں بھی آدمیت کا اعتبار کیا ہے، لیکن اس میں کوئی حدیث یا نص نہیں تھی، اس لئے رائے سے یہ طے کر دیا کہ غلام کی قیمت ہی لازم ہوگی، لیکن دیت سے زیادہ غلام کی قیمت ہو اس میں حدیث موجود ہے کہ آزاد آدمی کی دیت دس ہزار درہم ہے اس لئے ہم نے غلام کی دیت بھی دس ہزار درہم رکھ دی، البتہ آزاد سے غلام کا رتبہ کم ہے اس لئے دس درہم کم رکھا ہے، اور یہ دس درہم کم کا قول حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا ہے

وجہ: حضرت عبداللہ بن عباس کا قول تو نہیں مل سکا، البتہ حضرت ابراہیم نخعی کا قول ہے، کہ دس درہم کم رکھا جائے۔ عن ابراهیم فی العبد یقتل عمدا قال فیه القود فان قتل خطاء فقیمته ما بلغ غیر انه لایجعل مثل دیة الحر وینقص عنه عشرة دراهم (کتاب الآثار لمحمدؒ، باب جراحات العبید ص ۱۲۶ نمبر ۵۸۲)

ترجمہ: (۸۵۶) اور غلام کے ایک ہاتھ کاٹنے میں غلام کی آدھی قیمت لازم ہوگی، لیکن پانچ ہزار درہم سے پانچ درہم کم ہونا چاہئے

ترجمہ: لـ اس لئے کہ ہاتھ آدمی کا آدھا ہے، اس لئے کل پر قیاس کیا گیا ہے، اور یہ پانچ درہم کی مقدار غلام کے رتبے کو کم

نِصْفُهُ فَتُعْتَبَرُ بِكُلِّهِ وَيَنْقُصُ هٰذَا الْمِقْدَارُ إِظْهَارًا لِانْحِطَاطِ رُتْبَتِهِ، ۲ وَكُلُّ مَا يُقَدَّرُ مِنْ دِيَةِ الْحُرِّ فَهُوَ مُقَدَّرٌ مِنْ قِيمَةِ الْعَبْدِ لِأَنَّ الْقِيمَةَ فِي الْعَبْدِ كَالدِّيَةِ فِي الْحُرِّ إِذْ هُوَ بَدَلُ الدَّمِ عَلٰى مَا قَرَّرْنَا، ۳ وَإِنْ غَصَبَ أَمَةً

کرنے کے لئے کم کیا گیا ہے

تشریح: غلطی سے غلام کا ایک ہاتھ کاٹ دیا تو (4995) درہم دیت ہوگی

وجه: (۱) آزاد آدمی کی کل دیت دس ہزار درہم ہے، اور دو ہاتھ کو آدمی کا کل اور ایک ہاتھ کو اس کا آدھا شمار کیا گیا ہے اس لئے ایک ہاتھ کی دیت پانچ ہزار درہم ہے، اور غلام کے رتبے کو کم رکھنے کے لئے پانچ درہم کم کر دیا گیا اور (4995) درہم دیت رکھی گئی (۲) اس حدیث میں ہے کہ ایک ہاتھ کے کاٹنے میں آدھی دیت ہے۔ وَفِي الْيَدِ الْوَاحِدَةِ نِصْفُ الدِّيَةِ وَفِي الرِّجْلِ الْوَاحِدَةِ نِصْفُ الدِّيَةِ (نسائی شریف، باب ذکر حدیث عمر بن حزم فی العقول، نمبر ۴۸۵۴) (۳) اس قول تابعی میں ہے کہ ایک پاؤں کاٹ دے تو غلام کی آدھی قیمت لازم ہوگی، اسی پر قیاس کرتے ہوئے ایک ہاتھ کاٹ دے تو غلام کی آدھی قیمت لازم ہوگی

ترجمه: ۲ جو مقدار مقرر ہے آزاد کی دیت سے وہ مقرر ہوگی غلام کی قیمت سے۔ اس لئے کہ جس طرح آزاد میں دیت ہوتی ہے اسی طرح غلام میں اس کی قیمت ہوتی ہے، اس لئے کہ دیت خون کا بدلہ ہے، جیسے ہم نے پہلے بیان کیا ہے

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ غلام کے اعضاء کاٹنے یا زخمی کرنے میں اس کی قیمت لازم ہوتی ہے۔ لیکن آزاد کی جو دیت ہے اسی حساب سے اور فیصد کے اعتبار سے اس کے اعضاء اور زخم کی قیمت لگائی جائے گی۔

تشریح: مثلا آزاد آدمی کی انگلی کاٹا تو پوری دیت کا دسواں حصہ ایک ہزار درہم لازم ہوتے اسی طرح مذکورہ غلام کی انگلی کاٹی تو اس کی پوری قیمت مثلا چار ہزار درہم کا دسواں حصہ چار سو درہم لازم ہوں گے۔ اور آزاد کے دانت توڑنے میں پوری دیت کا بیسواں پانچ سو درہم لازم ہوتے ہیں تو اسی پر قیاس کر کے مذکورہ غلام کی پوری قیمت چار ہزار کا بیسواں دو سو درہم لازم ہوں گے۔

نوٹ: لیکن غلام کی قیمت آزاد کی دیت سے زیادہ ہو جائے تو وہ دلوائی نہیں جائے گی۔

وجه: (۱) اس قول صحابی میں ہے کہ غلام کی دیت اس کی قیمت کے اعتبار سے ہے لیکن آزاد کی دیت کے حساب سے حساب کیا جائے گا۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: »وَعَقْلُ الْعَبْدِ فِي ثَمَنِهِ، مِثْلُ عَقْلِ الْحُرِّ فِي دِيَتِهِ (مصنف عبد الرزاق، باب جراحات العبد ج عاشر ص ۴ نمبر ۱۸۱۵۰) (۲)۔ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ فِي عَبْدٍ يُقْطَعُ رِجْلُهُ قَالَ: نِصْفُ ثَمَنِهِ (مصنف عبد الرزاق، باب جراحات العبید، نمبر ۱۸۱۵۲)

ترجمه: ۳ اگر کسی نے کسی کی باندی غصب کی اور اس کی قیمت بیس ہزار درہم ہے، پھر وہ غاصب کے قبضے میں مر گئی تو غاصب پر پوری قیمت ہے اس لئے کہ غصب کا ضمان مالیت کا ضمان ہے

قِیْمَتُھَا عِشْرُوْنَ أَلْفًا فَمَاتَتْ فِیْ یَدِهٖ فَعَلَیْهِ تَمَامُ قِیْمَتِھَا لِمَا بَیَّنَّا أَنَّ ضَمَانَ الْغَصْبِ ضَمَانُ الْمَالِیَّةِ.

(۸۵۷) قَالَ وَمَنْ قَطَعَ یَدَ عَبْدٍ فَأَعْتَقَهُ الْمَوْلٰی ثُمَّ مَاتَ مِنْ ذٰلِکَ فَإِنْ کَانَ لَهٗ وَرَثَةٌ غَیْرُ الْمَوْلٰی فَلَا قِصَاصَ فِیْهِ وَلَا أُقْتُصَّ مِنْهُ، وَهٰذَا عِنْدَ أَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَأَبِیْ یُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ لَا قِصَاصَ فِیْ ذٰلِکَ وَعَلَی الْقَاطِعِ أَرْشُ الْیَدِ وَمَا نَقَصَهٗ ذٰلِکَ إِلٰی

تشریح: اوپر تھا کہ کسی کی باندی غلطی سے قتل کردی، اب ہے کہ پہلے باندی کو غصب کیا، پھر غاصب کے قبضے میں مرگئی تو آزاد آدمی کی دیت سے زیادہ بھی ہو تو دینی ہوگی، کیونکہ غصب سے مری ہے، اور غصب میں دیت کا اعتبار نہیں ہے بلکہ باندی کی مالیت کا اعتبار ہے

ترجمہ: (۸۵۷) کسی نے کسی کے غلام کا ہاتھ کاٹ دیا، پھر آقا نے اس کو آزاد کردیا، پھر غلام اسی زخم سے مرگیا، پس اگر غلام کا آقا کے علاوہ کوئی اور وارث ہے تو غلام کا قصاص ساقط ہو جائے گا (اور ارش لازم ہوگا)، اور اگر آقا کے علاوہ کوئی اور وارث نہیں ہے تو آقا قصاص لیگا، یہ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے، اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس صورت میں قصاص نہیں ہوگا (یعنی صرف آقا وارث ہے تب بھی قصاص نہیں ہوگا)، اور ہاتھ کاٹنے والے پر ہاتھ کا ارش ہوگا، اور زخم لگنے سے آزاد ہونے تک غلام کی قیمت میں جو کمی آئی ہے وہ ادا کرے گا، اور اگر دیت اس سے بھی زیادہ ہو جائے تو وہ باطل ہوگا (اور یہ ارش اور قیمت کی کمی کا ضمان آقا کو دیا جائے گا، اس لئے کہ اسی کی ملکیت میں یہ سب ہوا ہے)

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ قصاص لینے کا حق کس کو ہے اس میں شبہ ہو جائے تو قصاص ساقط ہو جائے گا، اور غلام کا ارش لازم ہوگا

تشریح: یہاں دو مسئلے ہیں۔ ۱۔ ایک یہ ہے کہ غلام کا ہاتھ کٹنے کے وقت آقا مالک ہے، اور جب وہ مر رہا ہے اس وقت غلام کا وارث قصاص لینے کا حقدار ہے، تو اب شبہ ہو گیا کہ قصاص لینے کا حقدار کون ہے آقا یا اس کا وارث، اس شبہ کی وجہ سے قصاص ساقط ہو جائے گا، اور چونکہ آقا کی ملکیت میں ہاتھ کٹا ہے، اس لئے ہاتھ کا ارش بھی آقا کو ملے گا، اور ہاتھ کٹنے کے وقت سے آزاد ہونے تک میں یہ دیکھا جائے گا کہ غلام کی قیمت میں کتنی کمی آئی وہ کمی بھی آقا کو ملے گی۔ ۲۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اس غلام کا کوئی وارث نہیں ہے، صرف آقا ہی وارث ہے، تو اس صورت میں ہاتھ بھی آقا کی ملکیت میں کٹا ہے، اور مرا بھی آقا کی حقداری میں تو یہاں قصاص لینے والا آقا ہی ہے اس لئے حقدار میں کوئی شبہ نہیں رہا، اس لئے امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہاتھ کا قصاص لیا جائے گا۔

اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ قصاص لینے والا ایک ہی ہے، آقا لیکن قصاص لینے کا حق الگ الگ ہے، ہاتھ کٹنے کے وقت مالک ہونے کا قصاص ہے، اور موت کے وقت ولاء اور وراثت کی وجہ سے قصاص لے رہا ہے، تو اگر چہ قصاص لینے والا ایک آقا ہی ہے لیکن

أَنْ أَعْتَقَهُ وَيَبْطُلُ الْفَضْلُ، ا وَإِنَّمَا لَمْ يَجِبِ الْقِصَاصُ فِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ لِاشْتِبَاهِ مَنْ لَهُ الْحَقُّ، لِأَنَّ الْقِصَاصَ يَجِبُ عِنْدَ الْمَوْتِ مُسْتَنِدًا إِلَى وَقْتِ الْجَرْحِ فَعَلَى اِعْتِبَارِ حَالَةِ الْجَرْحِ يَكُوْنُ الْحَقُّ لِلْمَوْلَى، وَعَلَى اعْتِبَارِ الْحَالَةِ الثَّانِيَةِ يَكُوْنُ لِلْوَرَثَةِ فَتَحَقَّقَ الْاِشْتِبَاهُ وَتَعَذَّرَ الْاِسْتِيْفَاءُ فَلَا يَجِبُ عَلَى وَجْهٍ يَسْتَوْفَى وَفِيْهِ الْكَلَامُ، ۲ وَاجْتِمَاعُهُمَا لَا يُزِيْلُ الْاِشْتِبَاهَ، لِأَنَّ الْمِلْكَيْنِ فِي الْحَالَيْنِ، بِخِلَافِ الْعَبْدِ الْمُوْصَى بِخِدْمَتِهِ لِرَجُلٍ وَبِرَقَبَتِهِ لِآخَرَ إِذَا قُتِلَ، لِأَنَّ مَا لِكُلٍّ مِنْهُمَا مِنَ الْحَقِّ ثَابِتٌ مِنْ وَقْتِ

چونکہ دوالگ الگ حق ہونے کی وجہ سے قصاص لے رہا ہے تو یہ بھی ایک شبہ ہوا اس سے بھی احتیاطا قصاص ساقط ہو جائے گا۔

ترجمہ: ا پہلی صورت (جبکہ آقا ہو اور وارث ہو) میں قصاص واجب اس لئے نہیں ہے کہ کس کو قصاص لینے کا حق ہے یہ مشتبہ ہے، اس لئے قصاص موت کے وقت واجب ہوتا ہے، لیکن زخم کرنے کے وقت منسوب ہوتا ہے، تو اگر زخم کی حالت کا اعتبار کریں تو قصاص لینے کا حق آقا کو ہے، اور دوسری حالت یعنی موت کی حالت کا اعتبار کریں تو غلام کے وارثین کو حق ہوگا، اس لئے قصاص لینے کا حق کس کو ہے اس میں اشتباہ ہو گیا، اس لئے قصاص وصول کرنا متعذر ہو گیا تو وصول کرنے کے اعتبار سے قصاص واجب نہیں ہوگا، اور بات اسی میں ہے

تشریح: یہ پہلی صورت کی دلیل ہے، غلام کو زخمی کرتے وقت اور موت کے وقت قصاص کا ایک ہی حقدار ہوتا تب تو سب کے نزدیک قصاص لیا جاتا، لیکن یہاں زخمی کرتے وقت قصاص کا حق آقا کا ہے، اور موت کے وقت کا اعتبار کریں تو غلام کے ورثہ کا حق ہے، اس لئے قصاص کا حق ہم کس کو دیں اس اشتباہ کی وجہ سے قصاص ساقط ہو جائے گا

لغت: فلا یجب علی وجه یستوفی : قصاص کس طرح وصول کیا جائے۔ قصاص وصول کرنے کے لئے ایک تو ہے قتل، وہ یہاں موجود ہے، کہ زخم کی وجہ سے مرا ہے۔ دوسرا ہے کون وصول کرے، یہ کون وصول کرے آقا، یا وارث اس میں اشتباہ ہو گیا، اس لئے قصاص نہیں لیا جائے گا، اسی کو کہا، علی وجه یستوفی.

ترجمہ: ۲ آقا اور وارث دونوں جمع ہو کر قصاص کا مطالبہ کریں تب بھی اشتباہ زائل نہیں ہوگا، اس لئے کہ دو حالتوں میں دونوں مالک ہیں (آقا ہے غلام کو زخم لگنے کے وقت میں اور وارث ہے غلام کی موت کے وقت میں)، بخلاف آقا نے ایک غلام کے بارے میں وصیت کی کہ فلاں کی خدمت کرے، اور دوسرے کے لئے وصیت کی کہ یہ اس کا مالک ہوگا اب غلام قتل کیا گیا تو دونوں مل جائیں تو اشتباہ زائل ہو جائے گا اور قصاص ہو سکتا ہے اس لئے کہ دونوں کو زخم کے وقت سے لیکر موت کے وقت تک حق ہے

تشریح: یہ عبارت ایک اشکال کا جواب ہے، اشکال یہ ہے کہ زید نے وصیت کی کہ میرے اس غلام کا مالک عمر ہوگا، اور وہ خدمت خالد کی کرے گا، اب غلام کو ایک آدمی نے زخمی کیا اور اس زخم سے غلام مر گیا، تو یہاں دو آدمی الگ الگ ہیں، ایک کو

الْجُرْحِ إِلٰی وَقْتِ الْمَوْتِ فَإِذَا اجْتَمَعَا زَالَ الْإِشْتِبَاهُ. ۳؎ وَلِمُحَمَّدٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ فِی الْخِلَافِیَّةِ وَهُوَ مَا إِذَا لَمْ یَکُنْ لِلْعَبْدِ وَرَثَةٌ سِوَی الْمَوْلٰی أَنَّ سَبَبَ الْوِلَایَةِ قَدِ اخْتَلَفَ لِأَنَّهُ الْمِلْکُ عَلَی اعْتِبَارِ إِحْدَی الْحَالَتَیْنِ، وَالْوِرَاثَةُ بِالْوَلَاءِ عَلَی اعْتِبَارِ الْأُخْرٰی فَنُزِّلَ مَنْزِلَةَ اخْتِلَافِ الْمُسْتَحِقِّ فِیْمَا یُحْتَاطُ فِیْهِ ۴؎ کَمَا إِذَا قَالَ لِآخَرَ بِعْتَنِیْ هٰذِهِ الْجَارِیَةَ بِکَذَا فَقَالَ الْمَوْلٰی زَوَّجْتُهَا مِنْکَ لَا یَحِلُّ لَهُ

ملکیت کا حق ہے اور دوسرے کو خدمت کا حق ہے، اب یہ دونوں مل کر قصاص کا مطالبہ کریں تو قصاص مل سکتا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ملکیت کا حق غلام کو زخم لگنے کے وقت سے موت تک ہے، اور دوسرے آدمی کو بھی خدمت لینے کا حق زخم لگنے کے وقت سے لیکر موت تک ہے، اس لئے یہاں دونوں کے ملنے سے قصاص لیا جائے گا۔ لیکن اوپر کے مسئلے میں یہ ہے ایک ہی آدمی زخم لگنے کے وقت سے موت تک مالک نہیں ہے، بلکہ دو الگ الگ حالتوں میں ہے۔ آقا قصاص لینے کا مالک ہے زخم لگتے وقت، اور غلام کا وارث مالک ہے غلام کی موت کے وقت، اس لئے یہ دونوں جمع بھی ہوکر قصاص کا مطالبہ کریں تب بھی اشتباہ ختم نہیں ہوگا اور قصاص کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔

ترجمہ: ۳؎ دوسری صورت جب آقا کے علاوہ غلام کا کوئی وارث نہ ہو اس میں بھی امام محمدؒ کے نزدیک قصاص نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ قصاص لینے کے ولایت کا سبب الگ الگ ہے، کیونکہ زخم لگنے کی حالت میں آقا کی ملکیت ہے، اور دوسری حالت موت کے وقت میں اسی آقا کی ولاء اور وراثت ہے، اس لئے یوں سمجھو کہ قصاص کا مستحق دو ہو گئے احتیاط کی جگہ میں

تشریح: دوسری صورت جب کہ آقا کے علاوہ کوئی وارث نہیں ہے اس میں بھی امام محمدؒ کے نزدیک غلام کا قصاص نہیں لیا جا سکتا ہے

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ آقا اگرچہ مالک بھی ہے اور وارث بھی، لیکن مالک ہے غلام کو زخم لگتے وقت، اور بہت بعد میں وارث ہے غلام کی موت کے وقت تو دو حالتوں میں قصاص لینے کے مالک بنے، تو ایسا سمجھو کہ دو مستحق ہو گئے، اس لئے احتیاط کا تقاضہ یہی ہے کہ شبہ کی بنیاد پر قصاص نہ لیا جائے

ترجمہ: ۴؎ جیسے کسی نے کہا کہ اس باندی کو میرے ہاتھ میں اتنے درہم میں بیچ دو، آقا نے کہا کہ میں نے تمہارا اس باندی سے نکاح کرا دیا تو اس کہنے والے کے لئے اس باندی سے وطی کرنا حلال نہیں ہے

تشریح: یہ امام محمدؒ کی دلیل ہے کہ مثلا زید نے عمر سے کہا کہ اپنی باندی کو میرے ہاتھ میں ایک ہزار درہم میں بیچ دو، عمر نے کہا کہ میں اس باندی کا نکاح تم سے کرا دیتا ہوں، تو زید کے لئے اس باندی سے جماع کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ جماع کے اسباب الگ الگ ہیں

وجہ: قاعدہ یہ ہے کہ بیع مکمل ہونے کے لئے بھی ایجاب اور قبول دونوں چاہئے اور نکاح مکمل ہونے کے لئے بھی ایجاب اور

وَطْیُهَا، ۵؎ وَلِأَنَّ الْإِعْتَاقَ قَاطِعٌ لِلسِّرَایَةِ، وَبِإِنْقِطَاعِهَا یَبْقَی الْجُرْحَ بِلَا سِرَایَةٍ، وَالسِّرَایَةُ بِلَا قَطْعٍ فَیَمْتَنِعُ الْقِصَاصُ. ۶؎ وَلَهُمَا أَنَّا تَیَقَّنَّا بِثُبُوْتِ الْوِلَایَةِ لِلْمَوْلٰی فَیَسْتَوْفِیْهِ، وَهٰذَا لِأَنَّ الْمَقْضِیَّ لَهُ مَعْلُوْمٌ وَالْحُکْمُ فَوَجَبَ الْقَوْلُ بِالْإِسْتِیْفَاءِ، بِخِلَافِ الْفَصْلِ الْأَوَّلِ لِأَنَّ الْمَقْضِیَّ لَهُ مَجْهُوْلٌ،

قبول دونوں چاہئے، اگر بیع میں ایجاب ہے لیکن قبول نہیں ہے تو بیع مکمل نہیں ہوگی، اسی طرح نکاح میں میں ایجاب ہے لیکن قبول نہیں ہے تو نکاح مکمل نہیں ہوگا، اور شوہر کے لئے جماع کرنا حلال نہیں ہوگا۔ اب یہاں زید نے باندی کی بیع کے بارے میں ایجاب کیا ہے لیکن عمر نے اس کو قبول نہیں کیا ہے، اس نے نکاح کی بات کر دی، اس لئے بیع قبول سے خالی ہے۔ پھر عمر نے نکاح کا ایجاب کیا لیکن زید نے اس کو ابھی قبول نہیں کیا ہے، اس لئے نکاح بھی بغیر قبول کے رہ گیا، اس لئے نکاح بھی نہیں ہوا، اس لئے زید کے لئے باندی سے جماع کرنا حلال نہیں ہوا۔ اور گویا کہ بیع کا سبب بھی الگ ہو گیا اور نکاح کا سبب بھی الگ ہو گیا۔ اسی طرح اوپر کے مسئلے میں آقا غلام کو زخم لگتے وقت قصاص کا حقدار ہے ملکیت کے سبب سے جو الگ ہے، اور غلام کے موت کے وقت قصاص کا حقدار ہے الگ سبب سے یعنی وراثت کے سبب سے، اس لئے یہاں بھی قصاص لینے کا حق نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۵؎ اور اس وجہ سے کہ آزاد کرنا زخم کی سرایت کو قطع کرتا ہے، اور سرایت کی انقطاع کی وجہ سے زخم بغیر سرایت کے باقی رہا، اور جس سرایت سے غلام کی موت ہوئی ہے وہاں ہاتھ کاٹا نہیں ہے، اس لئے قصاص ممتنع ہے

تشریح: یہاں عبارت پیچیدہ ہے۔ یہ بھی امام محمدؒ کی دلیل ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ جب زخم لگا، اور اس کے بعد آزاد کر دیا، تو آزاد کرنے کی وجہ سے آقا کی ملکیت میں زخم نے سرایت نہیں کیا، بلکہ وارث کی ملکیت میں زخم نے سرایت کیا، اس لئے جو زخم ہے وہ گویا کہ سرایت نہیں کیا، اور جو سرایت کیا ہے اور اس کی وجہ سے موت ہوئی وہ ہاتھ کاٹنے والا زخم نہیں ہے۔ اس لئے دونوں الگ الگ ہو گیا، اس لئے قصاص نہیں لیا جائے گا

ترجمہ: ۶؎ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ آقا کو قصاص لینے کی ولایت ہے ہم کو اس کا یقین ہے اس لئے وہ قصاص لیگا، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کے لئے قصاص کا فیصلہ ہوگا وہ معلوم ہے، اور حکم بھی ایک ہی ہے کہ قصاص لیا جائے گا قصاص لینے کا قول واجب ہوا، بخلاف پہلے فصل کے (یعنی زخم کے وقت آقا مالک ہے، اور موت کے وقت غلام کا وارث قصاص کا حقدار ہے)، وہاں قصاص لینے کا فیصلہ کس کے لئے کیا جائے گا یہ مجہول ہے (اس لئے وہاں قصاص نہیں لیا جائے گا)

تشریح: یہ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل ہے، کہ جب آقا کے علاوہ کوئی اور وارث نہیں ہے تو قصاص لینے کا فیصلہ آقا ہی کے لئے ہوگا اس لئے یہاں قصاص لیا جائے گا، اور پہلی صورت یعنی جب غلام کا اور وارث ہو تو قصاص لینے کا فیصلہ کس کے لئے کیا جائے، آقا کے لئے یا وارث کے لئے یہ معلوم نہیں ہے، اس لئے اس میں قصاص نہیں لیا جائے گا، بلکہ ارش کا فیصلہ کیا جائے گا

ﮯ وَلَا مُعْتَبَرَ بِاخْتِلَافِ السَّبَبِ هٰهُنَا لِأَنَّ الْحُکْمَ لَا یَخْتَلِفُ، ٨ بِخِلَافِ تِلْکَ الْمَسْأَلَةِ، لِأَنَّ مِلْکَ الْیَمِیْنِ یُغَایِرُ مِلْکَ النِّکَاحِ حُکْمًا. ٩ وَالْإِعْتَاقُ لَا یَقْطَعُ السِّرَایَةَ لِذَاتِهٖ، بَلْ لِاشْتِبَاهِ مَنْ لَهُ الْحَقُّ وَذٰلِکَ فِی الْخَطَأِ دُوْنَ الْعَمَدِ، لِأَنَّ الْعَبْدَ لَا یَصْلُحُ مَالِکًا لِلْمَالِ فَعَلٰی اعْتِبَارِ حَالَةِ الْجُرْحِ یَکُوْنُ الْحَقُّ لِلْمَوْلٰی، وَعَلٰی اعْتِبَارِ حَالَةِ الْمَوْتِ یَکُوْنُ لِلْمَیِّتِ لِحُرِّیَّتِهٖ فَیُقْضٰی مِنْهُ دُیُوْنُهٗ وَیُنَفَّذُ

ترجمہ: ﮯ اور یہاں قصاص لینے کا سبب مختلف ہے اس کا اعتبار نہیں ہے، اس لئے کہ اس سے حکم الگ نہیں ہوگا

تشریح: یہ امام محمدؒ کو جواب ہے کہ غلام کو زخم لگتے وقت قصاص کا حقدار ہے مالک ہونے کے اعتبار سے اور موت کے وقت میں قصاص کا حقدار ہے وارث ہونے کے اعتبار سے، تو قصاص لینے کا سبب الگ الگ ہے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا، کیونکہ قصاص لینے والا ایک ہی ہے یعنی آقا، بخلاف اس مسئلے کے کہ (جہاں کہا کہ میں باندی خریدتا ہوں اور آقا نے کہا کہ میں نے تمہارا اس سے نکاح کرادیا) اس لئے کہ حکم کے اعتبار سے یمین کی ملکیت نکاح کی ملکیت سے الگ ہے

ترجمہ: ٨ برخلاف اس مسئلے کے اس لیے کہ ملک یمین ملک نکاح سے الگ ہے حکم کے اعتبار سے۔

تشریح: یہ امام محمدؒ کو جواب ہے، انہوں نے استدلال کیا تھا کہ کسی نے آقا سے کہا کہ آپ کی اس باندی کو میرے ہاتھ بیچ دیں، اور آقا نے کہا میں نے اس کا تم سے نکاح کرادیا تو کہنے والا اس باندی سے جماع نہیں کرسکتا ہے، کیونکہ جماع کا سبب الگ الگ ہے، تو اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ دو بالکل الگ الگ چیز ہیں، ملک یمین الگ چیز ہے اور ملک نکاح الگ چیز ہے، اس لئے وہاں کہنے والے کے لئے جماع کرنا جائز نہیں ہوا اور یہاں قصاص لینے کے سبب الگ الگ ہیں لیکن دونوں میں اتنا فرق نہیں ہے، اس لئے قصاص لیا جاسکتا ہے

ترجمہ: ٩ آزاد کرنا زخم کے سرایت کرنے میں ذات کے اعتبار سے منقطع نہیں کرتا، بلکہ کس کو اس مال کا حق ہے اس کے مشتبہ ہونے کی وجہ سے قطع کرتا ہے، اور یہ اشتباہ قتل خطا میں ہوتا ہے قتل عمد میں نہیں ہوتا اس لئے کہ غلام مال کا مالک نہیں ہوتا ہے اس لئے زخم کی حالت کا اعتبار کرنے میں مال کا حق آقا کا ہوگا، اور موت کی حالت کا اعتبار کرنے میں مال کا حق غلام کا ہوگا، کیونکہ اس وقت غلام آزاد ہو چکا ہے، یہی وجہ ہے کہ غلام کا قرض ادا کیا جاتا ہے، اس میں اس کی وصیت نافذ ہوتی ہے، اس لئے اشتباہ آگیا، بہر حال قتل عمد میں اس کا موجب قصاص ہے، اور غلام اصل حریت پر باقی ہے، اور اس اعتبار سے کہ قصاص کا حق غلام کو ہو پھر بھی آقا ہی اس کا ولی ہے اس لئے کہ آقا کے علاوہ کوئی دوسرا وارث نہیں ہے، اس لئے قصاص کا حق کس کو اس میں اشتباہ نہیں ہے

تشریح: یہ امام ابو حنیفہؒ کی جانب سے جواب ہے۔ کہ آزاد کرنے سے زخم کا سرایت کرنا منقطع ہوجاتا ہے یہ ذات کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ اس اعتبار سے ہے کہ یہ حق کس کو ملے گا اس میں اشتباہ ہوتا ہے، اور یہ اشتباہ قتل خطا میں ہوتا ہے، قتل عمد میں نہیں ہوتا ہے، قتل خطا میں اس لئے ہوتا ہے کہ اس میں مال ملتا ہے، اب یہ کس کو ملے گا، اگر زخم کے وقت کا اعتبار کریں تو یہ مال آقا کو ملے گا، اس لئے کہ وہ غلام کا مالک ہے، اور اگر موت کا اعتبار کریں تو یہ مال خود غلام کو ملے گا، کیونکہ موت کے وقت

وَصَایَاهُ فَجَاءَ الْاِشْتِبَاهُ، أَمَّا الْعَمَدُ فَمُوْجِبُهُ الْقِصَاصُ، وَالْعَبْدُ مُبْقًى عَلٰی أَصْلِ الْحُرِّیَّةِ فِیْهِ وَعَلٰی اعْتِبَارِ أَنْ یَکُوْنَ الْحَق لَهُ فَالْمَوْلٰی هُوَ الَّذِیْ یَتَوَلَّاهُ، إِذْ لَا وَارِثَ لَهُ سِوَاهُ فَلَا اِشْتِبَاهَ فِیْ مَنْ لَهُ الْحَقُّ. ۱۰ وَإِذَا امْتَنَعَ الْقِصَاصُ فِی الْفَصْلَیْنِ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ یَجِبُ أَرْشُ الْیَدِ وَمَا نَقَصَهُ مِنْ وَقْتِ الْجُرْحِ إِلٰی وَقْتِ الْإِعْتَاقِ کَمَا ذَکَرْنَا، لِأَنَّهُ حَصَلَ عَلٰی مِلْکِهِ وَیَبْطُلُ الْفَضْلُ، وَعِنْدَهُمَا الْجَوَابُ فِی الْفَصْلِ الْأَوَّلِ کَالْجَوَابِ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ فِی الثَّانِیْ.

غلام آزاد ہے، یہی وجہ ہے کہ اس دیت سے غلام کا قرض ادا کیا جاتا ہے، اس کی وصیت نافذ ہوتی ہے، پھر جو بچتا ہے وہ وارث کو ملتا ہے تو یہ مال کس کو ملے گا اس میں اشتباہ کی وجہ سے یہ کہا گیا کہ آزاد کرنے کی وجہ سے حقوق بدل گئے اس لئے آزاد کرنا زخم کے سرایت کرنے کو منقطع کرتا ہے۔ لیکن قتل عمد میں مال ہے ہی نہیں بلکہ دونوں صورتوں میں قصاص ہے، پس اگر زخم لگنے کے وقت کا اعتبار کریں تو یہ قصاص آقا کے لئے ہوگا، کیونکہ اس وقت وہ مالک ہے، اور موت کا اعتبار کریں تو یہ حق خود غلام کے لئے ہوگا، لیکن یہاں صرف آقا ہی وارث ہے اس لئے ولی ہونے کے اعتبار سے یہاں بھی قصاص لینے کا حق آقا کو ہے، بہر حال دونوں حالتوں میں آقا ہی قصاص لینے کا حقدار ہے اس لئے اس میں کوئی اشتباہ نہیں رہا، اس لئے قتل عمد میں آزاد کرنا قاطع سرایت نہیں ہے۔ اور قصاص لیا جائے گا

لغت: یقطع السرایۃ: آزاد کر دیا گیا تو ایسا سمجھا جائے گا کہ یہ زخم سرایت نہیں کیا ہے اور اس سے موت نہیں ہوئی ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آزاد ہونے کے بعد موت جو واقع ہوئی وہ آزادگی میں ہوئی ہے۔ من لہ الحق: قصاص لینے کا حق کس کو ہے۔ آقا کو یا خود غلام کو۔

ترجمہ: ۱۰ امام محمدؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں قصاص نہیں ہے ہاتھ کا ارش ہے اور زخم لگنے کے وقت سے آزاد ہونے تک میں غلام کی قیمت میں جو کمی آئی ہے وہ لازم ہوگا، جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے، اس لئے کہ آقا کی ملکیت میں یہ کمی حاصل ہوئی ہے اور اس سے جو زیادہ ہو وہ باطل ہوگا۔ اور امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پہلی صورت میں یہی جواب ہے کہ ارش لازم ہوگا، جیسے امام محمدؒ کے نزدیک دوسری صورت میں جواب ہے۔

تشریح: پہلی صورت جب کہ آقا کے علاوہ وارث ہو قصاص نہیں ارش لازم ہے، اور دوسری صورت جب کہ آقا ہی وارث ہو تب بھی امام محمدؒ کے یہاں ارش ہی لازم ہے اور آزاد ہونے تک میں جو کمی ہوئی ہے وہ لازم ہوگی، اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دوسری صورت یعنی آقا کے علاوہ کوئی وارث ہو تب ارش لازم ہے اور زخم لگنے سے آزاد ہونے تک میں جو قیمت کی کمی ہو وہ لازم ہوگی۔

ترجمہ: (۸۵۸) کسی نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ تم میں سے ایک آزاد ہے (ابھی اس کا تعین بھی نہیں کیا تھا کہ کون سا

(۸۵۸) قَالَ وَمَنْ قَالَ لِعَبْدَیْهِ أَحَدُکُمَا حُرٌّ ثُمَّ شُجَّا فَأَوْقَعَ الْعِتْقَ عَلٰی أَحَدِهِمَا فَأَرْشُهُمَا لِلْمَوْلٰی، لِ لِأَنَّ الْعِتْقَ غَیْرُ نَازِلٍ فِی الْمُعَیَّنِ، وَالشَّجَّۃُ تُصَادِفُ الْمُعَیَّنَ فَبَقِیَا مَمْلُوْکَیْنِ فِیْ حَقِّ الشَّجَّۃِ.

غلام آزاد ہے) کہ کسی نے دونوں غلاموں کا سر پھوڑ دیا، اس کے بعد آقا نے اظہار کیا کہ فلاں غلام آزاد ہے تو دونوں کا ارش آقا کے لئے ہے

لغت: یہاں دو باتیں یاد رکھنا ضروری ہے۔ ا۔ انشاء عتق : کا مطلب ہے کہ ابھی آزاد نہیں کیا ہے، اب آزاد کر رہا ہے، اس کو انشاء عتق ، کہتے ہیں۔ اظہار عتق : پہلے سے آزاد کیا جا چکا ہے، لیکن معلوم نہیں تھا، اب اس کا اظہار کیا جا رہا ہے اس کو اظہار عتق ، کہتے ہیں۔ شجۃ : سر پھوڑنا۔ ارش زخم کی قیمت۔

دوسری بات یہ ہے کہ غلام کی موت کے بعد اظہار کیا تو یہ کہنا ہوگا کہ موت سے پہلے فلاں کو آزاد کر چکا تھا، کیونکہ موت کے بعد آزادگی نہیں ہوتی، زندگی میں آزادگی ہوتی ہے۔ لیکن اگر غلام کو زخم لگا ہے اور وہ ابھی زندہ ہے تو اظہار کے بعد آزادگی شمار کی جائے گی، اس سے پہلے نہیں۔ ان دو قاعدے پر یہ دو مسئلے متفرع ہیں

تشریح: آقا کے پاس دو غلام تھے، اس نے کہا کہ تم میں سے ایک آزاد ہے ابھی کسی غلام کا تعین بھی نہیں کیا تھا کہ کسی دوسرے نے دونوں غلام کا سر پھوڑ دیا، اس کے بعد آقا نے غلام کا تعین کیا کہ اس کو آزاد کیا تھا، تو اس صورت میں دونوں غلاموں کا ارش لازم ہوگا، اور یہ دونوں ارش آقا کے لئے ہوگے۔ یہاں ایک غلام آزاد تو سر پھوڑنے سے پہلے ہے، اور یہ پھوڑنا اس کی آزادگی کے بعد ہے اس لئے یہ ارش اس غلام کو ملنا چاہئے، آقا کو نہیں ملنا چاہئے، آقا کو صرف اس غلام کا ارش ملنا چاہئے جس کو آزاد نہیں کیا ہے، لیکن یہاں دونوں کا ارش آقا کو اس لئے مل رہا ہے کہ تعین کے بعد دونوں کو آزاد شمار کیا جا رہا ہے، اور یوں سمجھا جا رہا ہے کہ دونوں کا سر پھوڑنا آقا کی ملکیت میں ہے

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ سر پھوڑتے وقت آزادگی مجہول ہے، اس لئے یوں سمجھا جائے گا کہ سر پھوڑتے وقت آزاد نہیں کیا ہے بلکہ آقا خاموش رہا ہے، بلکہ تعین کے وقت آزاد کیا ہے اور آزادگی کا انشاء کیا ہے، اور تعین سے پہلے سر پھوڑتے وقت دونوں غلام آقا کے مملوک ہیں اس لئے دونوں کا ارش آقا کے لئے ہوگا (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ غلام کا سر پھوڑا ہے اس لئے تعین کے وقت دونوں غلام موجود ہیں، اس لئے تعین کے وقت آزادگی آئے گی، پہلے نہیں، اس کے برخلاف تعین سے پہلے غلام مر چکا ہو تو آپ کو موت کے وقت آزاد ماننا پڑے گا، چاہے تعین بعد میں کیا ہو۔ اس کا مسئلہ آگے آرہا ہے

ترجمہ: لِ اس لئے کہ آزادگی معین غلام میں نہیں ہے، اور سر پھوڑنا معین غلام میں ہے، اس لئے سر پھوڑتے وقت دونوں غلام آقا کی ملکیت میں ہے، (اس لئے دونوں غلام کا ارش آقا کو ملے گا)۔

تشریح: دونوں غلاموں کا ارش آقا کو ملے گا اس کی دلیل ہے کہ سر پھوڑتے وقت معین غلام آزاد نہیں ہے، اس کا تعین سر

(۸۵۹) وَلَوْ قَتَلَهُمَا رَجُلٌ تَجِبُ دِيَةُ حُرٍّ وَقِيمَةُ عَبْدٍ، لِ وَالْفَرْقُ أَنَّ الْبَيَانَ إِنْشَاءٌ مِنْ وَجْهٍ وَإِظْهَارٌ مِنْ وَجْهٍ عَلٰى مَا عُرِفَ، وَبَعْدَ الشَّجَّةِ بَقِيَ مَحَلًّا لِلْبَيَانِ فَاعْتُبِرَ إِنْشَاءً فِيْ حَقِّهِمَا، وَبَعْدَ الْمَوْتِ لَمْ

پھوڑنے کے بعد کیا ہے، اور جب سر پھوڑا گیا تو دونوں کے سر پر چوٹ لگی ہے جو معین ہے، اس لئے یوں سمجھا جائے گا کہ آقا کی ملکیت میں سر پھوڑا گیا ہے اس لئے دونوں کا ارش آقا ہی کو ملے گا

ترجمه: (۸۵۹) اور اگر دونوں غلاموں کو قتل کیا تو آزاد کی دیت واجب ہوگی، اور غلام کی قیمت واجب ہوگی

تشریح: یہاں بھی اوپر کی صورت ہے، یعنی آقا نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے، اور کسی کا تعین نہیں کیا، پھر کسی نے دونوں غلاموں کو قتل کر دیا، غلام کی موت کے بعد آقا نے تعین کیا کہ فلاں غلام آزاد ہے۔ تو اس صورت میں تعین کے وقت ایک غلام کو آزاد نہیں سمجھا جائے گا، بلکہ موت کے وقت ہی متعین غلام کو آزاد سمجھا جائے گا اور چونکہ وہ آزاد مرا ہے اس لئے اس کی دیت لازم ہوگی اور یہ دیت آزاد کے ورثہ کو ملے گی۔ اور جو غلام تعین کے وقت بھی غلام ہے اس کی قیمت لازم ہوگی اور یہ قیمت آقا کو ملے گی

وجه: اس کی وجہ یہ ہے کہ تعین سے پہلے دونوں غلام مر چکے ہیں اس لئے جس غلام کو بعد میں آزاد متعین کیا ہے اس کو اس کے قتل سے پہلے آزاد ماننا ہوگا، کیونکہ موت سے پہلے آزادگی ہوتی ہے، تو گویا کہ وہ غلام آزاد مرا ہے اس لئے قتل خطا میں اس کی دیت لازم ہوگی اور وہ دیت غلام کے ورثہ کو ملے گی آقا کو نہیں۔ اور دوسرا غلام قتل کے وقت آقا کا غلام رہا ہے اس لئے اس کی قیمت لازم ہوگی، اور وہ قیمت آقا کو ملے گی۔ سر پھوڑنے اور قتل کرنے کے احکام میں یہ فرق ہے

ترجمه: لِ دونوں غلاموں کا سر پھوڑا ہوا اور دونوں غلاموں کو قتل کیا ہو تو ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ تعین کا بیان ایک اعتبار سے انشاء ہے (یعنی ابھی آزاد کر رہا ہے، پہلے نہیں) اور ایک اعتبار سے اظہار ہے، (یعنی پہلے آزاد ہو چکا ہے اس کا اظہار ابھی کر رہا ہے) جیسا کہ (منطقی بحث میں) معلوم ہو چکا ہے، غلام کا سر پھوڑنے کے بعد بھی غلام زندہ ہے، اس لئے متعین کرنے کا محل باقی ہے، اس لئے دونوں غلاموں کے حق میں انشاء قرار دیا گیا (کہ ابھی تعین کے وقت آزاد کیا ہے اس سے پہلے نہیں)۔ اور دونوں غلاموں کے مرنے کے بعد متعین کرنے کا محل باقی نہیں رہا اس لئے ہم نے اس کے بارے اظہار کا اعتبار کیا (یعنی غلام موت سے پہلے آزاد ہو چکا ہے) اور ابھی تعین کے وقت اس کا اظہار کیا جا رہا ہے، اور موت سے پہلے یقیناً ایک غلام آزاد ہو چکا ہے، اس لئے آزاد شدہ غلام کی دیت لازم ہوگی، اور جو غلام ابھی بھی غلام باقی رہ گیا اس کی قیمت لازم ہوگی۔

تشریح: پہلے گزر چکا ہے کہ انشاء کا مطلب ہے کہ پہلے آزاد نہیں کیا تھا ابھی کر رہا ہے۔ اور اظہار کا مطلب ہے کہ آزاد پہلے ہی کر چکا ہے، لیکن اس کا اظہار ابھی کر رہا ہے۔ اب غلام مر چکے ہیں اور آقا اب تعین کر رہا ہے تو یہ ضروری ہے کہ آزادگی زندگی میں ہوتی ہے، موت کے بعد نہیں، اس لئے قتل کی صورت میں یہ سمجھا جائے گا کہ غلام زندگی میں آزاد ہوا، اس لئے اس کی دیت لازم ہو

يَبْقَ مَحَلًّا لِلْبَيَانِ فَاعْتَبَرْنَاهُ إِظْهَارًا مَحْضًا وَأَحَدُهُمَا حَرٌّ بِيَقِيْنٍ فَتَجِبُ قِيْمَةُ عَبْدٍ وَدِيَةُ حُرٍّ، ۲ بِخِلَافِ مَا إِذَا قَتَلَ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا رَجُلٌ حَيْثُ تَجِبُ قِيْمَةُ الْمَمْلُوْكَيْنِ، لِأَنَّا لَمْ نَتَيَقَّنْ بِقَتْلِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حُرًّا وَكُلٌّ مِنْهُمَا يُنْكِرُ ذٰلِكَ، ۳ وَلِأَنَّ الْقِيَاسَ يَأْبٰى ثُبُوْتَ الْعِتْقِ فِي الْمَجْهُوْلِ، لِأَنَّهُ لَا يُفِيْدُ فَائِدَةً، وَإِنَّمَا صَحَّحْنَاهُ ضَرُوْرَةَ صِحَّةِ التَّصَرُّفِ وَأَثْبَتْنَا لَهُ وِلَايَةَ النَّقْلِ مِنَ الْمَجْهُوْلِ

گی اور وہ دیت آزاد کے ورثہ کو ملے گی۔ جو ابھی غلام ہے اس کی قیمت لازم ہوگی اور وہ قیمت آقا کو ملے گی۔ اور دونوں غلاموں کے سر پھوڑنے کی صورت میں غلام زندہ ہے اس لئے یوں کہا جائے گا کہ جس وقت آقا نے آزادگی کا تعین کیا اس وقت وہ غلام آزاد ہوا پہلے نہیں، اس لئے سر پھوڑتے وقت دونوں غلام تھے اس لئے ان دونوں کا ارش آقا کو ملے گا، دونوں مسئلوں میں یہ فرق ہے۔

ترجمہ: ۲ بخلاف اگر دونوں غلاموں کو دو آدمیوں نے قتل کیا ہو تو دونوں غلاموں کو غلام مان کر دونوں کی قیمت لازم ہوگی (اور دونوں کی قیمت آقا کو دی جائے گی) اس کی وجہ یہ ہے کہ کس قاتل نے آزاد کو قتل کیا ہے ہم کو اس کا یقین نہیں ہے، اور حال یہ ہے کہ دونوں قاتل قتل کا انکار کر رہے ہیں

تشریح: پہلے یہ مسئلہ تھا کہ دونوں غلاموں کو ایک ہی قاتل نے قتل کیا تھا، اور بیک وقت قتل کیا تھا تو ایک غلام کو موت سے پہلے آزاد مانا گیا، اور اس کی دیت لازم کی۔ یہاں مسئلہ یہ ہے کہ دو الگ الگ آدمیوں نے دونوں غلاموں کو قتل کیا ہے، تو قتل کرتے وقت کسی غلام کو بھی آزاد نہیں مانا جائے گا، بلکہ قتل کرتے وقت دونوں کو غلام مانا جائے گا، اور دونوں قاتل پر اس کی قیمت لازم ہوگی، اور یہ دونوں قیمتیں آقا کو ملے گی

وجہ: یہاں گواہ نہیں ہے اور ہر قاتل قتل کا انکار کر رہا ہے، اب اگر کسی ایک غلام کو قتل سے پہلے آزاد مانیں تو اس قاتل پر دیت لازم ہوگی، جو غلام کی قیمت سے زیادہ ہوگی، اس لئے بغیر گواہ کے کسی ایک غلام کو آزاد نہیں مان سکتے ہیں، اس لئے مجبورا دونوں کو قتل کے وقت غلام مانیں اور دونوں قاتلوں پر ان کی قیمت واجب کریں۔ اور یوں سمجھا جائے گا کہ قتل کے بعد آقا نے ایک غلام کو آزاد کیا ہے۔ قتل سے پہلے وہ غلام ہی تھا۔ پہلے اور اس مسئلے میں یہ فرق ہے

ترجمہ: ۳ (قتل اور سر پھوڑنے میں فرق کی دوسری دلیل یہ ہے کہ) مجہول کی صورت میں آزادگی ثابت کرنا بیکار ہے اس لئے کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے کہ کون آزاد ہوا ہے، لیکن تصرف کے صحیح ہونے کے لئے مجبورا کہیں کہیں اس کو ثابت کر دیا ہے، اور مجہول سے معلوم کی طرف منتقل کیا ہے، اس لئے ضرورت کے مطابق ہی مقدر ہوگا، اور یہ ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب غلام قتل ہوا ہو، لیکن غلام کا سر پھوڑا ہو تو مجہول سے معلوم کی طرف لانے کی ضرورت نہیں پڑتی ہے، کیونکہ غلام زندہ ہے۔ اس لئے اطراف، یعنی سر پھوڑنے کے حق میں دونوں غلام مملوک باقی رہے

تشریح: جب آقا نے دو غلاموں سے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے، تو کون سا غلام آزاد ہے یہ مجہول ہے، اور جب تک مجہول رہے گا آزاد کہنے کا فائدہ نہیں ہے، کیونکہ اس سے کوئی غلام آزاد نہیں ہوگا، لیکن جب قتل ہوا تو وہاں قتل سے پہلے

إِلَی الْمَعْلُوْمِ فَیَتَقَدَّرُ بِقَدْرِ الضَّرُوْرَةِ وَهِیَ فِی النَّفْسِ دُوْنَ الْأَطْرَافِ فَبَقِیَ مَمْلُوْکًا فِیْ حَقِّهَا.

(۸۶۰) قَالَ وَمَنْ فَقَأَ عَیْنَیْ عَبْدٍ فَإِنْ شَاءَ الْمَوْلٰی دَفَعَ عَبْدَهُ وَأَخَذَ قِیْمَتَهُ، وَإِنْ شَاءَ أَمْسَکَهُ وَلَا شَیْءَ لَهُ مِنَ النُّقْصَانِ عِنْدَ أَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ، وَقَالَا إِنْ شَاءَ أَمْسَکَ الْعَبْدَ وَأَخَذَ مَا نَقَصَهُ وَإِنْ

آزاد ثابت کرنا ضروری ہے، اس ضرورت اور مجبوری کی بنا پر مجہول آزادگی کو بھی معلوم آزادگی کا درجہ دے دیا گیا، اور ایک غلام کو موت سے پہلے آزاد مان لیا گیا۔ لیکن اطراف یعنی سر پھوڑا ہوا تو غلام موجود ہے، اس لئے تعین سے پہلے اس کو آزاد ماننے کی کوئی مجبوری نہیں ہے اس لئے سر پھوڑتے وقت دونوں غلاموں کو مملوک ہی مانا جائے اور دونوں کے سر کا ارش لازم کیا جائے

ترجمہ: (۸۶۰) کسی نے کسی کے غلام کے دونوں آنکھیں پھوڑ دی، تو آقا کو دو اختیار ہیں، اگر چاہے تو غلام نقصان کرنے والے کو دے دے اور اس کی قیمت لے لے، اور اگر چاہے تو غلام اپنے پاس رکھ لے، لیکن آقا کو کچھ نہیں ملے گا، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اگر چاہے تو غلام اپنے پاس رکھ لے اور جو نقصان ہوا ہے وہ نقصان لے لے، اور چاہے تو غلام نقصان والے کو سپرد کر دے اور غلام کی پوری قیمت لے لے

اصول: صاحبینؒ کا اصول یہ ہے کہ غلام مال کے درجے میں ہے، اس لئے صرف مال ہونے کا اعتبار کیا جائے گا

اصول: امام ابو حنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ ایک اعتبار سے غلام آدمی ہے اس لئے آدمی کا اعتبار کیا جائے گا، اور ایک اعتبار سے غلام مال ہے اس لئے مال کا اعتبار کیا جائے گا

اصول: امام شافعیؒ کا اصول یہ ہے کہ غلام آدمی ہے اس لئے صرف آدمیت کا اعتبار کیا جائے گا اور کسی حال میں غلام کو نقصان کرنے والے کے حوالہ نہیں کیا جائے گا

نوٹ: دونوں آنکھوں کے پھوڑنے میں پوری دیت دس ہزار درہم ہے، اور ایک آنکھ کے پھوڑنے میں آدھی دیت پانچ ہزار درہم ہے، حدیث یہ ہے۔ وَفِی الْعَیْنَیْنِ الدِّیَةُ...وَفِی الْعَیْنِ الْوَاحِدَةِ نِصْفُ الدِّیَةِ (نسائی شریف، باب حدیث عمر بن حزم فی العقول، نمبر ۴۸۵۳، نمبر ۴۸۵۴)

تشریح: یہاں تین طرح کے مسئلے ہیں اور عبارت بہت پیچیدہ ہے۔ مثلا کسی نے زید کے غلام کی دونوں آنکھیں پھوڑ دیں، تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک صرف ایک شکل ہے کہ غلام کو نقصان کرنے والے کو سپرد کر دے اور غلام کی قیمت لے لے، لیکن اگر غلام کو سپرد نہیں کرتا ہے تو آقا کو کچھ نہیں ملے گا، یعنی نقصان کی قیمت لینا چاہے تو نہیں ملے گا

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ غلام ایک اعتبار سے آزاد آدمی کی طرح ہے، اور دوسرے اعتبار کی وجہ سے مال کی طرح ہے، اس لئے مال ہونے کے اعتبار سے پورا غلام دیکر غلام کی قیمت لے لے، لیکن آدمی ہونے کے اعتبار سے صرف آنکھ پھوڑنے کی قیمت لینا چاہے تو نہیں لے سکتا ہے، کیونکہ غلام کا عضو مال نہیں ہے

شَاءَ دَفَعَ الْعَبْدَ وَأَخَذَ قِيْمَتَهُ، ١ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يُضَمِّنُهُ كُلَّ الْقِيْمَةِ وَيُمْسِكُ الْجُثَّةَ، لِأَنَّهُ يَجْعَلُ الضَّمَانَ مُقَابِلًا بِالْفَائِتِ فَبَقِيَ الْبَاقِيُ عَلٰى مِلْكِهِ كَمَا إِذَا قَطَعَ إِحْدٰى يَدَيْهِ أَوْ فَقَأَ، إِحْدٰى عَيْنَيْه ٢ وَنَحْنُ نَقُوْلُ إِنَّ الْمَالِيَّةَ قَائِمَةٌ فِي الذَّاتِ وَهِيَ مُعْتَبَرَةٌ فِيْ حَقِّ الْأَطْرَافِ لِسُقُوْطِ

صاحبین کی رائے یہ ہے کہ غلام مال ہے، اور مال میں دو طریقے ہیں۔ ا۔ آقا غلام رکھ لے اور آنکھ پھوڑنے کا جو نقصان ہوا ہے وہ نقصان لے لے۔ ۲۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ پورا غلام نقصان کرنے والے کو سپرد کر دے، اور غلام کی پوری قیمت لے لے

وجه: وہ فرماتے ہیں کہ غلام مال ہے، اس لئے یہ دونوں صورتیں جائز ہیں

لغت: فقأ: آنکھ پھوڑ دی

ترجمہ: ١ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ غلام کی پوری قیمت کا ضامن ہوگا، اور آقا غلام اپنے پاس ہی رکھ لیگا، اس لئے کہ یہ جو ضمان ہے وہ آنکھ ختم ہوگئی اس کے مقابلے پر ہے، اس لئے باقی غلام آقا ہی کی ملکیت رہی، جیسے غلام کے ایک ہاتھ کو کاٹ دے، یا ایک آنکھ پھوڑ دے تو اس کا ضمان لازم ہوتا ہے اور غلام آقا کے پاس ہی رہ جاتا ہے

تشریح: امام شافعیؒ کا نظریہ یہ ہے کہ غلام آنکھ کی دیت میں آزاد کی طرح ہے، اور آزاد میں یہ ہے کہ عضو کا ضمان لے لیتا ہے، اور خود نقصان کرنے والے کے سپرد نہیں ہوتا، اسی طرح یہاں غلام کی آنکھوں کا ضمان لے لیگا، اور اس کو نقصان کرنے والے کے سپرد نہیں کرے گا، بلکہ وہ آقا ہی کے پاس رہے گا

اس کے لئے یہاں چار مثالیں دی ہیں۔ ا۔ غلام کا ایک ہاتھ کاٹا تو اس صورت میں سب کے نزدیک ایک ہاتھ کی دیت لے لی جائے گی، اور غلام آقا کے پاس ہی رہے گا۔ ۲۔ غلام کی ایک آنکھ پھوڑی تو اس کی دیت لے لی جائے گی اور غلام آقا کے پاس ہی رہے گا۔ ۳۔ آزاد آدمی کی دونوں آنکھیں پھوڑ دی تو اس کی دیت لی جاتی ہے، اور آزاد آدمی پھوڑنے والے کے حوالے نہیں ہوتا، کیونکہ وہ آزاد ہے۔ ۴۔ مدبر غلام کی دونوں آنکھیں پھوڑ دی تو اس کی دیت لی جاتی ہے، اور مدبر آقا ہی کے پاس رہتا ہے، نقصان کرنے والے کے حوالے نہیں ہوتا، کیونکہ مدبر غلام کو کسی کی ملکیت میں منتقل نہیں کی جاتی ہے۔ اسی چار مسئلے کی طرح یہاں غلام کی دونوں آنکھوں کی دیت لی جائے گی، اور غلام آقا ہی کے پاس رہے گا

وجه: جو رقم لی ہے وہ آنکھ پھوڑنے کے بدلے میں ہے دیت کی طرح ہے، پورے غلام کے بدلے میں یہ رقم نہیں ہے، اس لئے باقی پورا غلام آقا کے پاس ہی رہ جائے گا

لغت: الجثة: جسم۔ الفائت: فوت ہوگئی ہو

ترجمہ: ٢ ہم یہ کہتے ہیں کہ مالیت غلام کی پوری ذات میں بھی قائم ہے، اور وہ عضو کے حق میں بھی معتبر ہے، کیونکہ صرف ذات کے حق میں مالیت منحصر ہو یہ ساقط ہے، اور جب یہ بات ہوئی کہ عضو میں بھی مالیت معتبر ہے، تو یہ پایا گیا کہ جنس منفعت

اِعْتِبَارِهَا فِيْ حَقِّ الذَّاتِ قَصْرًا عَلَيْهِ وَإِذَا كَانَتْ مُعْتَبَرَةً وَقَدْ وُجِدَ إِتْلَافُ النَّفْسِ مِنْ وَجْهٍ بِتَفْوِيْتِ جِنْسِ الْمَنْفَعَةِ وَالضَّمَانُ يَتَقَدَّرُ بِقِيْمَةِ الْكُلِّ فَوَجَبَ أَنْ يَتَمَلَّكَ الْجُثَّةَ دَفْعًا لِلضَّرَرِ وَرِعَايَةً لِلْمُمَاثَلَةِ، ۳ بِخِلَافِ مَا إِذَا فَقَأَ عَيْنَيْ حُرٍّ، لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيْهِ مَعْنَى الْمَالِيَّةِ وَبِخِلَافِ عَيْنَي الْمُدَبَّرِ، لِأَنَّهُ

کے فوت ہونے کی وجہ سے (دونوں آنکھوں کو پھوڑنے کی وجہ سے) نفس ضائع ہوگئی، اور ضمان پوری قیمت کے ساتھ مقدر ہے تو ضمان پوری قیمت کے ساتھ متعین ہوئی اس لئے یہ بھی واجب ہوا کہ جثہ یعنی غلام کو نقصان کرنے والے کے حوالے کیا جائے، تا کہ نقصان کرنے والے سے نقصان دور کیا جائے، اور برابری کی رعایت ہو

تشریح: عبارت پیچیدہ ہے۔ یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے۔ انہوں نے کہا تھا کہ غلام آزاد کے درجے میں ہے، اس لئے اس کا ضمان لیا جائے اور غلام کو سپرد نہ کیا جائے۔ اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ غلام کی ذات کی قیمت ہوتی ہے، وہ آزاد کی طرح نہیں ہے، پس جب غلام کی ذات کی قیمت ہے تو اس کے عضو کی بھی قیمت ہوگی، اور جب دونوں آنکھوں کی اتنی دیت لی جو اس کی ذات کی دیت ہوتی ہے یعنی دس ہزار درہم تو یہ بات غلط ہے کہ پورے غلام کی قیمت لے لی ہو پھر بھی غلام کو نقصان کرنے والے کے حوالے نہ کرے، اس لئے مماثلت کا تقاضہ یہی ہے کہ آپ نے پورے غلام کی قیمت لی ہے تو پورا غلام اس کے سپرد کر دیا جائے

لغت: اطراف: طرف کی جمع ہے، اعضاء۔ ان المالیۃ قائمۃ فی الذات: اس عبارت کا مطلب ہے کہ غلام کی ذات کی قیمت ہوتی ہے۔ قصرا علیہ: صرف ذات ہی کی قیمت ہو اور اس کے عضو کی قیمت نہ ہو یہ بات صحیح نہیں ہے۔ اتلاف النفس من وجہ: جب دونوں آنکھیں پھوٹ گئی تو اب وہ کسی کام کا نہیں رہا تو گویا کہ غلام کی ذات ہی ضائع ہوگئی۔ تفویت جنس المنفعۃ: جنس المنفعۃ: یہ محارہ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں آنکھیں ختم ہونے کی وجہ سے غلام کا جو فائدہ تھا خدمت کرنا وہ ختم ہو گیا، اس کو کہتے ہیں جنس المنفعۃ ختم ہونا۔ الضمان یتقدر بقیمۃ الکل: دونوں آنکھیں پھوڑنے کی وجہ سے پوری دیت لازم ہوئی جو دس ہزار درہم ہے، اس لئے گویا کہ پورے غلام کی قیمت لے لی۔ المماثلۃ: برابری ہونا۔

ترجمہ: ۳ بخلاف اگر آزاد کے دونوں آنکھیں پھوڑ دی (تو پھوڑنے والے کو اس لئے نہیں دیا جائے گا) کہ اس میں مالیت کا معنی نہیں ہے۔، اور بخلاف مدبر کی دونوں آنکھیں پھوڑ دی تو پھوڑنے والے کو اس لئے نہیں دیا جائے گا کہ مدبر ایک ملک سے دوسرے کی ملکیت کی طرف منتقل نہیں ہو سکتا ہے

تشریح: یہ بھی امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ آزاد کی آنکھ پھوڑ دے تو دیت لی جائے گی، لیکن آزاد کو پھوڑنے والے کی طرف منتقل نہیں کیا جاتا ہے، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ آزاد میں میں مالیت کا معنی نہیں ہے اس لئے اس کو پھوڑنے والے کی طرف منتقل نہیں کیا گیا، دوسرا جواب یہ ہے کہ مدبر کی آنکھیں پھوڑ دی تو اس کی دیت لی جاتی ہے، لیکن مدبر کو پھوڑنے

لَا يُقْبَلُ الْإِنْتِقَالَ مِنْ مِلْكٍ إِلَى مِلْكٍ، ۴؎ وَفِي قَطْعِ إِحْدَى الْيَدَيْنِ وَفَقْأِ إِحْدَى الْعَيْنَيْنِ لَمْ يُوْجَدْ تَفْوِيْتُ جِنْسِ الْمَنْفَعَةِ. ۵؎ وَلَهُمَا أَنَّ مَعْنَى الْمَالِيَّةِ لَمَّا كَانَ مُعْتَبَرًا وَجَبَ أَنْ يَتَخَيَّرَ الْمَوْلَى عَلَى الْوَجْهِ الَّذِيْ قُلْنَاهُ كَمَا فِيْ سَائِرِ الْأَمْوَالِ فَإِنَّ مَنْ خَرَقَ ثَوْبَ غَيْرِهِ خَرْقًا فَاحِشًا إِنْ شَاءَ الْمَالِكُ دَفَعَ الثَّوْبَ إِلَيْهِ وَضَمَّنَهُ قِيْمَتَهُ وَإِنْ شَاءَ أَمْسَكَ الثَّوْبَ وَضَمَّنَهُ النُّقْصَانَ، ۶؎ وَلَهُ أَنَّ الْمَالِيَّةَ وَإِنْ كَانَتْ مُعْتَبَرَةً فِي الذَّاتِ فَالْآدَمِيَّةُ غَيْرُ مُهْدَّرَةٍ فِيْهِ وَفِي الْأَطْرَافِ أَيْضًا، أَلَا تَرَى أَنَّ عَبْدًا لَوْ قَطَعَ يَدَ

والے کی طرف منتقل اس لئے نہیں کیا گیا کہ اس کو آقا کی ملکیت سے دوسرے کی طرف منتقل کر ہی نہیں سکتا ہے، اس کے بر خلاف غلام کو دوسرے کی ملکیت کی طرف منتقل کیا جا سکتا ہے اس لئے اس کا ضمان لینے کے بعد پھوڑنے والے کی طرف منتقل کرنا چاہئے۔

ترجمہ: ۴؎ اور دونوں ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ کو کاٹا، یا دونوں آنکھوں میں سے ایک آنکھ کو پھوڑا تو (پھوڑنے والے کی طرف منتقل نہیں کیا جائے گا) اس لئے پورا غلام برباد نہیں ہوا ہے

تشریح: یہ بھی امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا ہے کہ ایک آنکھ پھوڑا ہو یا ایک ہاتھ کاٹا ہو تو ضمان لینے کے بعد غلام کو سپرد نہیں کیا جاتا ہے، اسی طرح دونوں آنکھ پھوڑا ہو تو سپرد نہیں کرنا چاہئے۔ اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ ایک ہاتھ کٹنے میں یا ایک آنکھ کے پھوڑنے میں غلام میں نقصان تو آیا ہے، لیکن غلام بالکل برباد ہو گیا ہو کہ خدمت کرنے کے قابل ہی نہ رہا ہو ایسا نہیں ہوتا، بلکہ وہ ابھی بھی آقا کی خدمت کر سکتا ہے، اس لئے غلام کا ضمان لینے کے بعد پھوڑنے والے کو سپرد نہیں کیا جائے گا۔

لغت: جنس المنفعۃ: یہ محارہ ہے، دونوں آنکھیں پھوڑنے کی وجہ سے بالکل خدمت نہیں کر سکتا ہے اس کو جنس المنفعۃ، کہتے ہیں

ترجمہ: ۵؎ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب غلام میں مالیت کا معنی ہے تو آقا کو اختیار ہو گا وہ طریقہ کرنے کا جو ہم نے کہا (چاہے نقصان لے لے اور غلام اپنے پاس رکھ لے، اور چاہے تو پوری قیمت لے لے اور غلام سپرد کر دے)، جیسا کہ تمام مال میں نقصان کرنے میں ہوتا ہے، مثلاً کسی نے دوسرے کا کپڑا بہت پھاڑ دیا تو مالک چاہے تو کپڑا دے اور پوری قیمت لے لے، اور چاہے تو کپڑا رکھ لے اور جو نقصان ہوا ہے اس کا ضمان لے لے (اسی طرح غلام میں بھی ہوگا کہ پوری قیمت لے لے اور غلام دے دے، یا غلام رکھ لے اور غلام میں جو نقصان ہوا ہے وہ لے لے)

تشریح: یہ صاحبین کی دلیل ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ غلام مال کے درجے میں ہے اور مال میں یہ ہوتا ہے کہ مثلاً کسی نے کسی کا کپڑا بہت بڑا پھاڑ دیا تو اب مالک چاہے تو کپڑا دے دے اور کپڑے کی پوری قیمت لے لے، یا کپڑا رکھ لے اور جتنا نقصان ہوا ہے وہ لے لے، اسی طرح غلام میں بھی ہوگا

ترجمہ: ۶؎ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ غلام کی ذات میں مال تو ہے لیکن آدمیت کی بھی کمی نہیں ہے اور غلام کے عضو میں مال تو ہے لیکن اس میں بھی آدمیت کی بھی کمی نہیں ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ کسی غلام نے کسی دوسرے کے غلام کا ہاتھ کاٹ

عَبْدٍ اٰخَرَ یُؤْمَرُ الْمَوْلٰی بِالدَّفْعِ أَوِ الْفِدَاءِ وَهٰذَا مِنْ أَحْکَامِ الْاٰدَمِیَّةِ، لِأَنَّ مُوْجَبَ الْجِنَایَةِ عَلَی الْمَالِ أَنْ تُبَاعَ رَقَبَتُهُ فِیْهَا. ﮯ ثُمَّ مِنْ أَحْکَامِ الْأُوْلٰی أَنْ لَا یَنْقَسِمَ عَلَی الْأَجْزَاءِ وَلَا یَتَمَلَّکُ الْجُثَّةَ وَمِنْ أَحْکَامِ الثَّانِیَةِ أَنْ یَنْقَسِمَ وَیَتَمَلَّکُ الْجُثَّةَ، فَوَفَّرْنَا عَلَی الشِّبْهَیْنِ حَظَّهُمَا مِنَ الْحُکْمِ.

دیا تو آقا کو کہا جاتا ہے کہ غلام سپرد کر دو یا غلام اپنے پاس رکھ لیں اور غلام کا فدیہ دے دیں، یہ غلام کے آدمی ہونے کا حکم ہے، ورنہ تو اگر غلام صرف مال ہوتا تو مال پر جنایت کا موجب یہ ہے کہ غلام کو جنایت میں بیچ دیا جاتا (لیکن اس لئے نہیں بیچا جاتا ہے کہ غلام مال نہیں آدمی ہے)

تشریح: یہ صاحبین کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ غلام صرف مال ہے۔ تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ نہیں غلام صرف مال نہیں ہے بلکہ اس کی ذات میں بھی آدمیت ہے اور اس کے عضو میں بھی آدمیت ہے۔ اس کی ایک مثال دے رہے ہیں کہ۔ غلام نے کسی دوسرے کے غلام کا ہاتھ کاٹ دیا تو اگر صرف مال ہوتا تو اس غلام کو بیچ کر غلام کے ہاتھ کی دیت ادا کرنے کے لئے کہا جاتا، لیکن چونکہ وہ آدمی ہے اس لئے بیچنے کے لئے نہیں کہا گیا، بلکہ یہ کہا گیا کہ غلام کو مجنی علیہ کے آقا کو سپرد کر دو، یا پھر غلام کو اپنے پاس رکھ لیں اور غلام کا فدیہ ادا کر دیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ غلام کی ذات میں آدمیت بھی ہے اور مال بھی ہے، اسی طرح اس کے عضو میں آدمیت بھی ہے اور مال بھی ہے۔

اب غلام کے مال ہونے کی وجہ سے اوپر کے مسئلے میں یہ کہا کہ جس نے غلام کی دونوں آنکھیں پھوڑی ہے وہ پوری قیمت دے دے اور غلام کو لے لے۔ اور آدمی ہونے کی وجہ سے یہ کہا کہ اگر آقا غلام سپرد نہیں کرتا تو اس کو غلام کے عضو کی قیمت نہیں ملے گی اور نقصان نہیں ملے گا، کیونکہ آزاد کے عضو کی قیمت نہیں ہوتی ہے، کیونکہ وہ مال نہیں ہے۔ اس اعتبار سے ہم نے غلام میں مال ہونے کی بھی رعایت کی اور آدمی ہونے کی بھی رعایت کی ہے

ترجمہ: ﮯ پھر پہلے کا حکم (آدمی ہونے کا حکم) یہ ہے کہ عضو کی کوئی قیمت نہ ہو، اور کوئی آدمی غلام کے جسم کا بھی مالک نہ ہو۔ اور دوسرا (غلام کو صرف مال مان لیا جائے تو) اس کا حکم یہ ہے کہ عضو کو تقسیم کر کے اس کی قیمت ہو، اور اس کے جسم کا بھی کوئی مالک ہو، اس لئے ہم نے دونوں مشابہت کا اعتبار کیا اور دونوں کو پورا پورا حق دیا

تشریح: یہ عبارت پیچیدہ ہے۔ غلام کو صرف آدمی مانا جائے تو اس کی ذات کا بھی کوئی مالک نہ بن سکے، اور اس کے عضو کو الگ کر کے بھی اس کی قیمت نہیں لگے گی۔ اور غلام کو صرف مال مان لیا جائے تو اس کے جسم کا بھی مالک ہوگا اور اس کے عضو کو الگ کر کے بھی اس کی قیمت لگے گی۔ غلام میں یہ دو حیثیت ہیں، ہم نے دونوں کا اعتبار کیا اور دونوں کو پورا پورا حق دیا۔ کہ آنکھ پھوڑنے والا غلام کی پوری قیمت دے تو اس کو مال کی حیثیت دی کہ اس کی قیمت لیکر دوسرے کی ملکیت کی طرف منتقل کیا جا سکتا ہے۔ یہاں غلام کے مال ہونے کا اعتبار کیا۔ اور آقا غلام آنکھ پھوڑنے والے کو سپرد نہ کرے تو اس کو آنکھ کی قیمت نہیں ملے گی، کیونکہ آزاد کی عضو کی قیمت نہیں ہوتی ہے، اس میں غلام کے آدمی ہونے کی رعایت کی

فَصْلٌ فِیْ جِنَایَۃِ الْمُدَبَّرِ وَاُمِّ الْوَلَدِ

(۸۶۱) قَالَ وَإِذَا جَنَـی الْـمُدَبَّرُ أَوْ أُمُّ الْوَلَدِ جِنَایَةً ضَمِنَ الْمَوْلٰی الْأَقَلَّ مِنْ قِیْمَتِهٖ وَمِنْ أَرْشِهَا۱؎ لِمَا رُوِیَ عَـنْ أَبِـیْ عُبَیْـدَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهٗ قَضٰی بِجِنَایَةِ الْمُدَبَّرِ عَلٰی مَوْلَاهُ ۲؎ وَلِأَنَّـهٗ صَارَ مَانِعًا عَنْ تَسْلِیْـمِهٖ فِی الْجِنَایَةِ بِالتَّدْبِیْرِ أَوِ الْإِسْتِیْلَادِ مِنْ غَیْرِ اِخْتِیَارِهِ الْفِدَاءَ فَصَارَ کَمَا إِذَا فَعَلَ ذٰلِکَ بَعْدَ

لغت: لاینقسم علی الاجزاء: جز یعنی عضو پر تقسیم نہیں ہوگا، یعنی آنکھ کی الگ سے قیمت نہیں لگے گی، اور آنکھ کے نقصان کی قیمت نہیں دلوائی جائے گی۔ ان ینقسم: عضو کی تقسیم ہوگی یعنی غلام کے عضو کی الگ سے قیمت لگے گی۔

فصل فی جنایۃ المدبر وام الولد

ترجمہ: (۸۶۱) مدبر اور ام ولد نے جنایت کی تو آقا ضامن ہوگا اس کی قیمت اور ارش میں سے کم کا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ حضرت ابوعبیدہؓ نے مدبر نے جنات کی ہو تو اس کے آقا پر اس کی قیمت کا فیصلہ کیا ہے

تشریح: مثلا مدبر اور ام ولد کی قیمت آٹھ سو درہم ہے اور اس نے چھ سو کی جنایت کی تو چھ سو کا ضامن ہوگا۔ اگر جنایت کا ارش کم ہے تو مجنی علیہ کا اتنا ہی نقصان کیا ہے اس لئے زیادہ کیوں دیگا۔ اور اگر جنایت کا ارش غلام کی قیمت سے بھی زیادہ ہے تو آقا نے اتنا ہی اپنے پاس روک رکھا ہے جتنی اس کی قیمت ہے اس لئے اس سے زیادہ کیوں دے گا

وجہ: (۱) آقا نے جنایت سے پہلے ہی اس کو ام ولد یا مدبر بنایا تھا اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ پوری دیت اپنے اوپر لینا چاہتا ہے۔ البتہ مدبر یا ام ولد بنانے کی وجہ سے جنایت والے کے حوالے نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان میں آزادگی کا شائبہ آچکا ہے۔ لیکن چونکہ آقا نے مدبر یا ام ولد بنا کر جنایت والے کے حوالے کرنے سے روکا ہے اس لئے اس پر جنایت اور قیمت میں سے جو کم ہو وہ لازم ہوگی۔ (۲) صاحب ہدایہ کا قول صحابی یہ ہے۔ عَنْ أَبِـیْ عُبَیْـدَةَ، قَـالَ: جِنَایَةُ الْمُدَبَّرِ عَلَی سَیِّدِهٖ (بیہقی، باب المدبر یجنی فیباع فی ارش جنایۃ، نمبر ۲۱۵۷۹) (۳) حدثنی بشیر المکتب ان امرأة دبرت جاریة لها فجنت جنایة فقضی عمر بن عبد العزیز بجنایتها علی مولاتها فی قیمة الجاریة. (۴) دوسری روایت میں ہے. سمعت سفیان یقول جنایة المدبر علی مولاہ یضمن قیمته (مصنف ابن ابی شیبۃ ۸۶ جنایۃ المدبر علی من تکون؟ ج خامس، ص ۳۹۶، نمبر ۲۷۳۲۸/۲۷۳۳۴) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ قیمت بھر مدبر اور ام ولد کی جنایت کا ذمہ دار آقا ہے۔ اس سے زیادہ کا نہیں۔

ترجمہ: ۲؎ اور اس وجہ سے بھی آقا پر مدبر اور ام ولد کی قیمت واجب ہوگی کہ مدبر اور ام ولد بنا کر سپرد کرنے سے روکا ہے فدیہ کو اختیار کئے بغیر، تو یہ ایسا ہوگیا کہ جنایت کے بعد مدبر یا ام ولد بنایا ہو لیکن آقا کو اس جنایت کا علم نہ ہو

تشریح: آقا پر مدبر اور ام ولد کی قیمت لازم ہوگی اس کی یہ دلیل عقلی ہے۔ آقا نے مدبر بنا کر اور ام ولد بنا کر مجنی علیہ کو سپرد

الْجنَایَةِ وَهُوَ لا یَعْلَمُ. ۳؎ وَإِنَّمـا یَجِبُ الْأَقَلُّ مِنْ قِیْمَتِهِ وَمِنَ الْأَرْشِ، لِأَنَّهُ لا حَقَّ لِوَلِيِّ الْجنَایَةِ فِیْ أَکْثَـرَ مِنَ الْأَرْشِ، وَلا مَنْعَ مِنَ الْمَوْلٰی فِیْ أَکْثَرَ مِنَ الْقِیْمَةِ، ۴؎ وَلا تَخْیِیْرَ بَیْنَ الْأَقَلِّ وَالْأَکْثَرِ، لِأَنَّهُ لا یُـفِیْدُ فِیْ جِنْسٍ وَاحِدٍ لِإِخْتِیَارِهِ الْأَقَلَّ لا مُحَالَّةَ، بِخِلافِ الْقِنِّ، لِأَنَّ الرَّغَبَاتِ صَادِقَةٌ فِی الْأَعْیَانِ فَیُفِیْدُ التَّخْیِیْرَ بَیْنَ الدَّفْعِ وَالْفِدَاءِ.

(۸۶۲) وَجِنَـایَـاتُ الْمُدَبَّرِ وَإِنْ تَوَالَتْ لا تُوْجِبُ إِلَّا قِیْمَةً وَاحِدَةً، ۱؎ لِأَنَّـهُ لا مَنْعَ مِنْهُ إِلَّا فِیْ رَقَبَةٍ

کرنے سے روکا ہے، اس لئے گویا کہ آقا کو مدبر کی جنایت کا علم نہیں تھا، اور جنایت کے بعد مدبر اور ام ولد بنایا ہے اس لئے اس روکنے کی وجہ سے آقا پر مدبر اور ام ولد کی قیمت لازم ہوگی۔

ترجمہ: ۳؎ غلام کی قیمت اور ارش میں سے کم اس لئے آقا پر واجب ہوا کہ ولی جنایت کو اس سے زیادہ لینے کا حق نہیں ہے اور قیمت سے زیادہ ہو جائے تو آقا نے قیمت سے زیادہ روکا نہیں ہے (اس لئے غلام کی قیمت سے زیادہ نہیں دے گا)

تشریح: آقا پر غلام کی قیمت اور ارش میں سے جو کم ہے وہی اس لئے لازم ہے کہ، کہ اگر ارش غلام کی قیمت سے کم ہے تو ولی جنایت کو اس سے لینے کا حق نہیں ہے اس لئے ارش لیگا۔ اور اگر ارش غلام کی قیمت سے زیادہ ہے تو غلام کی جتنی قیمت ہے آقا نے اتنا ہی مدبر بنا کر روکا ہے، اس لئے قیمت تک ہی دیگا، اس سے زیادہ اس نے نہ روکا ہے اور نہ دیگا۔

ترجمہ: ۴؎ کم قیمت اور زیادہ قیمت کا اختیار آقا کو اس لئے نہیں دیا گیا کہ جنس واحد میں اس کا کوئی فائدہ نہیں وہ تو کم ہی کو اختیار کرے گا، بخلاف خالص غلام کے اس لئے کہ اس میں رغبت زیادہ ہوتی ہے اس لئے غلام کا فدیہ دو یا غلام سپرد کرو کے بارے میں اختیار دینے میں فائدہ ہے

تشریح: یہاں عبارت پیچیدہ ہے، یہاں مصنف کہنا یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح خالص غلام جنایت کرلے تو اس میں آقا کو دو اختیار دئے گئے ہیں یا غلام کو سپرد کردے یا غلام کا فدیہ دے، یہاں مدبر اور ام ولد کو سپرد تو نہیں کر سکتا ہے، لیکن قیمت سے زیادہ ارش ہو تو پورے ارش کا فدیہ دے، ایسا کیوں نہیں کیا گیا، تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ خالص غلام کو آدمی اپنے پاس رکھ کر اس کو بیچ سکتا ہے، اور پیسہ کما سکتا ہے، اس لئے اس کو فدیہ دیکر اپنے پاس رکھنے میں رغبت ہے، جو مدبر میں نہیں ہے، اس لئے مدبر میں یہ اختیار نہیں دیا گیا کہ قیمت سے زیادہ بھی ارش ہو جائے تو اس ارش کا فدیہ دیکر مدبر اپنے پاس رکھ لے، میرا خیال یہ ہے کہ اس عبارت میں یہی کہنا چاہتے ہیں واللہ اعلم بالصواب

ترجمہ: (۸۶۲) اگر مدبر کی جنایت کئی مرتبہ ہو چکی ہو تو آقا پر ایک ہی جنایت کی قیمت واجب ہوگی

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ آقا نے ایک ہی مرتبہ مدبر کی گردن کو روکا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ غلام کی قیمت کو دینا ایسا ہے کہ غلام ہی کو ولی جنایت کو دے دیا ہے، اور غلام کو بار بار نہیں دیا جاتا ہے اسی طرح اس کی قیمت کو بھی بار بار نہیں دے گا

وَاحِدَةٍ، وَلِأَنَّ دَفْعَ الْقِيْمَةِ كَدَفْعِ الْعَبْدِ، وَذٰلِكَ لَا يَتَكَرَّرُ فَهٰذَا كَذٰلِكَ، ۲؎ وَيَتَضَارَبُوْنَ بِالْحِصَصِ فِيْهَا، وَتُعْتَبَرُ قِيْمَتُهُ لِكُلِّ وَاحِدٍ فِيْ حَالِ الْجِنَايَةِ عَلَيْهِ، لِأَنَّ الْمَنْعَ فِيْ هٰذَا الْوَقْتِ يَتَحَقَّقُ.

(۸۶۳) قَالَ فَإِنْ جَنٰى جِنَايَةً أُخْرٰى وَقَدْ دَفَعَ الْمَوْلٰى الْقِيْمَةَ إِلٰى وَلِيِّ الْأُوْلٰى بِقَضَاءٍ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ، ۱؎ لِأَنَّهُ مَجْبُوْرٌ عَلَى الدَّفْعِ.

تشریح: مدبر نے پہلی مرتبہ جنایت کی تو پہلی مرتبہ آقا نے مدبر کی قیمت دے دی، اب غلام نے کچھ دنوں کے بعد دوسری مرتبہ کسی کی جنایت کی تو آقا اب دوسری مرتبہ مدبر کی قیمت نہیں دے گا، بلکہ دوسری مرتبہ کے ولی جنایت سے کہا جائے گا کہ پہلی مرتبہ کے ولی جنایت سے اپنا حصہ وصول کریں

وجہ: اس کے لئے یہاں دو وجہ بیان کر رہے ہیں۔ا۔آقا نے ایک ہی مدبرا پنے پاس روکا ہے،اور ایک مدبر کی قیمت ایک مرتبہ ادا کر چکا ہے،اس لئے دوبارہ مدبر کی قیمت ادا نہیں کرے گا۔۲۔دوسری وجہ یہ ہے کہ مدبر کی قیمت دینا گویا کہ مدبر ہی کو دینا ہے،اور مدبر کو ایک مرتبہ ایک جنایت کے ولی کو دے چکا ہے تو اب دوبارہ کیسے دے گا

ترجمہ: ۲؎ پہلی قیمت جو آقا نے دی ہے سب اسی میں اپنے اپنے حصے کے مطابق وصول کریں، ہر ہر جنایت کرتے وقت غلام کی جو قیمت ہوگی آقا پر وہی قیمت دینا لازم ہوگا،اس لئے کہ جنایت کرتے وقت ہی آقا کا اپنے پاس روکنا متحقق ہوتا ہے

تشریح: یہاں دو باتیں بیان کر رہے ہیں۔ا۔پہلی بات یہ ہے کہ جس وقت مدبر نے جنایت کی ہے اس وقت اس کی کیا قیمت ہے آقا اس وقت کی قیمت کا ذمہ دار ہے، بازار کے بھاو کی وجہ سے مدبر کی قیمت بعد میں کم بیش ہو جائے اس کا اعتبار نہیں ہے، کیونکہ اسی جنایت کے وقت ایسا ہوگا کہ آقا نے مدبر کو اور اس کی اس وقت کی قیمت کو اپنے پاس روکا ہے، اس لئے اسی وقت کی قیمت کا ذمہ دار ہوگا۔۲۔دوسری بات یہ بیان کر رہے ہے کہ تمام ولی جنایت اپنے اپنے حصے کے اعتبار سے ایک قیمت میں شریک ہوں گے۔مثلا ایک جنایت کا ارش 100 درہم ہے۔دوسری جنایت کا ارش 50 پچاس درہم ہے۔اور تیسری جنایت کا ارش 25 پچیس درہم ہے۔اور سب جنایت کا مجموعہ 175 درہم ہے،اب غلام 87.50 میں بکا ہے تو ہر ولی کو پچاس فی صد ہی ملے گا، یعنی پہلے ولی کو سو میں پچاس ملے گا، دوسرے ولی کو پچاس میں پچیس ملے گا،اور تیسرے ولی کو پچیس میں ساڑھے بارہ ملیں گے،اور سب کا مجموعہ (87.50) درہم ہو گیا۔اور سبھی ولی جنایت غلام کی ایک ہی قیمت میں شریک ہوں گے۔

ترجمہ: (۸۶۳) پس اگر دوسری مرتبہ جنایت کی اور آقا اس کی قیمت پہلے ولی کو دے چکا ہے قضاء قاضی سے تو اس پر کچھ بھی نہیں ہے

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ آقا دینے میں مجبور ہے

تشریح: یہ مسئلہ اس قاعدے پر ہے کہ آقا نے قاضی کے فیصلے سے ایک مرتبہ مدبر یا ام ولد کی قیمت کے برابر جنایت والے

(۸۶۴) قَالَ وَإِنْ كَانَ الْمَوْلٰى دَفَعَ الْقِيمَةَ بِغَيْرِ قَضَاءٍ فَالْوَلِيُّ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ أَتْبَعَ الْمَوْلٰى وَإِنْ شَاءَ أَتْبَعَ وَلِيَّ الْجِنَايَةِ، وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حنيفه وَقَالَا لَا شَيْءَ عَلَى الْمَوْلٰى ، لِ لِأَنَّهُ حِيْنَ دَفَعَ لَمْ تَكُنِ

کو دے دیا تو اب اس سے زیادہ کا وہ ذمہ دار نہیں ہے۔اس سے زیادہ جنایت کرے تو آقا پر نہیں ہے۔مسئلے کی صورت یہ ہے کہ مدبر یا ام ولد نے ایک مرتبہ جنایت کی اور آقا نے قاضی کے فیصلے سے پہلی جنایت والے کو ارش دے دیا پھر دوبارہ مدبر یا ام ولد نے جنایت کی تو آقا پر کوئی دیت نہیں ہے۔دوسری جنایت کا ولی پہلی جنایت کے ولی کے پاس جائے اور جو کچھ اس کو آقا نے دیا تھا اس میں شریک ہو جائے۔

وجه: (۱) اوپر گزر چکا ہے کہ آقا قیمت کا ضامن ہوگا اور وہ ایک مرتبہ قیمت کا ضامن ہو چکا ہے اس لئے دوسری مرتبہ والا پہلی مرتبہ والے سے وصول کرے (۲) اس قول تابعی میں ہے کہ آقا مدبر کی جنایت کا ضمان دے گا۔ سمعت سفيان يقول جناية المدبر على مولاه يضمن قيمته (مصنف ابن ابی شیبة ۸۶ جنایة المدبر علی من تکون؟ ج خامس، ص ۳۹۶، نمبر ۲۷۳۳۴)

ترجمه: (۸۶۴) اور اگر آقا نے قیمت دی ہو بغیر قاضی کے فیصلے کے تو ولی کو اختیار ہے چاہے آقا کے پیچھے پڑے چاہے پہلی جنایت والے کے پیچھے پڑے۔یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ آقا پر کچھ بھی نہیں ہے

اصول: دونوں مسئلے اس اصول پر ہیں کہ مدبر اور ام ولد کا آقا پر ایک قیمت سے زیادہ کی ذمہ داری نہیں ہے۔اس لئے کہ وہ معذور ہے

تشریح: مدبر یا ام ولد نے پہلی مرتبہ جنایت کی تو جنایت والے کو بغیر قاضی کے فیصلے کے دیت دے دی تو اس صورت میں دوسری جنایت والے کے لئے دو اختیار ہیں۔یا تو آقا سے اپنی جنایت وصول کرے یا پہلی جنایت کے ولی سے اپنی جنایت وصول کرے۔یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اس صورت میں بھی دوسری جنایت والا آقا سے وصول نہیں کرے گا، صرف پہلی جنایت والے ہی سے وصول کرے گا۔

وجه: (۱) آقا سے اس لئے وصول کر سکتا ہے کہ بغیر قاضی کے فیصلے کے دیت دی ہے اس لئے اس دینے کا اتنا اعتبار نہیں ہے۔ہو سکتا ہے کہ دوستانہ طور پر دی ہو۔اور پہلی جنایت والے سے اس لئے وصول کر سکتا ہے کہ اس نے گویا کہ دوسری جنایت والے کی آدھی دیت پر قبضہ کیا ہے۔کیونکہ آقا پر تو ایک ہی مرتبہ دیت لازم تھی جو ادا کر چکا ہے۔اس لئے پہلی جنایت کے ولی سے بھی آدھی دیت وصول کر سکتا ہے۔(۲) قول تابعی گزر چکا ہے آقا مدبر کی قیمت لا ذمہ دار ہوگا۔ سمعت سفيان يقول جناية المدبر على مولاه يضمن قيمته (مصنف ابن ابی شیبة ۸۶ جنایة المدبر علی من تکون؟ ج خامس، ص ۳۹۶، نمبر ۲۷۳۳۴)

ترجمه: لِ اس لئے کہ جب پہلی ولی کو قیمت دی تھی تو دوسری جنایت موجود نہیں تھی اس لئے مستحق کو پورا حق دے دیا، اور ایسا ہو گیا کہ قاضی کے فیصلے سے قیمت دی ہے

تشریح: صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب آقا نے پہلی جنایت والے کو قیمت دی تو دوسری جنایت موجود ہی نہیں تھی، اس لئے

الْجِـنَـايَةُ الثَّـانِيَةُ مَوْجُوْدَةً فَقَدْ دَفَعَ كُلَّ الْحَقِّ إِلٰى مُسْتَحِقِّهِ وَصَارَ كَمَا إِذَا دَفَعَ بِالْقَضَاءِ، ٢ وَلِأَبِیْ حَنِيْفَةَ رَحِـمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَنَّ الْمَوْلٰى جَانٍ بِدَفْعِ حَقِّ وَلِيِّ الْجِنَايَةِ الثَّانِيَةِ طَوْعًا وَوَلِيُّ الْأُوْلٰى ضَامِنٌ بِقَبْضِ حَقِّهِ ظُلْمًا فَيَتَخَيَّرُ. ٣ وَهٰذَا لِأَنَّ الثَّانِيَةَ مُقَارِنَةٌ حُكْمًا مِنْ وَجْهٍ وَهٰذَا يُشَارِكُ وَلِيُّ الْجِنَايَةِ الْأُوْلٰى، وَمُتَأَخِّرَةٌ حُكْمًا مِنْ حَيْثُ أَنَّهُ تُعْتَبَرُ قِيْمَتُهُ يَوْمَ الْجِنَايَةِ الثَّانِيَةِ فِیْ حَقِّهَا فَجُعِلَتْ كَالْمُقَارِنَةِ فِیْ حَقِّ التَّضْمِيْنِ لِإِبْطَالِهِ مَا تَعَلَّقَ بِهِ مِنْ حَقِّ وَلِيِّ الثَّانِيَةِ عَمَلًا بِالشِّبْهَيْنِ.

(٨٦٥) وَإِذَا أَعْتَقَ الْـمَـوْلٰى الْمُدَبَّرَ وَقَدْ جَنٰى جِنَايَاتٍ لَمْ تَلْزَمْهُ إِلَّا قِيْمَةٌ وَاحِدَةٌ، ١ لِأَنَّ الضَّمَانَ

اس کا کوئی قصور نہیں ہے، اور گویا کہ اس نے جو مستحق تھا اس کو پورا حق دے دیا، اور ایسا ہو گیا کہ قاضی کے فیصلے سے آقا نے دیا ہو

ترجمه: ٢ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ آقا اس لئے مجرم ہے کہ دوسرے ولی کا حق اپنی خوشی سے پہلے ولی کو دے دیا ہے۔ اور پہلا ولی اس لئے مجرم ہے کہ دوسرے کے حق پر ظلما قبضہ کیا ہے، اس لئے دوسرے والی کو اختیار ہو گا کہ آقا سے وصول کرے اور یہ بھی اختیار ہے کہ پہلی ولی سے وصول کرے

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ پہلے ولی کو دینے میں آقا بھی مجرم ہے اور پہلا ولی بھی مجرم ہے، آقا اس لئے مجرم ہے کہ اس نے خوشی سے دوسرے ولی کا حق پہلے ولی کو دیا ہے، اور پہلا ولی اس لئے مجرم ہے کہ اس نے دوسرے ولی کی قیمت پر قبضہ کیا ہے، اس لئے دونوں سے لینے کا حق ہو گا

ترجمه: ٣ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرا ولی حکما ایک اعتبار سے پہلے ولی کی لی ہوئی قیمت میں شریک ہے، اور ایک اعتبار سے حکما موخر ہے اس اعتبار سے کہ دوسری جنایت کے دن کی قیمت واجب کی گئی ہے، اس لئے آقا سے بھی ضمان وصول کرنے کے حق میں ساتھ قرار دیا، اس لئے کہ اس نے ولی ثانی کے حق کو باطل کیا ہے، دونوں شبہ پر عمل کرتے ہوئے

تشریح: یہ عبارت پیچیدہ ہے۔ دوسری جنایت کی دو حیثیت ہے۔ دوسرا ولی پہلے ولی کی لی ہوئی قیمت میں شریک ہے اس اعتبار سے گویا کہ دونوں جنایتیں ایک ساتھ ہوئی ہیں، اس کے باوجود آقا نے پہلے ولی کو دوسرے ولی کا بھی حق دے دیا، یہ آقا کی غلطی ہے اس لئے آقا سے بھی اپنا حصہ وصول کرنے کا حق دیا ہے۔ دوسری حیثیت یہ ہے کہ مثلا دو ماہ کے بعد مدبر نے دوسری جنایت کی تو اس دن کی قیمت واجب کی اس اعتبار سے دوسری جنایت بہت بعد میں ہوئی ہے، اور اس دن کی قیمت واجب کی گئی ہے، اور اس اعتبار سے پہلے ولی سے قیمت وصول کرنے کا حق دیا، تاہم ہم نے دونوں شبہ کا اعتبار کیا ہے۔

ترجمه: (٨٦٥) مدبر نے بہت سے جنایات کئے تھے پھر بھی آقا نے اس کو آزاد کر دیا تب بھی آقا کو ایک ہی قیمت لازم ہو گی

ترجمه: ١ اس لئے کہ اپنے پاس روکنے کی وجہ سے آقا پر ضمان لازم ہوتا ہے تو مدبر بنانے کے بعد چاہے آزاد کرے یا مدبر ہی بنائے رکھے دونوں کا درجہ برابر ہے (اور مدبر بنانے کی وجہ سے جو ایک قیمت لازم ہوئی تھی آزاد کرنے کے بعد وہی کافی ہے)

إِنَّمَا وَجَبَ عَلَيْهِ بِالْمَنْعِ فَصَارَ وُجُوْدُ الْإِعْتَاقِ مِنْ بَعْدُ وَعَدَمُهُ بِمَنْزِلَةٍ،

(۸۶۶) وَأُمُّ الْوَلَدِ بِمَنْزِلَةِ الْمُدَبَّرِ فِيْ جَمِيْعِ مَا وَصَفْنَا، لِ لِأَنَّ الْإِسْتِيْلَادَ مَانِعٌ مِنَ الدَّفْعِ كَالتَّدْبِيْرِ.

(۸۶۷) وَإِذَا أَقَرَّ الْمُدَبَّرُ بِجِنَايَةِ الْخَطَأِ لَمْ يَجُزْ إِقْرَارُهُ وَلَا يَلْزَمُهُ بِهٖ شَيْءٌ عُتِقَ أَوْ لَمْ يُعْتَقْ، لِ لِأَنَّ مُوْجَبَ الْجِنَايَةِ الْخَطَأِ عَلٰى سَيِّدِهٖ، وَإِقْرَارُهُ بِهٖ لَا يَنْفُذُ عَلَى السَّيِّدِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تشریح: مدبر بنا کر آقا نے اپنے پاس مدبر کو روکا تھا جس کی وجہ سے آقا پر مدبر کی ایک قیمت لازم ہوئی تھی، اب اس کو آزاد کر دیا تو ابھی بھی آقا نے اپنے پاس ہی روکا ہے، کوئی نئی بات نہیں ہوئی ہے اس لئے مدبر بنانے کی وجہ سے جو ایک قیمت لازم ہوئی تھی آزاد کرنے کے بعد بھی وہی ایک ہی قیمت لازم ہوگی۔

ترجمہ: (۸۶۶) مدبر کے بارے میں جتنی بات کی ہے ان تمام احکامات میں ام ولد کا بھی وہی حکم ہے۔

ترجمہ: لِ اس لئے کہ مدبر کی طرح ام ولد کو بھی دوسرے کی ملکیت میں منتقل کرنا ممنوع ہے

تشریح: ایک قیمت دینے کے جو احکامات مدبر کے بارے میں ذکر کئے وہی تمام احکامات ام ولد کے بارے میں بھی ہیں، اس لئے کہ جس طرح مدبر کو دوسرے کی ملکیت میں منتقل کرنا ممنوع ہے، اسی طرح ام ولد کو بھی دوسرے کی ملکیت کی طرف منتقل کرنا ممنوع ہے، کیونکہ دونوں میں آزادگی کا شائبہ آچکا ہے۔

ترجمہ: (۸۶۷) اگر مدبر نے جنایت خطا کا اقرار کیا تو اس کا اقرار جائز نہیں ہے اور اس سے آقا پر کچھ لازم نہیں ہوگا، چاہے یہ مدبر رہے، یا اس کو آقا نے آزاد کر دیا ہو یا آزاد نہ کیا ہو

ترجمہ: لِ اس لئے کہ جنایت خطا کا موجب اپنے آقا پر جنایت ہے اور مدبر خطا کا اقرار کرے تو یہ اس کے آقا پر نافذ نہیں ہوتا ہے

اصول: غلام اپنے آقا پر اقرار نہیں کر سکتا ہے۔

تشریح: مدبر قتل خطا، یا جنایت خطا کا اقرار کرے گا تو اس کا ضمان آقا کو دینا ہوگا اور یہ جائز نہیں ہے کہ دوسرے کا ضمان دوسرا دے اس لئے مدبر مدبر کی حالت میں ہو یا وہ آزاد ہو چکا ہو وہ جنایت خطا کا اقرار نہیں کر سکتا ہے، اور اگر اقرار کر لیا تو اس سے آقا پر کچھ لازم نہیں ہوگا، ہاں قاضی جنایت خطا کا فیصلہ مدبر پر کرے تو یہ مجبوری ہے اور اس کا ضمان آقا پر لازم ہوگا

بَابُ غَصْبِ الْعَبْدِ وَالْمُدَبَّرِ وَالصَّبِيِّ وَالْجِنَايَةِ فِيْ ذٰلِكَ

(۸۶۸) قَالَ وَمَنْ قَطَعَ يَدَ عَبْدِهِ ثُمَّ غَصَبَهُ رَجُلٌ وَمَاتَ فِي يَدِهِ مِنَ الْقَطْعِ فَعَلَيْهِ قِيْمَتُهُ أَقْطَعَ، وَإِنْ كَانَ الْمَوْلٰى قَطَعَ يَدَهُ فِيْ يَدِ الْغَاصِبِ فَمَاتَ مِنْ ذٰلِكَ فِيْ يَدِ الْغَاصِبِ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ. ل وَالْفَرْقُ أَنَّ الْغَصْبَ قَاطِعٌ لِلسِّرَايَةِ، لِأَنَّهُ سَبَبُ الْمِلْكِ كَالْبَيْعِ فَيَصِيْرُ كَأَنَّهُ هَلَكَ بِآفَةٍ سَمَاوِيَةٍ فَتَجِبُ

باب غصب العبد، والمدبر، والصبی، والجنایۃ فی ذالک

ضروری نوٹ: اس باب میں اصول یہ ہے کہ مدبر نے پہلی جنایت کی تو اس وقت دوسری جنایت نہیں ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اس لئے پہلی جنایت کی پوری قیمت دینی ہوگی، چاہے غاصب کے قبضے میں پہلے جنایت کی ہو یا آقا کے قبضے میں پہلی جنایت کی ہو۔ اور جو دوسری جنایت کی ہو اس میں شرکت ہوگئی ہے اس لئے اس کی آدھی قیمت لازم ہوگی، اس طرح مجموعہ ڈیڑھ غلام کی قیمت دینی ہوگی۔ پھر جتنی جنایت غاصب کے یہاں کی ہو وہ غاصب سے وصول کیا جائے گا، اور جتنی جنایت آقا کے یہاں کی ہو وہ آقا پر لازم ہوگی

ترجمہ: (۸۶۸) آقا نے اپنے غلام کے ہاتھ کو کاٹا پھر اس غلام کو دوسرے نے قبضہ کر لیا، اور کاٹنے کی وجہ سے غلام غاصب کے ہاتھ میں مر گیا تو غاصب پر ہاتھ کٹے ہوئے غلام کی قیمت لازم ہوگی۔ اور اگر غاصب کے ہاتھ سے لیکر آقا نے ہاتھ کاٹا ہے، اور غلام مر گیا تو غاصب پر کچھ بھی نہیں ہے

تشریح: ہاتھ کاٹا ہوا تھا اس کو غاصب نے لیا اور اسی ہاتھ کٹنے سے غلام مرا تو غاصب پر ہاتھ کٹے ہوئے غلام کی قیمت لازم ہوگی،، کیوں کہ غاصب نے معیوب غلام کو لیا تھا تو اس پر معیوب غلام ہی کی قیمت لازم ہوگی، کیونکہ اس نے اسی کا نقصان کیا ہے۔ اور جب غاصب نے صحیح غلام پر قبضہ کیا اور آقا نے اس غلام کا ہاتھ کاٹا اور اس کی وجہ سے مرا تو ایسا سمجھا جائے گا کہ آقا نے غاصب سے غلام واپس لیا اور پھر غلام کو مارا تو چونکہ آقا نے خود مارا ہے اس لئے آقا کو غاصب سے کچھ نہیں ملے گا۔ آگے والی عبارت کا حاصل یہی ہے

ترجمہ: ل دونوں مسئلوں میں فرق یہ ہے کہ غصب سرایت کو قطع کرنے والا ہے، اس لئے کہ غصب بھی ملکیت کا سبب ہوتا ہے (قیمت دینے کے بعد) جیسے بیع ملکیت کا سبب بنتا ہے تو ایسا ہوا کہ غلام آسمانی آفت سے مرا ہے اس لئے ہاتھ کٹے ہوئے غلام کی قیمت غاصب پر واجب ہوگی، اور دوسری صورت (صحیح سالم غلام غصب کیا) تو اس میں سرایت کو منقطع کرنے والی چیز نہیں پائی گئی تو سرایت شروع کی طرف منسوب ہوگئی تو ایسا ہو گیا کہ آقا نے خود غلام کو ہلاک کیا تو غلام کو واپس لینے والا ہوا، اور یہ کیسے نہیں ہوگا، کیونکہ آقا غلام پر قابض ہو چکا ہے اور وہ واپس لینا ہے اس لئے غاصب ضمان سے بری ہو جائے گا

تشریح: عبارت پیچیدہ ہے۔ صاحب ھدایہ یہ جملہ بار بار بول رہے ہیں، قاطع للسرایۃ: اس کا مطلب یہ ہے کہ زخم لگا ہو

قِيمَتُهُ أَقْطَعَ وَلَمْ يُوجَدِ الْقَاطِعُ فِي الْفَصْلِ الثَّانِيْ فَكَانَتِ السِّرَايَةُ مُضَافَةٌ إِلَى الْبِدَايَةِ فَصَارَ الْمَوْلٰى مُتْلِفًا فَيَصِيرُ مُسْتَرِدًّا كَيْفَ وَأَنَّهُ اِسْتَوْلٰى عَلَيْهِ وَهُوَ اسْتِرْدَادٌ فَيَبْرَأُ الْغَاصِبُ عَنِ الضَّمَانِ.

(۸۶۹) قَالَ وَإِذَا غَصَبَ الْعَبْدُ الْمَحْجُوْرُ عَلَيْهِ عَبْدًا مَحْجُوْرًا عَلَيْهِ فَمَاتَ فِيْ يَدِهِ فَهُوَ ضَامِنٌ، لِ لِأَنَّ الْمَحْجُوْرَ عَلَيْهِ مُوَاخَذٌ بِأَفْعَالِهِ.

(۸۷۰) قَالَ وَمَنْ غَصَبَ مُدَبَّرًا فَجَنٰى عِنْدَهُ جِنَايَةً ثُمَّ رَدَّهُ عَلَى الْمَوْلٰى فَجَنٰى عِنْدَهُ جِنَايَةً أُخْرٰى

اس کے بعد ملک بدل گئی تو اب زخم نے گویا کہ سرایت نہیں کیا، اور اس زخم سے موت نہیں ہوئی بلکہ آسمانی آفت سے موت ہوئی ہے۔ اور جس طرح غلام کو بیچنے سے ملک بدل جاتی ہے قیمت دینے کے بعد غصب سے بھی ملکیت بدل جاتی ہے، اور جب ملکیت بدل گئی تو غاصب کے یہاں ہاتھ کاٹنے سے غلام کی موت نہیں ہوئی ہے بلکہ آفت سماوی سے موت ہوئی ہے، اس لئے آقا کو پورے غلام کی قیمت نہیں ملے گی، بلکہ ہاتھ کٹے ہوئے معیوب غلام کی قیمت ملے گی، کیونکہ غاصب نے اسی ہاتھ کٹے ہوئے غلام پر قبضہ کیا تھا

اور دوسری صورت، یعنی صحیح سالم غلام کو غصب کیا بعد میں آقا نے غلام کا ہاتھ کاٹ دیا تو اس صورت میں زخم لگنے کے بعد ملکیت نہیں بدلی ہے، بلکہ غاصب کی ملکیت ہی میں زخم لگا ہے اور غاصب ہی کی ملکیت میں موت ہوئی ہے، اس لئے زخم نے سرایت کیا اور گویا کہ آقا ہی کے زخم سے غلام مرا ہے، اس لئے آقا کو کچھ نہیں ملے گا اور ایسا سمجھا جائے گا کہ آقا نے غلام کو غاصب سے واپس لیا اور اس کو خود ہی زخم لگا کر مار دیا، پس جب آقا نے اپنے غلام کو مارا تو اس کو غاصب سے کیا ملے گا۔

لغت: قیمتہ اقطع: ہاتھ کٹے ہوئے کی قیمت واجب ہوگی۔ متلفا: تلف سے مشتق ہے، ضائع کرنے والا۔ ہلاک کرنے والا۔ مستردا: رد سے مشتق ہے، واپس کیا ہوا۔ استولی: ولی سے مشتق ہے۔ زبردستی قبضہ کرنا۔ یبرأ: برأ سے مشتق ہے، بری ہو جانا۔

ترجمہ: (۸۶۹) مجبور غلام نے کسی دوسرے کے مجبور غلام کو غصب کر لیا اور وہ غلام غاصب کے ہاتھ میں مر گیا تو غاصب اس کا ضامن ہوگا

ترجمہ: لِ اس لئے کہ مجبور غلام سے بھی اس کے جرم کا مواخذہ ہوتا ہے

تشریح: مجبور، ایک ایسا غلام تھا جس کو تجارت کرنے کی اجازت نہیں تھی، اس نے ایسے غلام کو غصب کر لیا جس کو تجارت کرنے کی اجازت نہیں تھی، یعنی وہ بھی مجبور تھا، اور وہ غلام مر گیا، تو جس نے غصب کیا تھا اس پر مغصوب کا ضمان لازم ہوگا، اس لئے کہ مجبور سے بھی جرم کا مواخذا کیا جاتا ہے۔ پھر اس غصب کی قیمت میں غلام بیچا جائے گا، پھر یا آقا اس کی قیمت دے کر اس کو چھڑا لے، یا اس کو بکنے کے لئے چھوڑ دے

ترجمہ: (۸۷۰) کسی نے مدبر کو غصب کیا، پھر وہاں مدبر نے جنایت کی، پھر اس کو آقا کی طرف واپس کیا، اور آقا کے

فَعَلَى الْمَوْلٰى قِيْمَتُهٗ بَيْنَهُمَا نِصْفَانِ، لِـ لِأَنَّ الْمَوْلٰى بِالتَّدْبِيْرِ السَّابِقِ أَعْجَزَ نَفْسَهٗ عَنِ الدَّفْعِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَصِيْرَ مُخْتَارًا لِلْفِدَاءِ فَيَصِيْرُ مُبْطِلًا حَقَّ أَوْلِيَاءِ الْجِنَايَةِ، إِذْ حَقُّهُمْ فِيْهِ وَلَمْ يَمْنَعْ إِلَّا رَقَبَةً وَاحِدَةً فَلَا يُزَادُ عَلٰى قِيْمَتِهَا وَتَكُوْنُ بَيْنَ وَلِيِّ الْجِنَايَتَيْنِ نِصْفَيْنِ لِاسْتِوَائِهِمَا فِي الْمُوْجَبِ.

(٨٧١) قَالَ وَيَرْجِعُ الْمَوْلٰى بِنِصْفِ قِيْمَتِهٖ عَلَى الْغَاصِبِ لِـ لِأَنَّهٗ اسْتُحِقَّ نِصْفُ الْبَدَلِ بِسَبَبٍ كَانَ فِيْ يَدِ الْغَاصِبِ فَصَارَ كَمَا إِذَا اسْتُحِقَّ نِصْفُ الْعَبْدِ بِهٰذَا السَّبَبِ.

(٨٧٢) قَالَ وَيَدْفَعُهٗ إِلٰى وَلِيِّ الْجِنَايَةِ الْأُوْلٰى ثُمَّ يَرْجِعُ بِذٰلِكَ عَلَى الْغَاصِبِ، وَهٰذَا عِنْدَ أَبِيْ

یہاں مدبر نے دوبارہ جنایت کی تو آقا پر مدبر کی قیمت لازم ہوگی اور دونوں جنایت والوں کے درمیان آدھی آدھی ہوگی

ترجمہ: لِـ اس لئے کہ پہلے مدبر بنانے کی وجہ سے آقا نے مدبر کو سپرد کرنے سے روکا ہے، اور فدیہ دینے کا بھی اختیار نہیں ہے اس لئے ولی جنایت کے حق کو باطل کرنے والا ہوا ہے، اس لئے کہ ولی کا حق اسی غلام میں تھا، اور آقا نے ایک ہی غلام کو روکا ہے اس لئے ایک غلام سے زیادہ قیمت نہیں دے گا اور وہ قیمت دونوں ولیوں کے درمیان تقسیم ہوگی کیوں کہ دونوں سبب میں برابر ہیں۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ آقا ایک ہی غلام کی قیمت دے گا، اسی میں سب جنایت والے کو اپنے اپنے حصے کے مطابق لیں گے

تشریح: یہاں مدبر نے دو مرتبہ جنایت کی ہے، پہلی جنایت غاصب کے یہاں اور دوسری جنایت خود آقا کے یہاں، اس لئے دونوں جنایت والوں کو آدھی آدھی قیمت ملے گی، دوسری بات یہ ہے کہ آقا نے مدبر بنا کر غلام کو دوسرے کے حوالے کرنے سے روکا ہے، اس لئے مدبر کی قیمت دینے کا ذمہ دار آقا ہے، کیونکہ اس نے ہی روک کر ولی جنایت کے حق کو باطل کیا ہے۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ آقا نے ایک ہی مدبر روکا ہے اس لئے جنایت کتنی ہی کر لے آقا پر ایک ہی مدبر کی قیمت واجب ہوگی، سب ولی اسی میں شریک ہوں گے۔

ترجمہ: (٨٧١) اور آقا نے جو مدبر کی قیمت دونوں ولیوں کو دی ہے اس میں سے آدھی قیمت غاصب سے وصول کرے گا

ترجمہ: لِـ اس لئے کہ غاصب کے قبضے میں رہتے ہوئے آدھی بدل کا ولی مستحق ہوا ہے، تو ایسا ہو گیا کہ غاصب کے سبب سے نصف غلام کا مستحق ہوا ہے

تشریح: یہاں سے یہ بیان کر رہے ہیں کہ پہلی جنایت غاصب کے یہاں مدبر نے کی ہے، اس لئے آدھی قیمت غاصب پر لازم ہوگی، کیونکہ اس کی ملکیت میں مدبر نے جنایت کی ہے۔

ترجمہ: (٨٧٢) آقا نے غاصب سے جو آدھی قیمت لی ہے وہ ولی اول کو دیگا، اور غاصب سے دوبارہ آدھی قیمت وصول کرے گا، یہ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے، (اس طرح غاصب سے پورے غلام کی قیمت وصول کرے گا)،

حَنِيفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَأَبِيْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يَرْجِعُ بِنِصْفِ قِيْمَتِهِ فَيُسَلِّمُ لَهُ، ١ لِأَنَّ الَّذِيْ يَرْجِعُ بِهِ الْمَوْلٰى عَلَى الْغَاصِبِ عِوَضُ مَا سَلَّمَ لِوَلِيِّ الْجِنَايَةِ الْأُوْلٰى فَلَا يَدْفَعُهُ إِلَيْهِ كَيْ لَا يُؤَدِّيَ إِلَى اجْتِمَاعِ الْبَدَلِ وَالْمُبْدَلِ فِيْ مِلْكِ رَجُلٍ وَاحِدٍ وَكَيْ لَا يَتَكَرَّرَ الْاِسْتِحْقَاقُ. ٢ وَلَهُمَا أَنَّ حَقَّ الْأَوَّلِ فِيْ جَمِيْعِ الْقِيْمَةِ، لِأَنَّهُ حِيْنَ جَنٰى فِيْ حَقِّهِ لَا يُزَاحِمُهُ أَحَدٌ

اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ آقا نے غاصب سے جولیا ہے وہ آقا کے لئے محفوظ رہے گا

اصول: امام ابوحنیفہؒ۔ یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ غاصب کے پاس مدبر نے جب جنایت کی ہے اس وقت کسی اور کی جنایت نہیں تھی اس لئے اس کو مدبر کی پوری قیمت ملے گی، کیونکہ دو الگ الگ ملکیت میں الگ الگ جنایت ہے

اصول: امام محمدؒ کا اصول یہ ہے کہ پہلی جنایت والے کو بھی مدبر کی آدھی قیمت ملے گی اور دوسری جنایت والے کو بھی مدبر کی آدھی ہی قیمت ملے گی، کیونکہ جنایت کرنے والا مدبر ایک ہی ہے

تشریح: امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسف کے نزدیک یہ ہوگا کہ آقا نے جو غاصب سے لیا ہے وہ ولی اول کو دیگا، اور دوبارہ غاصب سے آدھی قیمت وصول کرے گا، اس طرح آدھی آدھی کر کے غاصب سے پوری قیمت وصول کرے گا۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک غاصب سے جو آدھی قیمت لی ہے وہ آقا کے پاس ہی رہے گی، اس اعتبار سے غاصب سے صرف آدھی ہی قیمت لی جائے گی

وجہ: امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہاں مدبر نے دو ملکیت میں جنایت کی ہے، اس لئے دونوں کا حکم الگ الگ ہو جائے گا، اب جب مدبر نے پہلی جنایت غاصب کے یہاں کی تھی اس وقت دوسری جنایت نہیں تھی اور نہ دوسرے کا حق تھا، اس لئے ولی اول کو مدبر کی پوری قیمت لینے کا حق تھا۔ اس لئے ولی اول پوری قیمت وصول کرے گا۔ (۲) یہ جو دوسری جنایت کی ہے یہ غاصب کی نگرانی میں نہیں کی ہے یہ آقا کی نگرانی میں کی ہے، اس لئے بھی ولی اول کو پوری قیمت لینے کا حق ہوگا۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ آقا نے غاصب سے جولیا ہے یہ وہی مال ہے جو ولی اول کو آقا نے پہلے دیا تھا، اس لئے آقا دوبارہ ولی اول کو نہیں دیگا تا کہ ولی اول کے پاس بدل اور مبدل جمع نہ ہو جائے (یعنی ولی اول کو دو مرتبہ قیمت نہ مل جائے) اور حق مکرر نہ ہو جائے

تشریح: یہ امام محمدؒ کی دلیل ہے۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ آقا نے پہلے جو ولی اول کو دیا تھا یہ آقا ہی کا مال ہے اس لئے غاصب سے جولیا تھا وہ آقا کے پاس ہی رہے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ آقا نے پہلے بھی ولی اول کو دیا تھا، اور غاصب سے لینے کے بعد بھی ولی اول کو دیگا تو ولی اول کے پاس دو مرتبہ مال جمع ہو جائے گا، اس لئے آقا دوبارہ ولی اول کو نہیں دیگا۔

ترجمہ: ٢ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ ملکیت کے الگ الگ ہونے کی وجہ سے ولی اول کا حق تمام قیمت میں تھا، اس لئے کہ جس وقت اس کے حق میں جنایت کی تھی تو دوسری جنایت اس کے مقابلے میں نہیں تھی، وہ تو دوسرے

وَإِنَّمَا انْتَقَصَ بِاعْتِبَارِ مُزَاحَمَةِ الثَّانِيْ فَإِذَا وَجَدَ شَيْئًا مِنْ بَدَلِ الْعَبْدِ فِيْ يَدِ الْمَالِكِ فَارِغًا يَأْخُذُهُ لِيُتِمَّ حَقَّهُ فَإِذَا أَخَذَهُ مِنْهُ يَرْجِعُ الْمَوْلٰى بِمَا أَخَذَهُ عَلَى الْغَاصِبِ، لِأَنَّهُ اسْتَحَقَّ مِنْ يَدِهِ بِسَبَبٍ كَانَ فِيْ يَدِ الْغَاصِبِ.

(۸۷۳) قَالَ وَإِنْ كَانَ جَنٰى عِنْدَ الْمَوْلٰى فَغَصَبَهُ رَجُلٌ فَجَنٰى عِنْدَهُ جِنَايَةً أُخْرٰى فَعَلَى الْمَوْلٰى قِيْمَتُهُ بَيْنَهُمَا نِصْفَانِ وَيَرْجِعُ بِنِصْفِ الْقِيْمَةِ عَلَى الْغَاصِبِ ١ لِمَا بَيَّنَّا فِي الْفَصْلِ الْأَوَّلِ، غَيْرَ أَنَّ اسْتِحْقَاقَ النِّصْفِ حَصَلَ بِالْجِنَايَةِ الثَّانِيَةِ، إِذْ كَانَتْ هِيَ فِيْ يَدِ الْغَاصِبِ فَيَدْفَعُهُ إِلٰى وَلِيِّ الْجِنَايَةِ

کے مزاحمت کے بعد اس کا حق کم ہوا، اس لئے آقا کے ہاتھ میں جب غلام کا بدلہ فارغ پایا تو اپنے حق کو پورا کرنے کے لئے اس کو لے لیگا، اور جب ولی اول نے اپنا پورا حق لے لیا تو آقا غاصب سے پھر وصول کرے گا اس لئے کہ غاصب کے قبضے میں جب مدبر تھا اس کی وجہ سے ولی اول پوری قیمت کا مستحق ہوا ہے۔

تشریح: امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ جب پہلی جنایت ہوئی تو اس وقت کوئی اور جنایت نہیں تھی، اس لئے اس کو پوری قیمت لینے کا حق تھا، یہ تو جب دوسری جنایت ہوئی تو اس کا حق کم ہوگیا، لیکن جب آقا کے ہاتھ میں غاصب سے لیا ہوا مال فارغ دیکھا تو اپنا پورا حق وصول کر لیا، اور یہ غاصب کی وجہ سے دوبارہ دینا پڑا ہے اس لئے آقا غاصب سے دوبارہ وصول کرے گا، کیونکہ اس کی ملکیت میں جنایت اول ہوئی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غاصب سے دو مرتبہ آدھی آدھی کر کے وصول کرے گا، اور ولی اول مدبر کی پوری قیمت لیگا۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک مدبر کی آدھی قیمت ولی اول لیگا۔

ترجمہ: (۸۷۳) اگر مدبر نے پہلے آقا کے پاس جنایت کی پھر اس کو دوسرے آدمی نے غصب کیا، پھر مدبر نے وہاں بھی جنایت کی تو آقا پر مدبر کی قیمت ہوگی اور دونوں ولیوں کے درمیان آدھی آدھی تقسیم کرے گا، پھر آقا غاصب سے آدھی قیمت وصول کرے گا

ترجمہ: ١ اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے پہلی فصل میں بیان کی، یہ اور بات ہے کہ دوسری جنایت کرنے کی وجہ ولی ثانی آدھی قیمت کا مستحق بنا ہے، اس لئے کہ غاصب کے قبضے میں رہتے ہوئے مدبر نے جنایت کی ہے اس لئے آقا آدھی قیمت ولی اول کو دے گا اور اب دوبارہ غاصب سے وصول نہیں کرے گا یہ بالا جماع ہے

اصول: یہاں پہلی جنایت آقا کے پاس کی ہے، اس وقت مدبر مشترک نہیں تھا اس لئے خود آقا پر پورا مدبر کی قیمت واجب تھی، اور دوسری جنایت کی وجہ سے غاصب پر آدھی قیمت واجب تھی۔

تشریح: پہلے مسئلے میں یہ ہے کہ غاصب کے یہاں پہلے جنایت کی تھی اس لئے امام ابوحنیفہؒ کے یہاں پوری قیمت وصول

الْأُوْلٰى وَيَرْجِعُ بِهٖ عَلَى الْغَاصِبِ، وَهٰذَا بِالْإِجْمَاعِ. ۲؎ ثُمَّ وَضَعَ الْمَسْأَلَةَ فِي الْعَبْدِ فَقَالَ مَنْ غَصَبَ عَبْدًا فَجَنٰى فِيْ يَدِهٖ ثُمَّ رَدَّهٗ فَجَنٰى جِنَايَةً أُخْرٰى فَإِنَّ الْمَوْلٰى يَدْفَعُهٗ إِلٰى وَلِيِّ الْجِنَايَتَيْنِ ثُمَّ يَرْجِعُ عَلَى الْغَاصِبِ بِنِصْفِ الْقِيْمَةِ فَيَدْفَعُهٗ إِلَى الْأَوَّلِ وَيَرْجِعُ بِهٖ عَلَى الْغَاصِبِ، وَهٰذَا عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَأَبِيْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يَرْجِعُ بِنِصْفِ الْقِيْمَةِ فَيُسَلَّمُ لَهٗ ۳؎ وَإِنْ جَنٰى عِنْدَ الْمَوْلٰى ثُمَّ غَصَبَهٗ فَجَنٰى فِيْ يَدِهٖ دَفَعَهُ الْمَوْلٰى نِصْفَيْنِ وَيَرْجِعُ بِنِصْفِ قِيْمَتِهٖ

کی گئی تھی اور امام محمدؒ کے نزدیک آدھی قیمت وصول کی گئی تھی ،لیکن یہاں یہ ہے کہ آقا کے یہاں پہلے جنایت کی ہے،اور اس کے بعد غاصب کے یہاں جنایت کی ہے اس لئے آقا پر پوری قیمت ہے۔غاصب کے یہاں جنایت کرتے وقت مدبر مشترک ہو چکا ہے اس لئے غاصب پر دونوں اماموں کے یہاں آدھی قیمت ہی واجب ہوتی ہے،اس لئے امام ابوحنیفہ کے یہاں اور امام محمدؒ کے یہاں بھی غاصب سے آدھی قیمت ہی وصول کی جائے گی

ترجمہ: ۲؎ پہلے مسئلے کی وضع مدبر میں تھی اب مسئلے کی وضع غلام میں ہے،چنانچہ یوں فرمایا کہ کسی نے غلام غصب کیا (مدبر نہیں) اور وہاں اس نے جنایت کی ، پھر وہ آقا کے پاس واپس آیا اور آقا کے پاس دوبارہ جنایت کی تو آقا غلام کو دونوں جنایت والوں کو دیگا، پھر غاصب سے غلام کی آدھی قیمت لیگا اور یہ آدھی قیمت ولی اول کو دیگا اور غاصب سے دوبارہ آدھی قیمت لیگا، یہ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور امام محمد نے فرمایا کہ غاصب سے پہلے آدھی قیمت لیگا یہ آقا کے پاس ہی رہے گی

تشریح: یہ مسئلہ اور اوپر کا مسئلہ ایک ہی ہے،البتہ اوپر کا مسئلہ مدبر کی جنایت میں بیان کی تھی اور یہ مسئلہ مدبر کے بجائے غلام میں ہے۔مدبر کو کسی کو دے نہیں سکتا ہے اس لئے وہاں آقا نے مدبر کی قیمت دونوں ولیوں کو دی تھی اور غلام کو دوسرے کو دے سکتا ہے،اس لئے آقا نے دونوں ولیوں کو غلام ہی سپرد کر دیا ہے

اس کے بعد یہ عرض ہے کہ غلام نے پہلے غاصب کے یہاں جنایت کی ، پھر آقا کے یہاں آنے کے بعد آقا کے یہاں دوبارہ جنایت کی تو چونکہ یہاں غلام نے جنایت کی جو دوسروں کو دے سکتا ہے، اس لئے آقا دونوں ولیوں کو غلام ہی سپرد کر دے گا۔ پھر چونکہ غاصب کے یہاں جنایت کرتے وقت غلام میں شرکت نہیں تھی اور ملکیت بھی الگ تھی اس لئے اس کے ولی پورے غلام کے حقدار تھے اس لئے اس کو آدھا غلام دیا اور اس کی قیمت غاصب سے پہلے لیا، پھر یہ قیمت ولی اول کو دیا جس کی وجہ سے ولی اول کے پاس پورے غلام کی قیمت ہو گئی اور غاصب سے دوبارہ قیمت وصول کی۔اور امام محمدؒ کے نزدیک چونکہ ولی اول آدھے غلام کا حقدار تھا اس لئے اس کو صرف آدھا غلام دیا گیا اور یہ آدھی قیمت غاصب سے وصول کر لی گئی اور آقا نے اپنے پاس رکھ لیا۔

ترجمہ: ۳؎ اور اگر غلام نے پہلے آقا کے یہاں جنایت کی پھر اس کو غصب کر کے لے گیا اور، پھر غاصب کے ہاتھ میں جنایت کی تو آقا غلام کو دونوں ولیوں کو سپرد کرے گا، اور غلام کی آدھی قیمت غاصب سے لیگا، اور وہ قیمت ولی اول کو دیگا (اب

فَيَدْفَعُهُ إِلَى الْأَوَّلِ وَلَا يَرْجِعُ بِهٖ. ۴ وَالْجَوَابُ فِي الْعَبْدِ كَالْجَوَابِ فِي الْمُدَبَّرِ فِيْ جَمِيْعِ مَا ذَكَرْنَا إِلَّا أَنَّ فِيْ هٰذَا الْفَصْلِ يَدْفَعُ الْمَوْلٰى الْعَبْدَ وَفِي الْأَوَّلِ يَدْفَعُ الْقِيْمَةَ.

(۸۷۴) قَالَ وَمَنْ غَصَبَ مُدَبَّرًا فَجَنٰى عِنْدَهُ جِنَايَةً ثُمَّ رَدَّهُ عَلَى الْمَوْلٰى ثُمَّ غَصَبَهُ ثُمَّ جَنٰى عِنْدَهُ جِنَايَةً فَعَلَى الْمَوْلٰى قِيْمَتُهُ بَيْنَهُمَا نِصْفَانِ، لِأَنَّهُ مَنَعَ رَقَبَةً وَاحِدَةً بِالتَّدْبِيْرِ فَتَجِبُ عَلَيْهِ قِيْمَةٌ وَاحِدَةٌ ثُمَّ يَرْجِعُ بِقِيْمَتِهٖ عَلَى الْغَاصِبِ، لِأَنَّ الْجِنَايَتَيْنِ كَانَتَا فِيْ يَدِ الْغَاصِبِ فَيَدْفَعُ نِصْفَهَا إِلَى الْأَوَّلِ

ولی اول کے پاس پورے غلام کی قیمت جمع ہو جائے گی) لیکن آقا غاصب سے دوبارہ وصول نہیں کرے گا

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ آقا کے یہاں پہلے جنایت ہوئی ہے اس لئے آقا کے اوپر ولی اول کو پورا غلام دینا ہے۔ اور غاصب کے یہاں دوسری مرتبہ جنایت کی ہے اس لئے اس پر غلام کی آدھی قیمت واجب ہے

تشریح: پہلے آقا کے یہاں غلام نے جنایت کی ہے، اس کے بعد غاصب کے یہاں جنایت کی ہے، آقا کے یہاں جنایت کرتے وقت غلام پر کوئی جنایت نہیں ہے اور غلام مشترک نہیں ہے، اس لئے امام ابو حنیفہؒ کے یہاں آقا پر پورا غلام دینا واجب ہے، اس لئے وہ پہلے ولی اول کو آدھا غلام دیگا، بعد میں غاصب سے لیکر آدھی قیمت دے گا، اس طرح ولی اول کے پاس پورا غلام ہو جائے گا

اور غاصب کے یہاں بعد میں جنایت کی ہے اس لئے غلام مشترک ہو چکا ہے اس لئے غاصب پر آدھا غلام یا اس کی قیمت دینا واجب ہے اس لئے آقا غاصب سے آدھی قیمت لیگا اور چونکہ آقا پہلے آدھا غلام ولی ثانی کو دے چکا ہے، اس لئے امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، اور امام محمدؒ سب کے یہاں یہ غاصب سے لی ہوئی اپنے پاس رکھ لیگا، کیوں کہ یہ قیمت اسی کی ہے

ترجمہ: ۴ جس طرح مدبر کے مسئلے تھے وہی مسئلے غلام کی صورت میں بھی ہیں، بس اتنی بات ہے کہ غلام کی شکل میں خود غلام کو آقا سپرد کر دے گا، اور مدبر کی صورت میں مدبر کی قیمت سپرد کرے گا کیونکہ مدبر کو کسی کے حوالے نہیں کر سکتا ہے، (کیوں کہ اس میں آزادگی کا شائبہ آچکا ہے)

تشریح: یہاں چار مسئلے بیان کئے ہیں، دو میں جنایت کرنے والا مدبر تھا اور دو میں جنایت کرنے والا غلام تھا، دونوں کے احکام ایک ہیں۔ البتہ غلام کو دوسروں کو دے سکتا ہے اس لئے غلام کی جنایت کی صورت میں غلام کا ولی جنایت دیگا۔ اور مدبر کو دوسرے کے حوالے نہیں کر سکتا ہے، کیونکہ اس میں آزادگی کا شائبہ آچکا ہے اس لئے اس کی جنایت میں مدبر کی قیمت ادا کرے گا، دونوں میں یہ فرق ہوگا

ترجمہ: (۸۷۴) کسی نے مدبر کو غصب کیا، اس کے پاس جنایت کی، پھر اس کو آقا کے پاس واپس کر دیا، پھر دوبارہ غصب کیا اور پھر غاصب کے پاس جنایت کی تو آقا پر مدبر کی قیمت ہے دونوں ولیوں کے درمیان آدھی آدھی کرے گا اس لئے

ا؎ لِأَنَّهُ اسْتَحَقَّ كُلَّ الْقِيمَةِ، لِأَنَّ عِنْدَ وُجُودِ الْجِنَايَةِ عَلَيْهِ لَاحَقَّ لِغَيْرِهِ وَإِنَّمَا انْتَقَصَ بِحُكْمِ الْمُزَاحَمَةِ مِنْ بَعْدُ.

(۸۷۵) قَالَ وَيَرْجِعُ بِهِ عَلَى الْغَاصِبِ، ا؎ لِأَنَّ الِاسْتِحْقَاقَ بِسَبَبٍ كَانَ فِي يَدِهِ وَيُسَلِّمُ لَهُ وَلَا يَدْفَعُهُ إِلَى وَلِيِّ الْجِنَايَةِ الْأُولَى وَلَا إِلَى وَلِيِّ الْجِنَايَةِ الثَّانِيَةِ، لِأَنَّهُ لَا حَقَّ لَهُ إِلَّا فِي النِّصْفِ لِسَبْقِ حَقِّ الْأَوَّلِ وَقَدْ وَصَلَ ذَلِكَ إِلَيْهِ، ۲؎ ثُمَّ قِيلَ هَذِهِ الْمَسْأَلَةُ عَلَى الِاخْتِلَافِ كَالْأُولَى، وَقِيلَ عَلَى الِاتِّفَاقِ، وَالْفَرْقُ لِمُحَمَّدٍ رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ أَنَّ فِي الْأُولَى الَّذِي يَرْجِعُ بِهِ عِوَضٌ عَمَّا سَلَّمَ لِوَلِيِّ

کہ مدبر بنا کر آقا نے مدبر کی گردن کو روکا ہے اس لئے اس پر ایک مدبر کی قیمت واجب ہوگی) پھر آقا یہ قیمت غاصب سے وصول کرے گا اس لئے کہ دونوں جنایتیں غاصب کے یہاں ہی ہوئی ہیں پھر آقا آدھی قیمت ولی اول کو دیگا

ترجمہ: ا؎ اس لئے کہ ولی اول پوری قیمت کا مستحق ہوگا، کیونکہ اس جنایت کے وقت کوئی اور جنایت نہیں تھی، البتہ بعد میں مزاحمت کی وجہ سے ولی اول کی قیمت کم ہوئی ہے

تشریح: یہاں مدبر نے دونوں جنایتیں غاصب کے یہاں ہی کی ہیں، لیکن بیچ میں آقا کے یہاں آیا ہے اس لئے غاصب پر ڈیڑھ غلام کی قیمت واجب ہوگی، البتہ چونکہ آقا نے مدبر بنا کر اس کو اپنے پاس رکھا ہے، اس لئے پہلے آقا دونوں ولیوں کو ادا کرے گا بعد میں غاصب سے یہ پیسہ وصول کرے گا، اس لئے کہ دونوں جنایتیں غاصب کے یہاں ہی ہوئی ہیں

ترجمہ: (۸۷۵) آقا نے جو آدھی قیمت ولی اول کو دیا ہے یہ غاصب سے وصول کرے گا

ترجمہ: ا؎ اس لئے کہ ولی اول جو اس آدھے کا مستحق ہوا وہ غاصب کے یہاں رہتے ہوئے ہوا ہے، اس لئے یہ رقم آقا کے لئے محفوظ رہے گی، اور اس رقم کو نہ ولی اول کو دیگا اور نہ ولی ثانی کو دے گا، اس لئے کہ ولی اول کے حق ہونے کی وجہ سے ولی ثانی کا حق آدھے ہی میں ہے، اور یہ آدھا ولی ثانی کو مل چکا ہے

تشریح: آقا نے غاصب سے دو مرتبہ رقم لی ہے، پہلی مرتبہ پورے مدبر کی قیمت لی ہے اور یہ ولی اول کو دے دیا، اور دوسری مرتبہ مدبر کی آدھی قیمت غاصب سے لی ہے، لیکن یہ رقم آقا اپنی جیب سے ولی ثانی کو پہلے دے چکا ہے، اس لئے یہ رقم آقا کے پاس رہے گی، کسی کو دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان مسئلوں میں پیچیدہ حساب ہے سمجھ لیں

ترجمہ: ۲؎ پھر کہا گیا ہے کہ پہلے مسئلے کی طرح اس مسئلے میں بھی امام محمدؒ کا اختلاف ہے، بعض حضرات نے فرمایا کہ یہاں امام محمدؒ کا بھی اتفاق ہے، اور امام محمدؒ کے یہاں پہلے مسئلے اور اس مسئلے میں فرق یہ ہے کہ آقا جو غاصب سے لیتا ہے یہ وہی رقم ہے جو جنایت اول والے کو دیا ہے، اس لئے کہ دوسری جنایت آقا کے ہاتھ میں ہوئی ہے، پس اگر دوسری جنایت والے کو دے دے تو استحقاق مکرر ہو جائے گا، اور اس مسئلے کا حال یہ ہے کہ جنایت ثانیہ کا عوض قرار دیا جائے کیونکہ یہ جنایت غاصب کے

الْجِنَايَةِ الْأُوْلٰى، لِأَنَّ الْجِنَايَةَ الثَّانِيَةَ كَانَتْ فِيْ يَدِ الْمَالِكِ فَلَوْ دَفَعَ اِلَيْهِ ثَانِيًا يَتَكَرَّرُ الْاِسْتِحْقَاقُ، أَمَّا فِيْ هٰذِهِ الْمَسْأَلَةِ فَيُمْكِنُ أَنْ يُجْعَلَ عِوَضًا عَنِ الْجِنَايَةِ الثَّانِيَةِ لِحُصُوْلِهَا فِيْ يَدِ الْغَاصِبِ فَلَا يُؤَدِّيْ إِلٰى مَا ذَكَرْنَاهُ.

(۸۷۶) قَالَ وَمَنْ غَصَبَ صَبِيًّا حُرًّا فَمَاتَ فِيْ يَدِهٖ فَجْأَةً أَوْ بِحُمّٰى فَلَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ، وَإِنْ مَاتَ مِنْ صَاعِقَةٍ أَوْ نَهْسَةِ حَيَّةٍ فَعَلٰى عَاقِلَةِ الْغَاصِبِ الدِّيَةُ، ۱؎ وَهٰذَا اسْتِحْسَانٌ، ۲؎ وَالْقِيَاسُ أَنْ لَا

ہاتھ میں ہوئی ہے تو تکرار کی طرف نہیں پہنچائے گا

تشریح: یہاں عبارت پیچیدہ ہے، سب کا حاصل یہ ہے کہ پہلی جنایت میں ایک جنایت غاصب کے یہاں ہوئی ہے اور دوسری جنایت آقا کے یہاں ہوئی ہے، اس لئے امام محمدؒ کے یہاں آدھی آدھی قیمت دونوں کے یہاں لازم ہوگی، اور کل ملا کر ایک مدبر کی قیمت لازم ہوگی، اس لئے آقا نے غاصب سے جو پوری قیمت لی ہے اس میں سے آدھی قیمت آقا کے پاس رہ جائے گی

اور یہاں کے مسئلے میں دونوں جنایت غاصب کے یہاں ہی ہوئی ہے اس لئے غاصب پر ڈیڑھ غلام کی قیمت لازم ہوگی، کیونکہ دونوں غلطی غاصب ہی کی ہے، اس لئے یہاں امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ امام محمد کا اتفاق ہو گیا ہے

ترجمہ: (۸۷۶) امام محمدؒ نے فرمایا کہ جس نے آزاد بچہ کو غصب کیا تو وہ غاصب کے قبضے میں ناگہانی موت سے یا بخار سے مر گیا تو اس پر کچھ بھی ہے اور اگر بجلی گرنے سے یا سانپ کاٹنے سے مرا تو غاصب کے خاندان پر دیت ہوگی

ترجمہ: ۱؎ یہ استحسان کا تقاضہ ہے

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ آزاد آدمی پر غصب نہیں ہوتا چاہے بچہ ہی کیوں نہ ہو، ہاں آزاد بچے کے ہلاکت کا سبب بنا تو اس کی دیت دینی ہوگی

اصول: امام شافعی کا اصول یہ ہے کہ آزاد بچے کی ہلاکت سبب بنا تب بھی ہلاک کرنے والے پر دیت لازم نہیں ہوگی، کیونکہ اس نے باضابطہ ہلاک نہیں کیا ہے

تشریح: آزاد بچے کو کسی نے غصب کیا، اب وہ بچہ ناگہانی موت سے یا بخار سے غاصب کے یہاں ہلاک ہو گیا تو غاصب پر ضمان لازم نہیں ہوگا، ہاں بچہ بجلی گرنے سے مرا، یا سانپ کاٹنے سے مرا تو غاصب کے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی

وجہ: آزاد بچے پر غصب نہیں ہوتا، اس لئے ناگہانی موت یا بخار سے مرا تو دیت لازم نہیں ہوگی، لیکن بجلی سے مرا، یا سانپ کاٹنے سے مرا تو ایسا سمجھا جائے گا کہ غاصب ہلاک کرنے کا سبب بنا ہے اس لئے اس کے عاقلہ پر قتل خطا کی دیت واجب ہوگی

ترجمہ: ۲؎ اور قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ دونوں صورتوں (ناگہانی موت ہو یا، سانپ کاٹے) میں غاصب ضامن نہیں ہوگا اور امام زفر اور امام شافعیؒ کا قول یہی ہے، اس لئے کہ آزاد میں غصب ہی متحقق نہیں ہوتا، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ نابالغ

يَضْمَنَ فِي الْوَجْهَيْنِ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَالشَّافِعِيِّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ لِأَنَّ الْغَصْبَ فِي الْحُرِّ لَا يَتَحَقَّقُ، أَلَا يَرٰى أَنَّهُ لَوْ كَانَ مُكَاتَبًا صَغِيْرًا لَا يَضْمَنُ مَعَ أَنَّهُ حُرٌّ يَدًا فَإِذَا كَانَ الصَّغِيْرُ حُرًّا رَقَبَةً وَيَدًا أَوْلٰى. ۳؎ وَجْهُ الْإِسْتِحْسَانِ أَنَّهُ لَا يَضْمَنُ بِالْغَصْبِ وَلٰكِنْ يَضْمَنُ بِالْإِتْلَافِ وَهٰذَا إِتْلَافٌ تَسْبِيْبًا، لِأَنَّهُ نَقَلَهُ إِلٰى أَرْضٍ مَسْبَعَةٍ أَوْ إِلٰى مَكَانِ الصَّوَاعِقِ، وَهٰذَا لِأَنَّ الصَّوَاعِقَ وَالْحَيَّاتِ وَالسِّبَاعَ لَا تَكُوْنُ فِيْ كُلِّ مَكَانٍ فَإِذَا نَقَلَهُ إِلَيْهِ وَهُوَ مُتَعَدٍّ فِيْهِ وَقَدْ زَالَ حِفْظُ الْوَلِيِّ فَيُضَافُ إِلَيْهِ، لِأَنَّ شَرْطَ الْعِلَّةِ يَنْزِلُ مَنْزِلَةَ الْعِلَّةِ إِذَا كَانَ تَعَدِّيًا كَالْحَفْرِ فِي الطَّرِيْقِ، ۴؎ بِخِلَافِ الْمَوْتِ فَجْأَةً أَوْ

مکاتب ہوتب بھی اس کو غصب کرلے اور وہ مرجائے تو غاصب ضامن نہیں ہوتا، حال آنکہ وہ تو صرف تصرف کے اعتبار سے آزاد ہے، پس جب نابالغ بچہ گردن کے اعتبار سے بھی آزاد ہو اور تصرف کے اعتبار سے بھی آزاد ہو تو غاصب اس کی موت کا کیسے ضامن بنے گا

تشریح: چونکہ بچہ آزاد ہے اور اس پر غصب کا اطلاق نہیں ہوتا اس لئے کسی بھی طرح کی موت ہوجائے تو غاصب پر اس کی دیت نہیں ہے، اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ نابالغ مکاتب پر کسی نے قبضہ کرلیا اور وہ غاصب کے قبضے میں مرگیا تب بھی وہ ضامن نہیں ہوتا ہے، حال آنکہ وہ صرف تصرف کے اعتبار سے آزاد ہے، اور آزاد بچہ تو تصرف اور گردن دونوں اعتبار سے آزاد ہے اس کے مرنے سے غاصب کیسے ضامن بنے گا اس لئے قیاس کا تقاضہ یہی ہے کہ غاصب ضامن نہیں بنے گا، چاہے ناگہانی موت سے مرا ہو چاہے سانپ کاٹنے سے مرا ہو۔ ہاں باضابطہ قتل خطا سے مارا ہو تو اب قتل خطا کی دیت اس کے عاقلہ پر لازم ہوگی۔

ترجمہ: ۳؎ اور استحسان کی وجہ یہ ہے کہ غصب کرنے سے ضامن نہیں ہوگا، لیکن اتلاف سے ضامن بنے گا، اور یہ سبب کے اعتبار سے اتلاف ہے، اس لئے کہ غاصب نے درندے کی جگہ کی طرف منتقل کیا، یا ایسی جگہ منتقل کی جہاں بکثرت بجلیاں گرتی ہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بجلی، سانپ، اور درندے ہر جگہ نہیں ہوتے ہیں، پس جب اس کی طرف منتقل کی تو زیادتی کی (تو غاصب ضامن ہوگا) اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ولی کی حفاظت کو زائل کیا اس لئے موت غاصب کی طرف منسوب ہوگا، اس لئے کہ علت کی شرط علت کے درجے میں اتار دی جاتی ہے اگر تعدی ہو، جیسے راستے میں کنواں کھود دے

تشریح: استحسان کی وجہ یہ ہے غاصب نے درندے کی جگہ کی طرف لے گیا اور ولی بچے کی حفاظت کررہا تھا درندے کی جگہ لیجا کر اس کی حفاظت دور کی اس لئے یہ قتل کا سبب بنا ہے اس لئے غاصب کے عاقلہ پر قتل خطاء کی دیت لازم ہوگی، جیسے راستے میں کنواں کھود دے اور کوئی اس میں گرجائے تو یہ قتل کرنے کا سبب ہے، جس کی وجہ سے کھودنے والے پر دیت لازم ہوتی ہے ویسے ہی یہاں ہوگا

ترجمہ: ۴؎ بخلاف اچانک موت ہو یا بخار کی وجہ سے موت ہو تو (غاصب پر دیت لازم نہیں ہوگی) اس لئے کہ موت جگہ کے

بِحُمّٰی، لِأَنَّ ذٰلِکَ لَا یَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الْأَمَاکِنِ حَتّٰی لَوْ نَقَلَهُ إِلٰی مَوْضِعٍ یَغْلِبُ فِیْهِ الْحُمّٰی وَالْأَمْرَاضُ نَقُوْلُ بِأَنَّهُ یَضْمَنُ فَتَجِبُ الدِّیَةُ عَلَی الْعَاقِلَةِ لِکَوْنِهٖ قَتْلًا تَسْبِیْبًا.

(۸۷۷) قَالَ وَإِذَا أُوْدِعَ صَبِیٌّ عَبْدًا فَقَتَلَهُ فَعَلٰی عَاقِلَتِهِ الدِّیَةُ، وَإِنْ أُوْدِعَ طَعَامًا فَأَکَلَهُ لَمْ یَضْمَنْ، ا؎ وَهٰذَا عِنْدَ أَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَمُحَمَّدٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَقَالَ أَبُوْیُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ

مختلف ہونے کی وجہ سے نہیں ہوتا ہے بلکہ ہر جگہ بخار سے موت ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر ایسی جگہ غاصب نے منتقل کیا جہاں عام طور بخار اور بیماری ہوتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ ضامن ہوگا اور غاصب کے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی کیونکہ قتل کا سبب ہے

تشریح: اچانک موت یا بخار کسی خاص جگہ میں نہیں آتا، بلکہ ہر جگہ آتی ہے، اس لئے یہ قتل خطاء کا سبب نہیں ہے، چنانچہ اگر ایسی جگہ منتقل کی جہاں بخار آتا ہی ہے تو غاصب پر ضمان لازم ہوگا کیونکہ منتقل کرنا قتل کا سبب ہوا ہے

ترجمہ: (۸۷۷) کسی نے بچے کے پاس اپنا غلام امانت پر رکھا، پھر بچے نے غلام کو قتل کر دیا تو بچے کے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی، اور اگر بچے کے پاس کھانا امانت پر رکھا اور بچے نے اس کو کھا لیا تو بچہ ضامن نہیں ہوگا

ترجمہ: ا؎ یہ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہے، اور امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں (آدمی کو قتل کیا ہو یا کھانا کھایا ہو) ضامن بنے گا

اصول: یہاں امام ابو حنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ جان اتنی قیمتی ہے کہ بچہ بھی قتل کرے گا تو اس پر دیت لازم ہوگی۔ لیکن کھانا اتنا قیمتی نہیں ہے، اس لئے اس نے ضائع کیا تو اس پر ضمان نہیں ہے کیونکہ بچہ بے عقل ہوتا ہے

اصول: امام ابو یوسف، اور امام شافعیؒ کا اصول یہ ہے کہ کھانا بھی قیمتی چیز ہے اس لئے اس کو بچے نے ضائع کیا تو بے عقل ہونے کے باوجود اس پر ضمان لازم ہوگا۔

تشریح: بچے کے پاس کسی نے غلام امانت پر رکھا، اور بچے نے اس کو قتل کر دیا تو اس کی دیت بچے کے عاقلہ پر ہوگی۔ لیکن اگر بچے کے پاس کھانا امانت پر رکھا اور بچے نے اس کھانے کو کھا لیا تو بچے پر اس کا ضمان لازم نہیں ہے

وجہ: (۱) قاعدہ یہ ہے کہ بالغ کے پاس کوئی چیز امانت پر رکھے اور وہ چیز خود بخود امین کے تعدی کے بغیر ہلاک ہو جائے تو امانت رکھنے والے پر ضمان نہیں ہے، لیکن امانت رکھنے والے نے جان کر ہلاک کر دیا، یا حفاظت کرنے میں بے پرواہی کی تو امانت رکھنے والے پر اس کا ضمان لازم ہے

دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ نابالغ بچے کو امین بنانا جائز نہیں ہے، چاہے غلام کا امین بنایا ہو یا مال کا اس لئے بچہ امین بنا ہی نہیں۔ اب بات یہ ہے کہ جان اتنی قیمتی ہے کہ اس کو ہلاک کرنے پر امین اور ضمین پر دیت لازم ہوتی ہے، اس لئے بچے کے عاقلہ پر دیت ہوگی۔ اور مال اور کھانا کم قیمتی ہے اس لئے اس کو کھانے پر بچے پر ضمان لازم نہیں ہوگا۔ یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے، لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک جان اور مال دونوں قیمتی ہیں اس لئے بچہ جان ہلاک کر دے، یا مال ضائع کر دے دونوں صورتوں میں

وَالشَّافِعِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يَضْمَنُ فِي الْوَجْهَيْنِ جَمِيْعًا،

۲ وَعَلٰى هٰذَا إِذَا أَوْدَعَ الْعَبْدُ الْمَحْجُوْرُ عَلَيْهِ مَالًا فَاسْتَهْلَكَهُ لَا يُؤَاخَذُ بِالضَّمَانِ فِي الْحَالِ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَمُحَمَّدٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، وَيُؤَاخَذُ بِهِ بَعْدَ الْعِتْقِ، ۳ وَعِنْدَ أَبِيْ يُوْسُفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَالشَّافِعِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يُؤَاخَذُ بِهِ فِي الْحَالِ، ۴ وَعَلٰى هٰذَا الْخِلَافِ الْإِقْرَاضُ وَالْإِعَارَةُ فِي الْعَبْدِ وَالصَّبِيِّ. ۵ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فِيْ أَصْلِ الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ صَبِيٌّ قَدْ

اس کا ضمان لازم ہوگا۔ (۲) جب مالک جانتا تھا کہ بچہ نابالغ ہونے کی وجہ سے امانت رکھنے کے قابل نہیں ہے، پھر بھی رکھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مالک نے بچے کو ہلاک کرنے کی گنجائش دی اس لئے بچے کے ہلاک کرنے پر ضمان نہیں ہے

ترجمہ: ۲ اسی اختلاف پر ہے اگر مجور غلام کے پاس مال امانت پر رکھا اور اس غلام نے اس کو ہلاک کر دیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور امام محمدؒ کے نزدیک ابھی ضمان لازم نہیں ہوگا اور غلام کے آزاد ہونے کے بعد وصول کیا جائے گا

تشریح: ایسا غلام جس کو تجارت کی اجازت نہیں ہے اس کو امین بنانا صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس پر آقا کا حق ہے، اس کا ہاتھ باندھا ہوا ہے اس لئے اس کے پاس مال ہلاک ہوا تو اس پر مال کا ضمان تو ہوگا، لیکن آقا کے حق کی وجہ سے ابھی اس کو وصول نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس کے آزاد ہونے کے بعد وصول کیا جائے گا

ترجمہ: ۳ اور امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ابھی وصول کیا جائے گا

اصول: امام یوسفؒ اور امام شافعیؒ کا اصول یہ ہے کہ مجور غلام نے قیمتی مال ضائع کیا ہے اس لئے آقا کے حق کے باوجود ابھی اس کی قیمت واجب ہوگی

ترجمہ: ۴ اسی اختلاف پر ہے کہ بچے کو یا مجور غلام کو قرض دیا، یا عاریت پر مال دیا

تشریح: یہاں چار مسئلے ہیں۔ ۱۔ بچے کو قرض دیا، یا عاریت پر دیا، اور مال ہلاک ہو گیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کو واپس نہیں لے سکتا ہے۔ ۲۔ مجور غلام کو قرض دیا، یا عاریت پر دیا اور وہ مال ہلاک کر دیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک آقا کے حق کی وجہ سے ابھی واپس نہیں لے سکتا ہے، بلکہ آزاد ہونے کے بعد اس کو وصول کیا جائے گا۔ ۳۔ بچے کو قرض دیا، یا عاریت پر دیا، اور مال ہلاک ہو گیا تو امام شافعیؒ کے نزدیک اس کو واپس لے گا۔ ۴۔ مجور غلام کو قرض دیا، یا عاریت پر دیا اور وہ مال ہلاک کر دیا تو امام شافعی کے نزدیک ابھی اس کا ضمان وصول کیا جائے گا۔

ترجمہ: ۵ امام محمدؒ نے جامع صغیر میں فرمایا کہ ایسے بچے کو امانت پر دیا کہ جس کو عقل ہو، اور جامع کبیر میں اس مسئلے کی صورت بیان کی ہے کہ بچہ بارہ سال کا ہو، یہ عبارت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ غیر عاقل بچے پر بالاتفاق ضمان ہے، اس لئے کہ اس کو امانت پر مسلط کرنا معتبر نہیں ہے، اور بچے کا فعل معتبر ہے

عَقَلَ، وَفِي الْجَامِعِ الْكَبِيْرِ وَضَعَ الْمَسْأَلَةَ فِيْ صَبِيِّ ابْنِ اثْنَيْ عَشَرَةَ سَنَةً وَهٰذَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ غَيْرَ الْعَاقِلِ يَضْمَنُ بِالْاِتِّفَاقِ، لِأَنَّ التَّسْلِيْطَ غَيْرُ مُعْتَبَرٍ وَفِعْلُهُ مُعْتَبَرٌ. ٦ لَهُمَا أَنَّهُ أَتْلَفَ مَالًا مُتَقَوَّمًا مَعْصُوْمًا حَقًّا لِمَالِكِهِ فَيَجِبُ عَلَيْهِ الضَّمَانُ كَمَا إِذَا كَانَتِ الْوَدِيْعَةُ عَبْدًا أَوْ كَمَا إِذَا أَتْلَفَ غَيْرُ الصَّبِيِّ فِيْ يَدِ الصَّبِيِّ الْمُوْدَعِ. ٧ وَلِأَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَمُحَمَّدٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَنَّهُ

تشریح: نابالغ بچے کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک ہے وہ نابالغ بچہ جو سمجھدار نہ ہو، جیسے آٹھ سال کا بچہ، دوسرا وہ بچہ جو سمجھدار ہو چکا ہو، جیسے بارہ سال کا بچہ، اور دونوں کے احکام الگ الگ ہیں، ناسمجھ بچے کو امین بنانا بالکل درست نہیں ہے، اس لئے مالک نے اس کو امین بنایا تو وہ امین بنا ہی نہیں، البتہ اس کا فعل معتبر ہے، اس کے قتل کا ضمان ہے، اس کے ضائع کرنے پر ضمان ہے، اس لئے اس ناسمجھ بچے کے پاس مال رکھا تو اس پر ضمان لازم ہوگا

جامع صغیر کی عبارت یہ ہے جس میں ہے کہ سمجھدار بچے کے بارے میں یہ مسئلہ ہے۔ **صبي يعقل أودع عبدا فقتله فعلى عَاقِلَته الْقِيمَة وَإِن أودع طَعَاما فَأَكله لم يضمن وَإِن اسْتهْلك مَالا ضمن** (جامع صغیر، باب فی غصب المدبر، و العبد والجنایۃ فی ذالک، ص ۵۱۲)

اور سمجھدار بچہ ہو تو اس کو کسی نہ کسی حالت میں امین بنانا درست ہے اس لئے اگر سمجھدار بچہ ہے اور اس نے قتل کیا تو اس کی دیت ہے، اور اگر کھانا تھا اور کھا لیا تو اس کا ضمان نہیں ہے

ترجمہ: ٦ امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ قیمتی مال ضائع کیا ہے جو مالک کے حق میں معصوم ہے اس لئے اس بچے پر ضمان لازم ہوگا، جیسے بچے کے پاس غلام امانت پر رکھتا اور بچہ غلام کو قتل کر دیتا تو غلام پر دیت ہے، یا بچے کے علاوہ نے بچے کے ہاتھ میں رہتے ہوئے کسی نے مال ضائع کیا تو اس پر ضمان ہے

تشریح: امام شافعیؒ اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ بچے کے ہاتھ میں جو مال تھا وہ قیمتی تھا اور مالک کا بھی قیمتی مال ہے اس لئے اس کے ضائع کرنے پر ضمان لازم ہوگا، اس کی دو مثالیں دے رہے ہیں۔ ۱۔ اگر یہی بچہ غلام کو قتل کرتا تو اس کی دیت لازم ہوتی ہے۔ ۲۔ اسی بچے کے پاس امانت کا مال رہتے ہوئے کوئی اور ہلاک کرتا تو اس ہلاک کرنے والے پر ضمان لازم ہوتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ مال قیمتی ہے اس لئے اس پر ضمان لازم ہوگا۔۔ اصل بات یہ ہے کہ امام شافعیؒ کے یہاں یہ مال قیمتی ہے اس لئے کوئی بھی ضائع کرے گا تو اس پر ضمان لازم ہوگا چاہے بچہ، اور مہجور ہی کیوں نہ ہوں

ترجمہ: ٧ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ بچے نے غیر محفوظ مال کو ہلاک کیا ہے اس لئے اس پر ضمان نہیں ہے، جیسے مالک کی اجازت سے بچہ مال کو ہلاک کرتا، یا اس کی رضامندی سے ہلاک کرتا تو (بچے پر ضمان لازم نہیں ہوتا)، اس لئے کہ مالک کے حق کے لئے مال معصوم ہوتا ہے، اور مالک نے خود ہی اس معصومیت کو فوت کر دیا ہے، کیونکہ جہاں امانت رکھنے

أَتْـلَفَ مَـالًا غَيْـرَ مَـعْصُومٍ فَلَا يَجِبُ الضَّمَانُ كَمَا إِذَا أَتْلَفَهُ بِإِذْنِهِ وَرِضَاهُ، وَهٰذَا لِأَنَّ الْعِصْمَةَ تَثْبُتُ حَـقًّـا لَـهُ وَقَـدْ فَوَّتَهَا عَلٰى نَفْسِهِ حَيْثُ وَضَعَ الْمَالَ فِيْ يَدٍ مَانِعَةٍ فَلَا يَبْقٰى مُسْتَحِقًّا لِلنَّظْرِ ٨ إِلَّا إِذَا أَقَـامَ غَيْـرَهُ مَـقَـامَ نَـفْسِهِ فِـي الْحِفْظِ، وَلَا إِقَامَةَ هٰهُنَا لِأَنَّهُ لَا وِلَايَةَ لَهُ عَلَى الصَّبِيِّ وَلَا لِلصَّبِيِّ عَلٰى

سے منع کیا گیا ہے (یعنی بچے کے ہاتھ میں امانت رکھنے سے منع کیا تھا) وہاں مالک نے امانت رکھ دی، اس لئے بچے کی شفقت کا تقاضا یہ ہے کہ مالک ضمان کا مستحق نہ ہو

اصول: یہاں امام ابو حنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ بچے کے پاس مال امانت رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ بچے کو ضائع کرنے کی اجازت دی ہے اس لئے اس کے ضائع کرنے پر ضمان لازم نہیں ہوگا

تشریح: مالک کو بچے کے پاس مال امانت پر نہیں رکھنا چاہئے، وہ نابالغ ہونے کی وجہ سے مال کی حفاظت کرنے کا اہل ہی نہیں ہے، اس کے باوجود اس نے امانت رکھ دیا تو یوں سمجھو کہ اس نے بچے سے کہا کہ تم میرے مال کو ہلاک کر سکتے ہو، اس لئے ہلاک کرنے پر بچے پر ضمان لازم نہیں ہوگا، جیسے بچے نے مالک کی اجازت سے ہلاک کیا ہو، یا ہلاک کرنے پر راضی ہو تو بچے پر ضمان لازم نہیں ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہاں مال کی حفاظت کے لئے بچے کے علاوہ کسی کو نگراں بھی نہیں بنایا ہے اس لئے بھی بچے پر ضمان لازم نہیں ہوگا

ترجمہ: ٨ مگر مالک نے حفاظت کے لئے کسی کو اپنا قائم مقام کیا ہو، اور یہاں کسی کو قائم مقام نہیں بنایا ہے، اس لئے کہ بچے پر مالک کی ولایت نہیں ہے اور بچے کو خود اپنے اوپر بھی ولایت نہیں ہے

تشریح: مالک نے بچے کو امین بنانے کے بعد اس کی حفاظت کے لئے کسی کو ولی بنایا ہو تو اس سے ضمان لے سکتا ہے، اور یہاں مالک نے کسی کو حفاظت کے لئے ولی نہیں بنایا ہے، بچے کو ولی نہیں بنا سکتا ہے کیوں کہ بچے پر مالک کی ولایت نہیں ہے، اور خود بچہ نابالغ ہے اس لئے اس کو اپنے اوپر بھی ولایت نہیں ہے، اور چونکہ کسی کو مال کی نگرانی کا ولی نہیں بنایا تو گویا کہ مالک نے بچے کو مال کے ضائع کرنے کی اجازت دی ہے اس لئے بچے پر ضمان لازم نہیں ہوگا

ترجمہ: ۹ بخلاف بالغ کو امین بنایا، یا اس غلام کو امین بنایا جس کو تجارت کی اجازت دی ہو (تو ان دونوں پر ضمان ہے) اس لئے کہ دونوں کو اپنی ذات پر ولایت ہے (اس لئے ان کو امین بنانے سے مال کی حفاظت کر سکتے ہیں)

تشریح: یہاں سے تین بخلاف ہیں۔ ا۔ بالغ آدمی، اور ماذون غلام عاقل، بالغ ہیں اس لئے ان کو اپنی ولایت ہے اور وہ حفاظت کر سکتے ہے، اس لئے انہوں ضائع کر دیا اور حفاظت نہیں کی تو ان دونوں پر ضمان ہے

ترجمہ: ۱۰ بخلاف غلام کو بچے کے پاس امانت پر رکھا تو (اس کے قتل پر دیت لازم ہوگی) اس لئے کہ عصمت خود غلام کے حق کی وجہ سے ہے، اس لئے کہ جان کے سلسلے میں وہ اصل آزادگی پر باقی ہے

نَفْسِهِ. ۹ بِخِلافِ الْبَالِغِ وَالْمَأْذُوْنِ لَهُ، لِأَنَّ لَهُمَا وِلَايَةً عَلٰى أَنْفُسِهِمَا ۱۰ وَبِخِلافِ مَا إِذَا كَانَتِ الْوَدِيْعَةُ عَبْدًا، لِأَنَّ عِصْمَتَهُ لِحَقِّهِ إِذْ هُوَ مُبْقَى عَلٰى أَصْلِ الْحُرِّيَّةِ فِيْ حَقِّ الدَّمِ، ۱۱ وَبِخِلافِ مَا إِذَا أَتْلَفَهُ غَيْرُ الصَّبِيِّ فِيْ يَدِ الصَّبِيِّ، لِأَنَّهُ سَقَطَتِ الْعِصْمَةُ بِالْإِضَافَةِ إِلَى الصَّبِيِّ الَّذِيْ وَضَعَ فِيْ يَدِهِ الْمَالَ دُوْنَ غَيْرِهِ.

(۸۷۸) قَالَ وَإِنِ اسْتَهْلَكَ مَالًا ضَمِنَ، ۱ يُرِيْدُ بِهِ مِنْ غَيْرِ إِيْدَاعٍ، لِأَنَّ الصَّبِيَّ يُؤَاخَذُ بِأَفْعَالِهِ، وَصِحَّةُ الْقَصْدِ لَا مُعْتَبَرَ بِهَا فِيْ حُقُوْقِ الْعِبَادِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

تشریح: یہ دوسرا بخلاف ہے۔ آقا نے غلام کو بچے کے پاس امانت پر رکھا تو اس کے قتل کرنے پر دیت لازم ہوگی، اس کی وجہ یہ ہے کہ غلام کی دو حیثیت ہیں۔ ا۔ ایک ہے اس کی قیمت اس کا مالک آقا ہے اس کو بچے کو ضائع کرنے کے لئے کہہ سکتا ہے۔ ۲۔ دوسری حیثیت جان کی ہے، اس بارے میں غلام آزاد ہے، اس پر آقا کی ملکیت نہیں ہے، اس لئے اس کو بچے کو قتل کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا ہے، اس لئے بچے نے قتل کیا تو اس کے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی۔

ترجمہ: ۱۱ بخلاف اگر بچے کے علاوہ کسی اور نے بچے کے ہاتھ میں رہتے ہوئے مال ہلاک کر دیا (تو ضمان لازم ہوگا) اس لئے کہ بچے کے لئے مال قیمتی نہیں رہا ہے دوسرے کے حق میں نہیں، (اس لئے اس کے ہلاک کرنے پر ضمان لازم ہوگا

تشریح: یہ تیسرا بخلاف ہے۔ بچہ بے عقل ہے اس لئے اس کے بارے میں کہا کہ مال قیمتی نہیں رہا، دوسرے کے بارے میں نہیں کہا، اس لئے بچے کے پاس امانت کا مال رہتے ہوئے کسی دوسرے نے ضائع کر دیا تو اس دوسرے پر ضمان لازم ہوگا

لغت: سقطت العصمة: مال کی عصمت ساقط ہوگئی، یعنی بچے کے حق میں مال قیمتی نہیں رہا

ترجمہ: (۸۷۸) اور اگر بچے نے بغیر امانت رکھے ہوئے مال کو ہلاک کر دیا تو بچہ ضامن ہوگا

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ بچے کے فعل کا مواخذہ ہوتا ہے، اور حقوق العباد کے ضائع کرنے میں نیت ہو یا نہ ہو اس کا اعتبار نہیں ہے

اصول: عام حالات میں بچہ کسی کا مال ضائع کرے تو اس کا ضمان لازم ہوتا ہے، اس لئے کہ حقوق العباد میں بچے کے فعل کا مواخذہ ہے

تشریح: بچے کے پاس مال امانت پر رکھا تھا پھر اس کو ہلاک کیا تب تو اس میں ائمہ کا اختلاف ہے، لیکن امانت پر نہیں رکھا تھا اور کسی کا مال ہلاک کر دیا تو بچے پر بھی اس کا ضمان ہے، اور یہ بچے کے مال سے ادا کیا جائے گا، باقی یہ اشکال کہ بچہ ہونے کی وجہ سے ہلاک کرنے کی نیت تو نہیں تھی، تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ مال ضائع کرنے میں نیت کی ضرورت نہیں ہے

وجہ: بچے کی چار حالتیں ہیں۔ ا۔ طلاق دینے، بیع کرنے، یعنی اقوال میں بچے کے قول کا اعتبار نہیں ہے، اور نہ اس پر مواخذہ ہے۔ ۲۔ امانت رکھے اور مال ضائع کر دے اس پر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ضمان نہیں ہے۔ ۳۔ غلام امانت رکھے اور بچہ اس کو قتل کر دے تو اس پر دیت ہے۔ ۴۔ امانت کے بغیر بچہ کسی کے مال کو ضائع کر دے تو اس پر ضمان ہے، کیوں کہ بچے کے فعل پر مواخذہ اور ضمان ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

تمت بالخیر

و آخـر دعـوانا ان الحمد لله رب العالمین، و الصلوة و السلام علی رسوله الکریم و علی اله و اصحابه اجمعین الی یوم الدین ۔

الحمدللہ، اللہ پاک کی بے پناہ مہربانیوں سے آج بہت مشکل سے یہ چودھویں جلد پوری ہوئی

ثمیر الدین قاسمی، مانچیسٹر، انگلینڈ

۲۲/ ۳/ ۲۰۲۲ء

شارح کا پتہ
Maulana Samiruddin Qasmi
70 Stamford Street
Old Trafford - Manchester
England M16 9LL
E samiruddinqasmi@gmail.com

mobile (0044)7459131157